www.ahlehaq.org

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مصنف

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

قاضی سجاد حسین

جلد دوم

اسلامی کتب خانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

جلد دوم

(دفتر سوم - چہارم)

مصنف

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

قاضی سجاد حسین

اسلامی کتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور

فون: ۷۲۲۳۵۰۶

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: ——— مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلفہ: ——— مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: ——— قاضی سجاد حسین

ناشر: ——— اسلامی کتب خانہ

طابع: ——— ممتاز احمد

مطبع ——— رضا پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ ——— قرآن محل

سرورق: سب ٹائٹل ایم۔اے۔حافظ

www.ahlehaq.org

نوٹ

ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ ہماری تمام تر کوشش (اچھی پروف ریڈنگ، معیاری پرنٹنگ) کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دور کیا جائے۔

شکریہ!

(ادارہ)

فہرست مضامین دفتر سوم مثنوی مولانائے رومؒ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ	۷
۲	اے ضیاء الحق حسام الدین بیار	۱۵
۳	قصہ خورندگان پیل بچگان	۲۲
۴	بقیہ قصہ معترضان پیل بچگان	۲۵
۵	باز گشتن بحکایت پیل بچگان	۲۷
۶	خطائے محبان کہ بہتر از صواب بیگانگانست	۳۰
۷	امر کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام	۳۱
۸	اللہ گفتن نیازمند عین لبیک گفتن حق ست	۳۲
۹	فریفتن روستائی شہری را	۳۶
۱۰	قصہ اہل سبا و طاغی کردن نعمت ایشان را	۴۰
۱۱	جمع آمدن اہل آفت ہر صباحے	۴۲
۱۲	باقی قصہ اہل سبا	۴۷
۱۳	بقیہ قصہ رفتن خواجہ بدعوت روستای	۵۱
۱۴	دعوت کردن باز بطاں را	۵۳
۱۵	رجوع بحکایت خواجہ در روستائی	۵۳
۱۶	قصہ صحاب ضرواں و حیلہ کردن ایشان	۵۶
۱۷	رواں شدن خواجہ بسوئے دہ با عیالاں	۵۸
۱۸	رفتن خواجہ دقوم بسوئے دہ	۶۱
۱۹	فواختن مجنون آں سگ را کہ مقیم کوئے لیلےٰ بود	۶۴
۲۰	رسیدن خواجہ قوم بدہ	۶۷
۲۱	اشارت دوشناختن بدعی کمال را	۷۴
۲۲	افتادن شغال در خم رنگ و رنگین شدن دے	۷۷
۲۳	چرب کردن مرد لافی لب و سبلت خود را	۷۸
۲۴	ایمن بودن بلعم باعور کہ امتحان کرد حضرت عزت اورا	۸۰
۲۵	بردن گربہ دنبہ را اور سو اشدن پہلواں	۸۱
۲۶	دعوائے طاؤسی کردن آں شغال کہ در خم صباغ افتادہ بود	۸۲
۲۷	دعویٰ کردن فرعون الوہیت را	۸۳
۲۸	تفسیر وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ	۸۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۹	قصہ ہاروت و ماروت و دلیری ایشان بر امتحان حق تعالیٰ	۸۵
۳۰	مستی بر از دیدن بر مادہ و جستن او بکوہ مقابل	۸۶
۳۱	تمنا کردن ہاروت و ماروت مقام بشریت را	۸۷
۳۲	خواب دیدن فرعون آمدن موسیٰ علیہ السلام را	۸۸
۳۳	بمیدان خواندن فرعون بنی اسرائیل را	۹۰
۳۴	حکایت در تمثیل	۹۰
۳۵	باز گشتن فرعون از میدان بشہر شادماں	۹۲
۳۶	جمع آمدن عمران بمادر موسیٰ	۹۲
۳۷	وصیت کردن عمران جفت را	۹۳
۳۸	ترسیدن فرعون از بانگ و غریو و غوغا	۹۴
۳۹	پیار شدن ستارۂ موسیٰ بر آسماں	۹۴
۴۰	خواندان فرعون زنان بنی اسرائیل را	۹۸
۴۱	بوجود آمدن موسیٰ علیہ السلام	۹۹
۴۲	باز وحی آمدن بمادر موسیٰ علیہ السلام	۱۰۰
۴۳	حکایت مار گیرے کہ اژدہائے افسردہ را مردہ پنداشت	۱۰۲
۴۴	تہدید کردن فرعون موسیٰ علیہ السلام را	۱۱۰
۴۵	جواب گفتن موسیٰ علیہ السلام فرعون را	۱۱۰
۴۶	پاسخ دادن فرعون موسیٰ علیہ السلام فرعون را	۱۱۱
۴۷	جواب موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را	۱۱۲
۴۸	جواب فرعون موسیٰ علیہ السلام را	۱۱۲
۴۹	مہلت دادن موسیٰ علیہ السلام را	۱۱۳
۵۰	فرستادن فرعون ہامان در طلب ساحران	۱۱۸
۵۱	استفسار کردن ہر دو ساحر از مادر گوبہ پدر را	۱۱۹
۵۲	جواب گفتن ساحر مردہ با فرزندان خود	۱۲۱
۵۳	تشبیہ کردن قرآن مجید در عصائے موسیٰ علیہ السلام	۱۲۲
۵۴	جمع آمدن ساحراں از مدائن پیش فرعون	۱۲۷
۵۵	اختلاف کردن در چگونگی و شکل پیل در شب	۱۲۸
۵۶	تا رد عوت کردن نوح علیہ السلام پسر را و سر کشیدان او	۱۳۲

www.ahlehaq.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۷	توفیق میان ایں دو حدیث کہ الرضا بالکفر کفر و حدیث دیگر	
۵۸	کہ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ الخ	۱۳۷
۵۹	مثل در بیان آنکہ حیرت مانع بحث و فکرت ست	۱۳۸
۶۰	حکایت	۱۳۹
	داستان مشغول شدن عاشق بعشق نامہ خواندن	۱۴۱
۶۱	حکایت آں مرد کہ در عہدہ داؤد علیہ السلام شب و روز دعا	۱۴۶
۶۲	تضرع می کرد	۱۴۶
۶۳	دو دیدن گاو در خانہ آں دعا کنندہ بالحاح	۱۴۹
۶۴	در بیان آنکہ علم را دو پرو گمان را یک پرست	۱۵۱
۶۵	مثال رنجور شدن آدمی بوہم تعظیم خلق	۱۵۲
۶۶	در بیان آنکہ عقول خلق متفاوت ست در اصل فطرت	۱۵۴
۶۷	در دہم انگندن کولکاں استاد را بہ مکر	۱۵۵
۶۸	رنجور شدن فرعون بوہم از تعظیم خلقاں	۱۵۵
۶۹	رنجور شدن استاد معلم بوہم و خیال	۱۵۶
۷۰	دوم بار در دہم انگندن کودکاں استاد را	۱۵۸
۷۱	خلاصی یافتن کودکاں از مکتب بدیں مکر	۱۵۹
۷۲	رفتن مادرانِ کودکاں بامداد بعیادت استاد	۱۵۹
۷۳	در بیان آنکہ تن روح را چوں لباسے ست	۱۶۱
۷۴	حکایت آں درویشے کہ در کوہ خلوت کردہ بود	۱۶۱
	دیدن زرگر عاقبت کار را و سخن بووفق عاقبت گفتن	۱۶۲
۷۵	بقیہ قصہ آں زاہد کو ہی کہ نذر کردہ بود کہ میوہ کو ہی از درخت باز نگیرم	۱۶۴
۷۶	تشبیہ بندام قضا بصورت پنہاں و اثر پیدا	۱۶۶
۷۷	مضطرب شدن آں فقیر نذر کنندہ بگندن ہر دو از درخت	۱۶۷
۷۸	متہم کردن آں شیخ را باد زواں و بریدن و ستش را	۱۶۹
۷۹	کرامت شیخ قطع وزنبیل یافتن او بدو دستدر خلوت	۱۷۱
۸۰	سبب جرأت ساحران فرعون بر قطع دست و پا	۱۷۳
۸۱	شکایت کردن استرہ پیش شتر کہ من بسیار دروئے می افتم	۱۷۵
۸۲	اجتماع اجزائے خرعزیر علیہ السلام بعد پوسیدنش	۱۷۷
۸۳	جزع ناکردن شیخ بزرگوار بر مرگ فرزندان خویش	۱۷۷
۸۴	عذر گفتن شیخ بہر ناگریستن بر مرگ فرزنداں	۱۸۰
۸۵	قصہ خواندن شیخ ضریر قرآن را از روئے مصحف	۱۸۳
	صبر کردن لقمان علیہ السلام چون دید کہ داؤد علیہ السلام حلقہا از آہن راست میکرد از سوال	۱۸۴
۸۶	بقیہ قصہ نابینا و مصحف خواندن آں بنظر	۱۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۷	صفت بعض اولیاء کہ راضی اند باحکام الٰہی	۱۸۷
۸۸	سوال کردن بہلول آں درویش دلی را	۱۸۸
۸۹	قصہ وقوقی" و کرامات آش	۱۹۱
۹۰	باز گشتن بقصہ وقوقی علیہ الرحمۃ	۱۹۲
۹۱	سر طالب کردن موسیٰ خضر را علیہما السلام	۱۹۴
۹۲	باز گشتن بقصہ وقوقی علیہ الرحمۃ	۱۹۵
۹۳	نمودن مثال ہفت شمع سوئے ساحل	۱۹۶
۹۴	شدن آں ہفت شمع بر مثال یک شمع	۱۹۷
۹۵	نمودن آن شمعہا در نظر آں شیخ ہفت مرد	۱۹۸
۹۶	باز شدن شمعہا ہفت درخت	۱۹۸
۹۷	مخفی بودن آں درختاں از چشم خلق	۱۹۹
۹۸	یک درخت شدن آں ہفت درخت در نظر او	
	ہفت مرشدن آں ہفت درخت	۲۰۲
۹۹	پیش رفتن وقوقی" با مامت آں قوم	۲۰۵
۱۰۰	پیش رفتن وقوقی با مامت آں قوم غیبی	۲۰۸
۱۰۱	اقتدا کردن آں قوم از پس وقوقی	۲۱۰
۱۰۲	بیان اشارت سلام سوئے دست راست	۲۱۲
۱۰۳	شنیدن آں وقوقی در نماز افغان اہل کشتی را	۲۱۳
۱۰۴	تصورات مرد جازم	۲۱۵
۱۰۵	دعا و شفاعت وقوقی در خلاص آں کشتی	۲۱۶
۱۰۶	انکار کردن آں جماعت بر دعا و شفاعت وقوقی	۲۲۲
۱۰۷	باز شرح کردن حکایت آں طالب روزی حلال	۲۲۴
۱۰۸	رفتن ہر دو خصم پیش داؤد علی نبینا و علیہ السلام	۲۲۵
۱۰۹	بیرون شدن داؤد نبی علیہ السلام و شنیدن از ہر دو خصم۔	۲۳۱
۱۱۰	حکم کردن داؤد علیہ السلام بر کشندہ گاؤ	۲۳۲
۱۱۱	تضرع کردن آن شخص از داوری داؤد علیہ السلام	۲۳۲
۱۱۲	رفتن داؤد علیہ السلام در خلوت	۲۳۴
۱۱۳	حکم کردن داؤد علیہ السلام صاحب گاؤ کہ از سر گاؤ بگذر	۲۳۵
۱۱۴	حکم کردن داؤد بر صاحب گاؤ کہ جملہ مال خود بوئے بخش	۲۳۶
۱۱۵	عزم کردن داؤد بخواندن خلق بر اں صحرا کہ زرا آب آشکار کند	۲۳۷
۱۱۶	گواہی دادن دست و پا و زباں بر سر ظالم ہم در دنیا	۲۳۸
۱۱۷	بیرون رفتن خلائق بسوئے آں درخت	۲۴۰
۱۱۸	قصاص فرعون داؤد علیہ السلام خونی را	۲۴۱
۱۱۹	در بیان آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونی ست کہ دی گاؤ کشتہ بود	۲۴۳
۱۲۰	گریختن عیسیٰ علیہ السلام بر فراز کوہ از احمقاں	۲۴۸

www.ahlehaq.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲۱	قصہ اہل سبا و حماقت ایشان	۲۵۱
۱۲۲	شرح آں کور دور بین و آں کر تیز شنو	۲۵۳
۱۲۳	صفت خر قوم شہر سبا و ناشکری ایشاں	۲۵۶
۱۲۴	آمدن پیغمبراں بہ نصیحت اہل سبا	۲۵۸
۱۲۵	معجزہ خواستن قوم از پیغمبران علیہ السلام	۲۶۱
۱۲۶	متہم داشتن قوم انبیارا علیہم السلام	۲۶۳
۱۲۷	حکایت خرگواں کہ خر گوشے را بر سالت پیش فیل فرستادند	۲۶۴
۱۲۸	جواب گفتن انبیاء طعن ایشاں را	۲۶۵
۱۲۹	بیان آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردن خاصہ در کار الٰہی	۲۶۸
۱۳۰	مشابہ زدن قوم نوح باستہزاء در زمان کشتی ساختن او	۲۶۹
۱۳۱	حکایت آں وزدکہ پرسیدند چہ میکنی در نیم شب	۲۷۰
۱۳۲	جواب آں مثل کہ منکراں گفتند از رسالت خرگوش	۲۷۱
۱۳۳	بیان معنی حزم و مثال مرد حازم	۲۷۴
۱۳۴	وخامت حال آں مرغ کہ ترک حزم کرد	۲۷۶
۱۳۵	حکایت نذر کردن سگاں ہر زمستاں	۲۷۸
۱۳۶	منع کردن منکراں انبیاء علیہم السلام از نصیحت کردن	۲۸۰
۱۳۷	جواب انبیاء علیہم السلام جبریاں را	۲۸۱
۱۳۸	مکرر کردن آں منکراں تجنبائے جبریانہ را	۲۸۱
۱۳۹	باز جواب انبیاء علیہم السلام جبریاں را	۲۸۲
۱۴۰	مکرر کردن قوم اعتراض بر انبیاء علیہم السلام	۲۸۴
۱۴۱	باز جواب گفتن انبیاء علیہم السلام ایشاں را	۲۸۵
۱۴۲	حکمت در آفریدن دوزخ وراں جہاں	۲۸۷
۱۴۳	بیان آنکہ حق تعالیٰ صورت موک را سبب تسخیر کردن جباراں کہ مسخر حق نباشند ساختہ	۲۸۹
۱۴۴	قصہ عشق صوفی بر صفرۃ تہی از خورش	۲۹۰
	مخصوص بودن یعقوب علیہ السلام بچشیدن جام حق تعالیٰ	۲۹۲
۱۴۵	حکایت غلام امیر کہ انس عظیم داشت در مناجات	۲۹۵
۱۴۶	نومید شدن انبیاء علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکراں	۲۹۷
۱۴۷	بیان آنکہ ایمان مقلد خوف ست و رجا	۲۹۹
۱۴۸	بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمود انّ للّٰہ تعالیٰ اولیاء ما تحت قبائی	۳۰۰
۱۴۹	حکایت مندیل در تنور انداختن انس بن مالکؓ	۳۰۰
۱۵۰	قصہ فریاد رسیدن رسول علیہ السلام کاروان عرب را	۳۰۲
۱۵۱	مشک آں غلام پر شدن از غیب بمعجزہ رسول خدا صلعم	۳۰۵
۱۵۲	دیدن خواجہ غلام خورا سفید رو دشناختن	۳۰۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۳	در بیان آنکہ حق تعالیٰ بر چہ داود آفرید از سموات و ارض و اعیان و اعراض ہمہ را باستدعاء جاجت آفرید	۳۰۹
۱۵۴	آمدن زنے کافرہ با طفل شیر خوارہ نزد رسول خدا صلعم	۳۱۱
۱۵۵	ربودن عقاب موزہ رسول علیہ السلام را و بردن بہ ہوا	۳۱۲
۱۵۶	وجہ۔ عبرت گرفتن ازیں حکایت	۳۱۴
۱۵۷	استدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام زبان بہائم	۳۱۵
۱۵۸	وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام	۳۱۷
۱۵۹	قانع شدن آں مرد طالب تعظیم زبان مرغ خانگی	۳۱۸
۱۶۰	جواب خروس سگ را	۳۱۹
۱۶۱	تجلی شدن خروس پیش سگ	۳۲۱
۱۶۲	خبر دادن خروس از مرگ آں خواجہ	۳۲۲
۱۶۳	دیدن آں شخص بسوئے موئے بر زینہار چوں خبر مرگ خود شنید	۳۲۴
۱۶۴	دعا کردن موسیٰ علیہ السلام جہت سلامتی ایمان آں شخص	۳۲۵
۱۶۵	اجابت کردن حق تعالیٰ دعائے موسیٰ علیہ السلام را	۳۲۶
۱۶۶	حکایت آں زن کہ فرزندش نمی زیست	۳۲۷
۱۶۷	در آمدن حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ	۳۲۸
۱۶۸	جواب حمزہ رضی اللہ عنہ بر آں خلق را	۳۲۹
۱۶۹	حیلہ دفع مجنون شدن در بیع و شری	۳۳۵
۱۷۰	وفات یافتن بلال رضی اللہ ما شادی و طرب	۳۳۷
۱۷۱	حکمت ویران گشتن تن بمرگ	۳۳۹
۱۷۲	تشبیہ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنی تنگ	۳۴۰
۱۷۳	بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی تاریکی ست ہمہ رتن ست	۳۴۱
۱۷۴	تشبیہ فص با قیاس	۳۴۳
۱۷۵	آداب المستمعین والمریدین	۳۴۵
۱۷۶	شناختن ہر حیوان بوئے عدوے خویش را	۳۴۶
۱۷۷	فرق میان دانستن چیزے بمثل تقلیدی میان دانستن بماہیت آں چیز	۳۴۸
۱۷۸	جمع و تفریق میان نفی و اثبات	۳۵۰
۱۷۹	مسئلہ فنا و بقائے درویش کامل	۳۵۱
۱۸۰	قصہ وکیل صدر جہاں کہ متہم شد	۳۵۳
۱۸۱	پیدا شدن روح القدس بصورت آدمی بہ مریم بوقت غسل	۳۵۴
۱۸۲	گفتن روح القدوس مریم را علیہما السلام	۳۶۰
۱۸۳	عزم کردن آں وکیل از عشق	۳۶۲
۱۸۴	پرسیدن معشوقی از عاشق کہ از شہرہا کدام بہتر ست	۳۶۳
۱۸۵	منع کردن دوستاں اورا از مراجعت	۳۶۴

www.ahlehaq.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۶	لاابالی گفتن عاشق ناصح و عاذل	۳۶۶
۱۸۷	روئے نہادن آں عاشق بسوئے بخارا	۳۶۹
۱۸۸	درآمدن آں عاشق لاابالی در بخارا	۳۷۰
۱۸۹	جواب گفتن عاشق عاذلاں وتہدید کنندگان را	۳۷۱
۱۹۰	رسیدن آں عاشق بمعشوق	۳۷۳
۱۹۱	صفت کردن آں مسجد کہ مہمان کش بود	۳۷۴
۱۹۲	آمدن مہمان دراں مسجد	۳۷۵
۱۹۳	ملامت اہل مسجد مہمان عاشق را	۳۷۵
۱۹۴	جواب گفتن عاشق ناصحاں وملامت گویاں را	۳۷۶
۱۹۵	بیان آں کہ عشق جالینوس بریں حیات دنیا بود	۳۷۷
۱۹۶	ملامت کردن اہل مسجد مہمان را	۳۸۰
۱۹۷	گفتن شیطان قریش را کہ بجنگ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید	۳۸۴
۱۹۸	مکرر کردن عاذلاں پند را بر اں مہمان	۳۸۹
۱۹۹	جواب گفتن مہمان ایشاں را	۳۸۹
۲۰۰	تمثیل گریختن مومن وتعجیل و بے صبری او	۳۹۵
۲۰۱	تمثیل صابر شدن مومن چوں بر اسرار بلا واقف شود	۳۹۹
۲۰۲	ضد گفتن کد بانو با نخود	۳۹۹
۲۰۳	باقی قصہ مہمان آں مسجد مہمان کش	۴۰۰
۲۰۴	ذکر خیال بداندیشدی قاصر فہماں	۴۰۲
۲۰۵	تفسیر حدیث اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَهْراً وَّبَطْنًا الخ	۴۰۴
۲۰۶	بیان آنکہ رفتن انبیا و اولیاء علیہ السلام بکوہہا ودغار باجہت پنہاں کردن خویش نیست	۴۰۵
۲۰۷	تشبیہ صورت اولیاء صورت کلام اولیاء	۴۰۶
۲۰۸	تفسیر قولہ تعالیٰ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ	۴۰۷
۲۰۹	جواب طعنہ زندہ بر مثنوی	۴۰۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱۰	مثل زدن در رمیدن کرۂ اسپ	۴۰۹
۲۱۱	بقیہ حصہ مہمان و مسجد مہمان کش	۴۱۱
۲۱۲	تفسیر آیۃ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ الایۃ	۴۱۲
۲۱۳	رسیدن بانگ طلسم نیم شب مہمان مسجد	۴۱۳
۲۱۴	ملاقات آں عاشق با صدر جہاں	۴۱۶
۲۱۵	جذب ہر عنصرے جنس خود را	۴۲۰
۲۱۶	منجذب شدن جان نیز بعالم ارواح	۴۲۱
۲۱۷	نسخ عزائم ونسخہا جہت باخبر کردن آدمی را	۴۲۳
۲۱۸	نظر کردن پیغمبر علیہ السلام باسیراں وتبسم کردن	۴۲۴
۲۱۹	تفسیر ایں آیت اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ	۴۲۵
۲۲۰	سر آنکہ بے مراد باز گشتن رسول علیہ السلام از حدیبیہ حق تعالیٰ لقب آں فتح کرد	۴۲۷
۲۲۱	تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لَاتُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی	۴۲۸
۲۲۲	آگاہ شدن پیغمبر علیہ السلام از طعن ایشاں وفہم کردن رسول علیہ السلام ضمیر آں اسیراں را	۴۳۰
۲۲۳	بیان آنکہ طاغی در ذیل قاہری مقہورست	۴۳۲
۲۲۴	جذب معشوق عاشق رَمَنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُهُ الْعَاشِقُ	۴۳۶
۲۲۵	رسیدن بخارا عاشق در بندگی صدر جہاں	۴۳۷
۲۲۶	واخواستن پشا از دست باز حضرت سلیمان علیہ السلام	۴۳۸
۲۲۷	امر کردن سلیمان علیہ السلام پشہ را منتظم لابحصار خصم	۴۴۰
۲۲۸	نواختن معشوق عاشق بیہوش خود را	۴۴۲
۲۲۹	باخویش آمدن عاشق بیہوش ذروئے باز آوردن بہ شنا	۴۴۵
۲۳۰	حکایت آں عاشق دراز ہجر بسیار امتحاں	۴۵۰
۲۳۱	یافتن عاشق معشوق را وبیان آنکہ جوینده یابنده بود	۴۵۳

☆.....☆.....☆

www.ahlehaq.org

دفتر دوم کی اشاعت:

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفتر دوم کی رسم اجراء عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدینؒ دہلی میں زیر صدارت جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہو۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہل علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اس میں شریک تھے۔ تلاوت قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچروں کونسلر ایرانی امبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائریکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے رومؒ پر پُر مغز مقالے پڑھے۔ اس کے بعد جناب پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیر تعلیم حکومت ہند کے ہاتھوں دفتر دوم کا اجراء عمل میں آیا۔ موصوف نے دوران تقریر میں دفتر دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفتر دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گذار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اسی طرح میں انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گذار ہوں کہ اس نے بھی اس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اردو کا کوئی موقر اخبار ہوگا جس نے دفتر دوم اور اس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اس کے بعد سے ہندوستان کے اہل قلم اور علمی رسائل دفتر دوم پر مسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفتر دوم کے مقدمہ میں اس کام کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد تو ہر دفتر کی تیاری کے لئے مجھے مل ہی رہی ہے۔ مزید برآں وزارتِ تعلیم نے دفتر دوم کی بھی ایک بڑی مقدار میں اپنی لائبریریوں کے لئے خریداری منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے جس کے لئے میں مزید شکر گذار ہوں۔

دفتر دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اس کے اجراء سے دو تین ماہ قبل سے ہی میں دفتر سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اس کی تیاری کے اکثر مراحل طے ہو چکے ہیں اور وہ عنقریب اشاعت پذیر ہو جائے گا اور اب میں دفتر چہارم میں مشغوم ہوں اور اس کا بیشتر حصہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق اور فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد اس کی اشاعت عمل میں آجائیگی۔

تصوف کی چند اصطلاحیں:

تصوف کی ان اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں' دفتر اول اور دوم کے مقدمہ میں کی جا چکی ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اس دفتر سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں' ان کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

حیرت:

سالک کے لئے ذکر و فکر بھی قرب الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقام حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلیات رب کی

فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ فکر کی اور اس مقام پر پہنچ کر سالک کو ان چیزوں سے استغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّرًا اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرما دے۔ صائب نے کہا ہے۔

حیرت مراز ہر دو جہاں بے نیاز کرد — ایں خواب کار دولت بیداری کند
مقام حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے — یہ خواب بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے

اس مقام کی ابتداء سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تکمیل میدان حشر میں اس وقت ہوگی جبکہ حضرت حق ارشاد فرمائے گا۔ اَحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ اَبَدًا ۔ میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا:

مقام رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرت حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ اِذَا سَرَّتْہُ الْمُصِیْبَتُہ کَمَا سَرَّتْہُ النِّعْمَتُہ ۔ یعنی یہ مقام سالک کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ رضاء بالقضا کی بحث مولانائے روم نے مفصل کی ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

اَبدال:

مولنائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے۔

کیست ابدل؟ آنکہ اُو مُبدَل شود — خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود
ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے — اللہ کے تبدیل کر دینے سے اس کی شراب سرکہ بنجائے

یعنی اس میں جس قدر اخلاق رویہ ہوں وہ اخلاق حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِیَاء کَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ فَلَمَّا انْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَھُمْ اَقْوِیَاءَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یُقَالُ لَھُمُ الْاَبْدَالُ لَمْ یَفْضُلُوْ النَّاسَ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوۃٍ وَلٰکِنْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ النِّیَّۃِ وَسَلَامَۃِ الْقُلُوْبِ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ. منقول ہے کہ انبیاء زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے قوی لوگوں کو ان کے بدلے میں عنایت فرما دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ ان کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں ہاں ان میں حسن خلق اور نیت کی سچائی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے۔

اعیان ثابتہ:

وہ تمام اشیاء جو موجودات خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالم شہود میں جو اس کے ذریعہ محسوس ہو رہی ہیں وہ اپنے علمی وجود

کے ساتھ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اعیان ثابتہ کہلاتا ہے۔

خارجی جس میں قدر موجودات ہیں وہ ان اعیان ثابتہ کا عکس اور ظل ہیں اور ان اعیان ثابتہ کی اصل اسماء الٰہی اور اسماء الٰہی کی اصل حقیقت الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اعیان ثابتہ کو ماہیات سے اور اسماء الٰہی کو سرّ ماہیات سے اور حقیقت الٰہیہ کو سرّ سرّ ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس شعر میں فرمایا ہے ؎

زانکہ ماہیات وسرّ سرّ آں پیش چشم کاملاں باشد عیاں

یعنی اعیان ثابتہ اور ان کا سرّ اسماء الٰہی اور اس سرّ کا سرّ یعنی حقیقت الٰہیہ کاملوں کے مشاہدے میں ہوتی ہے۔ اسی لئے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہ۔ ہم نے اشیاء کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔

عقل معاش:

وہ عقل جو دنیاوی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو وہ عقل معاش ہے اسی کو مثنوی عقل جزوی اور عقل ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقلِ معاد:

وہ عقل جو دینی اور اخروی معاملات میں تیز ہو اس کو عقل معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقل کلی اعقل کامل' عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال:

بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں جن کو ابدال تک بھی نہیں پہنچان سکتے ہیں ایسے اولیاء اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَاءَ اَخْفِیَاءَ شُعْثَۃٌ رُؤُسُھُمْ مُغْبَرَّۃٌ وُجُوْھُھُمْ اِذَا اسْتَاذَنُوْا عَلَی الْاَمْرِ لَمْ یُؤْذَنْ لَھُمْ وَ اِذَاغَابُوْا لَمْ یفْتَقَدُوْا اِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَاِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْن و ان مَاتُوْا لَمْ یَشْھَدُوْا وَھُمْ مَجْھُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْھُوْرُوْنَ فِی السَّمَاءِ. یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیاء ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں ان کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں ان کو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو ان کی لوگ جستجو نہیں کرتے اور اگر موجود ہوں تو ان کو پکارا نہیں جاتا ہے اور اگر وہ بیمار پڑھ جائیں تو ان کی عیادت نہیں کی جاتی ہے اور اگر مر جائیں تو لوگ ان کے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔ ایسے ہی مستور الحال ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک محدث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور ان سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے آپ اس میں شریک کیوں نہیں ہوتے اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں ان پر ان بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیاء کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو میں بھی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

www.ahlehaq.org

الہام:

اس کو حکومت، علم لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو الیاء کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے۔ جو علم انبیاء اور رسولوں کو عنایت ہوتا ہے اس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اس کی اگر تلاوت بھی ہوتی ہے تو وہ وحی متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اس کی تلاوت نہ ہو تو اس کو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی خداوندی، خلل اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے، الہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اسی لئے بسا اوقات انسان القاء شیطانی کو الہام سمجھ بیٹھتا ہے۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القاء ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، غور کر لینا چاہئے اگر وہ القاء عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القاء کفران اور طغیان پیدا کرنے والا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس سے اس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

اِنَّ لِلشَّیْطَانِ لَمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَکِ لَمَّۃٌ فَاَمَّا لَمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَاِیْعَادٌ بِالشَّرِّ وَ تَکْذِیْبٌ بِالْحَقِّ وَ اَمَّا لَمَّۃُ الْمَلَکِ فَاِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِکَ فَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْرٰی فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ. یعنی شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے شیطان کی ڈالی ہوئی بات برائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے۔ اور فرشتے کا ڈالنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور وہ پہلی بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان کے خدا کی پناہ پکڑے۔

تناسخ:

جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں ان کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہیا اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادہ جمادیت سے ترقی کر کے نباتیت اختیار کرتا ہے اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچا ہے۔

از جمادی مُردم و نامی شدم — وز نما مُردم بحیواں سَر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم، کے زمردن کم شوم

ان مذکورہ بالا اشعار میں مادی تغیرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

جملہ دیگر بمیرم از بشر　　تا بر آرم از ملائک بال و پر
وز ملک ہم بایدم جستن زجو　　کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

جسم مثالی:

اہل شرع اور اہل تصوف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں ایک عالم شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں' یہاں تمام اجسام مادہ اور عنصر سے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک عالم مثال ہے جس میں ہر دو مخلوق جو اس عالم شہود میں ہے اس عالم میں بھی ہے لیکن اس عالم میں مادہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے وہاں جو اس کا جسم ہے وہ جسم عنصری نہیں بلکہ مثالی کہلاتا ہے۔

واقعات اور اشخاص:

صلح حدیبیہ ۔ ۶ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ سے چھ میل دور مقام حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ بزور شمشیر مکہ میں داخلہ سے روکنے کا ارادہ کر چکے ہیں' آنحضور ﷺ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور اہل مکہ سے کہلایا کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد فوراً واپس ہو جائے گے۔ ہمارا مقصد اہل مکہ سے جنگ وجدل بالکل نہیں ہے مگر اہل مکہ نے مکہ میں داخلہ کی کسی طرح اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت وشنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اس صلح نامہ میں مکہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو ان کے لئے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کے لئے ذلت آمیز' یہ طے ہوا کہ مسلمان مکہ کی زیارت کئے بغیر واپس ہو جائیں' اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے گا تو مکہ والے اس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکہ والا مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اس کو واپس سپرد کرنا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط بعض صحابہ کو ناگوار بھی گذریں لیکن آنحضور ﷺ نے خداوندی حکم سے سب کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح شکست نما فتح تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضور ﷺ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا یعنی ہم نے یہ تمہیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔ چند ہی روز میں اس بشارت نے عملی صورت اختیار کر لی اور اس صلح کے نتیجہ میں مکہ معظمہ بغیر کسی جنگ وقتال کے آنحضور ﷺ کے زیر نگیں آ گیا۔

بنی نضیر:

یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ انہوں نے مخفی طور پر آنحضور ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضور ﷺ پر انکشاف ہو گیا۔ اس جرم کی پاداش میں ان کو مدینہ کے اطراف سے ۴ھ میں جلاوطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دے دی گئی۔

بنو قریظہ:

یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضور ﷺ نے ان سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔

غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو درکنار یہ لوگ بھی مخالفوں سے ہمساز ہو گئے اور

معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب غیبی تائید سے آنحضورﷺ کو ۵ھ میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضورﷺ نے ان لوگوں کو معاہدہ شکنی کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباحؓ:

حضرت بلالؓ حبشی النسل تھے۔ دعوت اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا اُمیہ ابن خلف کے ایسے ایسے دردناک مظالم برداشت کئے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کیا۔ پھر تمام عمر آنحضورﷺ کی خدمت میں گذاری۔ ان کو مؤذن رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ آنحضورﷺ کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لا سکے اور ملک شام میں منتقل ہو گئے۔ وہاں ۲۰ھ میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ ان کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، عذر پیش کرنے کے باوجود تعمیل حکم پر مجبور ہو کر اذان شروع کی جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت:

یہ بنی اسرائیل کا ایک نیا بادشاہ تھا جس کی بادشاہت پیغمبر وقت شمویلؑ کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دوران اس کو ایک سخت قوی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت شمویلؑ نے طالوت کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں ہو گی۔ طالوت نے حضرت داؤدؑ کو فوج میں شامل کر لیا۔ دوران سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤدؑ نے وہی پتھر اٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لئے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤدؑ نے وہی پتھر اس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہو گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔

حضرت مریم علیہا السلام:

حضرت مریم کنوار پن ہی میں بحکم خدا حاملہ ہو گئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دعا کرنے لگیں۔ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے ان کو ہمدردی دی پھر جب ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ ان کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے ان کو ملامت شروع کر دی اس پر انہوں نے لوگوں سے کہا تم اسی بچہ سے اس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم کہوارے کے بچے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰؑ بول اٹھے اِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک مٹ گئے اور وہ سمجھ گئے یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہل سبا:

یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے۔ قرآن نے اہل سبا کا ذکر حسب ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۝ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ

o فَاعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ o ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ. بیشک سباوالوں کے لئے اپنی ہی بستی میں نشانی تھیں دائیں اور بائیں دو باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور مالک بخشنے والا۔ تو انہوں نے روگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب ان پر چھوڑ دیا اور دو عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیئے جن میں بدمزہ میوے اور بھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے۔ ان کی ناشکری کی ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم انہی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ:

یہ مالک کے بیٹے تھے اور ان کی ماں کی کنیت ام سلیم تھی۔ مالک کے بعد ام سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ سے شادی کر لی تھی۔ حضرت انسؓ کی تربیت حضرت ابوطلحہؓ نے کی۔ جس وقت آنحضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ ان کو ان کی ماں اور حضرت ابوطلحہؓ نے آنحضور ﷺ کی خدمت پر مامور کر دیا انہوں نے بہت ہی خوش اسلوبی سے دس سال تک آنحضور کی خدمت کی اور خادم خاص کا رتبہ پایا۔ آنحضور ﷺ ان سے بہت خوش تھے اور ان کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ انہی دعاؤں کی برکت سے ان کو صحابہ کرام میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے ۹۱ھ میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انہوں نے بصرہ میں ہی وفات پائی اور ان کی وفات بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تیہ:

بورن فیل یہ وہ بیابان ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس اور مقید رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اس جہاد میں شرکت سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور کہہ دیا اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کر لے ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اس جرم کی پاداش میں خدا نے انہیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا یہ اس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور ان کو اس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوبؑ کے کسی ایک فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے صبح کو سو کر اٹھتے تو اپنے آپ کو اسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس:

یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں اسی لئے قرنی کہلاتے ہیں۔ ان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا چونکہ ان کی والدہ ان کی خدمت کے محتاج اور ضرورت مند تھیں لہٰذا ان کی آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور ان کو آنحضور ﷺ کا دیدار میسر نہ آیا اسی لئے ان کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انہی کی نسبت سے نسبت اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اس کی بیوی:

ابوالہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے اس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت ام جمیل ہے۔ ابولہب آنحضورﷺ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اس کی بیوی آنحضورﷺ کو تکلیف پہنچاتے اور مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے۔ آنحضورﷺ کی ابتدائے دعوت سے آخر دم تک آنحضورﷺ کی مخالفت کرتا رہا بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔ سورۃ تبت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعون موسیٰؑ:

اس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا اس لئے اس کو فرعون کہا جاتا ہے۔ شاہان مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اس کے واقعات قرآن پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

۲۱ شوال ۱۳۹۶ھ
۱۸ اگست ۱۹۷۶ء

سجاد حسین
صدر مدرسہ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار
اے ضیاء الحق حسام الدین لا

ایں سُوم دفتر کہ سُنّت شد سہ بار
یہ تیسرا دفتر کیونکہ تیسرا سنت ہے

برگشا گنجینۂ اَسرار را
رازوں کا خزانہ کھول دے

در سُوم دفتر بہل اَعذار را
تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

قُوّتت از قُوّتِ حق کی زہد
تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے

نز عروقے کز حَرارت می جَہد
نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے بھڑکتی ہیں

ایں چراغِ شمس کو روشن بُوَد
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے

نز فتیلہ پنبۂ دروغن بُوَد
بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

سَقفِ [۳] گردوں کو چنیں دائم بُوَد
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے

نز طناب واُستنے قائم بُوَد
رسّے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

قُوّتِ جبریل [۴] از مطبخ نبُود
حضرت جبرائیل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی

بُود از دیدارِ خلّاقِ وجُود
وجود کو پیدا کرنے والے (اللہ) کے دیدار کی وجہ سے تھی

۱ ضیاء الحق چلپی مولانا کے وہی خلیفہ اور مرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے متحرک ہوئے۔ ایں سُوم۔ طہارت ظاہری وضو اور غسل میں تین بار دھونا مسنون ہے لہٰذا طہارت باطنی جو کہ مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے اس کے لئے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اسرار۔ سر کی جمع، راز۔ بہل۔ امر کا صیغہ ہے بلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اعذار یعنی وہ عذر جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔

۲ قُوّت یعنی جسمانی کمزوری کا عذر نہ کر کیونکہ تیری قوت جسم اور رگوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے می زہد۔ زیدن نشوونما پانا۔ ایں چراغ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر میں نہیں ہے۔ اسی طرح تمہاری طاقت اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔

۳ سقف گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قوت جبرئیل۔ حضرت جبرئیل کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو الٹ دیا جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔

ہم چنیں ۱ ایں قوت ابدالِ حق
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ابدال کی قوت

ہم زحق داں نز طعام و نز طبق
اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طبق کی وجہ سے

جسمِ شاں را ہم زنور اَ سرشتہ اند
ان کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے

تاز روح واز مَلک بگذشتہ اند
یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل
چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے

ز آتشِ نمرود بگذر چوں خلیلؑ ۲
حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گزر جا

گردد آتش بر تو ہم بَر دوسلام
آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائیگی

اے عناصر مر مزاجت را غلام
اے وہ کہ عناصر (اربعہ) تیرے مزاج کے غلام ہیں

ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست
عناصر ہر مزاج کا سرمایہ ہیں

ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست
اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

ایں ۲ مزاجت در جہانِ مُنبَسِط
وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج

وصفِ وحدت راکنوں شد مُلتَقِط
اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے

اے دَریغا عرصۂ اَفہامِ خلق
ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان

سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق
بہت تنگ ہے مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

اے ضیاءِ الحق بحذقِ رائے تو
اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے

حلق بخشد سنگ را حلوائے تو
تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

کوہِ طُور اندر تجلّی حلق یافت
کوہ طور نے تجلی میں حلق پا لیا

تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت
یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کر سکا

صَارَ دَکًّا مِنْهُ وَانْشَقَّ الجَبَل
وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا

هَلْ رَأَيْتُمْ مِنْ جَبَلٍ رَقَصَ الْجَمَل
کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

لُقمہ ۳ بخشی آید از ہر کس بکس
لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کیلئے ہو سکتا ہے

حلق بخشی کار یزدان ست وبس
حلق بخشنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے

حلق بخشد جسمہا و رُوح را
وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے

حلق بخشد بہرِ بر عضوت جُدا
تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

۱ ہم چنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت میں جانب اللہ ہوتی ہے مادی نہیں ہوتی ہے۔ جسم شاں۔ ابدال کے اجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور تمام فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

۲ چونکہ۔ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتش نمرود یعنی نفسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصر اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔ ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصر اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔

۲ ایں مزاجت۔ یعنی آپ چونکہ اخلاق الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمون وحدت نہیں اترتا ہے عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اتار سکتا ہے۔ کوہ طور۔ مضامین معرفت کو کوہ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے صادر کا کوہ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا۔

۳ لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن خلق عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضاء کا اس کو قبول کرنا اور اس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔ حلق بخشد۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اور روح کو اس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔

ایں ۱ گہے بخشد کہ اجلالی شوی
یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے

از دَغا و از دَغل خالی شوی
فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

تانگوئی سرِّ سُلطاں را بکس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے

تانریزی قند را پیشِ مگس
تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوشِ آں کس نوشد اَسرارِ جَلال
اللہ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے

کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

خلق بخشد خاک را لُطفِ خدا
اللہ تعالیٰ کی مہربانی مٹی کو خلق عنایت کرتی ہے

تا خورد خاک آب و روید صد گیا
یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سینکڑوں گھاسیں اگاتی ہے

باز ۲ حیواں را بہ بخشد خلق و لَب
پھر (اللہ) حیوان کو خلق اور ہونٹ بخشتا ہے

تا گیا ہش را خورد اندر طلب
یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

چوں گیا ہش خورد و حیواں گشت زفت
جب اس (حیوان) نے اس خاک کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا

گشت حیواں لقمۂ انسان درفت
حیوان انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

باز خاک آمد شد اکالِ بَشر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی

چوں جُدا شد از بَشر روح و بَصر
جب کہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

ذرّہا ۳ دیدم دہاں شاں جُملہ باز
میں نے ذرے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے

گر بگویم خوردِ شاں گردو دراز
اگر میں ان کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائیگی

برگہا را برگ از اِنعامِ اُو
پتوں کو ساز و سامان اس (اللہ) کے انعام سے ہے

دایگاں را دا یہ لُطفِ عام اُو
پرورش کرنیوالوں کی دایہ اس کی عام مہربانی ہے

رزقہا را رزقہا اُو میدہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے

زانکہ گندم بے غذائے چوں زہد
کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

نیست شرحِ ایں سخن را منتہا
اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے

پارۂ گفتم بداں زاں پارہا
میں نے ایک ٹکڑا کہدیا تو اس سے دوں ٹکڑوں کو سمجھ لے

جُملہ عالم آکل و ماکول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ

باقیاں را مُقبل و مَقبول داں
باقی رہنے والوں کو مقبول اور با اقبال سمجھ

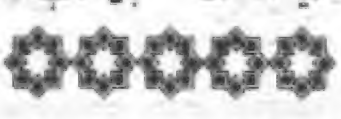

۱ ایں۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو اور روح کو خلق اس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہو جائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ تا گوئی۔ جب اللہ کی یہ عطا تمہیں حاصل ہو جائے تو نااہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوش۔ معارف الٰہیہ اس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں ان کے اخفاء کی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے اور نااہلوں کے سامنے ان کو ظاہر نہ کرنے پر اس کو قدرت حاصل ہو جائے۔ خلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی خلق عنایت فرمایا ہے۔

۲ باز حیواں۔ حیوانات نباتات کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ چوں گیا ہش۔ حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ باز پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اس کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔

۳ ذرّہا۔ کائنات میں باہمی تنازع للبقاء کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرہ دوسرے کو کھانے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا۔ پتے جو حیوانات کی خوراک ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے۔ کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں ان کی خدا پرورش کرتا ہے۔ رزقہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اس کو رزق میسر نہ آئے تو اس کی پرورش نہ ہو۔ جملہ عالم۔ عالم امکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف ان کو حاصل ہے جو مقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔

ایں ا جہان و ساکنانش منتشر
واں جہان و ساکنانش مستمر

یہ عالم اور اس کے باشندے سے جدا ہو جانیوالے ہیں
وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

ایں جہان و عاشقانش منقطع
اہلِ آں عالم مخلّد مجتمع

یہ عالم اور اس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں
اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود را دہد
آبِ حیوانے کہ ماندتا ابد

تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو پلا دے
آب حیات تاکہ ہمیشہ رہے

باقیات ۲ الصالحات آمد کریم
رستہ از صد آفت و اخطار و بیم

بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے
جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہے

گر ہزار انند یک کس بیش نیست
چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست

اگر وہ ہزار ہیں تو بھی ایک سے زیادہ نہیں ہیں
تعداد بجھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

آکل و ماکول را خلق ست و نائے
غالب و مغلوب را عقل ست و رائے

کھانیوالے اور کھائے جانیوالے کا حلق اور گلا ہوتا ہے
غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

حلق بخشید اُو عصائے عدل را
خورد اُو چنداں عصا و حبل را

اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا
وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

و اندرو افزوں نشد زاں جملہ اکل
زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل

اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا
کیونکہ اس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

مر یقیں ۳ را چوں عصا حق حلق داد
تا بخورد اُو ہر خیالے را کہ زاد

اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کی طرح یقین کو بھی حلق دیا ہے
یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

پس معانی را چوں عیاں حلقہاست
رازقِ حلقِ معانی ہم خداست

تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں
معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

پس زماہی تا بہ مہ از خلق نیست
کہ بجذبِ مایہ اورا حلق نیست

تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے
مادہ کو جذب کرنے کے لئے جس کے حلق نہ ہو

حلقِ نفس از وسوسہ خالی شود
میہمانِ وحیِ اجلالی شود

نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے
تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

حلقِ جاں کز فکرتِ تن خالی شود
وانگہاں روزیش اجلالی شود

روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے
تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

ا ایں جہاں۔ عالم امکان۔ منتشر چونکہ عالم امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہاں۔ عالم اخرت۔ آب حیواں۔ یعنی معارف الٰہیہ

۲ باقیات۔ بزرگ جبکہ مجموعہ فضائل بن گیا تو وہ مجسم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔ گر ہزاراں اولیاء اور بزرگ ایک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں ان کا تو صرف حلق اور گلا ہے جو لوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحب عقل و رائے ہیں۔ حلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کو حلق عنایت فرمایا وہ جادوگر ان کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ زانکہ۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔

۳ مر یقیں را۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی لاٹھی کے حلق تھا یقین کے بھی حلق ہے جو وساوس کو نگل جاتا ہے۔ پس معانی۔ جس طرح خارجی اشیاء کا حلق ہے ذہنی اشیاء کا بھی حلق ہے۔ زماہی یعنی تحت الثریٰ سے۔ حلق نفس یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوس شیطانی سے پاک کر لے۔ حلق جان یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کر لے۔

۱ حلقِ عقل و دل چو شُد خالی ز فکر — یافت اُو بے ہضمِ معدہ رزقِ بکر

عقل اور دل کا حلق بھی فکر سے خالی ہو گیا — تو اس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پا لیا

شرط تبدیلِ مزاج آمد بداں — کز مزاجِ بد بُود مرگِ بداں

سمجھ لے مزاج کو بدلنا شرط ہے — اس لئے کہ بروں کی موت برے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

چوں مزاجِ آدمی گلخوار شُد — زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شُد

جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے — تو (وہ) زرد اور بد رنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

چوں ۲ مزاجِ زشتِ اُو تبدیل یافت — رفتِ زشتی واں رخش چوں شمع تافت

جس اس کا برا مزاج بدل گیا — برائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

دایۂ گو طفلِ شیر آموز را — تا بہ نعمت خوش کُند بد فوز را

وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو — نعمت کے ذریعہ خوش کر دے بد ذوق کو

دایۂ کو شیر خوارہ طِفل را — تاز نعمتہا کُند اُورا غذا

شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے — جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

گر بہ بند دراہِ یک پستاں برو — بر کشاید راہِ صد بُستاں برو

اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کر دیگی — سینکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دیگی

زانکہ ۳ پستاں شد حجاب آں ضعیف — از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف

کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بن گیا — سینکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دیگی

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام — اندک اندک جہاد کُن تتم الکلام

تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے — بہ تدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں بُود آدمی خون بُد غذا — از نجس پاکی برد مومن کذا

جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی — مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

چوں جنیں بُود آدمی خونخوار بود — بُودِ اُورا بُود از خون تار و پود

جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانیوالا تھا — اس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

از فِطام خون غذایش شیر شد — وز فِطام شیر لقمہ گیر شد

خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی — اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

وز فِطام لقمہ لقمانے شود — طالبِ مطلوب پنہانے شود

لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے — ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

۱ حلقِ عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو مادی ضروریات سے پاک کر لے۔ رزقِ بکر۔ تازہ رزق یعنی معارف الٰہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادی مزاج۔ گلخوار۔ یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

۲ چوں مزاج۔ جب مادی مزاج میں تبدیلی آ جاتی ہے تو انسان انوار الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔ فوز۔ فوز یعنی مُنہ۔ دایہ۔ یعنی دایہ قدرت بری عادتیں چھڑا دے۔ گر بہ بند۔ دایہ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے میوے کھلاتی ہے۔

۳ زانکہ پستان جب تک بچہ شیر خوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے۔ پس۔ دنیاوی لذتوں کا دودھ چھڑانے پر اخروی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانے۔ جہاد کن۔ یعنی دودھ چھڑانے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لئے نجس غذا حلال ہو جاتی ہے۔ جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام۔ جس طرح بچہ کا دودھ چھڑانا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر لذات جسمانی ترک کرو گے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہونگی۔ وز فطام۔ جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہونگی اور ذات خداوندی کی طلب پیدا ہوگی۔ لقمانے یعنی صاحب حکمت

گر جنیں راکس بگفتے در رحم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا

ہست بیروں عالمے بس منتظم
باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یک زمین خرمی باعرض وطول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے

اندر و بس نعمت و بیحد اکول
اس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحر ہا و دشتہا
پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں

بوستا نہا باغہا و کشتہا
گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

آسمانے بس بلند و پُر ضیا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور

آفتاب و ماہتاب و صد سُہا[۲]
آفتاب اور چاند اور سینکڑوں سہا (ستارے) ہیں

از جنوب و از شمال و ازد بُور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے

باغہا دارد عرو سیہا و سُور
باغات، جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجائبہائے آں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں

تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری درچار میخِ تنگنا
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے

درمیانِ حبس و انجاس وعنا
بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

[۳] اُو بحکمِ حالِ خود منکرِ بُدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا ہے

زیں رسالت مُعرِض وکافر شدُے
اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست وفریب ست وغرور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے

زانکہ وہم کور زیں معنی ست دور
کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ اُو
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی

نشنود ادراکِ منکر ناکِ اُو
اس کا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق

زاں جہاں ابدال می گویند شاں
ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک وتنگنا
کہ یہ عالم ایک بہت اریک اور تنگ کنواں ہے

ہست بیروں عالمے بے بوورنگ
(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوش کسے رایشاں نرفت
ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہنچی

کایں طمع آمد حجاب ژرف وزفت
کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

---

۱ گر جنیں۔ یہ شعر ساتویں شعر تک شرط ہے، آٹھواں شعر "او بحکم" جواب شرط ہے خرم۔ دلکش۔ پر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز

۲ سہا۔ بنات النعش کا باریک پہلا ستارہ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دبور۔ مغربی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ تنگنائے۔ تنگ جگہ۔ حبس۔ قید خانہ۔ عنا۔ مشقت۔

۳ او بحکم۔ یہ شرط کی جزا ہے رسالت یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک۔ علم۔ منکر ناک۔ انکار کرنے والا۔ نہ جنیاں۔ یعنی جس طرح ماں کے پیٹ کا بچہ اس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالم آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالم آخرت۔ ہیچ۔ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ مانیں۔ طمع۔ یعنی دنیاوی لالچ۔

گوش رابندد طمع از اِستماع[1] چشم رابندد غرض از اِطلاع
لالچ ' کان کو سننے سے روک دیتا ہے غرض ' آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمع خوں کاں غذائے اوست در اَوطانِ دُوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچہ کو جو کہ کم درجہ وطنوں میں سے اس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں محجوب کرد خونِ تن را دردِلش محبوب کرد
اس عالم کی بات سے محروم کر دیا اس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

زیں[2] ہمہ اَنواعِ نعمت ماند فرد غیر خواں اُومی نداند چاشت خودر
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

بر تو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پُر غرور از حیاتِ راستینت کرد کور
دھوکے سے پر اس زندگی کے لالچ اور ذوق کے سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بناتا ہے یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع دَر تو صَد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے لالچ کی وجہ سے حد درجہ اندھا پن تجھ میں پڑ جاتا ہے

از طمع بیزار شو چوں راستاں[3] تانہی پا بر سرِ آں آستاں
بچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن تاکہ اس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں دَر چوں دَر آئی وا رہی از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائے گا نجات پالے گا دنیا کے غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشمِ جانت روشن و حق بین شود بے ظلامِ کُفر نُورِ دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائی گی دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائے گا

پندِ مَرداں را پذیر اشو بجاں تا رہی از خَوف و مانی دَر اَماں
(دل و)جان سے مردان (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کرنولا بن تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں تابیابی دَر حقیقت نُورِ جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

[1] استماع۔ سننا۔ غرض۔ یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ وطن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں۔ یعنی عالم آخرت۔ محجوب۔ پوشیدہ۔

[2] زیں ہمہ۔ یعنی دنیا کی اور لذیذ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا' مطلقا کھانا۔ برتو۔ انسان دنیاوی لالچ کی وجہ سے آخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

[3] راستاں۔ یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہ خداوندی۔ در۔ یعنی در بار خداوندی۔ غم و شادی۔ یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف یعنی آخرت کا ڈر

قصۂ[1] خورندگاں پیل بچگاں از حرص و ترکِ نصیحت ناصحاں

لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنیوالوں کی نصیحت کو ترک کرنا

آن شنیدی تو کہ در ہندوستاں — دید دانائے گروہِ دوستاں

تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں — ایک حکمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

گُرسنہ ماندہ شدہ بے برگ وعُور — می رسید نداز سَفر وزارہِ دُور

بھوکے تھکے ہوئے' بے ساز و سامان اور ننگے — سفر سے اور دراز راستہ سے آ رہے تھے

مہر دانائیش جوشید و بگفت — خوش سَلامے شان وچوں گلبن شگفت

اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور — ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

گفت دانم کز تجوع[2] و از خلا — جمع آمد رنج تاں زیں کربلا

بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور معدہ کے خالی ہونے — (اور) اس میدان کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہوگئی ہیں

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل — تانبا شد خورد تاں فرزندِ پیل

لیکن خدا کے لئے اے بزرگو! — تم ہاتھی کے بچہ کو ہرگز نہ کھانا

پیل ہَست ایں سُوک اکنواں می روید — پندِ من از جان و از دل بشنوید

جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے — دل و جان سے میری نصیحت سن لو

پیل بچگانند اندر راہِ تان — صیدِ ایشاں ہَست بس دلخواہِ تاں

تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں — جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

بس ظریف[3] اند ولطیف اندو سمیں — لیک مَا درشاں بُود اندر کمیں

نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں — لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

از پے فرزند صد فرسَنگ راہ — اُو بگر دو در حنین و آہ آہ

اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستہ سے — وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

آتش و دُود آید از خرطومِ اُو — الحَذر زاں بچہ، مرحوم اُو

اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے — اس کے قاتل رحم بچے سے بچو

اولیاء اَطفالِ حق اَند اے پسر — در حضور و غیبت آگاہ باخبر

اے لڑکے اولیاء اللہ کے بچے ہیں — وہ ان کی موجودگی اور غیر حاضری میں باخبر ہے

غائبی مندیش از نقصانِ شاں — کو کشد کیں از برائے جانِ شاں

ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ — کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

[1] قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اور ہلاک ہوئے اسی طرح ابدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ عُور۔ برہنہ

[2] تجوع۔ بھوکا ہونا۔ خلا۔ یعنی معدہ کا خالی ہونا۔ کربلا۔ وہ عقالہ جہاں امام حسینؓ شہید ہوئے۔ مصیبت ناک مقام۔ خورد۔ خوراک

[3] ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ہمیں۔ موٹا۔ کمین۔ گھات۔ تحسین رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیاء۔ تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔ حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء
اس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں

در غریبی فرد از کارو[1] کیا
غیر حاضری میں بھی کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

از برائے امتحاں خوار و یتیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں

لیک اندر سرِ منم یار او ندیم
لیکن در پردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

پُشت دارِ جُملہ عصمتہائے من
میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے

گویا ہستند خود اجزائے من
گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

ہاں[2] وہاں ایں دلق پوشانِ من اند
خبردار، خبردار، یہ گدڑی پوش میرے ہیں

صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوبِ ہُنر
ورنہ ہنر کی لاٹھ سے کب کر سکتے؟

موسیٰ فرعون را زیر و زبر
(حضرت) موسیٰ فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرین بَد
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے

نوح شرق و غرب را غرقاب خود
(حضرت) نوح مشرق اور مغرب کو غرقاب

بر نکندے یک دُعائے لُوطِ زاد
جو امرد لوطؑ کی ایک دعا کو اکھاڑ سکتی

شہرہائے کافراں را اُلمُراد
کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستان چوں فردوس شاں
ان کا جنت جیسا شہر ہو گیا

دَجلۂ آب سیاہ روبیں نشاں
سیاہ پانی کا دریا جا نشان دیکھ لے

سُوئے[3] شام ست ایں نشان واں خبر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے

در رہِ قُدسش بہ بینی بر گذر
بیت المقدس کے راستہ میں سرراہ تو دیکھ لے گا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)

خود بہر قرنے سیاستہا بُدست
(اور) ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائے گا

خود جگر چہ بُود کہ خار اخوں شود
جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائے گا

خوں شود کہ ہاو بازآں بفسرد
پہاڑ خون بن جاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں

تو نہ بینی خود شدن کوری وَرد
تو (ان کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود

طُرفہ کوری دُوربین و تیز چشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دوربین اور تیز نگاہ ہے

لیک از اُشتر نہ بیند غیر پشم
لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

[1] کارو کیا۔ یعنی کیا ئے کار خداوند کار ہا۔ از برائے۔ یعنی اولیاء ظاہر بے سہارا اس لئے بنائے گئے ہیں تا کہ عوام کی آزمائش ہو سکے۔ ندیم۔ ہم جلیس۔ اجزائے من۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔

[2] ہاں۔ تمام اولیاء سیرت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ورنہ۔ یعنی اگر اولیاء کو تائید خداوندی حاصل نہ ہو۔ چوبِ ہنر۔ یعنی حضرت موسیٰ کی لاٹھی۔ راو۔ نخی۔ جو امرد۔ نمرود یعنی خلاصہ کلام یہ ہے۔ دجلہ، بغداد کا مشہور دریا، مطلقاً دریا۔

[3] سوئے۔ قوم لوط کی بستیاں شام کے علاقے میں ہیں۔ سیاہ سوائے یعنی انبیاء کی نافرمانی سزا کا سبب بنی ہے۔ گر بگویم۔ ان واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔ خوں شود۔ یہ دردناک۔ واقعات پہاڑوں کے جگر خون کر دیں۔ تو نہ بنی۔ انسان ان کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ طرفہ کوری۔ انسان کا اندھا پن بھی عجیب ہے۔

مُو بمُو[1] بیند ز صَرفہ حرصِ اِنس — رقصِ بے مقصود داند ہمچو خرس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے — اور بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

مُو بمُو بیند ز حرصِ خود بشر — رقصِ اُو خالی زخیر و پُرز شر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے — اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

رقص آنجا کن کہ خودر ا شکنی — پنبہ را از ریشِ شہوت برکنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے — شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

رقص[2] وجولاں برسرِ میداں کُنند — رقص اندر خونِ خود مرداں کُنند
رقص اور جولانیاں میدان (جنگ) میں دیکھاتے ہیں — بہادر اور اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند — چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں — جب نقص سے باہر جاتا ہیں تو ناچتے ہیں

مُطربانِ شاں از دوروں دف می زنند — بحر ہادر شورِ شاں کف می زنند
ان کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں — سمندر ان کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا برشا خہا — کف زناں رقصاں زتحریکِ صَبا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے — بادصبا کے حرکت دینے سے ناچت تالیاں بجاتے

تو[3] نہ بینی لیک بہر گوشِ شاں — برگہا برشاں شد کف زن عیاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن ان کے کان کے لئے — کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا را گف زدن — گوشِ دل باید نہ ایں گوشِ بدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے — (اس کے لئے) دل کا کان چاہئے نہ کہ بدن کا کان

گوشِ سَر بر بند از ہزل و دروغ — تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کر لے — تاکہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو — جُز حدیثِ رُوئے اُو چیزے مگو
اے چچا ' مذاق سے منہ بند کر لے — اس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

سرِ کشد گوشِ محمدؐ درسخن — کش بگوید دَر نبے حق ہو اذن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے — ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

سَر بسَر گوش ست چشم ست ایں نبی — رحمتِ اُو مُرضِع ست وما صبی
یہ نبی مجسم کان اور آنکھ ہیں — ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

[1] مُو بمُو۔ دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے۔ رقص آنجا۔ دنیا کی خوشی پر ناچنا ہے۔ کودنا مناسب نہیں انسان اپنی پستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانے کا موقع ہے۔

[2] رقص وجولاں۔ مردوں کا رقص میدان جہاد میں اپنے آپ کو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ چوں رہند۔ جب اپنے برے اخلاق حسد و کبر وغیرہ سے نجات پا جاتے اور رقص سے بری ہو جاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں۔ مطربان۔ قدرت کی طرف سے ان کے رقص کے اسباب مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔ مُطربان۔ گانا سنانے والے۔ کف می زنند۔ سمندر کی موجیں تالیں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی۔ شاخوں پر ہواؤں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے۔

[3] تو نہ بینی۔ عوام نہیں سمجھتے ہیں لیکن خواص "بآواز دو گاب مستی کنند۔ شہر جاں۔ روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہذل۔ مذاق۔ سرکشد۔ آنحضورؐ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے اُذُنُ خَیرٍ لَّکُم یعنی آنحضورؐ نیکی سننے والے کان ہیں ہے۔ قرآن۔ سر بسر۔ یعنی آنحضورؐ ہماری بھلائی کے لئے مجسم کان اور آنکھ ہیں اور آپ کی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیر خوار بچے ہیں۔

ایں[1] سخن پایاں ندارد باز راں — سُوئے اہلِ پیل بر آغاز راں
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل — ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

بقیۂ قصۂ مُتعرِضانِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کے درپے ہونے والوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بُوے می کُند — گرد معدہ ہر بشر برمی تنَد
ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے — ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

تا کجا یابد کباب پُور خویش — تازند اندر جزا صد زخم نیش
تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے — تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے

تا کُجا بُوئے کبابِ بچہ را — یا بدو زخمش زند اندر جزا
تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو — پالے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

لحمہائے بندگانِ حق خوری — غیبتِ ایشاں کنی کیفر بَری
تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے — ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

ہاں کہ بُویائے دہاں تاں خالق ست — کے بَرد جاں غیرِ آں کو صادق ست
خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے — سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر — باشد اندر گور مُنکر بانکیر
اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے — قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نئے دہاں[2] از دُردیدن امکاں زاں جہاں — نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں
ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے — نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

آب و روغن نیست مرزُو پوش را — راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را
منہ چھپانے کے لئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں — عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

چند کو بدزد خمہائے گُرزِ شان — برسرِ ہر ژاژخا و مُرزِ شان
ان کے گرز بہت زخم لگائیں گے — ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

گُرزِ[3] عزرائیل را بنگر اثر — گر نہ بینی چوب و آہن در صُوَر
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے — اگر تو لکڑی اور لوہا صورتاً نہیں دیکھتا ہے

ہم بصُورت می نماید گہ گہے — زاں ہمہ رنجور باشد آگہے
کبھی کبھی صورتاً بھی نظر آ جاتا ہے — ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

[1] ایں سخن۔ یہ۔ سمعی کانوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا۔ تاکجا۔ ہاتھی منہ کو اس لئے سونگھتا ہے تاکہ اپنے بچے کے کباب کھانیوالے کو پہچان لے کھائے۔ غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر جزا۔ ہاں۔ غیبت کرنیوالوں کے منہ کو اللہ تعالیٰ سونگھے گا۔ افسوس دتمسخر۔ مذاق۔ منکر نکیر۔ یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال و جواب کرینگے۔

[2] نے دہاں۔ ان سے منہ نہ چھپایا جا سکے گا۔ آب و روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعہ سے نہ بچا جا سکے گا۔ ژاژخا۔ بکواس کرنے والا۔ مرز۔ میم کے ضمہ سے مقعد۔ سرین۔

[3] گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آرہا ہے تو اس کے آثار دیکھ لے۔ ہم بصورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یارِ حَرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!

چوں نمی بیند کس ازیارانِ اُو
جبکہ اسے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے

مانمی بینیم باشد ایں خیال
ہمیں نظر نہیں آتا ' یہ وہم ہو گا

چہ خیال ست اینکہ آں چرخِ نگوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان

گرز ہا و تیغہا محسوس شُد
گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں

اُوہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اس کے لئے ہیں

حرصِ دنیا رفت وچشمش تیز شُد
دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی

۲مُرغِ بے ہنگام شدآں چشمِ اُو
اس کی آنکھ بے وقت کا مرغا ہو گئی

سَر بُریدن واجب آید مُرغ را
اس مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے

ہر۳زماں نزعے ست جُزوِ جانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے

عُمرِ تو مانندِ ہمیانِ زرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے

می شمار دمی دہد زر بے وقوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں

گرز کہ بستانی ونہی بجائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا رہے اور اس کی جگہ (کچھ) نہ رکھے

چیست ایں شمشیرِ برفرقِ اسَرم
میری سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

در جواب آیند ہر یک اے عَمو
ہر ایک جواب میں کہتا ہے ' اے چچا!

چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال
کیسا وہم ' یہ تو چل چلاؤ ہے

از نہیبِ ایں خیالے شد کنوں
اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

پیشِ بیمار و سَر منکوس شُد
بیمار کو ' اور اس کا سر اوندھا ہو گیا

چشمِ دشمن بَستہ زان وچشمِ دوست
دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے

چشمِ اُو روشن کہ خونریز شُد
اس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

از نتیجہ کبرِ اُو و خشمِ اُو
اس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

کہ بغیر وقت جُنباند دِرا
جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را
جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

روز و شب مانندِ دینار اشمرست
دن اور رات اشرفیاں شمار کرنیوالے کی طرح ہیں

تا کہ خالی گرد دوآید خُسوف
یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آ جاتا ہے

اندر آید کوہ زاں دا دن بپائے
اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

۱ فرق۔ سر کی مانگ۔ ایں ارتحال۔ یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کے لئے مجھے مار رہے ہیں اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے۔ چہ خیال یعنی عزرائیل کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اس کے اثر سے زمین و آسمان وہم نظر آتے ہیں۔ نہیب۔ خوف۔ منکوس۔ اوندھا۔ اوہمی بیند۔ وہ گرز صرف بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا۔ حرص۔ صرف اس کے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی آنکھ حرص دنیا سے خالی ہو چکی ہے۔

۲ مُرغ۔ اگر پہلے سے حرص ختم ہو جاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آ جاتی تو نیک اعمال کر سکتا اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مرغ ذبح کر دیا جاتا ہے۔

۳ ہر زماں۔ ہر آن انسان کے جسم کے اجزا فنا ہوتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے اجزاء لیتے رہتے ہیں۔ دینار اشمر۔ شمار کنندہ دینار۔ خسوف۔ یعنی عمر کے چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ گرز کہ۔ اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہو گے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہو جائے گا۔

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض ۱
تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ

تا زوَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یابی غرض
تاکہ تجھے سجدہ کر اور قریب ہو جائے کا مقصد حاصل ہو جائے

در کمالِ کارہا چندیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر

جُز بکارے کاں بُوَد دردیں مکوش
سوائے اس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

عاقبت تو رفت خواہی نا تمام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا

کارہایت ابتر و نانِ تو خام
تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہو گی

واں ۲ عمارت کردن گور و لحد
قبر اور لحد کی تعمیر

نے سنگ ست و نہ چوب و نے لبد
نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور گوبر سے

بلکہ خود را در صفا گورے کنی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی صفائی میں بنا

در منیِ اُو کُنی دفنِ منی
اپنی خودی کو اس (اللہ) کی خود میں دفن کر

خاکِ اُو گردی و مدفونِ غمش
اس کی خاک بن جاؤ اور اس کے غم میں دفن ہو جا

تا دَمت یابد مددہا از دَمش
تاکہ تیرا سانس اس کے فیضان سے مدد میں حاصل کرے

گور خانہ قُبّہا و کنگرہ
قبوں اور کنگرہ کی قبریں

نَبُود از اصحاب معنیٰ آں سَرَہ
اہل باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

۳ بنگر اکنوں رندِ اطلس پوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ

ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
کوئی اطلس اس کی روح کی دستگیری کریگا؟

دَر عذابِ منکرست آں جانِ اُو
اس کی جان برے عذاب میں ہے

کژ دمِ غم دَر دلِ غمدانِ اُو
اس کے غمگین دل میں غم کا بچھو ہے

از بُروں بر ظاہرش وِنگار
باہر سے اس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں

وز دروں زاندیشہا اُو زار زار
اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

واں یکے بینی دراں دلقِ کہن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا

چوں نَبات اندیشہ دشکر سخن
اس کا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

بازگشتن حکایتِ پیل بچگان
ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف واپسی

گفت ناصح بشنوید ایں پندِ من
نصیحت کرنیوالے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو

تا دل و جاں تاں نیفتد در محن
تاکہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

۱ عوض۔ یعنی عبادت۔ در کمال دنیا کے کاموں میں بقدر ضرورت کوشش کرے آخرت کے کاموں میں انہماک نہ رکھے عاقبت اگر آخرت کا کام نہ کرلو گے تو دنیا سے ناکام ہو جاؤ گے۔

۲ واں عمارت۔ قبر کی آبادی قبر پر کنگیرہ دار قبے بنانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی صفائی اور اپنی مرضیات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بنانے سے ہوتی ہے۔ سَرَہ۔ خالص بے عیب۔

۳ بنگر۔ بداعمالی کے ساتھ قبر پر قبہ بنانے کی مثال یہ ہے کہ ایک رند کو اطلس کی قبا پہنا دی جائے در عذاب۔ بدکار اچھا لباس پہننے سے سکون قلب حاصل نہیں کر سکتا۔ واں یکے۔ اگر نیک اعمال انسان گدڑی میں بھی ہو تو اس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ گفت۔ اس دانا ناصح نے مسافروں سے کہا۔

باگیاہ[1] و برگہا قانع شوید — درشکارِ پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتھوں پر قناعت کر لو — ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

من بروں کردم زگردن وامِ نصح — جز سعادت کے بود انجامِ نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا — نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم — تا رہانم مرشمارا از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں — تاکہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دیدوں

ہیں[2] مبادا کہ طمع تاں رہ زند — طمع برگ از بیخہاتاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے — خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کرد ورفت — گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا — قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

ناگہاں دید ندبریک جادۂ — پور فیلے فربہے نوزادۂ
ایک راستہ پر انہوں نے اچانک دیکھا — ہاتھی کا بچہ، موٹا، نوعمر

اندر اُفتادند چوں گرگانِ مست — پاک خوردندش فروشستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے — اس کو چٹ کر گئے (اور) انہوں نے ہاتھ دھو لئے

آں یکے ہمرہ نخور دو پند[3] داد — کہ حدیثِ آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی — کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نو بخشد ترا عقلِ کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی — پرانی عقل تجھے نیا نصیب عنایت کرتی ہے

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے — وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

دید فیلے سہمناکے در رسید — اوّلاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آ پہنچا — پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

بوئے میکرد آں و ہانش راسہ[3] بار — ہیچ بوئے زونیا مدناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا — اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

چند بارے گردِ اُو گشت و برفت — مر ورا ناژروآں شہ پیل زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا — اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا

[1] باگیاہ۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھالینا ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ من بروں۔ ناصح نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کر دیا۔ جز۔ سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔

[2] ہیں۔ لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ بیٹا۔ دست۔ یعنی اس کے کباب کھا کر ہاتھ دھو لئے۔

[3] پند داد۔ دوسروں کو نہ کھانے کی نصیحت کی۔ حدیث بات۔ آں سخن۔ یعنی اس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ گڈریے رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس۔ نگہبان۔ چند بار یعنی ہاتھی نے اسے کے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔

پَس لبِ ہر خُفتہ را بُوئے کرد
پھر اس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے

بُوئے می آمد ؤ رازاں اِ خُفتہ مَرد
اس کو اس سوئے ہوئے آدمی سے بو آتی تھی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بُود
کیونکہ اس نے ہاتھی کے بچہ کے کباب کھائے تھے

بردرانید و بکشتش پیل زُود
ہاتھی نے اس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

دَر زماں اُو یک بیک را زاں گروہ
اس نے فوراً اس گروہ میں سے ایک ایک کو

می درانید و نبودش زاں شکوہ
پھاڑ ڈالا اور اس کو کوئی خوف نہ تھا

بَر ہوا انداخت ہر یک را گزاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اچھالتا

تاہمی زَد بر زمیں می شد شگاف
یہاں تک کہ وہ زمین پر آگرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خَلق از رَہ بگرد
اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ

تانیارد خونِ ایشانت نَبَرد
تاکہ ان کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں
یقینی طور پر ان کے مال کو ان کا خون سمجھ

زانکہ مال از زور آید دَر یمیں
اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرِ آں فیل بچّگاں کیں کشد
ہاتھی کے بچوں کی ماں بدلہ لیتی ہے

فیل بچّہ خوراہ را کیفر کُشد
ہاتھی کے بچہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

فیل بچّہ می خوری اے پارہ خوار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچہ کھاتا ہے

ہم برآرد خصم فیل از تو دمار
ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

۲ بوئے رُسوا کرد مکر اندیش را
مکر کرنے والے کو بونے رسوا کیا

پیل داند بُوئے بچّہ خویش را
ہاتھی اپنے بچہ کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ یابد بُوئے حق را از یمن
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سونگھ لے

چوں نیابد بُوئے باطل راز من
وہ میرے باطل کی بو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

مُصطفیٰ چوں بوے بُرد از راہِ دُور
مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستہ سے بو محسوس کر لی

چوں نیابد ازدہانِ ما بخور
ہمارے منہ کی بو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

ہم ۳ بیابد لیک پوشاند زما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں

بُوئے نیک وبد برآید برسما
اچھی اور بری بو آسمان پر پہنچتی ہے

توہمی خُسپی و بُوئے آں حَرام
تو سو جاتا ہے اور اس حرام کی بو

می زند بَر آسمانِ سبز فام
نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

۱ ؤ را۔ یعنی ہاتھی کو۔ شکوہ۔ خوف۔ ڈر۔ بر ہوا۔ ہاتھی نے ہر ایک کو ہوا میں اچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اے خورندہ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں۔ نبرد معرکہ' جنگ۔ مال ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا' جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزا' بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار خصم فیل۔ یعنی ہاتھی کی جان سے لڑنے والا۔

۲ بُوئے۔ مکار کو اس کے کرتوں کی بو رسوا کر دیتی ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ اس میں حضرت اویس قرنیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ بخور۔

۳ ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضورؐ پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

ہمرہِ انفاسِ زشت می شود — تا بہ بُوگیرانِ[1] گردوں می رود
وہ تیرے برے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے — یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

بُوئے کبر و بُوئے خشم و بُوئے آز — در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
تکبر کی بو، غصہ کی بو، حرص کی بو — پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام — از پیاز و سیر تقوے کردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے — پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمت سوگند غمازی کُند — بر دماغِ ہمنشیناں بر زند
اس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی — (اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس[2] دُعاہا رد شود از بُوئے آں — آں دلِ کژمی نماید در زباں
اس بو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی — وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

اِخسَئُوا آید جوابِ آں دُعا — چوب رد باشد جزائے ہر دغا
اس دعا کا جواب اخسئوا آتا ہے — ہر دغا بازی کا جواب مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثے کژ بود معنیست راست — آں کژیِ لفظ مقبولِ خداست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں اور معنی سیدھے ہوں — وہ لفظوں کی ٹیڑھ، اللہ کے یہاں مقبول ہے

ور بُود معنی کژ و لفظت نِکُو — آں نیکو لفظے نیر زدیک تُسو
اور اگر معنی ٹیڑھے، اور تیرے الفاظ اچھے ہوں — وہ اچھے لفظ، ہتڑی کے قابل بھی نہیں

دَر بیانِ خطائے محبان کہ بہتر از صواب بیگانگاں ست نزدِ محبوب

دوستوں کی اس غلطی کے بیان میں جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِ[3] صدق در بانگِ نماز — حَیَّ رَاھِی خواند از رُوئے نیاز
وہ سچے بلالؓ اذان میں — (لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست — ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست
یہاں تک کہ ان منافقوں نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے — یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

اے نبی وائے رسول کردگار — یک مؤذن کہ بُود افصح بیار
اے اللہ کے رسول اور نبیؐ — ایک زیادہ فصیح موذن لے آیئے

عیب باشد اوّلِ دین و صَلاح — لحن خواندن لفظِ حَیَّ عَلَی الفَلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہو گا — لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

[1] بُوگیران۔ وہ فرشتے جو دعاؤں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ بوئے کبر۔ تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ گرخوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو اس کی بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی۔ چغلی کھانا۔

[2] پس دعاہا۔ گناہوں کی بو سے دعائیں مردود ہو جاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اِخسَئُوا۔ دور ہو جاؤ یہ کافروں کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب زد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثے۔ یعنی اخلاص کے ساتھ نامناسب لفظ بھی مقبول بارگاہ ہیں۔ وَر بُود۔ اگر دعا میں اخلاص نہیں ہیں تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔ دریباں۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔

[3] بلال۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور موذن حی راہی۔ یعنی لفظ حی علی الصلوٰۃ میں حا رحطی کی بجائے ہائے ہتوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند۔ منافقوں نے کہا۔ آغاز۔ یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتداء ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا موذن جو ہر حروف صحیح مخرج سے ادا کر سکے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

خشم[1] پیغمبرؐ بجوشید و بگفت — یک دو مزے از عنایاتِ نہفت
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے — ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کاے خساں نزدِ خدا ہیِ بلالؓ — بہتر از صد حیّ و قیّل وقال
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ہی — شور وغل کے سینکڑوں حی اور حی سے بہتر ہے

دا مشور انیدتا من رازِ تان — وانگویم ز آخرو آغازِ تاں
جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز — اول اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گرنداری تو دمِ خوش در دُعا — رود عامی خواہ زا خوانِ صَفا
اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے — جا صفائی والوں سے دعا کرالے

[2] امر کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السّلام بدہانے خواں
اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اس منہ سے پکار

مرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی
جس منہ سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

بہرِ ایں فرمود با موسیٰ خدا — وقتِ حاجت خواستن اندر دُعا
اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا — دعا میں مراد مانگتے وقت

کاے کلیم اللہ زمن میجو پَناہ — بادہانے کہ نکردی تو گناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ — اس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰ من ندارم آن دہاں — گفت مارا از دہانِ غیر خواں
موسیٰ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے — فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ — از دہانِ غیر برخواں کاے الٰہ
دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے — دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا

آنچناں کن کاں دہانہا تُرا — در شب و در روزہا آرد دُعا
ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لئے — رات اور دن دعائیں کریں

ازدہانے کہ نکردستی گناہ[3] — آں دہانِ غیر باشد عُذر خواہ
اس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا — وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہو گا

یادہانِ خویشتن را پاک کُن — روحِ خودرا چابُک و چالاک کُن
یا اپنے منہ کو پاک کر — (اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

[1] خشم۔ منافقوں کے اعتراض سے آنحضورﷺ کو غصہ آیا۔ عنایات۔ جو حضرت بلالؓ پر تھیں۔ ہی بلال۔ یعنی بلالؓ کا لفظ حی کی بجائے ہی کہنا اس حی کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ گرنداری۔ غرض کہ دعا کی قبولیت کے لئے اخلاص شرط ہے اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلص سے دعا کرالے۔

[2] امر کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے کلیم۔ حضرت موسیٰ۔ آں دہاں۔ یعنی وہ منہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہاں غیر۔ اگر وہ منہ گنہگار بھی ہے تو تم نے تو اس منہ کے ذریعہ گناہ نہیں کیا۔ آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ دعائیں کریں۔

[3] گناہ۔ دعا کرنے کے لئے ایسے منہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا منہ تیری اس مجبوری کے لئے عذر خواہ ہو جائے گا۔ یادہاں۔ اپنے منہ سے دعا کرنی ہے تو اس کو اور روح کو پاک کر لینا چاہئے۔

از ذکرِ حق پاک ست چوں پاکی رسید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی

رخت بربند و بُروں آید پلید
ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

می گریز و ضدّہا از ضدّہا
ضدیں ' ضدوں سے گریز کرتی ہیں

شب گریز دچوں برا فروز دضیا
رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

چوں درآید نام پاک اندر دہاں
جب اللہ تعالیٰ کا پاک نام منہ میں آتا ہے

نے پلیدی ماندو نے آں دَہاں
نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

دربیان آنہ اللہ گفتنِ نیاز مند عین لبیک گفتنِ حق ست

اس کا بیان کہ نیاز مند کا اللہ کہنا ' اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں ۲ یکے اللہ می گفتے شباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا

تا کہ شیریں می شُد از ذکرش لباں
یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خموش اے سخت رو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ

چند گوئی آخر اے بسیار گو
اے بت بنے! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از غُتو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے

خود یکے اللہ را لبیک گو
اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیش تخت
پیشگاہ (خداوندی) سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے

چند اللہ می زنی بار وئے سخت
تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

اُو شکستہ دل شد و بنہاد سَر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا

دید در خواب اُو خِضَر را در خُضَر
اس نے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں وا ماندۂ
انہوں نے کہا ہائیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا

چوں پشیمانی ازاں کشِ خواندۂ
تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

گفت لبیکم ۳ نمی آید جواب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آرہا ہے

زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِّ باب
اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردود بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے

کہ بروبا اُو بگو اے ممتحَن
کہ جاؤ اس سے کہو اے آزمائش میں پڑنے والے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست
وہ تیرا اللہ کہنا (ہی) ہماری لبیک ہے

آں نیاز و دردو سوزت پیکِ ماست
وہ عاجزی اور تیرا درد سوز ہی ہمارا قاصد ہے

۱ ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اس میں داخل کر دو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔

۲ آں یکے۔ یعنی شب کو ذکر خداوندی کرتا تھا۔ لبیک یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت۔ یعنی عرش باری۔ خضر۔ حضرت خضر کو اس وجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ ان کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزا گ جاتا ہے۔

۳ لبیکم۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اس سے مجھے یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں مردود بارگاہ ہوں۔ ممتحن۔ مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اس کی جانب سے لبیک ہے۔

۱ نے تُرا درکار من آوردہ ام
کیا میں نے تجھے اپنے کام میں نہیں لگا رکھا ہے

نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہا وچارہ جوئیہائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں

جذب مابود و کُشاد ایں پائے تو
ہماری کشش سے تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترس وعشقِ تو کمندِ لُطف ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے

زیرِ ہر یارب تو لبیکہاست
تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جانِ جاہل زیں دُعا جُز دور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے

زانکہ یارَبّ گفتنش ودستور نیست
کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

۲ بردہاں و بردلش قفل ست وبند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے

تانالد با خدا وقتِ گزند
تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

دادِ فرعون را صد مُلک و مال
فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے

تا کہ کرد اور دعویِ عزّ و جلال
یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

دُر ہمہ عمرش ندید او دردِ سَر
اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا

تانالد سوئے حق آں بد گہر
تاکہ وہ بداصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

۳ داد اُورا جُملہ مُلکِ ایں جہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی

حق نداد اش درد و رنج وغُصّہ ہاں
اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

درد آمد بہتر از مُلکِ جہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے

تا بخوانی مرخدا را در نہاں
تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ درد و رنج و بارِ اَندھاں
اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ

شد نصیبِ دوستانش در جہاں
دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندنِ بے درد از افسردگی ست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے

خواندنِ با درد از دل بُردگیست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیرِ لب آوازرا
وہ بے ہونٹوں آواز نکالنا

یاد کردن مبدُو آغاز را
مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

آں شدہ آواز صافی و حزیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے

کاے خُدا اے مُستغاث واے مُعیں
اے خدا، اے مددگار، اے معین!

۱ نے تُرا۔ کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگا دے۔ جذب۔ کشش۔ ترس۔ اللہ کا عشق اس کی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہنا بن جاتا ہے۔

۲ بردہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اس کو کبھی بھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ دردِ سر۔ اللہ نے اس کو درد سر سے بھی محروم رکھا اور نہ دعا کا سبب بن جاتا۔

۳ داد اُورا۔ بیماری جو اللہ کی طرف رجوع کر دے اللہ کی ایک رحمت ہے حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کی عاجزی کو سنے۔ اَندھاں۔ اندوہ کی جمع ہے۔ غم۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا افسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا عشق کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن۔ گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء۔ اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے۔ آں شدہ۔ جب انسان در کی حالت میں اے خدا اے مستغاث کہتا ہے تو اس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اس میں حزن کی کیفیت ہوتی ہے۔

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست — زانکہ ہر راغب اسیرِ رہزنیست
اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے — اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہزن کا قیدی ہے

چوں سگ کہفے کہ از مُردار رست — بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مردار سے نجات حاصل کرلی — شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تاقیامت می خورد اُو پیشِ غار — آبِ رحمت عارفانہ بے تغار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے — عارفانہ آب حیات بغیر پیالے کے

اے سَا سگ پوست کورا نام نیست — لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
اے مخاطب، بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے — لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں[۲] بدہ از بہرِ آں جام اے پسر — بے جہاد و صَبر کے باشد ظفر
اے صاحبزادے! اس جام کے لئے جان دیدے — بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صَبر کردن بہر ایں نبود حَرَج — صَبر کُن کَالصَّبر مفتاح الفَرَج
اس (جام) کیلئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے — صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نجست — حَزم را خود صَبر آمد پاؤ دَست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکتا — احتیاط کیلئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

حَزم کُن از خورد کیں زہریں گیاست — حَزم کردن زور و نورِ انبیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے — احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

کاہ[۳] باشد کو بہر بادے جہد — کوہ کے ہَر بادر اوزنے نہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے — پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غُولے ہمی خواند تُرا — کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے — کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آجا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق — من قلا و وزم دریں راہِ دقیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیق سفر رہوں گا — میں اس بارک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

نے قلا و وزست و نے رہ داند اُو — یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خُو
وہ نہ راہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے — اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

حَزم آں بدشد کہ نفریبد تُرا — چَرب و نوش دا مہائے ایں سَرا
احتیاط ہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں — اس دنیا کے چکنے اور شریں جال

---

۱ نالۂ سگ۔ جب جذبہ الٰہی طاری ہوتا ہے تب ہی انسان درد کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ چون سگ۔ اصحاب کہف کے کتے میں جذب پیدا ہوگیا تھا۔ تاقیامت۔ قطمیر۔ برابر ۔ے وحدت پی رہا ہے۔ اے۔ بسا۔ بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

۲ جاں بدہ۔ جام محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دیدینی چاہئے۔ صبر کردن مجاہدہ مجاہدات میں صبر سے کام لیتا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے اور جام محبت حاصل ہوجاتا ہے۔ کمین۔ گھات۔ حزم۔ احتیاط دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو منزل سے بہت دور کردیتی ہے۔

۳ کاہ باشد۔ ہر خواہش نفس کا تابع تنکے کی طرح ہے انسان کو کوہ گراں ہونا چاہئے۔ ہر طرف شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلا و وزم۔ راہنما۔ یوسفا حضرت یوسفؑ کے ساتھ بھیڑیے کا تصور عام شاعرانہ تخیل ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔

که نہ چربے دارد و نے نوش اُو
نہ ان میں چکنائی ہے نہ مٹھاس

سحر خواند می دمد در گوش اُو
وہ منتر پڑھتا ہے اور تیرے کان میں پھونکتا ہے

که بیا مہمانِ ما اے [1] روشنی
کہ آ جا اے ہمارے مہمان اور گھر کی روشنی

خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حُزم آں باشد که گوئی تخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں

یا سقیم و خستۂ ایں وَخمہ اَم
یا (کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سَرم در دَست و دردِ سَر ببر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور دست درد کر رہے

یا مرا خواندست آں خالو پسر
یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

[2] زانکہ یک نوشت دہد بانیشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کے ساتھ دے گا

که بکار دد ترا نوشش رشیہا
اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

زر اگر پنجاہ وگر شصتت دہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے

ماہیا اُو گوشت در شستت نہد
اے مچھلی یا وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

گر دہد خود کے دہد آں پُر حِیل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے

جوزِ پوسیدست و گفتار دغل
اس کے اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

زغزغِ زر مغز و عقلت رابرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے

صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

[3] یارِ تو خُرجینِ تُست و کیسہ اَت
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے

گر تو را مینی مجو جُز ویسہ اَت
اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذاتِ تُست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے

دیں بُرونیہا ہمہ آفاتِ تُست
اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حَزم آں باشد که چوں دعوت کنند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں

تو نگوئی مَست و خواہانِ من اند
تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

دعوتِ ایشاں صفیرِ مُرغ داں
ان کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ

کہ کند صیّاد در مکمن نہاں
جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

مُرغ مُردہ پیش بنہادہ که ایں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ

می کُند ایں بانگ و آواز و حنین
آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

---

[1] اے روشنی۔ یعنی اے گھر کی روشنی۔ تخمہ ام۔ یعنی شیطان کے لالچ میں نہ آئے اور مختلف بہانے کر کے اس کے دام فریب سے بچ جائے۔ وَخمہ۔ قبرستان۔

[2] زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سینکڑوں مضرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ گرویدہ نفس کی عطا بھی پر فریب ہے۔ زغوغ۔ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کر دیتی ہے۔

[3] یارِ تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرے۔ رامین۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ خرم آن باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ خارجی عوامل کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکا سمجھے۔ مکمن۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔

مُرغ[1] پندارد کہ جنسِ اوست آں — جمع آید بر دردِ شاں پوست آں
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے — وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی کھال ادھیڑ دیتا ہے

جُز مگر مُرغے کہ حَزمش داد حق — تا نگردد کج ازاں دانہ و مُلق
سوائے اس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دے دی ہے — تاکہ اس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

ہست بے حَزمی پشیمانی یقیں — حَزم رہ مگزار و محکم کُن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے — احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے

زانکہ بے حَزمی شقاوت بَر دہد — ویں رَوَد از دست و دردِ سَر دہد
اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے — دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردِ سر پیدا کر دیتی ہے

بشنو[2] ایں افسانہ را در شرحِ ایں — لاشوی حازِم برائے حِفظِ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سن لے — تاکہ تو دین کی حفاظت کے لئے پختہ کار بن جائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد

خواندن بہ لابہ و اِلحاح

اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ماضی — شہری بار و ستائی آشنا
اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا — ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

روستائی چوں سوئے شہر آمدے — خَرگو اندر کوئے آں شہری زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا — اس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

دو سہ ماہ مہمانش شدے — بر دکانِ اُو و بر خوانش بُدے
دو تین مہینے اس کا مہمان ہوتا — اس کی دکان اور اس کے دسترخوان پر رہتا

ہر[3] حوائج را کہ بودش آں زماں — راست کردے مردِ شہری رائگاں
اس کی اس وقت جو ضرورتیں ہوتیں — وہ شہری مفت مہیا کرتا

رُو بشری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے وہ فرجہ جو
وہ (دیہاتی) شہری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب — تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمانِ گلشن ست و نوبہار
خدا کے لئے تمام بچوں کو لائیے — کیونکہ یہ موسم، باغ اور نوبہار کا ہے

[1] مُرغ پندارد۔ شکاری مُردہ جانور سامنے رکھ کر اس کی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرند اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ کج۔ احمق ملق۔ چاپلوسی۔

[2] بشنو۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر پریشان ہوا۔ لابہ۔ خوشامد۔ الحاح۔ اصرار۔ ماضی۔ جو کہ گذرا۔ روستائی۔ دیہاتی خرگہ خیمہ۔ بُدے۔ دکان پر ٹھہرتا اور اس کے یہاں کھانا کھاتا۔

[3] حوائج۔ ضروریات۔ رائگاں۔ مفت۔ فرجہ۔ تفریح۔ گلشن۔ باغ

یا بتابستان [1] بیا وقتِ ثمر — تا بہ بندم خدمتت را من کمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے — تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمربستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار — در دہِ ما باش سہ ماہ و چہار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے — ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

در بہاراں خطہ وہ خوش بُود — کشت زار و لالہ و گلشن بُود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے — کھیتیاں اور گلشن لالہ ہوتا ہے

وعدہ دا دے شہری اور ادفع حال — تا بر آمد بعدِ وعدہ ہشت سال
ٹالنے کے لئے شہری اس سے وعدہ کر لیتا — یہاں تک کے وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

اُو بہر سالے ہمی گفتے کہ کے — عزم خواہی کرد کامد ماہِ وے
وہ دیہاتی ہر سال کہتا ہے کہ کب — آپ ارادہ کرینگے ' خزاں کا موسم آ گیا

اُو بہانہ ساختے کا مسماں ماں — از فلاں خطّہ بیاید [2] میہماں
وہ شہری بہانہ بنا دیتا کہ اس سالے ہمارے — فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر تو انم وارہید — از مُہمّات آں طرف خواہم دوید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا — ضرورت سے ادھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر — بہرِ فرزندانِ تو اے اہلِ پر
اس دیہاتی نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں — آپ کے بچوں کے اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لگلگ آمدے — تا مقیمِ قبّہ شہری شدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا — شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے زرّ و مالِ خویش — خرجِ اُو کردے کشادے بالِ خویش
خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ — اس پر خرچ کرتا اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرّت سہ ماہ آں پہلواں — خواں نہادش با مداوان و شباں
آخری مرتبہ اس سخی نے تین مہینے — صبح اور شام اس کے لئے دسترخوان بچھایا

از خجالت باز گفت اُو خواجہ را — چند وعدہ چند بفریبی مرا
اس دیہاتی نے خواجہ شہر سے شرمندگی سے کہا — آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دینگے

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست — لیک ہر تحویل [3] اندر حکمِ اُوست
خواجہ شہری نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں — لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

[1] تابستاں۔ موسم گرما۔ ثمر۔ پھل۔ خیل۔ قبیلہ' گروہ۔ ادفع حال۔ دفعہ الوقتی۔ دے۔ یعنی موسم بہار گزر کر موسم خزاں آ گیا۔
[2] بیاید۔ یعنی چونکہ مہمان کی آمد کی مجبوری ہے لہٰذا سفر نہ کر سکوں گا۔ مہمات۔ ضروریات بر۔ نیکی۔ لگلگ۔ تعلق آبی پرندوں کی ہر ملک میں آمد و رفت مقررہ مہینوں میں ہوتی ہے۔ بال ۔ بازو' دل۔ پہلوان۔ بہادر۔ سخی۔
[3] تحویل۔ بدلنا' نقل و حرکت کرنا۔

آدمی چوں کشتی ست و باد باں — تا کے آرد باد را آں بادراں[1]
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے — دیکھو وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

باز سوگند آں بداوش کاے کریم — گیر فر زنداں بیا بنگر نعیم
اس دیہاتی نے اس شہری کو پھر قسم دی — اولاد کو لیجئے ' آیئے ' مزے دیکھئے

دستِ اُو بگرفت سہ کرّت بعہد — کاللہ اللہ زود آ ' بنمائی جہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا — کہ خدا کے لئے جلد آیئے ' کوشش کیجئے

بعدِ دہ سال و بہرِ سالے چنیں — لابہا و وعد ہائے شکّریں
دس سال بعد وہ ہر سال اسی طرح کی — خوشامدیں اور شیریں وعدے

کو دکانِ خواجہ گفتندے اے پدر — ماہ وابرو سایہ ہم دارد سفر
خواجہ شہری کے بچوں نے کہا ' اے ابا جان! — چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

حقّہا[2] بروے تو ثابت کردۂ — رنجہا در کارِ اُو بس بُردۂ
آپ نے اس دیہاتی پر حقوق قائم کر دیئے ہیں — اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

اُوہمی خواہد کہ بعضے حقِّ آں — وا گزارد چوں شوی تو میہماں
وہ چاہتا ہے کہ ان سے بعض حق — ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

بس وصیّت کردا مارا اُو نہاں — کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
اس دیہاتی نے ہم سے در پردہ بہت اصرار کیا ہے — کہ اس آپ کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

گفت حق ست ایں وے اے سیبویہ — اِتّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہ
اس شہری نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ — اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

دوستی[2] خُم دَم آخر بُود — ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
دوستی آخرت وقت کا بیج ہوتی ہے — میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ نہ جائے

صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع — ہمچو دے در بوستان و در زروع
ایک میل ملاپ برّاں تلوار کی طرح ہوتا ہے — جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

صحبتے باشد چو فصلِ نو بہار — زُو عمارتہا و دخلِ بے شمار
ایک میل ملاپ نوبہار فصل کی طرح ہوتا ہے — جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی ہوتی ہے

حزم آں باشد کہ ظنِّ بد بری — تا گریزی و شوی از بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے — تاکہ تو گریز کرے اور برائی سے بری ہو جائے

[1] بادراں۔ ہوا چلانے والا یعنی اللہ تعالیٰ کرت۔ بار مرتبہ۔ لابہا خوشامدیں۔ ماہ وابر۔ یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔

[2] حقّہا۔ چونکہ تو نے اس کی بہت خدمت کی ہے وہ اس کا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ بس وصیت۔ ہم سے چپکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کر کے اس کے گاؤں میں لے آئیں۔ سیبویہ۔ مشہور نحوی گذرا ہے یہاں مطلقاً عقلمند مراد ہے۔

[3] دوستی۔ یعنی دوستی بھی ان نیکیوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ وحشت۔ یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ صحبتے۔ یعنی میل جول دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے۔ دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ دخل۔ آمدنی۔ ظنّ بد۔ یعنی یہ خیال کرے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔

حَزم سوءِ ظَن فرمود آں رسول
رسول ﷺ نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے

ہر قدم رادام می داں اے فضول
اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

رُوئے صحرا ہست ہموار و فراخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے

ہر قدم دامے ست کم راں گوستاں
لیکن ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

آں بُزِ کوہی دَوَد کہ دام کو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟

چوں بتازد دامش اُفتد در گلو
جب دوڑتا ہے جال اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے؟ یہ ہے دیکھ

دشت میدیدی نمایدی کمیں
تو نے جنگل دیکھا، گھات کو نہ دیکھا

بے کمین و دام و صَیّاد اے عیار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر

دُنبہ کے باشد میانِ کشت زار
کھیت میں دنبہ کب ہوتا ہے

۲ آنکہ گستاخ آمدند اندرز میں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں

استخواں و کلّہا شاں راہبیں
ان کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

چوں بگورستاں روی اے مُرتضی
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے

استخواں شاں راپرس از ماضی
ان کی ہڈیوں سے گزشتہ واقعات پوچھ لے

تا بظاہر بینی آں مستانِ زور
تاکہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے بدمست

چوں فرور فتند در چاہِ غرور
دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

۳ چشم اگر داری تو کورا نہ مَیا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ

ورنداری چشم دست آور عَصا
اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

آں عَصائے حَزم و استدلال را
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی

چوں نداری دیدہ می کُن پیشوا
جب تیرے پاس نہیں ہے کسی کی آنکھ کو پیشوا بنا لے

وَرعَصائے حَزم و اِستدلال نیست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے

بے عَصا کش دَر سَرِ ہر رَہ مایست
لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

گام زاںساں نہ کہ نابینا نہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے

تا کہ پائے از سنگ و از چہ وارہد
تاکہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

۱ سوءِ الظن۔ بدگمانی۔ گستاخ۔ گستاخ، بے پروا۔ کہ دام کو۔ بکرا زبان حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار، دنبہ۔ چکدی، مجازاً خاص قسم کا بکرا جس کے چکدی ہوتی ہے۔

۲ آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا۔ ان سرکشوں کا انجام ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں نے معلوم کر لو۔ مُرتضی۔ پسندیدہ۔ ماضی۔ گزشتہ تاریخ۔ قبرستان جا کر کھلم کھلا، غرور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھ لو گے۔

۳ چشم اگر داری۔ غلطی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ عصا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ می کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے۔ گام۔ اندھا چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

گور لرزاں و بترس و احتیاط — می نہد پاتا نفتید در خباط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے — پاؤں رکھتا ہے تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے

اے از دودے جستہ در نارے شدہ — لقمہ جستہ لقمہ مارے شدہ
اے وہ جو دھوئیں سے بھاگا آگ میں گرا — لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا وطاغی کردن نعمت ایشاں اور سیدن

اہل سبا کا قصہ اور نعمتوں کا ان کو سرکش بنا دینا اور ان میں کفر اور سرکشی کی

بشومی طغیان و کفران دراں و بیانِ فضیلت شکر و نعمتِ حق

بدبختی کا آنا پہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا — یا بخواندی وندیدی جُو صدا
کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟ — یا تو نے پڑھا ہے اور اس کو صدائے بازگشت سمجھا ہے

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست — سُوئے معنی ہوشِ گہ را راہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے — حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کے لئے راستہ نہیں ہے

اُو ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش — چوں خموش گردی تو اُو ہم شد خموش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے — جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

۲ دادِ حق اہلِ سبا را بس فراغ — صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
اللہ نے اہل سبا کو بہت فارغ البالی بخشی — لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

حقِ آں نگذار دند آں بدرگاں — در وفا بودند کمتر از سگاں
ان ناشکروں نے اس کا حق نہ ادا کیا — وہ وفا داری میں کتوں سے کم تھے

مر سگے را لقمۂ نانے زدر — چوں رسد بر درہمی بند و کمر
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ — جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمربستہ ہو جاتا ہے

پاسبان و حارسِ درمی شود — گرچہ بر دے جور و سختی می رود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے — خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو

ہم براں در با شدش باش و قرار — کفر داند کرد غیرے اختیار
اسی دروازے پر اس کی بود و باش ہو جاتی ہے — غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

۳ در سگے آید غریبے روز و شب — آں سگانش می کنند آں دم ادب
اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے رات یا دن میں — وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

۱ اے زدودے۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اہل سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ جُو۔ صدا۔ یعنی اس قصہ کو سنا اور بے اصل سمجھا۔ از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔

۲ دادِ حق۔ اہل سبا کی فارغ البالی اور ان کی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ حق آں۔ یعنی ان نعمتوں کا شکریہ حارس۔ نگہبان۔ باش۔ قیام۔

۳ در سگے۔ اجنبی کتے پر مقامی کتوں کا بھونکنا گویا کہ اس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پہلے مالک اور مکان کو چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔

که برو آنجا که اوّل منزل ست — حقِ آں نعمت گردگانِ[1] دل ست
کہ وہاں جا ' جہاں پہلا گھر ہے — اس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہیں

می گزندش که برو بر جائے خویش — حقِ آں نعمت فرو مگذار پیش
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا — اس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل و اہلِ دل آبِ حیات — چند نوشیدی وو اشد چشمہاتِ
دل اور صاحب دل کے در سے آب حیات — تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس[2] غذائے سُکر و وجد و بیخودی — از درِ اہلِ دلاں بُر جاں زدی
شکر اور وجد اور بے خودی کی غذا — دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

بازایں دَررا رہا کر دی زحرص — گردِ ہر دُکاں ہمی گردی زحرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا — حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

بردرِآں مُنعمان چَرب دیگ — میدوی بہرِ ثرید اے مُردہ ریگ
چکنی دیگ والے دولتمندوں کے در پر — اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

[3]چربش آنجا واں کہ جاں فربہ شود — کارِ نا اُمید آنجا بہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے — مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

صَومعہ عیسیٰ ست خوانِ اہلِ دل — ہاں وہاں اے مبتلا ایں در مہل
اہل دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰ کا گرجا گھر ہے — خبردار! خبردار! اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صَباح بردرِ صَومعہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام جہتِ طلب شفا بدعائے اُو

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰ کے گرجا گھر پر ہر صبح کو ان کی دعا سے شفا حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا

جمع گشتندے زہر اَطراف خَلق — از ضریر و لنگ و شل و اہلِ دلق
خلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی — اندھے اور لنگڑے اور لاپاج پر گدڑی والے

بردرِآں صَومعہ عیسیٰ صَباح — تا بدم شاں وا رہا نداز جُناح
صبح کو حضرت عیسیٰ کے گرجا گھر کے دروازے پر — تاکہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

اُو چو گشتے فارغ از اَورادِ خویش — چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے — وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

[1] گردگاں۔ گردی۔ از ورد دل۔ جس طرح کتے کا پہلے مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہو کر اس کو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

[2] بس۔ غذا۔ مرید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذا میں حاصل کرتا ہے۔ منعمان چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید۔ شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مُردہ ریگ۔ فرومایہ' کمینہ

[3] چربش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ۔ گرجا گھر۔ حضرت عیسیٰ کا گرجا روحانی و جسمانی امراض کا شفاخانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل۔ لاپاج۔ دلق۔ گدڑی۔ جناح۔ گناہ' یعنی باطن امراض۔ اوراد۔ انسان کے معمولات اور وظائف عبادات۔

۱ جوق جوقِ مبتلا دیدے نزار — شستہ بردار در اُمید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے — امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

پس دُعا کردے و گفتے از خدا — حاجب و مقصودِ جُملہ شُد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے — تمام ضرورت مندوں کی حاجب پوری ہو گئی ہے

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا — حاجت ایں جُملگاں تاں شُد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے — تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

ہیں رواں گردید بے رنج وعنا — سُوئے غفّاری وا کرام خُدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے — اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

جُملگاں۲ چوں اشترانِ بستہ پائے — کہ گشائی زانوئے ایشاں برائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح — جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھول دیا ہو

جُملہ صحت یافتند و شد رواں — از دمِ جاں بخشِ عیسیٰ در زماں
سب صحت مند ہو گئے اور روانہ ہو گئے — فوراً حضرت عیسیٰ کے جان بخشنے والے دم کرنے سے

شد رواآں حاجتِ و شد رواں — زامرِ حق و از دمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی — خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

۳ بے توقف جُملہ شاداں دَر اماں — از دُعائے اُو شدندے پادَواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف — ان کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

جُملہ بے درود الم بے رنج وغم — تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج وغم کے — تندرست اور خوش اور قابل عزت

سُوئے خانہ خویش گشتند ے رواں — از دَمِ میمونِ آں صاحب قراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے — اس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

آز مودی تو بسے آفاتِ خویش — یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے — مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحت یاب ہوا ہے

چند آں لنگی تو رہوا رشُد — چند جانت بے غم و آزاد رشُد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے — کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہو گئی ہے

اے مُغفّل رشتہ بر پائے بند — تاز خود ہم گم نگردی اے لوَند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسی باندھ لے — تاکہ اے خودرائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

۱ جوق جوق۔ گروہ گروہ۔ مبتلا مریض۔ شستہ۔ نشست گفتے۔ حضرت عیسیٰ دعا کے بعد فرمادیتے اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرمادی ہے۔

۲ جُملگاں۔ تمام مریض مرضوں کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیسا کہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔

۳ بے توقف۔ فوراً۔ پادواں۔ دوڑتے ہوئے۔ دم میمون۔ بابرکت پھونک۔ صاحبقراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت۔ زحل اور اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہے اس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مغفل۔ بیوقوف۔ لوند۔ رند

ناسپاسی و فراموشیِ تو — یاد نا ورد آں عسل[1] نوشیِ تو
تیری ناشکری اور احسان فراموشی نے — تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لا جرم آں راہ بر تو بستہ شُد — چوں دلِ اہل دل از تو خستہ شُد
لا محالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا — جبکہ اہل دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کُن — ہمچو اَبرے گریہائے زار کُن
جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کر لے — ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد — میوہائے پختہ بر خود وا گفد
تاکہ ان کا باغ تیری جانب کھلے — پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گرد و کم از سگ مباش — باسگِ کہف ار شدستی خواجہ تاش
اسی در کا چکر کاٹ، کتے سے کم نہ ہو — اگرچہ تو اصحاب کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

چوں سگان ہم مر سگاں را ناصح اند — کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
کتے، کتوں کے لئے ناصح ہیں — کہ پہلے گھر سے دل لگا

آں درِ اوّل کو خوردی استخواں — سخت گیر و حق گزاری را مَماں
وہ پہلا دروازہ جب پر تو نے ہڈی کھائی ہے — سخت پکڑ لے اور حق گزاری سے نہ رک

می[2] گزندش کز اَدب آنجا رَوَد — وز مقام اوّلیں مفلح شود
وہ اس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے — اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

می گزندش کاے سگِ[3] طاغی برو — باوَلیِ نعمتت باغی مشو
اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا — اپنے محسن سے باغی نہ بن

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش — پاسبان و چابُک و بَرجستہ باش
اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ — محافظ اور چست، اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقصِ وفائے مامباش — بیوفائی را مکُن بیہودہ فاش
ناری بے وفائی کی صورت نہ بن — بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مر سگاں راچوں وفا آمد شِعار — رَو سگاں را نگ ر بدنامی میار
نا داری جبکہ کتوں کا شعار ہے — جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بوفائی چوں سگاں راعار بود — بیوفائی چوں رَوا داری نمود
بلکہ بیوفائی کتوں کے لئے ذلت ہے — تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

[1] عسل نوشی۔ یعنی بزرگوں کا فیض۔ دریاب۔ حاصل کر لے۔ گفد۔ گفیدن۔ بمعنی پھٹنا کا فعل مضارع ہے۔ باسگ کہف یعنی اگر تجھ میں کمال بھی پیدا ہو گیا ہے تب بھی اس در کو نہ چھوڑ مماں۔ ندک

[2] می گزندش۔ دوسرے کتوں کا اس کتے کو نکالنا اسی لئے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے۔ مفلح۔ کامیاب۔

[3] طاغی۔ سرکش۔ صورت۔ کتوں کی وفاداری مشہور ہے لہٰذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر۔ بیوفائی بے وفائی کتوں کے لئے عار و ذلت ہے تو نے اپنے لئے اس کو کیوں پسند کیا ہے۔

حق تعالیٰ [1] فخر آورد از وَفا — گفت مَنْ اَوفٰی بِعَهْدِهٖ غَیْرُنا
اللہ تعالیٰ نے وفا داری پر فخر فرمایا ہے — فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

بیوفائی واں وَفا بارَدِّ حق — بر حقوقِ حق ندارد کس سَبق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا خدا کے ساتھ بیوفائی سمجھ — اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے

نور راہم نور شو بانار نار — جائے گل گل باش وجائے خار خار
نور کے لئے نور بن' آگ کے لئے آگ — پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

حقِ [2] مادر بعد ازاں شُد کاں کریم — کرد اور از جنسِ تو غَرِیم
ماں کا حق اس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے — تیرے جنس کا اس کو مقروض بنایا

صورتے کردن درون جسمِ اُو — دا دور حملش ترا آرام و خُو
اس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی — اور اس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

ہمچو جُزوِ متصل دید اُو ترا — متصل را کرد تدبیرش جُدا
اس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا — اس اللہ کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

حق ہزاراں صَنعت وفن ساختست — تا کہ مادر بر تو مہر اندا ختست
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے تجھے بنایا ہے — اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

پس [3] حقِ حق سابق از مادر بُوَد — ہر کہ ان حق راند اندَر بُوَد
تو اللہ کا حق ماں سے پہلے ہوا — جو اس حق کو نہں پہنچاتا گدھا ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر — با پدر کردش قریں آں خودیگر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ پیدا کیا — اس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

اے خداوندے اے قایم احسانِ تو — آنکہ و انم و انکہ نے ہم آنِ تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے — جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں۔ ہر تیری ملکیت ہے

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن — زانکہ حقِ من نمگیرد دُکہن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر — کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یاد کن لُطفے کہ کرد م آں صبوح — باشما از حفظ دَر کشتیِ نوح
تو نے فرمایا اس مہربانی کو یاد کر جو اس صبح کو میں نے کی — تمہارے ساتھ نوح کی کشتی میں حفاظت کر کے

اصل و اَجدادِ شمار آں زماں — دا دم از طوفان از موجش اَماں
اس وقت تمہاری اصل اور باوا دادا کو — میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دی

[1] حق تعالیٰ۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ رد حق۔ جو لوگ مردود بارگاہ الٰہی ہیں ان سے بے وفائی عین وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بروں سے برائی کرنی چاہیے۔

[2] حق مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فعل سے ثابت ہوا ہے صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔ جُدا۔ یعنی تیری پیدائش ہوئی۔ حق ہزاراں۔ ماں کی محبت سے قبل اللہ کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں۔

[3] پس حق حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوند۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اس احسان کو یاد کرو کہ نوح کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

آبِ[1] آتش خُوز میں بگرفتہ بود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی

موجِ اُو ہر اَوج کہ رامی ربود
اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لے جا رہی تھی

حِفظ کردم من نہ کردم ردِّ تاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا

در وجودِ جَدِّ جَدِّ جِدِّ تاں
تمہارے دادا ' پردادا ' سگو دادا کے وجود میں

چوں شدی سَر پشت پایت چوں زنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟

کار گاہِ خویش ضائع چوں کُنم
اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟

از گمانِ بدبداں سُومی رَوی
بدگمانی کی وجہ سے اس جانب جا رہا ہے

من[2] زسہو و بیوفاییہا بَری
میں بھول اور بے وفائی سے بری ہوں

سُوئے مَن آئی گمانِ بَد بری
تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد برانجا بر کہ تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو

میشوی دَر پیش ہمچوں خود دوتو
اپنے جیسے کے سامنے دہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار وہمراہانِ زفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے

گر تُرا پُرسم کہ گوئی کہ رفت
اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رفت بر چرخِ بریں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا

یارِ فسقت رَفت دَر قعرِ زمیں
تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی درمیانہ آنچناں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح

بے مَدد چوں آتشے از کارواں
بے مدد جیسے کہ قافلہ کی روانگی کے بعد آگ

دامنِ[3] اُو گیر اے یارِ دلیر
اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے

کو مُنَزّہ باشد از بالا وزیر
جو اوپر نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شوَد
نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے

نے چو قاروں در زمیں اندر رَوَد
نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان وا امکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہو گا

چوں بمانی از سَر او از دُکاں
جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

اُوپر آرد از کدورتہا صَفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے

مر جفا ہائے ترا گیرد وَفا
تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

---

[1] آب آتش۔ یعنی پانی آگ کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کر رہی تھیں۔ چوں شدی جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اس کو تباہ نہ کرے گا۔ چوں فدائے اس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ وفا نہ کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

[2] من زسہو۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے۔ ایں گمان بد۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کی جا سکتی ہے۔ بس گرفتی۔ تو فانی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی یار نیکت۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے۔ چون آتشے۔ قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ کو چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

[3] دامنِ اُو۔ اس ذات سے تعلق پیدا کر جو بالا و زیر سے پاک ہے۔ نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا معنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زیر زمین چلا جائے۔ با تو باشد۔ جب تک تو جسمانی زندگی گزرے وہ تیرے ساتھ ہو جب تو روحانی زندگی گزارے اور لامکان میں ہو وہ تیرے ساتھ رہے۔ لو برآرد۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیتی ہے۔

چوں ۱ جفا آری فرستد گوشمال — تاز نقصاں وارہی سوئے کمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے — تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو وِردے ترک کردی در روش — برتو قبضے آید از رَنج و تپش
جب تو گل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے — رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض طاری ہو جاتا ہے

آں اَدب کردن بُود یعنی مکُن — ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے' یعنی نہ کر — پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش ۲ ازاں کایں قبض زنجیرے شود — ایں کہ دلگیرست، پاگیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے — جو آج دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش — تانگیری ایں اشارت رابہ لاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا — خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شُد — قبضہا بعداز اجل زنجیر شُد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے — موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہے

نُعطِ مَنْ اَعْرَضْ هُنَا عَن ذِكْرِنَا — عَيْشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُ بِالْعَمٰى
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو تنگ — تنگ زندگی اور قیامت میں اندھا اٹھائیں گے

دُزد ۳ چوں مالِ کساں رامی بَرد — قبض و دلتنگی دلش رامی خلد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے — قبض اور دلتنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست — قبض آں مظلوم کز شرّت گریست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے — یہ قبض اس مظلوم کی دعا کا اثر ہے جو تیرے شر سے گزر رہا ہوں

چوں بدیں قبض التفاتے کم کُند — بادِ اصرار آتشش را دَم کُند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے — اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی رہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لا جرم — گشت محسوس آں معانی زد علَم
لا محالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا — وہ محسوس بن گیا' معنی نے نشان قائم کر دیا

قبضہا زنداں شدُ ست و چار میخ — قبض بیخ ست و برآرد شاخ بیخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے — قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اتار دیتی ہے

بیخ پنہاں بود ہم شُد آشکار — قبض و بَسطِ خویش را بیخے شمار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی — اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

۱ چوں جفا۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تنبیہ فرما کر برائی سے نکال کر بھلائی کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ وِردے۔ اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔

۲ پیش ازاں۔ ترک عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنج معقول یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے آخرت میں یہی کیفیت بشکل زنجیر ہو جائے گی نُعطِ۔ یعنی ترک عبادت پر انقباضی کیفیت جو دنیا سے آخرت میں اندھا پن اختیار کرے گی۔

۳ دزد۔ گناہ پر ایک دلتنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس معصیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں جب انسان اس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو نتیجہ میں وہی دل تنگی ظاہری گرفت بن جاتی ہے۔ قبضہا۔ گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت۔ میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کرے گی۔ بیخ پنہاں۔ یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اور نیکی پر انشراحی کیفیت۔

چونکہ شاخ بدبُوَد زودش بکَن — تا نہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بری ہو اس کو جلد اکھاڑ دے — تاکہ کوئی برا کانٹا چمن میں نہ اگے

قبض[1] دیدی چارۂ آں قبض کن — زانکہ سَر ہا جُملہ می روید زبُن
تو نے قبض دیکھ لیا اس قبض کی تدبیر کر — کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اگتی ہیں

بَسط دیدی بَسطِ خود را آب دِہ — چوں بر آید میوہ با اصحاب دِہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر — جب پھل آ جائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سَبا — باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ — پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی	قصۂ	اہلِ	سَبا
اہل	سبا	کا	باقی قصہ

آں سَبا اہلِ صبا بود ند خام — کارِ شاں کفران نعمت با کرام
وہ اہل سبا من جملہ بچوں کے بے عقل تھے — ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کُفرانِ نعمت دَر مثال — کہ کُنی با محسنِ خود تو جدال
مثلاً کفران نعمت یہ ہوتا ہے — کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ نمی[2] باید مَرا ایں نیکوئی — من برنجم زیں چہ رنجہء میشوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہئے — تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس تیری بھلائی سے خود رنجیدہ ہوں

لُطف کُن ایں نیکوئی را دُور کُن — من نخواہم چشم زودم کور کُن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دور کر دے — میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں، مجھے جلد اندھا کر دے

پَس سَبا گفتند بَاعِدْ بَیْنَنَا — شَیْئُنَا خَیْرٌ لَّنَا خُذْ زَیْتَنَا
تو اہل سبا نے کہا ہمیں دور دور کر دے — ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے ہماری زینت لے لے

مانمی خواہیم ایں ایوان و باغ — نے زمانِ خوب نے امن و فراغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں — نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیکِ ہمدیگر بدست — آں بیابان ست خوش کانجا دَوَست
ایک دوسرے سے قریب شہر برے ہیں — وہ جنگل اچھا ہے، جہاں دوست ہوں

۳ یَطْلُبُ الْاِنْسَانُ فِی الصَّیْفِ الشِّتَاءَ — فَاِذَا جَاءَ الشِّتَاءُ اَنْکَرَ ذَا
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے — جب جاڑا آتا ہے اس کو برا سمجھتا ہے

[1] قبض دیدی۔ گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اس کا علاج کر کے ازالہ کر لینا چاہئے بسط دیدی۔ نیکی پر انشراحی کیفی پیدا ہو تو اس میں اضافہ کی کوشش کرنی چاہیے۔ چوں برآید۔ انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اس سے فیض پہنچائے۔ زاہل صلہ۔ یعنی وہ بچوں کی طرح ناقص عقل کے تھے۔ کفراں۔ کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کی جائے۔

[2] کُنی باید۔ اہل سبا نے کفران کی یہ صورت اختیار کی کہ ان نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اس کے خلاف تمنا شروع کر دی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا۔ اہل سبا پر یہ کرم تھا کہ ان کی آبادیاں قریب قریب تھیں تاکہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تاکہ ان سے فائدہ اٹھائیں لیکن انہوں نے ان دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اس کے خلاف تمنائیں شروع کر دیں۔

[3] یَطْلُبُ۔ انسانی نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کر دیتا ہے۔

فَهُوَ لَا يَرْضٰى بِحَالٍ اَبَدًا — لَا بِضَيْقٍ لَا بِعَيْشٍ رَغَدًا
وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے — نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ — كُلَّمَا نَالَ الْهُدٰى اَنْكَرَهٗ
انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے — جب ہدایت پا لیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے

نفس از نیسان ست زاں شد کشتنی — اُقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ گفت آں سنی
نفس ایسا ہی ہے اس وجہ سے وہ گردن زدنی ہے — تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا

خارسہ پہلوست ہر سوکش نہی — در خلد واز زخم او تو کے جہی
یہ گوکھرو ہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا — وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتش ۲ ترک ہوا در خار زن — دست اندر یارِ نیکو کار زن
خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے — نیکو کار دوست کو پکڑ لے

چوں زحد بردند اصحاب سبا — کہ بہ پیش ما وبا بہ از صبا
جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے — کہ ہمارے لئے وبا صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند — از فسوق و کفر مانع می شدند
نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی — بدمعاش اور کفر سے انہوں نے روکا

قصد ۳ خونِ ناصحان می داشتند — تخمِ فسق و کافری می کاشتند
تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے — بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ اینجہاں — از قضا حلوا شود رنجِ وہاں
جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے — قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا — تُحْجَبُ الْاَبْصَارُ اِذَا جَاءَ الْقَضَا
فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے — اور آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

چشم بستہ می شود وقتِ قضا — تا نہ بیند چشم کحلِ چشم را
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں — تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

مکر آں فارس چو انگیزید گرد — آں غبارات ز استعانت دُور کرد
اس شہسوار اللہ کی تدبیر نے جب گرد اڑائی — اور اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

سُوئے فارس رو مرو سوئے غبار — ورنہ برتو کو بداں مکرِ سوار
شہسوار کی طرف جا غبار کی جانب نہ جا — ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

۱ نفس۔ اسی لئے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آں سنی۔ یعنی حضرت موسیٰ خارسہ پہلو۔ نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

۲ آتش۔ نفس کے خار کو پھونکنے کی یہ تدبیر ہے کہ خواہش کو ترک کر دے۔ وبا۔ یعنی اہل سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ وبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ از فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔

۳ قصد۔ اہل سبا، نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہوئے اور وہ کفر و فسق سے باز نہ آئے۔

۴ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ چشم۔ سرمہ دانکھ کے لئے مفید ہے اس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ سُوئے فارس۔ اس وقت اللہ سے مدد مانگنی چاہئے۔

گفتِ حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد
جس کو اس بھیڑیئے نے کھا لیا اس کو خدا نے فرمایا

دید گردِ گرگ چوں زاری نکرد
جب اس نے بھیڑیئے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

اُونمید انست گردِ گرگ را
وہ بھیڑیئے کے غبار کو نہ پہچان سکا

باچنیں دانش چرا کرد اُو چرا
اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

گوسفندان بوئے گرگِ باگزند
بکریاں، تکلیف رساں بھیڑیئے کی بو

می بد انندو بہر سُوئی خزند
پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

مغزِ حیوانت بُوئے شیررا
حیوانات کا دماغ شیر کی بو کو

می بداند ترک می گیرد چرا
جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیر خشم دیدی بازگرد
اللہ کے غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس ہو جا

با مُناجات وحذر را نباز گرد
دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

وانگشتند آں گروہ از گردِ گرگ
وہ لوگ بھیڑیئے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے

گرگِ محنت بعدِ گرد آمد شرک
گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

بر دریدآں گوسفنداں را بخشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا

کہ ز چوپان خرد بستند چشم
جنہوں نے عقل کے گڈریئے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

چند۲ چوپاں شاں بخواندونا مدند
گڈریئے نے ان کو بہت بلایا، وہ نہ آئے

خاکِ غم در چشم چوپاں میز وند
گڈریئے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

کہ بروما از تو خود چوپاں ترمیم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں

چوں تبع گردیم ہر یک سَروریم
ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

طُعمۂ گرگیم و آنِ یار نے
ہمیں بھیڑیئے کا لقمہ بننا منظور ہے دوست کی ملک ہونا نہیں

ہیزمِ ناریم و آنِ عارنے
ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے مملوک نہیں ہیں

حمیتے بُد جاہلیت دَر دماغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی

بانگ شومی بَر دِمَن شاں گرد زاغ
ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

۳ بہرِ مظلوماں ہمی کندند چاہ
انہوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا

درچہ افتاد ندومی گفتند آہ
وہ کنویں میں گرے اور ہیں بھریں

پوستینِ یوسفاں بشگافتند
انہوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں

آنچہ می کردند یک یا فتند
انہوں نے جو کچھ ایک ایک کا بدلہ پایا

۱ گفت۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے۔ اونمید انست۔ بکری چرنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیئے کی گرد کو نہیں دیکھتی۔ گوسفند بکری اور حیوانات اپنی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بوئے۔ جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہو جائیں تو دعائیں کرنی چاہئیں۔ وانگشتند۔ غضب کے آثار کو دیکھ کر بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب در مصائب میں گرفتار ہوگا۔

۲ چند چوپاں۔ نصیحت کرنے والوں نے ان کو نیکی کی دعوت دی لیکن انہوں نے نہ مانا اور ان کو غمگین کیا۔ کہ بر و نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود اپنی بھلائی کو سمجھتے ہیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے۔ طعمہ گرگیم۔ ہمیں ہلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہیزم۔ ہلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے جیتے۔ ان کے دماغ میں جاہلیت حمی ہوئی اور ان پر الو بول رہا تھا۔

۳ بہر مظلوماں وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے خود اس ظلم میں پھنس گئے۔ پوستین۔ نصیحت کرنے والوں کو ذلیل کیا اور اس کی سزا انہوں نے بھگتی۔

کیست یوسف آں دلِ حق جوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل

چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

جبرئیلے را بر استن بستۂ
تو نے جبرائیل کو ستون سے باندھا ہے

پرّ و بالش را بصد جا خستۂ
اس کے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

پیشِ او گوسالہ بریاں آوری
تو اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے

گہ کشی اورا بکہداں آوری
کبھی اس کو کھینچتا ہے اور چرکے پاس لاتا ہے

کہ بخور انیست مارا لوت پوت
کہ کھالے یہ ہماری لذیذ غذا ہے

نیست اورا جزء لقاء اللہ قوت
حالانکہ اس کی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
وہ مصیبت زدہ اس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے

میکند از تو شکایت با خدا
خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن
کہ اے خدا اس بوڑھے بھیڑیے سے فریاد ہے

گویدش نِک وقت آمد صبر کن
وہ اس سے کہتا ہے اب وقت آ گیا ہے صبر کر

دادِ تو واخواہم از ہر بیخبر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا

داد کہ دہد جز خدائے دادگر
سوائے مصنف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

۲ اوہمی گوید کہ صبرم شد فنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا

در فراقِ روئے تو یا ربّنا
اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

احمدم در ماندہ در دستِ یہود
میں احمد ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں

صالحم اُفتادہ در حبسِ ثمود
میں صالح ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے

یا بکش یا باز خوانم یا بیا
یا مار ڈال یا مجھے واپس بلا لے یا تو آ جا

بافراقت ۲ کافراں را تاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے

کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست
یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے

ہر یکے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاب
ہر ایک کاش میں مٹی ہوتا

حالِ اُو انیست کو خود زاں سوست
جو اس جانب کا ہے اس کا یہ حال ہے

چوں بُود بے تو کسے کانِ توست
تیرے بغیر اس کا کیا حال ہو گا جو تیرا ہے

۱ کیست۔ اہل سبا کے لئے یوسف خود اس کا وہ دل تھا جو طالب حق تھا۔ چون اسیرے۔ اس دل کا انہوں نے نفس امارہ کا قیدی بنا دیا تھا۔ جبرئیلے۔ یعنی روح کو جسم کے ستون سے باندھ دیا ہے اور اس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیشِ او۔ اس روح کو مادی غذا میں کھلانا چاہتا ہے۔ کہ بخور۔ روح کی غذا مادی نہیں ہے اس کی غذا ذکر اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ۔ روح انسانی انسان کے ہی ظلم و ستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ یعنی انسان کا نفس امارہ۔ گویدش خدا اس روح سے فرماتا ہے۔

۲ اوہمی گوید۔ خدا کے صبر دلانے پر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلا لے۔ احمدم۔ یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے ہاتھوں مادی تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں جو آنحضور ﷺ کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالح کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھیں۔ یا بکش۔ روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کر دے یا مجھے اپنے پاس بلا لے یا تو میرے پاس آ جا۔

۳ بافراقت۔ خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کر سکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے۔ یٰلَیْتَنِی۔ یعنی فراق کو وقت کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے..... حالِ او۔ یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہو گا۔

حق همی گوید که آرے اے نزہ[1] — لیک بشنو صبر اور صبر بہ

اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل — لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامش دم مزن — کاندر آمد وقتِ بیرون آمدن

صبح قریب ہے چپ ہو جا سانس نہ لے — کہ باہر نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے

صبح نزدیک ست خامش کم خروش — من همی کوشم پے تو تو مکوش

صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر — میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوششِ من بہ کہ کوششہائے تو — داروئے تلخم بہ از حلوائے تو

تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے — تیرا حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

ہیں تحمل کن برو خاموش شو — کمترک جُنباں زباں روگوش شو

ہاں برداشت کر، جا چپ ہو جا — زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد ہیں باز گرد اے یارِ گرد — رُوستائی خواجہ را در خانہ بُرد

بات حد سے گزر گئی اے بہادر یار واپس چل — دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصۂ اہلِ سبا یک گوشہ نہ — آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ

سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے — وہ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

قصۂ قصہ رفتنِ خواجہ بَد عوتِ رُوستائی بدہ

دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے گاؤں جانے کے قصہ کا بقیہ

رُوستائی در تملّق شیوہ کرد — تا کہ حَزم خواجہ را کالیوہ کرد

دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا — کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام اُو خیرہ شُد — تا زُلالِ حَزم خواجہ تیرہ شد

وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا — یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

ہم ازینجا کود کانش در پسند — نرتع[2] و نلعب بشادی می زوند

ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں — ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے، کا شادیانہ بجاتے تھے

ہمچو یوسف کش زتقدیر عجب — نرتع و نلعب بہ بُرد از ظلِّ اَب

حضرت یوسف کی طرح جن کو عجیب تقدیر کی وجہ سے — ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

آں نہ بازی بلکہ جانبازیست آں — حیلہ و مکر و دغا سازیست آں

یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے — یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

---

[1] نزہ۔ منزہ، بزرگ۔ صبح نزید کست۔ سورہ ہود میں ہے کہ حضرت جبرائیل نے حضرت لوط کی تسلی کے لئے کہا تھا اب صبح قریب ہے ان بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیا جائے گا۔ تملق۔ خوشامد چاپلوسی۔ شیوہ۔ طریقہ۔ عادت، کالیوہ۔ احمق، دیوانہ خیرہ۔ حیران۔

[2] نرتع ونلعب۔ ہم کھائیں گے اور کھیلیں گے۔ یہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت۔ یعقوب سے کہا تھا۔ ظلّ اب۔ انہی جملوں نے حضرت یوسف کو حضرت یعقوب کے سایہ پدری سے محروم کر دیا تھا۔

[3] آں نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسف کی جان لینے کی بازی تھی حیلہ اور مکر اور دغا بازی تھی۔

هَر چہ[1] از یارت جدا انداز دآں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے

مشنو آں را کاں زیاں دار وزیاں
اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سُود صَد در صَد مگیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے

ببرِ زر مگسل زگنجور اے فقیر
اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی

گفت اصحاب نبیؐ را گرم وسرد
نبیؐ کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا

زانکہ بر بانگِ دُہل در سالِ تنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر

جمعہ[2] را کردند باطل بے درنگ
بلا توقف انہوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تانباید دیگراں ارزاں خرند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں

زاں جَلَب صرفہ زما ایشاں برند
اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھا لیں

ماند پیغمبرؐ بخلوت در نماز
پیغمبرؐ نماز میں اکیلے رہ گئے

با دوسہ درویش ثابت پُر نیاز
ان دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

کوفت طبلِ لہو بازر گانیے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا

چوں تاں ببرید از ربّانیے
تم کیوں ربانی رسول سے کٹے

قَدْ فَضَضْتُمْ نَحْوَ قَمْحٍ هَائِمًا
تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار

ثُمَّ خَلَّيْتُمْ نَبِيًّا قَائِمًا
پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہر گندم تخم باطل کاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا

واں رسول حق را بگذاشتید
اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

صحبتِ اُو خیر مِن لہوست و مال
اس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے

ہیں کہ ابگذاشتی چشمے بمال
خبردار کس کو چھوڑا ہے، آنکھ مل

خود نشد حرصِ شما ایں یقیں
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا

کہ منم رزّاق خیر الرّازقیں
کہ میں رازق رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

آنکہ گندم راز خود روزی دہد
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیا ہے

کے تو کلہات را ضائع کند
وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پے گندم جُدا گشتی ازاں
تو گیہوں کے لئے اس سے جدا ہو گیا

کہ فرستادست گندم ز آسماں
جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

---

[1] ہر چہ۔ جو بات بھی دوست کی جدائی کا سبب بنے اس کو نہ سننا چاہئے۔ گربود۔ معمولی فائدے کے لئے بڑا نقصان نہ گوارا کرنا چاہیے۔ ایں شنو۔ سورہ جمعہ میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا آٹا فروخت کرنے والا قافلہ آیا، اس وقت آنحضور نماز جمعہ پڑھا رہے تھے۔ صحابہ آٹا خریدنے کے شوق میں آنحضور کو نماز پڑھاتے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر صحابہؓ مورد عتاب بنے انہوں نے تھوڑے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضور کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دوران نماز کا قصہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصہ ہوا تھا۔

[2] جمعہ را۔ یعنی نماز جمعہ، بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبہ جمعہ مراد لیا جائے۔ جَلَب۔ تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں لے جایا جائے۔ دوسہ۔ دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے۔ ربانی۔ یعنی آنحضور ﷺ بہر گندم۔ قافلہ کے طبل پر گیہوں کا آٹا خریدنے چلے گئے تھے۔ چشمے بمال۔ آنکھ مل کر غور سے دیکھو۔ خود نشد، اپنے رزق کے لئے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزاق میں ہوں۔

[3] آنکہ۔ خدا تو وہ ہے جو رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ ازاں۔ نبی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہونا تھا۔

۲ کمتر از بط نیستی آخر در آب — کو دہد مر بازِ داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے — جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جوابِ بطاں
باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط راکز آب خیز — تا بہ بینی و شتہارا قندریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل — تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بط عاقل گویدش کاے باز دور — آب مارا حصنِ امن ست و سُرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا — پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب — ہیں بہ بیروں کم روید از حصنِ آب
اے بطخ وہ شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو — خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

۲ بازرا گویید رو رو باز گرد — از سرِ ما دست دار اے پائمرد
باز سے کہہ دو جا جا واپس ہوجا — اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

مابَری از دعوتت دعوت ثُرا — ما نہ نوشیم ایندم تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں تیری دعوت تجھے مبارک ہو — اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

حصن مارا قندو قندستاں ثُرا — ما نخواہیم ہدیہ ات بُستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند قندستان تجھے مبارک ہو — ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے مبارک ہو

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم — چونکہ لشکر ہست کم ناید علَم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہوگی — جبکہ لشکر ہے جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ و رستائی
خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجہ حازِم بسے عُذر آورید — بس بہانہ کرد با دیوِ ۳ مُرید
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے — سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

گفت ایں دم کارہا دارم مُہم — گر بیایم آں نگردد منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں — اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

شاہ کارِ ناز کم فرمودہ است — ز انتظارم شاہ شب نغنودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے — میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

۱ کمتر از بط۔ بطخوں نے باز کی دعوت پر بڑے فائدے کو نہ چھوڑا انسان تھوڑے فائدے کے لئے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ باز۔ باز خشکی کا پرند ہے اور بطخیں آبی ہیں' باز بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ اشتہا۔ جنگلوں میں عمدہ خوراک ہے دیو۔ شیطان انسان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کے لئے تھا۔
۲ باز را۔ جب شیطان لالچ دلائے اس کو دھتکار دو۔ ایندم تو۔ یہ تیرا دھوکا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے۔ چونکہ۔ روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہیے۔ علم۔ جھنڈا۔ حازم۔ پختہ کار۔ ہوشیار۔
۳ دیو مرید۔ سرکش۔ شیطان۔ یعنی دیہاتی۔ کار نازک۔ نازک کام۔

من نیارم ترک امرِ شاہ کرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا

من نتانم شد برشہ روئے[1] زرد
میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

ہر صباح و ہر مساسر ہنگِ خاص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی

میر سداز من ہمی جوید مَناص
آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو رَوا داری کہ آیم سوئے دہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آجاؤں

تادر ابرو افگند سُلطاں گرہ
یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

بعدازاں دَرمانِ خشمش چوں کُنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟

زندہ خود رازیں مگر مدفوں کُنم
ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

زیں نمط اُو صد بہانہ باز گفت
اس طرح کے اس نے سینکڑوں بہانے بنائے

حیلہا باحُکمِ حق نفتاد جُفت
لیکن حیلے حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

گر شود ذرّاتِ عالم حیلہ پیچ
اگر تمام دنیا کے ذرّے حیلہ گری کریں

باقضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

چوں گریز دایں زمیں از آسماں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے

چوں کند اُو خویش را ازوے نہاں
یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

ہرچہ آیدز آسماں سُوئے زمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے

نے مفرد ارو نہ چارہ نے کمیں
اس سے نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتش[2] از خور شیدمی بارد برو
سورج سے اس پر آگ برستی ہے

او بہ پیش آتشش بنہادہ رُو
وہ اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں

دَرہمی طوفاں کند باراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے

شہر ہارا میکند ویراں برو
اس پر شہروں کو ویران کرے

اوشدہ تسلیم اُو ایّوب وار
وہ حضرت ایوب کی طرح اپنے آپ کو اس کے سپرد کئے ہوئے ہے

کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار
کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جُزو ایں زمینی سر مکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر

چونکہ بینی حُکمِ یزداں دَر مکش
جب تو خدا کا حکم آتا دیکھے دروازہ نہ بند کر

چوں خَلقنا کُم[3] شنیدی مِن تُراب
جبکہ تو نے ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے سن لیا ہے

خاک باشی جُست از تو رُو متاب
اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے رُوگردانی نہ کر

[1] روئے۔ زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کرسکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔ مَناص۔ چھٹکارے کی جگہ۔ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفون۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو کر زندہ درگور کر دے گا۔ جُفت۔ یعنی اس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کر سکے اور اس کو گاؤں جانا پڑا۔ گرشود۔ قصا کے بالمقابل۔ انسان مجبور ہے۔

[2] آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں لاچار ہے۔ ایوب وار۔ حضرت ایوب کا صبر مشہور ہے۔ اے کہ جُزو۔ انسان مٹی سے بنا ہے۔

[3] خَلقنا کُم۔ قرآن پاک میں ہے اے انسانوں ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں ہم لوٹا میں گے۔

بین[1] کہ اندر خاک تخمے کاشتم — گرد خاکی و منش افراشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا — وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملہ دیگر تو خاکی پیشہ گیر — تا کنم بر جملہ میرانت امیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر — تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

آب از بالا بہ پستی در رود — آنگہ از پستی ببالا بر رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے — تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم[2] از بالا بزیرِ خاک شد — بعدازاں او خوشہ چالاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا — اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانہ ہر میوں چوں گردد دفیں — بعدازاں سر ہا برآرد از زمیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے — اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

اصلِ نعمتہاز گردوں تابخاک — زیر آمد شد غذائے جانِ پاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک — نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

از تواضع چوں زگردوں شد بزیر — گشت جزو آدمی حیِ دلیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا — تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفاتِ آدمی شد آں جماد — برفرازِ عرش پراں گشت شاد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے موصوف ہو گیا — خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

کز جہانِ[3] زندہ اوّل آمدیم — باز از پستی سوئے بالا شدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے — پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا اور تحرک در سکون — ناطقاں کہ انّا الیہ راجعون
تمام اجزاء حرکت اور سکون میں — کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں — غلغلے افگند اندر آسماں
پوشیدہ اجزا کے ذکر اور تسبیح نے — آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نار نجات کرد — روستائی شہری رامات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا — دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

باہزاراں حزم خواجہ مات شد — زاں سفر در معرضِ آفات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ مات کھا گیا — اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

[1] بین۔ خاک اڑی کے بعد سرخروئی حاصل ہوتی ہے بیج مٹی میں مل کر نشوونما پاتا ہے۔ حملہ دیگر۔ انسانی خاکی پیکر اختیار کیا دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرے گا۔ بالا۔ پانی پھر بھاپ بن کر بلندی کی طرف جاتا ہے یا کنویں سے اوپر نکالا جاتا ہے اور انسان کا جزو بنتا ہے۔

[2] گندم۔ گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا بھرا خوشہ بن کر ابھرتا ہے۔ اصل نعمتہا۔ پانی آسمان سے برسا پھر زمین سے نکل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کر کے عرش تک پہنچا۔

[3] جہانِ زندہ۔ یعنی عالم ارواح۔ سوئے بالا۔ عالم ارواح۔ ذکر و تسبیحات۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔

اعتماش ۱ بر ثباتِ خویش بود — گرچہ کہ بدنیم سیاش در ربود
اس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا — اگرچہ پہاڑ تھا اس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

چوں قضا بیروں کُند از چرخ سَر — عاقلاں گردند جُملہ کورو کر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے — سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

ماہیاں اُفتند از دَریا بُروں — مُرغِ پرّاں گرددار دامے زَبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں — اڑنے والا پرندہ ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

تلپَری و دیو در شیشہ شود — بلکہ ہاروتے بباہل دَر رَود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں — بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جُز کسے کاند رقضا اندر گریخت — خونِ اُورا ہیچ تربیعے نریخت
سوائے اس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا — کوئی تربیع اس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا — ہیچ حیلہ ندہدت ازوے رہا
سوائے اس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے — کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

قصۂ اصحابِ ضروان ۲ وحیلہ کردنِ ایشاں تابے زحمت فقیراں باغہا را قطاف کنند
ضروان والوں کا قصہ اور ان کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے باغوں کے پھل توڑ لیں

قصۂ اصحاب ضرواں خواندۂ — پس چرا در حیلہ جُوئی ماندۂ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے — پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند — کہ برنداز روزی درویش چند
چند بچھوں جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے — کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

شب ہمہ شب می سگالید ندکر — رُوئے دَر رُو کردہ چندیں غم و بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے — آمنے سامنے ہو کر بہت سے غم و بکر

خفیہ می گفتند سِر ہا آں بداں — تانبا یدکہ خدا دریا بدآں
ان نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے — تاکہ خدا ان کو نہ جان لے

باگل اند ایندہ اسگالید گل ۳ — دَست کارے می کُند پنہاں زدل
کبھگل نے کبھگل کرنے والے کے خلاف سوچا؟ — ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے

۱ اعتماش۔ شہری کو اپنی عقل پر گھمنڈ تھا۔ درشیشہ۔ جن اور پری بوتل میں بند کر لینے کا ایک شاعرانہ اور عامیانہ تخیل ہے جو کہ ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ نَحنُ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تربیع۔ کسی شخص کے طالع کے دوستاروں کا اس طرح جمع ہونا کہ ایک دوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو۔ یہ صورت اس شخص پر منحوس اثرات ڈالتی ہے۔

۲ ضروان۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے اس کے باشندے کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردند۔ فقراء کو محروم کرنے کی تدبیر سوچی۔ خفیہ آہستہ سرگوشی اس لئے کر رہے تھے کہ خدا ان کی سازش کو نہ سن سکے۔

۳ گل۔ کبھگل۔ کبھگل کرنے والے سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی نہ ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

۱ کَیْفَ لَا یَعْلَمُ ھَوَاکَ مَنْ خَلَقْ — اِنَّ فِیْ نَجْوَاکَ صِدْقًا اَمْ عَلَقْ

تیری خواہش کو کیسے نہ جانے گا جس نے پیدا کیا — تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

کَیْفَ یَغْفَلُ عَنْ ظَعِیْنٍ ۲؎ رَغْدَا — مَنْ یُّعَایِنْ اَیْنَ مَثْوَاہُ غَدَا

خوشی عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا — جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

اَیْنَمَا قَدْ ھَبَّطَا اَوْ صَعَّدَا — قَدْ تَوَلّٰاہُ وَ اَحْصٰی عَدَدَا

کہاں وہ نشیب میں اتری کہاں اونچائی پر چڑھی — وہ اس کا نگراں ہے اور اس نے شمار کر لیا ہے

گوش کُن اکنوں حدیثِ خواجہ را — کو سوئے دہ چوں شد دید اُو جزا

اب خواجہ کی بات سن — کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اس نے سزا بھگتی

گوش را اکنوں زغفلت پاک کُن — استماعِ ہجرِ آں غمناک کُن

اب کان کو غفلت سے پاک کر لے — اس غمناک کی ہجرت کا قصہ سن

تا چہا دید از بلا و از عنا — در رہِ دہ چوں شد از شہر اُو جُدا

اس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی — گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی — گوش را چوں پیشِ دستانش ۳؎ نہی

اس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے — جب تو کان اس کی داستان پر دھرے

بشنوی غمہائے رنجورانِ دل — فاقہ جانِ شریف از آب و گل

دل کے بیماروں کا غم سن لے — آب و گل میں پھنسنے سے شریف جان کا فاقہ ہے

خانہ پُر دُود دار د پُر فنے — مَرْوُرا بکشاز اصغا روزنے

صاحب ہنر کا گھر دل دھوئیں سے بھرا ہوا ہے — اس کی بات سننے کے لئے کان کے سوراخ کھول دے

گوشِ تو اُورا چوراہِ دم شود — دُودِ تلخ از خانۂ اُو کم شود

جب تیرا کان اس کے سانس لینے کا راستہ بن جائے — کڑوا دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جائے

غمگساری کُن تو باما اے رَوی — گر بسُوئے رَبِّ اعلیٰ می رَوی

اے سیراب! ہماری غمگساری کر — اگر تو رب اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

ایں تردُّد حبس و زندانی بُود — کو نہ بگذارد کہ جاں سُوئے رَوَد

یہ تردد قید اور قیدی ہے — جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ایں بدیں سُو آں بداں سُو می کشد — ہر یکے گوید منم راہِ رشد

یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے — ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

---

۱ کیف۔ قرآن پاک میں ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۔ بیشک وہ اللہ جانتا ہے ان کو جن کو اس نے پیدا کیا ہے وہ مہربان اور باخبر ہے۔

۲ ظعین۔ ہودج نشین سواری مشوی۔ ٹھکانا۔ عنا۔ مشقت۔ آں زکاتے۔ کسی غمناک کی داستان سن لینا اس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

۳ دستاں۔ داستان۔ خانہ اس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تیرا سننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے۔ روی۔ سیراب۔ یعنی جبکہ تیرا سلوک راہ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے۔

ایں تردُّدِ[1] عقبہ راہِ حق ست
یہ تردد ' اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے

اے خُنک آنکس کہ پایش مُطلق ست
وہ شخص قابل مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے تردُّدی رَوَد در راہِ راست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے

رَہ نمیدانی بجوگا مش کجاست
اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اس کا نشان قدم معلوم کر لے

گامِ آہو را بگیرور و مَعاف
تو ہرن کے نشان قدم پکڑ لے اور عافیت سے چل دے

تارسی از گامِ آ ہوتا بناف
تا کہ تو ہرن کے نشان قدم سے بناف تک پہنچ جائے

زیں روش براوجِ انوری روی
اس رفتا سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے

اے برادر گر بر آذر می روی
اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے زدریا ترس دنے از موج وکف
نہ دریا سے ڈر' نہ موج سے' نہ جھاگ سے

چوں شنیدی تو خطابِ لاتَخَف
جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

لاتَخَف داں چونکہ خوفت داد حق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو اپنے آپ کو لاتخف کا مصداق سمجھ

ناں فرستد چوں فرستادَت طبق
وہ روٹی بھیج دے گا جبکہ اس نے تجھے طبق دیا ہے

خوف[2] آنکس راست کورا خوف نیست
ڈر اس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے

غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست
غم اس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف کا موقع نہیں ہے

رَواں شدنِ خواجہ بسُوئے دِہ با عیالاں

• خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجہ درکار آمد و تجہیز ساخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا

مُرغِ عزمش سوئے دہ اشتاب ساخت
اس کے ارادہ کا پرندہ جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی

رخت را برگاو عزم انداختند
سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شاد مانان وشتاباں سُوئے دِہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب

کہ بَرے خوردیم ازدہ مُژدہ دِہ
کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھالئے ہیں خوشخبری سنا

مقصدِ مارا چراگاہِ[3] خوش ست
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے

یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست
اس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

باہزاراں آرزو ماں خواندہ است
اس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے

بہرِ ماغرسِ کرم بنشاندہ است
اس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

---

[1] تردُّد۔ تردد کی کیفیت عروج کے لئے معضر ہے۔ عقبہ۔ گھاٹی جس سے عبور دشوار ہوتا ہے۔ پایش۔ یعنی تردد کی کیفیت اس کو سلوک سے مانع نہیں ہے اس کا اتباع کر لے۔ گام۔ ہرن کا نافہ حاصل کرنا ہے تو اس کے نقش قدم پکڑ کر چلنے سے بالآخر اس کا نافہ حاصل ہو جائے گا۔ آثار سے ہی ذات تک رسائی ہو گی۔ برآزر۔ یعنی مجلدات کی سختی۔ لاتخف۔ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہو گئی ہے تو راہ کی شہادت سے نہ ڈرنا چاہئے۔

[2] خوف۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لاتخف کا مقام حاصل ہو گا جو خوف سے بالکل خالی ہے یہ اس کی محرومی کی دلیل ہے۔ بَرے۔ یعنی قسم قسم کے پھل۔ مُژدہ۔ خوشخبری۔

[3] چراگاہ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار۔ یعنی دعوت دینے والا دیہاتی۔ غرس۔ پودا۔

۱ ماذخیرہ دہ زمستانِ دراز
ہم دس لمبے جاڑوں کے لئے سامان

از بَرِ اُو سُوئے شہر آریم باز
اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثار راہِ ما کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا

درمیانِ جانِ خود ما جا کند
اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِلُوْا اَصْحَابَنَا کے تَرْبَحُوْا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ

عقل می گفت از دروں لَا تَفْرَحُوْا
اندر سے عقل کہتی تھی، خوش نہ ہو

مِنْ رِبَاحِ اللّٰہِ کُوْنُوْا رَابِحِیْن
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو

اِنَّ رَبِّیْ لَایُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ
بیشک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوْا هَوْنًا بِمَا آتَاکُمْ
اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے

کُلُّ آتٍ مُشْغِلٌ اَلْهَاکُمْ
ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنالیا

شاد از وے شو مشو از غیرِ وے
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو

گو بہارست و دگرہا ماہِ دے
کیونکہ وہ موسم بہار ہے، دوسرے ماگھ کا مہینہ

ہر چہ غیر اوست استدراج تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے

گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست
خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست
غم سے خوش ہوا کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے

اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
اس راستہ میں پستی کی جانب (جانا) بلند ہوتا ہے

غم یکے گنجِ ست و رنج تو چو کاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہیں

لیک کے درگیرد ایں در کو دکاں
سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

کودکاں ۳ چوں نامِ بازی بشنوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں

جُملہ باخر گور ہم تک می دَوند
سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گور ایں سُود امہاست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرح جال ہیں

در کمیں ایں سوئے خوں آشامہاست
اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

تیرہا پنہاں نشد لیکن کماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان

گشت پنہاں از دو چشمِ مرد ماں
انسانوں کو دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیرہا پرّاں کماں پنہاں و غیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے

بَر جوانے میرسَد صد تیرِ شیب
ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

۱ ماذخیرہ۔ یعنی اس گاؤں سے جاڑوں کے لئے بہت سے تحفے لے کر لوٹیں گے۔ عقل۔ چونکہ گاؤں پہنچ کر محرومی اور مایوسی ہوگی۔ افرحوا۔ یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہئیں۔

۲ دَرہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں۔ استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کے لئے ہوتی ہیں۔ غم۔ آخرت کی فکر خزانہ بے بہا ہے۔

۳ کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں سو۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرہا۔ یعنی دنیا کے قصے۔ شیب۔ یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

گام در صحرائے دل باید نہاد — زانکہ در صحرائے گل نبود گشاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیے — اس لئے کہ مٹی کے جنگل جسم میں وسعت نہیں ہے

ایمن آباد ست دل اے مرد ماں — حصنِ محکم موضعِ امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے — مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

گلشنِ خرم بکامِ دوستاں — چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے — چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

عَجْ اِلَی الْقَلْبَ و سِرْیا سَارِیَہ — فِیْہِ اَشْجَارٌ وَعَیْنٌ جَارِیَہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے — اس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

دِہ مرو دِہ مرد را احمق کُند — عقل را بے نور و بے رونق کُند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے — عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد — ایں نمیداند کہ روزی دِہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے — یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا روزی دیتا ہے

قولِ ۲ پیغمبر شنو اے مجتبیٰ — گورِ عقل آمد وطن در رُستا
اے برگزیدہ! پیغمبر کا قول سن لے — گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

ہر کہ روزے باشد اندر روستا — تابما ہے عقلِ اُو نا ید بجا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا — اس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

ہر کہ در رُستا کُند روزے و شام — تابما ہے عقلِ اُو نبُود تمام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گزار دے گا — ایک مہینہ تک اس کی عقل مکمل نہیں ہوگی

تابما ہے احمقی با اُو بُود — از خشیشِ دِہ جُز اینہا چہ رَوَد
ایک مہینہ تک حماقت اس کے ساتھ ہوگی — گاؤں کی گھاس سے اس کے علاوہ اور کیا ہو گا

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا — روز گارے باشدش جہل و عمیٰ
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا — اس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

۳ دِہ چہ باشد شیخِ کامل ناشد — دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ — جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

پیشِ شہرِ عقلِ کلی ایں حواس — چوں خرانِ چشم بستہ در خراس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس — آنکھیں پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں

۱ صحرائے گل۔ دنیا۔ کشاد۔ وسعت۔ ایمن آباد۔ دل کی دنیا مضبوط قلعہ ہے جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ دِہ۔ قلب کی دنیا بمنزلہ شہر اور خارجی دنیا بمنزلہ گاؤں کے ہے۔ نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

۲ قول پیغمبر۔ حدیث ہے مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفَا جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تابما ہے۔ گاؤں میں ایک دن گزارنے سے انسان ایک مہینہ کے لئے بے عقل ہو جاتا ہے اور اگر ایک مہینہ گاؤں رہ لیا تو تمام عمر بے عقل رہے گا۔

۳ دِہ چہ باشد۔ یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اتارتا ہے پیش شہر۔ شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولہو کا بیل ہے۔

ایں رہا کُن صورتِ افسانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر

روبہ بل دُردانہ[1] گندم دانہ گیر
جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے

گر بہ دُرّہ نیست ہیں بُرمی ستاں
اگر موتی کی طرف راستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے

گر بداں سُو نیست رہ ایں سو براں
اگر اس طرف راستہ نہیں ہے اس طرف چل پڑ

ظاہرش گیرارچہ ظاہر کژ بود
اس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو

عاقبت ظاہر سُوئے باطن برد
آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

اوّلِ ہر آدمی خود صورت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے

بعدازاں جاں کو جمالِ سیرت است
اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کے ست
ہر میوے کی ابتداء سوائے صورت کے کیا ہے

بعدازاں لذّت کہ معنی ویست
اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنی ہیں

۲ اوّلاً خرگاہ سازند و خرند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں

تُرک رازاں پس بمہماں آورند
اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتت خرگاہ واں معنی ست تُرک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہیں

معنیت ملاح واں صورت چو فلک
تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتن خواجہ و قومش سُوئے دہ

خواجہ اور اس کی قوم کا دیہات کی طرف جانا

ببرِ حق ایں را رہا کُن یک نفس
خدا کے لئے اب بات کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے

تاخیرِ خواجہ بجنباند جرس
خواجہ کی تاخیر گھنٹی ملائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا

برستوراں جانب دہ تاختند
جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

شادمانہ سُوئے صحرا راندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے

سافروا کے تغنموا ابر خواندند
سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

کز سفر بایندہ کیخسر و شود
سفروں کی وجہ سے یلام کیخسرو بن جاتا ہے

بے سفر ہا ماہ کے خُسر[3] و شود
بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر بیذق شود فرزینِ راد
پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے

از سفر یابید یوسف صد مراد
سفر سے حضرت یوسف نے سینکڑوں مرادیں پائیں

---

[1] دُردانہ۔ یعنی حکمت کی باتیں گر بہ بدر۔ اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہئے صورت سیرت کا وسیلہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پل ہے۔ اول۔ ہر انسان پہلے پتلہ بنا پھر اس میں روح آتی ہے۔ بعدازاں لذت۔ ابتداء پھل کی صورت بنتی ہے پھر اس میں لذت آتی ہے۔

۲ اولاً خرگاہ۔ اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہے تب مقصود حاصل ہوتا ہے جیسے۔ وہ گھنٹی جو ماہی کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ جہاز۔ سامان۔ ستوراں۔ ستور کی جمع ہے [illegible] مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَۃُ الظَّفَرِ سفر [illegible] کیخسرو۔ ایران کا مشہور شہنشاہ گزرا ہے۔

۳ خسر۔ جانہ ابتداء ہلال ہوتا ہے پھر بدر کامل بنتا ہے۔ اور سہ شطرنج کی گردان میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بن جاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔

روز[1] از روی از تاب خور می سوختند — شب ز اختر راہ می آموختند

دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے — رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیش ایشاں راہِ زشت — از نشاط دِہ شدہ رَہ چوں بہشت

بڑا راستہ ان کے لئے اچھا بن گیا تھا — گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

تلخ از شیریں لباں خوش می شود — خار از گلزار دلکش می شوَد

شیریں لب والوں سے لڑوا بھلا ہو جاتا ہے — چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

خَنظَلَ از معشوق خُرما می شود — خانہ از ہمخانہ صحرا می شوَد

معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بن جاتی ہے — گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

اے بسا از ناز نیناں خارکش — بر اُمید گلعذارے ماہ وش

بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں — گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے معشوق کی امید پر

اے بسا حمال گشتہ پُشت ریش — از برائے دلبرِ مہ روئے خویش

بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں — اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لئے

کردہ آہنگر جمالِ خود سیاہ — تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ

لوہار نے اپنا حسن کالا کیا — تاکہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

خواجہ[2] تا شب بر دکانے چار میخ — زانکہ سروے در دلش کرد است میخ

خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے — اس لئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں جڑ کر لی ہے

تاجرے دریا و خشکی میرود — آں بہ مہرِ خانہ شینے می دَوَد

ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے — وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مُردہ سودائے بُوَد — بر اُمید زندہ سیمائے بُوَد

جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے — وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

آں[3] درو گر روئے آوردہ بچوب — بر اُمید خدمت مہ روے خوب

وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے — خوبصورت ماہ رو کی خدمت کی امید پر

بَر اُمید زندہ کُن اجتہاد — کُونگر دو بعد روزے دو جماد

زندہ کی امید پر کوشش کر — جو دو روز کے بعد جماد بنے

مُونسے مگزیں کسے را از خسی — عاریت باشد دروآں مُونسی

کمینہ پن سے کمینہ کو دوست نہ بنا — اس میں وہ محبت عارضی ہے

---

[1] روز۔ یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ تلخ۔ مولانا چند مثالیں دے کر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بن جاتی ہیں۔ حنظل۔ اندرائن مشہور ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا۔ بہت سے نازک بدن محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ کردہ آہنگر۔ لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔

[2] خواجہ۔ انسان محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ نشینے۔ ہر کہاں۔ انسان اپنی دستکاریوں میں مردہ چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور ان کو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔

[3] آں درو گر۔ بڑھئی اور لوہار کی محبت فانی محبوب کے لئے ہے۔ جماد۔ یعنی مر کر مٹی بن جانا۔ عاریت فانی اشیا کی محبت عارضی ہے۔

اُنسِ[1] تو با مادر و بابا کُجاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے

گر بجُز حق مُونسانت را وفاست
اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنے والوں میں وفا ہے

اُنس تو بادا یہ ولا لاچہ شُد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی

گر کسے شاید بغیرِ حق غُصّد
اگر کوئی اللہ کے سوا قوت بازو ہونے کے لائق ہے

اُنسِ تو باشیر و باپستان نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی

نفرتِ تو از دبیر ستاں نماند
مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

آں شُعاعے بُود بر دیوارِ شاں
ان کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی

جانبِ خورشید وارفت آں نشاں
وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

برہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے

تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع
اے بہادر! تو بھی اس کا عاشق ہو جائیگا

عشقِ تو بر ہر چہ اُں موجود بُود
جس موجود پر تیرا عشق تھا

آں ز وصفِ حق چوز راند و دُود
وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

چوں[2] زرے با اصل رفت و مس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا

وَززریِ خویشتن مُفلس بماند
اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاقِ اُو براند
طبیعت بھر گئی تو اس کو طلاق دے دی

پشت بروے کرد و دست از وئے فشاند
اس کی طرف پیٹھ کر لی اس سے ہاتھ اٹھا لیا

اززر راند ودِ فصاتش پابکش
اس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹا لے

از جہالت قُلب را کم گوئی خوش
نادانی سے کھوٹے سکے کو کھرا نہ کہہ

کاں[3] خوشی در قلبہا عاریتی ست
اس لئے کہ کھوٹے سکوں میں حسن عارضی ہے

زیرِ زِینت مایہ بے زینتی ست
سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر زروئے قُلب درکاں می رود
سونا، کھوٹے سکے پر سے کان میں چلا جاتا ہے

سوئے کاں رو تو ہم کاں میرود
تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور از دیوار تا خور می رود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے

تو بداں خور رو کہ در خور می رود
تو اس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے

چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
جب تو نے پنالے سے وفا نہ دیکھی

[1] اُنس تو۔ ماں باپ کی محبت دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چند روزہ ہے۔ نفرت تو بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔

آں شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑ جاتا ہے اس لئے وہ محبوب بن جاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔ عشق تو۔ کائنات کا حسن عارضی ہے وہ محض اس بناء پر حسین ہیں کہ ان پر اللہ کے حسن کا پرتو پڑ گیا ہے۔

[2] چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو یہ عارضی حسن جاتا رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حسن جاتا رہتا ہے تو اس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زراندود۔ دنیا کی جن چیزوں پر ذات باری کے پرتو سے عارضی حسن ہے ان پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے۔

[3] کاں خوشی۔ کائنا کا حسن عارضی ہے عارض کے رفع ہو جانے پر ان کی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔

کاں۔ ذات باری۔ نور۔ دیوار پر عارضی چمک ہے لہٰذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہئے۔ زیں سپس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالہ سے وقتی طور پر پانی حاصل ہو سکتا ہے۔

مَعدنِ[1] دُنبہ نباشد دامِ گُرگ
دنبہ کی کان بھیڑیئے کا جال نہیں ہوتی ہے

کے شناسد مَعدنِ آں گرگِ سُتُرگ
وہ دنبا بھیڑیا کان کو کہاں پہنچتا ہے؟

زر گماں بُردند بَستہ در گرہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے

می شتابیدند مغز و راں بدہ
دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے

سُوئے آں دولاب چرخے می زوند
اس ریہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مُرغے می پَرید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اڑا جا رہا ہے

جانب دہ صَبر جامہ می دَرید
گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

ہر نسیمے کز سُوئے دِہ می وَزید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی

گویَا رُوح و رَواں می پرورید
گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

ہر کہ می آمد زِدہ از سُوئے اُو
جو گاؤں سے اس طرف آتا تھا

بوسہ میدادند مخوش بَر روئے اُو
اس کے منہ کو خوب چومتے تھے

کو تو رُوئے یارِ مارا دیدۂ
کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے

پس تو جانِ جانِ مارا دیدۂ
لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختنِ[2] مجنوں آں سگ را کہ مقیم کوئے لیلیٰ بود
مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو لیلیٰ کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے رامی نواخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا

بوسہ اش میداد پیشش می گداخت
اس کو چومتا اس پر جان نثار کرتا

گردِ اُو می گشت خاضع در طواف
عاجزی سے طواف میں اس کے چاروں طرف گھومتا تھا

ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ سرو پایش ہمی بوسید و ناف
کبھی اس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا

گہ جُلاب[3] شکّرش می داد صاف
کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام
ایک بیہودہ نے کہا اے ناقص پاگل

ایں چہ شیدست اینکہ می آری مُدام
یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پُوزِ سگ دائم پلیدی می خورد
کتے کی تھوتنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے

مَقعدِ خود را بلب می استرد
اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

[1] معدنِ دُنبہ۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی ذات باری۔ گرگ۔ یعنی دنیا دار انسان۔ دہ۔ خواجہ اور اس کی اولاد گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور یہ خیال لئے ہوئے تھے کہ مقصود ان کے ہاتھ آ چکا ہے۔ دولاب یعنی گاؤں پہنچ کر لطف اٹھائے گے۔ طلسم۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھاتا۔ ہر کہ۔ گاؤں کی طرف سے آنے والے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔

[2] نواختن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں سے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گرد او۔ مجنون کتے کا اسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

[3] جلاب۔ گلاب۔ یعنی اس کو قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔

عیبہائے سگ بسے اُومی شمرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا

عیبداں[1] از غیبداں بوئے نبرد
عیب جاننے والے غیب جاننے والے کا راز نہ پا سکا

گفت مجنوں ہمہ نقشی و تن
مجنون نے کہا تو مجسم نقش اور صورت ہے

اندر آ و بنگرش از چشمِ من
اندر آ اور اس کو میری آنکھ سے دیکھ

کایں طلسم بستہ مولیٰ ست ایں
کہ یہ طلسم مولا کا قائم کیا ہوا ہے

پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست ایں
یہ لیلےٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت
اس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ

کُو کُجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
کہ اس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانہ بنایا ہے

اُو سگِ فرخ رُخِ کہفِ من ست
وہ میرے غار کا مبارک رو کتا ہے

بلکہ اُو ہم دردو ہم لہفِ من ست
بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں مقیم ہے

خاکِ پایش بہ زشیرانِ عظیم
بڑے شیروں سے اس کے پیروں کی خاک بہتر ہے

آں سگے کہ باشد اندر کُوئے اُو
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں ہو

من بشیراں نے دہم یک موئے اُو
میں شیروں کے بدلے میں اس کا ایک بال کبھی نہ دے سکتا ہوں

آنکہ[2] شیراں مرتگانش را غلام
وہ ذات کہ شیر اس کے کتے کے غلام ہیں

گفت امکاں نیست خامش والسلام
بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

گرز صورت بگذرید اے دوستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے

جنت ست و گلستاں در گلستاں
جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی

صورتِ کُل را شکست آموختی
(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

بعدازاں[3] ہر صورتے را بشکنی
اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا

ہمچو حیدرؓ بابِ خیبر برکنی
حیدرؓ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

سَغبۂ صورت شبداں خواجہ سلیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا

کو بدہ می شُد بگفتارِ سقیم
جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

سوئے دامِ آں تملق شاد ماں
خوشامد کے اس جال کی جانب خوشی خوشی

ہمچو مُرغے سُوئے دانہ امتحاں
جیسا کہ پرندہ آزمائش کے دانہ کی جانب

[1] عیبداں۔ یعنی ملامت کرنے والا غیبداں۔ یعنی مجنون جو لیلیٰ کے کتے سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ از چشمِ من۔ یعنی لیلیٰ را بچشم مجنون بایدید۔ کایں طلسم یعنی یہ کتا۔ ہمتش۔ کتے کے ظاہر کو نہ دیکھ۔ اس کے ان اوصاف پر نظر کر۔ ہم کہف۔ ہمدرد۔ غمخوار۔ من بشیراں۔ یعنی اس کتے کا بال دیکر بھی شیروں کو نہیں خریدا جا سکتا۔

[2] آنکہ۔ جب مجازی محبوب کے کتے کے ساتھ یہ تعلق ہوتا ہے تو محبوب۔ حقیقی سے متعلق چیزوں سے کس قدر محبت ہونی چاہیے۔ گزر صورت۔ اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہو جائے تو پھر حقیقت کی جنت کی سیر کر سکتا ہے۔ صورت کل۔ اگر انسان اپنا بت توڑ دے تو پھر وہ بت شکنی کر سکتا ہے۔

[3] بعدازاں۔ خودی کو ختم کر کے حیدری قوت حاصل ہو سکی ہے۔ سَغبہ۔ خواجہ اور اس کی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی اسی لئے دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنسی۔ سوئے دام۔ اس دیہاتی کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کہ جال کا دانہ۔

از کرم دانست آں مُرغِ حریص — دانہ را بادام لیکن شُد محیص [1]
اس لالچی پرندنے منجملہ سخاوت جانا — دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

از کرم دانست مُرغ آں دانہ را — غلبتِ حرص ست نے جُود وعطا
پرند اس دانہ کو منجملہ سخاوت جانا — لیکن یہ تو انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مُرغکاں در طمعِ دانہ شاد ماں — سوئے آں تزویر پرّاں و دَواں
پرندہ دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی — اس مکر کی جانب اڑ اور دوڑ رہے تھے

گرز شادی ہاش آگاہت کُنم — ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کُنم
اگر میں تجھے ان کی خوشیوں سے باخبر کروں — اے رہرو میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کروں گا

مختصر کردم چو آمد دِہ پدید — خون نبود آں دِہ دِہِ دیگر گزید
میں نے مختصر کر دیا " جو گاؤں نظر آیا — یہ وہ گاؤں نہ تھا دوسرا گاؤں تھا

قُرب ماہے وہ بدہ می تاختند — زانکہ راہِ دہ نکوشنا ختند
تقریبا وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے — کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر [2] کہ در رہ بے قلاؤز ے رَوَد — ہر دو روزہ راہ صَد سالہ شوَد
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا — دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تاز وسُوئے کعبہ بے دلیل — ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہو گا — وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہو گا

ہر کہ گیر دپیشہ بے اوستا — ریشخندے شد بشہر و رُوستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشا اختیار کرتا ہے — وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں — کاوَمی سَر بَر زند بے والدیں
مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہو گی — کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مال [3] اُو یابد کہ کسبے می کُند — نادرے باشد کہ برگنجے زند
مال وہ پاتا ہے جو کماتا ہے — نادر ہوتا ہے کہ خزانہ مل جائے

مُصطفائے کو کہ جسمش جاں بُوَد — تا کہ رحماں عَلَّمَ القرآن بُوَد
مصطفی کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا — تاکہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا دے

اہل تن را جُملہ عَلَّم بِالقَلَم — واسطہ افراشت دَر بذل و کرم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا کا — واسطہ بنایا جود و عطا میں

[1] محیص۔ بچاؤ کی جگہ۔ از کرم۔ دیہاتی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا۔ تزویر۔ فریب۔ شاد یہاش۔ خواجہ کو اس دیہاتی کی باتوں سے کس قدر خوشی تھی۔ خود نبود۔ جس گاؤں میں پہنچ گئے وہ اس دعوت دینے والے دیہاتی کا گاؤں نہ تھا۔

[2] ہر کہ۔ جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلے گا اس کا یہی حال ہو گا جو اس خواجہ اور اس کے بال بچوں کا ہوا۔ ریشخند۔ یعنی کچھ حاصل نہ ہو گا اور وہ مضحکہ بن جائے گا۔ (زانکہ۔ اسباب ظاہر کے بغیر مقصد کو پہنچنا بالکل ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہو جانا۔

[3] مال۔ معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ مصطفیٰ۔ یہ آنحضور کی خصوصیت تھی کہ استاد کے بغیر براہ راست ذات خداوندی سے ان کو علوم حاصل ہوئے۔ اہل تن۔ عوام کو بذریعہ قلم ہی تعلیم دیہاتی ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے

چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ (چل)

اندراں[1] رہ رنجہا دیدند و تاب
اس راستہ میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی

چوں عذابِ مُرغِ خاکی اندر آب
جیسا کہ خشکی کے پرندے کی تکلیف پانی میں

سیر گشتہ از دہ و از روستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا

ورشکر ریزی چناں نا اوستا
اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

رسیدنِ خواجہ و قومش بدہ وناشناخت آوردن

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا اور دیہاتی کا ان کو اجنبی روستائی ایشانرا

اور نا آشنا ٹھہرانا

بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے

بینوا ایشاں ستوراں بے علف
وہ بے سر سامان اور چوپائے بغیر گھاس کے تھے

روستائی بیں کہ از بدنیتی
دیہاتی کو دیکھ کہ بدنیتی سے

می کُند بعد اللَّتیّا[2] وَالَّتی
چناں وچنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنہاں می کُند زایشاں بروز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے

تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

آنچناں رُو کہ ہمہ زُرق وشرست
ایسا چہرہ جو مجسم مکر اور شرارت ہے

از مُسلماناں نہاں اولیٰ ترست
مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

رُویہا باشد کہ دیواں چوں مگس
بہتر سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح

برسَرش بنشستہ باشد چوں حرس[3]
(اور) پہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھتے ہوتے ہیں

چوں بہ بینی رُوئے شاں در توفتند
جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چپٹیں گے

یا مبیں شاں چوں بدیدی خوش مخند
یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

دَرچناں رُوئے خبیثِ عاصیَہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں

گفت یزداں نَسْفَعًا بالنَّاصِیَہ
خدا نے فرمایا ہیں ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے

چوں پر سیدند و خانش یافتند
جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پالیا

ہمچوں خویشاں سُوئے دَر بشتافتند
اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

[1] اندراں رہ۔ گاؤں کے راستہ میں خواجہ اور اس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت۔ اس دیہاتی اور وہ گاؤں سے ان کو نفرت ہونے لگی۔ بعد ماہے۔ چونکہ گاؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرے لہٰذا ایک ماہ صرف ہو گیا۔

[2] اللَّتیّا وَالَّتی۔ چناں چنیں، اگر مگر اروئے۔ وہ دیہاتی دن میں چھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز۔ منہ آنچناں۔ یہ مولانا کا اپنا مقول ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے منہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔

[3] حرس۔ وہ شیطان اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ کیلئی کا کام نہ کر لے نَسْفَعًا قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے لنسفعا بالناصیہ ہم ضرور اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

دَرفر وبستند اہل خانہ اش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا

خواجہ اشد زیں کجروی دیوانہ وش
خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

لیک ہنگام دُرشتی ہم نبُود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا

چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سُود
تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ

بردرش ماندند ایشاں پنجبر وز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے

شب بسر ما روز خود خورشید سوز
رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج والا

نے زغفلت بود ماندن نے خَری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے

لیکن بود از اضطرار و بے زَری
لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

بالیمناں بستہ نیکاں ز اضطرار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہو گئے

شیر مُردارے خور داز جوعِ زار
بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام ۲
وہ شہری اس دیہاتی کو دیکھتا سلام کرتا

کہ فلانم مر مرا اینست نام
کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی
اس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے

یا پلیدی یا قرینِ پا کی
تو ناپاک ہے یا پاکی سے موصوف ہے

واہم روز و شب اندر صنع ہُو
میں دن رات اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا شیدا ہوں

ہیچکو نہ نیستم پروائے تو
مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودی خود ندارم ہم خبر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے

نیست از ہستی سَرِ مویم اثر
میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے

در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

گفت ۳ ایں دم با قیامت شد شبیہ
اس شہری نے کہا تو یہ وقت قیامت سے مشابہ ہو گیا

تا برادر شد یَفِرُّ مِنْ اَخِیْہ
کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو
وہ شہری اس دیہاتی کے لئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں تو نے

تو تہا خوردی زخوانِ من دو تو
میرے دسترخوان سے خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا

کُلّ سِرٍّ جاوَزَ الاثنین شاع
جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

۱ خواجہ۔ یعنی شہری۔ زیں۔ یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کر لینے سے۔ شب۔ بسرما۔ یعنی رات جاڑے میں گزرتی اور دن سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔ نے زغفلت۔ چونکہ ان کے پاس روپیہ پیسہ ختم ہو چکا مجبور دروازے پر پڑے رہے۔

۲ سلام یعنی سلام رکے اپنا تعارف کرانا۔ گفت باشد یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ واہم۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بھگارنے لگا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت بتانے لگا۔

۳ گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے لگا۔ لوتہا۔ لوت کی جمع ہے لذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان۔ یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کر دیا۔ کل۔ سر۔ اب یہ راز راز نہیں ہے سب جانتے ہیں۔

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا

نے رسیدت بے کراں احسانِ مَن
کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سِرِّ مہرِ ما شنید ستند خلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں

شرم[1] دارد رُو چو نعمت خورد حلق
جب حلق نعمت کھاتا ہے تو منہ شرماتا ہے

اُوہمی گفتش چہ گوئی ترّہات
وہ دیہاتی اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے

نے تُرا دانم نہ نام تو نہ جات
نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی

کاسماں از بارشش شد در شگفت
جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کاردانِ دَر استخواں
جب چھری اس کی ہڈی تک پہنچ گئی

حلقہ زَد خواجہ کہ مہتر[2] را بخواں
خواجہ نے کھنڈی بجائی کہ چوہدری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سُوے دَر
جب سینکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا

گفت آخر چیست اے جانِ پدر
بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں ہا بگذاشتم
خواجہ نے کہا میں نے سب حق چھوڑے

ترک کردم اُنچہ می پنداشتم
جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا

جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
میری عاجز جان نے اجاڑے اور تکلیف میں

یک جَفا از خویش و از یارو تبار
اپنے عزیز اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم

دَر گرانی ہست چوں سہ صَد ہزار
شدت میں تیس لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل ننہاد بر جَور و جفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا

جانش خوگر بود با مہر و وفاش
جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدّت ست
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے

ایں یقیں دان کز خلاف[3] عادت ست
یقین کر خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشید مہرت در زوال
خواجہ نے کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے

گر تو خونم ریختی کردم حلال
اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

اِمشب از باراں بمادہ گوشہء
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں یک گوشہ دیدے

تابیابی دَر قیامت توشہء
تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

[1] شرم دارد۔ اردو کی مثل ہے منہ کھائے آنکھ شرمائے۔ ترہات۔ خرافات' بیہودہ باتیں' جات۔ جائے تو۔ شگفت۔ تعجب۔ کاردانِ استخواں۔ انتہائی تکلیف حلقہ زد۔ کواڑ کی کنڈی بجائی۔

[2] مہتر۔ چوہدری یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی الحاح۔ خوشامد۔ گفت۔ خواجہ' شہری نے کہا۔ پنج سال۔ یعنی یہ مصیبت ناک ایک دن ایک سال کے برابر تھا۔ تبار۔ خاندان۔

[3] خلاف عادت۔ عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف دہ نہیں رہتا ہے۔ گوشہ۔ یعنی کوئی ایسی جگہ۔ جس میں ہم بارش سے بچ کر لیٹ جائیں۔

گفت یک گوشہ است آنِ باغباں[1] — ہست آنجا گرگ را اُو پاسباں
دہاتی نے کہا باغبان کی ایک جگہ ہے — وہاں وہ بھیڑیئے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہرِ گرگ — تا زند گر آید آں گرگِ سترگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لئے تیر و کمان رہتا ہے — تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جا آنِ تُست — ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست
اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے — ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

گفت صد خدمت کنم تو جائے دِہ — واں کمان و تیر درد ستم بنہ
اس خواجہ نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیئے — وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارسِ رز گنم — گر بر آرد گرگ سر تیرش زنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا — اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

بہرِ حق مگذار م امشب اے دو دل — آبِ باراں بر سر و در زیرِ گل
اے شکی! خدا کے لئے آج رات مجھے اس جگہ نہ چھوڑ — بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشۂ خالی بدو اُو با عیال — رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے — اس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

مُلخ بر ہم گر گشتہ سوار — از نہیبِ سیل اندر کنجِ غار
وہ مُنڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے — غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کائے خدا — ایں سزائے ما سزائے ما سزا[2]
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا! — یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شد یارِ خساں — یا کسی کرداز برائے ناکساں
یہی اس کا سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو — یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمع خام — ترک گوید خدمتِ خاکِ کرام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں — شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

خاک[3] پاکاں لیسی و دیوارِ شاں — بہتر از عام ورز و گلزارِ شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا — بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

بندۂ یک مردِ روشندل شوی — بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا — اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ

[1] باغباں۔ یعنی مال کی کوٹھری ہے جس میں وہ رات کو رہ کر بھیڑیئے سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت۔ یعنی بھیڑیئے کی دیکھ بھال۔ حارسی۔ نگرانی۔ رُز۔ انگور کی بیل۔ وہ دل۔ متردد۔ شکی۔ چون مُلخ۔ ٹڈی دل میں ٹڈیاں تہ بہ تہ ہوتی ہیں۔ نہیب خوف کنج۔ گوشہ۔

[2] سزا۔ بدلہ۔ سزا۔ لائق۔ کسی شرافت' انسانیت۔ ایں سزا۔ جو بزرگوں کی صحبت چھوڑ کر دنیا دار کی طرف بھاگتا ہے وہ نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا جیسا کہ یہ خواجہ شہری۔

[3] خاک۔ بزرگوں کی صحبت میں تکلیف اٹھانا دنیا داروں کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔

از مُلوکِ خاک جُز بانگ دُہُل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے

تو نخواہی یافت اے پیکِ اِسُبل
تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے

شہریاں خود رہزناں نسبت بروح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں

روستائی کیست گیج بے فتوح
دیہاتی کیا ہے بے فیض گنوار

ایں سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر

بانگِ غولے آمدش بگزید نقل
اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اتاری

چوں پشیمانی ز دل شُد تا۲ شِغاف
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی

زاں سپس سُودے ندارد اعتراف
اس کے بعد غلطی کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا

بعدازاں سُودش ندارد آہِ سَرد
اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ اُو
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں

گرگ را جویاں ہمہ شب سُو بسُو
ادھر اُدھر تمام رات بھیڑیئے کو ڈھونڈتا رہا

گرگِ خود بروے مُسلّط چوں شرر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا

گرگ جویاں وز گرگ اُو بیخبر
وہ بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیئے سے بیخبر تھا

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ
ہر مچھر اور ہر پسو بھیڑیئے کی طرح بن گیا تھا

اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ
جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

فرصتِ۳ آں پشہ راندن ہم نبود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی

از نہیبِ حملۂ گرگِ عَنُود
کمینے بھیڑیئے کے حملے کے ڈر سے

تانیاید گرگ آسیبے زند
تاکہ بھڑیا نہ آ جائے (اور) نقصان پہنچائے

روستائی ریشِ خواجہ برکند
(اور) دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

آنچنیں دنداں زناں تانیم شب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے

جان شاں از ناف می آمد بلب
ان کی جان ناف سے لبوں تک آ رہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتہ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیئے کی صورت نے

سَر برآور داز فرازِ پُشتہ
ٹیلے کے پیچھے سے سر ابھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ زشست
اس خواجہ نے تیر چلہ سے چھوڑا

زد براں حیواں کہ تا اُفتاد پست
اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

---

۱ پیک سبل۔ مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاں۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ روح۔ یعنی سالک درویش۔ روستائی۔ دیہاتی۔ گیج۔ احمق، پریشان دماغ بے فتوح۔ بے فیض۔ چوں۔ انتہائی شرمناک کام کرنے کے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔

۲ شغاف۔ وہ پردہ جس میں دل لپٹا ہوا ہے، دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ گرگ۔ یعنی ہر مچھر اور پسو اس کے لئے بھیڑیا تھا لیکن وہ ان کی پروا کئے بغیر بھیڑیئے کی تلاش میں تھا۔ کیک۔ پسو۔

۳ فرصت۔ بھیڑیئے کے خوف سے بھیڑیئے کی جستجو میں اس قدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پسو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ تمثال۔ تصویر، شبیہ۔ چھوٹا ہوا آزاد۔ پشتہ۔ ٹیلا۔

اندر افتادن ز حیواں باد جست ۱
دہستایئے ہائے کرد و کوفت دست

گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا
دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ سر پر مارا

نا جوانمرد اکہ خر کُرّہ من ست
گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن ست

اے نامرد! میرے گدھے کا بچہ ہے
(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

اندر و اَشکال گرگی ظاہر ست
شکل اُواز گرگیِ اُو مخبر ست

ان میں بھیڑیے پن کی صورت واضح ہے
اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

گفت نے بادے کہ جَست از فرجِ وے
می شناسم ہمچناں کابے زمے

اس دیہاتی نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے
میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

کُشتۂ خر کُرّہ ام را در ریاض
کہ مبادت بسط ۲ ہرگز ز انقباض

تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا
(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی نصیب نہ ہو

گفت نیکو تفحص کُن شب ست
شخصہا در شب زناظر محجب ست

اس خواجہ نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے
رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

شب غلط بنماید و مُبدَل بسے
دیدِ صائب شب ندارد ہر کسے

رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے
رات میں ہر مخلص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

ہم شب و ہم ابر ہم بارانِ ژرف
ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف

رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی
یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

گفت ایں بر من چو روزِ روشن ست
من شناسم بادِ خر کُرّہ من ست

اس دیہاتی نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ہے
میں پہچانتا ہوں یہ میرے گدھے کا بچہ کا گوز ہے

درمیانِ بست بادآں بادرا
می شناسم چوں مسافر زادرا

بیسوں ہواؤں میں اس ہوا کو
میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

خواجہ بَرجست و بیامد تا شگفت ۳
دہستائی را گریبانش گرفت

خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا
دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

کاہلہِ طرّا رشید آوردۂ
بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ

کہ بیوقوف گروکٹ تو نے مکر کیا ہے
بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

در سہ تاریکی شناسی بادِ خر
چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر

تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے
اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

۱ باد جست۔ اس کے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ کُرّہ۔ بچھیرا۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔ فرج۔ شرمگاہ۔ ریاض۔ روضہ کی جمع ہے باغ۔

۲ بسط۔ کشادگی۔ انقباض۔ تنگی۔ تفحص۔ جستجو۔ محجب۔ محجوب۔ مخفی۔ گفت۔ دیہاتی نے کہا۔ زاد۔ مسافر کا توشہ۔

۳ شگفت۔ صبر۔ لبالب۔ بیوقوف طرار۔ جیب تراش۔ شبہ۔ مکر۔ بنگ۔ بھنگ۔ خیرہ سر۔ دیوانہ

آنکہ داند نیم شب گو سالہ را
جو آدھی رات میں بچھڑے کو پہچان لے

چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را
وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

خویشن را عارف[1] و وَلِہ کُنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے

خاک در چشمِ مُروّت می زنی
مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے

در دلم گنجا بجز اللہ نیست
میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

انچہ دی خوردم از انم یاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے

ایں دل از غیرِ تحیّر شاد نیست
یہ دل مقام حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

عاقل و مجنونِ خُم یا دآر
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ

در چنیں بیخویشیم معذور دار
اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مُردارے خورد یعنی نبیذ
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے

شرح اُو را سُوئے معذوراں کشید
شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مَست و بنگی را طلاق[2] و بیع نیست
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع معتبر نہیں ہے

ہمچو طفلِ ست اُو معاف و مطلقے ست
وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مَستی کایدز بُوئے شاہِ فرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو

صد خُم مے در سَر و مغز آں نکرد
شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

پس بر اُو تکلیف چوں باشد روا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا؟

اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

با ربر گیرند چوں آمد عَرَج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں

گفت حق لَیسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَج[3]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لَیسَ عَلَی الْاَعْرَجْ حَرَج
اسی طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے

نیست رنجے چوں عمی و چوں عرج
اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی مصیبت نہیں ہے

بارکہ نہد در جہاں خرگرّہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟

درس کہ دہد پارسی بُومرّہ را
فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سُوئے خود اعمٰی شدم از حق بصیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں

پس معافم از قلیل و از کثیر
تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

[1] عارف۔ خدا کی معرفت والا۔ فریفتہ، عاشق۔ انچہ۔ یہ بھی دیہاتی کا مقولہ ہے۔ تحیر۔ حیرانی۔ عاقل۔ یہ بھی دیہاتی کا قول ہے۔ نبیذ۔ یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے۔

[2] طلاق۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے۔ مطلق۔ یعنی تکالیف سے آزاد شاہِ فرد۔ اللہ تعالیٰ۔ اسپ ساقط گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ عرج۔ لنگڑا پن۔

[3] خرج۔ تنگی، گناہ اعرج۔ لنگڑا۔ بُومرّہ۔ شیطان کی کنیت ہے۔ سُوئے خود یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں معاف بخشا ہوا۔ درگزر کیا ہوا۔

لافِ درویشی زنی و بیخودی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے

ہائے و ہوئے عاشقانِ ایزدی
اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے وہو کرتا ہے

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں

اِمتحانت [1] کرد غیرت اِمتحان
غیرت خداوندی نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خرکرّہ چنیں رسوات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا

ہستیِ نفی ترا اثبات کرد
تیری ہستی کی نفی کے جھوٹ کا اثبات کر دیا

اینچنیں رُسوا کند حق شید را
اللہ تعالیٰ مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے

اینچنیں گیرد رمیدہ صَید را
بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

صد [2] ہزاراں امتحانست اے پدر
ہر کہ می گوید من شدم سَر ہنگِ دَر
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں اس کے لئے
جو یہ کہے میں اللہ کے در کا سپاہی ہوں

گرنداند عامّہ اُورا امتحاں
پختگانِ را جو یندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے
لیکن راہِ حق کے پختہ کار اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

اشارت در شناختنِ مُدّعی کماں را صاحب کمال
مدعی کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو
وگزافِ غلط از عوام
پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کُند دعویٰ خیاطی کسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے

افگند در پیشِ اُوشہ اطلسے [3]
بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دے دیتا ہے

کہ ببرایں را بغلطاقِ فراخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے

ز امتحاں پیدا شود اُورا دو شاخ
(اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

گر نبودے اِمتحانِ ہر بَدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا

ہر مُخنّث درِ وغا رُستم بُدے
جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مُخنّث راز رہ پوشیدہ گیر
ہیجڑے کو زندہ پوش فرض کر

چوں بہ بیند زخم اُو گردد اسیر
جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

مستِ مے ہُشیار چوں شد از دَبور
پچھوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہوشیار ہو گیا

مستِ حق ناید بخود از نفخ صُور
اللہ کا مست صور پھنکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

[1] امتحانت۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ نفی۔ یعنی تو مقام فنا میں پہنچنے کا دعویٰ کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔

[2] صد ہزار۔ جب کوئی عشقِ الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے اس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگان۔ خاصانِ خدا۔ دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ خیاطی۔ درزی پن۔

[3] اطلس۔ ایک ریشمی کپڑا ہے۔ غلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی ان کا صحیح یا غلط ہونا۔ چون ببیند۔ زخم لگنے پر ہتھیار ڈالا دیتا ہے اور اپنے آپ کو قیدی بنا دیتا ہے۔ دبور۔ پچھوا ہوا۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی

دُوغ[1] خوردی دُرغ خوردی دُوغ دُوغ
تونے چھاچھ پی ہے تونے چھاچھ پی ہے چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جُنیدؒ و بایزیدؒ
تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنالیا

رو کہ نشناسم تبر را از کلید
کہتا ہے جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

بد رَگی و مَنبلی و حِرص و آز
بد ذاتی ' اور کاہلی اور حرص اور لالچ کو

چوں کنی پنہاں بہ شید اے مکر ساز
اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپا لے گا

خویش را منصورِ حلاجؒ کنی
اپنے آپ کو منصور حلاجؒ بناتا ہے

آتشے در پنبہ یاراں زَنی
دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ بشناسم عمرؓ از بولہب
کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں

بادِ خَر گُرّہ شناسم نیم شب
گدھے کے بچے کا گوز آدھی رات میں پہنچا لیتا ہوں

اے خرے کایں از تو خر باور کند
اے گدھے تیری ان باتوں پر گدھا یقین کرسکتا ہے

خویش را بہرِ تو کور و کر کند
جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنالے

خویش را از رہرواں[2] کمتر شمر
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ

تو حریفِ رہزنانی کہ مخور
تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے ' گھاس نہ کھا

باز پَر از شید و سُوئے عقل تاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ

کے پرد بر آسماں پرِّ مجاز
نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی
عشق باد یوسیا ہے باختی

تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنالیا ہے
لیکن دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوقِ را در رستخیز
دو بدو بند ندو پیش آرند تیز

قیامت میں عاشق اور معشوق کو
اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

توچہ خودرا گیج و بیخود کردۂ
خونِ رَز کو خون مارا خوردۂ

تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے
انگور کا خون کہاں ' تو نے ہمارا پیا ہے

رو کہ نشناسم[3] ترا از من بجہ
عارفِ بیخویشم و بہلول دِہ

جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ
میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

تو تو ہم می کُنی از قُربِ حق
کہ طبق گرد و رنبوَد از طبق

تو اللہ تعالیٰ کے قرب کا گمان کرتا ہے
کہ طباق بنانے والے ' طباق سے دور نہیں ہوتا ہے

[1] دُوغ۔ چھاچھ۔ رو۔ یعنی تو کہتا ہے جاؤ مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔ منبلی۔ سستی۔ کاہلی۔ منصورؒ۔ یہ بزرگ روئی دھننے کا پیشہ کرتے تھے سامی لئے حلاج کہلاتے تھے۔ پنبہ یاراں۔ یعنی دوستوں کے حقوق۔ کور و کر۔ یعنی بغیر سنے اور دیکھے تیری تصدیق کرتا رہے۔

[2] رہرواں۔ سالکین۔ حریف ہم پیشہ۔ کہ مخور۔ بکواس نہ کر۔ پر۔ مجاز۔ مصنوعی پر۔ عاشق و معشوق۔ یعنی شیطان اور اس کے پجاری۔ گیج۔ دیوانہ' احمق۔ خونِ رز۔ انگور کا خون یعنی شراب۔

[3] رو کہ نشناسم۔ یہ بھی اسی دیہاتی کا قول ہے۔ بہلول۔ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ کہ طبق۔ یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو لامحالہ اس سے قرب حاصل ہے۔

ایں نمی بینی کہ قُربِ اولیا — صد کرامت دارد و کاروکیا [1]
تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیا کا قرب — سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن از داؤد موے می شود — موم در دستت چو آہن می بُود
حضرت داؤد کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے — تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قُربِ حق و رزق بر جُملہ بست عام — قُرب وحیِ عشق دارند ایں کرام
اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے — یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

قُرب بر انواع باشد اے پدر — میزند خورشید بر کُہسار و زَر
بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں — سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

لیک قُربے ہست با زَرشید را [2] — کہ ازاں نبُود خبر مر بیدرا
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے — کہ بید کے درخت کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خُشک و تر قریبِ آفتاب — آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے — سورج دونوں تا کب پردہ رکھتا ہے

لیک کو آں قُربتِ شاخِ طری — کہ ثمار پختہ از وے می خوری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت ہے — کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

شاخِ خُشک از قُربتِ آں آفتاب — غیر زُو تر خُشک گشتن گو بیاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو — اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

بنگر ایں کاں شاخِ خشک از قربِ خور — غیر خشکی می بَرد چیزے دگر
یہ دیکھ کر سورج کے قرب سے اس خشک شاخ کے — سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں [3] مستے مباش اے بے خرد — کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد
اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن — کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند — عقلہائے پختہ حسرت می برند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں — پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر — گر تو زاں مے شیر گیری شیر گیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے — اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیال جام ہیچ — ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پیا — حقائق کے مستوں کی طرح نہ بیٹھ

[1] کارو کیا۔ شان و شوکت یعنی اولیاء کا قرب محض خالق مخلوق والا قرب نہیں ہے وہ خاص قرب ہے۔ آہن حضرت داؤد کو جو قرب الٰہی حاصل تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ قُربِ حق۔ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہے اور اپنی رزاقیت کے اعتبار سے بھی سب سے قریب ہے یہ قرب تو سب ہی کو حاصل ہے۔ کرام۔ جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں۔ ان کو عشق کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

[2] شید۔ خورشید کا مخفف ہے۔ بید۔ بے پھل درخت سے دوسرے درختوں کے پھل سورج کے قرب سے پکتے ہیں بید کو اس قرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے کہ ثمار۔ تر شاخ پر سورج کی وجہ سے پھل آتے ہیں اور پکتے ہیں۔ شاخ خشک۔ خشک شاخ کو سورج کا قرب اور خشک کر دے گا۔

[3] آنچناں مستے۔ یہ غیر واقعی مستی کا اظہار شرمندگی کی موجب ہوگا بلکہ۔ کاملین کی دیوانگی عقلمندوں کے لئے باعث رشک ہے۔ موش پیر یعنی دنیا کی ناقص دولت۔ مے۔ یعنی عشق۔ شیر گیر۔ یعنی معارف الٰہیہ۔ اے نخوردہ۔ جام حقیقت پیا تو درکنار اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا۔

می فتی آنسو وایں سُو مست وار
تو مستوں کی طرح ادھر ادھر کو گرتا ہے

اے تو ایں اِسُو نیستت آنسُو گزار
اور تو ادھر کا ہے، تیرا ادھر گزرا بھی نہیں ہے

گر بداں سُو راہ یابی بعدازاں
اگر اس کے بعد تو اس طرف راہ یاب ہو جائے

گہ بدیں سو گہ بداں سُو سَر فشاں
کبھی ادھر کو کبھی ادھر کا سر جھٹک

جُملہ ایں سُوئی ازاں سُو گپ مزن
تو بالکلیہ اس جانب کا ہے اس جانب کی گپ نہ مار

چوں نداری موت ہرزہ جاں مکَن
جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری نہ کر

آں خضر جاں کز اجل نہر اسد اُو
وہ خضر کی جان والا اجل سے نہ گھبرائے

شاید ار مخلوق رانشناسد اُو
اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اس کے لئے مناسب ہے

کام از ذوقِ تو ہم خوش کُنی
درد می در خیک خود پُرش کُنی

وہی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے
تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اس کو پر کر رہا ہے

پس بیک سُوزن ہی گردی زباد
آنچنیں فربہ تنِ لاغر مباد

تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا
کمزور بدن والا اس طرح کا فربہ نے بنے

کوزہا سازی زبرف اندرشتا
کے کُند چوں تاب بیند آں وفا

تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے
وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا۔

۱ ایں سو۔ عالم ناسوت۔ آنسو۔ عالم ملکوت۔ گر بداں سو۔ اگر انسان حقیقت تک پہنچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے چوں نداری۔ جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ آں خضر جاں۔ یعنی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲ خیک۔ مشک۔ پس۔ مست حق کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا فرضی شیخ کی حقیقت معمولی تکلیف واضح کر دیتی ہے۔ کوزہا۔ برفانی ملکوں میں موسم سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔

۳ شغال۔ گیدڑ۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرضی شیخ کی مثال اس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونے کا دعوی کر دیا تھا۔ درنگ۔ تاخیر طاؤس۔ مور۔ علیین۔ جنت۔ بور۔ لال۔

افتادنِ شغال ۳ دَرخم رنگ و رنگیں شدنِ وے ودعوائے طاؤسی نمودن درمیانِ شغالانِ دیگر

گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعوی کرنا

آں شغالک رفت اندر خُمِ رنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں (گر) گیا

اندراں خُم کرد یک ساعت درنگ
وہ اس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ
پھر نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی

کہ منم طاؤسِ علیّین شدہ
اس نے کہا کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشمِ رنگیں رونقِ خوش یافتہ
رنگیا بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی

آفتاب آں رنگہا بر تافتہ
سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سُرخ و سبز و بور و زرد
اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا

خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

جُملہ گفتند اے شغالک حالِ چیست — کہ تُرا در سر نشاطے مُلتویست!
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرے کیا حال ہے؟ — کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

از نشاط ازما کرا نہ کردۂ — ایں تکبّر از کُجا آوردۂ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے — تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیش اُوشد کاے فلاں — شید کر دی تا شدی از خوشدلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے — تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوشدل بن گیا

شید کر دی تا بہ منبر برجہی — تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی
تو نے مکر کیا تاکہ تو منبر پر چڑھے — تاکہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

بس بکوش یدی ندیدی گرمیئے ۲ — بس زشید آوردۂ بے شرمیئے
تو نے بہت کوشش کی لیکن گرمی نہ دیکھی — تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

صدق و گرمی خود شعارِ اولیاست — باز بے شرمی پناہِ ہر دغاست
سچائی اور گرمی اولیاء کا شعار ہے — پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفات خلق سُوئے خود کشند — کہ خوشیم واز دروں بس ناخوشند
تاکہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں — کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

چَرب کردنِ مردِ لافی لب و سَبلَت خود را ہر بامداد
ایک شیخی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چربے سے چکنا

بپوست دُنبہ و بُرواں آمدن میانِ حریفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام
کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دُنبہ ۳ پارہ یافت شخصے مُستہاں — ہر صَباحے چرب کردے سَبلتاں
ایک ذلیل شخص نے دنبہ کی کھال کا ٹکڑا پا لیا — ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

درمیانِ مُنعماں رفتے کہ مَن — لُوت چربے خوردہ ام دَر انجمن
مالداروں میں جاتا کہ میں نے — ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

دَست برسَبلت نہادے دَر نوید — رَمز یعنی سوئے سَبلت بنگرید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہے — اشارہ تھا یعنی مونچھیں دیکھو

کایں گواہِ صدقِ گفتارِ من ست — ویں نشانِ چَرب و شیریں خوردنست
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں — اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کی علامت ہے

۱ مُلتوی۔ لپٹنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تا بہ منبر۔ چونکہ مولانا نے گیدڑ سے بناوٹی شیخ مراد لیا ہے لہٰذا اس کے لئے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔
۲ گرمیئے۔ یعنی حقیقی عشق کی گرمی۔ شعار۔ علامت نشان۔ چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی حالت کو اس شیخی خورے کی حکایت سے سمجھایا ہے جس کا باطن خالی ہے۔ ظاہر چکنا چپڑا ہے۔
۳ دنبہ۔ چکدی۔ مُستہاں۔ ذلیل۔ سُبلتاں۔ دونوں مونچھیں۔ منعماں۔ مالدار لوگ۔ لوت چربے چکنی غذا۔ رمز۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ ان کی چکنائی میری گواہ ہے۔

اِشکمش گفتے جواب بے طنین
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا

کہ اَبَادَ اللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

لافِ تو مارا برآتش بَرنہاد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے

کاں سِبالِ چَربِ تو برکندہ باد
خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑیں

گرنبودے لافِ زشتت اے گدا
اے بھکاری! اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی

یک کریمے رحم آوردے بما
تو کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

راست گرگفتی وکج کم باختی
اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا

یک طبیبے داروئے ما ساختی
تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

وَر نمودی عیب و کم کردی جفا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا

ہم بُدے مہمانیِ یک آشنا
کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

گفت۲ حق کہ کج مجنباں گوش و دم
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا ہلا

یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ
سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا

کہف اندر کژ مخُسپ اے محتلم
اے بے غسلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہو

انچہ داری وَا نُما و فَاسْتَقِمْ
جو کچھ حالت ہے ظاہر کردے پھر سیدھا چل

وَر نگوئی عیب خود بارے خمُش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ

از نمائش وزدغل خودرا مکُش
ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاکت نہ کر

برسبالِ۳ چرب خود تکیہ مکُن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر

زانکہ گربہ بُرد دُنبہ بے سخن
اس لئے کہ بلی بلاشبہ چکدی لے گئی ہے

گرتو نقدے یافتی مکُشادَ ہاں
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر

ہست درہ سنگہائے امتحاں
راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

سنگہائے امتحاں رانیز پیش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی وہ پیش ہیں

امتحانہا ہست در اَحوالِ خویش
اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

گفت یزداں از ولادت تا نحسین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک

یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَرَّتَیْن
اور ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

اِمتحاں بر اِمتحانست اے پدر
بابا! آزمائش پر آزمائش ہے

ہیں بکمتر اِمتحاں خود را مخر
خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

۱ اشکمش۔ اس کا پیٹ لاؤ تو مونچھوں کی چکنائی اور شیخی کی وجہ سے سب اعضاء بھوکے رہے تو انہوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال۔ سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوکا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

۲ گفت حق۔ بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو غلط بیانی نہ کرنی چاہئے سچوں کو ان کی سچائی لامحالہ مفید ہوتی ہے کہ بُرائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے ورنگوئی۔ اگر انسان کا باطن برا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی تو نہ مارے۔

۳ برسبال۔ مصنوعی نیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہوگی تو رسوائی ہو گی جیسا کہ شیخی خورے کے واقعہ میں بیان ہوا کہ چکدی کو بلی لے گئی تو وہ رسوا ہوا۔ گرتو۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرتا پھرے سنگہائے امتحان۔ یعنی اولیاء اللہ جو کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود ان کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حین۔ موت۔ یُفْتَنُوْنَ۔ یہ آیت اگرچہ منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس طرح کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحاں۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے کسی اولیٰ آزمائش میں پورا اترنے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہئے۔

زامتحانات قضا ایمن مباش — ہیں زرسوائی بترس اے خواجہ تاش
تقدیرِ خداوندی کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو — اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

ایمن بودن بلعمِ باعور کہ امتحان کرد حضرتِ عزت
بلعم باعور کا مطمئن ہو جانا کہ خدا نے اس کا امتحان کر لیا ہے

اُو را واز انہا رو آمدہ بود
اور اس سے وہ ثابت ہوا تھا؟

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعیں — ز امتحانِ آخریں گشتہ مہیں
بلعم باعور اور ملعون شیطان — آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

زانکہ بودند ایمن از مکرِ خدا — کامتحانہا رفت اندر ماضی
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے — کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارِشاں — این شنیدہ باشی از اخبارِ شاں
انجام کار وہ رسوا ہو گئے — تو نے ان کی خبروں میں یہ بات سنی ہو گی

اُو بدعویٰ میلِ دولت می کند — معدہ۲ اش نفرینِ سبلت میکند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے — اس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کند پیدائش کن — سوخت مارا اے خدا رسواش کن
اے خدا جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے — اے خدا اس نے ہمیں جلا ڈالا اس کو رسوا کر دے

جملہ اجزائے تنش خصم وبند — کرز بہارے لافد ایشاں در دمند
اس کے جسم کے سب اعضا اس کے دشمن ہیں — موسم بہار کی شیخی مارتا ہے وہ موسم خزاں میں ہیں

لاف۳ وا دادِ کرمہامی کند — شاخ رحمت راز بن بری کند
شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے — رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آریا خاموش کن — وانگہاں رحمت ببین و نوش کن
سچ بول یا چپ رہ — تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصمِ سبالِ اُو شدہ — دستِ پنہاں در دُعا اندر زدہ
وہ پیٹ اس کی مونچھوں کا دشمن بنا — چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کاے خدا رسوا کن ایں لاف لحام — تا بجنبد سوئے ما رحمِ کرام
کہ اے اللہ کمینوں کی اس شیخی کو رسوا کر دے — تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

۱ خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔ ایمن بودن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہو گئے اور تباہ ہوئے۔ لعین۔ ذلیل، حقیر۔ ماضی۔ گزشتہ زمانہ۔ لوبدعویٰ۔ نصیحتیں کرنے کے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصہ شروع کیا ہے۔

۲ معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا اس لئے مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔ دردبند۔ یعنی درزمانہ ماہ دے اندوے خزان کا مہینہ ہے۔

۳ لاف۔ انسان کی شیخی، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال۔ مونچھیں۔ لحام۔ لئیم کی جمع۔ کمینہ۔

مُستجاب[1] آمد دعائے آں شکم — سوزشِ حاجت بزد بیروں علَم
اس پیٹ کی دعا مقبول ہوئی — محتاجی کی جلن نے جھنڈا ابھارا

گفت حق گر فاسقی واہلِ صَنم — چوں مرا خوانی اجابتہا کُنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بت پرست — جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا

تو دعا راسخت گیروی شخول — تو مشو ہیچ از دُعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو — تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

بُردنِ گربہ دُنبہ را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلی کا دنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت[2] درسپُرد — گربہ آمد پوستِ آں دُنبہ بُرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا — بلی آئی ' دنبہ کی کھال لے بھاگی

از پس گربہ دوید اُومی گریخت — کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت
بلی کے پیچھے دوڑا وہ بھاگ گئی — اس کے غصے کے ڈر سے بچہ کا رنگ بدل گیا

آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد — آبروئے مردِ لافی را بُرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا — اس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

گفت آں دُنبہ کہ ہر صبحی بداں — چرب میکرد ے لباں و سَبلتاں
کہنے لگا کہ وہ دنبہ کی کھال جس سے ہر صبح کو — وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

گربہ آمدنا گہانش دَر ربود — بس دویدیم و نکردآں ہیچ سود
بلی آئی اور اچانک اس کو لے بھاگی — میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

پہلواں[3] درلاف گرم و ذوقناک — چوں شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں — جب یہ قصہ سنا رنج سے ہلاک ہو گیا

مُنفعِل شُد درمیانِ انجمن — سَرفرو بُرد و خمش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا — سر جھکا لیا ' اور بات سے خاموش ہو گیا

خندہ آمد حاضراں را از شگفت — رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی — ان کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

دعوتش کردند و سیرش داشتند — تخمِ رحمت درزمینش کاشتند
انہوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا — مہربانی کا بیج اس کی زمین میں بو دیا

[1] مُستجاب۔ قبول شدہ۔ شخول۔ امر کا صیغہ ہے شخولیدن۔ رونا چلانا۔
[2] حضرت۔ دربار خداوندی۔ رنگ ریخت۔ یعنی لڑکا بلی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن۔ یعنی وہی مجمع جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ شیخی بگھارنے والا' کہی۔ گفت یعنی بچہ نے اپنی سادگی سے سارا قصہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔
[3] پہلواں۔ یعنی وہی شیخی خورا۔ اس قصہ یعنی یہ بات کہ بچے نے مجلس میں جا کر راز کہہ دیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی ان کو اس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔

اُوچو ذوقِ[1] راستی دید از کرام — بے تکبر راستی راشد غلام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا — بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشۂ خود کن مُدام — تاشوی در ہر دو عالم نیکنام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنا لے — تاکہ تو دونوں جہان میں نیکنام ہے

دعویِ طاؤسی کردنِ آں شغال کہ در خُمِ صَبّاغ افتادہ بُود
اس گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ کرنا جو رنگریز کے مسلکے میں گر گیا تھا

آں شغال رنگ رنگ اندر نہفت — بر بنا گوشِ ملامت گر بگفت
اس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے — ملامت گر کے کان کی لو کے پاس جا کر کہا

بنگر آخر در من و در رنگِ من — یک صنم چوں من ندارد خود شمن
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ — پجاری بھی ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش — مر مرا سجدہ کن از من سَر مکش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں — مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّ و فرّ و آب و تاب و رنگ بیں — فخرِ دنیا خواں مرا و رُکنِ دیں
شان و شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ — مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مَظہرِ لُطفِ خدائی گشتہ ام — لَوح[3] شرحِ کبریائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں — اللہ کی بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال — کے شغالے را بُود چندیں جمال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو — کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کہاں ہوتا ہے؟

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع — ہمچو پروانہ بگردا گردِ شمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے — جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خواہی گفت بگواے جوہری — گفت طاؤسِ نری چوں مشتری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟ — اس نے کہا نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہے

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں — جلوہا دارند اندر گلستاں
تو انہوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور — باغ عالم ملکوت میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کُنی گفتا کہ نے — بادیہ نارفتہ چوں گوید منے
تو ایسا جلوہ دکھائے گا اس نے کہا نہیں — جو کسی جنگل میں نہ گیا ہو وہ منی کی کیا بات کرے

[1] ذوق راستی۔ یعنی سچی بات کو شرفا پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہو گیا۔
[2] صباغ۔ رنگریز۔ بنا گوش کان کی لو۔ شمن۔ بتوں کا پجاری۔ مظہر۔ چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہٰذا میں خدا کی مہربانی کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔
[3] لوح۔ یعنی میرے وجود سے اس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔ جوہری۔ وہ گیدڑ جو رنگین ہو گیا تھا۔ مشتری۔ مشہور ستارہ ہے۔ جلوہا۔ طاؤس کا رقص مشہور ہے۔

بانگِ[1] طاؤساں کُنی گفتا کہ لا — پس نہ طاؤس خواجہ بُوالعُلا
تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں — تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید آسماں — کے رسی از رنگ دعویہا بداں
طاؤس کا لباس آسمان سے اترتا ہے — دعووں کی رنگینی سے تو اس تک کب پہنچ سکتا ہے

ورتو دعوی می کُنی معنی بیار — گہ مخور ورنہ پس گردن مخار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے، حقیقت پیش کر — بکواس نہ کر ورنہ کہ پھر گردن نہ کھجانا

دعویٰ کردنِ فرعون الوہیت را و تشبیہ کردن اورا

فرعون کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ

بداں شغال کہ دعویٰ طاؤسی می نمود

بتانا جس نے مور ہونے کا دعویٰ کیا

ہمچو فرعون مرصّع کردہ ریش — برتراز موسیٰ پریدہ از خریش[2]
فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر — اپنے گدھے پن سے (حضرت) موسیٰ سے بلند پروازی کی

او ہم از نسلِ شغالِ مادہ زاد — در خُمِ مالے و جاہے اوفتاد
وہ بھی گیدڑ ہی کی نسل سے پیدا ہوا تھا — مال اور مرتبہ کے خم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد — سجدۂ فسوسیاں را او بخورد
جس نے اس کا مال اور رتبہ دیکھا سامنے اس کو سجدہ کیا — مذاق کرنے والوں کے سجدہ وہ نگل گیا

گشت مَستک آں گدائے ژندہ دلق — از سجود واز تحیّر ہائے خَلق
وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا — لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال[3] مار آمد کہ دروے زہر ہاست — واں قبول وسجدۂ خَلق اژدہاست
مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں — لوگوں میں مقبولیت اور ان کا سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون ناموسی مکُن — تو شغالی ہیچ طاؤسی مکُن
افسوس اے فرعون! معزز نہ بن — تو گیدڑ رہے مور پن نہ جتا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی — عاجزی از جلوہ و رُسوا شوی
اگر تو موروں کے سامنے آئے گا — جلوہ (دکھانے) سے عاجز اور رسوا ہو جائے گا

موسیٰ وہاروں چو طاؤساں بُدند — پرِّ جلوہ برسَر و رُویت زدند
حضرت موسیٰ اور ہارون چونکہ مور تھے — انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر مار دیا

---

[1] بانگ۔ مور کی کوک بھی بھلی ہوتی ہے۔ خلعت، مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔ گردن مخار۔ انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔ مرصع۔ فرعون نے اپنی داڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے۔ برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

[2] خریش۔ خری اش۔ اوہم۔ وہ فرعون اسی گیدڑی کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپ کو مور کہلانا چاہتی تھی۔ مالے۔ اس فرعون پر مال و جاہ کا عارضی رنگ تھا۔ فسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ جو محض مذاق اور دل لگی کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ مستک۔ میں کاف تحقیر کے لئے ہے۔ گدا۔ فرعون کو گدا اس لئے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔

[3] مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ ناموسیٰ معزز پن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون نے معجزوں کے ذریعہ اس کو رسوا کر دیا۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہو گئی

سرنگوں اُفتادی از بالائیت
تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا

نقشِ شیری[1] رفت و پیدا گشت کلب
تیرے شیر ہونے کی صورت چل گئی اور کتا ظاہر ہوا

اے سگِ گرگینِ زشت از حرص و جوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں

پوستینِ شیر را بر خود مپوش
شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

غرّہ شیرت بخواہد امتحان
شیر کی گرج تیرا محتان لے لے گی

نقشِ شیر وانگہ اخلاقِ سگاں
شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

اے شغالِ بے جمال و بے ہنر
اے بدصورت بے ہنر گیدڑ

ہیچ بر خود ظنِّ طاؤسی مبر
اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے

خوار و بے رونق بمانی درمیاں
تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ در بیانِ امتحانِ منافقاں

"اور تم ان کو بات کے لہجے سے پہچان لو گے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے ذیل میں

گفت یزداں مر نبی را در مساق[2]
نبی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے سیاق میں بتا دی

یک نشان سہل ترز اہلِ نفاق
منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافق زفت باشد نغز و ہول
خواہ منافق موٹا خوبصورت اور بارعب ہو

واشناسی مرورا در لحن و قول
تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لو گے

چوں سفالین کوزہا را میخری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے

امتحانے می کنی اے مُشتری
اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

می زنی دستے براں کوزہ چرا
تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟

تا شناسی از طنیں[3] اشکستہ را
تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگِ اشکستہ دگر گوں می شود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے

بانگ چاؤوش ست پیشش می رَوَد
آواز نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آمید کہ تعریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کر دے

ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
جیسا کہ مصدر ہے، فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

---

[1] نقش شیری۔ جھوٹی خدائی باطل ہو گئی اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے۔ غرہ۔ شیر بنے پر امتحان ہو گا کہ شیر کی سی دوڑ بھی ہے یا نہیں۔

[2] مساق۔ یعنی سیاق کلام اللہ۔ بعض نسخوں میں الفظ مشاق ہے جس کے معنی ہیں عہد کی جگہ اس سے بھی مراد قرآن پاک ہے۔ گر منافق۔ اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت بھی معلوم ہو گی لیکن ان کی آواز ان کی حقیقت کھل جائے گا۔ چوں سفالیں۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔

[3] طنیں۔ بھنبھناہٹ۔ چاؤوش۔ نقیب جو بادشہ کے آگے چلتا ہے، آواز بھی حقیقت کے لئے پیشرو ہے۔ ہمچو مصدر۔ فعل پر نظر کر لی جائے اگر اس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصدر بھی معلول ہے جیسا کہ قام اور قیاماً ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاماً میں واؤ یا سے بدلا، وا۔

چوں حدیثِ امتحان[1] اروی نمود
جب امتحان کی بات سامنے آئی

یاد م آمد قصۂ ہاروت زود
مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آگیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا

خود چہ گویم از ہزار اُش یکے
میں کیا کہوں' اس کے ہزاروں میں سے ایک

خواستم گفتن درآں تحقیقہا
میں اس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا

تاکنوں وا ماندم از تعویقہا
لیکن رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رکا رہا

جملۂ دیگرز بسیارش قلیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ

گفتہ آید شرح[2] یک عضوے زپیل
کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہو گی

گوش کُن ہاروت راماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں

اے غلام و چاکراں مارُوت را
اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصۂ ہارُوت و مارُوت و دلیری ایشان بر امتحانِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا قصہ اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر ان کی دلیری

گوشِ دل رایک نفس ایں سُو بدار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اس طرف متوجہ کر

تا بگویم باتو از اسرارِ یار
تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

مست بودند از تماشائے الٰہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے

وز عجائبہائے استدراجِ شاہ
اور شاہ اللہ کے عجائب کی ڈھیل سے

آنچنیں مستی ست زاستدراج حق
اللہ تعالیٰ کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے

تاچہ مستیہا دہد معراج[3] حق
تو اللہ تعالیٰ کی جانب عروج کیا مستیاں دیتا ہوگا؟

دانہ دامش چنیں مستی نمود
اس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی

خوانِ انعامش چہاد اند کشود
اس کے انعام کا خوان کس قدر مستیاں پیدا کرنا جانتا ہوں گا

مست بودند ور ہیدہ از کمند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے

ہای و ہوئے عاشقانہ می زوند
عاشقوں کی طرح ہائے وہو کے نعرے لگاتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا

صرصرش چوں کاہ کہ رامی ربود
جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اڑی

امتحان میکرد شاں زیر و زبر
امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا

کے بُود سرمست رازینہا خبر
مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

---

[1] امتحاں۔ آزمائش سے رسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آگیا چونکہ وہ بھی امتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزاراں۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اسرار میں سے بہت تھوڑا بیان کیا تھا۔ خواستم۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اسرار بیان کرنا چاہتا تھا۔ لیکن موانع پیش آگئے تھے۔

[2] شرح یک عضو۔ حضرت اس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کر دی جائے۔ رُوت' روئے تو۔ اسرار یار' خدائی راز۔ استدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہو کر سالک تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] معراجِ حق۔ جبکہ استدراج کی مستیاں بھی اس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانہ ہے۔ دانہ دامش۔ یعنی استدراج کی مستیاں۔ مست بودند۔ ہاروت و ماروت استعدراج کی مستیوں میں..... مدہوش ہو گئے تھے۔ صرصرش۔ امتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کر دیتی ہے۔

خندق او میدان بہ پیش اُو یکے ست — چاہ و خندق پیش اُو خوش مسلکے ست
خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں — کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

مستیِ بُز از دیدنِ بز مادہ و جستنِ اُو بکوہِ مقابل
بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بُزے کو ہی براں کوہِ بلند — بردَوَد از بہر خوردی[۳] بے گزند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر — خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علف چیند بہ بیندنا گہاں — بازیِ دیگرز حُکمِ آسماں
تاکہ گھاس چکے لیکن وہ اچانک دیکھتا ہے — آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کُہے دیگر برانداز و نظر — مادہ بُز بیند برآں کوہِ دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے — اس دوسرے پہاڑ سے اس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

چشمِ اُو تاریک گردد درزماں — بر جہد سرمست زیں کہ تابداں
فوراً اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے — مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑی پر کود پڑتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید وُرا — کہ دویدن گردِ بالوعہ سَرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے — جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش — تاز مستی میل جستن آیدش
وہ ہزاروں گز کا فاصلہ اس کو دو گز نظر آتا ہے — یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کا دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں — درمیانِ ہر دو کوہِ بے اماں
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے — دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

وُز صیاداں بہ کہ بگریختہ — خود پناہش خون اورار یختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا — پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

نشستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ — انتظارِ ایں قضائے باشکوہ
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے — اس پر شکوہ قضا کے انتظار میں

باشد[۳] اغلب صیدِ ایں بُرہمچنیں — ورنہ چالاک ست و چُست و خصم بیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے — ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

رُستم اَرچہ با سرو سَبلت بُود — دام پاگیرش یقیں شہوت بُود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو — یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

۱ خندق۔ مست گڑھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے مستی بز۔ اس قصہ کا منشا یہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

۲ خوردی۔ خوراک۔ علف۔ گھاس۔ چشم لو۔ یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہ۔ چہ بچہ۔ سرا۔ مکان۔ کوہ بے اماں۔ چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخلف ہے۔ شکوہ۔ شان و شوکت دبدبہ۔

۳ باشد۔ پہاڑی بکرا۔ اسی طرح شکار ہو جاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بین۔ دشمن کو پہچان جانے والا۔ باسرو سبلت یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔

ہمچو من از مستیِ شہوت بُبُر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا

مستیِ شہوت ببیں اندر شتُر[1]
شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

بازایں مستیِ شہوت دَر جہاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی

پیشِ مستیِ مَلَک داں مُستہاں
فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھ

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند
اس کی مستی اس کی مستی کو فنا دیتی ہے

او بشہوت التفاتے کے کُند
وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

آبِ شریں تانخوردی آبِ شور
جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی

خوش نماید چوں درونِ دیدہ نور
ایسا عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرۂ از باد ہائے آسماں
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ

برگند جاں را زمے وز ساقیاں
جان کو دنیا کی شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

تاچہ[2] مستیہا بُود اَملاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں

وز جلالت روحہائے پاک را
اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

کہ ببوئے دل دراں مے بستہ اند
کہ انہوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اس شراب سے وابستہ کر دیا ہے

خُمِ بادہ ایں جہاں بشکستہ اند
انہوں نے اس جہان کے خم توڑ ڈالے ہیں

جُو مگر آنہا کہ نومیدند و دور
سوائے ان کے جو مایوس اور دور ہیں

ہمچو کفارے نہفتہ دَر قبور
قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

نااُمید از ہر دو عالم گشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں

خارہائے بے نہایت کشتہ اند
انہوں نے لا انتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنا کردنِ ہاروت و ماروت مقام بشریت را و غیرتِ حق تعالیٰ
ہاروت و ماروت کا بشریت کے مقام کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پس[3] زمستیہا بگفتند اے دَریغ
مستیوں کی وجہ سے انہوں نے کہا ہائے افسوس

برز میں باراں بدادیے چومیغ
ہم زمین پر ابر کی طرح انصاف کی بارش برسا دیتے

گستریدیے دریں بیداد جا
ہم اس کی ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے

عدل و انصاف و عبادات و وفا
عدل اور انصاف اور عبادت اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست
یہ انہوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا!

پیش پاتاں دام ناپیدا بسے ست
تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

[1] قدر رشتر۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔ ملک فرشتوں کو قرب الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ مستی آں۔ جس شخص کو قرب الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے' پھر اس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آب شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔

[2] تاچہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قرب الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ ان کے دل اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔ جُو مگر۔ کفار کی روحیں قرب الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن۔ قرب الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات استدراج ہوتا ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہیے اس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیے۔

[3] پس زمستیہا۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بد انجام بھگتنا پڑا۔ گستریدیے۔ انسانوں نے دنیا میں ظلم و ستم کر رکھا ہے ہم دنیا میں ہوتے تو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیتے۔

هیں ! مرو گستاخ در دشتِ بلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپروائی سے نہ جا

هیں مرو کورا نہ اندر کربلا
خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کہ مُوی و استخوانِ ہالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے

می نیابد راہ پائے سالکاں
چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جُملۂ رہ استخوان و مُوی وپے
سارے راستہ میں ہڈیاں' بال اور پٹھے ہیں

بسکہ تیغِ قہر لاشئی کردشئی
کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

گفت حق کہ بندگانِ جُفت عَون
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مدد الٰہی کے ساتھی بندے

برز میں آہستہ می رانند ہَون
خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برہنہ چوں رَوَد درخار زار
کانٹوں کے جنگل میں' ننگے پاؤں کیسے چلے

جُز بمہل وفکرتے پرہیزگار ۳
پرہیزگار سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

ایں قضامی گفت لیکن گوشِ شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان

بستہ بود اندر حجابِ جوشِ شاں
ان کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمہا و گوشہارا بَستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں

جُز مر آنہارا کہ از خود رَستہ اند
سوائے ان کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جُز عنایت کہ کشاید چشم را
خدا کی مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے

جُز محبت کہ نشاند خشم را
غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جہدِ بے توفیق جاں کندن بُوَد
بے توفیق خدا کوشش جان کو فنا کرنا ہے

زارَ زنے ۳ کم گرچہ صدرخرمن بُوَد
اگرچہ وہ کوشش سو کھلیان ہو ایک پینے سے کم ہے

جہدِ بے توفیق خود کس رامباد
خدا کرے کسی کی کوشش' بے توفیق نہ ہو

دَر جہاں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
دنیا میں' اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدنِ فرعون آمدن موسیٰ علیہ السلام را و تدارکِ آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اس کو روکنے کی تدبیر کرنا

جہدِ فرعونے چوبے توفیق بُود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی

ہر چہ اُومی دُوخت آں تفتیق بُود
جو کچھ سیتا تھا' وہ پھاڑنا تھا

۱ ہیں مرو۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے کہ زموی۔ آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغ قہر۔ خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ گفت۔ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔

۲ پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن انہوں نے کان بند کر لئے تھے۔ جز مر آنہا۔ جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے ان کے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔ جُز عنایت۔ عنایت خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضب الٰہی کو فرو کر سکتی ہے۔ جہد بے توفیق۔ جب تک توفیق خداوندی میسر نہ آئے کوشش بیکار ہوتی ہے۔

۳ اَرزَن۔ ایک غلہ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اسکو چینا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیق خداوندی چونکہ فرعون کے شامل حال نہ تھی لہٰذا حضرت موسیٰ کی پیدائش کو روکنے کی اس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا۔ جدا کرنا۔

از منجم[1] بود در حکمش ہزار
اس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے

وز معبر نیز و ساحر بے شمار
تعبیر دینے والے اور جادو گر بھی بے شمار تھے

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب
حضرت موسیٰ کی تشریف آوری ان کو خواب میں دکھائی گئی

کہ کند فرعون و مُلکش را خراب
کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ کر دینگے

با معبر گفت وبا اہلِ نجوم
اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا

چوں بود دفعِ خیال و خوابِ شوم
منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم
سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے

راہِ زادن راچو رہزن می زنیم
ڈاکو کی طرح اس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

تارسید آں شب کہ مولد بود آں
یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی

رایِ ایں دیدند آں فرعونیاں
ان فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ
کہ اس روز صبح سے باہر لگا دیں

سوئے میداں بزم و تختِ بادشاہ
میدان میں تخت شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار
پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ

کہ منادی کنند از شہر یار
بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

الصلا[2] اے جملہ اسرائیلیاں
شاہ می خواند شمار ازاں مکاں

کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے
بادشہ تمہیں اس جگہ بلاتا ہے

تا شمار را رُو نماید بے نقاب
برشما احساں کند بہرِ ثواب

تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے
نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں را بجز دوری نبود
دیدنِ فرعون دستوری نبود

کیونکہ قدیوں اسرائیلیوں کے لئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا
فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے برہ در پیشِ او
بہرِ آں یاسہ[3] بیفتندے بروُ

وہ اگر راستہ میں اس کے سامنے آ جاتے
اس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یاسہ آں بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر
در گہ و بے گہ لقائے آں امیر

قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی اسرائیلی نہ دیکھے
وقت بے وقت اس امیر فرعون کا دیدار

با نگِ چاؤشان چوں در رہ بشنوند
تا نہ بینند رُو بدیوارے کنند

جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سنے
منہ دیوار کی طرف کر لیں تاکہ اس کو نہ دیکھ سکیں

[1] منجم۔ ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔ معبر۔ خواب کی تعبیر دینے والا۔ مقدم۔ آنا۔ جملہ۔ سب منجموں اور معبروں نے کہا ہم اس بچہ یعنی موسیٰ کی پیدائش کا راستہ بند کر دیں گے اور ایسی تدبیر کر دیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔ مولد۔ یعنی استقرار حمل۔ فرعونیاں۔ منجم اور معبر۔ پگاہ۔ صبح۔ شہر یار۔ بادشاہ۔

[2] الصلا۔ کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔ اسیران۔ قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ ان سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ یاسہ۔ قانون نسم۔

[3] یاسہ۔ اسرائیلیوں کے لئے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کر سکیں۔ اسیر۔ یعنی اسرائیلی۔ لقا۔ دیدار۔ چاؤشاں۔ چاؤش کی جمع ہے۔ نقیب۔ رُو بدیوارے۔ یعنی اس کا رخ فرعون کی طرف نہ ہے۔

ورنہ بیند روئے اُو مُجرم بُوَد — انچہ بدتر برسرِ اُوآں رَوَد
اگر اس کا منہ دیکھ لے گا تو قصور وار ہو گا — جو بدتر و سزا ہو گی اس کو وہ دی جائے گی

بودشاں حرصِ لقائے ممتنع — چوں حریص ست آدمی فِیمَا مُنِع
ممنوع دیدار کی ان کو تمنا تھی — کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندن فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لئے فرعون

منعِ ولادت حضرتِ موسیٰ علیہ السلام

کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

شد مُنادی در محلّتہا رَواں — بانگ میزد کو بکو شادی کناں
منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہو گیا — خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

کاے اسیراں سوئے میداں گہ رَوید — کز شہنشہ دیدن وجُود ست اُمید
اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو — کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

چوں شنیدند مُژدہ اسرائیلیاں — تشنگاں بودند وبس مشتاقِ آں
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی — پیاسے تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوردند آں سوتا ختند — خویشتن را بہرِ جلوہ۲ ساختند
چکمہ کھا گئے اور اس طرف دوڑ پڑے — انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کر لیا

از غرض غافل بُدند و بے خبر — وز طمع رفتند بیروں سَر بسَر
مقصد سے غافل، اور بے خبر تھے — سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

حکایت در تمثیل

مثال ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مُغولِ۳ حیلہ داں — گفت می جویم کسے از مصریاں
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے — کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آرید ایں طرف — تادر آید آنکہ می جویم بکف
اس طرف مصریوں کو جمع کر لو — تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

ہر کجا بُد مصریئے جمع آمدند — در برِ آں میر یک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہو گئے — ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آ گئے

۱ بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ گر۔ یعنی فرعون کا دیدار بھی میسر آئے گا اور فرعون بخشش بھی کریگا۔

۲ جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت۔ اس حکایت میں بتلایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلوں کی تباہی کے لئے ان کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لئے ایک حیلہ سے میدان میں جمع کیا تھا۔

۳ مُغول۔ واؤ کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ بوزن عنق اسی لئے اس کو مغل بھی لکھتے ہیں' ایران و توران' کی ایک قوم ہے۔ برہان' بغل' آغوش

هر که می آمد بگفتا نیست این
جو بھی آتا اس کے بارے میں کہتا یہ نہیں ہے

هیں در آ خواجه دراں گوشه نشیں
خواجہ ' اس گوشے میں بیٹھ جا

تا بدیں شیوه همه جمع آمدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے

گردن ایشاں بدیں حیله زدند
انہوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑا دی

شومیِ[1] آنکه سُوئے بانگِ نماز
ایک بدقسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب

داعی اللّٰه را نُبُر دندے نیاز
اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

دعوتِ مکّارشاں اندر کشید
مکار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا

اُلْحَذَر از مکرِ شیطاں اے رشید
اے ہدایت پر چلنے والے شیطان کے مکر سے بچ

بانگ درویشاں ومحتا جاں نیوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے

تانگیر د بانگِ محتالیت گوش
تاکہ کوئی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

گرگدایاں[2] طامع اندوزِشت خُو
فقیر خواہ لالچی اور بدعادت ہوں

در شکم خواراں تو صاحبدل بجو
خواہ پیٹو ' تو صاحبدل کی جستجو کر

در تگِ دریا گہر با سنگہاست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں

فخرہا اندر میانِ ننگہاست
فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

پس بجو شیدیند اسرائیلیاں
اسرائیلی نوٹ پڑے

از پگہ تا جانب میداں دواں
صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

چوں[3] بحیلت شاں بمیدان بُرد اُو
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا

روئے خود بنمودہ شاں بس تازہ رُو
تو انہیں اپنا خوشنما چہرہ دکھلایا

کرد دلداری و بخششہا بداد
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا

ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
تو انہیں اپنا خوشنما چہرہ دکھلایا

بعدازاں گفت از برائے جان تاں
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح کی تفریح کے لئے

جُملہ در میداں بخسپید امشباں
آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم
انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کرینگے

گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم
اگر آپ چاہیں گے، ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

[1] شومی۔ مصریوں کا یہ قتل عام اس لئے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعی اللہ موذن۔ مکار۔ یعنی وہی مغل۔ بانگِ درویشاں۔ عذاب الٰہی سے نجات کا باعث جس طرح موذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجہ کرنا بھی ہے۔ محتال۔ فریبی' حیلہ گر۔

[2] گرگدایاں۔ انہی دنیا دار فقیروں میں کوئی صاحب دل بھی ہوگا لہٰذا سب کی خدمت کرو۔ گہر یا سنگہا۔ دریا کی تہ میں سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور پتھر بھی۔ پگہ' صبح۔

[3] چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے ان کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ جان تاں یعنی تفریح طبع۔ مہ۔ ماہ کا مخفف۔

باز گشتنِ فرعون از میدان بشہر شادماں از تفریق

حمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو ان کی عورتوں سے جدا کر دینے پر

بنی اسرائیل از زنانِ شاں در شبِ حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا

شہ[1] شبانگہ باز آمد شادماں — کامشبان حمل ست و دور ند از زناں

بادشاہ خوشی ' خوشی رات کو واپس لوٹا — کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ مرد عورتوں سے دور ہیں

خازنش عمراں بُد اندر خدمتش — ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش

اس کا خزانچی عمران اس کی خدمت میں تھا — وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

گفت اے عمراں بریں در خسپ تو — ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو

اس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا — اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت خُسپم ہم بریں درگاہِ تو — ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو

اس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا — میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بودِ عمراں ہم ز اسرائیلیاں — لیک مر فرعون را دل[2] بود و جاں

عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا — لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بُردے کہ اُو عصیاں کُند — اُنچہ خوفِ جانِ فرعوں آں کُند

وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کریگا — جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمراں بُدو افعالِ اُو — لیک خود آں بُد خرابیِ حالِ اُو

وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا — لیکن اس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بُود — آنچنیں[3] تقدیر چوں عاد و ثمود

خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی — ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادر موسیٰ و حاملہ شدن مادرِ موسیٰ علیہ السلام

عمران کا موسیٰ کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت و اُو برآں درگاہ خُفت — نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جُفت

بادشاہ چلا گیا اور وہ عمران اس درگاہ پر سو گیا — آدھی رات کو اس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

زن برو اُفتاد بوسید آں لبش — برجہانیدش ز خواب اندر شبش

بیوی اس پر لیٹ گئی اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا — اس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

---

[1] شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں سلا کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیر و زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پانا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل نہ قرار پا سکے گا۔ خان۔ خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰؑ کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔ بریں در یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔

[2] دل بود و جاں۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیان۔ نافرمانی۔ انچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے صحبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔

[3] آنچنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قوم عاد ثمود کے لئے مقدر تھی۔ جفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔

گشت بیدار اُو وزن را دید خوش[1] | بوسہ باراں کرد از لب بر لبش
وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا | اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسا دی

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی | گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟ | اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

در کشیدش در کنا راز مہر مَرد | برنیامد با خود آں دم در نَبرد
مرد نے محبت سے اس کو پہلو میں دبا لیا | اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جُفت شد با اُو امانت را سپرد | پس بگفت اے زن نہ ایں کار یست خُرد
اس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کر دی | پھر کہا' اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے | آتشے از شاہ و مُلکش کیں[2] کشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا' آگ پیدا ہو گئی | ایسی آگ جو بادشاہ اور اس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم توز میں موسیٰ نبات | حق شہ شطرنج و مادر بُرد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ پودا ہے | اللہ تعالیٰ شاہ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و بُرد از شاہ می داں اے عروس | آں مداں از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ | ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

انچہ ایں فرعون می ترسید ازو | ہَست شد ایں دم کہ گشتم جُفتِ تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا | اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

وصیّت کردنِ عمران جُفت را بعد از مجامعت[3] کہ مرا ندیدہ باشی
صحبت کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

وا مگرداں ہیچ زینہا دَم مزن | تا نیاید بر من و تو صَد حَزن
کچھ نہ کھولنا' اس بارے میں دم نہ مارنا | تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثارِ ایں | چوں علامتہا رسد اے نازنیں
انجام کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے | اے نازنین! جب علامتیں سامنے آئیں گی

در زماں از سوائے میداں نعرہا | می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے | لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ ازاں ہیبت بروں جَست آں زماں | یا برہنہ کایں چہ غُلغُلہاست ہاں
شاہ فوراً اس خوف سے باہر آیا | ننگے پاؤں کے ہاں یہ شور و غل کیسا ہے؟

[1] خوش۔ خوبصورت۔ لبش۔ یعنی بیوی کے ہونٹ۔ برنیامد۔ یعنی عمران اپنے اوپر قابو نہ پا سکے اور بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو گئے۔ امانت۔ یعنی حضرت موسیٰ کا حمل۔ ایں کار۔ یعنی حضرت موسیٰ سے حاملہ ہو جانا۔ آتشے۔ یعنی حضرت موسیٰ کی پیدائش جو فرعون کی تباہی کا سبب ہوگی۔

[2] کیں کش۔ بدلہ لینے والا۔ برد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ کے علاوہ سب مہرے پٹ جائیں یہ آدھی مات ہوتی ہے۔ مات۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہو جائے۔ فسوس۔ افسوس

[3] مجامعت۔ ہمبستری۔ زینہا۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا۔ آثار ایں۔ یعنی حمل کی علامتیں۔ در زماں۔ یعنی عمران کی مجامعت کے بعد۔

از سُوئے میداں چہ بانگ دست غریو — کز نہیبش می رَمَد جنّی و دیو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟ — کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

گفت[1] اِ عمراں شاہِ مارا عُمر باد — قوم اسرائیلیانند از تو شاد
عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو — اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاہ شادی می کنند — رقص می آرند و کفہامی زنند
بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں — ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ وغَریو وغوغا
فرعون کا شور اور غل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بُود تمّا و لیک — وہم و اندیشہ مرا پُر کرد و نیک
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن — وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد — از غم واندوہِ تخمم پیر کرد
اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے — غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کردیا ہے

پیش می آمد سپس می رفت شہ — جُملہ شب اُو ہمچو حامل وقت زہ
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا — تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ (عورت) کی طرح رہا

ہر زماں می گفت اے عمراں مرا — سخت از جا بُردہ است ایں نعرہا
ہر لحہ کہتا، اے عمران! مجھے — ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زہرہ[2] نے عمرانِ مسکیں را کہ تا — باز گوید اختلاطِ جُفت را
عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ — بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زنِ عمراں بعمراں در خزید — تا کہ شد استارۂ موسیٰ پدید
جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی — یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

ہر پیغمبر[3] کاندر آید در رحم — جُرمِ اُو بر چرخ گردد دجُرم
ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے — اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارۂ موسیٰ بر آسمان و غریو منجمان در مَیدان
حضرت موسیٰ کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں نجومیوں کا شور و غل

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش — کورئ فرعون و مکر و چارہ اش
آسمان پر ان موسیٰ کا ستارہ نمودار ہوا — فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

[1] گفت عمراں۔ عمران نے فرعون کو مطمئن کرنے کے لئے کہا کہ اسرائیلی آپ کی عطا سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں۔ گفت۔ فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی وہی وجہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں۔ پیش آمد۔ بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

[2] زہرہ۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور و غل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰ کے حمل کا قرار پانا تھا اور بتا دیتا۔ چوں زعمران۔ جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰ کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

[3] ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوا ہے اس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا ہے۔ کوری۔ اندھا پن یعنی مقصد کے خلاف۔

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا

واقف[1] آں غُلغُل و آں بانگ شو
اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

راند[1] عمر اں جانبِ میدان و گفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا

ایں چہ غُلغُل بود شاہنشہ نخفت
یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہر منجم سَر برہنہ جامہ چاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے

ہمچو اصحابِ عَزا بر فرقِ خاک
ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

ہمچو اصحابِ عَزا آوازِ شاں
ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز

بُد گرفتہ از فغان و سازِ شاں
چلانے رندہ گئی اور ساز (طرب) خاموش تھے

ریش و مُو بر کندہ رُو بدریدگاں
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے

خاک بر سَر کرد پُر خوں دیدگاں
سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پر خون

گفت خیرست ایں چہ آشوب ست و حال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟

بُد نشانی می دہد منحوس سال
منحوس سال بری علامت دکھا رہا ہے

عُذر آور دند و گفتند اے امیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!

کردما را دستِ تقدیرش اسیر
ہمیں اس (اللہ) کے دست قدرت نے قیدی بنالیا

ایں ہمہ کر دیم و دولت تیرہ شُد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور اقبال دولت تاریک ہوگیا

دشمنِ شہ ہست گشت و چیرہ شد
بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

شب[2] ستارہ آں پسر آمد عیاں
رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا

کوریِ ما بر جبینِ آسماں
آسمان کی پیشانی پر ہماری نظر آنکھوں میں دھول جھونک کر

زد ستارہ آں پیمبر بر سَما
اس پیغمبر کا ستارہ پر نمودار ہوا

ما ستارہ بار گشتیم از بُکا
ہم نے رو رو کر ستارے آنسو برسائے

بادلِ خوش شاد عمراں و زنفاق
عمران خوش دلی کے ساتھ نفاق سے

دست بر سَر می بزد کاہ الفِراق[3]
سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

کرد عمراں خویش پُر خشم و تُرش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنالیا

رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہُش
دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

خویشتن را اعجمی کرد و براند
اپنے آپ کو ناداں بنالیا اور چل دیا

گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

[1] واقف۔ باخبر۔ راند عمراں۔ عمران نے میدان میں جا کر منجموں سے شور وغل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم، سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں سر پر خاک ڈالتے ہیں اور چیخ و پکار سے ان کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کرد مارا۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچہ کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آ گیا۔

[2] شب۔ رات کو بچہ کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوری ما۔ یعنی ہماری منشا کے خلاف۔ ستارہ بار۔ یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بُکا۔ رونا۔ بادل خوش۔ عمران بچہ کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔

[3] الفراق۔ یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔ کرد عمران۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم و غصہ طاری کیا منجموں کو برا بھلا کہا اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

خویشتن را اُو ترش و غمگیں ساخت اُو — نَرد ہائے باز گو نہ باخت اُو
اس نے اپنے آپ کو ترش رو اور غمگین بنایا — اس نے اپنی چال چلی

گفت[1] اِ شاں شاہِ مرا بفریفتید — از خیانت وز طمع نشکیفتند
بولا تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا — خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سُوئے میداں شاہ را انگیختید — آبروئے شاہِ ما را ریختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے — تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

دست بر سینہ نہا دید از ضمماں — شاہ را ما فارغ آریم از غماں
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا — کہ ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

عاقبت زرہا تلف شد کار خام — شُد بر فرعون و بر خواندش تمام
آخر کار روپیہ برباد ہوا ' کام ادھورا رہا — فرعون کے پاس گیا اور اس کو سب قصہ سنا دیا

چوں شنید از غصہ رویش شُد سیاہ — خواند ایشاں را ز خشم آں رُو تباہ
جب اس نے سنا غصہ سے اس کا منہ کالا پڑ گیا — ان کو اس رو تباہ نے غصہ سے بلایا

گفت[2] ایشاں را کہ ہیں اے خائناں — من بر آویزم شُما را بے اماں
شاہ نے ان منجموں سے کہا کہ ہاں اے خائنو! — میں تمہیں معافی کے بغیر سولی پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم — مالہا باد شمناں در باختیم
ہم نے اپنی مذاق اڑوائی — مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تا کہ امشب جُملہ اسرائیلیاں — دور ماندند از ملاقاتِ زناں
حتی کہ آج کی رات سب اسرائیلی — بیویوں کی ملاقات سے دور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام — ایں بُود یاری و افعالِ کرام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا رہا — کیا یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

سالہا اِدرار[3] خلعت می برید — مملکتہا را مسلّم می خورید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو — پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ در روزِ چُنیں — فہم گرد آرید و گردیدم مُعیں
اسی لئے کہ اس طرح کے دن — سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم — طبل خوارانید و مکارید و شوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا؟ — تم پیٹو ' اور مکار اور بدبخت ہو

[1] گفت شاں۔ عمران نے منجموں سے غصہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا جھوٹے وعدے کئے اور مال و دولت برباد کرایا۔ شُد بر فرعون۔ فرعون کے پاس آ کر تمام صورت حال بیان کر دی۔

[2] گفت یعنی بادشاہ نے انہیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ مالہا۔ جو مال بنی اسرائیل پر تقسیم کر دیا تھا۔ تا کہ اسرائیلیوں کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

[3] ادرار۔ مسلسل بخشش کرنا۔ مُعین۔ مددگار۔ فرہنگ۔ عقل و ادب' لغت کی کتاب۔ طبل خوار۔ پیٹو۔

مرشمارا بردرم آتش زنم — گوش و بینی و لبان تاں برکنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا، پھونک دوں گا — تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

عیشِ رفتہ باشما نا خوش کنم — من شمارا ہیزم آتش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کر دوں گا — میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

سجدہ ہا کردند و گفتند اے خدیو ۱ — گر یکے کرّت زما چربید دیو
انہوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ! — اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آ گیا

سالہا دفعِ بلاہا کردہ ایم — وہم حیراں زانچہ ما ہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں — جو کچھ ہم نے کیا ہے اس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما و حملش ۲ شد پدید — نطفہ اش بر جست و رحم اندر خزید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہو گیا — اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

لیک استغفار ایں روزِ ولاد — مانگہداریم اے شاہِ قباد
لیکن اس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی — اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رصد بندیم ما — تانگردد فوت و نجہد ایں قضا
اس کی پیدائش کی دن ہم رصد بندی کرینگے — تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر ۳ نداریم ایں نگہ مارا بکش — اے غلام رائے تو افکار و ہُش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا — اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

تا بہ نُہ مہ می شمرد او روز روز — تا نپرّد تیرِ حکمِ خصم دوز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا — تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں بر لا مکاں حملہ برد — خونِ خود ریز و بلاہا را خرد
جب مکان والا لامکان پر حملہ کرتا ہے — اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

برقضا ہر کو شبیخوں آورد — سرنگوں آید زخونِ خود خورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے — اوندھا گرتا ہے اور اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں با آسماں خصمی کند — شور گردد سرز مرگے برزند
جب زمین آسمان سے دشمنی کرے — بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش ۱ با نقاش چوں پنجہ زند — سبلتان درویشِ خود برمی کند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے — اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

۱ خدیو۔ خداوند، آقا۔ کرّت۔ مرتبہ، باری۔ چربید۔ غالب آ گیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کئے جن پر عقل حیران ہے۔

۲ حملش۔ یعنی حضرت موسیٰ کا حمل۔ استغفار۔ یعنی اس غلطی کی مکافات ہم موسیٰ کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رصد۔ انتظار، وہ عمل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر منجم نجیح کرستاروں کی گردش کے احوال معلوم کریں ہیں۔ یعنی ہم رصد گاہ میں بیٹھ کر اس کا یوم ولادت معلوم کریں گے۔

۳ گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اس بچہ کا تدارک نہ کر سکیں تو ہمیں قتل کرا دینا۔ نُہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے تیر حکم۔ یعنی موسیٰ کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکان۔ یعنی مخلوق۔ لامکان۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی۔

۱ نقش۔ اگر مخلوق خالق سے نزاع کرے تو خود مخلوق کی بربادی ہے۔

خواندنِ فرعون زنانِ بنی اسرائیل را کہ نوزائیدہ بودند

فرعون کا بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف

سوئے میداں بہ مکر

بلانا جن کے حمل میں بچے ہوئے تھے

بعدِ نہ مہ[1] شہ بروں آورد تخت — سوئے میدان و مُنادی کرد سخت

نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا — میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

بارِ دیگر شد مُنادی سوئے شہر — کاے زناں از دہر می یابید بہر

دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا — کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

کاے زناں با طفلگاں میداں روید — تاز داد و بخششم شاداں شوید

کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو! — تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مُرداں را رسید — خلعت و ہر کس ازیشاں زر کشید

جس طرح کہ پارسا مردوں کو ملا — شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبال[2] شماست — تابید بدہر یکے چیز یکہ خواست

آگاہ! عورتوں اس سال تمہارا نصیب ہے — تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

مر زناں را خلعت و حِلیت دہند — کود کاں را ہم کلاہِ زر نہند

عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے — بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ اُو ایں ماہ زائیدست ہیں — گنجہا گیرد زمن بے شک یقیں

آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے — یقیناً بلا شک مجھ سے خزانے حاصل کر لے گی

آں زناں با طفلگان بیروں شدند — شادماں تا خیمۂ شہ آمدند

اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں — خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آگئیں

ہر زنے نو زادہ بیروں شد ز شہر — سُوئے میداں غافل از دستانِ قہر

ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی — میدان کی جانب، ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند — ہر چہ بود آں[3] نر ز ما در بستدند

جب سب عورتیں اس کے گرد آ گئیں — جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

سَر بُریدندش کہ انیست احتیاط — تا نزاید خصم و نفزاید خُباط

اس کا سر قلم کر دیا، کہ یہ احتیاط ہے — تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

---

[1] بعد نہ مہ۔ یعنی جبکہ متوقع ولادت کا زمانہ گزر گیا..... دہر۔ زمانہ۔ بہر۔ حصہ' تاز داد۔ منادی کرنے والے' بادشاہ کے اس قول کا اعلان کر رہے تھے۔ پار۔ گزشتہ۔

[2] اقبال۔ یعنی یہ سال عورتوں کی نصیب وری کا سال ہے۔ حلیت۔ زیور۔ ہر کہ او۔ یعنی جس عورت کے اس مہینہ بچہ ہوا ہے اس کو بہت کچھ ملے گا۔ خیمہ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا۔ نوازدہ۔ یعنی جس کے حمل ہی میں بچہ ہوا تھا۔ دستاں۔ مکر یعنی اس بہانہ سے قتل کرنے کا ارادہ۔

[3] آں نر۔ یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا لڑکیوں کو چھوڑ دیا۔ خباط۔ دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰ کے ماں کے پیٹ میں آجانے سے پیدا ہوا ہے اس میں اور اضافہ نہ ہو۔

بوجو آمدن موسیٰ علیہ السلام و آمدنِ عَوانان [1] بخانہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا

عِمران و وَحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ دَر تنورِ

اور حضرت موسیٰ کی ماں کے پاس وحی آنا کہ ان کو آگ کے تنور میں ڈال دے

آتشش انداز دکہ مَن اُورا نگاہ دَارم

کیونکہ میں اس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰ زادہ بد — عمران کی بیوی جس نے موسیٰ کو جنا تھا

دامن اندر چید زاں آشوب زود — اس نے اس فتنہ سے جلدی دامن بچا لیا

بعدازاں دستاں کہ آں سگ بازناں — اس کے بعد وہ مکر جو اس کتے نے عورتوں سے

کرد دیگر بیں چہ آور دآں زماں — کیا، پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ دَر خانہا — دائیوں کو گھروں میں

بہر جاسوسی فرستا دآں دَغا — اس مجسم دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کر دیا

غمز کر دندش کہ اینجا کود کیست — انہوں نے اس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے

نامد اُو میداں کہ در وہم [2] وشکیست — جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ اس کی ماں وہم اور شک میں ہے

اندریں کوچہ یکے زیباز نے ست — اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے

کود کے دارد ولیکن پُر فنے ست — جس کے ایک بچہ ہے لیکن وہ عورت بڑی چالاک ہے

پس عواناں آمدند اُو طِفل را — تو سپاہی پہنچ گئے، اس نے بچہ کو

در تنور انداخت از امرِ خدا — خدا کے حکم سے تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن ازدادگر — عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی

کہ زنسلِ آں خلیل ست ایں پسر — کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل اللہ کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰ راتو زُود — تو موسیٰ کو فوراً تنور میں ڈال دے

تانگہدار یمش اندر نار و دُود — تاکہ آگ اور دھوئیں میں میں اس کی حفاظت کروں

عصمتِ یَانَا [3] رُکُونِی بَارِدًا — اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا کی حفاظت کی وجہ سے

لَاتَکُوْنُ النَّارُ حرًّا شَارِدًا — آگ گرم اور سرکش نہ ہو گی

زن بوحی انداخت اُو رادر شرر — عورت نے وحی کی وجہ سے اس کو انگاروں میں پھینک دیا

برتنِ موسیٰ نکرد آتش اثر — آگ نے موسیٰ کے جسم پر اثر نہ کیا

---

[1] عوان۔ سپاہی۔ آشوب۔ فتنہ یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا۔ دُستاں۔ مکر۔ سگ۔ یعنی فرعون۔ قابلہ۔ بچہ جنانے والی عورت۔ بس دغا۔ یعنی فرعون۔ غمز۔ چشمکی یعنی اشارہ کرنا۔

[2] در وہم۔ یعنی اس کو شک ہو گیا ہے کہ بچوں کو بلا کر فرعون کوئی خرابی پیدا کریں گا۔ زیباز نے۔ یعنی عمران کی بیوی۔ پر فنے۔ چونکہ اس نے بچہ کو احتیاطاً میدان میں نہیں بھیجا تھا۔ کہ نسل۔ حضرت ابراہیم پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہٰذا ان کی نسل کے اس بچہ کو اسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم کو دی گئی تھی۔

[3] یانار۔ یہ اسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیم کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارد۔ سرکش۔ شرر۔ یعنی تنور کے انگارے۔

پس عَوانان خانہ را جُستند زود
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی

ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود [1]
اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

پس عَوانان بے مُرادآں سُو شدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے

باز غمّازاں کزاں واقف بُدند
پھر ان چغلخوروں نے جو اس سے واقف تھے

باعَوانان ماجر ابرد اشتند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا

پیشِ فرعوں از برائے دانگ چند
فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عَوانان باز گردید آں طرف
کہ اے سپاہیو! اس طرف پھر جاؤ

نیک نیکو بنگرید اندر غُرَف
کوٹھریوں میں خوب اچھی طرح دیکھ

باز گشتند آں عَوانان جُملگاں
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے

تا کہ موسیٰ را بجویند آں زماں
تاکہ فوراً موسیٰ کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السّلام کہ در آبش فکن اَلْقِیْہِ فِی الْیَمّ
"حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اس کو پانی میں ڈال دے اسکو دریا میں ڈال"

باز وحی آمد کہ در آبش فکن
پھر وحی آئی اس کو پانی میں ڈال دے

روی در امید دار و مُو مکن
امید رکھ اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش [2] وکن اعتمید
اس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر

من وُرا باتور سانم رُو سفید
میں عزت سے اسے تیرے پاس پہنچا دوں گا

مادرش انداخت اندر رو دنیل
ماں نے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا

کاررا بگذاشت بانِعْمَ الْوَکِیْل
معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

ایں سخن پایاں ندارد مکر ہاش
اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اس کے مکر

جُملہ پیچیدند ہم در ساق و پاش
سب اس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کشت از بروں
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا

خصم [3] اندر صدرِ خانہ در دروں
اور دشمن بیچ مکان میں در پردہ موجود تھا

از جنوں می گشت ہر جا بد جنیں
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اس کو پاگل پن سے مار ڈالتا

از حِیَل آں کور چشمِ دُوربیں
تدبیروں سے وہ دوربین اندھا

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا

مکرِ شاہان جہاں را خوردہ بود
جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

[1] نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔ غمّاز۔ چغلخور۔ غُرَف۔ غرفہ کی جمع ہے کوٹھی بالاخانہ۔ در آبش یعنی موسیٰ کو دریا۔ ے نیل کے پانی میں ڈال دے۔

[2] نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ رو سفید۔ باور۔ نِعْمَ الْوَکِیْل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم و رحمت کی باتیں۔

[3] خصم۔ یعنی حضرت موسیٰ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کور چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے بین۔ دور ہیں۔ یعنی دنیاداری کے مکر و فریب میں۔

لیک ازاں فرعون ا ترے آمد پدید
لیکن اس فرعون سے بالاتر پیدا ہو گیا

ہم وُرا ہم مکرِ اُورا در کشید
جس نے اس کو اور اس کے مکر کو نگل لیا

اژدہا بُود و عَصا شد اژدہا
وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی

ایں بخوردآں را بتوفیقِ خدا
اس نے اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نگل لیا

دَست شد بالائے دست ایں تا کجا
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک

تا بہ یزداں کہ اِلَیْہِ الْمُنْتَھٰی
خدا تک ' کیونکہ اسی پر انتہا ہے

کاں یکے دریاست نے غور و کراں
کیونکہ وہ ایک بے تھا' اور بے ساحل دریا ہے

جُملہ دَریا ہا چو جوئے پیشِ آں
سارے دریا اس کے سامنے نہر جیسے ہیں

حیلہا ۲ وچارہا گر اژدہاست
حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا کی طرح ہوں

پیشِ الاّ اللّٰہ آنہا جملہ لاست
الا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا

محوشُد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

انچہ دَر فرعون بُود اندر تو ہست
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے

لیک اژدرہات محبوسِ چہ است
لیکن تیرے اژدھے کنویں میں قید ہیں

اے دَریغ ایں جملہ اَحوالِ تو ہست
ہائے افسوس یہ سب تیرے احوال ہیں

تو براں فرعون بر خواہیش بَست
تو ان کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

اُنچہ گفتم جملگی اَحوالِ تست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں

خود نہ گفتم صَد یکے زانہا درست
میں نے ان میں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

گر زتو ۳ گویند وحشت زایدت
اگر تیرے احوال بیان کریں تو تو گھبراتا ہے

ورز دیگر چوں فسانہ آیدت
اور اگر دوسرے سے متعلق بیان کریں تو تجھے کہانی معلوم ہوتی ہے

چوں خرابت می کُند نفس لعیں
ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے

دورمی اندازدت سخت ایں قریں
ساتھی تجھے (راہ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفس تُست
یہ بڑے احوال کے سارے زخم تیرے نفس کی وجہ ہے

لیک مغلوبِ زجہل اے سخت سُست
اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

آتشِت راہیزم فرعون نیست
تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کے لئے فرعونی ایندھن نہیں ہے

ورنہ چوں فرعون اُو شعلہ زنیست
ورنہ فرعون کی آگ کی طرح بھڑک رہی ہے

---

۱ فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰ جنہوں نے فرعون اور اس کی سلطنت کو تباہ کر دیا۔ اژدہا بود۔ یعنی فرعون اور اس کا مکر ایک اژدہا تھا۔ عصا۔ یعنی حضرت موسیٰ کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست۔ یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتوں کے دریا اس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

۲ حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ اینجا۔ یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ اُنچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفس امارہ میں موجود ہیں۔ اژدرہا۔ یعنی نفسانی عیوب مثلاً۔ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود بگفتم۔ جو برائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفس امارہ کی برائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اس کا بیان بھی مکمل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۳ گر زتو۔ خود نفس انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے دوسرے کی بیان کی جائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے دور۔ یعنی راہ ہدایت سے دور۔ جراحتہا۔ انسان کی بری خصلتیں۔ زجہل۔ لیکن انسان اپنی خصلتوں سے جاہل اور ناواقف رہتا ہے۔ آتشت۔ ہر انسان کو برائی کرنے کا موقع نہیں ملتا ورنہ وہی کام کرے جو فرعون نے کئے۔

گلخنِ نفسِ ترا خاشاک نیست ورنہ چوں فرعون نارِ قاہر یست
تیرے نفس کی آگ کے لئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے ورنہ فرعون کی آگ کی طرح قہر ڈھانے والی آگ ہے

یک حکایت بشنو از تاریخ گو تا بری زیں رازِ سر پوشیدہ بو
تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

حکایت[1] مار گیرے کہ اژدہائے افسردہ را مُردہ پنداشت

اس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مردہ سمجھا

و در رسنہا بستہ و پیچیدہ بہ بغداد آوردہ

اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مار گیرے رفت سوئے کہسار تا بگیرد او با فسونہا ش مار
ایک سپیرہ ایک پہاڑ کی جانب گیا تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

گر گراں و گر شتا بندہ بُود آنکہ جو یندست یا بندہ بُود
خواہ وہ سست ہو یا چست ہو، جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

در طلب زن دائما تو ہر دو دست کہ طلب در راہ نیکو رہبرست
تو ہمیشہ جستجو میں اپنا ہاتھ مضبوط رکھ کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

لنگ ولوک[2] و خفتہ شکل و بے ادب سوئے اُو می غو و اُو را می طلب
(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو اسی کی طرف کھسک اور اسی کو طلب کر

گہ بگفت و گہ نجا موشی و گہ بُوئے کردن گیر ہر سُو بُوئے شہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی سونگھ کر، ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوب با اولاد خویش جُستنِ یوسف کنید از حد بیش
حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے کہا حد سے زیادہ یوسف کو تلاش کرو

ہر حسِ[3] خود را دریں جُستن بجدّ ہر طرف رانید شکلِ مُستعِد
اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو مستعد شکل میں ہر طرف روانہ کرو

گفت از رَوحِ خدا لَاتَیْاَسُوْا ہمچو گم کردہ پسر رَو سُو بسُو
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حسِ دہاں پُر ساں شوید روئے جاناں را بجاں جویاں شوید
منہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو محبوب کے چہرے کو (دل) و جان سے تلاش کرو

[1] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو اس سپیرے کا اژدہا سمجھو جو بظاہر مردہ تھا۔ افسونہا۔ سپیرے۔ کچھ منتر پڑھ کر سانپ پکڑتے ہیں۔ گرگراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سست ہو یا چست ہو۔

[2] لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔ می غو۔ انسان کو چاہیے اپنی معذوریوں کو نظر انداز کر کے طلب میں لگ جائے۔ گہ بگفت۔ یعنی طلب کرنے کے جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا ہے۔

[3] ہر حس۔ یعنی یوسف کی تلاش و طلب میں اپنے ہر حس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوب نے فرمایا تھا لَا تَیْاَسُوْا مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یعنی یوسف کی طلب و جستجو میں بھی مایوس نہ ہونا۔ حس دہاں۔ قوت گویائی۔

پُرس پُرساں مُژدگانی[1] جاں دہید — گوش را بر چار راہِ آں نہید
پوچھتے پوچھتے جان کی انعام بخشی کر دو — کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بُوئے خوش آید بُو برید — سوئے آں سر کاشنائے آں سر رسید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ — اس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لُطفے بہ بینی از کسے — سوئے اصلِ لُطف رہ یابی بسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے — (اس سے) اصل خوبی کی جانب تو بہت رہنمائی حاصل کریگا

ایں ہمہ جُو باز دریائیست ژرف — جُزو را بگذار و بر کُل دار طرف
یہ تمام نہیں ایک گہرے دریا کی ہیں — جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

زشتہائے[2] خلق بہر خوبی است — برگِ بے برگی نشانِ طوبی است
مخلوق کی برائیاں بھلائی کے لئے ہیں — بے سامانی کا سامان طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہرِ آشتی ست — دام راحت دانما بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں — تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست — وز جفائے خلق اُمید و فاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کے لئے پیدا ہوئی ہیں — مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

ہر زدن بہرِ نوازش را بُود — ہر[3] گلہ از شکر آگہ می کند
ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے — ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بُوئے بَر از جُزو تا کُل اے کریم — بُوئے بَر از ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا — اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

چوں عصا در دستِ موسیٰ گشت مار — جملہ عالم را بدیں ساں می شمار
جیسا کہ لاٹھی حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں سانپ بنی — تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

جنگہائے آشتی آرد درست — مار گیر از بہر بازی مار جُست
لڑائیاں صحیح صلح پیدا کر دیتی ہے — سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

برائی سے بھلائی کی رہنمائی حاصل کرنا ایک بالمقابل چیز سے دوسری بالمقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا عصا سانپ بنا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے۔ تارگیر۔ سپیرے نے سانپ تماشے کے لئے پکڑا حالانکہ سانپ سبب ہلاکت ہے جو تراشے کی ضد ہے۔

---

[1] مُژدگانی۔ اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان بھی دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہیے۔ چوراہہ۔ یعنی ہر سمت تلاش کرنا۔ آں سر۔ یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہر کجا۔ یہاں سے مولانا نے محبوب حقیقی کے سراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور ان صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔

[2] زشتہائے۔ جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسان کی برائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر برائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے انسان کی بے سروسامانی عمدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ طوبیٰ۔ جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہونگی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کریگا۔ جنگہائے۔ لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پورا ہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائیوں سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی۔ دام راحت۔ انسان تکلیفیں اٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے۔ خشمہائے۔ غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا اولاد پر کبھی غصہ کی برائی دیکھ کر انسان شفقت کا رویہ اختیار کرتا ہے کبھی مخلوق کا بے جا غصہ شفقت خداوندی کا سبب بن جاتا ہے محبوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔

[3] ہر گلہ۔ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بوئے بر۔ جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راہنما بنایا ہے اس طرح ہر برائی کو بھی راہنما بنا لے۔ چوں عصا۔

بہرِ بازی مار جوید آدمی — غم خورد بہر امید بے غمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے — بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

اُو ہمی[1] جُستے یکے مارِ شگرف — گردِ کوہستان در ایام برف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا — پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم — کہ دلش از شکلِ اُو شد پُر زبیم
اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدہا دیکھا — کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مارگیر اندر زمستانِ شدید — ماری جُست اژدہائے مُردہ دید
سپیرا سخت جاڑے میں — سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مرا ہوا اژدہا دیکھا

مارگیر از بہرِ حیرانیِ خلق — مارگیر دانیت نادانیِ خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے سپیرا — سانپ پکڑتا ہے مخلوق کی نادانی تعجب ہے

آدمی[2] کوہ است چوں مفتوں شود — کوہ اندر مارِ حیراں چوں شود
آدمی پہاڑ ہے کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟ — پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

خویشتن نشناخت مسکیں آدمی — از فزونی آمد و شُد در کمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا — بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت — بود[3] اطلس خویش را بر دلق دوخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا — اطلس تھا اپنے آگ کو گدڑی پر سی دیا

صد ہزاراں مار و کہ حیرانِ اوست — او چرا حیراں شد ست و مار دوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں — وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

مارگیر آں اژدہا را بر گرفت — سوئے بغداد آمد از بہرِ شگفت
سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا — تعجب میں ڈالنے کے لئے بغداد میں آیا

اژدہائے چوں ستونِ خانہء — می کشیدش از پے دانگانہء
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا) — روزی کے لئے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

کاژدہائے مُردہ آوردہ اَم — در شکارش من جگر ہا خوردہ اَم
کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں — اس کے شکار میں میں نے خون جگر پیا ہے

اُو ہمی مُردہ گماں بُردش و لیک — زندہ بُود و اُو ندیدش نیک نیک
وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا، لیکن — وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

[1] ہمی۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مارگیر۔ سپیرے نے سانپ اس لئے پکڑا کہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے لوگوں کا سانپ کو دیکھ کر حیرانی میں پڑنا ان کی نادانی ہے۔

[2] آدمی کوہ است۔ جس طرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں برے اخلاق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھ لے انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ۔ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور رذل مخلوقات بن گیا۔

[3] بود اطلس۔ انسان بوسیدہ چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں۔ کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوقات کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ دانگانہ۔ وہ چندہ جو چند مسافر سفر کے اخراجات کے لئے باہمی جمع کریں، گھر کا ساز و سامان۔ نیک نیک۔ اچھی طرح۔

اوز سَرماہا و برف افسردہ بود — زندہ بود و شکلِ مُردہ می نمود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا — زندہ تھا اور بظاہر مردہ نظر آتا تھا

۱ عالم افسردہ است و نامِ اُو جماد — جلد افسردہ بُوَد اے اوستاد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اس کا نام جماد ہے — اے استاد! جلد ٹھٹھر ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں — تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں
ٹھہر جا کہ حشر کا سورج نمودار ہو — تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰ اینجا مار شد — عقل را از ساکناں اِخبار شد
جبکہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اس عالم میں سانپ بن گئی — عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

پارہ ۲ خاکی تُرا چوں زندہ ساخت — خاکہا را جملگی باید شناخت
تو خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا — تو تمام خاکوں کو اسی طرح سے پہچان لینا چاہیے

مُردہ زیں سُویند و زاں سو زندہ اند — خامُش اینجا و آں طرف گویندہ اند
وہ اس جانب مردہ ہیں اور اس جانب زندہ ہیں — اس جگہ چپ ہیں اس جانب بولنے والی ہیں

چوں ازاں سُوشاں فرستد سوئے ما — آں عَصا گردد سُوئے ما اژدہا
جب وہ ان چیزوں کو اس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے — وہ لاٹھی ہماری جانب آ کر اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا ہم لحنِ داؤدی کُند — جوہرِ آہن بکف مُوم شود
پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں — لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

باد حمّالِ سلیمانے شود — بحر ۳ موسیٰ سخندانے شود
ہوا ایک سلیمان کو اٹھا لی جانے والی بن جاتی ہے — سمندر، موسیٰ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

ماہ با احمد اشارت بیں شود — نارِ ابراہیمؑ را نسریں شود
چاند حضرت احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بن جاتا ہے — آگ حضرت ابراہیمؑ کے لئے نسریں بن جاتی ہے

خاک قاروں را چو مارے در کشد — اُستنِ حنّا نہ آید در رَشد
زمین قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیتی ہے — حنا نہ ستون ہوش میں آ جاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کُند — کوہ یحییٰ را پیامے می کُند
پتھر حضرت احمدؐ کو سلام کرتا ہے — پہاڑ حضرت یحییٰ کو پیغام دیتا ہے

۱ عالم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو بے حس اور اک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج ان پر پڑیگا تو ان کا ٹھٹھرا پن ختم ہو جائے گا اور ان کا حس و ادراک نمودار ہو جائے گا جیسا کہ اس اژدہے کا معاملہ تھا۔ جماد اور جلد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی جو بے حس و حرکت تھی جب اس دنیا میں سانپ بن گئی تو عقل سمجھ گئی کہ ان جمادات میں بھی حرکت نمودار ہو سکتی ہے۔

۲ پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اس میں حس و حرکت آ گئی۔ اسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھو ان میں بھی حس و حرکت آ سکتی ہے۔ مردہ ایں سُو۔ جمادات عالم دنیا کے اعتبار سے مردہ اور عالم آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ ان کے عالم آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو ان کی زندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کوہہا۔ پہاڑ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤدؑ کا نغمہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہر آہن۔ اپنا رخ بدلنے سے لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں موم بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا جو بے حس و حواس ہے حضرت سلیمان کے لئے حمالی کام کرنے لگتی ہے۔

۳ بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰ کی بات کو سمجھ لیا ان کے ہر دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور ان کو پار اتار دیا۔ ماہ۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ہوا اور چاند حضورؐ کی انگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسریں۔ گل میوتی۔ خاک۔ زمین نے قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیا۔ استن۔ مسجد نبوی کا وہ ستون جس کے سہارے حضورؐ خطبہ دیا کرتے تھے جب ممبر تیار ہو جانے پر اس کا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ایک موقع پر ہر پتھر اور درخت نے آنحضورؐ کو سلام کیا۔ کوہ۔ حضرت یحییٰ کو پہاڑ نے پناہ دی تھی۔

جملہ ۱ ذرّاتِ عالم در نہاں — با تو می گویند روزان و شباں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر — تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم — با شما نامحرماں ماخا مشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں — تم نا محرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می روید — محرم جانِ جماداں چو شوید
جبکہ تم پتھر پن کی طرف جا رہے ہو — تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہیں

از جمادی عالمِ جانہا روید — غلغلِ اجزائے عالم بشنوید
پتھر پن سے جانوروں کے عالم میں جاؤ — اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت — وسوسہ تاویلہا بر بایدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی — تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا ۲ — بہر بینش کردۂ تاویلہا
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں — تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے شود — دعویِ دیدن خیال وغی شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟ — دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بیننده را دیدارِ آں — وقتِ عبرت می کند تسبیح خواں
بلکہ ہر دیکھنے والے کو ان کا دیکھنا — عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

پس چواز تسبیح یادت می دہد — ایں دلالت ہمچو گفتن می بود
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں — یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویلِ اہلِ اعتزال — وائے آں کس کو ندارد نورِ حال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے — اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی — باشد از تصویرِ غیبی اعجمی
انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے — تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

ایں ۳ سخن پایاں ندارد، مار گیر — می کشید آں مار را با صد زحیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا — بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ — تا نہد ہنگامہ بر چار راہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا — تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

۱ جملہ ذرات۔ کائنات کا ہر ذرہ دلالت حال سے اپنے سننے اور دیکھنے کی کیفیت کو بتاتا ہے۔ چوں شما۔ جب انسان اپنا احساس کھو بیٹھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ ۲ جمادی۔ اگر اپنی جمادیت ختم کر کے روحانیت حاصل کر لے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ۔ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں جو معتزلہ کرتے ہیں ان کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئے گا۔

۲ قندیلہا۔ یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنے والا تسبیح خواں بن جاتا ہے تو جب کائنات اس کی تسبیح کا سبب بن گئی تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔

۳ ایں سخن۔ یہ روحانی باتیں بہت دراز ہیں لہٰذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر۔ پیچش۔ پیچ و تاب۔ چار راہ۔ چوراہہ۔

برلبِ [1] شط مرد ہنگامہ نہاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا

غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
بغداد شہر میں شور مچ گیا

مارگیرے اژدہا آوردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدہا لایا ہے

بوالعجب نادر شکارے کردہ است
اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے

صیدِ اُو شد ہر یک آنجا از خریش
اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار بن گیا

منتظر ایشاں و اُو ہم منتظر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (ان کا) منتظر

تا کہ جمع آیند خلقِ منتشر
تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردم ہنگامہ افزوں تر شود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں

گدیہ و توزیع نیکو تر رود
بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژخا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے

حلقہ کردہ پشت، پا بر پشت پا
کمر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گرد اُو چو رز گرد عریش [2]
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر پر

ہمچناں کہ بت پرستاں بر کنیش
جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

مردرا اززن خبر نے زا ازدحام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں

رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام
قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

چوں ہمی حراقہ جنبانید اُو
جب وہ چیتھڑے سر کاتا

می کشیدند اہلِ ہنگامہ گلو
مجمع والے گا پھاڑتے

اژدہا کز مہر یر افسردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھر ہوا تھا

زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود
سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش بار سنہائے غلیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا

احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ [3]
ان نگہبان نے اس کے لئے بڑی احتیاط رکھی تھی

در درنگ و اتفاق و انتظار
آخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں

وز ہیا ہوی و افغانِ بے شمار
ہائے و ہو اور بے شمار چیخوں سے

وز غلو خلق و مکث و ضمطراق
لوگوں کی کثرت اور ٹکاؤ اور کرفر سے

تافت برآں مار خورشید عراق
اس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے گا

[1] لبِ شط۔ بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش۔ بیوقوف۔ خریش۔ خری اش۔ گدیہ۔ بھیک۔ توزیع۔ تقسیم۔ بخشش ژاژخا۔ بکواسی۔ حلقہ کرد پشت۔ کمر جھکائے ہوئے۔

[2] عریش۔ چھپر۔ کنیشن۔ بت خانہ مردرا۔ مجمع کی کثرت میں خواص و عوام اور مرد زن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ حراقہ۔ چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

[3] حفیظ۔ محافظ۔ نگہبان۔ در درنگ۔ یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اس اژدھے کے حرکت میں آنے کا سبب بن گئیں۔ عراق۔ وہاں کی گرمی مشہور ہے۔

آفتابِ گرم سیرش گرم کرد — رفت از اعضائے اُو اخلاطِ[1] سَرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا — اس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

مُردہ بود و زندہ گشت اُو از شگفت — اژدہا برخویش جنبیدن گرفت
وہ مردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا — اژدہے نے بل کھانے شروع کر دیئے

خَلق را از جنبشِ آں مُردہ مار — گشت شاں از یک تحیّر صد ہزار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی — ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

با تحیّر نعرہا انگیختند — جملگاں از جنبشش بگریختند
حیرانی سے انہوں نے نعرے لگائے — اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست اُو بندزاں بانگِ بلند — ہر طرف می رفت چاقا چاق بند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا — ہر طرف بندش کی تڑاخ پڑاخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

بندہا بگسست و بیروں شد ززیر — اژدہائے زشت غرّاں ہمچو شیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا — بھیانک اژدہا شیر کی طرح دڑوکتا ہوا

دَر ہزیمت بس خلائق کُشتہ شُد — از فتادہ و کشتگاں صد پُشتہ شُد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے — مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

مار گیر از ترس برجا خُشک گشت — کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا — کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کورمیش — رفت ناداں سُوئے عزرائیل خویش
اس اندھی بھیڑنے بھڑیئے کو جگا دیا — بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

اژدہا یک لُقمہ کرد آں گیج[2] را — سہل باشد خون خوری گیج را
اس احمق کو اژدہے نے ایک لقمہ بنایا — حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

خویش را بر اُستنے پیچیدہ و بَست — اُستخوانِ خوردہ را درہم شکست
اس (اژدہے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا — کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا

شہر خالی گشت و اژدرہا براند — سوئے کُہ گرد[3] از بیاباں برفشاند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا — پہاڑ کی جانب اس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

نفست اژدرہاست اُو کے مُردہ است — از غمِ بے آلتی اَفسُردہ است
تیرا نفس اژدہا ہے وہ مردہ کہاں ہے — ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

[1] اخلاط۔ یعنی اژدہے کے بدن کی رطوبتیں۔ مُردہ مار۔ یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔ می شکست۔ اژدہا رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ چاقا چاق۔ رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ غرّاں۔ دڑوکتا ہوا۔ ہزیمت۔ مجمع کی واپسی۔ گرگ۔ سپیرے اور اژدہے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بھیڑ سوئے ہوئے بھیڑیئے کو خود بیدار کر دے یا کوئی شخص خود ملک الموت کے پاس چلا جائے۔

[2] گیج۔ احمق۔ گیج۔ حجاج کا لقب ہے حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروانی کے دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون بہایا ہے۔ خویش را۔ اژدہا۔ جانور یا انسان کو نگل کر اس کی ہڈیاں توڑنے کے لئے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔

[3] گرد فشاندن از بیابان۔ تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نفست۔ مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہئے۔ بے آلتی۔ ذرائع کا نہ ہونا۔

گر بیا بد آلتِ[1] فرعون اُو
اگر وہ فرعون کے ذرائع پا لے

کہ بامرِ اُو ہمی رفت آبِ جو
جس کے حکم سے دریائے نیل' کا پانی چلتا تھا

آنگہ اُو بنیادِ فرعون کُنَد
اس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا

راہِ صَد موسیٰ وصَد ہارُوں زنَد
سینکڑوں موسیٰ و ہارون کی راہ زنی کرے گا

کرمک ست آں اژدہا از دستِ فقر
وہ اژدہا افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے

چشمہ گردد زجاہ و مال صَقر
چرخ' جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بن جاتا ہے

اژدہا رادار در برفِ فراق
اژدہے کو محرومی کے برف میں رکھ

ہیں مکش اُورا بخورشیدِ عراق
خبردار! اس کو عراق کے سورج نہ لے جا

تا فسردہ می بود آں اژدہات
تاکہ تیرا اژدہا ٹھٹھرا ہوا رہے

لُقمۂ اُوئی چو اُو یابد نجات
جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

مات[2] کُن اُورا و ایمن شوز مات
اس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا

رحم کُن نیست اُوز اہلِ صَلات
رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

کاں تفِ خورشیدِ شہوت سَر زنَد
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی

آں خفاش مُردہ ریکت پر زنَد
وہ تیری ناچیز چمگادڑ اڑنے لگے گی

می کُش اُورا در جہاد ودر قتال
اس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا

مَردوار اللّٰہُ یَجزِیکَ الوِصَال
مردانہ وار' اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمائے گا

چونکہ آں مَرد اژدہا را آورید
چونکہ وہ مرد اژدہے کو لایا

در ہوائے گرم خوش شد آں مَرید
گرم ہوا میں وہ سرکش چاقدر چوبند ہو گیا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز
اے پیارے! لامحالہ اس نے وہ فتنے برپا کر دیئے

بلکہ صد چنداں کہ ما تقسیم نیز
بلکہ اس سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

تو طمع[3] داری کہ اورا بے جَفا
تو امید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے

بَستہ داری در وقار و در وَفا
وقار اور وفا میں باندھ لے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رَسد
ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے

موسیٰ باید کہ اژدہا کُشد
موسیٰ چاہیے جو اژدھے کو مارے

صَد ہزاراں خلق زاژدرہائے اُو
لاکھوں لوگ اس کے اژدھے سے

دَر ہزیمت کُشتہ شُد از رائے اُو
پسپائی مارے گئے اس کی رائے کی وجہ سے

[1] آلتِ فرعون۔ یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے۔ کہ بامر۔ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آ گیا تھا یہ فرعون کے لئے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کر مک۔ حقیر کیڑا۔ چشمہ گردد۔ یعنی اسباب میسر نہ آنے سے قوی ضعیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرخ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمہ اوئی۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔

[2] مات کن۔ نفس کو شکست دیدے۔ اہل صلات۔ یعنی قابل رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفس انسانی۔ می کش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہو جائے گا۔ چونکہ۔ سپیرے نے اس اژدہے کو گرمی سے آرام پہنچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم سرکش ہو کر اژدہے نے جو فتنے بپا کئے وہ میرے بیان سے سینکڑوں گنا زیادہ تھے۔

[3] تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہنچا کر اس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس کشی ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اس کے لئے موسیٰ جیسی اولوالعزمی چاہیے۔ صد ہزاراں۔ یہ شعر پھر سپیرے سے متعلق ہے۔

وَز اِ طمع ہم خویشتن را باد داد — گفتہ شد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالسَّدَادْ

لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا — قصہ کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

تہدید کردنِ فرعون موسیٰ علیہ السّلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم — خلق را کشتی و افگندی زبیم

فرعون نے ان موسیٰ سے کہا اے کلیم اللہ تو نے کیوں — ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

دَر تردّد از تو افتادند خَلق — دَر ہزیمت کُشتہ شد مردم ززَلق

تیری وجہ سے لوگو تردد میں مبتلا ہو گئے — اگلے بھاگنے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لا جرم ہر کس ترا دشمن گرفت — کینِ تو درسینہ مرد وزن گفت

لا محالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی — مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا

خَلق را می خواندی بر عکس شُد — از خلافت مرد ماں را نیست بُد

تو لوگوں کو بلاتا تھا (معاملہ) برعکس ہو گیا — لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

مَن ہم از شرّت اگر پس می خَزم — دَر مکافاتِ تو دیگے می پَزم

میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں — تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

دل ازیں برگن کہ بفریبی مَرا — یا بجُز فے پس روے گردد ترا

یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے — یا سلیہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہو گا

تو بداں غرّہ مشکویں ساختی — در دلِ خلقاں ہر اس انداختی

تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے — لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صَد چنیں آری وہم رُسوا شوی — خوار گردی ضُحکہ غوغا شوی

اس جیسے سینکڑوں معجزے تو لائے گا پھر بھی رسوا ہو گا — ذلیل ہو گا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بُدند — عاقبت در مصرِ ما رُسوا شُدند

تجھ جیسے بہت سے مکار تھے — انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جواب گفتنِ موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرعون را

حضرت موسیٰ کا اس دھمکی کا جواب دینا جو

دَر تہدید یکہ با اُومی نمود

فرعون نے ان کو دی

---

۱ در طمع۔ تماشہ دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔ گفت۔ فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰ کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھ کر بھی تماشائیوں کا مجمع بھاگا تھا اور اس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰ سے یہ گفتگو کی تھی۔

۲ تردّد۔ یعنی دین کے بارے میں شک و شبہ۔ دہزیمت یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہونے میں۔ می خواندی یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔ خلافت۔ خلاف تو۔ مَن ہم۔ یعنی اگرچہ میں سردست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

۳ بجزفی۔ یعنی تیرے سلیہ کے علاوہ تیرا کوئی پروبنہ بنے گا۔ کیں یعنی اپنی لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ ضحکہ۔ ہستی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔

گفت[1] ایا امرِ قسم اشراک نیست
گر بریزد خونم امرش باک نیست

حضرت موسیٰ نے فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے
اگر اس کا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم من شاکرم من اے حریف
ایں طرف رُسوا و پیشِ حق شریف

اے دشمن میں راضی ہوں، میں شکر گزار ہوں
کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیشِ خلقاں خوار و زار و ریشخند
پیشِ حق مطلوب و محبوب و پسند

مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائق مضحکہ ہوں
لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ ہوں

از سخن می گویم ایں ورنہ خدا
از سیہ رُویاں کند فردا ترا

یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں، ورنہ اللہ تعالیٰ
تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

عزّت[2] آنِ اوست و آنِ بندگانش
زآدم و ابلیس برمی خواں نشانش

عزت اسکی ملکیت ہے اور اس کے غلاموں کی ملکیت ہے
حضرت آدم اور ابلیس سے اس کی علامت کا مطالعہ کرلے

شرحِ حق پایاں ندارد ہمچو حق
ہیں وہاں بربند و برگرداں ورق

اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے
خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے

پاسخ دادنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و مُہلت خواستن

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور حضرت موسیٰ سے چالیس
تا چہل روز از موسیٰ علیہ السّلام
روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش ورق در حُکم ماست
دفتر و دیوان و حُکم ایں دم مراست

فرعون نے ان موسیٰ سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے
دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

مرمرا بخریدہ اندر اہل[3] جہاں
از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں

مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے
اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیا خودرا خریدی ہیں برو
خویشتن کم بیں بخود غرّہ مشو

اے موسیٰ تو نے خود اپنے آپ کو پسند کیا ہے خبردار! چلا جا
خود بینی نہ کر: اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحرانِ دہررا
تا کہ جہلِ تو نمایم شہررا

میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا
تاکہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

ایں نخواہد شُد بروزے و دو روز
مہلتم دہ تا چہل روزِ تموز

یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا
مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

[1] گفت۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے معاملہ کا مختار ہے میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ را ضمیم۔ دنیا کی رسوائی جس میں خدا کی رضامندی ہو مجھے منظور ہے۔ از سخن۔ یعنی اپنی رسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہہ دی ہے ورنہ اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ میں رسوا نہ ہوں گا تو ہی رسوا ہوگا۔

[2] عزت۔ غلبہ اور عزت اللہ اور اس کے غلاموں کے لئے ہے اسی لئے آدمؑ باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسخ۔ جواب۔ گفت فرعونش۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا کاغذ اور قلمدان اور حکم میرا ہے۔

[3] اہلِ جہاں۔ جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے۔ خود را خریدی۔ خود اپسند کردی۔ شہر۔ مصر۔ تموز۔ یعنی موسم گرما۔

جواب موسیٰ علیہ السّلام مر فرعون را

حضرت موسیٰ کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰ ایں مرا دستور نیست
موسیٰ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے

بندہ ام امہالِ تو مامور نیست
میں اللہ کا غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری و مرا خود یار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے

بندہ فرمانم بدانم کار نیست
میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم باتو بجدّ تا زندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا

مَن چہ کارہ نَصرتم مَن بندہ ام
مجھے مدد کا کیا کرنا ہے' میں تو غلام ہوں

می زنم تادر رسد حُکمِ خدا
جب تک اللہ کا حکم ہو گا میں مقابلہ کروں گا

کا فگند ہر خصم از خصمی جُدا
وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جواب فرعون موسیٰ علیہ السّلام راو وُی آمدن بموسیٰ علیہ السّلام

حضرت موسیٰ کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰ کے پاس وحی آنا

گفت۲ نے نے مہلتے باید نہاد
اس فرعون نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے

عشوہ کم وہ تو کم پیمائے باد
تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

حق تعالیٰ وحی کروش در زماں
فوراً اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی

مہلتے دہ مر وُرا مَہر اس ازاں
اس کو مہلت دیدے اس سے نہ گھبرا

ایں۳ چہل روزش بدہ مہلت بطوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دیدے

تا سگالد مکرہا اُو نوع نوع
تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

تا بکوشد اُو کہ نے من خفتہ ام
تاکہ وہ کوشش کر لے کیونکہ میں بھی سو تو نہیں رہا ہوں

تیز رو گویش رہ بگرفتہ ام
اس سے کہدے تیز چلے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

حیلہاشاں را ہمہ برہم زنم
ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کر دوں گا

وانچہ افزایند من برکم زنم
وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر پہنچ دوں گا

آب را آرند من آتش زنم
وہ پانی لائیں گے' میں آگ لگا دوں گا

نوش خوش گیرند من ناخوش کنم
وہ اچھا شہد پئیں گے میں اس کو بدمزہ کر دوں گا

مہر پیوند ند من ویراں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کر دوں گا

آنکہ اندر وہم ناید آں کنم
جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

۱ دستور۔ حکم۔ طریقہ۔ امہال۔ مہلت دینا۔ چیر۔ غالب۔ بدانم کار۔ ہاں مرا کار۔ جد کوشش۔ من چہ کارہ۔ یعنی مجھ اس سے بحث نہیں ہے کہ میری مدد ہو گی یا نہ ہو گی۔

۲ گفت نے نے۔ فرعون نے کہا۔ عشوہ۔ مکر۔ باد پیمودن۔ فضول باتیں کرنا۔ مہر اس۔ خوفزدہ نہ ہو۔

۳ ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اس کو مہلت دے دو اس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اس کی تمام تدبیروں کا بیکار کر دوں گا۔

تو مترس و مُہلتے اش دِہ دراز — گوسپہ گرد آر و صد حیلت بساز
تو نہ ڈر' اور اس کو لمبی مہلت دیدے — کہہ دے لشکر جمع کر لے اور سو تدبیریں کر لے

مہلت دادنِ موسیٰ علیہ السّلام فرعون راتا ساحراں را جمع از مدائن [1] کند

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے جادوگروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت تُرا — من بجائے خود شُدم رَستی بلا
فرمایا حکم آ گیا ' جا تجھے مہلت ہے — میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ' تو چھوٹ گیا

اُو ہمی شُد اژدہا اندر عَقب — چوں سگ صیّادِ دانا و مُحِب
وہ جا رہے تھے اژدہا پیچھے پیچھے تھا — سمجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

چوں سگِ صیّاد و جُنباں کردہ دُم — سَنگ رامی کرد ریگ اُو زیرِ سم
شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا — پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سَنگ و آہن را بدم درمی کشید — خُردمی [2] خائید آہن را پدید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا — لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

دَر ہوا می کرد خود بالائے بُرج — کہ ہزیمت می شد ازوے روم و گرج
فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا — کہ اس سے روم اور گرج کے باشندے بھاگتے تھے

کفک می انداخت چوں اشتر زکام — قطرہ زاں بر ہر کہ می زَد شد جُذام
منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا — جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اس کو کوڑھ ہو گیا

ژغوژغِ دندانِ اُو دل می شکست — جانِ شیرانِ سیہ می شد زدَست
اس کے دانتوں کی کڑ کڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی — کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکلی جاتی تھی

چون بقومِ خود رسید آں مجتبیٰ — شِدقِ اُو بگرفت و باز اُو شد عَصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہنچے — اس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھ بن گیا

تکیہ بروے کرد و می گفت اے عجب — پیشِ ما خورشید [3] و پیش خصم شب
انہوں نے اس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے — یہ معجزہ ہمارے لئے سورج اور دشمن کے لئے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بینداِیں سپاہ — عالمے پُر آفتابِ چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے — دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھی ہوئی ہے

[1] مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے' شہر۔
شُدم۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ رستی تجھے فی الحال نجات مل گئی ہے۔ ہمی شد۔ یعنی حضرت موسیٰ قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ دم۔ کتا محبت میں دم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چبا کر ریت بنا دیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے منہ میں کھینچ لیتا ہے۔

[2] خُرد۔ یعنی لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر رہا تھا۔ بُرج۔ یعنی سر کو دو منزلہ مکان سے اونچا کر لیتا تھا۔ گرج۔ گرجستان کے رہنے والے۔ کفک۔ اس کے منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اس قدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑ جاتا وہ کوڑھی بن جاتا۔ ژغوژغ۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیران سیہ۔ کالا شیر بہت خوفناک ہوتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب یعنی حضرت موسیٰ شدق۔ باچھ' لبوں کا گوشہ۔

[3] خورشید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لئے خورشید راہ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لئے تاریک رات ہے جس میں ان کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجیب۔ فرعون کے لشکری اس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔

چشم[1] باز و گوش باز و ایں ذکا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت

خیرہ ام در چشم بندیِ خدا
میں اللہ تعالیٰ کی چشم بندی پر حیران ہوں

من از ایشاں خیرہ ایشاں ہم زمن
میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے حیران ہیں

از بہارے خار ایشاں من سمن
خدا کی بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول ہوں

پیشِ شاں بُردم بسے جامِ رحیق
میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا

سنگ شد آبش بہ پیش آں فریق
اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

دستہ گل بستم و بُردم بہ پیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا

ہر گلے چوں خار گشت و نوش نیش
ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک بن گیا

آں[2] نصیب جان بیخویشاں بُود
وہ جام بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے

چونکہ با خویشند پیدا کے شود
چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے

خفتہ بیدار باید پیشِ ما
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیے

تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شُد فکرِ خلق
لوگوں کو فکر دنیوی اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا

تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
جب تک کہ اس کا فکر نہ ہو جائے حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکررا
حیرت درکار ہے تاکہ فکر کا صفایا کر دے

خورد حیرت فکررا و ذکر را
حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بُود او در ہنر
جو دنیا کے ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے

او بمعنیٰ پس بصورت پیشتر
وہ حقیقتاً پیچھے بظاہر آگے ہے

راجعون[3] گفت و رجوع انسان بُود
اللہ تعالیٰ نے واپس ہونے والے میں فرمایا اور واپس ہونا یہ ہوتا ہے

کہ گلہ واگرد و خانہ رَوَد
کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ واگردید گلہ از وَرُود
جب روڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے

پس قندآں بُز کہ پیش آہنگ بُود
تو وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش افتد آں بُز لنگِ پسیں
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے

اَضْحَکَ الرُّجْعٰی وُجُوْہَ الْعَابِسِیْنَ
واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسایا ہے

---

[1] چشم باز۔ ان کے حواس اور ذہانت موجود ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر بندی کر دی ہے۔ من از ایشان۔ فرعون حضرت موسیٰ کے معاملہ سے حیران تھی۔ سمن۔ چنبیلی کا پھول۔ جام رحیق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد۔ یعنی وہ شراب ان کے پینے کے قابل نہ رہی۔ دستہ گل۔ میں ان کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول ان کے لئے کانٹے بن جاتے ہیں۔

[2] آں۔ ہدایت کے جام ان کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں۔ خفتہ بیدار۔ یعنی وہ شخ جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔ تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالم بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں اس کو عالم بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ ان خوابوں سے محروم ہیں۔ حلق۔ یعنی معارف کے نگلنے سے حیرتے باید۔ مقام حیرت میں پہنچ کر سالک نہ اللہ کے ذکر پر قادر رہتا ہے نہ دنیاوی فکر پر۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ہنرمند ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے ہیں۔

[3] راجعون۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں واپسی کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ورود۔ چرگاہ یا پانی کے گھاٹ پر جانا پس فتد۔ جو بکری جانے میں گلہ میں سب سے پیچھے ہو گی واپسی میں وہ آگے ہو جائے گی۔ پیش افتد۔ گلہ کے پلٹنے کے وقت جو اگلے جانور ہوتے ہیں وہ پیچھے ہو جاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہو جاتے ہیں۔ اضحک پیچھے رہنے کی وجہ سے ان کو رنج تھا واپسی میں جب وہ آگے ہو جائے گے تو خوش ہوں گے۔

از گزافہ[1] کے شدند ایں قوم لنگ — فخر را دادند و بخرید ندنگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی — انہوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خریدا ہے

پاشکستہ می روند اینان بحج — از حرج راہیست پنہاں تا فرج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں — تنگی سے کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

دل زوانشہا بشستند ایں فریق — زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے — کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست — زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
وہ عقل چاہیے جس کی اصل اس جانب کی ہے — کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

ہر پرے بر عرضِ دریا کے پرد — تا لدن[2] علم لدنی می برد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کرسکتا ہے — اللہ کے قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد — کش بباید سینہ را زاں پاک کرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے — کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش — وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ لنگڑا بن جا — واپسی کے وقت تو پیشرو بن

اٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن باش اے ظریف — بر شجر سابق بود میوہ لطیف
اے خوش مزاج آخر میں آنے والوں اور بڑھ جانے والوں میں سے بن — عمدہ میں درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

گرچہ میوہ آخر آید در وجود — اوّل ست او زانکہ او مقصود بود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے — لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہٰذا وہ پہلے ہے

چوں[3] ملائک گوئی لاعلم لنا — تا بگیرد دست تو علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہدے ہمارے لئے علم نہیں ہے — تاکہ تو نے ہمیں تیری دستگیری کرے

گر دریں مکتب ندانی تو ہجا — ہمچو احمد پر ی از نورِ حجی
اگر تو اس مکتب میں بجے نہیں جانتا ہے — تو عقل کے نور سے (حضرت) احمد کی طرح پرواز کریگا

گر نباشی نامدار اندر بلاد — گم نہ و اللہ اعلم بالرشاد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہو گا — تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

---

[1] از گزافہ۔ اولیاء دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو جان بوجھ کر پیچھے رکھتے ہیں۔ پاشکستہ۔ بے سروسامانی میں عبادت گزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کرنے سے ہی آخروی راحتیں میسر آئینگی۔ دل زوانشہا۔

(شعر)

آزمودم عقل دور اندیش را
بعدازیں دیوانہ سازم خویش را

دانشی۔ عالم آخرت کی عقل درکار ہے وہی عالم آخرت کی رہنمائی کرسکتی ہے۔ دریا۔ دریائے حقیقت۔

[2] لدن۔ یعنی قرب حق۔ علم لدنی۔ وہ علم جو براہ راست ذات باری سے حاصل ہوا ہو۔ علمے۔ یعنی وہ علم جو محض عقلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو کتاب وسنت سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے واپسی میں سبقت حاصل ہو جائے گی۔ آخرون۔ حدیث شریف اے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن۔ ہم دنیا میں تمام امتوں سے بعد میں ہیں قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ بر شجر۔ باوجود۔ زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔

[3] چوں ملائک۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے لہٰذا اگر انسان بھی دنیا کے مکر و فریب کے علم سے خالی ہوگا اس کو عَلَّمْتَنَا یعنی علم خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ گر دریں مکتب۔ آنحضور ﷺ امی تھے۔ دنیا کے کسی کتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ حجی۔ عقل۔

اندراں ایں ویراں کہ آں معرفت نیست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے
از برائے حفظِ گنجینہ زریست
حفاظت کے لئے سونے کا خزانہ ہے

موضع معروف کے بنہند گنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں
زیں قبل آمد فرج در زیر رنج
اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

خاطر۲ آرد بس شکال اینجا ولیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن
بگسلد اشکال را استورِ نیک
عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

ہست عشقش آتشے اشکال سوز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے
ہر خیالے را برُوبد نورِ روز
دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

ہم ازاں سُو جُو جواب اے مُرتضیٰ
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر
کایں سوال آمد ازاں سُو مر ترا
کیونکہ یہ سوال ادھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے
تابِ لاشرقی ولاغرب از مہے ست
نہ مشرقی ہے نہ مغربی کی روشنی ایک عظیم چاند کی جانب سے ہے

تو ازیں سُود ازاں سُو چوں گدا
تو ادھر سے اور ادھر سے فقیر کی طرح ہے
اے کہ معنیِ چہ می جُوئی صدا
اے وہ کہ تو خود معنی ہے! گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہم۳ ازاں سُو جُو کہ وقتِ دردِ تو
یہ بھی اسی جانب تلاش کر جس طرف کہ تو درد کے وقت
می شوی در ذکرِ یا رَبی وتو
یا ربی کے ذکر میں ڈھرا ہوتا ہے

وقتِ مرگ و دردآں سُو می خمی
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے
چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟

وقتِ محنت می بری زاللہ بُو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے
چونکہ محنت رفت گوئی راہ کُو
جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

در زمانِ درد وغم یادش کنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے
چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

---

۱ اندراں۔ خزانہ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ زیں قبل جس طرح خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲ خاطر آرد۔ یہاں طبیعت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاء مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہوگا۔ بگسلد۔ اسی طرح ذہن انسان اس اشکال کا جواب دے دیگا کہ اگر شہرت مقصود بن جائے تو مضر ہے ورنہ اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔ ہست۔ اشکالات کا عقلی جواب سوچنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم ازاں سو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہوا اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیے۔ گوشہ۔ دل کے گوشہ میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ منجانب حق کی عطا ہے۔ تو ازیں سو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔

۳ ہم ازاں سُو۔ درد کے وقت انسان یا ربی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشکال جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیے۔ وقت مرگ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَارَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْا اِلَيْهِ جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ پھر وہ اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جو کہ وہ اس سے مانگتا تھا۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔

ایں ازاں آمد کہ حق را بے گماں
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ

ہر کہ بشناسد بود دائم براں
جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہے

وانکہ در عقل و گماں ہستش حجیب
اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے

گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب
کبھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

عقلِ جُزوی گاہ چیرہ گہ نگوں
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے

عقلِ کُلّی ایمن از ریبُ المنوں
کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے

رَو بخواری نے بُخارا اے پسر
اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں
تاکہ تو اپنے اندر دوسرا بخارا دیکھے

ساکناں محفلش لَا یَفْقَهُوْن ۲
اس (بخارا) کی محفل کے لوگ نہیں سمجھتے ہیں

ماچو خودرا اور سخن آغشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اس قدر آلودہ کیا ہے

کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم
کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم و افسانہ گردم در حنین
میں گریہ وزاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں

تا تقلّب یابم اندر ساجدین
تاکہ میں سجدہ کرنیوالوں میں نشست و برخاست حاصل کروں

ایں حکایت نیست پیش مردِ کار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے

وصفِ حال ست و حضور یارِ غار
حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربار داری ہے

آں اساطیرِ اوّلیں کہ گفت عاق
نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصے کہا

حرفِ قرآں را بُد آثارِ نفاق
قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

لامکانے ۳ کاندراں نورِ خداست
وہ لامکان جس میں خدا کا نور

ماضی و مستقبل و حال از کجاست
اس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ توست
اس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے

ہر دو یک چیز اند و پنداری کہ دوست
وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

---

۱ ایں ازاں۔ یعنی یہ کیفیت اس لئے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے ورنہ اس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا۔ وانکہ جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذات باری اس کے لئے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اس کے راستہ سے کبھی بے خبر ہو جاتا ہے اور کبھی اس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ مجزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کلی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہو جائے۔ رَیْبُ الْمَنُوْن۔ حوادث زمانہ حیرت۔ سالک کے لئے ایک ایسا مقام آتا ہے کہ انوار تجلیات کی فراوانی سے وہ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری۔ یعنی فناء ہستی موہوم۔ بخارا۔ مولانا کے دور میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علماء ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف و اسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

۲ لَا یَفْقَهُوْنَ۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش۔ ضمیر ش کو مترجمین نے بخارائے دگر جو کہ قریب ہے کہ طرف لوٹایا ہے اور لَا یَفْقَهُوْنَ۔ کا ترجمہ فرمایا ہے کہ انہیں ظاہری اور قالی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کور باطن لوگوں کے لئے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے بخارا کی طرف ضمیر لوٹائی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ ان ظاہری علماء میں دین کی حقانیت نہیں رہی ہے۔ اس حکایت میں جو قصے سنا رہا ہوں یہ گزشتہ لوگوں کے قصے نہیں ہیں بلکہ تمہارے اور اپنے احوال کا بیان کر رہا ہوں اور ان کا مقصد رجوع الی اللہ ہے ان کو وہ علوم نہ سمجھنا جس سے میں روک رہا ہوں۔ آں۔ منافقوں نے

قرآن کو بھی محض پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا ہے اور ان قصوں کا جو مقصود تھا اس کو نہ سمجھے اسی طرح میری کتاب کا حال ہے.....

۳ لامکانے۔ قرآن ایک صفت خداوندی ہے جو زمان مکان سے بالاتر ہے وہاں ماضی و مستقبل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی و مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں تو ان کو وہ سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے چھت کسی کے اعتبار سے نیچے ہے کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

یک تنے اُورا پدر مارا پسر
ایک شخص اس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے

بام زیرِ زید و بر عمر وآں زبر
بالاخانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمر کے اوپر ہے

نسبتِ زیر و زبر شد زاں دو کس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی

سقف سوئے خویش یک چیزست و بس
چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

نیست اِ مثلِ آں مثال ست ایں سخن
اس کا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے

قاصر از معنیِ نو حرفِ کہن
نئے نکتے سے پرانے الفاظ کو تاہ ہیں

چوں لبِ جُو نیست مَشکا لب بہ بند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک! لب بند کرلے

بے لب و ساحل بُدست ایں بحرِ قند
یہ شکر کا دریا بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ

سُوئے فرعونِ مُدمّغ تاچہ کرد
متکبر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

فرستادنِ فرعون بمدائن در طلب ساحراں

فرعون کا جادوگروں کو بلانے کے لئے شہروں کی طرف (لوگوں کو) روانہ کرنا

چونکہ موسیٰ باز گشت و اُو بماند
جب موسیٰ واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا

اہلِ رای و مشورت را پیش خواند
تو رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردند۲ پائے
وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے پاؤں جما لیے

ہر کسے کردند عرضِ فکر و رائے
ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

عاقبت ہامانِ بے سامان و دُوں
بالآخر ہامان بے سامان اور ذلیل نے

رائے پیش آورد و کردش رہنموں
رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

کاے۳ شہ شاہِ ظفر چوں غم فزود
اے بادشاہ فتح مند کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے

ساحراں را جمع باید کرد زود
جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

در ممالک ساحراں داریم ما
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں

ہر یکے در سحر فرد و پیشوا
ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے

جمع آرد شاں شہ و صرّاف مصر
بادشاہ اور مصر کا منتظم ان کو جمع کر لے

اُو بسے مردم فرستاد آں زماں
اس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کر دیے

ہر نواحی بہرِ جمعِ جادوان
ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

۱ نیست۔ خدا کی ذات وصفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ جو۔ یعنی اسرار خداوندی۔ مشکا۔ اے مشک۔ بحر قند۔ خدائی اسرار۔ بازگشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔

۲ بفشردند پای۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہو گئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

۳ کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَہٗ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْٓا اَرْجِہْ وَاَخَاہُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ۔ یعنی فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی۔ بڑا ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کرے، تم لوگ کیا صلاح دیتے ہو۔ درباریوں نے عرض کیا۔ موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے ہرکارے روانہ کر دیں، وہ لوگ آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔

ہر طرف کہ ساحرے بُد نامدار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا

کرد پرّاں سُوئے او دو پیک[۲] کار
اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیئے

دو جواں بودند ساحر مُشتہر
دو جوان مشہور جادوگر تھے

سحرِ ایشاں دردل مہ مُستمر
ان کی جادوگری چاند میں بھی جاری تھی

شیرِ دو شیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے انہوں نے دودھ دوہا تھا

در سفر ہارفتہ بر خُمّے سوار
وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

شکلِ کرپاسے نمودہ ماہتاب[۲]
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے

آں بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
اس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

سیم بُردہ مُشتری آگہ شدہ
لٹا ہوا خریدار حقیقت سے آگاہ ہو کر

دست از حسرت بُرخہا بر زدہ
افسوس سے منہ پیٹتا

صد ہزاراں ہم چُنیں درجادوی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں

بُودہ مُنشی[۳] و نبودہ چوں روی
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

صد ہزاراں جادوئیہا جنسِ ایں
اس طرح کی لاکھوں جادو گریاں تھیں

بودہ ایشاں راہمہ دیدہ مُبیں
اور ان کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

چوں بدیشاں آمد آں پیغام شاہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا

کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

از پئے آں کہ دو درویش آمدند
اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں

برشہ وبر قصرِ اُو موکب زدند
انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ڈیرہ جما لیا ہے

نیست با ایشاں بغیرِ یک عصا
ان کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے

کہ بمیگر دو بامرش اژدہا
جو ان کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

شاہ و لشکر جُملہ بیچارہ شدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے ہیں

زیں دوکس جملہ بافغاں آمدند
ان دونوں سے سب نالاں ہیں

چارہ جویاں بندہ را پیشِ شما
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس

شاہ ازاں ارسال فرمودست تا
بادشاہ نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ

چارہ سازید اندر دفعِ شاں
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرو

گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دے گا

---

۱ پیک۔ قاصد۔ دردلِ مہ۔ سحر کا اثر عموماً سفلیات پر پڑتا ہے علویات متاثر نہیں ہوتی ہیں لیکن ان کا کمال تھا کہ علویات کو بھی جادو سے متاثر کر دیتے تھے۔ شیر۔ یعنی وہ دونوں اس قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو کے ذریعے شیروں کا دودھ دوہ کر دیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر طے کر لیتے تھے۔

۲ ماہتاب۔ چاند کی چاندنی کا کپڑا بنا کر اس کو فروخت کر دیتے خریدار جب گھر پہنچتا تو کچھ نہ ہوتا اور وہ حسرت سے منہ پیٹتا۔ روی۔ قافیہ کا اصلی حرف یہاں قافیہ مراد ہے' قافیہ پہلے مصرع کے آخری حروف کے تابع ہوتا ہے لہٰذا تابع کے معنی میں ہے' یعنی وہ دونوں جادوگری میں مجتہد تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔

۳ منشی۔ آغاز کرنے والا۔ اپنے دماغ سے کوئی بات پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون۔ قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوس شاہی' لشکر۔ افغاں۔ فغان۔ فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے اس کو ہرا دیا تو بادشاہ بہت انعام دے گا۔

چارۂ می باید اندر ساحری — تا بُوَد کہ زیں دوسا حرجاں بَری
جادو گری میں کوئی تدبیر چاہیے — تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جاں بری ہو

آں دو ساحر راچو ایں پیغام داد — ترس[1] و مہری دَردلِ ہر دو فتاد
جب ان دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا — خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عرقِ[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت — سَر بزانو برنہاد ند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی — تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زا نوست — حلِ مشکل را دو زانو جادوست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے — مشکل کو حل کرنے کے لئے زانو جادو ہے

استفسار کردنِ ہر دو ساحرِ از مادر گورِ پدر را و پرسیدن از
دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور ان کا اس کی
رَوانِ اُو حقیقت موسیٰؑ را
روح سے حضرت موسیٰ کی اصلیت دریافت کرنا

بعدازاں گفتند اے مادر بیا — گورِ بابا کو تو مارا رہنما
اس کے بعد انہوں نے کہا ماں! آ جا — باوا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

بُرد شاں بر گورِ اُو بنمودَہ راہ — پس سہ روزہ داشتند از بہرِ شاہ
وہ ان کو اس کی قبر پر لے گئے' راستہ دکھایا — پھر انہوں نے بادشاہ کی خاطر تین روز رکھے

بَعدازاں گفتند اے بابا بما — شاہ پیغامے فرستاد از وَجا[3]
اس کے بعد انہوں نے کہا اے باوا! ہمیں — بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دو مَرد اُو رابہ تنگ آوردہ اند — آبرویش پیشِ لشکر بُردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے — لشکر کے رو برو اس کی آبرو ریزی کر دی ہے

نیست با ایشاں سَلاح ولشکرے — جُز عَصا و در عَصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے — لاٹھی کے علاوہ اور لاٹھی میں شور و شر ہے

تو جہانِ راستاں دَر رفتۂ — گرچہ دَر صُورت بخا کے خُفتۂ
تو بچوں کے عالم میں چلا گیا ہے — اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحرست مارا دِہ خبَر — وَر خدائی باشد اے جانِ پدر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے — اور اگر خدائی بات ہے' اے ابا جان!

[1] ترس۔ خوف ان دونوں پر خوف اس بناء پر طاری ہوا کہ جب ان دو فقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہو گی۔ مہر۔ محبت اس لئے پیدا ہوئی کہ باوجود اس طاقت کے جب وہ ظاہری شان و شوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہونگے۔

[2] عرق۔ رگ۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا۔ ہم پیشہ ہونا یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰ و ہارون نے بھی ان کی جادوگری کی طرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سَر بزانو نہادن۔ غور و فکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب' مدرسہ۔ رواں' روح۔ بہرِ شاہ۔ بادشاہ کے معاملہ میں ان کو روزے رکھنے پڑے تاکہ باپ کی روح سے حضرت موسیٰ کی حقیقت معلوم کر سکیں۔

[3] زجا۔ خوف۔ دو مرد۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ شور و شرے۔ کیونکہ اس لاٹھی نے اژدہا بن کر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہان راستاں۔ عالم آخرت۔ خاک۔ یعنی قبر۔ در خدائی۔ یعنی حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتا دے تاکہ ہم اس کی تعظیم کریں۔

ہم خبردہ تاکہ ما سجدہ کنیم — خویش رابر کیمیائے[1] برز نیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں — اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

نا اُمید انیم اُمیدے رسد — در شبِ دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں، امید پیدا ہو جائے — اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رَشد — راند گانیم و کرم مارا کشد
ہم گمراہی سے راہ ہدایت پر آ جائیں — ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جواب گفتن ساحرِ مُردہ باپسرِ زندانِ خود

مردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت[2] ایشاں در خواب کاے اَولادِ من — نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا، اے میرے بچو! — اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من — نیست پیدا گفتن ایں را مُر تہن
اس نے پکارا اے میری جان اور بچو — اس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مُطلَق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیشِ چشم دُور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے — لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنایم شمارا آیتے — تا شوید آگہ زسرِّ[3] کینتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں — تاکہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

یک نشانے وا نمایم باشما — تا شود پیدا شمارا ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں — تاکہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جا گہ رَوید — از مقامِ خفتنش آگہ شوید
میرے نور چشمو! جب تم وہاں جاؤ — اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

آں[3] زماں کہ خفتہ باشد آں حکیم — آں عَصا گیرید و بگذارید بیم
جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو) — وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عَصا اُو ساحرست — چارۂ ساحر شمارا حاضر ست
اگر تم نے اس کی لاٹھی چرالی تو وہ جادوگر ہے — جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

وَرنہ بتوانید ہاں آں ایز دیست — اُو رسولِ ذُوالجلال و مُہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے — وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

---

[1] کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰ کا اتباع۔ ناامیدیم۔ یعنی اس وقت ہم جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں۔ ہمارے لئے آفتاب ہدایت طلوع ہو جائے۔

[2] گفت شاں۔ ان کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا کہ اس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے۔ یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کنیت۔ پوشیدہ بات۔

[3] آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہٰذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحر ست۔ کیونکہ اسی کی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کر دیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہو گئی۔

گر جہاں افرعون گیرد شرق و غرب — سرنگوں آید خدا را گاہِ حرب
اگر فرعون مشرق اور مغرب پورا جہان حاصل کر لے — لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اوندھا ہو جائے گا

ایں نشانِ راست دادم جانِ باب — برنویس اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیدی — لکھ لے اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

جانِ بابا چوں بخُسپد ساحرے — سحر و مکرش را نباشد رہبرے
جان پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے — اس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

چونکہ چوپاں خُفت گرگ ایمن شود — چونکہ خُفت اُو جہد اُو ساکن شود
جب گڈریا سو گیا، بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے — جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست — گرگ را آنجا اُمید و رہ کجاست
لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے — بھیڑیئے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

جادوی کہ حق کند حق ست و راست — جادوئی خواندن مر آں حق را خطاست
جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے — اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلطی ہے

جان بابا ایں نشانِ قاطع ست — گر بمیرد[۲] نیز حُقش رافع ست
جان پدر! یہ قطعی علامت ہے — اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

تشبیہ کردن قرآنِ مجید را بعصائے موسیٰ و وفاتِ
قرآن مجید کو عصائے موسیٰ سے تشبیہ دینا اور آنحضور ﷺ
مصطفیٰ علیہ السلام را تشبیہ نمودن بخوابِ موسیٰ و قاصدانِ
کی وفات کو حضرت موسیٰ کے سونے سے تشبیہ دینا اور قرآن میں تغیر کرنے
تغییر قرآن را بآں دو ساحر بچہ کہ قصدِ بُردنِ عصائے موسیٰ[۳]
والوں کو ان دو جادوگر بچوں کے ساتھ تشبیہ دینا، جنہوں نے حضرت موسیٰ کی
کردہ بُودند چوں موسیٰ را خفتہ یافتند
لاٹھی کو چرانے کا ارادہ کیا جبکہ حضرت موسیٰ کو سویا ہوا پایا

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطافِ حق — گر بمیری تو نمیرد[۳] ایں سبق
اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ سے وعدہ کیا ہے — اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی تو یہ سبق فنا نہ ہوگا

من کتاب و معجزت را حافظم — بیش و کم کن راز قرآں را فضم
میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں — میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والوں کا مخالف ہوں

۱ گر جہاں۔ اگر معجزہ سے تو فرعون مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے گا بلکہ ذلیل ہو گا۔ چونکہ گڈریا بیداری میں حفاظت کر سکتا ہے جب سو جاتا ہے تو اس کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے۔ خداست۔ معجزہ کا تعلق خدا سے ہے وہاں غفلت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا اس کی حفاظت مکمل ہے۔

۲ گر بمیرد۔ موت سے نیند مراد لی جائے ورنہ عموماً انبیاء کے معجزات کا تعلق بھی ان کی حیات سے ہے۔
تشبیہ۔ قرآن کو عصائے موسیٰ اور حضورؐ کی وفات کو حضرت موسیٰ کے سونے اور قرآن میں تغیر و تبدل کرنے والوں کو ان دو جادوگروں سے مشابہ سمجھو۔

۳ نمیرد۔ اللہ نے قرآن میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

من ترا در ہر دو عالم رافِعم[1] طاغیاں را از حدیثت دافِعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو توبہ از من حافظے دیگر مجو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہو کر سکتا تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم نام تو بر زرّو برنقرہ زنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہرِ تو در محبت قہرِ من شُد قہرِ تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نام[2] تو از ترس پنہاں می کنند چوں نماز آرند پنہاں می شوند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خُفیہ می گویند نامت را کنوں خُفیہ ہم بانگ نماز اے ذُوفنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

از ہراس و ترسِ کفارِ لعیں دینت پنہاں می شود زیرِ زمیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے تیرا دین زمین چھپاجاتا ہے

من منارہ برکنم آفاق را کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں دنیا کو دین سے روشن کر دوں گا میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دوں گا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ دینِ تو گیرد زما ہی تا بماہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کر لیں گے تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائے گا

تا قیامت[3] باقیش داریم ما تو مترس از نسخ دیں اے مصطفیٰ
ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے اے مصطفیٰ تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اَے رسولِ ما تو جادُو نیستی صادقی ہم خرقہ موسیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو تم سچے ہو، موسیٰ کے پیر بھائی ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا کفرہارا در کشد چوں اژدہا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ) کی لاٹھی کی طرح ہے جو اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ چوں عصایش داں تو انچہ گفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو (موسیٰ) کی لاٹھی کی طرح سمجھو

[1] رافعم۔ قرآن پاک میں ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ کس نیارد۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَامُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ قہرِ من۔ رسول کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

[2] نام تو۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضور سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپ کر پڑھتے تھے۔ ن منارہ۔ دین سے تمام عالم کو منور کر دوں گا اور مخالفوں کی آنکھیں چکاچوند ہو جائیں گے۔ چاکرانت۔ صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا۔ ماہی ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا۔

[3] تاقیامت۔ قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ ہم خرقہ۔ وہ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰ اور آنحضرت ﷺ ایک ہی شریعت کے علم بردار اور پیغامبر ہیں ہست قرآن جسطرح حضرت موسیٰ کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا۔ گفتہ۔ یعنی قرآن پاک۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو

چوں[1] عصا آگہ بُود آں گفتِ پاک
(موسیٰ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

قاصداں را در عصایت دست نے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے

تو بخُسپ اے شہ مُبارک خُفتنے
اے شاہ! تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

تو بخُفتہ نُورِ تو بر آسماں
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے

بہرِ پیکارِ توزہ کردہ کماں
تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کے لئے کمان پر چلا چڑھائے ہوئے ہیں

فلسفی[2] وانچہ پوزش می کُند
فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے

قوسِ نورُت تیر دوزش می کُند
تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

آنچناں کردو ازاں افزوں کہ گفت
اللہ تعالیٰ نے وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ

اُو بخُفت و بخت و اقبالش نخُفت
وہ (مصطفیٰ) سو گئے اور ان کا نصیب اور اقبال نہ سویا

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شُد
جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا

کارِ اُو بے رونق و بے آب شُد
تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

ہر دو[3] از گورش رواں گشتند و تفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے

تا بمصر از بہرِ آں پیکار زفت
سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند
جب اس کام کے لئے مصر میں پہنچے

طالبِ موسیٰ و جائے اُو شدند
حضرت موسیٰ اور ان کی قیام گاہ کے طلبگار بنے

اِتفاق افتاد کاں روزِ ورود
یہ اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن

موسیٰ اندر زیرِ نخلے خُفتہ بود
(حضرت) موسیٰ کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے

پس نشاں دادند شاں مردم بدو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا

کہ بروزاں سُوئے نخلستان بجو
کہ جا اس نخلستان کی جانب تلاش کر

چوں بیامد دید در خُرما بُناں
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا

خُفتہ کو بود بیدارِ جہاں
اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

بہرِ نازش بستہ اُو دو چشمِ سَر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے

عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر
عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

اے بسا بیدار چشم و خُفتہ دل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں

خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گِل
آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

---

[1] چوں عصا۔ حضرت موسیٰ کی نیند کے باوجود جادوگران کی لاٹھی نہ چرا سکے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کر سکیں گے۔

[2] فلسفی۔ ملحدین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں نور محمدیؐ ان کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔

آنچناں۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو وعدے کئے ان کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ کیا۔ خواب شُد۔ جادوگر کی غفلت کے وقت اس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

[3] ہر دو۔ یعنی دونوں جادوگر۔ گورش۔ یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود۔ آمد خرماتاں۔ کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند۔ دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

وانکہ دل بیدار دارد چشم سَر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ

گر بخسپد بر کشاید صَد بَصر
اگر سو جائے سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہل دل نۂ بیدار باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے، جاگتا رہ

طالب دل باش و دَر پیکار[1] باش
دل کا طالب بن اور نفس سے لڑتا رہ

وردلت بیدار شدُ می خُسپ خوش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے، آرام سے سو جا

نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
سات (آسمانوں اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

گفت پیغمبر کہ خُسپد چشم من
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے

لیک کے خُسپد دلم اندر وَسَن
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے

شاہ بیدارست و جاہر خُفتہ گیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو

جاں فدائے خفتگانِ[2] دل بصیر
بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصف بیداریِ دل اے معنوی
اے معنی کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف

می نگنجد دَر ہزاراں مثنوی
ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چوں بدیدندش[3] کہ خُفت ست اُو دراز
جب انہوں نے ان کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا

بہر دزدیِ عصا کردند ساز
انہوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عَصا کردند زود
جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا

کز پسش باید شدن واں را ربود
کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اس کو اڑا لینا چاہیے

اَند کے چوں پیشتر کردند ساز
جب آگے بڑھنے کا تھوڑا سا قصد کیا

اندر آمد آں عَصا دَر اہتزاز
وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

آنچناں برخود بلر زید آں عَصا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی

کاں دو بَر جا خشک گشتند از وَجا
کہ وہ دونوں خوف سے اپنی جگہ پر خشک ہو گئے

بعدازاں شدُ اژدہا و حملہ کرد
اس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اس نے حملہ کر دیا

ہَر دو آں بگریختند وروی زَرد
دونوں بھاگے اور ان کا چہرہ زرد (تھا)

رُو در افتادن گرفتند از نہیب
خوف سے انہوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا

غلط غلطاں مُنہزِم دَر ہر نشیب
لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں
تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ طاقت آسمانی ہے

زانکہ می دیدند حدّ ساحراں
اس لئے کہ انہوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

---

[1] در پیکار۔ یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر۔

ہفت و شش۔ یعنی ساتوں آسمان اور چھ جانبیں شاہ بیدار۔ اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔

[2] خفتگان۔ یعنی جن کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ معنوی۔ وہ شخص جو معنی اور حقیقت کا طالب ہو۔

[3] بدیدناش۔ ان دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہو جانا۔ وجا۔ خوف۔ خُد۔ یعنی وہ لاٹھی نہیب۔ خوف۔ مُنہزِم۔ پسپا۔

پس [1] از یں رُو عِلمِ سحر آموختن
لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا

نیست ممنوع و حَرام و مُمتَہن
ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمییزِ حق از باطل نکوست
حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے اچھا ہے

سحر کردن شُد حرام اے مردِ دوست
اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بَعد ازاں اطلاق وتپ شاں شد پدید
اس کے بعد ان کو دست آئے اور بخارا آ گیا

کارِشاں تانزع وجاں گندن رسید
ان کا معاملہ نزع اور جاں کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مردے دَر زماں
تو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا

سُوئے موسیٰ از برائے عُذرِ آں
(حضرت) موسیٰ کے پاس اس کی معذرت کے لئے

کامتحاں کردیم مارا کے رسَد
کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا

اِمتحانِ تو اگر نبُود حَسَد
آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مُجرم [2] شاہیم و مارا عُذر خواہ
ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذر خواہی کر دیجئے

اے تو خَاص الخَاصِ درگاہِ اِلٰہ
آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

درگذر ازما کہ ما کردیم بَد
ہم نے برا کیا ہمیں معاف کر دیجئے

اے ترا الطاف وفضلِ بے عَدد
اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

عفو کرد و دَر زماں نیکو شُدند
انہوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے

پیشِ موسیٰ برز میں سَرمی زدند
(حضرت) موسیٰ کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰ عَفو کردم اے کرام
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا

گشت بَر دوزخ تن وجاں تاں حرام
تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

من [3] شمار اخودند یدم اے دویار
اے دو دوستو! (گویا) میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں

اعجمی سازید خودرا ز اعتذار
عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنالو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست

درنبرد آئید پیش بادشاہ
بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

اُنچہ باشد مرشمارا از فنُون
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں

جمع آرید از درون و از بُروں
اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

[1] پس۔ اگر کوئی شخص جادو اس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کرے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اطلاق۔ دستوں کا جاری ہو جانا۔ کامتحان۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بناء پر تھا۔

[2] مجرم شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ کا ہی جرم کیا ہے۔ نیکو شُدند۔ یعنی ان کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہو گئی۔ گشت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔

[3] من شمار۔ حضرت موسیٰ نے ان دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذر خواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل۔ یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

جمع آمدن ساحران از مَدائن پیشِ فرعون و تشریفہا[1] ازوے
شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اس
یافتن و دَست بر سینہ در قہرِ خصمِ اُو کہ ایں کار را دفع بر ما نویس
ان کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لئے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھ لے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدُند — انتظارِ وقت فرصت می بُدند
پھر انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے — فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں — داد شاں تشریفہائے بیکراں
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے — ان کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وَعدہا شاں کرد و پیشین ہم بداد — بندگاں و اسپان و نقد و جنس و زاد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیئے — غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں شاں گفت ہیں اے سابقاں — گر فزوں[2] آئید اندر امتحاں
اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو! — اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

برفشانم برشما چندیں عَطا — کہ بدَرّد پردۂ جُود و سَخا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا — کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائے گا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ — غالب آئیم و شود کارش تباہ
تو انہوں نے کہا کہ اے شاہ آپ کے اقبال سے — ہم جیتیں گے اور اس موسیٰ کا کام تباہ ہو گا

ماریں فن صَفدریم و پہلواں — کس ندارد پائے ما اندر جہاں
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں — ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ[3] موسیٰ بندِ خاطر ہاشدست — کایں حکایتہاست کہ پیشیں بُدست
موسیٰ کا ذکر دلچسپی کا موجب بن گیا ہے — کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰ بہرِ رُوپوش ست و لیک — نورِ موسیٰ نقدِ تُست اے مردِ نیک
موسیٰ کا تذکرہ منہ چھپانے کے لئے ہے لیکن — اے بھلے آدمی! موسیٰ کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰ و فرعون در ہستی تُست — بایداِیں دو خصم را اورو خویش جُست
موسیٰ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں — ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہیے

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج — نُورِ دیگر نیست دیگر شُد سراج
موسیٰ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے — روشنی دوسری نہیں ہے، چراغ دوسرا ہے

[1] تشریفہا۔ خلعتیں۔ در قہرِ خصمِ او۔ یعنی حضرت موسیٰ پر غالب آنے کے بارے میں۔ شُدند۔ یعنی وہ حضرت موسیٰ کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار۔ یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں۔ بازی لے جانے والے۔

[2] فزوں آئید۔ یعنی اگر تم حضرت موسیٰ پر غالب آجاؤ گے۔ کہ بدرد۔ یعنی اس قدر دوں گا جو حد سے بڑھا ہوا ہو گا۔ کارش۔ یعنی حضرت موسیٰ کا کام۔ صفدریم۔ یعنی ہم صف شکن ہیں۔ پائے۔ ہمارا مرتبہ۔ ذکر موسیٰ۔ حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے لیکن مقصود محض قصہ گوئی نہیں ہے قصہ تو پرانا ہے۔

[3] ذکر موسیٰ اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لئے ذکر کیا گیا ہے مقصود اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰ کو عطا کیا گیا تھا۔ تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔

ایں از اِسفال وایں فتیلہ دیگرست
دیولا اور یہ بتی دوسری ہے

لیک نُورش نیست دیگرزاں سَرست
لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا

زانکہ از شیشہ است اعداد و دُوئی
کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

وَر نظر بر نُور داری وارہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا' نجات پا جائے گا

از دوئی و اَعدادِ جسم اَے منتہی
اے باکمال! جس کی دوئی اور تعدد سے

از نظر گاہ است اے مغزِ وجود ۲
اے خلاصہ کائنات! نقطہ نظر کی وجہ سے ہے

اِختلافِ مُومن و گبر و جہود
مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن دَر چونگی و شکلِ پیل دَر شبِ تار
اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانہ تاریک بُود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا

عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہندوستانی اس کو پیش کرنے کے لئے لائے تھے

از بَرائے دیدنش مردم بسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے

اندراں ظلمت ہمی شُد ہر کسے
ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنش ۳ باچشم چوں ممکن نبُود
چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا

اندراں تاریکیش کف می بسُود
اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے راکف بخرطوم اوفتاد
ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا

گفت ہمچونا و دانست ایں نہاد
اس نے کہا یہ جسم پر نالے کی مانند ہے

آں یکے را دست بر گوشش رسید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا

آں بروچوں باد بیزن شُد پدید
اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

آں یکے راکف چو برپایش بسود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا

گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود
اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

آں یکے برپُشت اُو نہا دوست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا

گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست
اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

ہمچنیں ہر یک بجزوئے کور سید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا

فہم آں می کرد ہر جامی شُنید
جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

۱ ایں سفال۔ اشخاص بدلتے ہیں اور اس صفت خاصہ کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔ شیشہ۔ یعنی تعینات۔ گم شوی۔ وحدت حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ در نظر شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مد نظر ہو تو وحدت حقیقی نظر آئے گی از نظر گاہ۔ مومن اور کافر کا نقطہ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لئے ان میں اختلاف پیدا ہوا۔

۲ مغز وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہٰذا وہ وجود کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ پیل۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ایک چیز کے دیکھنے کے جب زاویئے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو ان کے عقیدے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔

۳ دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اس لئے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے ..... سے مشابہ ہے۔ ناودان پرنالہ۔ باد بیزن۔ پنکھا۔ فرشی پنکھے بالکل۔ ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ عمود۔ ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر تخت کی طرح چوڑی چکلی ہوتی ہے می شنید۔ جہاں کہیں وہ لوگ ہاتھی کا ذکر سنتے تو اپنے ذہن کے مطابق اس کا تصور کرتے۔

از نظر گہ گفت شاں شد مختلف
ان کی بات نقطہ نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی

آں یکے داش لقب داد ایں الف
ہی ایک نے اس کو دال کا لقب دیا اس نے الف کا

وَر کف ہر یک اگر شمعے بُدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی

اختلاف از گفتِ شاں بیروں شدے
تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

چشم ۲ حِس ہمچوں کفِ دستست و بس
جس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے

نیست کف را بر کُلِ اُو دسترس
ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگرست و کف دِگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں

کف بہل وز دیدہ در دریا نگر
جھاگ کو چھوڑ اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جُنبشِ کفہاز دریا روز و شب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے

کف ہمی بینی و دَریا نے عجب
تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ماچو کشتیہا ۳ بہم برمی زنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں

تیر چشمیم و دَر آبِ رو شنیم
ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو دَر کشتیِ تن رفتہ بخواب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے

آب را دیدی نگر در آب آب
تو نے پانی کو دیکھ لیا' پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو میراندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے

روح را روحے ست کو میخواندش
روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

موسیٰ و عیسیٰ کجابد کآفتاب
حضرت موسیٰ عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے

کشتِ موجودات رامی دادآب
موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدمؑ و حوّا کجا بُدآں زماں
اس وقت حضرت آدم اور حوا کہاں تھے

کہ خدا اَفگند ایں زہ در کماں
جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابترست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے

آں سخن کہ نیست ناقص راں سَرست
جو بات ناقص نہیں ہے' وہ اُدھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تُو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائے گے

در نگویم ہیچ ازاں اے وائے تُو
اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

۱ آں یکے۔ چونکہ ہاتھی کا تصور سب کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لئے انہوں نے اس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا کسی نے مثلاً اس کو دال کہا تو کسی نے اس کو الف کہا۔

۲ چشم حِس۔ انسان کی حسی آنکھ ان لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے ان کی ہتھیلی کی دست میں پورے ہاتھی پر نہ تھی اسی طرح۔ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کف دگر۔ مولانا کف دست سے کف دریا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہیے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسم دریا۔ یعنی وجود وسیع۔ کف۔ یعنی جسم عنصری۔ جنبش کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتا ہے۔

۳ ماچو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کف دریا سے تعبیر کیا تھا۔ اب ان کو کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آب روشن۔ روح۔ اے تو۔ اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہو گیا ہے تو اب اس کو آگے قدم بڑھا کر ذات حق کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ آب آب۔ روح الارواح' ذات حق۔ آبیست۔ یعنی روح کے لئے افاضہ حیات کرنے والی ذات۔ موسیٰ و عیسیٰ افاضہ حیات کرنے والی ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا یعنی کائنات کو حیات بخشی تھی۔ ایں سخن۔ یعنی ذات حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو تعبیرات فرمائی ہیں تو وہ صحیح ہیں۔ گر بگویم۔ اب اگر مثالوں سے اس کی ذات وصفات کو بیان کیا جائے تو اسی مثال پر دل جما لوگے بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔

وَر بگویم در مثالِ صورتے — بر همان صورت بچسپی اے فتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں اس کی صفات بتاؤں — اے نوجوان! تو اس ہی صورت پر چپک جائے گا

بستہ[1] پائی چوں گیاہ اندر زمیں — سر بجنبانی ببادے بے یقیں
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے — بغیر یقین کے سوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کنی — یا مگر پارا ازیں گل بر کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے — یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کنی پارا حیاتت زیں گل ست — ایں حیاتت دارو ش بس مشکل ست
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے — تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

چوں[2] حیات از حق بگیری اے روی — پس غنی گردی ز گل در دل روی
اے سیراب! جب تو اللہ تعالیٰ سے زندگی حاصل کریگا — تو مٹی سے بے نیاز ہو جائے گا دل کی دنیا میں پہنچ جائے گا

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل — می روی بے قید حُراز اہلِ گل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف — بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑیگا

شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد — لوت خوارہ شد مر او را می ہلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے — غذا خود بن جاتا ہے اور اس دایہ کو چھوڑ دیتا ہے

بستہ[3] شیرِ زمنی چوں حبوب — جو فطام خویش از قوت القلوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے — دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

قوتِ حکمت خور کہ شد نورِ ستیر — اے تو نور بے حجب را نا پذیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے — اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

تا پذیر اگردی اے جان نور را — تا بہ بینی بے حجب مستور را
اے جان تا کہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے — تا کہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی — بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے — بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی — ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے — ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

---

[1] بستہ پائی۔ عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور صفات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لئے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں۔ لیک۔ عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونے کے لئے پیش قدمی نہیں کرتے ہیں، نہ کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں۔ چوں کنی۔ جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

[2] چوں حیات۔ اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیرباد کہہ دے تو وہ دل کی دنیا میں پہنچ کر اسرار وحدت حاصل کر سکتا ہے۔ شیر خوارہ بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں وہ دایہ کو چپٹا رہتا ہے۔ جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب تک..... عالم سفلی سے چپٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے۔ جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالم سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔

[3] بستہ۔ بیج زمین سے غذا حاصل کرتا ہے اسی طرح انسان عالم سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اس کی اصلی غذا دل اور روح کی غذا ہے جو عالم ملکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ قوتِ حکمت۔ تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کر لے اس کے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اصل غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے پر براہ راست اسے غذا حاصل ہونے لگے گی۔ تا بہ بین رفتہ رفتہ ہوا استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے شاہد حق حاصل ہو جائے گا۔ چوں ستارہ۔ پھر عالم ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی۔ عالم ملکوت کی طرف تمہارا عروجی سفر اسی طرح ہوگا جس طرح کہ اس عالم سے اس عالم کی طرف نزول سفر ہو لیکن یہ سفر چونکہ تمہاری بے ہوشی میں ہوا ہے اس لئے تمہیں نہ وہ سفر یاد ہے اور نہ اس سفر کے طے کرنے کے راستے یاد ہیں۔

را ہمہائے آمدن یادت نماند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے

لیک رمزے بر تو برخواہیم خواند
لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش [1] را بگذار وانگہ ہوشدار
ہوش کو چھوڑ دے پھر ہوشیار بن جا

گوش را بربند و آنگہ گوشدار
کان کو بند کر لے پھر کان لگا

نے بگویم زانکہ تو خامی ہنوز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے

در بہاری و ندیدستی تموز
تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

ایں [2] جہاں ہمچوں درخت ستاے کرام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے

مابر و چوں میوہائے نیم خام
اور ہم اس پر آدھ کچے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہ شاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے

زانکہ در خامی نشاید کاخ را
کیونکہ کچے پن میں شاہی محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت وگشت شیریں لب گزاں
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چپکانے والا شیریں بن گیا

سست گیرد شاخہارا بعدازاں
اس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے

سرد شد بر آدمی ملکِ جہاں
دنیا کا ملک انسان کے لئے بے وقعت ہو جاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی ست
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے

تا جنینی کار خوں آشامی ست
جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے تیرا کام خون پینا ہے

چیز دیگر [3] ماند لیک گفتنش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا میرا کام نہیں ہے

باتو روح القدس گوید نے منش
وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

نے تو گوئی ہم بگوشِ خویشتن
نہیں تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا

بے من و بے غیرِ من اے ہم تو من
میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے

توز پیشِ خود بہ پیشِ خود شوی
تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

من وتو کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ہمچو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرار خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا..... بن جاتا ہے اس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا کہ وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

---

[1] ہوش را بگذار۔ اگر تم اس آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور مادی ہوش وحواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور ان جسمانی کانوں کو بند کر لے روح کے کان کھول لو پھر تمہیں باتیں یاد آ جائیں گے اور عہد الست کی آواز سن لوگے۔ نے بگویم۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے مجاہدات کی گرمی نہیں سہی ہے۔

[2] ایں جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اس کا جوڑا مضبوط ہے اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح خام انسان دنیا کو چمٹا رہتا ہے اگر اس میں پختگی آجاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چمٹا ہوا ہے اس کی غذا خون ہے جب وہ باہر آجاتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے اسی طرح جب تک انسان دنیا سے چمٹا ہوا ہے اس کی غذا خون جیسی نجس چیز رہتی ہے۔

[3] چیز دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیئے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں وہ تجھے روح القدس بتائیگا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ ان کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے بلکہ حظیرۃ القدس کے دوسرے ملائک مراد ہیں نے۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہ میں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہوگا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا اسے ہم تو من۔ فنی تو میرے لئے ایسا ہے کہ

بشنوی ۱ از خویش و پنداری فلاں — باتو اندر خواب گفتست آں نہاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے — وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق — بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے — بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

آں تو ئی زفتست کہ آں نہ صد توست — قلزم ست و غرقہ گاہِ صد توست
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے — سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کی ڈوب جانے کی جگہ ہے

خود چہ جائے حدّ بیداری و خواب — دم مزن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
بیداری اور نید کا خود کیا ٹھکانا ہے — خاموش ہو جا، اور اللہ بہتر جانتا ہے

دَم مَزن تا بشنوی از دَم زناں — انچہ ناید دَر بیان و دَر زباں
دم نہ مار تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے — وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

دَم مزن تا بشنوی زاں آفتاب — انچہ ناید در کتاب و دَر خطاب
دم مت مار تاکہ تو اس آفتاب سے سن لے — وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آ سکتا

دَم مزن تا بشنوی زاں مَہ لقا — اَلصَّلا اے پاکبازاں اَلصَّلا
دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رخ سے — آؤ، اے پاکبازو! آؤ

دَم مزن تا بشنوی اَسرارِ حال — از زبانِ بے زباں کہ قم تَعال
دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے — بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آجا

دَم مزن تلم زند بہرِ تو روح — آشنا ۳ بگذار در کشتیِ نُوح
دم نہ مار تاکہ تیرے لئے روح کہے — تیرا چھوڑ دے نوح کی کشتی میں آ جا

ہمچو کنعاں کاشنا می کرد اُو — کہ نخواہم کشتیِ نُوحِ عَدُو
کنعان کی طرح نہ بن کہ وہ تیرا تھا — کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردنِ نوح علیہ السّلام پسررا و سَر کشیدنِ اُو کہ
حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کی سرکشی کرنا کہ میں

کہ برسَرِ کوہ رَوم و چارہ کنم و مِنّتِ تو نکشم
پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کر لوں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیادر کشتیِ بابا نشیں — تا نگردی غرقِ طوفاں اے مَہِیں
خبردار! آ جا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا — اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

۱ بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود کہہ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے۔ انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے۔ انسان کی شخصیت سینکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔

۲ خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لامحدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرمادے۔ آنچہ۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔ قُم تَعالی۔ کھڑا ہوا آجا، جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آجائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ روح۔ یعنی مرشد۔

۳ آشنا بگذار۔ یعنی اپنے دعوے ترک کر دے اور مرشد کا سہارا لے لے۔ ہمچو کنعاں۔ حضرت نوح کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا۔ یعنی حضرت نوحؑ مہین۔ ذلیل

گفت نے من آشنا[1] اموختم
اس نے کہا نہیں، میں نے تیرنا سیکھا ہے

من بجز شمع تو شمع افروختم
میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

ہیں مکُن کایں موج طوفانِ بلاست
خبردار! ایسا نہ کر، کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے

دست و پا را آشنا امروز لاست
آج تیرنے کے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے

جز کہ شمعِ حق نمی یابد خمش
اللہ تعالیٰ کی شمع کے علاوہ کوئی شمع نہ ٹھہر سکی چپ ہو جا

گفت نے رفتم برآں کوہِ بلند[2]
اس نے کہا نہیں اس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

عاصمم ست آں کہ مرا از ہر گزند
وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکُن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے

جز حبیبِ خویش رندہد اماں
وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دیگا

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟

کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام
تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی

من بَری ام از تو در ہر دو سَرا
میں تجھ سے دونوں جہاں میں بیزار ہوں

ہیں مکُن بابا کہ روزِ نازنیست
خبردار! بابا یہ نہ کر، یہ ناز کا دن نہیں ہے

مرخدارا خویشی و انبازنیست
خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تاکنوں کردی وایں دم نازکیست
تو نے ابتک ناز کیا اور یہ نازک وقت ہے

اندریں درگاہ کسے راناز کیست
اس دربا میں کسی کو ناز کا حق کب ہے؟

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ ست اُو از قِدم
نہ اس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوں وہ ازل سے ہے

نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عَم
نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں[3] کجا خواہد کشید
وہ اولاد (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟

رازِ بابا یاں کجا خواہد شنید
باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

نیستم مَولُود پیرا کم بناز
خدا فرمادیگا میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر

نیستم والِد جوانا کم گراز
میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

نیستم شوہر نیم من شہوتی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں

ناز را بگذار اینجا اے سَتی
اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

[1] آشنا۔ شناوری، تیراکی۔ شمع یعنی تدبیر۔ شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لا۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہو جا۔

[2] کوہ بلند۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ مذکور ہے سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ میں پہاڑ پر پناہ گزین ہو جاؤں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ ندہد اماں۔ یعنی خدا امن نہ دے گا۔ دودہ۔ خاندان۔ مرخدارا۔ ناز کی بنیاد رشتہ داری اور شرکت وغیرہ ہوتی ہے۔ نازکیست پہلے مصرع میں بمعنی ناز کی است ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی ناز کی است ہے۔

[3] نازِ فرزنداں۔ جبکہ وہ لَمْ یَلِدْ اور لَمْ یُوْلَدْ ہے تو اس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بوڑھے۔ گراز۔ گرازیدن۔ اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مردانہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی ناز برداری کرتا ہے ستی۔ عورت، بیوی۔

جُز اِ خُضوع و بندگی و اِضطرار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے

اندریں حضرت ندا رد اِعتبار
اس دربا میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

گفت بابا سالہا ایں گفتہء
اس نے کہا ' ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے

باز میگوئی بجہل آشفتہء
پھر کہتے ہو ' نادانی سے بہک رہے ہو

چند از ینہا گفتہء باہر کسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں کہی ہیں

تا جوابِ سَرد بشنودی بسے
حتی کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

ایں دمِ سَردِ تو در گوشم نرفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی

خاصہ اکنوں کہ شُدم دانا و زفت
خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

گفت باباچہ زیاں دار داگر
حضرت نوح نے فرمایا بابا کیا حرج ہوگا اگر

بشنوی یک بار تو پندِ پدر
ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

ہمچنیں میداد اُو پندِ لطیف
وہ اسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے

ہمچناں می گفت اُو دِفع عَنیف
وہ اسی طمہ پر سختی سے انکار کرتا رہا

نے پدر از نُصحِ کنعاں سیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا

نے دمے در گوشِ آں ادبیر۲ شُد
نہ کوئی بات اس بدبخت کے کان میں پڑی

اندریں گفتن بُدند و موجِ تیز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے

برسَرِ کنعاں زد و شُد ریز ریز
کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُرد بار
نوح نے عرض کیا ' اے حلیم بادشاہ!

مر مرا خرمُر دو سیلت بُرد بار
میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

وعدہ کر دی مرمرا تو بارہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا

کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا
کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

دل نہادم بر اُمیدت من سلیم۳
مجھ بھولے نے تیری امید پر بھروسہ کیا

پس چرا بربود سیل از من گلیم
پھر طوفان میری کملی کیوں بہالے گیا؟

گفت اُواز اہل و خویشانت نبُود
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے نہ تھا

خودندیدی تو سفیدی از کبُود
تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

چونکہ دردندانِ تو کرم اُوفتاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا

نیست دنداں برکنش اے اُوستاد
وہ دانت نہیں ہے اے استاد! اس کو اکھاڑ دے

---

۱ جز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور زاری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوح سے کہا جواب سرد۔ یعنی تلخ جواب۔ دم سرد۔ بے اثر بات۔ دانا۔ یعنی جبکہ بچپن میں جو کہ کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کی وقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان۔

۲ ادبیر۔ بدبخت۔ موج تیز۔ قرآن پاک میں ہے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ اور حائل ہوگئی ان دونوں کنعان اور حضرت نوح کے درمیان موج اور وہ ڈوب گیا۔ خرمرد۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔

۳ سلیم۔ بھولا انسان۔ گلیم۔ کملی۔ گلیم۔ بردن۔ لوٹ لینا۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے۔ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۔ اے نوح وہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ چونکہ جب کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اس کو جدا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔

تا کہ باقی تن نگردد زار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے

گرچہ بود آنِ تو شو بیزار ازو
اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

گفت [1] بیزارم زغیر ذاتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بزار ہوں

غیر نبُود آنکہ باشد مماتِ تو
جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہو گا

تو ہمیدانی کہ چونم با تو من
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے

ہست چندانم کہ باباراں چمن
اس سے بیں گناہ ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے
میں تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج ہوں

مُعتَدی بے واسطہ بے حائلے
بغیر کسی واسطہ اور بغیر پردے کے تجھ سے روزی پانے والا ہوں

متّصل نے منفصِل نے اے کمال
اے خداوند کمال وہ نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا

بلکہ بیچون و چگو نہ و اعتلال
بلکہ اس کا مجھے تعلق بے مثل اور بے کیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے

زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو نگنجی [2] در کنارِ فکرتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے

نے بمعلولی قریں چوں علّتے
نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

پیش ازیں طوفاں و بعدِ ایں مرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے

تو مخاطب بودۂ در ماجرا
ہر قصہ میں تو مخاطب ہے

باتو می گفتم نہ با ایشاں سخن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے

اے سخن بخشِ نوو آن کہن
اے آنے والے اور گزرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنے والے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟

گاہ با اطلال و گاہے بادِ مَن
کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

روی [3] در اَطلال کردہ ظاہرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے

اُو کرامی گوید آں مدحت کرا
وہ کس سے کہتا ہے اور کس کی تعریف کرتا ہے؟

شکر طوفاں را کنُوں بگماشتی
شکر ہے اب تو نے طوفان مسلط کر دیا

واسطہ اَطلال رابر داشتی
کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

زانکہ اَطلال لئیم و بد بُدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے

نے ندائے نے صدائے می زدند
نہ پکارتے تھے نہ صدائے بازگشت دیتے تھے

[1] گفت بیزارم۔ حضرت نوحؑ پر حقیقت واضح ہوگئی تو بیٹے کی بربادی کا شکوہ ختم ہو گیا اور انہوں نے معذرت شروع کر دی۔ چمن۔ چمن بارش کا محتاج ہے۔ عائل۔ عیالدار مفلس۔ مُعتدی۔ غذا حاصل کرنے والا۔ متصل نے۔ حضرت نوح چونکہ ذات باری میں فنا ہو چکے تھے تو ان کو ذات باری سے متصل بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے اور منفصل بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ وصول الی اللہ کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔

[2] تو نگنجی۔ ذات باری فکر و خیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلولی۔ ذات باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔ پیش۔ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد۔ تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ نیک عاشق۔ عاشق عموماً محبوب کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن دراصل روئے سخن محبوب کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی میرا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا ہے۔

[3] روی۔ عاشق کا رخ گو محبوبہ کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوبہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے ٹیلہ۔ شکر تیرا شکر ہے کہ اب تو نے ان اشخاص کو ہی ختم کر دیا ہے جو باتیں کرنے میں درمیانی واسطہ منزل ٹیلوں کے تھے نے ندائے۔ وہ اشخاص ایسے تھے کہ نہ خود صحیح بات کرتے تھے نہ میری بات کا صحیح جواب دیتے تھے۔

مَن اِچناں اَطلال خواہم در خطاب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں

کز صَدا چوں کوہ وا گوید جواب
جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مُثنّی بشنوم مَن نامِ تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں

عاشقم برنامِ جاں آرامِ تو
میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

ہر نبی زاں دوست وارد کوہ را
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے

تا مُثنّی بشنود نامِ ترا
تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

آں کہِ پَست مثالِ سَنگلاخ
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے

موش را شاید نہ مارا در مناخ ۲
پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

من بگویم اُو نگردد یارِ من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے

بے صَدا ماند دمِ گفتارِ من
میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

باز میں آں بہ کہ ہموارش کُنی
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے

نیست ہمدم با عدم یارش کنی
وہ ساتھی نہیں اس کو عدم کا یار بنا دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جُملہ را
فرمایا ہے اے نوح! اگر تو چاہے تو سب کو

حشر گردانم بر آرم از ثَریٰ
از سر نو زندہ کر دوں مٹی سے نکال لوں

بہرِ کنعانے ۳ دل تو نشکنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا

لیکت از اَحوال آگاہ می کُنم
لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا
عرض کیا نہیں نہیں میں راضی ہوں کہ تو مجھے

ہم کُنی غرقہ اگر باید ترا
بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

ہر زمانہم غرقہ می کُن من خوشم
تو مجھے ہر وقت ڈبتا رہ میں خوش ہوں

حُکمِ تو جان دوست چوں جاں می کشم
تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

ننگرم کس را و گر ہم بنگرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی

اُو بہانہ باشد و تو مَنظرم
وہ بہانہ ہو گا اور تو میرے پیش نظر ہو گا

عاشقِ صُنعِ تو ام در شکر و صبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں

عاشقِ مَصنوع کے باشم چو گبر
میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں

۱ من چناں۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت نکلے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں۔ تا مُثنّیٰ۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنوں گا۔

۲ مناخ۔ پڑاؤ۔ ٹھکانا۔ من بگویم۔ دنیا داروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ صلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ باز میں۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیر زمین ہو جانا بہتر ہے۔ گفت۔ حضرت نوح سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں۔ ثریٰ۔ مٹی۔

۳ بہر کنعانے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دلشکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ گفت۔ حضرت نوح نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں تیری مرضی پر راضی ہوں تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ حکم تو۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے۔ ننگرم۔ تیری ذات کے سوا میرا کوئی منظور نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظور نظر ہے وہ بھی تیرے لئے ہی ہے۔ عاشق۔ میں خدا اور اس کے فعل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں۔ گبر۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں۔

عاشقِ صُنعِ خدا باعزّ بُود — عاشقِ مصنُوعِ اُو کافر بُود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے — اس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

درمیانِ[1] ایں دو فرقے بس خفیست — خود شناسد آنکہ در رُویت صفیست
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے — وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

توفیق میانِ ایں دو حدیث کہ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ وَحدیث
ان دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر پر رضا مندی کفر ہے اور دوسری
دیگر کہ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِی وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِی
حدیث کہ جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری طرف سے نازل شدہ بلا پر صبر نہ کرے
فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِی
اس کو چاہیے کہ میرے سوا وہ کوئی اور خدا تلاش کرلے

دی سوالے کرد سائل مرمرا — زانکہ[2] عاشق بُود اُو بر ماجرا
کل ایک سوال کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا — کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتہ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْر — ایں پیمبر گفت و گفت اُوست مہر
اس نے کہا کفر پر رضا مندی کفر ہے نکتہ ہے — یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود اُو کہ اندر ہر قضا — مر مُسلماں را رِضا باید رِضا
پھر انہوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر — مسلمان کو راضی ہونا چاہیے

نے قضائے حق بود کفر و نفاق — گر بدیں راضی شوم گردد شقاق
کیا کفر اور نفاق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہے — اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہو گی

ور نیم راضی بُود آں ہم زباں — پس چہ چارہ باشدم اندر میاں
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہو گا — تو اس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

گفتش ایں کفر مقضی[3] نے قضاست — ہست آثارِ قضا ایں کفر راست
میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے — فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بداں — تا شکالت دفع گردد در زماں
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ — تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

[1] درمیان۔ یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ صفی۔ منتخب، ممتاز۔ توفیق۔ دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے اس اشکال کا جواب پہلے اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے اشعار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فعل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ قضاء کفر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس پر رضا ضروری ہے اور یہ عین ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

[2] زانکہ۔ وہ سوال کرنے والا بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔ مہر۔ یعنی قول رسولؐ حجت اور دلیل ہے۔

[3] نے۔ قضائے حق۔ یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو گمراہی ہے۔ ور نیم۔ یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہوں گا۔

[3] مقضی۔ نے قضا۔ کفر مخلوق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اللہ کا فعل اور قضا نہیں ہے! کفر قضاء خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔

راضیم[1] بر کفر زاں رُو کہ قضاست — نے ازاں رُو کہ نزاع وخبثِ ماست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے — نہ کہ اس اعتبار سے وہ کہ خدا سے جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

کفر از رُوئے قضا خود کفر نیست — حق را کافر مخواں اینجا مایست
قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے — اللہ تعالیٰ کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست و قضائے کفر عِلم — ہر دو یک کے باشد آخر خِلم و حِلم
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے — آخر بردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں

زشتیِ[2] خط زشتیِ نقاش نیست — بلکہ ازوے زِشت را نمود نیست
خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے — بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قوّت نقاش باشد آنکہ اُو — ہم تو اندزشت کردن ہم نِکُو
تو نقاش کی مہارت ہو گی کہ وہ — وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحثِ ایں را مَن بساز — تا سوال و تا جواب آید دراز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں — تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوقِ نکتہ عشق از من میرَود — نقشِ خدمت نقشِ دیگرمی شود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ سے جاتا رہے گا — اور خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مثل[3] در بیانِ آنکہ حیرت مانع بحث و فکرت است
اس بیان میں ایک مثال کہ حیرت بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مَردِ دو مو آمد شتاب — پیشِ یک آئینہ دارِ مُستطاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا — ایک بھلے آئینہ والے نائی کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کُن جدا — کہ عروسِ نو گزیدم اے فتی
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے — کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

ریشِ اُو ببرید وکُل پیشش نہاد — گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد
اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھدی — کہا تو چن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

---

[1] راضیم۔ بحیثیت فعل خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اس پر رضا کفر ہے۔ کفر۔ یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاء کفر کفر نہیں ہے لہٰذا قضاء کفر پر رضا نہیں ہے قضائی کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو نعوذ باللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اس لئے کہ قضا فعل خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اس پر فاعل کا اطلاق ہوتا ہے کفر جہل ست۔ یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاء کفر اور کفر دونوں دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ قضاء کفر از قبیل علم ہے اور کفر از قبیل جہل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جداگانہ ہے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ تعارض کفر کا علم ہوتا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاء خداوندی علم خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالق کفر مانتا ہے اور کفر لامحالہ صفات خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔

[2] زشتی خط۔ یا اشکال کا چوتھا حل ہے کفر بری چیز ہے اس پر رضامندی کفر ہے لیکن قضاء کفر اور خلق کفر اللہ کے اعتبار سے صفت کمال ہے اس پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو یا ایک مصور بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر تو وہ بھدی تحریر اور بھیانک تصویر بری چیز ہے لیکن اس کا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ گر کشایم۔ علم کلام کی رجحشیں ذوق عشق

[3] مثل۔ اہل حال اور اہل قال میں فرق واضح کرنے کے لئے یہ قصہ نقل کیا ہے جس طرح حجام فضول فرمائش میں نہ لگا اسی طرح اہل حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ دو مو۔ یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب بزرگ، پاکیزہ۔ عروس۔ دلہن۔ دولہا

ایں سوال و ایں جواب ست اے گزیں
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے

کہ سَرِ اینہا ندارد مردِ دیں
کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیے مر زیدرا
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا

حملہ کرد اُو ہم برائے کیدرا
اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں

پس جوابم گوی وانگہ میزنم
اس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مار لینا

برقفائے [۲] توزدم آمد طَراق
میں نے تیری گدھی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی

یک سوالے دارم اینجا در وِفاق
اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طَراق از دستِ من بودست یا
یہ تڑاخ کی آواز میرے ہاتھ کی تھی یا

از قفاگاہِ تو اے فخرِ کیا
اے بزرگوں کے فخر! تیری گدھی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم
اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے

کاندریں فکر و تفکّر بیستم
کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں
تو چونکہ درد سے خالی ہے یہ سوچ

نیست صاحب دَردرا ایں فکر ہیں
خبردار! دردمند کے لئے اس غور اور فکر کا وقت نہیں ہے

دَرد مَنداں رانبا شد فکرِ غیر
درد مندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے

خواہ در مسجد برو خواہی بدَیر
خواہ تو مسجد میں جائے بابت خانے میں

غفلت [۳] و بیدردیت فکر آوَرد
تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے

دَر خیالت نُکتہء بِکر آوَرد
تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جُز غمِ دیں نیست صاحب دَردرا
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا اور غم نہیں ہے

می شناسَد مَرد را و گَرد را
وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حُکمِ حق رابر سَر و رُوی نہد
اللہ تعالیٰ کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے

حفظ و فکرِ خویش یکسُوی نہد
اپنے خیالات اور نگہداشت کو یک طرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے
صحابہ میں کوئی حفظ کم ہوتا ہے

گرچہ شوقے بود جان شاں رابسے
اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

[۱] ایں سوال۔ یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب مناسب تھا۔ آں یکے۔ اس قصہ سے بھی یہ ظاہر کرنا ہے کہ صاحب عشق تو اپنی لگن میں لگا رہتا ہے فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اس کو طمانچہ مارنے والے کی لغو بحث کی فرصت کہاں تھی۔ سیلی زن۔ طمانچہ مارنے والا۔

[۲] برقفا۔ گدھی پر۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ وفاق۔ مناسبت، اتفاق، گفت، جس کے طمانچہ لگا تھا اس نے کہا۔ بیستم۔ ہا نیستم۔ تو کہ۔ تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لئے اس طرح کی بحثیں تیرے دماغ میں آ رہی ہیں۔ خواہ در مسجد۔ حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے۔ وہ عقلی بحثوں میں نہیں پڑتا ہے

[۳] غفلت۔ جو دین سے غافل اور درد عشق سے خالی ہے وہ لایعنی منطقی بحثیں کرتا ہے۔ حکم حق۔ دردمند تو اللہ کے احکام بجالانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت۔ صحابہ کرام چونکہ درد حق میں مبتلا رہتے تھے اسی لئے ان کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ۔ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر ان کا سب وقت لگتا تھا۔ مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے۔ ابی بن کعب، معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابوزید۔

زانکہ چوں مغزش درآگند و رسید
کیونکہ جب اس کا گودا بھر گیا اور پک گا

قشر ہا شد بش رقیق و واکفید
چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم
اخروٹ، اور پستہ اور بادام، کا چھلکا بھی

مغز چوں آگند شاں شد پوست کم
جب ان میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغزِ علم افزود کم شد پوستش
علم کا گودا بڑھا تو اس کا چھلکا گھٹا

زانکہ عاشق را بسوزد دد وستش
کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصفِ مطلوبی چو ضدِ طالبی ست
محبوبیت کی صفت، محبیت کی ضد ہے

وحی و برقِ نور سوزندہ نبی ست
وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہتی

چوں تجلی کرد او صافِ قدیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی

پس بسوزد وصفِ حادث را کلیم
تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

رُبعِ قرآں ہر کرا محفوظ بود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا

جَلَّ فِینَا از صحابہ می شنود
تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

جمعِ صورت با چنیں معنیِ ژرف
ایسے گہرے معنی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا

نیست ممکن جز سلطانے شگرف
بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے

در چنیں مستی مراعاتِ ادب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت

خود نباشد ور بود باشد عجب
نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا مراعاتِ نیاز
بے نیازی میں نیاز مندی کی نگہداشت

جمع ضدین ست چوں گرد و دراز
گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمعِ ضدین از نیاز افتاد و ناز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے

باز در وقت تحیر امتیاز
پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا ضدین کو جمع کرنا ہے

چوں عصا معشوقِ عمیاں میشود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے

کور خود صندوقِ قرآن می شود
کور باطن قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

۱ زانکہ۔ صحابہ کرام مغز اور معانی قرآن سے پُر تھے ان کے لئے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ مغز۔ علم۔ قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آجاتا ہے اور اس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے۔

۲ وصف مطلوبی۔ محبوب اور محب، عاشق و معشوق دو جداگانہ چیزیں ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصل حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی۔ آنحضورؐ پر وحی نازل ہوئی تو فنائیت کا وجد حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی۔ چوں تجلی۔ ذات باری کی تجلی اور وصاف۔ بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربع قرآن۔ صحابہ کرام میں وحی الٰہی نے فنائیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدہ حق اور اشتغال بالفعل حفظ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا، چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لینا ان کے لئے بڑی بات تھی۔ جمع صورت۔ قرآن کے اسرار اور گہرے معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو یاد کر لینا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔

۳ در چنیں مستی۔ صحابہ کرام کو مشاہدہ حق سے جو مستی حاصل تھی اس کے ہوتے ہوئے حفظ قرآن کے آداب کا پابند ہو جانا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔ اندر استغنا۔ مشاہدہ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اس کے ہوتے ہوئے نیاز مندی کی نگہداشت دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کر لے۔ جمع ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقام حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفات خداوندی کا تقاضہ ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضہ نیاز۔ تحیر محمود کے مقام پر بھی۔ عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابہ کرام ہی کر سکتے تھے۔ چوں عصا۔ قرآن کے معانی اور اسرار و حکم کو جانے بغیر الفاظ کو رٹ لینا اور ان سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو نہ صندوق کو اس کے معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اس شخص کو

گفت[1] اکوراں خود صنادیق اند پُر — از حُروفِ مُصحَف و ذکر و نُذُر
کسی نے کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں — قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآں بہ است — زانکہ صندوقے بود خالی بدست
پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے — اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شدز بار — بہ ز صندوقے کہ پُر[2] موش ست و مار
پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے — اس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل اندر وصل چوں افتاد مَرد — گشت دلّالہ بہ پیشِ مَرد سرد
خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے — تو اس انسان کے لئے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسید ای مُلیح — شدُ طلبگاریِ عِلم اکنوں قبیح
اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا — تو اب راستہ کی جانکاری کی طلب بری ہے

چوں[3] شدی بَر بامہائے آسماں — سَرد باشد جُستجوئے نَردباں
جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا — تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جُز برائے یاری و تعلیمِ غیر — سَرد باشد راہِ خیر از بَعدِ خیر
سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے — بھلائی حاصل ہونے کے بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شدُ صاف و جلی — جہل باشد برنہادن صیقلی
جو روشن آئینہ صاف اور جل ہو گیا — اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

پیشِ سُلطاں خوش نشستہ در قبول — زشت باشد جستن نامہ و رسول
بادشاہ کے سامنے خوش اور عزت کے ساتھ بیٹھ کر — خط اور قاصد کو تلاش کرنا برا ہو گا

داستانِ مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ و خواندن و
ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے
مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوقِ خویش و معشوق آنرا
سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اس کو ناپسند کرنا کیونکہ مدلول
ناپسند داشتن کہ طَلَبُ الدَّلِیلِ عِنْدَ حُضُورِ الْمَدْلُولِ قَبِیحٌ
کی موجودگی میں راہنما کی طلب بری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے
وَالِاشْتِغَالُ بِالْعِلْمِ بَعْدَ الْوُصُولِ اِلَی الْمَعْلُومِ مَذْمُومٌ
بعد علم میں مشغول ہونا برا ہے

[1] گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار اور معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پر شدہ صندوق ہیں۔

باز۔ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی ان سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں۔

[2] کہ پُر موش۔ وہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں ان لوگوں سے بہتر ہیں جن کے سینے خیالات فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ حاصل۔ غرضیکہ جو لوگ واصل بحق ہیں ان کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔

چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اس کا لتہ پتہ معلوم کرنا لغو بات ہے۔

[3] چوں شدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اس کے لئے سیڑھی کو تلاش کرنا بیکار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قرب کے وسائل اور دوزرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لئے کرے آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف تو اس کو صیقل کرنا لغو کام ہے۔ پیش سلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

آں[1] یکے را یار پیشِ خود نشاند — نامہ بیروں کرد و پیشِ یار خواند
ایک عاشق کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھا لیا — اس نے خط اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا دَر نامہ و مَدح وثنا — زاری و مسکینی و بس لابہا
خط میں اشعار تھے اور تعریف و توصیف تھی — عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان وحُزن و دردِ خویش — خواری و بیزاریِ بااہل و خویش
رونا اور فریاد ' اور غم ' اور اپنا درد — ذل ' اور لال ' اور اپنوں سے بیزاری تھی

دُوری و رنجوری از ہجرانِ دوست — ذکرِ پیغام ورسول از مغز و پوست
دوست کے ہجر کی جہ سے دوری اور بیماری — پیام اور قاصد اور رطب ویابس کا تذکرہ

ہمچنیں می خواند با معشوقِ خود — تا کہ بیروں شد زحَصر و حَدّ و عَد
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا — حتی کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ من ست — گاہِ وصل ایں عُمر ضائع کردن ست
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے — تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من[2] بہ پیشت حاضر وتو قصّہ خواں — نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے — یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری لیک ولیک — من نمی یابم نصیبِ خویش نیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن — میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

انچہ میدیدم ز تو پارینہ سال — نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال
میں جو تجھ سے پارسال دیکھتا تھا — وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زُلالے خوردہ ام — دیدہ و دل زاب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے — میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

چشمہ می بینم ولیکن آب[3] نے — راہِ آبم را مگرز و رہزنے
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے — میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہے

گفت پس من نیستم معشوقِ تو — مَن بہ بلغار و مُرادت در قتو
اس نے کہا کہ میں تیرا معشوق نہیں ہوں — میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

عاشقی تو برمن و بَر حالتے — حالت اندر دَست نبود اے فتے
تو مجھ پر اور میری ایک حالت پر عاشق ہے — اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

[1] آں یکے۔ معشوق کے پاس بیٹھ کر اس کے لئے لکھے ہوئے خطوط پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیتہا۔ معشوق کو جو اس نے خط میں لکھا اس میں یہ بیانات تھے جو اس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ گفت۔ معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

[2] من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی مصروفیت اور شکوے شکایت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہونے کی۔ شق۔ تو محو دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لطف صحبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ زلال۔ صاف پانی۔

تو حال دلم پرسی چن ازروح تو حیران خادم کہ سخن گویم آواز بروں ناید

[3] آب نے۔ یعنی تیرا وہ پہلا رنگ روپ نہیں ہے۔ بلغار۔ اس شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشقی۔ تو میری ذات اور اس کی ایک حالت پر عاشق ہے احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

پس[1] نیم کلی مطلوب تو من — جزوِ مقصودم ترا اندر زمن
تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں — میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

خانہ معشوقہ ام معشوق نے — عشق بر نقد ست و بر صندوق نے
میں معشوق نہیں ہوں، معشوق کا گھر ہوں — عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

ہست معشوق آنکہ اُو یک تو بُود — مُبتدا و مُنتہایت اُو بُود
معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو — تیرا مبتدا اور منتہا وہ ہو

چوں بیابی اش نمانی منتظر — ہم ہویدا اُو بُود ہم نیز سَر
جب تو اس کو پالے و منظر نہ رہ — ظاہر میں بھی وہی معشوق ہو اور باطن میں بھی

میرِ[2] احوال ست نے موقوفِ حال — بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم — مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

چوں بگوید حال را فرماں کُند — چوں بخواہد جسمہا را جاں کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں — جب وہ چاہے جسموں کو روح بنا دے

منتہی نبود کہ موقوف ست اُو — منظرِ بنشستہ باشد حال جُو
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے — وہ حال [illegible] بیٹھا ہوا ہے

کیمیائے حال باشد دست اُو — چوں [illegible] مس مست اُو
اس کا ہاتھ حال کی کیمیا ہوتا ہے — جب وہ ہاتھ ہلاتا ہے [illegible] سے مست ہوتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود — خار و نشتر [illegible] و نسریں شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے — کانٹا اور نشتر بھی [illegible] اور نسرین بن جائے

اُو[3] بود سُلطانِ حال اندر رَوش — نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے — تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

آنکہ اُو موقوف حال است آدمی ست — کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست
جو حال کا محکوم ہے وہ صرف آدمی ہے — کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

حال۔ فنا الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال اس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائے گا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بن جاتی ہے اور کانٹے پھول بن جاتے ہیں غرضکہ وہ صاحب تصرفات ہوتا ہے.....

۳ اوبود۔ یعنی فنا الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ آنکہ او۔ جو احوال کا مغلوم ہوتا ہے اس میں قوی بشری کا غلبہ رہتا ہے اس کو کبھی عروج کبھی نزول کی کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

---

[1] پس نیم۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانہ۔ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جو اصلی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی لہٰذا میں صندوق تھا اور جو اصلی اس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے۔ ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ کہ عارضی حسن معشوق بنانے کے قابل نہیں ہے۔ عشق اسی ذات سے ہونا چاہیے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتدا بھی وہی ہے اور منتہی بھی وہی ہے۔ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم اس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا منتظر کہ نہ بن وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے هُوَ الظَّاهِرُ وَهُوَ الْبَاطِنُ

۲ میر احوال ست۔ عاشق خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں ہوتا زمانہ اس عاشق کا محکوم ہوتا ہے وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے جیسے قبض وبسط اور ذوق وشوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن جس کو عشق الٰہی میں فناء الفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ ان احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ ان پر حاکم بن جاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کے تابع ہے وہ کامل نہیں ہے۔ کیمیائے

صُوفی ابنُ الوقت باشد در مثال
صوفی مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے

لیک صافی فارغ ست از وقت و حال
لیکن قال صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے اُو
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں

زندہ از نفخِ مسیح آسائے اُو
اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی
تو میرے حال کا عاشق ہے نہ کہ مجھ پر

بر اُمیدِ حال بر من می تنی
تو حال کی امید پر مجھ پر جھکا ہے

آنکہ گہ[۲] ناقص گہے کامل بُوَد
وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو

نیست معبودِ خلیل آفِل بُوَد
وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانے والا ہے

وانکہ آفِل باشد و گہ آن و ایں
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا

نیست دلبر لا اُحِبُّ الْآفِلِیْن
وہ معشوق نہیں ہے میں غروب کر جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش ست
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے

یک زمانے آب و یکدم آتش ست
ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

بُرجِ مہ باشد و لیکن ماہ نے
وہ چاند کا برج ہو گا لیکن چاند نہیں ہے

نقشِ بُت باشد و لے آگاہ نے
وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

ہست صوفی صفا چوں ابنِ وقت
باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے

وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت
وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال
صوفی صافی اللہ ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے

ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال
وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقہ نورے[۳] کہ او لَمْ یُوْلَدْ ست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے

لَم یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ آنِ ایزد ست
نہ اس نے جنا نہ وہ جنایا گیا اللہ تعالیٰ کی شان ہے

رَو چنیں عشقے بجُو گر زندہ
اگر تو زندہ ہے جا ایسا عشق تلاش کر

ورنہ وقتِ مختلف را بندہ
ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقشِ خوب و زشتِ خویش
اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ

بنگر اندر عشق و بر مطلوبِ خویش
عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ

۱ ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پا سکے اور اس سے خوارق اور کرامات کا اضطرار ظہور ہونے لگے۔ صافی۔ اس سے مراد ابوالوقت اور صاحب مقام ہے۔ یہ وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے اس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنت اللہ کے خلاف سمجھتا ہے' ابوالوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشقِ حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا۔ یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

۲ آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے لَآ اُحِبُّ الْآفِلِیْن۔ حضرت ابراہیم نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ او۔ جن چیزوں کا حسن اور کمال زوال پذیر ہے ان کو صفات باری کا صرف مظہر سمجھو حقیقی محبوب نہ بناؤ۔ صوفی صافی۔ یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی۔ یعنی ابوالوقت' صاحب مقام سالک۔

۳ غرقہ نورے۔ ابوالوقت تجلیات رب میں غرق رہتا ہے جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لَمْ یَزَلْ اور لَایَزَالُ سے عشق کر۔ وقت مختلف۔ یعنی قابل تغیر مظاہر۔ مگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیے اس کو ہر وقت عشق اور معشوق حقیقی کو پیش نظر رکھ کر جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔ (شعرا) تو مگر مار ابدال شہ بار نیست برکر یماں کار ہا دشوار نیست

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور

بنگر اندر ہمّتِ خود اے شریف
اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

تو بہر حالے[1] کہ باشی می طلب
تو جس حالت میں ہو طلب جاری رکھ

آب می جُو اے دماغ اے خُشک لب
اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خُشکت گواہی می دہد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں

کو بآخر برسرِ منبع رسد
کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے ز آب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے

کہ بمانت آرد یقیں ایں اضطراب
کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جُنبشے ست
کہ یہ طلب بابرکت حرکت ہے

ایں طلب در راہِ حق مانع کُشے ست
حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب مفتاحِ مطلُوباتِ تُست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے

ایں سپاہِ نصرت و رَواياتِ تُست
یہ طلب تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب ہمچوں خرو سے در صیاح
یہ طلب مرغی کی طرح چیخنے میں ہے

میزند نعرہ کہ می آید صباح
اور نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

گرچہ[2] آلت نیستت تو می طلب
خواہ تو سائل نہ ہوں، تو طلب کر

نیست آلت حاجت اندر راہ رب
اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر
اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے

یارِ اُو شُو پیشِ اُو انداز سَر
اس کا دوست بن جا اور اس کے سامنے سر رکھ دے

کز[3] جوارِ طالباں طالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائے گا

وز ظلالِ غالباں غالب شوی
اور نفس پر غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بن جائے گا

گر یکے مورے سلیمانے بجُست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے

منگر اندر جستنِ اُو سُست سُست
تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہر چہ داری تو زمال و پیشہء
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے

نے طلب بُود اوّل و اندیشہء
کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا

گر یکے گنجے بیابد نادِ رست
اگر کوئی خزانہ اچانک پالے تو یہ نادر ہے

وَر باستد از طلب ہم قاصر ست
اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنے والا ہے

[1] تو بہر حالے۔ خواہ طالب نکمایا کمزور ہو وہ طلب پیدا کرلے کاں۔ اس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائے گی۔ خشکی لب۔ طلب کا اضطراب اور بے قراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے اس طلب۔ طلب اور جستجو کامیابی کی ضامن ہے۔ اس طلب جس طرح مغرب کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اسی طرح جستجو مقصود تک پہنچنے کی علامت ہے۔

[2] گرچہ۔ (شعر)
داد حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد اوست
ہر کرا مینی۔ اگر طالب نہیں ہے تو طلب گاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

[3] کز جوار۔ نیکیوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گر یکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالب حق ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھو۔ ہر چہ داری۔ دنیاوی دولت بھی طلب اور فکر و تدبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ گر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہو گی اگر طلب اور جستجو ختم کر دی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

ہر کہ چیزے[1] جُست بیشک یافت اُو
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے

چوں بجدّ اندر طلب بشتافت اُو
جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا

یافتی وشُد میسّرَ بے خطر
تو نے مطلوب پا لیا اور وہ بلا خطرہ کے مل گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ

تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
اس خیال سے کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالے گا

عاقبت جو یندہ یابندہ بُود
جستجو کرنے والا' بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے

چونکہ دَر خدمت شتابندہ بُود
چونکہ مطلوب کی خدمت میں پہنچنے کے لئے دوڑنے والا ہوتا ہے

دَر طلب چالاک شوز ایں فتح باب
طلب میں تیز رو بن' اس سے فتح باب

مے طلب وَ اللّٰہُ اَعلَم بِالصَّواب
طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایت[2] آں مرد کہ دَر عہد داوٗد علیہ السلام شب و روز دُعا و تضرع
اس شخص کا قصہ جو حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دعا اور عاجزی

می کرد کہ بارِ خُدایا مرا روزیِ حلال بدہ بے رنجِ کسب
کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہدِ داوٗدِ نبی
ایک شخص داوٗد نبی کے زمانہ میں

نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غنی
ہر عقلمند کے پاس اور ہر غنی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا' کہ اے خدا

ثروتے بے رنجِ روزی کُن مرا
بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

چوں[3] مرا تو آفریدی کاہلے
جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے

زخم خوارے سُست جَنبے منبلے
اور مار کھانے والا کمزور پہلو والا ناکارہ

بر خرانِ پُشت ریشِ نا مُراد
ناہموار' زخمی کمر' گدھوں پر

بارِ اسپاں واشتراں نتواں نہاد
گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی
اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے

روزیم دہ ہم ز راہِ کاہلی
مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایہ جُسپم دَر وجود
میں کاہل زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں

خُفتم اندر سایۂ اَفضال وجُود
مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

---

[1] ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ مَنْ جَدَّ وَجَدَ جس نے کوشش کی اس نے پایا ہیں۔ مباش۔ انسان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ عاقبت۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لامحالہ مطلوب کو پا لیتا ہے۔ فتح باب۔ یعنی قرب حق کے دروازے کی کشادگی۔

[2] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہر حال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا لامحالہ اس کا مقصود پورا ہوا۔ بار۔ بزرگ۔ معظم۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دعا کرتا پھرتا تھا کہ اس کو بغیر محنت دولت مل جائے۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔

[3] چوں مرا۔ یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے وہی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ سُست جنب' کمزور پہلو والا۔ منبل۔ ناکارہ۔ ملی۔ غنی۔ مالدار۔ سایہ جسپم۔ سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید

روزی بنوشتہ نوعے [1] دگر
تو نے دوسری ہی طرح کے روزی مقدر کی ہے

ہر کرا پایست جوید روزیے
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے

ہر کرا پانیست کُن دلسوزیے
جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر رحم فرما

رزق را میراں بسوئے آں حزیں
اس غمگین کی طرف روزی بھیج

ابر رامی کش بسوئے ہر زمیں
ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پا نباشد، جودِ تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت

ابر را راند بسوئے او دوتو
ابر کو تہ بہ تہ اس کی طرف لے جاتی ہے

طفل [2] را چوں پا نباشد مادرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے اس لئے اس کی ماں

آید و ریزد وظیفہ بر سرش
آتی ہے اور غذاء اس کے سر پر بہاتی ہے

روزیِ خواہم بناگہ بے تعب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں

کہ ندارم من زکوشش جز طلب
اس لئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

مدتے بسیار می کرد ایں دعا
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا

روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحیٰ
دن رات تک، تمام رات بلکہ چاشت کے وقت تک

خلق می خندید بر گفتارِ او
اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے

بر طمع خامے و بر پیکارِ او
اس کے بیکار لالچ اور اس کی ہٹ پر

کہ چمی گوید عجب ایں سست ریش
کہ تعجب ہے یہ بیوقوف کیا کہتا ہے

یا کسے دادست بنگ بیہشیش
کیا کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھنگ پلا دی ہے

راہ روزی کسب و رنج ست و تعب
روزی کا راستہ کمانا تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے

ہرگز ایں [3] نادر نشد ور شد عجب
یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

ہر کسے را پیشہ داد و طلب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے

از رہِ کسب و تعب تا رنج و تب
کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستہ سے

اُطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِهَا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو

وَادْخُلُوا الْاَوْطَانَ مِنْ اَبْوَابِهَا
وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

شاہ و سلطان و رسولِ حق کنوں
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب

ہست داؤدِ نبی ذو فنوں
صاحب ہنر داؤد نبی ہیں

[1] نوعے دگر۔ یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے مقدر ہے۔ ہر کرا۔ یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پانیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اس کمانے کی صلاحیت نہیں ہے ابرا۔ یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور تو اس کی غذا ابر کو بھیج کر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچادے۔

[2] طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اس کی ماں کے ذریعہ اس کی غذا اس کے پاس پہنچادیتا ہے۔ کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ سست ریش۔ بیوقوف۔ بنگ۔ بھنگ۔

[3] ایں نادر۔ یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔ شاہ۔ یعنی حضرت داؤدؑ کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا تب روزی ملتی تھی۔

هَست در فرمانِ اُو از وحش وطیر
وحشی جانور اور پرندے ان کے حکم میں ہیں

دَر همه روئے زمیں اُو راست سیر
تمام روئے زمین پر ان کا دورہ ہے

باچناں عزّ ے ونازے کاندروست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو ان میں ہے

کہ گزید ستش عنایتہائے دوست
کہ ان کو دوست خدا کی عنایتوں نے منتخب کرلیا ہے

مُعجز آش بے شمار و بے عَدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت

موجِ بخشایش مَدد اندر مَدد
ان پر بخشش کی موجیں پے در پے ہیں

ہیچکس را خود ز آدم تاکنوں
کسی شخص کی آدم سے اب تک

کے بُدست آواز ہمچوں اَرغنوں
آوازا رغنوں باجا کی طرح کب ہوئی ہے

کہ بہر وعظے بمیراندُ ویست
کہ ہر وعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے

آدمی را صوتِ خوبش کرد نیست
انسان کو ان کی حسین آواز فنا کر دیتی

شیر و آہو جمع گرد آں زماں
اس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے

سُوئے تذکیرش مُغفّل ایں ازاں
ان کے وعظ میں اور یہ اس سے غافل

کوہ ۲ وصحرا ہم رسائل بادَمش
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے انِ کے تھے

ہر دو اندر وقتِ دعوت محرمش
دونوں دعوت دینے کے وقت ان کے ہمراز تھے

ایں وصَد چنداں مراُورا معجزات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے ان کے تھے

نُورِ رویش بے جہات ودَر جہات
ان کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

باہمہ تمکیں خدا روزیِ اُو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی

کردہ باشد بستہ اندر جستجو
جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ ۳ بافی ورنجے روزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر ان کی روزی

می نیاید باہمہ فیروزیش
باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندۂ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا

خانہ گندہ دوں و گردوں رندۂ
خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

اینچنیں مُدبر ہمی خواہد کہ اُو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ

گنج یابد تارَود پالیش فرد
خزانہ پالے یہاں تک کہ اس میں اس کا پاؤں دھنسے

زاحمقی خواہد کے بہ رنجیش زود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً

بے تجارت پُر کُند دامن ز سُود
اور بغیر کاروبار کیے نفع سے دامن بھر لے

۱ ہست۔ حضرت داؤد کے نغمے پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ ہیچکس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤد کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ۔ بہر وعظے۔ حضرت داؤد جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے سینکڑوں آدمی وجد میں آ کر بیہوش اور جاں بحق ہو جاتے تھے۔ شیر آہو۔ نغمہ کو سن کر شیر اور ہرن جمع ہو جاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بے خبر رہتا تھا۔

۲ کوہ۔ حضرت داؤد کے نغمہ سے پہاڑ اور جنگل کی گونج ان کی ہم آواز ہو جاتی تھی۔ رسائل۔ شرکار۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤد کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔

۳ بے زرہ۔ حضرت داؤد لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا، ذلیل۔ مُدبر۔ بدبخت۔ پالیش فرد۔ یعنی چلتے پھرتے اس کو خزانہ مل جائے اور اس میں اس کا پاؤں دھنس جائے۔ سود۔ نفع۔

آنچنیں[1] ابلہے نیامد در جہاں — کہ برآیم بر فلک بے نردباں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا جو کہے — کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں ہمی گفتش بتسخرنک بگیر — کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
کوئی اس سے مذاق میں کہتا یہ لے لے — کہ تیری روزی آ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا

ایں ہمی خندید مارا ہم بدہ — زانچہ یابی ہدیہ اے سالارِ دہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دنیا — اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

او ازیں تشنیعِ مردم ویں فسوس — کم نمیکرد از دعا و چاپلوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے — دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شد در شہر معروف و شہیر — کوز انبانِ تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا — کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

شد[2] مثل در خام طمعی آں گدا — او ازیں خواہش نمی آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا — لیکن وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

کم نمی کرد از دعا و ابتہال — کرد اجابت مُستعانِ ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی — اللہ تعالیٰ مستعان اور ذوالجلال نے اس دعا قبول کر لی

دو دیدن گاؤ در خانہ آں دعا کنندہ بالحاح قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
اس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دوڑ کر آنا۔ آنحضور ﷺ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَاءِ زیرا کہ عین
نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ

خواست حق سُبحانہ و تعالیٰ سَت والحاح خواہندہ را بہ اَست از
عاجزی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کے لئے عاجزی اس سے بھی

اُنچہ میخواہد ازوے و عُذر[3] گفتنِ نظم کنندہ و مَدد خواستن
زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا عذر کرنا اور مدد چاہنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ — ایں دُعا می کرد بازاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک — وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

ناگہاں درخانہ اش گاوے دوید — شاخ زد بشکست دربند و کلید
اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی — اس نے سینگ مارا کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

[1] آنچنیں۔ یعنی اچانک خزانہ مل جانے کی تمنا تو ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تمنا کرے۔ ایں ہمی۔ کوئی مذاق میں کہتا کہ روزی آ گئی کوئی کہتا کہ اس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر۔ خوشخبری دینے والا۔ سالارِ دہ۔ گاؤں کا سردار۔ چودھری۔ شہیر۔ مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

[2] شد مثل۔ یعنی یہ فقیر اپنے بیمکار لالچ کی ضرب المثل بن گیا۔ مُستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے، اللہ تعالیٰ الحاح۔ زاری دعاجزی۔ ملحّ۔ زاری کرنے والا۔

[3] عذر گفتن۔ آئندہ اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اتمام کی دعا شروع کی ہے۔ در بندہ۔ بند کندہ در۔

گاؤ گستاخ اندر اں خانہ بجست — مرد برجست و قوائم ہاش بست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی — وہ شخص لپکا اور اس نے اس کے پاؤں باندھ دیئے

پس گلوئ گاؤ ببرید آں زماں — بے توقف بے تامل بے اماں
فوراً گائے کو ذبح کر دیا — بغیر توقف، بے تامل، امن دیئے بغیر

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب — تا الہا بش برکند در دم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا — تاکہ وہ فوراً اس کی کھال اتار دے

اے تقاضا گرد روں ہمچوں جنیں — چوں تقاضامی کنی اتمام ایں
اے پیٹ کے بچے کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے! — جبکہ تو اس مثنوی کی تکمیل کا تقاضہ کر رہا ہے

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ — یا تقاضا را بہل برما منہ
آسان فرما دے، راہنمائی کر دے توفیق عطا فرما — یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

چوں زمفلس زر تقاضہ میکنی — زر بخشش در سرِ اے شاہِ غنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے — اے شاہ، بے نیاز در پردہ اس کو روپیہ بخشدے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر — زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
تیری مدد کے بغیر نظم اور قافیہ صبح و شام — کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ نظم قوانی جلوہ گر ہوں

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم — بندۂ امرِ تو انداز ترس و بیم
اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے — ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

چوں ۲ مسبح کردۂ ہر چیز را — ذاتِ بے تمیز و با تمیز را
جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خواں بنایا ہے — باشعور، اور بے شعور ذات کو

ہر یکے تسبیح بر نوعِ دگر — گوید و از حالِ آں یں بیخبر
ہر ایک ایک دوسرے قسم کی تسبیح — کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

آدمی ۳ منکرز تسبیح جماد — واں جماد اندر عبادت اوستاد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے — حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

بلکہ ہفتا دو دو ملت ہر یکے — بے خبر از یک دگر و اندر شکے
بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک — ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

چوں دو ناطق راز حالِ ہمدگر — نیست آگہ چوں بود دیوار و در
جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے — آگاہ نہیں ہیں تو در و دیوار کے بارے میں آگاہی کیونکر ہو

۱ قوائم۔ پاؤں لہاب۔ چمڑا کھال۔ اے تقاضہ۔ چونکہ پہلے اشعار میں روزی صلب کرنے والے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا اس لئے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کے لئے دعا شروع کر دی ہے، جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اس طرح باطن میں خدا کی جانب سے کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔ برما منہ۔ یعنی مجھ پر مثنوی کے اتمام کا بار نہ ڈال۔ چوں زمفلس۔ یعنی مجھے مثنوی کے معانی اور قوانی عنایت فرما دے۔ بے تو۔ تیری مدد کے بغیر صبح و شام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی سے شعر کہلا سکے۔ تجنیس۔ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔

۲ چوں مسبح۔ پہلے اشعار میں چونکہ نظم و قوافی کو اللہ کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا غیر ذی روح چیزوں کے تابع فرمان الٰہی ہونے کر بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے۔

۳ آدمی۔ انسان، جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا اس لئے وہ ان کی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ۔ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳ فرقے ہیں جن میں سے ۷۲ گمراہ ہیں ایک فرقہ درست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اس سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔ چوں دو ناطق۔ دو انسان جو مذہبی اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا ہیں جبکہ وہ باہمی ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں تو جمادات کی تسبیح کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔

چوں من از تسبیح ناطق[1] غافلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں

چوں بداند سُبحۂ صامت دلم
تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

ہست سُنّی را یکے تسبیح خاص
سنی کی ایک خاص تسبیح ہے

ہست جبری را ضد آں در مَناص
نجات پانے میں جبری کی تسبیح اس کے خلاف ہے

سُنّی از تسبیح جبری بے خبر
سنی جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے

جبری از تسبیح سُنّی بے اثر
جبری سنی کی تسبیح سے بے نشان ہے

ایں ہمی گوید کہ آں ضالست و گم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے

بے خبر از حالِ اُو وز امرِ قُم
اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے

واں ہمی گوید کہ ایں راچہ خبر
وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا پتہ

جنگن شاں افگندیز داں از قدَر
اللہ تعالیٰ نے تقدیر سے ان میں جنگ پیدا فرمادی ہے

گوہر ہر یک ہوید امی کُند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے

جنس از ناجنس پیدا می کند
جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

قہر[2] را از لُطف داند ہر کسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے

خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
خواہ وہ دان ہو خواہ نادان یا کمینہ

لیک لُطفے قہر در پنہاں شدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے

یا کہ قہرے دَر دلِ لُطف آمدہ
یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

کم کسے داند مگر رَبّانیے
اس کو سوائے اس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے

کش بُوَد در دل محکّ جانیے
جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو

باقیاں[3] زیں دو گمانے می بُرند
باقی لوگ ان دونوں میں شک کرتے ہیں

سوئے لانہ خود بیک پَر می پَرند
اپنے آشیانہ کی جانب ایک بازو سے اڑتے ہیں

در بیانِ آنکہ عِلم را دو پر و گمان را یک پَر ست

اس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

عِلم را دو پر گماں را یک پرست
علم کے دو بازو میں شک کا ایک بازو ہے

ناقص آمد ظن پر واز ابترست
شک اڑنے میں ناقص ہے اور دم کٹا ہے

مُرغ ایک پَرزو دافتد سرنگوں
ایک بازو کا پرندہ جلد اوندھا گرتا ہے

باز بر پرّد دے دو گامے یا فزوں
پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

[1] ناطق۔ بولنے والا صامت۔ خاموش نہ بولنے والا۔ ہست سنی۔ سنی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایں ہمی۔ یہ جبری کہتا ہے کہ سنی گمراہ ہے۔ امر قم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قم کا حکم ہوا ہے جس کے معنے ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فعل انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اس کو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اس دلیل سے بے خبر ہے۔ قدر۔ ازل میں یہ اختلافات مقدر کر دیئے گئے تھے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے۔

[2] قہر را از لطف۔ بعض خالص قہر اور خالص مہر ہیں ایسے قہر اور مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے۔ لیک۔ بعض وہ مہر میں جو قہر میں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کے لئے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اس طرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کے لئے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اس کو صرف خاصان خدا سمجھتے ہیں۔

[3] باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں دو طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی اس کی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں۔ علم۔ یعنی حقائق تک پہنچنے میں۔ یعنی کی پرواز مکمل ہے اور ظن اور شک کی پرواز ناقص ابتر۔ دم کٹا جس پرند کی دم کٹی ہوئی ہوتی ہے اس کی پرواز صحیح نہیں ہوتی۔

اُفت[1] و خیزاں می رود مُرغِ گماں — با یکے پَر بر اُمیدِ آشیاں

گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے — ایک بازو سے آشیانہ کی امید پر

چوں ز ظن وا رَست عِلمش رُو نمود — شُد دو پر آں مُرغ و پرہا بر کشود

جب وہ گمان سے نجات پا گیا اس کا علم رونما ہوا — اب وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیئے

بَعد ازاں یَمشِی سَوِیًّا مُستَقِیم — نے عَلٰی وَجهِهٖ مُکِبًّا اَو سَقِیم

اس کے بعد ٹھیک ' سیدھا روانہ ہوتا ہے — نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

بادو پَر بَرمی پَرد چوں جبرئیل — بے گماں بے فکرت و بے قال و قیل

جبرئیل کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہو — بغیر گمان ' بغیر فکر اور بغیر چناں و چنیں کے

گر ہمہ[2] عالَم بگویندش توئی — بر رہِ یزدان و دینِ مُستوی

اگر تمام دنیا اس سے کہے کہ تو ہی — خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

اُو نگردد گرمک تَراز گفتِ شاں — جانِ طاقِ اُو نگردد در جُفتِ شاں

وہ ان کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا — اس کی یکتا روح ان کی ساتھی نہیں بنتی ہے

در ہمہ گویند اُورا گُمرہی — کوہ پنداری و تو برگِ کہی

اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے — خود کو پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو گھاس کا تنکا ہے

اُو نیفتد در گماں از طعنِ شاں — اُو نگردد دردمند از طعنِ شاں

ان کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے — ان کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت — گویدش با گمرہی گشتی تو جُفت

بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں — اس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرّہ نیفتد در خیال — نے بطعن طاعِناں رنجور حال

وہ ایک ذرہ بھی گمان میں مبتلا نہیں ہوتا — نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن[3] و مُوقِن و بے احتیال — کاچنیں باشد مگر دَرِ کُلِّ حال

مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہو گا — شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

مثال رنجور شدنِ آدمی بوہمِ تعظیمِ خلق و رغبتِ مشتریاں بوے و حکایت معلمِ کودکاں

انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اس کی طرف رغبت کے وہم سے بیمار پڑنا اور بچوں کے استاد کا قصہ

---

[1] اُفت و خیزاں۔ شک و گمان۔ حقیقت تک پہنچنے کے لئے گرتا پڑتا چلتا ہے۔ آشیاں۔ گھونسلا۔ یعنی مقصد۔ چوں ز ظن۔ یعنی جب انسان مرتبہ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ یعنی یقین کا مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد سیدھی اور سچی اڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے۔ بادو پر۔ انسان کو معرفت حقیقی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی پرواز جبرئیل کی طرح ہوتی ہے۔

[2] گر ہمہ۔ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہو جاتا ہے نہ مدح اس میں موثر ہوتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود اگو کوہ پنداری۔ برگ کہی۔ برگ کاہ ہستی۔ طعن۔ طعنہ زنی ' نیزہ بازی۔ ہیچ یک ذرہ۔ کامل الیقین خوشامدیوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[3] مطمئن۔ علم کے اعلیٰ مراتب حاصل ہو جانے پر انسان بہر حال مطمئن رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔ رنجور شدن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم و یقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح و قدح سے متاثر ہوتے ہیں۔

کودکانِ مکتبے از اوستاد — رنج دیدند از ملال و اجتہاد[1]
ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے — تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

مشورت کردند در تعویقِ کار — تا مُعلّم در فتد در اضطرار
کام کو ٹالنے کے لئے انہوں نے مشورہ کیا — تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

چوں نمی آید وُرا رنجوریے — کہ بگیرد چند روز اُو دوریے
اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟ — کہ وہ چند دن دور رہے

تا رہیم از حبس واز تنگیِ کار — ہست اُو چوں سنگِ خارا برقرار
تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں — وہ تو سنگ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں[2] یکے زیرک ترا ایں تدبیر کرد — کہ بگوید اُوستا چونی تو زرد
ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی — کہ وہ کہے گا استاد آپ زرد کیوں ہیں؟

خیر باشد رنگ تو برجائے نیست — ایں اثریا از ہویا از تپے ست
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے — یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اند کے اندر خیال اُفتد ازیں — تو برادر ہم مدد کُن ایں چنیں
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا — بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

چوں دَر آئی از درِ مکتب بگو — خیر باشد اوستا احوالِ تو
جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو کہنا — اللہ خیر کرے استاد آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اند کے افزوں شود — کز خیالے عاقلے مجنوں شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا — وہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں — درپے ماغم نمایند و حنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں — ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

تاچوی[3] کودک پیاپے ایں خبر — متّفق گویندیا بد مُستقر
جب اس بات کو تیس بچے پے در پے — بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی — باد بخت بر عنایت مُتّکی
ہر بچہ نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے — خدا کرے تیرے نصیبہ کا اللہ کی مہربانی پر ٹکاؤ ہو

متّفق گشتند در عہدِ وَثیق — کہ نگردد اند سخن رایک رفیق
مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے — کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

[1] اجتہاد۔ محنت کرنا، مشقت برداشت کرنا۔ تعویق کار یعنی استاد کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔

[2] چوں نمی آید۔ چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیے۔ برقرار۔ یعنی استاد پتھر کی طرح مکتب میں جما ہوا ہے۔

[3] آں یکے۔ سب سے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ استاد سے جا کر کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے، شاید آپ کو بخار ہو گیا ہے اس سے استاد کو کچھ وہم پیدا ہو گا پھر دوسرا بچہ بھی یہی کہے تو استاد کی بیمار کا خیال اور بڑھے گا۔ اسی طرح مسلسل دوسرے بچے کہیں گے اور استاد کو اپنی بیماری کا یقین ہو جائے گا۔ اوستا۔ اوستاد کا مخفف ہے۔

[4] تا چوی۔ تیس بچے مسلسل استاد کے رنگ کے زرد ہو جانے کو کہیں گے تو یہ بات استاد کے دل میں جم جائے گی۔ ہر یکے۔ اس تدبیر پر ہر بچہ نے اس ذہین بچے کو شاباش کہا اور دعا دی۔ عہد وثیق۔ مضبوط عہد۔ کہ نگردانند۔ یعنی سب یہی بات کہیں کوئی بچہ اس بات میں تبدیلی نہ کرے۔

بعدازاں سوگند دادا و جملہ را — تا کہ غمازے نگوید ماجرا
اس کے بعد اس نے سب کو قسم دی — تا کہ کوئی چغلخور صحیح بات[۱] نہ بتائے

رائے آں کودک بجر بیداز ہمہ — عقل او در پیش می رفت از رمہ
اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی — اس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر — کہ میانِ شاہداں اندز صُور
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے — جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

دَربیانِ آنکہ عقولِ خلق متفاوت ست دراصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ
اس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور معتزلہ کے نزدیک

متساویست و تفاوتِ عقول بسبب تجربہ و تحصیل علم ست
سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کر لینے کی وجہ سے ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ
آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اس کی زبان کی فصاحت ہے

زیں قبل فرمود احمد دَر مقال — دَر[۲] زباں پنہاں بُود حسنِ رجال
اسی سلسلہ میں آنحضور نے گفتگو میں فرمایا — انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اختلافِ عقلہا دَر اصل بُود — بر وِفاقِ سُنّیاں باید شنُود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا — سنیوں کے قول کے مطابق سننا چاہیے

بر خلافِ قولِ اہلِ اعتزال — کہ عقول از اصل دارند اعتدال
معتزلہ کے اس قول کے خلاف — کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کُنند — تا یکے را از یکے اعلَم کُنند
تجربہ اور تعلیم گھٹا تھے اور بڑھاتے ہیں — یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

باطل[۳] ست ایں زانکہ رائے کودکے — کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے کیونکہ بچے کی رائے — جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

بگذرد ز اندیشہ مردانِ کار — عاجز آمد کارِ شاں دَر اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے — ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

بَردمید اندیشہ زاں طفلِ خُرد — پیر باصد تجربہ بوئے نبُرد
اس چھوٹے بچہ سے وہ خیال ظاہر ہوا — جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

۱ غماز۔ چغلخور۔ ماجرا۔ قصہ۔ یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر یہ سازش کی ہے۔ (رمہ۔ یعنی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت۔ جس طرح اس بچہ اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیسا کہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔ نزدِ معتزلہ۔ معتزلہ۔ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔

۲ در زباں۔ حدیث میں ہو اَلْمَرْءُ یُخْفِیْ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنی انسان کی خوبی اس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے۔ اعتدال۔ یکسانیت۔ اعلم۔ زیادہ جاننے والا۔

۳ باطل ست۔ مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ بگذرد۔ وہ بچہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے طفل خُرد۔ وہی مکتب کا ذہین بچہ۔

خود ا فزوں آں بہ کہ آں از فطرت ست
عقل کی وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے

باز افزوں گوز جہد و فکرت ست
پھر وہ زیادتی ہے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بُود
تو بتا ' اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے

یا کہ لنگے را ہوارا نہ رَود
یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

در وہم افگندن کودکاں اُستاد را بمکر

مکاری نے بچوں کا استاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں
دن نکلا ' اور وہ بچے آئے

برہمیں ۲ فکرت سُوئے مکتب رَواں
اسی تدبیر کے مطابق مکتب کی جانب روانہ ہوئے

جُملہ اِستادند بیروں منتظر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے

تادر آید اوّل آں یارِ مکر
تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ مَنبع اُو بدست ایں رائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا

سَر امام آمد ہمیشہ پائے را
سر ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مُقلّد تو مجو بیشی براں
اے پیچھے چلنے والے تو اس سے آگے نہ بڑھ

کو بُود منبع ز نُورِ آسماں
جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

اودر آمد گفت اُستار اسلام
وہ آیا بولا استاد کو سلام ہے

خیر باشد رنگِ رُویت زرد فام
خدا خیر کرے آپ کے چہرے کی رنگت پیلی ہے

گفت اُستا نیست رنجے مرمرا
استاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے

تو برو بنشین مگو یاوہ ۳ ہلا
تو جا بیٹھ جا ' خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد لیک غُبارِ وہمِ بَد
انکار کر دیا لیکن برے خیال کا وہم

اندکے اندر دلش ناگاہ زَد
تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت آنچنیں
دوسرا اندر آیا اس نے بھی ایسا ہی کہا

اندکے آں وہم افزوں شدُ بریں
اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

ہم چنیں تا وہم اُو قوت گرفت
اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی

ماند اندر حالِ خود بس در شگفت
وہ استاد اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شیدنِ فرعون بوہم از تعظیمِ خلقاں

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

ا خودفزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ بمکر۔ عقل کی فوقیت اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کرنے۔

۲ ہمیں فکرت۔ استاد کو فریب دینے کی تدبیر۔ بیروں مکتب سے باہر۔ یار مکر۔ وہی ذہین لڑکا۔ اے مقلد۔ یہ مولانا کی مرید کو نصیحت ہے گو۔ یعنی شیخ۔

۳ یاوہ۔ بکواس۔ ہلا۔ حرف تنبیہ ہے۔ نفی کرو۔ یعنی استاد کے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

سَجدۂ خلق اززن و از طفل و مَرد — زد اِ دلِ فرعون رارِ بخور کرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے — اثر کیا ' فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتن ہَر یک خداوند و مَلِک — آنچناں کردش زوہمِ منہلِک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے — برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اس کو ایسا بنا دیا

کہ بد عویِ الٰہی شُد دلیر — اژدہا گشت وَمی شدُ ہیچ سیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا — اژدہا بنا اور کبھی اس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جُزوی اَفتش وہم ست وظن — زانکہ دَر ظلمات شد او را وطن
وہم اور گمان ناقص عقل کے لئے مصیبت ہے — کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں ۲ گر نیم گزرا ہے بُوَد — آدمی بے وہم ایمن می رَود
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو — آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سَرِ دیوارِ عالی گر رَوی — گرد و گز عرضش بُوَد کژ میشوی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے — اگر دو گز کی چوڑائی ہو ' تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می اُفتی زلرزِ دل بوہم — ترس دوہمے رانکو بنگر بفہم
بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے گا — عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدنِ استادِ معلِم بوہم وخیال

وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے استاد کا بیمار پڑنا

گشت اُستا سخت سُست از وہم وبیم — بر جہید و می کشانید اُو گلیم
وہم اور ڈر سے استاد بہت ست ہو گیا — اٹھا اور اس نے کملی کھینچی

خشمگیں بازن کہ مہرِ اوست سُست — من بدیں حالم نپرسید اُو نخُست
بیوی پر غصہ تھا کہ اس کو محبت کم ہے — میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نہ کرد از زنگِ من — قصد دارد تا رہد از ننگِ ۳ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا — اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پالے

اُو بحُسن و جلوۂ خود مَست گشت — بیخبر کز بام من افتاد طَشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے — اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالاخانہ سے گرا ہے

آمد و دَر رابہ تُندی وا گشاد — کودکاں اندر پئے آں اوستاد
گھر آیا اور تختی سے دروازہ کھولا — بچے اس استاد کے پیچھے تھے

۱ زد۔ یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اژدہا۔ یعنی فرعون اقتدار لگنے میں اژدہا بنا پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ عقل جُزوی۔ عقل ناقص، عقل انسانی اس کے بالمقابل عقل کلی ہے جس سے جبرئیل یا حقیقت محمدیہ مراد لیتے ہیں۔

۲ برزمین۔ وہم کو خلاق مانا جاتا ہے' انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کبھی نہیں گرتا۔ زمین پر بھاگنے میں جس قدر زمین ان کے استعمال میں آتی ہے مگر اس سے دوگنا راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اس کو وہم ہوتا ہے کہ وہ گر جائے گا اور اس وقت واہمہ کی بناء پر وہ گر پڑتا ہے۔ خشمگیں۔ اُستاد گھر جاتے وقت یہ باتیں سوچ رہا تھا۔

۳ ننگ من یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جاؤں تو اس کو مجھ سے نجات ملے۔ بام من۔ طشت از بام افتادن محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔

گفت زن خیرست چوں زود آمدی
بیوی نے کہا خیر ہے آپ جلد کیوں آ گئے

که مبادا ذاتِ نیکت را بدی
خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں
اس نے کہا تو اندھی ہے میری رنگت اور حالت دیکھ

از غمم بیگانگاں [1] اندر حنیں
میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانه از بُغض و نفاق
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے

می نه بینی حال من در احتراق
جلنے میں میری حالت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجه رنجے نیستت
بیوی نے کہا اے جناب آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے

وہم و ظن و فکر بے معنیستت
آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلاوجہ ہے

گفت اے غرّ تو ہنوزی در لجاج
اس شوہر نے کہا اے بیوقوف تو بھی جھگڑے میں ہے

می نه بینی ایں تغیّر وار تجاج
اس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کور و کر شدی مارا چه جُرم
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے

مادریں رنجیم و در اندوه و گُرم [2]
ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجه بیارم آئینه
اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں

تابدانی که ندارم من گنه
تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رَو رَوچه توچه آئینه ذات
اس نے کہا جا جاتو کیا تیرا آئینہ کیا

دائماً در بغض و کینی وعنت
تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

جانه خوابِ مرا زُو گستراں
جلد میرا بستر بچھا دے

تا بخسپم که سَرِ من شد گراں
تاکہ میں سو جاؤں مجھے سرگرانی ہے

زن توقف کرد و مردش بانگ زد
بیوی نے دیر کی، اور مرد اس پر چیخا

کاے عدوز دتر ترا ایں می سَزد
کہ اے دشمن جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

دَر جامه [3] خواب افتادنِ اُستاد و نالیدنِ اُو بو ہمِ رنجوری

استاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اس کا رونا

جامه خواب آورد و گستردش عَجوز
بوڑھی بستر لائی اور اس کے لئے بچھا دیا

گفت امکاں نے و باطن پُر زسوز
بوڑھی کے لئے بولنا ممکن نہیں اور دل میں جلن

گر بگویم متّہم دارد مَرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھرے گا

ور نگویم جدّ شود ایں ماجرا
اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بن جائے گا

[1] بیگانگاں۔ یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔ احتراق۔ جلنا، بخارا۔ غر۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتح کے ساتھ زن فاحشہ۔ ارتجاج۔ لرزہ۔ کپکپی۔

[2] گرم۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، اندوہ، غم۔ تابدانی۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ عنت۔ فساد ہلاکت۔

[3] جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یہ تاخیر تیرے لئے مناسب ہے۔ عجوز۔ بوڑھی یعنی استاد کی بیوی۔ گفتِ امکاں نے۔ یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور برے بھلے سخت لیکن غلط بات پر اس کا دل جل رہا تھا۔ جدّ شود۔ یعنی یہ وہمی بیماری حقیقی بیماری بن جائے گی۔

فالِ بَد رنجور گردند ہمے — آدمی را کہ نبُود ستش غمے
بری فال ' بیمار بنا دیتی ہے — اس آدمی کو بھی جس کو کوئی غم نہ ہو

قول پیغمبر قَبُولُہٗ یُفرَضُ — اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَیْنَا تَمْرَضُوْ
پیغمبر ﷺ کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے — اگر ہمارے سامنے تکلف مریض بنو گے مریض بن جاؤ گے

گر بگویم ۱؎ اُو خیالِ بَد زند — فعل دار و زن کہ خلوت می کُند
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ برا خیال کرے گا — کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

مرمرا از خانہ بیروں می کُند — بہرِ فسقے فعل و افسوں میکُند
مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے — بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامہ خواب افگند و اُستاد اوفتاد — آہ آہ و نالہ ازوے می بزاد
اس نے بستر بچھایا اور استاد لیٹ گیا — آہ آہ اور رونا شروع کر دیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں — درس میخواند ندبا صَداند ہاں
بچے وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے — سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں ۲؎ ہمہ کردیم وہم زندانیم — بَد بنائے بود و مابد بانیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں — بری عمارت تھی اور ہم برے بنانے والے ہیں

ہیں دگر اندیشہ باید نمود — تا ازیں محنت فرح یا بیم زود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہیے — تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پا لیں

دوم بار در وہم افگندن کودکاں اُستاد راکہ اُورا از قرآن خواندن صُداع آید و درد سَر افزاید
بچوں کا استاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کر دینا کہ قرآن پڑھنے سے اس کو سر میں درد پیدا ہو جائے گا اور سر کا درد بڑھ جائے گا

گفت ۳؎ آں زیرک کہ اے قومِ پسند — درس خوانید و کنید آوا بُلند
اس ذہین بچے نے کہا اے دوستو! — سبق پڑھو ' اور آواز بلند کرو

چوں ہمی خواند ند گفتاے کودکاں — بانگِ ما استاد را دارد زیاں
جب انہوں نے اس طرح پڑھا تو بولا اے بچو! — ہماری آواز سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سَر افزاید اُستارا زبانگ — ار زدایں کو در دیا بد بہرِ دانگ
آواز سے استاد کے سر میں درد بڑھتا ہے — کیا یہ مناسب ہے کہ بڑی کے لئے اس کے سر میں درد ہو

۱؎ گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی برا کام کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے میں اس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔ باصد اندہاں۔ چونکہ اس تدبیر سے بھی انہیں چھٹی نہ ملی تھی۔

۲؎ کایں ہمہ۔ یعنی استاد کو بیمار بنانے کی بنیاد بھی ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی۔ راحت۔ صُداع۔ درد سر۔

۳؎ گفت۔ یعنی اسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آوا۔ آواز۔ زیاں۔ نقصان۔ استاد۔ استاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ' ہر بچہ استاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دیتا ہوگا۔

خلاصی یافتن کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوالِ مادراں از ایشاں

اس مکاری کی وجہ سے بچوں کو چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا ان سے پوچھنا

گفت[1] اُستار است گوید روید — دردِ سَر افزوں شُدم بیروں شوید

استاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے ' جاؤ — میرے سر میں درد بڑھ گیا ' باہر چلے جاؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم — دو رباداز تو رنجوری وبیم

سب نے سجدہ کیا اور کہا ' اے جناب! — خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پَس بُروں جَستند سوئے خانہا — ہمچو مُرغاں دَر ہوائے دانہا

پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے — جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند وگفت — روزِ کُتّاب[2] و شما بالہو جُفت

ان کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا — مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقت تحصیل ست اکنون و شما — می گریزید از کتاب و اوستا

یہ حاصل کرنے کا وقت ہے ' اور تم — کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کاے مادر تو ایست — ایں گناہ از ماواز تقصیر نیست

انہوں نے عذر کیا کہ اے ماں تو ٹھہر — یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عذر آوردند ایشاں دَر زماں — کیں گنہ ازمان نبود اے مادراں

انہوں نے فوراً عذر کیا — اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں اُستادِما — گشت رنجور و سقیم[3] و مُبتلا

آسمانی قضا سے ہمارا استاد — رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکرست و دروغ — صَد دروغ آرید بہر طمع دوغ

ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے — چھاچ کے لالچ میں تم سو جھوٹ بول رہے ہو

ماصباح آئیم پیشِ اوستا — تابہ بینیم اصل ایں مکرِ شما

ہم صبح کو استاد کے پاس جائیں گے — تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید — بَر دروغ و صدقِ ماواقف شوید

بچوں نے کہا! بسم اللہ جاؤ — ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

رفتنِ مادرانِ کودکاں بامداد بعیادتِ اُستاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا استاد کی مزاج پرسی کے لئے جانا

[1] گفت۔ ذہین بچے کے کہنے پر استاد نے کہا ' ہاں میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا ' باہر چلے جاؤ۔ دور باد۔ یعنی بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیئے۔ ہمچو مرغاں۔ یعنی جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اڑ کر جاتی ہیں۔

[2] کُتّاب۔ مکتب۔ لہو۔ کھیل کود۔ جُفت۔ ساتھی ' جوڑا۔ تحصیل۔ حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا۔ ایست۔ ٹھہر۔ تقصیر۔ کوتاہی ' گناہ

[3] سقیم۔ بیمار۔ مبتلا۔ آزمائش میں پڑا ہوا ' بیمار۔ دوغ۔ وہی ' چھاچھ۔ صباح۔ صبح۔ عیادت۔ مزاج پرسی

بامداداں آمدند آں مادراں
صبح کو مائیں پہنچ گئیں

پُرسشِ اُستاذ ہر گوشہ رواں
ہر جانب سے روانہ ہو کر استاد کی مزاج پرسی کے لئے

خُفتہ اُستاد ہمچو بیمارِ ۱ گراں
استاد سخت بیماری کی طرح سویا ہوا تھا

دردِ سَر راسَر بہ بستہ چوں زناں
عورتوں کی طرح دردِ سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

ہم عَرق کردہ زبسیاری لحاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا

سَر بہ بستہ رُو کشیدہ در سَجاف
سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کُند آہستہ اُو
چپکے چپکے آہ آہ کرتا تھا

جُملگاں گشتند ہم لاحول گو
سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سَر
اے استاد! خدا خیر کرے یہ دردِ سر

جانِ تو مارا نبُودہ زیں خبر
تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت ۲ من ہم بیخبر بودم ازیں
اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا

آ گہم ایں کودکاں کردند ہیں
ہاں ان بچوں نے مجھے بتایا

من بُدم غافل بشغل قال و قیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا

بودہ دربا طن چنیں رنجے ثقیل
اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجدّ مشغول باشد آدمی
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے

اُو زدید رنج خود باشد عَمی
تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسف شُد سَمر
مصر کی عورتوں اور یوسف کا قصہ ہے

کہ ز مشغولی بشُد زیشاں خبر
کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتہ نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعد ہائے خویش
انہوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
کیونکہ عاشق کی روح آگاہ دیکھتی ہے نہ پیچھا

اے ۳ بسا مرد شجاع اندر جراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں

کہ ببرّد دست و پایش راضراب
کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

اُو ہمُاں دست آورد در گیر و دار
وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں

برگمانِ آنکہ ہست اُو بر قرار
اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے

خوں از و بسیار رتہ بے خبر
بے خبری میں اس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

۱ بیمار گراں۔ سخت بیمار۔ عرق۔ پسینہ۔ سجاف۔ پردہ۔ جان تو۔ تیری جان کی قسم۔

۲ گفت۔ استاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتہ نہ تھا بچوں نے بتایا ہے۔ قال و قیل۔ سوال و جواب۔ ثقیل۔ بھاری۔ چوں بجد۔ استاد نے کہا زیادہ مصروفیت میں بیماری کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ عمی۔ اندھا۔ سمر۔ قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنان مصر حضرت یوسف کے حسن میں ایسی محو ہو گئی تھی کہ انہوں نے ترنج کی بجائے اپنے ہاتھ تراش لئے تھے۔ والہ۔ عاشق حیران۔

۳ اے بسا۔ بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اس سے وہ کام کر لیتا ہے۔

دَر بیانِ آنکہ تن روح را چوں لباسے ست وایں دست آستینِ

اس کا بیان کہ جسم روح کے لئے بمنزلہ لباس کے ہے' اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین

دستِ روح وایں پائے موزۂ پائے روح

ہے' اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تابدانی کہ تن آمد چوں لَبِیس ۱ رَو بجُو لا بس لباسے را مَلیس

خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے جا' پہننے والے کو تلاش کر لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشترست غیرِ ظاہر دَست و پائے دیگرست

روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے ظاہر کے علاوہ اس کے دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی و ائتلاف آں حقیقت داں مدانش از گزاف

تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور ان کا جوڑ دیکھتا ہے اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ

آں توئی کہ بے بدن داری بدن پس مترس از جسمِ جاں بیروں شدن

تو وہ ہے کہ اس بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح ۲ دار د بے بدن بس کاروبار مُرغ باشد دَر قفس بس بیقرار

روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں پرند' پنجرے میں بہت بے قرار رہتا ہے

باش تا مُرغ از قفس آید بروں تا بہ بینی ہفت چرخ اُو راز یوں

ٹھہر جا کہ پرند' پنجرے سے باہر آئے تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت ۳ گویمت گر بشنوی در حقیقت بر حقیقت بگروی

اگر تو سنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں حقیقتاً' تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت آں درویشے کہ درکورہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوتِ

اس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا' اور لوگوں سے جدائی

انقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ اَنَا

اور خلوت کی شیرینی کا بیان اور اس فضیلت میں داخل ہو جانا' کہ میں اس کا

جَلِیسُ مَنْ ذَکَرَنِی وَ اَنِیسُ مَنْ اِسْتَانَسَ بِی

ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور میں اس کا دوست ہوں جو مجھ سے انسیت کرے

گر باہمہ چو بے معنی بے ہمہ در بے ہمہ چو بامنی با ہمہ

اگر تو سب کے ساتھ ہے لیکن میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے

---

۱ لَبِیس۔ لباس۔ لابس۔ لباس پہننے والا یعنی روح۔ ملیس۔ مت چاٹ۔ لیسیدن مصدر کا صیغہ امر ہے۔ دیگرست۔ یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔ دست و پا۔ خواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسم مثالی کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ داری بدن۔ یعنی جسم مثالی۔

۲ روح دارد۔ روح کو جسم عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔ مرغ۔ اس عنصری جسم میں روح ایک پرند کی طرح ہے جو پنجرے میں بند ہو۔ باش۔ عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔

۳ حکایت۔ چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسم عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے۔ اب اس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ ان بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

بود در ویشے بکہسارے مقیم — خلوت[1] اورا بود ہمخواب و ندیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا — خلوت اس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں ز خالق می رسید اورا شمول — بود از انفاس مردوزن ملول
چونکہ اس تک اللہ تعالیٰ کی ہول پہنچی تھی — وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شد ما را حضر — سہل شد ہم قوم دیگر را سفر
جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے — دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

آنچنانکہ عاشقی بر سروری — عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری
جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے — وہ خواجہ سردار، لوہار اپنے پر عاشق ہے

ہر[2] کسے را بہر کارے ساختند — میلِ آنرا در دلش انداختند
ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے — اس کا رجحان اس کے دل میں ڈال دیا ہے

دست و پا بے میل جنباں کے شود — خار و خس بے آب و بادے کے رود
بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں — کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

گر بہ بینی میلِ خود سوئے سما — پر دولت برگشا ہمچوں ہما
اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے — ہما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

ور بہ بینی میلِ خود سوئے زمیں — نوحہ می کن ہیچ منشیں از حنیں
اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے — رونے، رونے سے تھک کر کبھی نہ بیٹھ

عاقلاں[3] خود نوحہا پیشیں کنند — جاہلاں آخر بسر برمی زنند
عقلمند پہلے سے رو لیتے ہیں — جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں

ز ابتداءِ کار آخر راببیں — تا نہ باشی تو پشیماں یوم دیں
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے — تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبتِ کار را و سخن بر وفقِ عاقبت گفتن با مستعیرِ ترازو

سنار کا انجام کار کو دیکھنا اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کہنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے — کہ ترازو دہ کہ بر سنجم زرے
ایک صاحب ایک سنار کے پاس آئے — کہ ترازو دیدے میں سونا تو لوں گا

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست — گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست
اس نے کہا جناب! جائیے میرے پاس چھلنی نہیں ہے — اس نے کہا ترازو دے دے اس مسخرے پن میں نہ پڑ

[1] خلوت۔ یعنی گوشہ تنہائی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ شمول۔ شین کے زبر کے ساتھ شمالی ہوا۔ انفاس۔ نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت سرداری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہار پن۔

[2] ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔ ہر شخص کے لئے وہ کام سہل ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست و پا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ گر بہ بینی۔ عالم بالا کی طرف میلان سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے۔ دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔

[3] عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کر لے۔ جاہل تباہی کے بعد روتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ ز ابتداء۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کرلے گا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔ دیدن زرگر۔ سنار نے انجام پر نظر کر لی تو پریشانی سے بچ گیا۔ غربال۔ چھلنی اس نے سونا تولنے کا کانٹا مانگا تھا، سنار نے چھلنی سے انکار کیا۔ میزان دہ۔ اس نے دوبارہ کانٹا مانگا تو سنار نے کہا میرے پاس جھاڑو نہیں ہے۔

گفت جا روبے ندارم دُر دکاں
اس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے

گفت بس بس ایں مضاحک رابماں
اس نے کہا بس بس، یہ ٹھٹولیں رہنے دے

مَن ترازوئے کہ میخوا ہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا رہوں وہ دیدے

خویشتن راکر[1] مکن ہر سُو مجہ
اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

گفت بشنودم سخن کرنیستم
اس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں

تانہ پنداری کہ بے معنیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش
یہ میں نے سن لیا، لیکن رعشہ والا بوڑھا ہے

دست لرزاں جسم تونا متعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

فہم کردم[2] لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا لیکن تو کمزور بوڑھا ہے

دستت از ضعف ست لرزاں ہر زماں
ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

واں زرِ تو ہم قراضہ خُرد و مُرد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے

دست لرزد پس بریزد زرِّ خُرد
ہاتھ کانپے گا سونے کے ریزے گر جائیں گے

پس بگوئی خواجہ جا روبے بیار
پھر تو کہیے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے

تا بجویم زرِّ خود را در غُبار
تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کر لوں

چوں بروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کر لے گا

گویم غرباں خواہم اے حَری
مجھ سے کہے گا اے بھلے میں چھلنی چاہتا ہوں

تا بہ بیزم خاک وز رجویم ازاں
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کروں

کے بُود غربال مارا در دکاں
ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہو گی؟

من[3] ز اوّل دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے

جائے دیگر روا زینجا والسّلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسلام

ہر کہ اوّل بیں بُود اعمیٰ بُود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے، اندھا ہوتا ہے

ہر کہ آخربیں چہ بامعنیٰ بُود
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کس قدر معقول ہوتا ہے

ہر کہ اوّل بنگرد پایانِ کار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے

اندر آخر اُو نگردد شرمسار
آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

حُکم چوں بَر عاقبت اندیشی ست
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے

بادشاہی بندۂ درویشی ست
شاہی، درویشی کی غلام ہے

---

[1] کر۔ بہرا۔ سو۔ یعنی میں کانٹا مانگتا ہوں تو چھلنی اور جاڑو کی بات کرتا ہے۔ بے معنی۔ لایعنی۔ بیوقوف، مہمل۔ مرتعش۔ رعشہ کا بیمار جس کی وجہ سے ہاتھ پیر لرزتے ہیں۔ متعش۔ گر کر اٹھ جانے والا۔

[2] فہم کردم۔ یعنی میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا تولنے کے لئے کانٹا مانگ رہا ہے۔ قراضہ۔ چھینی کی کترن۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ پس۔ یعنی جب وہ سونے کے ریزے گر جائیں گے تو ان کو سونے کے لئے جھاڑو مانگے گا اور چھاننے کے لئے چھلنی مانگے گا۔ حری۔ لائق۔

[3] من ز اول۔ میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آ گیا ہے لہٰذا میں نے انجام پر نظر کر کے تجھے جوابات دیئے تھے۔ ہر کہ۔ جو ابتدار کار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انتہا پر نظر کرے۔ حکم چوں۔ جبکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی دنیا سے تہیدست جانا ہے اور درویش پہلے ہی سے دنیا سے دستبردار ہو جاتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے۔

عاقبت بیناں بُوند اہلِ رَشاد — درنگر وَاللّٰہُ اَعْلَمْ بِالسَّدَاد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں — خوب سمجھ لے' خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد راز گو — قصّۂ آں مَردِ زاہد باز گو
اس بات کا آخیر نہیں ہے راز بتا — اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

کُن تمام اکنوں حدیثِ شیخ فرد — کاندراں کُہسار بودش خواب او خورد
آپ یکتا شیخ کی بات پوری کر — جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیہ قصّۂ آن ز اہدِ کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوۂ کوہی از درخت
پہاڑ میں رہنے والے اس عبادت گزار کا بقیہ قصہ جس نے منت مان لی تھی کہ میں
بازنگیرم و درخت رانفشانم و کسے رانگویم بصریح و کنایت
درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور
کہ بیفشاں وآں را بخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد
اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اس کو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کہ بود اشجار[1] و ثمار — سیب و اَمرُود و اَنارِ بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے — بے شمار سیب' اور امرود' اور انار تھے

قُوتِ آں درویش بودآں میوہا — غیرِ آں چیزے نخور دے دائما
اس درویش کی خوراک اور پھل تھے — ان کے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یارب باتو من — عہد کردم کہ چینم دَر زمن
اس درویش نے کہا' اے اللہ! میں نے تجھ سے — عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل نہ توڑوں گا

خود نچینم میوہ را در کلِّ حِیں — نیز غیرے رانگویم کہ بچیں
میں کسی وقت بھی خود پھل نہ توڑوں گا — دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ توڑ دے

جُز ازاں میوہ کہ باد انداز دش — من نچینم از درخت مُتعِش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے — میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مُدّتے بر نذرِ خود بودش وفا — تا درآمد اِمتحاناتِ قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا — یہاں تک کہ قضاء خداوندی سے آزمائشیں آگئیں

زیں سبب فرمود اِستثناء[2] کنید — گر خدا خواہد بہ پیماں بر زنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثناء کر لو — "اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

[1] اشجار۔ شجر کی جمع ہے' درخت۔ ثمار۔ ثمرۃ' کی جمع ہے' پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ کل حین۔ کسی وقت۔ متعش۔ قایم' کھڑا۔

[2] استثناء۔ وعدہ اور عہد میں لفظ ان شاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یا انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔

زانکہ حُکمِ کار در دستِ منِ ست
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے

اختیارِ جُملگاں پستِ[1] منِ ست
سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

ہر زماں دل را دگر میلے دہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں

ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

کُلَّ اِصْبَاحٍ لَنَا شَانٌ جَدِیْد
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے

کُلُّ شَیْءٍ مُرَادِیْ لَایَحِیْد
کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پریست
حدیث شریف میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے

در بیابانے اسیرِ صَرصَریست
جو میدان میں آندھی کا پابند ہے

باد پَر را ہر طرف راند گزاف
ہوا پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے

گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف
سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

در[2] حدیثِ دیگر ایں دل داں چُناں
دوسری حدیث میں ہے اس دل کو ایسا سمجھ

کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں
جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

ہر زماں دل را دگر رائے بُوَد
ہر لحہ دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے

آں نہ از وے لیک از جائے بُوَد
وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل
تو تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے

عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخیر میں شرمندہ ہو

ز[3]نہم از تاثیرِ حُکم ست و قدر
یہ بھی اللہ کے حکم اور تقریر کی تاثیر کی وجہ سے ہے

چاہ می بینی و نتوانی حذر
تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

نیست خود از مُرغِ پرّاں این عجب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟

گُو نہ بیند دام و اُفتد در عَطَب
کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

ایں عجب کہ دام بیند ہم وَتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے

گر بخواہد ور نخواہد می فتد
خواہ چاہے یا نہ چاہے پھنس جاتا ہے

چشم باز و گوش باز و دام پیش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے

سُوئے دامے می پرد با پَرّ خویش
اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

---

[1] پست۔ ماتحت۔ ہر زماں۔ حدیث میں ہے۔ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یعنی انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح سے ہیں جیسا کہ ایک قلب ان کو جس طرح چاہتا ہے الٹا پلٹتا ہے۔ کل اصباح۔ قرآن پاک میں ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے در حدیث آمد۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَۃٍ فِیْ فَلَاۃٍ تُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ کَیْفَ تَشَاءُ یعنی دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پر کی سی ہے جس کو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔

[2] در حدیث دیگر حدیث شریف ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلَیَانًا مِنَ الْقِدْرِ۔ مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اس میں ابال آتا ہے کبھی بجھاؤ آتا ہے قاز خان۔ اور کڑگان ترکی لفظ ہے کڑھائی اور دیگ کو کہتے ہیں جائے بود۔ یعنی قلب میں یہ کیفیات اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔

[3] ز نہم۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اس کے ٹوٹنے پر شرمندہ ہونا۔ وند۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشم باز۔ پرند کے سب ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔

تشبیہ ۱ بندِ دامِ قضا بصورت پنہاں و اثر پیدا

قضائے خداوندی کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ	سَر برہنہ دَر بَلا افتادۂ
ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ	ننگے سر ہے مصیبت میں پڑا ہے
در ہوائے یک نگارے سوختہ	اَقمشہ و اَملاکِ خود بفر و ختہ
وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے	اپنا سامان اور جائیداد بیچ چکا ہے
خوار گشتہ درمیانِ قوم خویش	مَرہمش نایاب ودل ریش از مریش ۲
اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے	اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے
خان و ماں رفتہ شدہ بدنام وخوار	کام دشمن می رود اِدبار وار
گھر بار جا چکا ہے وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے	منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے
زاہدے بیند بگوید اے کیا	ہمتے می دار از بہرِ خدا
کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ!	خدا کے لئے توجہ دیجئے
کاندریں اِد بارِ زشت افتادہ ام	مال و زرّ ونعمت از کف دادہ ام
کہ میں اس بری نحوست میں پھنسا ہوں	مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں
ہمتے تا کہ من زیں وار ہم	زیں گِل تیرہ بُود کہ برجہم
توجہ دیجئے شاید میں اس نجات پا جاؤں	ہوسکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں
ایں دُعا می خواہد اُو از عام و خاص	تا کہ یا بد یک دمے از غم خلاص
وہ ہر خاص و عام سے یہ دعا چاہتا ہے	تاکہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کرلے
دست بازو، پائے بازو بندنے	نے مُوکل برسَرش نے آہنے
ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے	نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی
از کدا میں بندی جوئی خاص	وز کدا میں حبس میخواہی مَناص
تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟	اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟
بندِ تقدیر و قضائے مختفی	کہ نہ بیند آں بجُز جانِ صَفی
تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر	جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا
گرچہ پیدا نیست آں دَر مکمن ست	برتر از زندان و بندِ آہن ست
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے پوشیدہ ہے	لیکن قیدخانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

۱ تشبیہ۔ قضاء خداوندی، پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا۔ یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق۔ اقمشہ۔ اقمشہ۔ قماش بضمہ قاف کی جمع ہے گھر کا سامان ریشمین قیمتی کپڑا۔

۲ مریش۔ یہ لفظ شین ضمیر سے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مرے جو کہ مرا کا لالہ ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا۔ کام۔ مراد، مقصد۔ ادبار دار۔ بدبختانہ۔ کیا۔ بزرگ، معظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔

۳ دست باز۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھ میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر عشق کی ناپدید بیڑیاں تھیں۔ موکل مقرر کردہ مخصص۔ سپاہی۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ مختفی۔ پوشیدہ صفی۔ برگزیدہ۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ برتر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قیدخانہ عام قیدخانوں سے زیادہ سخت ہے لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قیدخانوں میں کو سبھل لگایا جاسکتا ہے لیکن عشق کے معاملہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔

زانکہ آہنگر مَر آں را شکند
کیونکہ لوہار اس کو توڑ دیتا ہے

خُفرہ گر ہم خشتِ زنداں بَر کند
کوہبل گانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بند پنہاں گراں
تعجب ہے یہ پوشیدہ بھاری بیڑی

عاجز از تسکیرِ[1] آں آہنگراں
اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند احمدؐ را رسد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمد کو حق ہے

بر گلوئے تستہ حَبْلٌ مِّنْ مَّسَد
جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بولہب
انہوں نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا

تنگ ہیزم گفت حمالہ حَطَب
ایندھن کا گٹھر، فرمایا، ایندھن اٹھانے والی ہے

حبل و ہیزم را جز آں چشمے پدید
رسی اور گٹھر کو اس آنکھ سے سوا کسی نے نہ دیکھا

کہ پدید آید بروہر نا پدید
جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے[2] کنند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں

کایں ز بیہوشیست وایشاں ہوشمند
کیونکہ یہ دید بیہوشی میں ہوتی ہے اور ہوشمند میں

لیک[3] از تاثیرِ آں پشتش دوتو
لیکن اس کی تاثیر سے اس کی کمر دوہری

گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ اُو
ہو رہی ہے اور وہ اس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دُعائے ہمتے تا وارہم
کہ دعا، توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں

تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم
تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علامتہا پدید
جو ان علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے

چوں نداند و شقی را از سعید
وہ بدبخت اور نیک بخت کی کیوں نہ دیکھ لے گا؟

داند و پوشد بامرِ ذوالجلال
وہ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھپاتا ہے

کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ درویش

از مُجاعت شد زبون و تن اسیر
بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی تھا

مُضطر شدنِ آن فقیر نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت
اس عہد کرنے والے درویش کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہو جانا

وگوشمالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مُہلت برو
اور بغیر تاخیر کے اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمالی کا پہنچنا

[1] تسکیر۔ توڑنا۔ دیدن آں بند۔ یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیا دیکھ سکتے ہیں، آنحضورؐ اس رسی کو جو ام جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اس گٹھر کو جو اس کی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے حمالۃ الحطب۔ سورۂ تبت میں ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ آیا ہے یعنی وہ لکڑیوں کا گٹھرا اٹھانے والی ہے اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے مفسرین نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلیوں کی ضرورت نہیں آنحضورؐ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

[2] تاویل۔ مفسرین نے گٹھر سے بار گناہ یا چغلخوری اور رسی سے جہنم کا طوق مراد لیا ہے۔ کان ایں۔ ان چیزوں کا دیدار اس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس ختم کر کے خود فراموشی اختیار کر لے۔ وایشاں۔ ان تاویل کرنے والوں کے ظاہری ہوش وحواس ہیں۔

[3] لیک۔ یہاں سے پھر امیر زاہد کا حال شروع کیا ہے۔ پیش او۔ زاہد کے سامنے آنکہ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی وسعید میں فرق کر لیتے ہیں۔ داند۔ لیکن اصحاب بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ مُجاعت۔ بھوک گوشمال۔ سزا یعنی ان بزرگ کو عہد شکنی کی یہ سزا ملی کہ چوری کے الزام میں ان کا ہاتھ کٹا۔

پنجروز[1] و زآں باد امرُود ے نریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا

زآتش جُوعش صبُوری می گریخت
اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

برسَرِ شاخِ مرودے چند دید
اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے

باز صبرے کرد و خود را در کشید
پھر صبر کیا اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سَر زیر کرد
ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا

طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد
طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع وضعف وقوت جذب قضا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے

کرد زاہد راز نذرش بیوفا
زاہد کو عہد سے بے فا بنادیا

چونکہ از امرود[2] بُن میوہ شکست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا

گشت اندر نذر وعہد خویش سُست
اپنی منت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشمالِ حق رسید
فوراً اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمال ہوئی

چشم اُو بکشاد و گوشِ اُو کشید
جس نے اس کی آنکھیں کھولدیں اور کان کھینچے

مُخلِصاں باشند دایم در خطر
مخلصین ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں

امتحانہاہست در راہ اے پسر
اے صاحبزادے! راہ میں ان کے بہت امتحان ہیں

عہد رابایدوفا اے جانِ من
اے جان من! عہد کو پورا کرنا چاہیے

تانمانی شرمسار و ممتحن
تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکُن نذرے کہ نتوانی وَفا
یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے

برخطر منشین و بیروں جہ ہلا
خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

نذر رابایدوفا در راہِ حق
اللہ تعالیٰ کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے

لیکن[3] حق تا خود کرا بد ہد سبق
لیکن دیکھا اللہ تعالیٰ کس کو سبقت کرنے کی توفیق دیتا ہے

عہدہا بستیم بس در کارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے

نذرہا کردیم دَر سِر بارہا
بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

قوّتِ آں کو کہ پایاں آوریم
وہ طاقت کہاں ہے کہ ہم پورا کریں

عاجزیم و ناتوان و مضطریم
ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیر ما شوَد
اے اللہ اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے

وائے برما زانکہ رُسوائی بُوَد
ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رسوائی ہو گئی

[1] پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے ان میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ درکشید۔ یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ طبع۔ یعنی طبیعت غالب آگئی اور صبر مغلوب ہو گیا۔ بیوفا۔ ان بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔

[2] امرود بن۔ امرود کا درخت۔ بشتاب۔ انہیں اپنی غلطی نظر آگئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے نزدیکاں را بیش بود حیرانی، جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں ان کی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ ممتحن۔ مبتلا۔

[3] لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداوندی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے عہد ہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کر دی ہے پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مُضطر۔ مجبور۔ گر نہ فضلت۔ اگر عہد پورا کرنے کے لئے اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔

نذرِ ما رابا وفا پیوستہ دار — عہد ما را از کرم دار اُستوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے — کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سُوئے قصہ کاں فقیر — عہد چوں بشکست در دم شد اَسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا کہ اس درویش نے — جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرت حق گوشمالش داد زُود — زانکہ فرمودست اَوْفُوْا بِالْعُقُوْد
اللہ تعالیٰ نے غیرت سے فوراً اس کو سزا دی — کیونکہ اس نے فرمایا عہدوں کو پورا کرو

جمعے از دُز داں بُدند آنجا[1] مگر — درمیاں آوردہ بے مرسیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا شاید — وہ لاتعداد اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دُزد چندے تاختند — واندرں کہسار مسکن ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے — اور اس پہاڑ میں انہوں نے ٹھکانا بنا لیا

مُتہم کردن شیخ رابا دُز داں و بُریدن دستش رَا
اس درویش کو چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹنا

بیست از دز داں بدند آنجا ویش — بخش می کردند مسروقات خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے — اپنی چوری کا مال بانٹ رہے تھے

شحنہ[2] را غماز آگہ کردہ بُود — مردمِ شحنہ دَر افتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی — کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

شحنہ حالی عزم آں کہسار کرد — جملہ را بگرفت وبَست آں شیر مرد
کوتوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا — اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلاّ درا — دَست و پاے ہریک ازتن کُن جُدا
پھر غصہ سے جلاد کو حکم دیا — ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دے

ہم بدانجا پائے چپ ودَستِ راست — جُملہ رابربید وغوغائے نجاست
اس جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ — سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

دستِ زاہد ہم بُریدہ شد غلط[3] — پاش رامی خواست ہم کردن سَقط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا — پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا

دَر زماں آمد سوارے بَس عزیز — بانگ برزد برعواں کاے سگ ببین
فوراً ایک معزز سوار آیا — سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ خبردار

[1] آنجا۔ یعنی اس علاقہ میں۔ بے مر۔ بے حد۔ مسروقات۔ چرائی ہوئی چیزیں۔ شحنہ کتوال۔ غماز۔ چغلخور۔ مخبر۔

[2] شحنہ۔ کتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔ ہم۔ یعنی جلاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور و غل۔

[3] غلط۔ یعنی اس شب میں کہ وہ بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ درزماں۔ کوئی مرد غیب جلاد سپاہی پر چیخا۔

ایں فلاں شیخ ست و ابدالِ[1] خدا
دستِ اُو راتو چرا کر دی جُدا

یہ فلاں بزرگ' اور خدا کے ابدال میں سے ہے
تو نے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟

آں عَواں بدرید جامہ تیز رفت
پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت

اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے اور تیزی سے بھاگا
کوتوال کے پاس اس کو فوراً مطلع کیا

شحنہ آمد پا برہنہ عُذر خواہ
کہ ندانستم خدا برمن گواہ

کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا
کہ مجھے علم نہ تھا' خدا میرا گواہ ہے

ہیں بحل کُن مر مرا زیں کارِ زشت
اَے کریم و سَرورِ اہلِ بہشت

اس برے کام کی مجھے ضرور معافی دیجئے
اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار!

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را
می شناسم من گناہِ خویش را

انہوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں
میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

من شکستم حُرمتِ ایمانِ اُو
پس یمینم بُردا دستانِ اُو

میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا
اس لئے اس کے محکم انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

من شکستم عہد و دانستم بدست
تا رسید آں شومیِ جُرأت بدست

میں نے اس کو عہد توڑا اور میں جانتا تھا برا ہے
اس جرأت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

دست ماہ پایِ ما و مغز و پوست
باد اے والی فدائے حُکمِ دوست

ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست
اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

قسمِ[3] من بود ایں تُرا کردم حلال
تو ندانستی تُرا نَبود و بال

یہ میرا نصیبہ تھا میں نے تجھے معاف کیا
تو نہ سمجھا' تجھ پر وبال نہ ہو گا

وانکہ اُو دانست اُو فرمانروا ست
با خدا سامانِ پیچیدن کر است

وہ جو جانتا تھا کہ وہ حاکم ہے
خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے

اے بسا مُرغِ پرندہ دانہ جُو
کہ بُریدہ حَلقِ اُو ہم حَلقِ اُو

بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرند کے
حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مُرغے زمعدہ وز مغص
برکنارِ بام محبوسِ قفص

بسا اوقات پرند معدے اور آنتوں کی اینٹھن سے
بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی در آبِ دور دست
گشتہ از حرصِ گلوما خودِ شست

بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں
حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

---

[1] ابدال۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے۔ جدا۔ یعنی کاٹ کر۔ عوان۔ سپاہی۔ تفت۔ گرم۔ بحل کُن۔ معاف کردے۔

[2] گفت۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں۔ ایمان یمین کی جمع ہے۔ قسم' عہد۔ یمین۔ داہنا ہاتھ۔ بدست۔ پہلے مصرع کی آخر میں بمعنی برا ہے اور دوسرے کے آخر میں بدست بمعنی ہاتھ۔

[3] قسم۔ حصہ۔ فرماں روا۔ یعنی خدا تعالےٰ۔ کہ بُریدہ یعنی حلق کی خواہش' گلا کٹنے کا سبب بنی ہے۔ مغص۔ پیٹ کا درد' آنتوں کی اینٹھن۔ قفص۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے۔ دور دست۔ دور دراز' گہرا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

اے بسا مستورِ[1] در پردہ بُدہ
شومیِ فرج و گلو رُسوا شُدہ
بسا اوقات عورت پردے میں چھپی ہوئی
شرمگاہ اور حلق کی بدبختی سے رسوا ہوئی ہے

اے بسا قاضیِ جرنیک خُو
از گلوی رشوتے اُو زرد رُو
بسا اوقات نیک عادت، علامہ، قاضی
رشوت خور، حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق
وقت باز آمد شدہ اُو یارِ فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی
واپسی کے وقت، فسق و فجور کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب
از عروجِ چرخ شاں شدسدِّ باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ
آسمان پر چڑھنے سے ان کے لئے مانع بنا

بایزیدؒ[2] از بہرِ ایں کرد احتراز
دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزید نے اسی لئے پرہیز کیا
کہ انہوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذولباب
دید علّت خوردن از بسیار آب
ان عقلمند نے سبب سوچا تو
زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب
آنچناں کرد و خدایش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا
ایسا ہی کیا اور خدائے ان کو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ جہدِ اُو بُد بہرِ دیں
گشت اُو سلطان وقطب العارفیں
دین کے لئے یہ ان کی معمولی کوشش تھی
وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں[3] بریدہ شدُ برای حَلق دست
مردِ زاہد را درِ شکویٰ بہ بَست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا
بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

آنچنیں باشد چو یک در بَستہ شدُ
صَد درِ دیگر براُو اِشکستہ شُد
ایسا یہ ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے
اس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

کرامتِ شیخ اقطع و زنبیل بافتنِ اُو بدو دست در خلوت
شیخ اقطع کی کرامت اور تنہائی میں ان کا دونوں ہاتھوں سے جھولی بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیش خَلق
کرد معروفش بدیں آفاتِ حلق
لوگوں میں ان کا نام ٹنٹا شیخ پڑ گیا
ان کو حلق کے مصائب نے اس نام سے مشہور کر دیا

گر تو نام اولش خواہی روان
ہیں برو بُوالخیر تیناتمش خواں
اگر تو ان کا پہلا نام لینا چاہیے
جا ابوالخیر تیناتی کہہ لے

[1] مستور۔ پوشیدہ۔ جر۔ یہودی عالم، براعالم۔ سدِّ باب۔ دروازے کی روک، مانع۔

[2] بایزید۔ بطامیؒ کو ایکبار نماز میں سستی کا احساس ہوا اس کے سبب پر غور کیا تو پان پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کر لیا کہ ایک سال پانی نہ پیوں گا۔ ذولباب۔ عقلمند۔ تاب۔ طاقت۔ ایں کمینہ۔ دین کی خاطر انہوں نے یہ ادنیٰ سی بات کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل کیا کہ اگر قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔

[3] چوں بریدہ۔ پھر ان ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا انہیں کوئی شکوہ نہ ہوا۔ ایں چنیں۔ قدرت ایک ذریعہ بند کرتی ہے تو سو دیگر ذرائع پیدا فرما دیتی ہے۔ اقطع۔ یعنی دست بریدہ، ٹنٹا۔ گرتو۔ یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے ان کا اصل نام ابوالخیر تھا اور تینات گاؤں کے رہنے والے تھے۔

دَر عَرِیش[1] اُورا یکے زائر بیافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے ان کو پایا

کو بہر دو دستِ خود زنبیل بافت
کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بن رہے ہیں

گفت اورا کاے عدوِّ جانِ خویش
انہوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن

دَر عَرِیشم آمدی سَر کردہ پیش
تو منہ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اَندر سباق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟

گفت ازا فِراطِ مہر و اشتیاق
اس نے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا
تو وہ ہنسے ' اور فرمایا اب آجا

لیک مخفی دار ایں[2] راے اے کیا
لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا

نے قرینے نے حبیبے نے خسے
نہ ساتھی سے نہ دوست سے نہ کسی کمینہ سے

بعدازاں قومِ دگر از روزنش
اس کے بعد دوسرے لوگ ان کے گھر کے سوراخ کے ذریعہ

مُطلع گشتند بر با فیدنش
ان کے بننے سے باخبر ہو گئے

گفت حکمت راتو دانی کردگار
انہوں نے فرمایا' اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے

من کُنم پنہاں تو کردی آشکار
میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

آمد الہامش کہ یک چند بُدند
ان کو الہام ہوا ' کچھ لوگ تھے

کاندریں غم بر تو منکر می شُدند
کو اس غم میں تمہارے منکر ہو گئے ہیں

کہ مگر سالوس بُود اُو در طریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا

کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے

من[3] نخواہم کاں رَمَہ کافر شوند
میں نے نہ چاہا ' کہ وہ جماعت منکر ہو

وز ضلالت در گمانِ بَد رَوند
گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

ایں کرامت را بکر دیم آشکار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی

کہ دہیمت دست اندر وقتِ کار
کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

تا کہ ایں بیچارگانِ بد گماں
تاکہ یہ بدگمان ' بیچارے

رَد نگردند از جنابِ آسماں
آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

من ترا بے ایں کرامتہا پیش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کرامتوں کے بغیر

خود تسلّی دادہ ام از ذاتِ خویش
اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

---

[1] عریش۔ جھونپڑی۔ زنبیل۔ تھیلا جس میں فقراء اپنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ منہ اٹھائے ہوئے۔ شتاب۔ جلد۔ سباق۔ بڑھنا۔ افراط۔ زیادتی

[2] ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ بافیدنش۔ یعنی تنہائی میں وہ دونوں ہاتھوں سے بنتے ہیں۔ یک چند۔ کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم منکر۔ یعنی بزرگی کے منکر۔ سالوس۔ مکار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت

[3] من نخواہم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان رہیں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کر دی ہے۔ رمہ۔ جماعت۔ دست۔ یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ رَوند۔ یعنی یہ لوگ ابر بد گمانی کی حالت میں مرے تو ہماری بارگاہ سے مردود ہو جائیں گے۔ ان تر ا۔ تنہائی اور ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لئے نہیں ہے تمہیں تو ہماری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔

ایں کرامت بہرِ ایشاں دادمت
میں نے تمہیں یہ کرامت ان کے لئے دی ہے

وایں چراغ از بہرِ آں بنہادمت
اور یہ چراغ میں نے ان کے لئے رکھا ہے

توازاں بگذشتہ کز مرگِ تن
تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے

ترسی از تفریقِ اجزائے بدن
بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

وہم تفریقِ سر و پائے از تو رفت
سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا

دفعِ وہم اس پر رسیدت نیک زفت
وہم کے دفعیہ کی اچھی موٹی اسپر تمہیں مل گئی ہے

سببِ جرأتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں را نے کہ فرعونِ لعیں
کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون لعین نے جادوگروں کو

کرد تہدید و سیاست بر زمیں
میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرّم دست و پاتاں از خلاف
کہ میں تمہارا دایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا

پس در آویزم ندارم تاں معاف
پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کروں گا

اُوہمی پنداشت کایشاں در ہماں
وہ سوچتا تھا، کہ وہ اسی

وہم و تخویف اندو وسواس و گماں
وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

کہ بُود شاں لرزہ و تخیف و ترس
کہ ان پر لرزہ اور خوف اور ڈر ہو گا

از توہمہا و تہدیداتِ نفس
جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

اونمی ۲ دانست کایشاں رستہ اند
وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں

بر دریچہ نورِ دل بنشستہ اند
دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایہ خود راز خود دانستہ اند
اپنے آپ سے اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں

چابک و چست و کش و برجستہ اند
تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

ہاونِ گردوں اگر صد بار شاں
اگر سو بار بھی آسمان کی اوکھلی

خُرد کوبد اندریں گلزار شاں
ان کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند
چونکہ انہوں نے اس بناؤ کی اصل کو دیکھ لیا ہے

از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند
وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں ۳ جہاں خوابست اندر ظن مایست
یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ

گر رود در خواب دنے باک نیست
اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

۱ چراغ۔ یعنی کرامت۔ توازاں۔ یعنی تم اسی مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور ان کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اسپر۔ سپر۔ ڈھال۔ نیک زفت۔ خوب موٹی۔ ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تھے زمیں۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

۲ اونمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اور وہ اس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔ ہاون۔ اوکھلی گلزار۔ اگر کاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنی میں ہو اور اگر گاف کے پیش سے تو چمن کے معنی میں ہے اصل۔ چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اس جسم عنصری کی اصل درحقیقت روح ہے لہٰذا وہ اس عارضی وجود کے فنا ہونے کے وہم سے بےخوف ہیں۔

۳ ایں جہاں۔ جسم عنصری کو اس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالم خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالم خواب میں نظر آنے والے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے جائیں تو اس سے اصل جسم پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے اسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اس جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔

گر بخواب اندر سَرت ببرید گاز[1] — ہم سَرت بر جاست ہم عمرت دراز
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے — تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے' تیری عمر دراز ہے

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم — تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے — جب تو اٹھے گا' بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصانِ بدن — نیست باکے از دو صد پارہ شدن
خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان — دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست — گفت پیغمبر کو حُلمِ نائم ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے — پیغمبر نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے

ازرہِ[1] تقلید تو کر دی قبول — سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے — سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خواب دیکھا ہے

روز در خوابی مگو کایں خواب نیست — سایہ فرع ست اصل جُز مہتاب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے نہ کہہ کہ یہ خواب نہیں ہے — سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں دان اے عَضُد — کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شُد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ — کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

او گماں بُردہ کہ ایں دم خفتہ ام — بیخبر زاں کوست در خوابِ دوم
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں — اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزہ[3] گر گر کوزہ را بشکند — چوں بخواہد باز خود قائم کُند
کمہار اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے — جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

کُور را ہر گام باشد ترسِ چاہ — باہزاراں ترس می آید براہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے — وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مَردِ بینا دید عَرضِ راہ را — پس بداند اُو مُغاک و چاہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے — تو وہ گڑھے' اور کنویں کو جانتا ہے

پا وزا نویش نہ لرز دہر دمے — رُو ترش کے دارد اُو از ہر غمے
اس کا پاؤں اور ان کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں — وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے؟

---

[1] گاز۔ قینچی۔ عمرت دراز۔ عوام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مردہ دیکھے تو اس کی تعبیر' عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبر۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے فرمایا پلک جھپکنے کے بقدر فاصلہ ہے۔

[2] ازرہِ تقلید۔ عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری تسلیم کرتا ہے اور اولیاء آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ روز در خوابی۔ نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے بیدار ہو جائے گے۔ سایہ۔ عالم دنیا اور اس کے موجودات سب وجود باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خواب و بیداری۔ مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو اس کے بعد حالت خواب کو کیا کہا جائے گا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالت خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سویا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اسی طرح اس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

[3] کوزہ گر۔ خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور۔ اندھا خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اسی طرح جن کو چشم بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مُغاک۔ گڑھا۔

خیز[1] فرعونا کہ ما آں نیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں

کہ بہر بانگے رغولے بیستیم
کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

خرقۂ مارا بدر دو زندہ ہست
ہماری گدڑی پھاڑنے والا موجود ہے

ورنہ مارا خود برہنہ تن بہ است
ورنہ ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس ایں خواب را اندر کنار
بغیر لباس کے اس نیند کو بغل میں

خوش بگریم اے عدوّ ناہکار
خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن وز مزیج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار

نیست اے فرعون بے الہام گیج
نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت[2] کردن اُستر پیش شتر کہ من بسیار در روئے می اُفتم
اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

وتو نمی اُفتی اِلّا بنادر و جواب گفتنِ آں
اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اس کا جواب دینا

گفت اُستر باشتر کاے خوش رفیق
خچر نے اونٹ سے کہا ' اے اچھے ساتھی!

در فراز و شیب و در راہِ دقیق
اونچے اور نیچے اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سر و خوش می روی
تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے اچھی طرح چلتا ہے

من ہمی آیم بسر در چوں غوی
میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

ایں سبب را باز گو با من زچیست
مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟

تا بدانم من کہ چوں باید بزیست
تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح جینا چاہیے؟

گفت[3] از چشمِ تو چشمِ من یقیں
اس نے کہا میری آنکھک تیری آنکھ سے یقینا

بیگماں روشن ترست و تیز بیں
بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعدازاں ہم از بلندی ناظرم
اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں

زیں سبب در رو نیفتم حاضرم
اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشمِ من زتو روشن ترست
اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں

بعدازاں ہم از بلندی ناظرست
اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں بر آیم بر سرِ کوہِ بلند
میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں

آخرِ عقبہ بہ بینم ہوشمند
عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

[1] خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے جادوگروں کی بات شروع کی ہے۔ غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے۔ خرقہ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ جسم عنصری نہ عنایت فرمائے گا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے بے لباس۔ پہلے شعر کی ثانی مصرع کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روح سے بغلگیر ہونگے۔ خوشتر۔ یعنی روحانی زندگی ہمارے لئے الہام خداوندی کی وجہ سے خوشتر ہوگئی ہے۔

[2] شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جن کو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطروں میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اس قصہ سے اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ اُستر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

[3] گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لئے ٹھوکریں نہیں کھاتا ہوں' یہی صورت ان لوگوں کی ہو جن کو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں' دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن ابھار کر دیکھ لیتا ہے۔ عقب۔ پہاڑ کی گھاٹی۔

پس ہمہ پستی و بالائی راہ — دیدہ ام را وا نماید ہم الٰہ
پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی — اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

ہر قدم من از سرِ بینش نہم — از عِثار وا وفتادن وا رہم
میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں — ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

تو بہ بینی پیش خود یک دو سہ گام — دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے — دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یَسْتَوِی الْاَعْمٰی لَدَیْکُمْ وَ الْبَصِیْر — فِی الْمَقَامِ وَ النُّزُوْلِ وَالْمَسِیْر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے — ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے میں

چوں ۲ جنیں را در شکم حق جاں دہد — جذبِ اجزا در مزاجِ اُو کند
جب اللہ تعالیٰ پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے — اس کی طبیعت میں اجزا کو جذب کرنے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے

از خورش اُو جذبِ اجزا می کُند — تار و پودِ جسم خود را می تَنَد
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے — اپنے جسم کا تانا بانا بنتا ہے

تا چہل سالش بجذب جُزوہا — حق حریصش کردہ باشد در نُما
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا — نشوونما میں اللہ تعالیٰ اس کو حریص کر دیتا ہے

جذبِ اجزا رُوح را تعلیم کرد — چوں نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد
اس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم دی — یکتا شاہ اجزا کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامع ۳ ایں ذرّہا خورشید بُود — بے غذا اَجزات را دند رُود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا — وہ بغیر غذا کے تیرے اجزا کو چن لینا جانتا ہے

آں زمانے کاندر آئی توز خواب — ہوش و حسِّ رفتہ را خواند شتاب
جس وقت تو خواب سے نکل کر اپنے اندر آئے گا — وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلا لے گا

تا بدانی کاں از و غائب نشُد — باز آید چوں بفَر ماید کہ عُد
حتی کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے — وہ واپس آ جائے گا جب وہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ لوٹ

۱۔ عثار۔ ٹھوکر کھانا۔ دانہ۔ یعنی تیری نظر انجام پر نہیں ہے۔ پستی و بالائی تیرے لئے اچھا برا سب یکساں ہے میں ہر چیز میں امتیاز کر لیتا ہوں۔ غرضیکہ اہل اللہ اور عوام کی مثال خچر اور اونٹ کی سی ہے۔

۲ چوں جنیں۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جادوگروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہو گیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شکم مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے جس سے اس کا نشوونما ہوتا ہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشوونما ہوتا رہتا ہے۔ روح۔ جس طرح اس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت فرما دیتا ہے روح میں بھی اجزاء کو جذب کرنے کی قوت فرما دے گا۔

۳ جامع۔ ان اجزاء بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت، جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزا بدن کو جمع فرما سکتا ہے۔ آں زمانے۔ انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ عد امر کا صیغہ ہے لوٹ آ۔

اِجتماعِ ۱ اَجزاء خَرِ عُزیر علیہ السّلام بعد بوسیدنش باذنِ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بوسیدہ ہو جانے کے بعد عزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزاء

و دَر ہماں دم مُرکّب شدن پیش چشم عُزیر علیہ السّلام

کا جمع ہو جانا ' اور فوراً عزیر علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جڑ جانا

ہیں عُزَیر پرا درنگر اندر خَرت ۲ — کہ ببوسیدست و ریزیدہ بَرت

ہاں اے عزیر! اپنے گدھے کو دیکھ — کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

پیش تو گِرد آورم اَجزاش را — آں سَر و دُم و دو گوش و پاش را

میں تیرے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کر دوں گا — سر اور دم ' اور دونوں کان ' اور پاؤں کو

دست نے و جز و برہم می نہد — پارہا اجتماعے می دہد

ہاتھ نہیں ہے اور اجزاء کو جمع کر دیتا ہے — ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

در نگر دَر صُنعتِ پارہ زنے — کو ہمی دُوزد دکہن بے سُوزنے

پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ — کو وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسمان وسُوزنے نے وقتِ خَرز — آنچناں دوزد کہ پیدا نیست دَرز

سینے وقت ' نہ دھاگا ہے نہ سوئی — اس طرح سی دیتا ہے کہ ٹانکا نہیں چلتا ہے

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بیں — تا نماند شُبہ ات دَر یومِ دیں

آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے — تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

تا بہ بینی جامعیم ۳ را تمام — تا نہ لَرزی وقتِ مُردن زاہتمام

تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے — تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن ایمنی — از فُواتِ جملہ حِسہائے تنی

جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے — اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

بر حَواسِ خود نہ لرزی وقت خواب — گرچہ می گردد پریشان و حراب

سوتے وقت تو حواس کے ختم ہونے پر نہیں لرزتا ہے — اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں

جَزع ناکردنِ شیخ بزرگوار بَر مرگِ فرزندانِ خویش

ایک شیخ بزرگوار کا ' اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں — آسمانی شمع بر رُوئے زمیں

اب سے پہلے ایک راہنما شیخ تھے — جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

---

۱ اجتماع۔ قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اجزاء اس طرح جمع ہو جائے گے جیسے کہ حضرت عزیر کے گدھے کے اجزاء جمع ہو گئے تھے۔ عزیر ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورہ بقر کی آیتوں اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ الخ میں ہے یا ایک ویران بستی پر سے گزرے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اس کو کیسے آباد کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر ان کو زندہ کر دیا اس عرصہ میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اس کے اجزاء کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اسی طرح میں اسی بستی کو آباد کر دوں گا۔

۲ خرت۔ یعنی تو اپنے گدھے کو یکھ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کر دیا گیا۔ دست نے۔ حضرت حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہ زن پیوند لگانے والا یعنی خدا تعالیٰ۔ خرز۔ سینا۔ دَرز۔ پھٹن۔ حشر۔ قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یوم۔ دین۔ قیامت کا دن۔

۳ جامعیم۔ یعنی میں قیامت میں اجزاء کو کس طرح جمع کروں گا۔ اہتمام۔ فکر میں پڑنا۔ ہمچنانکہ۔ انسان جب سوتا ہے تو اس کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اس کو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آ جائے گے اسی طرح اگر قیامت کی زندگی کا یقین ہو جائے تو انسان موت سے خوفزدہ نہ ہوگا۔ جزع پہلے فنائے دنیوی پر غم۔ کرنے کا بیان تھا اب اس سے متعلق ایک حکایت نقل کرتے ہیں۔

چوں[1] پیغمبر درمیانِ اُمتاں — دَر کشائے روضۂ دارالجناں
آمتوں میں پیغمبر کی طرح — جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبر کہ شیخِ رفتہ پیش — چوں نبی باشد میانِ قومِ خویش
آنحضور نے فرمایا کہ پیرو شیخ — اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صَباحے گفتش اہلِ بیتِ اُو — سخت دل چونی بگوائے نیک خو
ان سے ان کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا — اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں

ماز ہجر و مَرگِ فرزندانِ تو — نوحہ می آریم با پُشت دو تو
آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم — باوجود دہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں

تو نمی گرئی نمی زار چَرا — یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا
آپ کیوں گریہ وزاری نہیں کرتے — اے بزرگ کیا آپ کے دل میں شفقت کا مادہ نہیں ہے

چوں[2] ترا رَحمے نہ باشد در دروں — پس چہ امید ست ماں از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں — تو اب ہمیں آپ سے کیا امید ہے

ما بامید تو ایم اے پیشوا — کہ نہ بگزاری تو مارا در فَنا
اے پیشوا ہمیں آپ سے آس ہے — کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

چوں بیارایند روزِ حشر تخت — خود شفیعِ ماتوئی آں روزِ سخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے — تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

در چُناں روز و شب بے زینہار[3] — ما با اِکرام تو ئیم اُمیدوار
ایسے بے پناہ روز و شب میں — ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں

دَستِ ماو دامنِ تست آں زماں — کہ نماند ہیچ مُجرم را اماں
اس وقت ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہوگا — جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

گفت پیغمبر کہ روزِ رَستخیز — کے گزارم مُجرماں را اشک ریز
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن — میں مجرموں کو رونا کب چھوڑوں گا

من شفیعِ عاصیان باشم بجاں — تا رہانم شاں زا شکنجہ گراں
میں دل و جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا — تاکہ ان کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیاں و اہلِ کبائر را بجہد — دار ہانم از عتابِ نقضِ عہد
گنہگاروں اور کبیرہ گناہ والوں کو کوشش سے — عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤں گا

[1] چوں پیغمبر۔ اولیاء اللہ بھی نبوت کے کامل اتباع کی وجہ سے امت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دارالجناں۔ جنت۔ صباح۔ صبح۔ اہلِ بیت۔ گھر والی بیوی۔

[2] چوں ترا۔ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔ بیارایند۔ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کرنے لگے۔

[3] بے زینہار۔ بے اماں۔ رستخیز۔ قیامت۔ نقضِ عہد۔ ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اس عہد کو توڑنا ہے۔

صالحانِ اُمتم خود فارِغ[1] اند
میری امت کے نیک خود فارغ ہیں

از شفا عتہائے من روزِ گزند
مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں راشفا عتہا بُوَد
بلکہ خود ان کی سفارشیں ہوں گی

گفتِ شاں چوں حُکمِ نافذ میرود
ان کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وا زِر وِ زرِ غیرے بَرنداشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے

من نیمَ وَ ازِ رخدایم برفراشت
میں بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند کردیا ہے

پنکہ بے وِزِ رست شیخ ست ایجواں
اے جوان جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے

در قبولِ حق چو اندر کف[2] کمال
وہ اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بُوَد پیر یعنی موسپید
شیخ کون ہوتا ہے بوڑھا یعنی سفید بالوں والا

معنیِ ایں مُوبداں اے نا امید
اے ناامید! اس بال کے معنی سمجھ لے

ہَست آں موئے سیہ ہستیِ اُو
وہ کالا بال اس کی ہستی ہے

تاز ہستیش نماند تارِ مُو
تاکہ اس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست
جب اس کی ہستی نہ رہی وہ بوڑھا ہے

گرسیہ مُو باشد ویا خود دو موست
خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

ہَست آں موئے سیہ وصفِ[3] بشر
کالا بال بشری صفات میں

نیست آں مُوئے ریش و موئے سَر
وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

عیسی اندر مَہد بردار نفیر
حضرت عیسیٰ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں

کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر
کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں کیے موی سیہ کاں وصفِ ماست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے

نیست بروے شیخ و مقبولِ خداست
اس میں نہیں ہے وہ شیخ اور خدا کا مقبول ہے

چوں بُوَد مویش سپید اَر با خودست
جب اس کے سفید بال ہوں اگر اس میں خودی ہے

اُو نہ پیرست و نہ خاصِ ایزدست
وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہے

[1] فارغ اند۔ یعنی نیک لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ انہیں عذاب سے بچانے کے لئے شفاعت کی جائے۔ ہاں شفاعت سے ان کے مراتب بڑھیں گے۔ گفت شاں یعنی جناب باری میں ان کی عرض ضرور مقبول ہوگی۔ وازر۔ بوجھیلا۔ وزر۔ بوجھ' گناہ۔ مس و نیم وازر۔ گزشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمتہ للعالمین کہا تھا اور ان کی شفاعت کا ذکر تھا' اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے منافی ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے مولانا آنحضور ﷺ کی زبانی اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا میں تو بوجھیلا نہیں ہوں خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کو بوجھ اٹھا لوں گا۔ دراصل آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً زید نے گناہ کیا ہو اور عمرو کو اس کی سزا ملے یہ نہیں ہوگا۔

[2] اندر کف۔ جس طرح کمان ہاتھ کی تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔ ہستی او۔ یعنی شیخ اس کو کہتے ہیں جو بوڑھا ہو یعنی اس کے بال سفید ہو گئے ہوں کالے نہ ہوں مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اس کا وجود اور ہستی ہے یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ دو مو۔ یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں۔

[3] وصف۔ بشریت نے اوصاف۔ نبی حضرت عیسیٰ بچپن میں شیخ و پیر تھے۔ چوں بُوَد اگر انسان میں

گر رَہید از بَعضِ اَوصاف بشرَ — شیخ نبُود کہل باشد اے پسرَ
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے — اے صاحبزادے وہ شیخ نہ ہو گا ادھیڑ ہو گا

وَر سَرِ موئے زو صفتش باقی ست — نیست از عرش و سما آفاقی ست
اگر اس کا بال برابر وصف باقی ہے — تو آسمانی اور عرشی نہیں ہے دنیا دار ہے

ماہمہ اُمیدواران تو ئیم — ریزہ چینِ رحم و احسانِ تو ئیم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں — آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین میں ہیں

لیک با ایں جُملہ چوں بے شفقتی — بہرِ فرزندان چرا بے رقتی [۱]
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں — اولاد کے بارے میں بے رقت کیوں رہیں

یا مگر خود دل نمی سُوزد ترا — باز گو اے شیخ باما ماجرا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے — اے شیخ! ہمیں قصہ بتایئے

عُذر گفتنِ شیخ بہرِ ناگریستن بر مرگِ فرزندان
اولاد کی موت پر رونے نہ رونے سے متعلق شیخ کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت اُورا مپندار اے رفیق — کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ — کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنے والا دل نہیں ہے

برہمہ کُفار مارا رحمت ست — گرچہ جانِ جُملہ کافر نعمت ست
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے — اگرچہ سب کی جان اللہ کی نعمت کی کافر ہے

بر سگانم رحمت و بخشایش ست — کہ چرا از سنگہا شاں مالش ست
میرا کتوں پر بھی رحم اور ترس ہے — کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے

آں [۲] سگے کہ می گزد گویم دُعا — کہ ازیں خُو وا رہانش اے خُدا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں — کہ اے خدا اس عادت سے اسے بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار — کہ نباشند از خلائق سنگسار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما — کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

زاں [۳] فرستاد انبیاء را بر زمیں — تا کُند شاں رَحمَۃٌ لِّلعَالَمِیں
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء بھیجے — تاکہ ان کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

خلق را خواند سوی درگاہِ خاص — حق زا خواند کہ وا فرکن خلاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں — اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کا عام کردے

[۱] رقت۔ یعنی دل کی نرمی۔ رفیق۔ یعنی گھر والی جس نے سوال کیا تھا۔ برہمہ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔ برسگاں۔ لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔

[۲] آں سگے۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اس لئے وہ ڈھیلا کھاتا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اس کی یہ بدعادت چھڑا دے اور اس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔

[۳] زاں۔ انبیاء سب کے لئے رحمت ہوتے ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف ان کے فائدہ کے لئے بلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے ان کے لئے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

جہد بنماید ازیں سُو بہرِ پند
اس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے

چوں نشد گوید خدایا دَر مبند[1]
جب مفید نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خداوند دروازہ بند نہ کر

رحمتِ جُزوی بُوَد مَر عام را
عام انسانوں میں جزوی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ کُلّی بُوَد ہمّام را
غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جُزوش قریں گشتہ بکُل
اس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے

رحمتِ دریا ست ہادیِ سُبُل
دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنے والی ہے

رحمتِ جُزوی بکُل پیوستہ شو
تو جزوی رحمت ہے کل کے ساتھ جڑ جا

رحمتِ کُل را تو ہادی بین و رَو
کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تا کہ جُزو ست[2] اُوند اند راہِ بحر
جب تک جزوی رحمت ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے

ہر غدیرے را کُند اشباہِ بحر
ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

چوں نداند راہ یم کے رہ بَرد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے

سوئے دریا خلق را چوں آورد
دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متّصل گردد بہ بحر انگاہ اُو
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہو گا

رہ برد تا بحر ہمچوں سیل وجُو
جبکہ بہاؤ نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

دَر کُند دعوت بتقلیدے بُوَد
اگر وہ دعوی کرے تو محض تقلیدی ہو گا

نز عَیاں و وحی و تائیدی بُوَد
مشاہدہ اور وحی اور تائید خداوندی سے نہ ہو گا

گفت پس چوں رحم داری برہمہ
اس نے کہا جبکہ تمہیں سب پر رحم آتا ہے

ہمچو چو پانی بگرد ایں رَمہ
تم اس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریہ کی طرح ہو

چو نداری نوحہ برفرزند خویش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟

چونکہ فصّادِ اجل شاں زَوبہ نیش
جبکہ موت کے فصاد نے ان کے نشتر مارا ہے

چوں گواہِ[3] رحم اشکِ دیدہاست
جبکہ رحم کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں

دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرما گئے

در سخن یک بارہ بے آزرم شد
بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

رُو بزن کرد و بگفتش اے عَجُوز
بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا اے بوڑھی

خود نباشد فصلِ دے ہمچوں تموز
موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

[1] دَر مبند۔ یعنی اے خدا تو توفیق کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمتِ جُزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔ ہمّام۔ فکرمند، یعنی شیخ جو امت کا دردمند ہوتا ہے اس میں کلی رحمت ہوتی ہے۔ قریں گشتہ۔ رحمت کلی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر دیا ہے لہٰذا اس کی رحمت بھی رحمت کلی ہے۔ بکُل پیوستہ شو۔ یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کر لے۔

[2] تا کہ جُزو ست۔ جب انسان میں جزوی رحمت ہے وہ رحمت کلی کو نہیں پہچانتا ہر کس و ناکس کو رحمت کلی سمجھ بیٹھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سُوئے دریا۔ یعنی رحمت کلی۔ دَر کُند۔ اگر ناقص شیخ کچھ کہے گا بھی تو وہ محض تقلید ہو گی اس کا مشاہدہ نہ ہو گا۔ وحی۔ مولانا وحی بولکر الہام مراد لیتے ہیں۔ گفت۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصاد۔ رگ کھولنے والا جل۔ موت۔ نیش۔ نشتر۔

[3] گواہِ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتہ چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بے آزرم بے تحمل۔ خود نباشد یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔

جُملہ اگر مُردند ایشاں و رے اند
وہ سب اولاد خواہ مردہ ہوں یا زندہ

غائب و پنہاں زچشمِ دل کے اند
دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں

من چو بینم شاں مُعیّن پیشِ خویش
میں جب ان کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہوں

از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں تو ریش
تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

گرچہ بیروں انداز دَورِ زماں
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں

با من اندو گردِ من بازی کناں
وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروطرف میں

گریہ از ہجراں بُود یا از فراق
رونا تو چھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے

با عزیزاں ہم وصال ست و عناق
میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق ۲ اندر خواب می بینند شاں
لوگ ان کو خواب میں دیکھتے ہیں

من بہ بیداری ہمی بنیم عیاں
میں ان کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم
میں بھی اپنے آپ کو اس دنیا سے نائب کر دیتا ہوں

برگِ حس را از درخت افشاں کنم
حواس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

حسِ اسیرِ عقل باشد اے فلاں
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں

عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں
سمجھ لے عقل روح کی پابند ہے

دست بستہ عقل را جان باز کرد
روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا

کار ہائے بستہ را ہم ساز کرد
الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیا

حِسّہا و اندیشہ بر آبِ صفا
حواس اور افکار نے صاف پانی پر

ہمچو خس بگرفتہ روی آب را
تنکوں کی طرح پانی کی طرح کو گھیر لیا ہے

وَستِ عقل آں خس بیک سُو می برد
عقل کا ہاتھ اس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے

آب ۳ پیدا می شود پیشِ خرد
عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

خس بس اَبُہ بود بر جوچُوں حباب
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا

خس چو یک سُو رفت پیدا گشت آب
کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

چونکہ دستِ عقل نگشاید خدا
جب تک اللہ تعالیٰ عقل کے ہاتھ نہ کھولے

خس فزاید از ہوا بر آبِ ما
ہمارے پانی پر ہوا و ہوس کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے

آں ہوا خنداں و گریاں عقلِ تو
وہ ہوا (وہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے

۱ جملہ۔ دل کی آنکھیں مردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔ من چو بینم میں مردوں کو بھی مجسم اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں تو پھر نوحہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔

۲ خلق۔ عام لوگوں کو مردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ نیند کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطل کر دیتا ہوں تو وہ نظر آجاتے ہیں۔ حس۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل روح کے تابع ہے۔ عقل مقید ہوتی ہے جب روح اس کے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے خس و خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔

۳ آب۔ یعنی روحانی ادراکات۔ حباب۔ بلبلہ۔ چونکہ۔ اگر خداوندی توفیق شامل حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہوا۔ انسان تباہ ہوتا ہے خواہشات مسکراتی ہیں اور عقل روتی ہے۔

چونکہ تقویٰ بست دو دستِ ہوا — حق کشاید ہر غ دو دستِ عقل را
جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے — اللہ تعالیٰ عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

پس ۱ حواسِ چیرہ محکوم تو شدُ — چوں خرد سالار و مخدوم تو شدُ
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں — جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حس را بے خواب خواب اندر کند — تا کہ غیبتہا زجاں سر برزند
وہ عقل حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے — یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں روح میں سے سر ابھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا — ہم ز گردوں بر کشاید بابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے — آسمان کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

قصہ ۲ خواندنِ شیخ ضریر قرآن را از مروی مُصحف و در وقتِ خواندنِ قرآن بینا شُدن باذنِ اللہ تعالیٰ

ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخِ فقیر — مصحفے در خانہ پیر ضریر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں — ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پُرز سُوز — ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
جھلستی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بن گیا — دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست — چونکہ نابیناست ایں درویش راست
اس نے دل میں کہا تعجب ہے یہاں قرآن کیوں ہے — کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندرین اندیشہ ۲ تشویشش فزود — کہ جُز او را نیست اینجا باش بود
اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی — کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن ہے

اوست تنہا مصحفے آویختہ — من نہ نیم گستاخ یا آمیختہ
وہ تنہا ہے قرآن آویزاں ہے — میں شوخ یا گھلا ملا نہیں ہوں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم — تا بصبرے بر مُرادے برزنم
کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کروں — تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

صبر کردو بود چندے در حَرَج — کشف شد کالصّبر مِفتاحُ الفَرَج
اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا — معاملہ کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

۱ پس۔ جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواس ظاہری اس کے محکوم بن جاتے ہیں۔ حس۔ انسان کو نیند کی حالت میں خواب اسی لئے نظر آتے ہیں کہ حواس ظاہری معطل ہو جاتے ہیں اور انسان غائب از نظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطل کر دیتی ہے اور وہ چیزیں اس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ وہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔

۲ قصہ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواس ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواس ظاہری کے مدرکات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ضریر۔ نابینا۔ تموز۔ گرمی کا مہینہ ہے۔ مصحف۔ قرآن پاک۔ راست صحیح، بالکل، یہ نابینا کی تاکید ہے۔

۳ اندیشہ۔ یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں ہے آمیختہ۔ یعنی میں اس قدر گھلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کر سکوں۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔

صَبر گنج ست اے برادر صبر کُن — تا شفا یابی تو زیں رنجِ کہُن
اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر — تاکہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کر لے

صبر[1] تلخ ست و بَر او شکّر ست — صبر سُوئے کشفِ ہر سِّر رہبرت
صبر کڑوا ہے اس کا پھل شکر ہے — صبر، ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

صبر کردنِ لقمان علیہ السّلام چوں دید کہ داؤد علیہ السّلام حلقہا از
لقمان علیہ السلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد لوہے کے

آہن راست میکرد از سوال بایں نیّت کہ صبر از سوال موجب فرح و راحت ست
حلقے بنا رہے ہیں، اس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے

رفت لقماں سُوی داؤدِ نبی — حلقہ می کرد اُو ز پولادِ اَبی[2]
حضرت لقمان داؤد نبی کے یہاں گئے — وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

جُملہ را با یک دگر دَر می فگند — ز آہن و پولاد آں شاہِ بُلند
سب حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے — لوہے اور فولاد سے وہ شاہ عالی

صَنعتِ زرّا و اُو کم دیدہ بود — در تحیّر ماندو و سواسش فزود
ان لقمان نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی — وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

کایں چہ شاید بود وا پُرسم ازو — کہ چی می سَاز دز حلقہ تو بتو
کہ یہ کیا بنے گا، ان سے پوچھوں — کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست — صبر با مقصود زُو تر رہبرست
پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے — صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پُرسی زود تر کشف شود — مُرغِ صبر از جملہ پرّاں تر رَوَد
اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہو جائے گا — صبر کا پرند، تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

ور[3] بہ پُرسی دیر تر حاصل شود — سہل از بے صبریت مشکل شود
اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہوگا — تیری بے صبری سے آسان بھی مشکل ہو جائے گا

چونکہ لُقماں تن بزد ہم در زماں — شد تمام از صَنعت داؤد آں
چونکہ لقمان اس وقت خاموش ہو گئے — وہ کام حضرت داؤد کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

پس زرہ سا زید و در پوشید اُو — پیشِ لقمانِ حکیمِ صَبر خو
تب انہوں نے زرہ بنالی اور اس کو پہنا — صابر و دانا لقمان کے سامنے

[1] صبر تلخ ست۔ صبر تلخ ست لیکن بر شیریں دارد۔ صبر کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لقمان نے صبر کیا تو جو دل میں سوال پیدا ہوا تھا وہ خود بخود حل ہو گیا۔

[2] ابی۔ انکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا۔ دری فگند۔ یعنی حضرت داؤد ان حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے۔ زراد۔ زرہ بنانے والا۔ ایں چہ۔ یعنی یہ کیا بنایا جا رہا ہے۔ زدتر۔ زودتر۔

[3] در بہ پرسی۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے۔ تن یزد۔ خاموش رہا۔ صنعت کاریگری۔

گفت جامہ نیکو لباس ست اے فتیٰ — در مصافِ خصم دفعِ زخم را
فرمایا اے "جوان! یہ اچھا لباس ہے — لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کے لئے

گفت لقماں صبر نیکو ہمدیست — کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
لقمان نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے — کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قریں کردے افلاں — آخرِ وَالْعَصْرِ[1] را آگہ بخواں
اے فلاں صبر کو حق کا ساتھی بنالیا ہے — ہوش سے وَالْعَصْرِ کا آخیر پڑھ لے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید — کیمیائے ہمچو صبرِ آدم ندید
اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں — صبر جیسی کیمیا آدم نے نہیں دیکھی ہے

بقیہ قصہ نابینا و مُصحف خواندنِ آں بنظر

نابینا اور اس کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصہ کا بقیہ

مَردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں — کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
مہمان شخص نے صبر کیا اور اچانک — اس پر مشکل کا حال فوراً کھل گیا

نیم شب آوازِ قرآن را شنید — جَست از خواب آں عجائب را بدید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی — یہ نیند سے اٹھا اور عجائب دیکھے

کہ[2] زمُصحف کور می خواند درست — گشت بے صبر و ازو آں حال جُست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں — بے صبر ہو گیا، اور ان سے اس حال کی جستجو کی

گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور — چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے — آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

اُنچہ می خوانی برآں اُفتادہ — دست را بر حرفِ آں بنہادہ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اسی پر ہوتے ہیں — ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں

اِصبعت در سیر پیدا می کند — کہ نظر بر حرف داری مُستند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہیں — کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

گفت اے گشتہ زجہل[3] تن جُدا — ایں عجب داری تو از صُنعِ خُدا
انہوں نے کہا کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے — تو اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

من زحق درخواستم کاے مُستعاں — بر قرأت من حریصم ہمچو جاں
میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے مددگار — مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

[1] وَالْعَصْر۔ اس سورہ کے آخیر میں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے انہوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے کیمیا۔ کیمیا تانبے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[2] کہ زمُصحف۔ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہے تھے اور جو آیت پڑھتے تھے اس پر صحیح انگلی رکھتے ہوئے پڑھتے تھے۔ اِصبعت در سیر۔ ناظرہ خواں عموماً پڑھنے میں آنکھوں پر انگلی رکھتے چلے جاتے ہیں۔

[3] زجہل تن جُدا۔ یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس قدرت سے تجھے کیا پریشانی ہے۔ مُستعان۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں مجھے روشنی عطا کر دے

در دو دیدہ وقتِ خواندن بے گرہ
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے پڑھتے وقت

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے

کہ بگیرم مُصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

آمد از حضرت ندا کاے مردِ کار[1]
بارگاہ خداوندی سے آواز آئی اے باعمل

اے بہر رنجے بما اُمّید وار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے

حُسنِ ظنّ ست و امیدے خوش تُرا
یہ تیرا حسن ظن ہے اور اچھی امید

کہ ترا گوید بہر دم بَر تَر آ
جو تجھ سے کہتی ہے کہ ہر سانس میں ترقی کر

ہر زماں کہ قصدِ خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہو گا

یاز مُصحفہا قرأت بایدت
یا قرآنوں سے دیکھ کر تو پڑھنا چاہیے گا

من دراں دم واد ہم چشمت ترا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا

تافر و خوانی مُعظّم[2] جوہرا
تاکہ تو خوب پڑھ لے اے بڑے جوہرا

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من
اس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں

واکشایم مُصحف اندر خواندان
پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں خبیرے کو نشد غافل زکار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے

آں گرامی بادشاہِ کردگار
وہ عزیز کردگار بادشاہ

باز بخشد بینشم آں شاہِ فرد
وہ یکتا شاہ میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے

دَر زماں ہمچوں چراغِ شب نورد
فوراً تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

زیں سبب نبود وَلی را اعتراض
اسی لئے ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے

ہر چہ بستاند فرستد اِعتیاض
کیونکہ جو کچھ وہ لیتا ہے بدلہ بھیج دیتا ہے

گر بسوزد باغت انگورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے انگور دیدیتا ہے

درمیان ماتمے سُورے دہد
رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

آں شلِ بے دست را دستے دہد
وہ ہاتھ کٹے ٹنڈے کو ہاتھ دے دیتا ہے

کان غمہارا دلِ مَستے دہد
غموں کی کان کو مست دل دیدیتا ہے

لَا نُسَلِّمُ[3] و اعتراض از ما برفت
ہم نہیں مانتے ہیں کہ اور اعتراض تم سے رخصت ہو گیا ہے

چوں عوض می آید از مفقود زفت
جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آ جاتا ہے

[1] مردِ کار باعمل انسان۔ حُسن ظن۔ حدیث قدسی ہے انا عند ظنّ عَبدی بی یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہو گی برا گمان ہو گا تو شر حاصل ہوگا۔

[2] معظم جوہرا۔ اس سے بعض صاحبان نے ان نابینا کی ذات مراد لی ہے بعض نے اس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآن کریم مراد لیا ہے۔ کردگار۔ اللہ تعالیٰ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کرد بمعنی فعل اور گار بمعنی صاحب ہے۔ اعتیاض۔ عوض لینا' اللہ تعالیٰ عوض ضرور عنایت فرما دیتا ہے خواہ وہ تمہاری منشا کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اس شعر میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس عوض کا اس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے لی ہے۔ ماتم۔ مجلس غم۔ سور۔ محفل شادی۔ دل مستے۔ دل کی مستی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔

[3] لانسلم۔ یہ جملہ عموماً مباحثہ میں فریق ثانی کی بات کے انکار کے وقت بولا جاتا ہے۔ مفقود۔ گم شدہ۔ زفت۔ موٹا بھاری۔

چونکہ[1] بے آتش مرا گرمی رسد — راضیم گر آتشِ ما را کشد
جب کہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے — میں راضی ہوں اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے — اِنچنیں کوریست چشم روشنے
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے — ایسا اندھا پن روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد او روشنی — گر چراغت شد چہ افغاں میکنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے — اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

صفتِ بعضِ اولیاء کہ راضی اند باحکامِ الٰہی ولا بہ نکنند
بعض اولیاء کا بیان جو خدائی احکام پر راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اصرار نہیں کرتے ہیں کہ اے خدا یہ حکم لوٹا لے

بخدائے تعالیٰ کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

بشنو[2] اکنوں قصۂ آں رہبر واں — کہ ندارند اعتراضے در جہاں
اب ان راہنماؤں کا قصہ سن — جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

زاولیا اہلِ دُعا خود دیگرند — گہ ہمی دو زند و گاہے می درند
دعا کرنے والے اولیاء میں سے دوسرے ہیں — جو کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں

قوم دیگر می شناسم زاولیا — کہ وہاں شاں بستہ باشد از دُعا
میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو بھی جانتا ہوں — جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ آں کرام — جُستنِ دفعِ قضا شاں شد حرام
چونکہ رضا ان بھلوں کا معمول ہے — قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو ان پر حرام ہے

در قضا[3] ذوقے ہمی بینند خاص — کفرِ شاں آید طلب کردن خلاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں — خلاصی چاہنا ان کو کفر محسوس ہوتا ہے

حُسنِ ظنّے بر دلِ ایشاں کشود — کہ نہ پوشند از عزا جامہ کبود
ان کے دل میں حسن ظن ایسا طاری ہو گیا ہے — کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بُود — آبِ حیواں گردد ار آتش بُود
جو ان کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے — اگر آگ ہو تو آب حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقومِ شاں شکّر بُود — سنگ اندر راہِ شاں گوہر بُود
ان کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے — ان کے راستہ کا پتھر جو ہر ہو جاتا ہے

[1] چونکہ۔ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اس کا سبب کچھ بھی ہو۔ چشم روشنے۔ آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

[2] بشنو۔ ابتک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیاء وایسے ہیں کہ مقصود جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجد نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں واضح رہے کہ یہ حالت مغلوب والحال اولیاء کی ہوتی ہے ورنہ انبیاء دعائیں نہ کرتے۔ اصل کمال یہ ہے کہ راضی برضا ہوتے ہوئے دعا کی جائے۔ رام۔ معمول۔

[3] در قضا۔ مصائب کو مرضی خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں ضَرْبُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ۔ معشوق کی مار کشمش ہے ان کا مقولہ ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے۔ آب حیواں یعنی ہر تکلیف ان کے لئے باعث راحت بن جاتی ہے۔

جُملگی یکساں بُود شاں نیک[1] و بد
ان کے لئے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے

از چہ باشد ایں ز حُسنِ ظنِ خود
یہ کیوں ہوتا ہے اپنے حسن ظن سے ہوتا ہے

کُفر باشد نزد شاں کردن دُعا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے

کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا
کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

سوال کردن بہلول آں درویش ولی را

حضرت بہلول کا اس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلول آں یکے درویش را
حضرت بہلول نے اس درویش سے کہا

چونی اے درویش واقف کُن مرا
اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

گفت[2] چوں باشد کسیکہ جاوداں
اس نے کہا وہ شخص کیسا ہو گا کہ ہمیشہ

بَر مُرادِ اُو رَود کارِ جہاں
جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

سیل و جُوہا بر مُرادِ اُو رَوند
سیلاب اور نہریں اس کے ارادہ کے مطابق جاری ہوں

اختراں زاں ساں کہ اُو خواہد شوند
ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

زندگی و مرگ سَر ہنگانِ اُو
زندگی اور موت اس کے سپاہی ہوں

بَر مُرادِ اُو رَوانہ گُو بہ گُو
جو اس کے ارادہ کے مطابق کوچہ کوچہ روانہ ہوں

ہَر کجا خواہد فرستد تعزیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے

ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

سالکانِ[3] راہ ہم برگامِ اُو
راہ کے سالک بھی اس کے نقش قدم پر ہوں

ماندگاں از راہ ہم در دامِ اُو
راہ سے عاجز بھی اس کے جال میں ہوں

ہیچ دندانے نہ خندد در جہاں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے

بے رضا و اَمرِ آں فرماں رَواں
اس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

بے رضائے اُو نیفتد ہیچ بَرگ
اس کی منشاء کے بغیر کوئی پتا نہ جھڑے

بے قضائے اُو نیاید ہیچ مرگ
اس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

بے مُرادِ اُو بجُنبید ہی رَگ
اس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے

در جہاں زاوَج ثُرَیّا تا سَمک
دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں
حضرت بہلول نے کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا ایسا ہی

در فَر و سیمائے تو پیداست ایں
آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

[1] نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست" دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔ سوال کردن۔ حضرت بہلولؒ نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاء خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں۔

[2] گفت۔ اس ولی نے حضرت بہلولؒ کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشاء کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اس کی منشاء کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے زندگی۔ یعنی لوگوں کی موت (حیات) اس کی مراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔

[3] سالکاں۔ راستہ چلنے والے مسافر اس کے نقش قدم پر چلیں۔ منزل تک نہ پہنچنے والے اسی کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔ ہیچ ہر شخص کی خوشی اس کے حکم سے ہے۔ بے مرادُو۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اس کے ارادہ سے ہے۔ گفت۔ حضرت بہلولؒ نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھائیے تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

این وصد چندینی اے صادق ولیک
اے سچے! آپ ایسے ہی اور اس سے سینکڑوں گنا ہیں لیکن

شرح گو ایں را بیاں کُن نیک نیک
اس کی تشریح کر دیجئے اور صاف صاف بیان کر دیجئے

آنچنان کہ فاضل و مَردِ فضول[1]
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل

از دل واز جاں کُند اُورا قبول
اس کو دل و جان سے قبول کر لے

آنچنانش شرح کُن اندر کلام
گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجئے

کہ ازاں ہم بہر یابد عقلِ عام
کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

ناطق کامل چو خواں باشے بُوَد
کامل مقرر جب خوان والا ہوتا ہے

بر سرِ خواناش زہر آشے بُوَد
اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

تا نماند ہیچ مہماں بینوا
تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے

ہر کسے یا بد غذائے خود جُدا
ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

ہمچو قرآں کو بمعنی ہفت توست
جیسا کہ قرآن پاک جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں والا ہے

خاص را و عام را مَطعَم در وست
اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

گفت[2] ایں بارے یقیں شد پیشِ عام
انہوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقیں ہے

کہ جہاں در امرِ یزداں ست رام[3]
کہ دنیا خدا کے حکم کی فرماں بردار ہے

ہیچ بَرگے در نیفتد از درخت
درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا

بے قضا و حُکمِ آں سُلطانِ تخت
بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

از دہاں لُقمہ نشد سُوئے گلو
لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا

تا نگوید لقمۂ را حق کہ اُدخُلُو
جب تک اللہ تعالیٰ نے فرما دے داخل ہو جا

میل و رغبت کاں زمامِ آدمی ست
میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے

جنبشِ آں رام امرِ آں غنی ست
اس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرّہ
کوئی ذرہ زمینوں اور آسمانوں میں

پَر نجُنباند نگردد پَرّہ
پر نہیں مارتا، کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

جُز بفرمانِ قدیمِ نافذش
بغیر اس کے جاری ہونے والی ازلی حکم کے

شرح نتواں کرد و جلدی نیست خوش
جس کی شرح نہیں کی جا سکتی اور ہمت کرنا اچھا نہیں

کہ اشمرد برگِ درختاں را تمام
درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟

بے نہایت کے شود در نطق رام
لامحدود گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

---

[1] مردِ فضول۔ ناقابل شخص۔ جاہل۔ اچھے مقرر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لطف اٹھاتے ہیں۔ ہمچو قرآں۔ قرآن کی معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔ نعت۔ ممکن ہے مولانا نے اُنزِلَ القُرآنُ عَلیٰ سَبعَۃِ اَحرُف کے یہ معنی لئے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنی ہیں۔

[2] گفت۔ ان ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں کہ دنیا کے ذرے ذرے پر اللہ کی حکمرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اور فعل اس کی مراد بن جائے گا اور یہ سمجھ جائے گا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

[3] رام۔ فرمانبردار۔ سُلطان تخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ میل و رغبت۔ انسان کی خواہش اور رغبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے جلدی۔ بہادری، ہمت۔ کہ اشمرد۔ درختوں کے پتے جو متناہی ہیں ان کی شمار ناممکن ہے تو غیر متناہی کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

ایں قدر بشنو کہ چوں کلّی کار
می نگردد جز بامرِ کردگار

اتنا سن لے کہ جب تمام کام
بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

چوں اقضائے حق رضائے بندہ شد
حُکم اُورا بندۂ خواہندہ شد

جب اللہ تعالیٰ کا حکم بندہ کی رضا مندی بن گیا
بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بے تکلّف نے پے مُزد و ثواب
بلکہ طبعِ اُو براں شد مُستطاب

بغیر کسی تکلف کے نہ کہ بدلہ اور ثواب کے لئے
بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

زندگیِ خود نخواہد بہرِ خود
بلکہ خواہد از پے حُکم اَحد

وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا
بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر کجا[۲] امرِ قدم را مَسلکے ست
زندگی و مُردگی پیشش یکے ست

جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے
اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہرِ یزداں می زید نے بہرِ گنج
بہرِ یزداں می مُرد نز خوف و رنج

وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کے لئے
وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

ہست ایمانش برائے خواہ اُو
نے برائے جنّت و اشجار و جُو

اس کا ایمان اس اللہ کی رضا مندی کے لئے ہے
نہ کہ جنت اور جنت کے درختوں اور نہروں کے لئے

ترکِ کفرش ہم برائے حق بود
نے ز بیمِ آنکہ در آتش رَوَد

اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے
نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اینچنیں آمد ز اصل آں خوئے اُو
بے ریاضت نے بجست وجُوئے اُو

یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے
بغیر کسی مجاہدے کہ نہ کہ اس کی کوشش سے

آنگہاں خندد کہ اُو بیند رضا
ہمچو حلوا و شکّر اُورا قضا

وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا حق دیکھتا ہے
اللہ کا حکم اس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندہ[۳] کشِ خودی و خلقت این بُود
نے جہاں بر اَمر و فرمانش رَوَد

وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو
کیا جہان اس کے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پَس چرا لا بہ کند ویا دُعا
کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا

تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے
کہ اے اللہ اس حکم کو واپس لے لے

مَرگِ اُو و مَرگِ فرزندانِ اُو
بہرِ حق پیشش چو حلوا در گلُو

اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت
اللہ کے لئے اس کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

۱ چوں۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور احکام پر بندہ راضی ہو گیا ہے تو اللہ کے تمام احکام اس کا مطلوب بن گئے ہیں بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اس کی طبعی بات بن گئی ہے اس میں کوئی اجر و ثواب بھی اس کے مدنظر نہیں ہے۔ زندگی۔ اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔

۲ ہر کجا۔ یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔ ہست ایمانش۔ اس کا ایمان بھی محض مولا کی رضا مندی کے لئے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضاء مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اس کو ایسا مرغوب ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

۳ بندہ کش۔ جب احکام خداوندی پر رضا کی یہ کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائے گا کہ دنیا کے سب کام اس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔

نزعِ فرزنداں برآں با وَفا
اس وفادار کے لئے اولاد کا نزع

چوں قطائف پیشِ شیخِ بینوا
ایسا ہے جیسے مفلس بوڑھے کے پھل

پس [1] چرا گوید دعا اِلّا مگر
تو وہ کیوں دعا کرے ' ہاں اگر

در دُعا بیند رضائے داد گر
وہ دعا میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی دیکھ لے

آں [2] شفاعت واں دُعا نز رحمِ خود
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں

می کُند آں بندۂ صاحب رَشَد
کرتا ہے ' وہ ہدایت یافتہ بندہ

رحمِ خود را اُو ہماں دم سوختست
اپنے رحم کو اس نے اپنی وقت پھونکدیا ہے

کہ چراغِ عشقِ حق از فروختست
جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دوزخِ اَوصافِ اُو عشق است و اُو
عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس نے

سوخت مر اَوصافِ خود را مُو بمُو
اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقے کے شناخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے

چوں دقوقی گو دریں دولت نتاخت
جیسا کہ دقوقی جو اس دولت میں نہ دوڑے

قصۂ دقوقی و کراماتش

دقوقی اور ان کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دیباجہء
دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے

عاشق و صاحب کرامت خواجہ
عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں می شد چو مہ بر آسماں
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر

شب رواں را گشتہ زو روشن رَواں
تاریکی میں چلنے والے ان کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہو گئے

در مقامی [1] مسکنے کم ساختہ
وہ ایک جگہ ' کم ٹھہرتے

کم دو روز اندر دہے انداختے
ایک گاؤں میں دو روز سے کم ڈیرہ ڈالتے

گفت در یک خانہ گر باشم دو روز
انہوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں رہوں گا

عشقِ آں مسکن کُند در من فروز
اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائے گی

عِزَّۃُ الْمَسْکَنُ اُحَا ذِرُھَا اَنَا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں

اُنْقُلِی یَا نَفْسُ سَافِرْ لِلْعَنَا
اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

لَا اُعَوِّدُ خُلْقَ قَلْبِیْ بِالْمَکَان
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں

کَے یَکُوْنَ خَالِصًا فِی الْاِمْتِحَان
تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

[1] پس چرا۔ جب دنیا کے سب کام اس کی مرضی کے مطابق ہیں تو دعا اور خوشامد بے معنی چیز ہے۔ قطائف۔ چنے ہوئے پھل۔ در دعا۔ یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی یہی ہے۔

[2] آں شفاعت۔ ایسا انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لئے ہوتی ہے' وہ اپنے رحم سے اسی وقت دستبردار ہو گیا تھا جبکہ اس نے عشق خداوندی کا دم بھرا تھا۔ دوزخ۔ ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں پھونک چکتا ہے۔ ہر طروقی۔ اس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کے لئے ہو اپنی ذاتی غرض کے لئے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ بھی اس کو نہ سمجھ سکے۔ دیباجہ۔ چہرہ۔ برز میں۔ جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔

[3] در مقالے۔ دقوقی اس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے کوئی محبت پیدا نہ ہو ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ عزۃ المسکن انسان وطن میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ عنا۔ مشقت تکلیف فی الامتحان یعنی آزمائش کے وقت قلب میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ثابت ہو۔

روز اندر سیر بُد شب وَرْ نماز
دن کو سفر میں رات کو نماز میں

چشم ۱ اندر شاہ باز اُو ہمچو باز
آنکھ شاہ کے دیدار میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح تھے

مُنقطع از خلق نے از بَد خوئی
مُنفرد از مَردزن نے از دوئی

مخلوق سے جدا تھے بد مزاجی کی وجہ سے نہیں
مردوزن سے اکیلے تھے مغائرت کی وجہ سے نہیں

مُشفقے بر خلق ونافع ہمچو آب
خود شفیعے بُد دعایش مُستجاب

مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں تھے
وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول تھی

نیک و بَدرا مہربان و مُستقَر
بہتر از مادر شہی تَر از پدر

بھلے اور برے کے لئے مہربان اور ٹھکانا تھے
ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب تھے

گفت ۲ پیغمبر شمارا اے مِہاں
چوں پدر ہستم شفیق و مہربان

پیغمبر نے فرمایا اے سردارو!
میں تمہارے لئے باپ کی طرح مشفق اور مہربان ہوں

زاں سبب کہ جُملہ اجزائے مَنید
جُزو را از کل چرا بَرمی کنید

کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو
جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

جُزو و از کُل قطع شُد بیکار شُد
عضو از تن قطع شُد مُردار شُد

جزو کل سے کٹا، تو بیکار ہو گیا
عضو بدن سے کٹا، تو مردہ ہو گیا

تانہ پیوندد بہ کُل بارِ دِگر
مُردہ باشد نبودش از جاں خبر

جب تک وہ عضو دوبارہ کل سے نہ جڑے
مردہ رہتا ہے اس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

ور بجُنبد نیست آں را خود سَند
عضو نو ببریدہ ہم جُنبش کُند

اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ زندگی کی دلیل نہیں ہے
نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

جزوِ ایں ۳ کل گر بَرَد یکسو رَوَد
ایں نہ آں کُل ست کو ناقص شوَد

اس کل کا جزو اگر کٹ کے ایک طرف چلا جائے
یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

قطع و وصلِ اُو نیاید در مقال
چیز ناقص گفتہ شُد بہرِ مِثال

اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا
مثال کے لئے ایک ناقص بات کہہ دی گئی ہے

مر علی رابر مثالِ شیر خواند
شیر مثلِ اُو نبا شد گرچہ راند

حضرت علی کو شیر کی مانند کہا
شیر ان جیسا نہیں ہوتا اگرچہ یہ مثال جاری ہو گئی ہے

۱ چشم۔ ان کے مدنظر ذات باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرار الٰہی کا شکار کرتے تھے۔ منقطع۔ وہ صرف اللہ کے لئے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ وہ نہ بدمزاج تھے نہ ان میں لوگوں سے مغائرت تھی۔ مُشفقے۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مُستجاب۔ قبول شدہ مُستقر ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔

۲ گفت۔ چونکہ وہ پیغمبرؐ کے پیرو تھے اور پیغمبرؐ نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔ جُملہ اجزاء۔ چونکہ امت کی حیات اور بقاء نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جزو کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مردار ہو جاتا ہے۔ ور بجنبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آثار حیات بھی اس میں نظر آئیں تو اس کو حیات نہ سمجھو اس کی وہ حرکات نہ بوجی ہیں جانور کا عضو کٹ کر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔

۳ جزو ایں کل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اس کے جدا ہونے سے کوئی نقص نہ پیدا ہوگا۔ قطع و وصل۔ نبی سے جڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مر علی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ کہا جاتا ہے یعنی ان کو شیر کی مثل قرار دیا گیا ہے لیکن ان میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل لہ میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح آنحضور کے کل اور امتیوں کے اجزاء ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

بازگشتن بقصہ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل و فرقِ آں براں
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ

جانبِ قصہ دقوقی اے جواں
اے جوان! دقوقی کے قصہ کی جانب

آنکہ[1] در فتوی امامِ خلق بُود
وہ (دقوقی) جو فتوی میں مخلوق کے امام تھے

گوئے تقویٰ از فرشتہ می رَبود
تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سَیر مَہ رامات کرد
وہ جنہوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا

ہم زدینداریِ اُودیں رشک خورد
جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

باچنیں تقویٰ و اَو را دو قیام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے

طالبِ خاصانِ حق بُودے مُدام
وہ ہمیشہ خاصان خدا کے طالب رہتے تھے

در[2] سفر مُعظم مُرداش آں بُدے
سفر میں ان کی بڑی مراد یہ ہوتی

کہ دمے بَر بندۂ خاصی زَدے
کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چومی رَفتے براہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے

کُن قرینِ خاصگانم اے اِلٰہ
اے خدا! مجھے مخصوص بندوں کا ساتھی بنا دے

یا رَب آنہا را کہ بشناسد دلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے

بندہ و بستہ میاں چوں محملم
ان کے لئے میں غلام کمر بستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک

برمنِ[3] محجوب شاں کُن مہرباں
ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں
دربار خداوندی ان سے کہتا اے صدر اعظم!

ایں چہ عشق ست وچہ استسقاست ایں
یہ کیسا عشق اور کیسی پیاس ہے؟

مہرِ[3] من داری چہ می جوئی دِگر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں تلاش کرتے ہو

چوں خدا با تُست چوں جوئی بشر
جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو

اُو بگفتے یا رَب اے دانائے راز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!

تو کشودی دَردلم رَاہِ نیاز
تو نے میرے دل میں نیاز مندی کا راستہ کھول دیا ہے

درمیانِ بحر اگر بنشستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں

طمع در آبِ سُبو ہم بَستہ ام
گھڑیا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

[1] آنکہ۔ یعنی وہ علوم ظاہری میں بھی لاوقت تھے اور نیکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ سَیر۔ یعنی سیر الی اللہ۔ ہم زدینداری۔ یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافل نماز۔ مدام۔ ہمیشہ

[2] در سفر۔ باوجود تمام بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔ ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یارب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا ان کا تو خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور ان کی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت ان کو بھی مجھ پر مہربان کر دینا۔ استسقا۔ پیاس پانی کی طلب

[3] مہر من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے حق کی معیت میسر ہے دوسرے کی معیت کی کیا ضرورت ہے۔ راہِ نیاز۔ یعنی جتنے بزرگوں سے ملنے کی مجھے تمنا ہے ان بزرگوں کے لئے نیاز مندی۔ بحر۔ یعنی ذات باری۔ سبو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے۔

ہمچو[1] داؤدم نود نعجہ مراست
حضرت داؤد کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں

طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست
ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے

حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ
تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے

شہوت و حرصِ زناں پیشی بُود
عورتوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے

وآنِ چیزاں ننگ و بد کیشی بُود
ہیجڑوں کی خواہش ذات اور بدفعلی ہوتی ہے

حرصِ مرداں از رہِ پیشی بُود
مردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے

در مخنث حرص سوئے پس رَوَد
ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

آں یکے حرصِ از کمالِ مَردی ست
وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے

وآں دگر حرص افتصاح و سَردی ست
دوسری حرص رسوائی اور سستی سے

آہ[2] سِرّے ہست اینجا بس نہاں
آہ یہاں ایک راز پوشیدہ ہے

کہ سوئے خضرے شَود موسیٰ دَواں
کہ حضرت موسیٰ حضرت خضر کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست
استسقاء کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی

بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست
خدا کی قسم جو تو نے حاصل کر لیا ہے اس پر نہ ٹھہر

چوں گذشتی زاں دِگر نوتر رسَد
جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی چیز آئے گی

آں یکے بالا ترازوے در رَسد
اس سے اونچی اور چیز ملے گی

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے

صَدر[3] را بگذار صَدرِ تُست راہ
صدر کو چھوڑ، تیرا صدر راستہ ہے

سِیَر طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السّلام با کمالِ نبوّت و قربت
قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰ کا حضرت خضر کو تلاش کرنے کا راز

از کلیمِ حق بیا موز اے کریم
اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے

ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم[4]
آگاہ! کلیم شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری
ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے

طالبِ خضرم ز خود بینی بَری
میں خضر کا طالب ہوں خود پسندی سے بری ہوں

موسیا تو قوم خود راشتہ
اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے

در پئے نیکوپئے سَر گشتہ
ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

---

[1] داؤد۔ غلط طریقہ پر یہ روایت مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت داؤد کی نوے بیویاں تھیں پھر بھی ان کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو انہوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا مولانا نے اسی مشہور غلط قصہ کی بنیاد پر یہ شعر فرما دیا ہے۔ حرص۔ یعنی تیرے مقبول بندوں سے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی۔ یعنی جو راہ سلوک کے مرد ہیں ان کی حرص مقامات میں ترقی کے لئے ہوتی ہے نامردوں کی حرص برے افعال کی طرف ہوتی ہے۔ مرداں۔ راہ سلوک کے مرد۔ مخنث۔ یعنی دنیا دار۔ افتضاح۔ رسوائی۔

[2] آہ۔ حضرت قوتی " کی دوسرے اولیاء سے ملاقات کی تمنا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے ملاقات کی تمنا کی اور ان کی ملاقات کے لئے سرگرداں بنے۔ مستسقی۔ استسقا کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے بھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ مایست۔ سیر الی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس میں جو مقام بھی حاصل ہو اس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہیے۔

[3] صدر۔ غلط فہمی سے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ لے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔

[4] کلیم۔ بات کرنے والا چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بغیر واسطہ حضرت حق نے گفتگو کی اس لئے ان کا لقب کلیم اللہ پڑ گیا۔ موسیا۔ حضرت موسیٰ جبکہ حضرت خضر کی تلاش میں چلے تو ان کی قوم نے یہ باتیں ان سے کہیں۔ نیکوپے۔ یعنی حضرت خضر۔

کیقبادی رستہ از خوف[1] و رجا — چند گردی چند جوئی تا کجا
تم شاہ ہو، امید و بیم سے آزاد ہو — کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے کہاں تک

آنِ تو با تُست و تو واقف بریں — آسمنا چند پیمائی زمیں
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو — اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

گفت موسیٰ ایں ملامت کم کنید — آفتاب و ماہ رہ کم زنید
حضرت موسیٰ نے فرمایا یہ ملامت نہ کرو — سورج اور چاند کا راستہ نہ روکو

میر دم تا مجمعُ البحرین من — تا شوم مصحوبِ سُلطانِ زمن
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا — تاکہ شاہ زمانہ کا ساتھی بنوں

اَجعَلُ الخِضرَ لِاَمرِی سَبَبا — ذالک اَو اَمضِی وَ اَسرِی حُقبا
میں حضرت خضر کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا — یہ ہو یا ایک عرصہ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پَرّم بہ پرو بالہا — سالہا چہ بُود ہزاراں سالہا
میں پروبال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا — چند سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میَردم[2] یعنی نمی اَرَزد بداں — عشقِ جاناں کم نداں از عشقِ ناں
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ چلنا اس محبوب کی برابر نہیں — محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو — داستانِ آں ذوقی باز گو
اے چچا اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — ان ذوقی کی بات پھر بتا

باز گشتن بقصہ ذوقی علیہ الرحمتہ

ذوقی رحمتہ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

آں ذوقی رحمتہ اللہ علیہ — گفت سَافَرتُ مُدّی فِی فِقَیہِ
ذوقی رحمتہ اللہ علیہ نے — فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا سفر کیا

سال و مہ رفتم سَفر از عشقِ ماہ — بیخبر از راہ و حیراں در اِلٰہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا — راستہ سے بیخبر تھا اور اللہ تعالیٰ میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خاک و سنگ — زانکہ حیرانم و بیخویش و دنگ
ننگی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں — کیونکہ میں محو اور بے خود اور حیران تھا

تو مبیں[3] ایں پا بہ ہارا برز میں — زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ — کیونکہ عاشق واقعتہً دل کے بل پر چلتا ہے

[1] خوف و رجا۔ حضرت موسیٰ کو قرب الٰہی کا وہ رتبہ حاصل تھا جس میں امید و بیم کا درجہ ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو۔ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے۔ آسمانا۔ یعنی اے موسیٰ تم مرتبہ کے اعتبار سے آسمان ہو۔ زمین پیمودن۔ پریشان ہونا۔ آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضر کی ملاقات قرآن السعدین ہے۔ مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۔ جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ پیوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں۔ حقبا۔ زمانہ دراز۔

[2] می رَوَم۔ یعنی جستجو کی یہ مشقت اس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشق ناں۔ روٹی کمانے کے لئے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔ خافقین۔ مغرب و مشرق۔ ماہ۔ یعنی ذات خداوندی۔ حیراں یعنی مقام تحیر۔

[3] تو مبیں۔ عاشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

از رہ و منزل زکوتاہ و دراز — دل! چہ داند گوست مستِ دلنواز
راستہ اور منزل اور نزدیک اور دور کو — دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست — رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں — روحوں کا چلنا دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی زلطفہ تا بعقل — نے بگامے بود منزل نے بنقل
تو نے لطف سے عقل تک سفر کیا — یہ منزل نہ قدم سے ملے ہوئی نہ منتقل ہونے سے

سیرِ جاں بیچوں بود در دور و دیر — جسمِ ۲ ما از جاں بیاموزید سیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے — ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من — لیک سیرِ جسم باشد بر علن
اے جان من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے — ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیرِ ۳ جسمانہ رہا کرد اوکنوں — میرود بیچوں نہاں در شکلِ چوں
جسم نے جسمانی سیر چھوڑ دی وہ اب — پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلاتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار — تا بہ بینم در بشر انوارِ یار
نوتی نے فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا — تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

تا بہ بینم قلزمے در قطرہ — آفتابے درج اندر ذرہ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں — سورج کو ذرے میں داخل دیکھوں

نمودن مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل

ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام — بود بے گہ گشتہ روز و وقتِ شام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا — دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ چہ دیدم گویمت — تا بدانی سیرِ آں افزویمت
اس کے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا میں تجھے بتاتا ہوں — تاکہ تو اس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں — اندراں ساحل شتابیدم بداں
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں — ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں — برشدہ خوش تا عنانِ آسماں
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ — آسمان کی فضا تک بہت اونچا تھا

۱ دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر جس طرح انسان کی سیر لطف سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے اسی طرح روح کی سیر ہے کہ نہ اس میں تھکن ہوتی ہے نہ دوری منزل کا تصور آتا ہے۔

۲ جسمِ ما۔ عاشقوں کی سیر دراصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اس کے تابع ہے لہٰذا جسمانی سیر کے عوارض ان پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔ سیرِ جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔

۳ سیرِ جسمانہ عاشق کی سیر اگرچہ بشکل جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف ہوتی ہے۔ تا بہ بینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسم انسانی میں مشاہدہ کروں اور دو آفتاب کو ذرہ میں دیکھوں۔ گام۔ قدم۔ عناں۔ فضا

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت
میں حیران وہ گیا حیرانی بھی حیران ہو گئی

موجِ حیرت عقل را از سر گذشت
حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کایں[1] چگونہ شمعہا افروختہ است
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟

کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ است
کہ مخلوق کی دنوں آنکھیں ان سے بند ہیں

خلق جویانِ چراغے گشتہ بُود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی

پیشِ آں شمعے کہ برمہ می فزود
ان شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بُد عجب بر دیدہا
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی

بندِ شاں میکرد یَھْدِیْ مَنْ یَّشَا
ان کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدنِ آں ہفت شمع بر مثالِ یک شمع

ان سات شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

بازمیدیدم کہ شُد آں ہفت یک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات شمعیں ایک ہو گئیں

می شگافد نورِ اُو جیب[2] فلک
اس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

بازآں یک بارِ دیگر ہفت شُد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی

مستی و حیرانی من زفت شُد
میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اِتّصالاتے میانِ شمعہا
شمعوں کیں وہ جوڑ تھا

کہ نیاید بر زبان و گفتِ ما
جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آ سکتا

آنکہ یک دیدن کُند ادراکِ آں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے

سالہا نتواں نمودن از زباں
زبان سے اس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

آنکہ یکدم[3] بینش اِدراک و ہوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے

سالہا نتواں شنیدن آں بگوش
اس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکہ پایا نے ندارد رو الیک
چونکہ یہ بات لامحدود ہے جا پرے ہٹ

زانکہ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً مَّا عَلَیْک
اس لئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا کہ وہ شمعیں

تا چہ چیزست از نشانِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شُدم بیہوش و بیخویش و خراب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا

تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

---

[1] کایں چگونہ۔ دراصل وہ سات شمعیں ان سات اولیا کا نور تھا جس کو صاحب باطن ہی دیکھ سکتا تھا عوام گو وہ نظر نہ آتا تھا۔ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاء۔ یعنی ذات خداوندی۔

[2] جیب۔ گریباں۔ اتصالاتے۔ ان شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابل بیان ہے آنکھ۔ یہ ان کا باہمی اتصال محض دیدنی ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

[3] یکدم۔ علم و ہوش میں چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اس کو سالوں میں بھی سننا ممکن نہیں ہے۔ لَا اُحْصِیْ ان بزرگوں کا یہ نور تجلیات رب تھیں ان کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل۔ عجلت

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں — اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس حالت میں — میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

باز[1] باہوش آمدم برخاستم — در روش گوئی نہ سر نے پا ستم
پھر میں ہوش میں آیا اٹھا — رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودنِ آں شمعہا در نظرِ آں شیخ ہفت مَرد

ان شیخ کی نظر میں ان شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مَرد — نورِ شاں می شد بسقفِ لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے — ان کا نور نیلگوں چھت آسمان تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوار نورِ روز دُرد — از صلابت نورہا را می سترد
ان نوروں کے سامنے دن کا نور بھی ماند تھا — شدت کی وجہ سے نوروں کا صفایا کر رہا تھا

باز[2] حیراں گشتم اندر صُنعِ رَبّ — کاچنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا — تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا کیسے ہے؟

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم — تا چہ حال ست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا تاکہ اچھی طرح دیکھوں — کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

باز شدنِ آں شمعہا ہفت درخت

ان شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہر یک مَرد شُد شکل درخت — چشم از سبزی ایشاں نیکبخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا — ان کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

زانبہی برگ پیدا نیست شاخ — برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے شاخ نظر نہیں آتی — میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

ہر درختے شاخ برسدرہ زدہ — سدرہ[3] چہ بُود از خلا بیروں شُدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے — سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخ ہر یک رفتہ در قعرِ زمیں — زیر تر از گاو و ماہی بُد یقیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی — جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخ شاں از شاخِ خنداں روئے تر — عقل ازاں اشکالِ شاں زیر و زبر
ان کی جڑ شاں سے بھی زیادہ پر رونق اور تر و تازہ تھی — ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

[1] باز۔ یعنی ہوش میں آکر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد۔ نیلا یعنی آسمان۔ درد۔ گدلا۔ از صلابت۔ وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اس کے بالمقابل ہیچ تھے۔

[2] باز حیراں میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم۔ یعنی ان درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لئے ایک نعمت تھی۔ زانہی۔ پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ ان میں پتے چھپ گئے تھے۔

[3] سدرہ۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلاء یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ گاودماہی۔ مولانا نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرمادیا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہو گیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔ بیخ شاں۔ جڑ میں تری وازگی نہیں ہوتی لیکن ان درختوں کی جڑ بھی پر رونق اور تر و تازہ تھی۔

میوہ[1] کہ برشگا فیدے ز زور
زور میں آکر جو پھل پھٹتا تھا

ہمچو آب از میوہ جستے برقِ نور
پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے نکلتے تھے

مخفی بودنِ آں درختاں از چشمِ خلق

ان درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب تر کہ برایشاں می گذشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گزرتے

صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت
جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

ز آرزوئے سایہ جاں می باختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے

از گلیمے سائباں می ساختند
کمبلوں کے سائباں بناتے تھے

سایہ آں رانمی دیدند ہیچ
وہ ان درختوں کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے

صد تُفو بر دیدہائے پیچ پیچ
ایسی کج آنکھوں پر سوبار تف ہے

ختم[2] کردہ قہرِ حق بر دیدہا
اللہ تعالیٰ کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی

کہ نہ بیند ماہ را بیند سُہا
کہ چاند کو نہ دیکھیں سہا کو دیکھ لیں

ذرّہ رابیند و خورشید نے
ذرہ کو دیکھ لیں اور سورج کو نہ دیکھیں

لیک از لُطف و کرم نومید نے
لیکن لطف اور کرم سے نا امید بھی نہیں

کاروانہا بے نوا ویں میوہا
قافلے مفلس اور یہ پھل

پختہ می ریز دچہ سحرست اے خدا
پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے

سیب بوسیدہ ہمی چیدند خلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے

در ہم افتادہ بہ یغما خُشک حلق
لوٹ مار میں، پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت[3] ہر برگ وشگوفہ آں غصون
ان شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی

وَمبدم یَالَیتَ قَومِی یَعلَمُون
ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمدز سُوئے ہر درخت
ہر درخت کی جان سے آواز آ رہی تھی

سُوئے ما آئید خلقِ شور بخت
بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمدز غیرت بر شجر
درخت کو غیرت خداوندی کی جانب سے آواز آئی

چشم شاں بستیم کَلَّا لاوَزَر
ہم نے ان کی آنکھیں بند کردی ہیں ہرگز ٹھکانا نہیں ہے

گر کسے می گفت شاں زیں سُو روید
اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ

تا ازیں اشجار مُستعد شوید
تاکہ تم ان درختوں سے منتفع ہو

[1] میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ ایں عجب۔ لاکھوں انسان وہاں سے گذر رہے تھے لیکن وہ ان درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ ز آرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ ان لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔

[2] ختم کردہ۔ ان لوگوں کے ان درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی نگاہوں پر مہریں لگا دیں تھیں۔ سُہا۔ بنات النعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اس قدر منور چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اولیاء سے ملنے کی جدوجہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے مہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ امیدوار بھی ہیں۔ سیب بوسیدہ۔ یعنی علوم واسرار خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست وگریباں ہیں۔

[3] گفت۔ اس نور کا ہر حصہ اس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اس کو پہچان لے اور ان کے ذریعہ راہ نجات پر چل پڑے۔ بانگ۔ اس نور کی پکار پر غیرت خداوندی کی طرف سے آواز آئی کہ ان کو دعوت نہ دے ان کی آنکھوں پر مہر لگادی گئی ان کے لئے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ مستعد۔ سعادت حاصل کرنے والا۔

جُملہ[1] میگفتند کایں مسکینِ مست — از قضاء اللہ دیوانہ شُد ست
سب کہتے تھے کہ یہ بیچارہ مدہوش — اللہ کے حکم سے دیوانہ ہو گیا ہے

مغزِ ایں مسکیں ز سودائے دراز — وز ریاضت گشتہ فاسد چوں پیاز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے — اور مجاہدے سے، پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

اُو عجب می ماند یارب حال چیست — خلق را ایں پردۂ و اضلال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا اے خدا! یہ کیا حال ہے؟ — لوگوں کی عقل پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے

خَلق گونا گوں بالصد رائے و عقل — یک قدم آں سُو نمی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے — اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان و زیرکاں شاں ز اتفاق — گشتہ مُنکر ز آنچنیں باغے و عاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق — ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یا منم[2] دیوانہ و حیراں شدہ — دیو چیزے مر مرا برسر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں — شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من — خواب بینم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں — دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال محض ہے

خواب[3] چہ بُود بَر درختاں میردم — میوہا شاں می خورم چوں نگروم
خواب کیا ہوتا ہے میں درختوں پر گھوم رہا ہوں — میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

باز چوں من بنگرم در مُنکراں — کہ ہمی گیرند زیں بُستاں کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں — کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

باکمالِ اِحتیاج و اِفتقار — ز آرزوئے نیم غُورہ جاں سُپار
پوری احتیاج اور ضرورت کے باوجود — ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

ز اشتیاق و حرصِ یک برگِ درخت — میزنند ایں بے نوایاں آہِ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں — یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار — ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان درختوں اور پھلوں سے پیچھے ہٹتے ہوئے — یہ لوگ لاکھوں کھا

باز می گویم عجب من بیخودم — دست در شاخِ خیالی در زدم
پھر میں کہتا ہوں کہ میں عجب بیہوش ہوں — ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

[1] جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کی جانب سے داعی کو یہی جواب ملتا ہے۔ ریاضت۔ چونکہ اس داعی نے مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کئے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آ گئی ہے۔ اوعجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر واضح علامتوں کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں۔ قبول کرتے ہیں۔ عاقلاں۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستان کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔

[2] یا منم۔ منکرین کے انکار سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

[3] خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان سے نفع اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا بالاتفاق انکار تو اس کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ز اشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ ان چیزوں کی ان کو طلب و احتیاج نہ ہو۔

ایں[1] بخواں اِسْتَیْأَسَ الرُّسُل اے عمو
ہاں اے چچا اِسْتَیْأَسَ الرُّسُل پڑھ

تا ظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا
ظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیفِ کذب
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا

ایں بُوَد کہ خویش بیند محتجب
یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

دَر گماں اُفتاد جانِ انبیاء
انبیاء کی جان شک میں پڑ گئی

ز اتفاقِ منکرِیِ اشقیا
بدبخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

جَاءَھُمْ بَعْدَ الشَّکِّ نَصْرُنَا
شک میں پڑ جانے کے بعد ان کے پاس ہماری مدد پہنچی

ترکِ[2] شاں گو بر درختِ جاں برآ
ان کو چھوڑ روح کے درخت پر آ

میخور و میدہ بداں کش روزی ست
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے

ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی ست
ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلق[3] گویاں اے عجب ایں بانگ چیست
لوگ کہتے تھے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟

چونکہ صحرا از درخت و برتہی ست
جبکہ جنگل درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

کیج کشتیم از دمِ سو دائیاں
ہم ان دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے

کہ بنزدیکِ شما باغ ست وخواں
کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے

یا بیا بانیست یا مشکل رہیست
یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ ہے

اے عجب چندیں دراز ایں ماجرا
تعجب ہے اس قدر طویل قصہ

چوں بُوَد بیہودہ و ہزل و خطا
بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہوسکتا ہے؟

مَن ہمیگویم چو ایشاں اے عجب
میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے

آنچنیں مہرے چرازد صُنعِ رَبّ
اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگادی ہے؟

---

[1] ہیں۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے۔ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْأَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَاءَھُمْ نَصْرُنَا۔ اس آیت میں لفظ کذبوا میں دو قرأتیں ہیں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے وہ اس لفظ کو کُذِّبُوْا اول کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں اس قرأت پر ترجمہ یہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو کُذِبُوْا پڑھتے تھے اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ ان رسولوں کو یہ وسوسہ آنے لگا کہ ان سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے سابق مضمون کی مطابقت میں اس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں۔ تعجب۔ یعنی یہ بدگمانی اس وقت ہونے لگتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا گیا سمجھنے لگتا ہے۔

[2] ترک شان۔ یعنی اس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے قطع نظر کر لے اور خود ان غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اٹھا اور ان لوگوں کو فائدہ پہنچا جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔ سحر آموز۔ یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب و غرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[3] خلق گویا۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل یہ شخص کیوں ان کی دعوت دے رہا ہے۔ کشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے کہ۔ یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں ہمیں کچھ نظر نہیں آتا صرف بیابان اور مشکل راستہ ضرور نظر آتا ہے۔ اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اس قدر طویل واقعات اور حقائق غلط اور وہم کیسے ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں نہ کچھ سکتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔

زیں [1] تنازعہا محمدؐ در عجب — در تعجب نیز ماندہ بولہب
انہیں قسم کے اختلافات سے محمد تعجب میں تھے — ابولہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف — تا چہ خواہد کرد سلطانِ شگرف
اس تعجب اور اس تعجب میں گہرا فرق ہے — دیکھو عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے قوتی تیز تراں ہیں خموش — چند گوئی چند چوں قحط ست گوش
اے قوتی تیز چلا خبردار! چپ ہو جا — جبکہ سمجھنے والے کان کا خط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدنِ آں ہفت درخت در نظرِ او
ان کی نگاہ میں ان سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت را ندم پیشتر من نیکبخت — باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
(قوتیؒ نے) فرمایا میں سعادت مند آگے بڑھا — پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہو گئے

ہفت [2] می شد فرد می شد ہر دمے — من چساں می گشتم از حیرت ہمے
وہ کبھی سات ہو جاتے، کبھی ایک — میرا بھی حیرت سے عجب حال تھا

بعدازاں دیدم درختاں در نماز — صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
اس کے بعد میں نے درختوں کو نماز کی حالت میں دیکھا — صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز و سامان کئے ہوئے

یک درخت از پیش مانند امام — دیگراں اندر پسِ او در قیام
امام کی طرح ایک درخت آگے — دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

آں [3] قیام و آں رکوع و آں سجود — از درختاں بس شگفتم می نمود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ — درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قولِ حق را آں زمان — گفت وَالنَّجْمُ و شجرًا یَسْجُدَان
اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کا قول یاد آیا — فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانونے میاں — ایں چہ ترتیب نمازست آنچناں
ان درختوں کے نہ زانوں ہے نہ کمر — اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

آمد الہام خدا کاے بافروز — ایں عجب داری ز کارِ ما ہنوز
خدا کا الہام آیا، کہ اے پرنور! — تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

ہفت مرد شدنِ آں ہفت درخت
ان سات درختوں کا سات مرد بن جانا

[1] زیں تنازعہا۔ اسی قسم کے جھگڑے آنحضور کے ساتھ قریش نے کئے اس طرف ان کے انکار پر آنحضور کو تعجب ہوتا تھا دوسری طرف آنحضور کی دعوت پر ابولہب کے تعجب ہوتا تھا۔ اس عجب۔ یعنی دامی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکریں کا دامی کی دعوت پر تعجب ان دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے۔

[2] ہفت۔ ان سات درختوں کا بھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لئے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعدازاں۔ اس کیفیت کے بعد ان سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور ان میں سے ایک امام بن گیا۔

[3] آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔ نہ زانو۔ نماز میں کھڑا ہوا جاتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے ان درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہو سکیں نہ زانو ہے کہ اس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔

بعد[1] دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ درخت سات مرد بن گئے

جملہ در قعدہ پے یزدانِ فرد
اللہ احد کے لئے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)

تا کیا نندو چہ دارند از جہاں
کون ہیں اور دنیا سے کا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بہ نزدیکی رسیدم من زراہ
جب میں راستہ سے ان کے قریب پہنچا

کردم ایشاں را سلام از اشتباہ
ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

قوم گفتندم جوابِ آں سلام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا

اے ذوقی مفخر و تاجِ کرام
اے ذوقی بزرگوں کے لئے باعث فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند[2]
میں نے دل میں کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟

پیش ازیں بر من نظر نیند اختند
اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

از ضمیر من بداستند زود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے

یک دگر را بنگرید نداز فرود
نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز
انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!

چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

برد لے کورا تحیر با خداست
اس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے

کے شود پوشیدہ رازِ چپ و راست
دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتم ار سوئے حقائق بشکفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو

چوں ز حرف واسمِ رسمی واقفید
رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی

آں شہاں در حال گفتندم جواب
ان شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی
کہا اگر ولی سے کوئی نام غائب ہو

آں ز استغراق داں نز جاہلی
تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند مارا آرزو
اس کے بعد انہوں نے کہا ہماری تمنا

ہست برتو اقتدا اے خوبرو
تیری اقتدار کو کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر بعد کیونکہ میں

مشکلاتے دارم از دورِ زمن
زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

[1] بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سات درخت پھر انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ ارسلان۔ شیر۔ چہ۔ دارند۔ یعنی انکا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ اشتباہ آگاہی۔ مفخر۔ جائے فخر۔

[2] بشناختند۔ چونکہ انہوں نے نام لیا تھا۔ فرود۔ یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ برو لے جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقام حیرت کا قرب حاصل ہوتا ہے اس پر سب مخفی باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔

[3] تفہیم۔ میں نے ان بزرگوں سے کہا کہ اولیاء کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف ان کا ادراک کرتے ہیں رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ ان کو اس ادراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام ذوقی کیسے جان لیا۔ آں ز استغراق۔ چونکہ ولی معرفت حق میں مستغرق رہتا ہے اس لئے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ان کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کر لینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتداء۔ نماز میں مقتدی بننا۔

تا شود آں حل بہ صحبتہائے پاک — کہ بہ صحبت روید انگورے زخاک
تاک پاک صحبتوں سے وہ حل ہو جائیں — کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

دانۂ پُر مغز باخاکِ دژم — خلوتی و صحبتی کرد از کرم
پر مغز دانہ نے افسردہ مٹی کو — کرم سے خلوتی اور ساتھی بنالیا ہے

خویشتن در خاک کُلّی محو کرد — تانماندش رنگ و بُو و سُرخ و زرد
دانہ نے اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا — حتی کہ اس کا رنگ بو اور سرخ و زرد باقی نہ رہا

از پسِ آں محو قبضِ اُو نماند — برگشاد و بَسط شد مرکب براند
اس کے بعد اس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا — کھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

پیشِ اصلِ خویش چوں بیخویش شد — رفت صورت جلوۂ معنیش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہوگیا — صورت ختم ہوگئی اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

سَر چنیں کردند ہیں فرماں تراست — تفِ دل از سَر چنیں کردن بخاست
انہوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو — اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

ساعتے باآں گر وہِ مجتبےٰ — چوں مُراقِب گشتم و از خود جُدا
تھوڑی دیر کے لئے اس برگزیدہ گروہ کیساتھ — جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

ہمدراں ساعت زساعت رَست جاں — زانکہ ساعت پیر گرداند جواں
اسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی — کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

جملہ تلوینہا زساعت خاستست — رَست از تلوین کہ از ساعت برست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں — جس کو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

ساعتے بیروں شو از ساعت دلا — تاز چونی وار ہی واز چرا
اے دل تھوڑی دیر کے لئے زمانہ سے باہر ہو جا — تاکہ تو چون و چرا سے نجات پالے

چوں زساعت ساعتے بیروں شوی — چوں نماند محرم بیچوں شوی
جب تو تھوڑی دیر کے لئے زمانہ سے باہر ہو جائے گا — چوں ختم ہوجائے گی تو بے چون کا محرم راز بن جائے گا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست — زانکہ آں سُو جُز تحیّر راہ نیست
زمانہ بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے — کیونکہ اس جانب تحیر کے علاوہ کسی کا راستہ نہیں ہے

ہر نفر راہر طویلہ خاص اُو — بستہ اند اندر جہاں جُستجو
ہر شخص کو اس کے خاص اصطبل پر — تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

---

۱ تاشود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے بیج مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر ابھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ' اندوہگیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کردیا۔ قبض۔ سمٹاؤ۔ بسط۔ پھیلاؤ۔

۲ پیشِ اصل۔ یعنی دانہ نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا تو اس کا ظاہر ختم ہوگیا اور اس کے باطن نے جلوہ گری شروع کردی۔ سر چنیں۔ یعنی آنہوں نیں سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہمدراں۔ یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دور زمانہ سے باہر نکل گیا۔

۳ جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دور زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دور زمانہ سے بالاتر ہو جائے اس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ تاز چونی۔ انسان اگر دور زمانہ سے بالاتر ہوجائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہوجاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہوجائے تو وہ خدائے بیچوں کا ہمراز بن جاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذات باری کی طرف راہ یاب نہیں ہو سکتے۔ ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور غیر سالک کی ایک حد مقرر ہے موکلان غیب مقرر ہے کہ اس کو اسی مقام پر رکھیں۔ طویلہ۔ اصطبل یہاں مقام خاص مراد ہے۔

مُنتصِب بر ہر طویلہ رائضے [1]
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار' مقرر ہے

جُز بہ دستوری نیاید را فضے
اجازت کے بغیر کوئی نافرمان باہر نہیں آ سکتا

از ہوس گر از طویلہ بگسلد
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے

در طویلہ دیگراں سَر برکند
اور دوسروں کے اصطبل میں گھسے

در زماں آخُر چیانِ چُست و خوش
فوراً چست اور ہوشیار سائیس

گوشہ اَفسارِ اُو گیرند و کش
اس کی پچھاڑی کا سر پکڑتے اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار
اے کھرے! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے

اِختیارت را بہ بیں بے اختیار
اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اِختیارے می کُنی و دَست و پا
تو ایک چیز اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں

برکشادستت چرا حبسی چرا
کھلے ہوئے ہیں' تو رکا ہوا کیوں ہے؟

رُوئے در اِنکارِ حافظ بُردۂ
تو نے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے

نام تہدیداتِ [2] نقش کردۂ
اس کا نام تو نے نقش کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتن دقوقیؒ با امامتِ آں قوم

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قوم کی امامت کے لئے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں نہ دارد تیز دَو
ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ

ہیں نماز آمد دقوقیؒ پیش شو
خبردار! نماز کا وقت آ گیا' آگے ہو جا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بَر گذار
اے یکتا دو رکعتیں ہے ادا کر

تا مُزیّن گردد از تو روزگار
تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

اے [3] امامِ چشم روشن در صلوٰۃ
اے نماز میں روشن چشم والے' امام

چشم روشن می بباید پیشوات
تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

در شریعت ہست مکروہ اے کیا
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے

دَر امامت پیش کردن کور را
اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

گرچہ حافظ باشد و چُست و فقیہ
وہ اندھا اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو

چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
روشن چشم والا بہتر ہے خواہ ان پڑھ ہو

کور را پرہیز نبُود از قذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے

چشم باشد اصلِ پرہیز وحذر
بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

---

[1] رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ افض۔ نافرمان' سرکش۔ آخر چیاں۔ آخر چی' گھوڑے کا سائیس۔ افسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اس نگہبان غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اس کے وجود کو اس سے سمجھ لے کہ انسان ہر چند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کے لئے آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نام تہدیدات۔ یعنی تم اس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آجاتی ہے۔

[3] اے امام۔ یعنی تم ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم کھلی ہوئی ہے اور امامت کے لئے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ در شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ چشم روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔

اُو پلیدی را نہ بیند در عبور[1]
وہ گزرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے

ہیچ مومن رامبادا چشم کور
خدا کرے کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

کوریِ باطن بُوَد کانِ شرور
باطن کا اندھاپن برائیوں کی کان ہے

زانکہ اندر فعل وقولش نیست نور
کیونکہ اس کے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

کورِ ظاہر در نجاست ظاہر ست
ظاہری اندھا ' ظاہر نجاست میں ہے

کورِ باطن در نجاساتِ سرست
باطن کا اندھا ' باطنی نجاستوں میں ہے

ایں نجاست ظاہر از آبے رَوَد
یہ ظاہری نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے

واں نجاست باطن افزوں میشود
باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے

جُز[2] بآبِ چشم نتواں شستن آں
اس کو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا

چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

چوں نجس خواندہ است کافر را خدا
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے

ایں نجاست نیست برظاہر ورا
یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

ظاہرِ کافر مُلوّث نیست زیں
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے

آں نجاست ہست در اخلاق ودیں
وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

ایں نجاست بُولیش آید بیست گام
اس نجاست کی بدبو بیس قدم سے آتی ہے

واں نجاست بُولیش از رَے تا بشام
اس نجاست کی بدبو رے سے شام تک ہے

بلکہ لُولیش آسمانہا بر رَوَد
بلکہ اس کی بدبو آسمان تک جاتی ہے

بر دماغِ حُور و رضواں بر شود
حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

آنچہ[3] میگویم بقدرِ فہمِ تُست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے

مُردم اندر حسرتِ فہمِ دُرست
پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

فہم آب ست و وجودِ تو سبُو
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے

چوں سبُو بشکست ریزد آب زُو
جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

ایں سبو را پنج سُوراخست ژرف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں

اندرونے آب ماند خود نہ برف
اس میں نہ پانی ٹھہرے ' نہ برف

اَمرِ غُضُّوا غَضَّۃَ اَبصارَکُم
تو نے اپنی نگاہوں کو پست رکھو کا حکم

ہم شنیدی راست نہادی توسم
بھی سنا تو نے صحیح کان نہ دھرا

[1] عبور۔ گزرنا ' چلنا پھرنا۔ کوری باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسم شر ہے۔ کور ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔

[2] جز بآب چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھوئی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دور تک پھیلتی ہے۔ بلکہ۔ باطنی نجاست کی بو صرف دنیا ہی تک نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔

[3] انچہ می گویم۔ میں نے جو نکتے بتائے وہ تیری عقل کی بقدر بتائے ہیں کوئی پورا سمجھ دار ملے گا تو تفصیل بیان کردوں گا مجھے اس کی تمنا ہے۔ فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو۔ ایں سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواس خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ نہ بند کئے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہے گا جس سے پانی بنتا ہے نہ پانی اس طرح اگر حواس خمسہ کی حفاظت نہ کی جائے گی تو فہم ضائع ہو جائے گی۔ غض غضوا۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اے نبی آپ مومنوں سے کہہ دیجئے وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

از دہانت نُطق فہمت را بَرد — گوش چوں ریگ آبِ فہمت را خورد
تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے — کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سُور اخہائے دیگرت — می گشاند آب فہم مُضمَرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ — تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھول دیتے ہیں

گرز دریا آب را بیروں کُنی — بے عوض آں بحر راہا موں کُنی
اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے — بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را — مَدخلِ اَعواض را و اَبدال را
بے موقع ہے ورنہ میں تجھے حال بتاتا — عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں[۲] عوضہا واں بَدَلہا بحر را — از کجا آید زبعدِ خَرجہا
وہ عوض اور وہ بدلے دریا میں — خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صَد ہزاراں جانور زومی خورند — ابرہا ہم از بُروشش می بَرند
اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں — ابر بھی پانی اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد — از کجا دانند اَصحاب رَشَد
پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے — کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قصّہا آغاز کردیم از شتاب — ماند بے مخلص دروں ایں کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیئے — اس کتاب مثنوی کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے[۳] ضیاء الحق حُسام الدینِ راد — کہ فلک و اَرکان چو تو شاہے نزاد
اے عقلمند ضیاء الحق حسام الدین — کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنا در آمدی در جان و دل — اے دل و جان از قدوم تو خجل
تم دل و جان میں عزت سے آئے — تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

چند کردم مَدحِ قوم ماضے — قصدِ من زانہا تو بودی زاقتضا
میں نے گزشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں — تقضائے طبع سے تم ہی ان سے میرا مقصود تھے

خانہ خود راشناسد خود دعا — تو بنام ہر کہ خواہی کُن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے — تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

بہرِ کتمانِ مَدیح ازنا محل — حق نہادست ایں حکایات و مَثَل
تعریف کو نااہل سے چھپانے کے لئے — اللہ تعالیٰ نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

[۱] از دہانت۔ یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش۔ کان سے غلط باتیں سنیں گا تو فہم برباد ہوگی۔ گرز دریا۔ اولیاء کے حواس خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گھٹاؤ ہوتا ہے لیکن وہ اس کا عوض اور بدل حاصل کر لیتے ہیں۔ بیگہ۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں سمجھتا کہ اولیاء کو یہ عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

[۲] کاں عوضہا۔ بڑے دریاؤں کا پانی خرچ ہوتا رہتا ہے۔ آبرہا۔ بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر بنتا ہے۔ قصہا۔ میں نے اس کتاب میں قصے بیان کرنا شروع کر دیئے۔

[۳] اے ضیاء الحق۔ اس مصرع کا تعلق بارہویں شعر کے آخری مصرع برنویس سے ہے درمیان میں ضیاء الحق کی تعریف ہے۔ راد۔ عقلمند، بزرگ۔ نادر۔ یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادر زمانہ ہے۔ خجل۔ چونکہ میرا دل تیرے شایان شان نہیں ہے انتہاء۔ یعنی میری طبیعت کا تقاضہ یہی ہے کہ تیرا ذکر در حدیث دیگراں کرتا رہوں۔ بہر کتمان۔ اصل شخص کو مخفی رکھنے کے لئے اس کو کسی مثال ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

گرچہ[1] آں مدح از تو ہم آمد خجل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے

لیک پذیرد خدا جُہد المقلِ
لیکن اللہ تعالیٰ نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

حق پذیرد کسرۂ دار د معاف
اللہ تعالیٰ ٹکڑا قبول کر لیتا ہے زیادہ سے معاف رکھتا ہے

کز دو دیدہ گور دو قطرہ گفاف
دو آدمی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مُرغ وما ہی داند آں اِبہام را
اس اجمال کو پرند اور مچھلی سمجھتے ہیں

کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را
کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تابر و آہِ حسوداں کم وَ زَد
تاکہ حاسدوں کی آہ ان پر نہ نکلے

تاخیالش را بدنداں کم گزد
تاکہ ان کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود[2] خیالش راکجا یابد حَسود
ان کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟

در وُثاقِ موش طوطی کے غنود
چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

آں خیال اُو بُود از احتیال
وہ اس کا بناوٹی خیال ہے

موئے ابروے ویست آں نے ہلال
وہ اس کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند

مدحِ تو گویم بروں از پنج و ہفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا

بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت
اب لکھو کہ دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتن دقوقی با امامت آں قوم غیبی

اس غیبی قوم کی امامت کے لئے دقوقی کا آگے بڑھنا

در تحیات[3] و سَلام صالحین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں

مدح جُملہ انبیاء آمد چنین
سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شُد جُملگی آمیختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی

گوزہا دریک لگن در ریختہ
پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود مُمدوح جُز یک بیش نیست
اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے

کیشہا زین روے جُز یک کیش نیست
اس اعتبار سے مذاہب بھی ایک کے علاوہ نہیں ہیں

وانکہ ہر مدے بنورِ حق رَوَد
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے نور کی طرف جاتی ہے

بر صُوَر وَ اشخاص عاریّت بُود
صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

---

[1] گرچہ۔ میری تعریفیں تیرے مرتبہ سے کم ہیں۔ کسرہ۔ روٹی کا ٹکڑا ایک گدا سے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرما لیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ۔ اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام۔ یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں ان سے مقصود۔ ضیاء الحق ہیں۔ تابرو۔ ضیاء الحق کا نام صراحتہً اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسدان پر حسد نہ کریں۔

[2] خود خیالش۔ ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ ان کے تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بل کی ہے۔ احتیال:۔ ان حاسدوں کے ذہن میں۔ ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آ جاتا ہے پنج۔ یعنی پانچوں حواس ہفت۔ یعنی ساتوں آسمان۔

[3] در تحیات۔ التحیات میں جب کوئی السلام علینا وَعلی عباد اللہ الصّٰلحین کہتا ہے تو اس میں مجملاً سب انبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح۔ حقیقی تعریف، صرف خدا کی ہے۔ صُوَر۔ اشخاص اور صورتیں چونکہ اسی نور حق سے کسب فیض کر لیتی ہیں لہٰذا وہ قابل مدح ہو جاتی ہیں۔

مَدحہا جُز مستحق را کے کنند
لوگ مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟

لیک برنید اشت گمرہ ا می شوند
لیکن فاسد گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

ہمچو نورِ تافتہ بَر حائطے
جس طرح کہ نور دیوار پڑ پڑتا ہے

حائط آں انوار را چوں رابطے
اور دیوار ان نوروں کے لئے واسطہ ہے

لا جرم چوں نور سُوئے اصل راند
لا محالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے

ضال مہ گم کردوز اِستائش بماند
گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یاز چاہے عکس ماہے و نمود
یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا

سَر بہ چہ می کردوآں را می سُتود
کنویں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

در حقیقت مادحِ ماہست او
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے

گرچہ جہل اُو بعکسش کرد رُو
اگرچہ اس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

مدحِ اُومہ راست نے آں عکس را
اس کی تعریف چاند کے لئے ہے نہ کہ عکس کے لئے

کفر شدُ آں چوں غلط شدُ ماجرا
جب معاملہ غلط ہوا گیا کفر ہو گیا

گز شقاوت[۲] گشت گمراں آں دلیر
کیونکہ وہ جری بد بختی سے گمراہ ہو گیا ہے

مہ ببالا بُود اُو پند اشت زیر
چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

زیں بُتاں خلقاں پریشاں میشوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں

شہوتے راندہ پشیماں میشوند
شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

زانکہ شہوت باخیالے راندہ است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے

در حقیقت دُور تر وا ماندہ است
درحقیقت اصل سے بہت دور جا پڑتے ہیں

باخیالے[۳] میل تو چوں پَر بُوَد
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے

تابداں پَر بر حقیقت بَر شوَد
تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

چوں براندی شہوتے پرّت بریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا

لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت
تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

پَر نگہدار و چنیں شہوت مَراں
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر

تا پَرِ میلت بَرَد سُوئے جناں
تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لے جائے

خلق پندارند عشرت می کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں

برخیالے پرِّ خود بَرمی کنند
ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

۱۔ گمراہ۔ اگر کوئی ان صورتوں اور اشخاص کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ ہمچو نور۔ دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اس کی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے۔ اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی نہ ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اس کی گمراہی ہے۔ یاز چاہے۔ پانی میں جو عکس ہے اس کی تعریف چاند کی تعریف ہے۔ گرچہ۔ اگر کوئی بالکلیہ اصل تعریف اس عکس کی کرے تو اس کی گمراہی ہے۔

۲ کز۔ شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذات خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اس کی بدبختی ہے۔ زیں بُتاں۔ یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہے۔ خیالے۔ یعنی عارضی حسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔

۳ باخیالے۔ خیالی معشوق سے اگر عشق بھی ہو تو وہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ہو جیسا کہ کہا گیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃ عشق مجازی حقیقی عشق کا پل۔ ہے پر۔ یہ جذبہ عشق ایک پر ہے اس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ خلق۔ لوگ عشق مجازی میں شہوت رانی کر کے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا برباد کر دیتے ہیں۔

وام[1] دارِ شرح ایں نکتہ شدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرض دار ہو گیا ہوں

مہلتم وہ مُعسِرم زاں تن زدم
میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لئے میں خاموش ہو گیا ہوں

باز گشتم زانکہ شُد قصہ دراز
میں لوٹتا ہوں ' کیونکہ قصہ دراز ہو گیا

وقت تنگ و قوم موقوفِ نماز
وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اِقتدا کردنِ آں قوم از پسِ دقوقیؒ

اس قوم کا دقوقی کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شُد آں دقوقیؒ در نماز
نماز میں دقوقی آگے ہو گئے

قوم ہمچوں اطلس آمد اُو طراز
قوم اطلس کی طرح تھی وہ نقش و نگار جیسے

اِقتدا کر دند آں شاہاں قطار
ان شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی

در پے آں مُقتدا رائے نامدار
اس نامدار ' مقتداء کے پیچھے

چونکہ باتکبیر ہا مقروں شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے

ہمچو[2] قُرباں از جہاں بیروں شُدند
قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں

کاے خدا پیشِ تو ما قُرباں شُدیم
کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

وقتِ ذبح اللّٰہُ اکبر میکُنی
ذبح کے وقت تو اللہ اکبر پڑھتا ہے

ہمچنیں در ذبح نفسِ گشتنی
اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

گوئی اللہ اکبر وآں شوم را
تو اللہ اکبر پڑھ ' اور اس بدبخت کا

سَر بُبُرتا وا رہد جاں از فنا
سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

تن[3] چوں اسماعیل وجاں ہمچوں خلیل
جسم اسمٰعیل کی طرح اور روح خلیل اللہ کی طرح ہے

کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

گشت کُشتہ تن ز شہوتہا و آز
جسم شہوتوں اور حرص سے مردہ ہو گیا

شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہو گیا

چوں قیامت پیش حق صفہا زدہ
قیامت کے دن کی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے صفیں باندھے ہوئے ہیں

در حساب و در مُناجات آمدہ
حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز
اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کے آنسو گرا رہے ہیں

بر مثالِ راست خیزِ رُستخیز
قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

---

[1] وام۔ اس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتا دی جائے گی۔ مُعسِرم۔ تنگ دست مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔ قوم۔ یعنی وہ نمازی قوم بمنزلہ رستمین کپڑے کے تھی اور دقوقی اس کے نقش و نگار کی طرح تھے۔ چونکہ جیسے ہی ان بزرگوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی دنیا و مافیہا سے عاقل ہو گئے۔

[2] ہمچو قرباں۔ قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہہ کر چھری چلا دی جاتی ہے تو وہ اس دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے۔ معنی تکبیر۔ تکبیر تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربار خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گویا لہٰذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفس امارہ کو ذبح کر ڈالو۔

[3] تن چو اسماعیل۔ تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو بمنزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بناؤ اور جسم کو بمنزلہ حضرت اسماعیل ذبح اللہ کے بناؤ۔ گشت کشتہ۔ اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مردہ ہو جانا چاہیے اور بسم اللہ کے ذریعہ جسم کل سر بریدہ ہو جانا چاہیے۔ چوں قیامت۔ نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرت حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور حساب و کتاب اور سوال و جواب ہوں گے۔ رستخیز۔ قیامت۔

حق ۱؎ همیگوید چه آوردی مرا — اندریں مُہلت کہ دادم مر ترا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے — اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

عُمرِ خود را در چہ پایاں بُردۂ — قُوت و قوّت در چہ فانی کردۂ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟ — روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوہرِ دیدہ کجا فرسُودۂ — پنج حِسّ را در کجا پالودۂ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے — پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

چشم و گوش و ہوش گوہر ہائے عرش — خرج کردی، چہ خریدی تو ز فرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں — تو نے ان کو خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند — من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے جیسے دیئے — وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے

ہمچنیں پیغامہائے در دگیں — صد ہزاراں آید از حضرت چنیں
اسی طرح کے درد ناک پیغام — دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در ۲؎ قیام ایں گفتہا دار در جوع — وز خجالت شد دو تا اندر رکوع
قیام کی حالت میں یہ باتیں آتی ہیں — شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

ایستادن را نماندہ قوّتے — در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی — وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

قوّتِ اِستادن از خجلت کاند — در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی — شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

باز فرماں ۳؎ در رسد بردار سر — از رکوع و پاسخ حق برشمر
پھر حکم ہوتا ہے سر اٹھا — رکوع سے اور اللہ تعالیٰ کا جواب شمار کر

سر بر آر داز رکوع او شرمسار — باز اندر رُو فتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے — پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر — از سجود و وا دہ از کردہ خبر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے، سر اٹھا — سجدے سے اور اپنے عمل کی بات بتا

سر بر آرد او دگر رہ شرمسار — اندر افتد باز در رُو ہمچو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے — پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

۱؎ حق ہمی گوید۔ اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔ قوت قوت۔ میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش۔ حواس خمسہ دیئے ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیئے ان کو کس کام میں لایا ہے۔

۲؎ در قیام۔ نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں جاتا گویا شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ ایستادن۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی۔ کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہو کر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے۔

۳؎ باز فرماں۔ پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز فرماں پھر سجدہ کی حالت میں اس کو سر اٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھا لیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔

باز گوید سَر برآرو باز گو — کہ بخواہم جُست از تو مُو بمُو
پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سر اٹھا اور بتا — میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوّتِ پا ایستادن نبودش — کہ خطابِ ہیبتے بَرجاں زدش
اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے — کیونکہ ہیبت ناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا ہے

پس نشیند قعدہ زاں بارِگراں — حضرتش گوید سخن گویا بیاں
اس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے — اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

نعمت دادم بگُو شُکرت چہ بُود — دادمت سَرمایہ ہیں بنمائے سُود
میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکر یہ کیا تھا؟ — میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سَرمایہ بَوَد اُو را نہ سُود — شافعے خواہد کہ گوید عُذر زُود
چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع — اس لئے اور سفارشی چاہتا ہوتا کہ جلدی عذر خواہی کردے

بیانِ اشارتِ سَلام سُوئے دست راست در قیامت از ہیبَت مُحاسبۂ حق تعالیٰ واز انبیاء اِستعانت و شفاعت خواستن
اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور انبیاء سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رُو بدستِ راست آرد در سلام — سُوئے جانِ اَنبیاء وآں کرام
سلام میں داہنی جانب کو رخ کرتا ہے — انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

اَنبیاء را اُو سَلامی می کُند — اِستعانت را طلب کردن مَدد
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے — استعانت اور مدد طلب کرنے کے لئے

یعنی ۲ اے شاہاں شفاعت کایں لئیم — سخت در گِل ماندہ اش پائے وگلیم
یعنی اے شاہو! شفاعت کرو، کیونکہ یہ کمینہ — اس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

انبیاء گویند روزِ چارہ رفت — چارہ آنجا بُود و دست افرازِ زفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا — تدبیر اور کافی سامان وہاں میں تھا

مُرغ بیوقتی تو اے بدبخت رَو — ترکِ ما گو خونِ ما اندر مَشو
تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا — ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

رُو بگرداند بسُوئے دستِ چپ — در تبار خویش گویندش کہ خِیب
وہ بائیں جانب رخ کرتا ہے — خاندان اور اپنوں میں سے اس سے کہتے ہیں کہ مکار

۱ باز گوید۔ دوسرے سجدہ میں پھر اس کو حکم ملتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو اس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ نعمت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چوں نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر سفارش کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔

۲ بیان۔ یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیاء اور کرمن کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے۔

۳ یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اس کا مدعا انبیاء سے سفارش چاہتا ہے۔ انبیاء انبیاء اس کو جواب دینگے وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے رُو دیگر دَانَد۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر جائیں جانب سلام کر کے اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔

هیں[1] جواب خویش گو با کردگار
خبردار! اپنا جواب اللہ تعالیٰ کو دے

ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
ہم کون ہوتے ہیں اے جناب ہمیں معاف کیجئے

نے ازیں سُو نے ازاں سُو چارہ شد
جب نہ ادھر سے نہ ادھر سے کوئی تدبیر ہوئی

جانِ آں بیچارہ دلِ صد پارہ شد
اس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

از ہمہ نومید شد مسکیں کیا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا

پس بر آرد ہر دو دست اندر دُعا
تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا
کہ اے خدا میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں

اول و آخر توئی و مُنتہا
اول اور آخر تو ہی ہے اور تو ہی منتہا ہے

ہست امیدے کہ عنایت در رسد
اب امید ہے کہ مہربانی ہو جائے

گردد او ایمن زِ حَبْلٍ مِّن مَّسَدْ
وہ مونجھ معلوم کی رسی سے محفوظ ہو جائے

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے

تا بدانی کایں بخواہد شد یقیں
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا

معنیِ[3] تسلیم ایں اے مُقتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں

کہ توئی حق ہادی و ما مُہتدی
کہ اے اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل کرنے والے ہیں

ہر چہ فرمائی تو مُنقادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں

باقضائے[3] جُرم گو شادیم ما
کہہ دے جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز
نماز کے انڈے سے بچہ باہر نکال

سَر مزن چوں مُرغ بے تعظیم و ساز
بغیر تعظیم اور ادب کے مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

شنیدن آں ذوقیؓ در نماز اَفغانِ اہل کشتی را در غرق شدن

نماز کی حالت میں ذوقیؓ کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سننا

آں ذوقیؓ در امامت کرد ساز
ذوقی نے امامت شروع کر دی

اندر آں ساحل درآمد در نماز
اسی ساحل پر انہوں نے نماز شروع کی

واں جماعت در پے اُو در قیام
وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں تھی

اینت زیبا قوم و بگزیدہ اِمام
زہے! اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد
اچانک ان کی نگاہ دریا کی جانب پڑی

چوں شنید از سوئے دریا داد داد
جب دریا کی جانب سے انہوں نے فریاد فریاد سنا

[1] ہیں۔ رشتہ دار بھی اس کو مایوس کر دیتے ہیں نے ازیں سُو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو اب دل شکستہ ہو کر دربار خداوندی میں دست دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہو کر تیری طرف رجوع کرتا ہے۔
ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو امید پڑتی ہے کہ خدا اس پر رحم کر دے اور اس کی گلوخلاصی ہو جائے۔

[3] معنی تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کے لئے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر ہر تسلیم ختم کرتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔

[3] باقضائے جرم یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہار رضا کرتا ہے۔ بچہ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے ان سے نتیجہ نکال اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔
ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ اینت۔ زہے۔ یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔ داد داد۔ یعنی کشتی والوں کی فریاد۔

درمیان موج دید اُو کشتیئے
در قضا و در بلا وز شیئے
انہوں نے موجوں میں کشتی دیکھی
قضا میں اور بلا میں، اور تباہ میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موجِ عظیم
آن سہ تاریکی واز غرقاب بیم
رات بھی اور ابر بھی اور بڑی موج بھی
تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تُند بادے ہمچو عزرائیل خاست
موجہا آشوفت اندر چپ دراست
ملک الموت کی طرح تیز ہوا تھی
جس نے جائیں اور بائیں موجیں پھلا دیں

اہلِ کشتی از مہابت کاستہ[1]
نعرہ و وا ویلہا بر خاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے
نعرے اور واویلا بلند کیے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سَر میزدند
کافر و مُلحِد ہمہ مخلِص شُدند
روتے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے
کافر اور بدی۔دین سب مخلص ہو گئے تھے

باخدا[2] باصد تضرُّع آں زماں
عہدہا و نذر ہا کردہ بجاں
اس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے
دل و جان سے عہدیں اور منتیں مانتے تھے

سَر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ
روئے شاں قبلہ ندیدار پیچ پیچ
ننگے سر، سجدہ میں وہ لوگ بھی اکہ کبھی
ان کے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا پیچ پیچ کی وجہ سے

گفتہ کہ بیفائدست ایں بندگی
آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
پہلے وہ کہتے تھے یہ عبادت بیکار ہے
اس وقت اس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

از ہمہ امید ببریدہ تمام
دوستان و خال و عَم و باب و مام
سب سب سے امید منقطع کر چکے تھے
دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

زاہد[3] و فاسق شُدآں دم متّقی
ہمچو در ہنگامِ جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار نہ اس وقت متقی ہو گئے تھے
جیسا کہ بدبخت نزع کی حالت میں

نے زچپ شاں چارہ بود و نے زراست
حیلہا چوں مُرد ہنگامِ دُعاست
ان کے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے
تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

دَر دُعا ایشان و دَر زاری و آہ
بر فلک ز ایشاں شدہ دُود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے
ان کی آہوں کا کالا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

دیو آں دم از عداوت بَین بَین
با نگ زد کائے سگ پرستاں علتین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا
پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

---

[1] کاستہ۔ یعنی دبے بھینچے ہوئے۔ کافر دلمحد۔ مشہور ہے۔ جب دیار نوح بتوں نے تو خدا یاد آیا قرآن نے بھی کہا کہ ایسی حالت میں سب مخلص بن جاتے ہیں۔

[2] باخدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مخلص بن جاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید۔ جن لوگوں نے تمام عمر بھی سجدہ نہ کیا ہو وہ سجدے کرنے لگتے ہیں۔ گفت۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔ دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہو جاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا وا ویلہا۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہو جانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے دُود سیاہ۔ آن کی آہوں کا کالا دھواں۔ دیو۔ بدکار چوں کہ شیطان کے پرستار ہیں جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبراتا ہے اور ان کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ دوخرابیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے توبہ کے بعد بد عہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی تذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان ان کو گھور رہا تھا۔

مَرگ وحسک[1] اے اہلِ انکار و نفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت ' اور درد

عاقبت خواہد بُدن ایں اتّفاق
انجام کار اس کا اتفاق ضرور ہو گا

چشمِ تاں تَر با شد از بَعد خلاص
خلاصی کے بعد کیا تمہاری آنکھ نَم ہو گی؟

کہ شوید از بہرِ شہوت دیوِ خاص
کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ گے

یاد تاں ناید کہ روزے دَر خَطر
تمہیں یاد بھی نہ آئے گا کہ خطرے کے دن

دَستِ تاں بگرفت یزداں از قَدر
قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں ہمی آمدندا از دیو لیک
شیطان کی یہ آواز آ رہی تھی ' لیکن

ایں سخن رانشنود جُز گوشِ نیک
اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

راست[2] فرمودست باما مصطفےٰ
ہم سے مصطفےٰ نے سچ فرمایا ہے

قطب و شاہنشاہ و دَریائے صفا
جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا

عاقِل آں بیند ز اوّل مرتبت
عقلمند اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

کارہاز آغاز گر غیب ست و سِر
کام کا انجام اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے

عاقل اوّل دید و آخر آن مُصِر
عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور جہالت پر مصر نے آخر میں

اوّلش پوشیدہ باشد و آخراں
اس کے شروع میں انجام پوشیدہ ہوتا ہے اس کو آخر میں

عاقِل و جاہل بہ بیند دَر عیاں
عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عَنُود
اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے

حَزم[3] را سیلاب کے اندر رَبُود
تو احتیاط کو سیلاب کب بہا لے گیا ہے

تصوّراتِ مردِ حازِم

محتاط انسان کے خیالات

حزم[3] چہ بُود بَدگمانی دَر جہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے ' دنیا میں بدگمانی

دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
لحہ بہ لحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچنانکہ ناگہاں شیرے رسید
اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا

مَرد را بَرَ بُود و در بیشہ کشید
اس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

اُوچہ اندیشد دراں بُردَن ببیں
اس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے ' غور کر

تو ہماں اندیش اے اُستادِ دیں
اے دین کے استاد تو بھی وہی سوچ

---

۱ حَسک جیم کے فتح ساتھ درد رنج ۔ چشمِ تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم نہ کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی۔ نشنود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کے لئے ہے۔

۲ راست۔ اس واقعہ سے آنحضورؐ کے قول کی تصدق ہو جاتی ہے کہ جاہل کہ جو کچھ انجام کار میں کرتا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتداء کار میں کر گزرتا ہے کشتی نشین فساق نے بالآخر گریہ و زاری کی جو اولیاء اللہ ابتدا میں کر لیتے ہیں۔ کانچہ۔ مشہور ہے۔ انچہ دانا کند' کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار ستر۔ اپنی جہالت پر مُصر۔ گر نہ بینی۔ اگر ایک عام آدمی غیبی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا رہے۔

۳ حزم۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہر وقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا ہے۔ آنچنانکہ۔ حزم کے معنی اس مثال سے سمجھ لو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر چپٹ گیا جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملہ سے پہلے ہی وہ سوچ لو۔

می[1] گشد شیرِ قضا در بیشہا — جانِ ما مشغولِ کار و پیشہا
قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لے جا رہا ہے — ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقرمی ترسند خلق — زیرِ آبِ شور رفتہ تا بہ حلق
جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں — گویا کہ کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بتر سندے ازاں فقر آفریں — گنجہا شاں کشف گشتے در زمیں
اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے — تو زمین میں گڑے ہوئے خزانے پر منکشف ہو جاتے

جملہ شاں از خوفِ غم در عینِ غم — در پے ہستی فتادہ در عدم
وہ سب غم کے ڈر سے بعینہ غم میں مبتلا ہیں — ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

دُعا و شفاعتِ دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اس کشتی کی نجات کے لئے دقوقی کی دعا اور سفارش

چوں دقوقی آں[2] قیامت را بدید — رحمِ اُو جوشید و اشک اُو دوید
دقوقی نے جب اس قیامت کو دیکھا — ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ پڑے

گفت یارب منگر اندر فعلِ شاں — دستِ شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں
فرمایا اے خدا ان کے اعمال کو نہ دیکھ — اے شاہ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر — اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر
انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے — اے وہ ذات کہ تیرا دست قدرت بحر و بر پر ہے

اے کریم و اے رحیم سرمدی — در گزار از بد سگالاں ایں بدی
اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے — بد عقیدہ لوگوں کی اس بدی سے در گزر کر

اے[3] دادہ رائیگاں صد چشم و گوش — نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش
اے وہ کہ جس نے بیشمار آنکھیں اور کان مفت دیتے ہیں — عقل و ہوش بھی رشوت سے نہیں بخشے ہیں

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا — دیدہ از ما جملہ کفران و خطا
مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی — ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — تو توانی عفو کردن در جریم
اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو — جرم میں تو ہی معاف کر سکتا ہے

ناز آز و حرص خود را سوختیم — ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپ کو جلا ڈالا ہے — یہ دعا بھی ہم نے تجھ ہی سے سیکھی ہے

[1] می گشد۔ لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیر قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے۔ آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اس قدر اس کے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنے والے خدا سے اس طرح ڈریں تو ان پر زمین کے خزانے منکشف ہو جائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔ جملہ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عین غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور مستقل فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کر لیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کر لے۔

[2] آں قیامت۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے کے احوال۔ شاں۔ یعنی کشتی میں سوار، گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحر و بر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بد سگالاں۔ بد عقیدہ۔

[3] اے بدادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرما دیئے ہیں۔ جریم۔ جرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر ہمارا دعا مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے۔

حُرمتِ آں کہ دُعا آموختی
اس کے طفیل کہ تو نے دعا سکھائی ہے

در چُنیں ظلمت[1] چراغ افروختی
ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیر و رہنما توفیق دہ
دستگیری فرما، اور رہنمائی عطا فرما

جُرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
خطا بخشدے، اور معاف کر دے اور گرہ کھول دے

ہمچنیں می رفت بر لفظش دُعا
دعا ان کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی

آں زماں چوں مادرانِ با وفا
اس وقت جیسا کہ با وفا ماؤں کے الفاظ میں

اشک میرفت از دو چشمش وآں دُعا
ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ دعا

بیخود از وے می برآمد برسَما
بے خودی میں ان سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دُعائے بیخوداں خود دیگرست
بیخودوں کی دعا دوسری ہی چیز ہے

آں دُعا نیست گفتِ داور ست
وہ دعا ان کی نہیں، خدا کی بات ہے

آں دُعا حق میکُند چوں اُو فناست
جبکہ وہ بیخود مقام فنا میں ہے وہ دعا اللہ فرماتا ہے

آں دعا و آن اِجابت از خداست
وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

واسط[2] مخلوق نے اندر میان
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے

بیخبر زان لابہ کردن جسم و جان
اس خوشامد سے جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

بندگانِ حق رحیم و بُردبار
اللہ تعالیٰ کے رحیم اور بردبار بندے

خوئے حق دارند در اِصلاحِ کار
معاملہ کی اصلاح میں اللہ تعالیٰ کی خو اختیار کر لیتے ہیں

مہربان۔ بے رشوتاں یاریگراں
مہربان بغیر رشوت کے مددگار ہوتے ہیں

مُشفقان و مُستعاں غمخوارگاں
مشفق اور غمزدوں کے مددگار ہوتے ہیں

از ترحّم[3] دستگیراں شافعاں
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی ہوتے ہیں

در مقام سخت و در روزِ گراں
سخت جگہ اور بھاری دن میں

ہیں بجُو ایں قوم را اے مُبتلا
اے مصیبت زدہ اس قوم کو تلاش کر لے

ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی ان کو غنیمت سمجھ

رستَ کشتی از دم آں پہلوان
اس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی

واہلِ کشتی را بجہد خود گماں
کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر
کہ شاید بچاؤں میں انہیں کی بازو نے

بر ہدف انداخت تیرے از قدر
صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

---

[1] ظُلمت۔ یعنی خطاکاری۔ چراغ۔ یعنی دعا کی تعلیم۔ چُنیں۔ جس طرح ماں بے چین ہو کر بچہ کے لئے دعا کرتی ہے قوتی کی یہی حالت تھی۔ بے خود۔ یعنی دعا میں ایسے مصروف تھے کہ ان کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بے خود ہو کر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فنا فی اللہ ہے اس لئے وہ دعا اس کی طرف منسوب نہ ہوگی بلکہ خدا کی جانب سے ہوگی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اس کی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] واسطہ۔ جبکہ وہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بندگان حق۔ خاصان خدا چونکہ خدائی اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور ان کی حالت بھی یہی ہو جاتی ہے کہ رحمت حق بہانہ می جوید۔

[3] از ترحّم۔ وہ محض اپنی صفت رحم کی وجہ سے سفارش اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ ہیں۔ اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا ہونے پر بھی اور مصیبت میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیے۔ رستَ۔ کشتی۔ کشتی قوتی کی دعا سے بچی، کشتی والے سمجھے کہ ان کی قوت بازو سے بھنور سے نکلی۔

پارہاند[1] رُو بہاں را در شِکار
شکار میں لہڑیوں کو پاؤں بچاتے ہیں

واں زُدم دانند روبا ہاں غِرار
وہ دھوکے میں مبتلا لہڑیاں دم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

عِشقہا بادُم خود بازندکیں
وہ دم سے محبت کرتی ہیں کہ اس نے

میر ہاند جانِ مارا اَز کمیں
ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

از ضَلالت بوسہا بَر دُم دہند
نادانی سے دم کو چومتی ہیں

رقص گیرند وز شادی بر جہند
ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

رُوبہا پار انگہدار از حَجر
اے لہڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر

پا چو نبُود دُم چہ سُودائے خیرہ سَر
اگر پاؤں نہ ہو تو اے بیوقوف دم سے کیا فائدہ ہے

ماچور و باہیم پائے ما کِرام
ہم لہڑی کی طرح ہیں، ہمارے پاؤں بزرگ ہیں

می رہاند ماں زصد گواں اِنتقام
ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

حیلہ باریکِ ماچوں دُمِ ماست
ہماری نازک تدبیر ہماری دم کی طرح ہے

عشقہا بازیم بادُم چپ و راست
ہم دائیں بائیں سے دم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ز استدلال و مَکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں

تاکہ حیران بِنداز ما زید و بکر
تاکہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

طالبِ حیرانیِ خلقاں شُدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلب گار بن گئے ہیں

دستِ طمع اندر اُلوہیّت زدیم
ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تابا فسوں[2] مالکِ دِلہا شَویم
تاکہ فریب کے ذریعہ ہم لوگوں کے مالک بن جائیں

ایں نمی بینیم ما کاندر گَویم
ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم گڑھے میں ہیں

درگوی و دَر چہی اے قلتباں
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنوں میں ہے

دست و دار از سَبالِ دیگراں
دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بُستانے رسی زیبا و خوش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے

بعدازاں دامانِ خلقاں گیر و کَش
اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

اے[3] مقیم حَبسِ چار و پنج و شش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قیدخانے میں مقیم

نغز جائے دیگراں راہم بکَش
کیا اچھی جگہ ہے دوسروں کو بھی کھینچ لے

---

[1] پارہاند۔ اس کی مثال یہ ہے کہ لہڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں مبتلا۔ کمین۔ شکاری کی گھات، روبہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کونجات کا اصل ذریعہ ہے اس کی حفاظت کرو۔ خیرہ سَر۔ بددماغ۔ کرام۔ یعنی ہماری نجات کا ذریعہ بندگان دین ہیں۔ حیلہ باریک۔ یعنی ہم خود جو اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں ان کی مثال لہڑی کی دم کی سی ہے جس کو اس نے باعث نجات سمجھتا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں۔ ایسی تقریریں کرتے ہیں جس سے لوگ حیران ہو جائیں۔ طالب۔ یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا کہ ان کو مرعوب کر کے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

[2] تابا فسوں۔ ان مکاریوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود غیر کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ درگو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو معتقد بنا کر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بیشک دوسروں کو معتقد بنا کر اس مقام پر کھینچ۔

[3] اے مقیم۔ جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اس کی پہنچ صاف سفلیات تک ہے اور علویات سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کونسی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

اے ۱ چو خر بندہ حریفِ کونِ خر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے

بوسہ گاہے یافتی مارا ببر
تو نے اچھی بوسہ گاہ پائی ہے ہمیں بھی لے چل

چوں ندادت بندگیِ دوست دست
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے

میلِ شاہی از کجایت خاستت
تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں

بستۂ در گردنِ جانت زہے
تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

رُوبہا ایں دُم حیلت را بہل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دم کو چھوڑ دے

وقف کُن دل بر خداوندانِ دل
دل والوں پر دل کو وقف کر دے

دَر ۲ پناہِ شیر کم ناید کباب
شیر کی پناہ میں کب بوں کی کمی نہیں ہوتی ہے

رُوبہا تو سُوئے جیفہ کم شتاب
اے لومڑی! تو مردار کی طرف نہ دوڑ

تو دِلا منظورِ حق آنگہ شوی
اے پیارے! تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر بنے گا

کہ چو جُزوے سُوے کلِّ خود روی
جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائے گا

حق ہمی گوید نظر ماں بر دل ست
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہماری نظر دل پر ہے

نیست بر صورت کہ آں آب و گل ست
صورت پر نہیں کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

تو ہمی گوئی مرا دِل نیز ہست
تو کہتا ہے میرے بھی دل ہے

دل ۳ فرازِ عرش باشد نے بہ پست
دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

دَر گلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست
کالی کیچڑ میں یقیناً پانی ہے

لیک ازاں آبت نشاید آب دست
لیکن اس پانی سے وضو یا استنجا مناسب نہیں ہے

زانکہ گر آب ست مغلوبِ گل ست
کیونکہ اگرچہ پانی ہے لیکن مٹی کے مغلوب ہے

پس دل خود را مگو کایں ہم دل ست
تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دِلے کز آسمانہا بر ترست
وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے

آں دلِ ابدال یا پیغمبرست
وہ ابدال کا دل یا پیغمبر کا دل ہے

پاک گشتہ آں ز گل صافی شُدہ
وہ پاک ہو گیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے

در فزونی آمدہ وافی شُدہ
ترقی میں آ کر بھرپور ہو گیا ہے

۱ اے چو۔ جب تک انسان عالم سفلی میں پھنسا ہے تو اس کی مثال اس گدھے والے کی سی ہے جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اس کو گدھے کی مقعد سے قرب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کوئی اچھی بات ہے۔ بوسگاہ ہے یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ زہے۔ پہلے مصرع میں بمعنی تعجب ہے، دوسرے مصرع میں زہ بمعنی کمان کا چلہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی ثانت کا پھندا۔

۲ در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیروں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیاء کی دعاؤں سے بدرجہ اولیٰ حاصل ہو جائے گا۔ جزوی۔ یعنی تیرا دل ناقص ہے کل یعنی اولیاء کا دل۔ حق ہمی گوید۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر رکھتے ہیں، لیکن دراصل تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظورِ نظر بن سکے۔

۳ دل۔ بیشک دل میں یہی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالم مجردات کی چیز ہے اگر وہ آب و گل میں مبتلا ہے تو پھر اس میں اور صورت میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظورِ خدا نہیں ہے۔ و گل۔ جو دل آب و گل سے آلودہ ہے اس کی مثال اس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو پانی اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آ سکتا، اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔ زانکہ۔ کیچڑ میں پانی حقیقی پانی نہیں ہے اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔ آن دلے۔ جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالاتر ہے تو وہ اولیاء اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظورِ خدا نہ سمجھو اور ایسا اولیاء سے جڑ جاؤ۔

ترکِ ۱؎ گِل کردہ سُوءِ بحر آمدہ
مٹی کو چھوڑ کر سمندر کی طرف آ گیا ہے

رُستہ از زندانِ گِل بحرے شُدہ
وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

آبِ ماۤ محبُوسِ گِل ماندست ہیں
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے

بحرِ رحمت جذب کُن مارا ازیں
اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے چوس لے

بحر گوید من تُرا دَر خود کشم
سمندر کہتا ہے میں تجھے کھینچ تو لوں

لیک می لافی کہ من آبِ خوشم
لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

لافِ تو محروم میدارد تُرا
تیری شیخی، تجھے محروم رکھتی ہے

ترکِ آں پندار کُن در من درآ
اس غرہ کو چھوڑ دے، میرے اندر آ جا

آبِ گِل خواہد کہ دَر دریا رَوَد
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے

گِل گرفتہ پائے آب و می کشد
مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گِل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے

گِل بماند خشک و اُو شُد مستقِل
مٹی خشک رہ جائے وہ مستقل بن جائے

آں کشیدن ۲؎ چیست از گِل آب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟

جذبِ تو نقُل و شرابِ ناب را
تیرا چینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت

خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں
خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر، اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن
خواہ باغ اور سواری، اور تلوار اور ڈھال

خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن
خواہ سلطنت، اور گھر اور اولاد، اور بیوی

ہر یکے زینہا تُرا مستی کُند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے ہوش کر دیتی ہے

چوں نیابی آں خُمارت میزند
جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کر دیتی ہے

ایں ۳؎ خُمارِ غم دلیلِ آں شُدست
یہ غم کی اینٹھن اس کی دلیل ہے

کہ بداں مفقود مستی اَت بُدست
کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جُز باندازہ ضرورت زو مگیر
قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے

تا نہ گردد غالب و بر تو امیر
تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سَر کشیدی تو کہ من صاحبدلم
تو نے اس لئے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں

حاجتِ غیرے ندارم واصلم
مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں خود واصل بحق ہوں

۱؎ ترکِ گِل۔ اولیا اور انبیاء کے دل عام ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں۔ سو بحر۔ یعنی بحر وحدت۔ آبِ ما۔ یہاں مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ رطین۔ یعنی عالم ناسوت۔ بحر گوید۔ اولیاء عوام کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی نانیت مانع بنتی ہے۔ پندار۔ یعنی اپنے دل کی صفائی آبِ گِل۔ یعنی عوام کا دل اولیاء کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالم ناسوت کی لاتیں مانع بنتی ہیں۔ گر رہاند۔ دل کو مصطفیٰ بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

۲؎ آں کشیدن۔ مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی وجہ عالم ناسوت کی لذتیں ہیں۔ ہم چنیں۔ صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے منصفی ہونے کے لئے مانع ہے۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بنانی ہے اور شراب کا کام کرتی ہے چنانچہ دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہونے سے وہ اینٹھن پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

۳؎ ایں خمار۔ لذائذ دنیوی نہ حاصل ہونے سے بدن میں اینٹھن پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جُز باندازہ۔ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدر ضرورت استعمال کیا جائے ان کی کثرت نہ کی جائے۔ سرکشیدی۔ اولیاء سے وابستگی سے سر کسی شخص اس بنیاد پر ہے کہ تو اپنے آپ کو حاصل بحق سمجھے ہوئے ہیں۔

آنچناں[1] کہ آب در گل سر کشد
یہ ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے

کہ منم آب و چرا جویم مدد
کہ میں تو پانی ہوں' میں کیوں مدد چاہوں'

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی
تو نے اس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے

لا جرم دل رز اہلِ دل برداشتی
اسی لئے تو لامحالہ صاحب دل سے دل برداشت ہے

خود روا داری کہ آں دل باشد ایں
کیا تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے

کہ بود در عشق شیر و انگبیں
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں مبتلا ہے

لطفِ شیر و انگبیں عکسِ دل ست
دودھ اور شہد کا لطف دل کے لطف کا عکس ہے

ہر خوشے کآں خوش از دل حاصل ست
ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے

پس[2] بود دل جوہر و عالم عرض
تو دل جوہر ہوتا ہے اور عالم عرض

سایۂ دل چوں بود دل را غرض
دل کا سایہ دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دلے کو عاشقِ مال ست و جاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے

یا زبونِ ایں گل و آبِ سیاہ
یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلمات او
یا ان خیالات سے مغلوب ہے اندھیرے میں

می پرستد شاں برائے گفتگو
جن کو وہ پوجتا ہے ایسا دل محض کہنے کو دل ہے

دل نباشد غیرِ آں دریائے نور
دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے

دل نظر گاہ خدا و نگاہ گور
دل خدا کا صحیح نظر ہو' اور پھر اندھا ہو

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے

دریکے باشد کدامست آں کدام
کسی ایک میں ہوتا ہے' وہ کون ہے کون؟

ریزۂ دل را بہل دل را بجو
دل کے ریزے کو چھوڑ' دل کو تلاش کر

تا شود آں ریزہ چوں کو ہے ازو
تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دل[3] محیط ست اندریں خطّہ وجود
اس عالم وجود میں دل ایک سمندر ہے

زر ہمی افشاند از احسان وجود
احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

از سلام حق سلامتہا نثار
اللہ تعالیٰ کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور

میکند بر اہلِ عالم ز اختیار
کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے اختیار سے

[1] آنچناں۔ عالم ناسوت میں پھنسنے کے باوجود اصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔ خود روا داری۔ تو خود انصاف کر یہ تیرا دل' دل کہلانے کے قابل ہے تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ لطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہوا گر دل میں لذت ہے تو اس چیز میں لذت ہے ورنہ انہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔

[2] پس۔ جبکہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں ہیں تو دل کا مقصود خود اس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دلے۔ جو دل دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے۔ حقیقتاً دل نہیں ہے۔ کدام۔ حقیقی دل اولیاء کا دل ہے۔ ریزہ۔ تیرا دل' دل نہیں ہے دل کا ریزہ ہے اولیاء کا دل مکمل دل ہے ان سے وابستگی کر لے تیرا ریزہ پہاڑ بن جائے گا۔

[3] دل۔ یعنی اولیاء کا دل دنیا میں ایک سمندر ہوتا ہے جو لوگوں پر زر افشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اس کو عطا کر دی جاتی ہیں پھر وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔

ہر کرا[1] دامن دُرست ست و مُعَد — آں نثارِ دل بر آنکس میرسد
جس کا دامن درست اور تیار ہے — دل کا وہ نچھاور اس کو پہنچتا ہے

دامنِ تو آں نیازست و حضور — ہیں مَنِہ در دامن آں سنگِ فجور
تیرا دامن ' نیاز مندی اور حاضری ہے — خبردار دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

تاند ردّ دامنت زاں سنگہا — تا بدانی نقد را از رنگہا
تاکہ ان پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے — خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لینا

سنگ[2] پُر کردی تو دامن از جہاں — ہم ز سنگِ سیم و زر چوں کودکاں
تو نے دنیا میں ' دامن پتھروں سے بھر لیا — بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

آں خیالِ سیم و زر چوں زر نبُود — دامنِ صدقت درید و غم فزود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا — اس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ — تا نگیر و عقل دامن شاں بچنگ
بچوں کو پتھر ' پتھر کب نظر آتا ہے — جب تک عقل چنگل سے ان کا دامن نہ تھام لے

پیر[3] عقل آمد نہ آں مُوئے سفید — مُومی گنجد دریں بحث و اُمید
پیر عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال — اس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بَر دُعا و شفاعتِ قوتیؓ و نا پیدا شدُن دَر پردۂ غیب و حیران شدنِ قوتیؓ کہ ایشاں بَہَوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند

ان لوگوں کا قوتی کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں
ان کا غائب ہو جانا اور قوتی کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے
گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد یکام — شُد نمازِ آں جماعت ہم تمام
جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی — ان لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

فُجّے اُفتاد شاں باہمدگر — کیں فضولی را کہ کرد از مازشر
ان میں آپس میں کھس پھس ہوئی — کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام میں سے کس نے کیا ہے

ہر یکے با ہمدگر گفتند سِر — از پسِ پُشتِ قوتیؓ مُستتر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا — قوتی کے پیچھے پوشیدہ طور پر

[1] ہر کرا۔ جو اپنا درست دامن پھیلائے گا اس کے دامن میں وہ سونا آجائے گا۔ دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ اولیاء کی جناب میں نیاز مندی اور حاضری مراد ہے۔ ہیں مَنِہ۔ پہلے شعر میں درست دامن کہا تھا درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق و فجور نہ کر۔ تا۔ بدانی۔ لیکن عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیے۔

[2] سنگ۔ دنیا دار اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے۔ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اس دنیا دار کا کام طفلانہ ہے۔ زرِ نبود۔ اس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ کے نماید۔ دنیا دار بھی پیر نابالغ ہے۔ جس کو عقل نہیں ہے۔ جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اسی طرح دنیا دار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔

[3] پیر۔ یعنی پیر عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو۔ اگر محض بال سفید ہیں تو اس کو پیر نہیں کہا جا سکتا۔ موئے۔ یعنی بزرگی اور پیری میں بالوں کا کوئی دخل نہیں ہے بکام۔ یعنی کشتی ساحل پر آگئی۔ فجج۔ کھس پھس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اس کو اختیار نہ تھا۔ وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی دعا جس کی وجہ سے کشتی بچی۔ ہر یکے ان بزرگوں میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ ہم نے نہ زبان سے دعا کی ہے نہ دل سے۔

گفت ہر یک من نکردستم کنوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے اب

ایں دُعائے از بُروں نے از دروں
یہ دعا ' نہ بظاہر ' نہ بباطن

گفت ماناً ا کایں امام ماز درد
کہا یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے

بو المفضولا نہ منا جاتے بکرد
فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

گفت آں دیگر کہ اے یاراں یقیں
دوسرے نے کہا کہ اے دوستو! یقیناً

مَر مَرا ہم مینُماید اینچنیں
مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

اُو فضولی بودہ اَست از انقباض
انقباض کی وجہ سے وہ فضول بنا ہے

گرد بر مُختارِ مُطلق اعتراض
اس نے مختار مطلق پر اعتراض کیا ہے

چوں ۲ نگہ کردم سپس تا بنگرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھو

کہ چو میگویند ایں اہلِ کرم
یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

پک از ایشاں را ندیدم در مقام
موقع پر میں نے ان میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا

رفتہ بُودند از مقامِ خود تمام
اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر
نہ بائیں ' نہ دائیں ' نہ اوپر نہ نیچے

چشمِ تیزِ من نشُد بر قوم چیر
اس قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

دُرّہا بُودند گوئی آب گشت
گویا موتی تھے ' پانی بن گئے

نے نشانِ پائے ونے گردے بدشت
نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

در ۳ قُبابِ حق شدند آں دم ہمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے

دَر کدا میں رَوضہ رفتند آں رمہ
وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی

دَر تحیُّر ماندم کایں قوم را
میں حیرانی میں پڑ گیا کہ اس قوم کو

چوں بپوشانید حق بر چشمِ ما
اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

آنچناں پنہاں شدند از چشمِ اُو
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے

مثلِ غوطہ ماہیاں در آبجُو
جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

سالہا در حسرتِ ایشاں بماند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے

عمر ہا در شوقِ ایشاں اشک راند
ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے

تو بگوئی مَردِ حق اندر نظر
تو کہے گا مرد خدا ' نگاہ میں

کے در آرد با خدا ذکرِ بشر
خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے

ا ماناً۔ تحقیقاً۔ بوالمفضول۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مُناجات۔ دعا۔ اِنقباض۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے سے اس کو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراض۔ اللہ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

۲ چوں نگہ۔ یعنی ذوق نے کہا۔ اہل کرم۔ یعنی وہی مُتَعَبِّدِیْ نے بچپ۔ یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا۔ ان کو کہیں نہ پایا۔ آب گشت۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جا کر گم ہو گئے۔ گردے چلنے سے گرد اٹھتی ہے۔

۳ دَر قُباب یعنی اللہ تعالیٰ کے قریب خیموں میں چلے گئے۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ ذوقی کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہا۔ ذوقی ان کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئی۔ ذوقی کے ان بزرگوں کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کریں گا کہ ذوقی جبکہ بزرگ تھے تو ان انسانوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

خر ازیں[1] اے می خسپد اینجا اے فلاں
اے فلاں اس مقام پر گدھا اس لئے سو جاتا ہے

کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
کہ تو نے ان کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام
اے ناقص انسان کام اسی وجہ سے تباہ ہوا

کہ بشر دیدی مر ایشاں را چو عام
کہ تو نے ان کو عام انسانوں جیسا بشر سمجھا

تو[2] ہماں دیدی کہ ابلیسِ لعیں
تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے

گفت من از آتشم آدم زطیں
کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدم مٹی کا ہے

چشم ابلیسانہ را یک دم بہ بند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کر لے

چند بینی صورت آخر چند چند
صورت کو کتنا دیکھے گا آخر کتنا کتنا!

اے ذوقی باد و چشمِ ہمچو جُو
اے ذوقی! نہر جیسی دو آنکھوں سے

ہیں مَبُر امید و ایشاں را بجُو
خبردار مایوس نہ ہو، اور ان کو تلاش کر

ہیں بجُو کہ رکنِ دولت جُستن ست
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے

ہر گشادے در دل اندر بستن ست
ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمہ کارِ جہاں پَر داختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر

گُوو گُو می گو بجاں چوں فاختہ
فاختہ کی طرح دل و جان سے کو اور کو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے مجتبب
اے محبوب! اس میں اچھی طرح غور کر

کہ دعا[3] را بست حق بر اُستجب
کہ اللہ نے مجتبب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد ز اعتلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا

آں دُعایش می رَوَد تا ذوالجلال
اس کی دعا اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے

باز شرح کردنِ حکایتِ آں طالب روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داؤد علیہ السّلام و مُستجاب شدنِ دُعائے اُو

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت حلال روزی طلب کرنے والے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اس کی دعا کا قبول ہونا

یاد م آمد آں حکایت کاں فقیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا کہ وہ فقیر

روز و شب میکرد افغان و نفیر
دن، رات فریاد اور زاری کرتا تھا

وز خدا می خواست روزیِ حلال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا

بے شکار و کسب و رنج و انتقال
بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے سے

---

[1] خر ازیں۔ یعنی دہری غفلت اور غلطی ہوتا کہ بشر۔ یعنی معترض کی غلطی در غلطی یہ ہے کہ وہ ان کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب وہ فانی فی اللہ تھے تو وہ خواص بشری سے معریٰ اور روح محض تھے۔

[2] تو ہماں۔ ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا یہ شیطانی نظر ہے شیطان نے آدم کی صورت ظاہری کو دیکھا ان کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔ اے ذوقی مولانا فرماتے ہیں معترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے ذوقی تم اس کی پروانہ کرو اور ان بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ایں بجُو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے کو کو۔ بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔

[3] کہ دعا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا تر کرا۔ جو ان نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اس دعا ضرور بارگاہ الٰہی تک پہنچتی ہے۔ انتقال۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا چلنا پھرنا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ اُو
اس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیے ہیں

لیک اِ تعویق آمد و شُد پنج تُو
لیکن رکاوٹ آ گئی اور پنج گونی ہو گئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت
میں تجھ سے وہ قصہ کہوں گا وہ کہاں بچے گا

چوں زابرِ فضلِ حق حکمت بریخت
جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

صاحبِ گاؤش بدید و گفت ہین
گائے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردار!

اے بظلمت گاوِ من گشتہ رہین
اے وہ کہ تیرے ظلم میں گائے پھنس گئی

ہیں چرا کُشتی بگو گاوِ مرا
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری

لبلہِ طرّار اِنصاف اندر آ
اے بیوقوف کٹھ کے انصاف میں آ

گفت من روزی زحق میخواستم
اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے روزی مانگتا تھا

قبلہ ۲ را از لابہ می آراستم
قبلہ کو آہ وزاری سے سجاتا تھا

سالہا بُود ست کارِ من دُعا
میرا کام سالوں دعا کرتا رہا ہے

تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گائے بھیج دی

چوں بدیدم گاؤ رابر خاستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا

روزیِ من بُود کش می خواستم
میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کہنہ ام شُد مُستجاب
وہ میری پرانی دعا قبول ہو گئی

روزیِ من بُود کشتم نک جواب
وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کر لیا یہ جواب ہے

رفتن ہر دو خصم پیش داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
دونوں فریق کا حضرت داؤد (ہمارے نبی اور ان پر صلوٰۃ وسلام ہو) کے سامنے جانا

اُوز ۳ چشم آمد گریبانش گرفت
وہ غصہ آیا اس کا گریبان پکڑا

چند مُشتے زد برویش نا شگفت
بے تحاشا اس کے منہ پر چند مکے مارے

می کشیدش تا بداؤدِ نبی
اس کو داؤد نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا

کہ بیا اے ظالمِ کجِ غبی
کہ آ اے احمق بیوقوف ظالم!

حُجّتِ بارِ درہا کُن اے دغا
اے دغا باز! کج حجتی چھوڑ

عقل در تن آور و با خویش آ
اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

ایں چہ میگوئی دُعا چہ بُود مخند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اڑا

بر سر و ریش من و خویش اے لوند
اے بیباک میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

ا تعویق۔ رکاوٹ۔ ہم۔ یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤں گا اس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے ظلمت یعنی جب گائے اس دعا کرنے والے کے گھر میں گھس آئی اور اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آ کر کہا۔ طرار۔ جیب تراش۔

۲ قبلہ را۔ یعنی قبلہ رو ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کش۔ کہ اش۔ مستجاب۔ مقبول۔ ہر دو خصم۔ یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔

۳ اوز خشم۔ گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اس نے اس کو گریبان پکڑا اور منہ پر چند طمانچے مارے کیج۔ احمق۔ دغا۔ دغا باز۔ حجب یار دھندی دلیل یعنی ایسی دلیل جو دوسرے کو ثابت نہ کر سکے۔ ایں چہ۔ کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہو جاتا ہے۔ لوند۔ لام کے زبر اور دال کے زیر کے ساتھ بیباک وہ جو خدا اللہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔

گفت من باحق دُعاہا کردہ ام
اس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں

اندریں لابہ بسے خود خوردہ ام
اس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

من یقیں دانم دُعا شُد مُستجاب [۱]
میں یقینی طور پر جانتا ہوں دعا قبول ہو جاتی ہے

سَر بزَن بر سنگ اے مُنکر خطاب
اے بدگو! پتھر پر سر مار

گفت گرد آئید ہاں اے مسلمیں
اس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ

ژاژ بینید و فُشارِ ایں مہیں
اس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

اے دغا تا چند خائی ژاژ را
اے دغا باز! کتنی بکواس کرے گا

خُبتِ قاطع بگوچہ بُود دُعا
فیصلہ کن دلیل لا دعا کیا ہوتی ہے

اے مسلماناں دعا مالِ مرا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو

چوں از آنِ اُو کُند بہرِ خدا
کیسے اس کی ملکیت بنا دیگی خدا کے لئے

گر چنیں بُودے ہمہ عالَم بدیں
اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ اس

یک دُعا اَملاک بُردندے بکیں
ایک دعا سے جبراً جائدادیں مار لیتے

گر چنیں بُودے گدایانِ ضریر
اگر ایسا ہو سکتا، تو اندھے بھکاری

خشتِ گشتہ بُدندے و اُمیر
باحشمت اور امیر ہو جاتے

روز و شب اندر دُعا اندوشنا
دن رات دعا اور تعریف میں

لابہ گویاں کہ تو ماں وہ اے خدا
خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

تا تو [۲] ندہی ہیچکس ندہد یقیں
جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دے گا

اے گشائندہ تو بگشا بندِ ایں
اے کھولنے والے! اس بند کو کھول دے

مَکسَبِ کوراں بُود لابہ و دُعا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے

جُز لبِ نانے نیابند از عطا
وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست
مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے

ویں فروشندہ دُعا ہا ظلم جُوست
اور یہ دعا فروش ظالم ہے

ایں [۳] دُعا کے باشد از اسبابِ مِلک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟

کے گشد ایں را شریعت خود بسلک
اس کو شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیّت یا عطا
فروخت اور بخشش، یا وصیت، یا عطا

یا زجنسِ ایں شوَد ہلکے ترا
یا اس جیسی چیز سے تیری ملکیت کا سبب ہو سکتی ہے

۱ مُستجاب۔ مقبول۔ فشار۔ گالی، بیہودہ بات۔ ژاژ۔ ایک کانٹے دار گھاس ہے۔ ژاژ خائیدن، بکواس کرنا۔ اے مسلمانان۔ گائے والے نے مسلمانوں کے مجمع سے کہا اس کی دعا سے میرا مال اس کا کیسے ہو گیا۔ گرچنیں۔ اگر دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کر کے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔ ضریر۔ اندھے فقیر دعا کر کے صاحب قسمت و دولت بن جایا کرتے۔

۲ تا تو۔ یعنی فقرا دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دیگا کوئی کچھ نہ دیگا تو وہ افلاس کے اس بند کو کھول دے۔ مکسب۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب انہیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خلق۔ تمام لوگوں نے سارا قصہ سن کر کہا گائے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

۳ ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ بیع۔ انسان مالک جب بنتا ہے جب کوئی دوسرا اس کے ہاتھ اسی چیز فروخت کر دے یا مفت دیدے یا وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا۔ یا زجنس میں مثلاً وراثت۔

دراکدامین[1] دفتر ست ایں شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں لکھی ہے؟

گاؤ راتو باز دہ یا حبس رَو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ اُو
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا

ورنہ گاؤش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دیدے حجت بازی نہ کر

اُو بسُوئے آسماں میکرد رُو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا

کاے خداوندِ کریمِ لُطف خُو
کہ اے کریم خدا رحیم مزاج

مَن دُعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں

واقعہ مارا نداند غیرِ تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

در دلِ من تو دُعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی

صَد اُمید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سینکڑوں امیدیں ابھار دیں

من[2] نمیکردم گزافہ آں دُعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا

ہمچو یوسف دیدہ بودم خوابہا
میں نے حضرت یوسف کی طرح بہت سے خواب دیکھتے

دید یوسف آفتاب و اختراں
حضرت یوسف نے سورج اور ستاروں کو دیکھا

پیشِ اُو سجدہ کناں چوں چاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اِعتمادش بُود بر خواب دُرُست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا

در چہ و زنداں جُز آں رامی نجُست
کنویں اور قید خانہ اس خواب کی تعبیر کے علاوہ کچھ جستجو نہ دی

ز اعتمادِ آں نبودش ہیچ غم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا

از غلامی و ز مَلام بیش و کم
غلامی اور لوگوں کی کم و بیش ملامت سے

اِعتمادے داشت اُو بر خوابِ خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے

کہ چو شمعے می فروزیدش زپیش
جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں در افگندند یوسف را بچاہ
جب انہوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا

بانگ[3] آمد سمع اورا از الٰہ
ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلوان
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ کا وزیر بنے گا

تا بمالی ایں جفا بر رُوئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

قائلِ ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا

لیک دل بشناخت قائل راز اثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعے کہنے والے کو پہچان لیا

۱۔ دراکدامین۔ یہ مسئلہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا بن جائے۔ حبس۔ یہ غصب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے۔ اور اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کر دی۔

۲ من نمیکردم۔ یعنی میری دعا کا یہ اثر ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسف کو اپنے خواب پر ہوا تھا۔ دید۔ حضرت یوسف نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کو سورج اور ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو ان کو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لامحالہ بادشاہ وزیر بنیں گے۔ وجہ۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈالا زلیخا کی وجہ سے قید خانہ بھگتا لیکن ان کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً برائی حاصل ہوگی لہٰذا یہ ساری تکالیف ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں۔

۳ بانگ۔ قرآن میں ہے وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنی ہم نے یوسف کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے ان کو خبردار کریگا وہ سمجھ نہیں رہے تھے قائل۔ یعنی یہ وحی براہ راست آئی تھی اس کے آثار سے یوسف سمجھ گئے تھے کہ یہ وحی خداوندی ہے

قُوّتے و راحتے و مسندے — درمیانِ جاں فتادش زاں ندے[1]
قوت اور راحت اور سہارا — اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شُد بروے بَداں بانگِ جلیل — گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
اس عظیم آواز سے ان پر کنواں بن گیا — گلشن اور محفل جیسا کہ خلیل اللہ پر آگ

ہر جفا کہ بعد از اُش می رسید — اُو بداں قوّت بشادی می کشید
اس کے بعد جو ظلم ہوا — انہوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

ہمچنانکہ[2] ذوق آں بانگِ اَلَسْت — دَر دلِ ہر مؤمنے تا حشر ہست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق — ہر مومن کے دل میں حشر تک کے لئے ہے

تا نبا شد دَر بلا شاں اعتراض — نے ز امر و نہی حق شانِ انقباض
تاکہ آزمائش میں انہیں کوئی اعتراض نہ ہو — نہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی میں ان میں انقباض ہو

لُقمۂ تلخے چو شکّر می شَوَد — خار ریحاں سنگ گوہر می شَوَد
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے — کانٹا ریحان پتھر گوہر بن جاتا ہے

لُقمۂ حُکمے کہ تلخی می نہد — گُل شکرآں را گوارش می دِہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے — ذوق کا گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

گُل شکر[3] آں را کہ نَبوَد مُستَند — لُقمہ را ز انکارِ اُو قَے میکُند
جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو — اس کے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

ہر کہ خوابے دید از روزِ اَلَسْت — مَست باشد در رہِ طاعات مست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے — وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

میکشد چوں اُشتُرِ مست ایں جُوال — بے فتور و بے گمان و بے مَلال
وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے — بغیر مستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

کفک تصدیقش بگردِ پوزِ اُو — شد گواہِ مستی دلسوزِ اُو
اس کے منہ کے گرد اسکی کی تصدیق کے جھاگ — اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اُشترا ز قُوت چو شیر نَر شُدہ — زیرِ ثقلِ بار اندک خور شُدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا — بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

ز آر زوئے ناقہ صد فاقہ برو — می نماید کوہ پیشش تارِ مُو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں — پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

[1] ندے۔ ندا کا لالہ ہے یعنی اس آواز سے انہیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ شد۔ یوسف کے لئے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم کے لئے نمرود کی آگ۔

[2] ہمچنانکہ۔ حضرت یوسف کے لئے وہ وحی خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں عہد الست کی آواز گونجتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے لئے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکام خداوندی بجالانے میں اس کو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان۔ خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ گل شکر۔ یعنی عہد الست کا ذوق۔

[3] گل شکر۔ جس میں عہد الست کا وہ ذوق نہ ہو گا وہ احکام خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔ می کشد۔ وہ عہد الست کے ذوق کی مستی میں حکم اس طرح برداشت کر لے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ کفک۔ مست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں اسی طرح عہد الست کے مست کے منہ میں اس کے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ زآرزو۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی کم کر دیتا ہے اور اس میں بہت زیادہ طاقت آجاتی ہے۔

دَر اَلَسْت آنکو چنیں خوابے ندید — اندریں دنیا نَشُد بندہ و مُرید[1]
جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے — وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

دَر بَشُد اندر تردّد صَد دلہ — یک زماں شُکر ستش و سالے گلہ
اگر مرید بنا بھی تو تذبذب میں سو دل والا ہے — ایک وقت اس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہِ دیں — می نہد بالصّد تَرَدُّد بے یقیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے — بغیر یقین کے تردد کی حالت میں رکھتا ہے

وام[2] دارِ شرحِ اینم نک گرو — ورشتاب ست از اَلَمْ نَشْرَحْ شنو
میں اس کی شرح کا مقروض ہوں یہ گروی ہے — اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

چوں ندارد شرحِ ایں معنی کراں — خَر بسُوئے مُدّعی گاؤ راں
چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے — گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

گفت کورم خواند زین جرم آں دغا — بس بلیسانہ قیاس ست اے خُدا
اس نے کہا اس دغاباز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا — اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

مَن[3] دُعا کورانہ کے می کردہ ام — جُز بخالق گدیہ کے آوردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟ — اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خَلقاں طمع دارد زجہل — مَن زتو کز تُست ہر دشوار سہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے — میں تجھ سے کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

آں یکے کورم زکوراں بشمرید — اُو نیازِ جان و اِخلاصم ندید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا — اس نے میری جان کی نیاز مندی اور خلاص نہ دیکھا

کوریِ عشق ست ایں کوریِ من — حُب یعمی وَ یصم ست اے حَسن
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے — اے بھلے یہ محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے کا مصداق ہے

کورم از غیرِ خُدا بینا بدو — مُقتضائے عشق ایں باشد بگو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں — بتا، عشق کا یہی مقتضا ہے

ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ یعنی چونکہ میں عشق الٰہی میں مصروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

[1] مُرید۔ جس شخص نے عہد الست کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اس میں بندگی اور ارادتمندی کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ در شد۔ ایسے شخص میں کچھ ارادت مندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی تذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اس کی زبان پر کبھی شکر خدا آتا ہے تو اس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے۔

[2] وام دار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عہد الست کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمہ قرض ہے وہ ادا کروں گا۔ فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تاکہ قرض کی ادائیگی کا اطمینان ہو جائے۔ ورشتاب۔ اگر زیادہ جلدی ہے تو اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھ لے یعنی اَلَمْ نَشْرَحْ سورہ میں آنحضور کے شرح صدر ہو جانے کا بیان ہے۔ شرح صدر کے بعد ہر راز خود حل ہو جاتا ہے اللہ تیرا بھی شرح صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آ جائے گا یا یہ مطلب ہے کہ حضور کی شرح صدر کا یہی مطلب تھا کہ آپ میں عہد الست کا پورا ذوق تھا اسی کے ذریعہ اللہ نے آپکا بوجھ کم کر دیا تھا اور تمام احکام شرعی آپ پر آسان ہو گئے تھے۔ گفت۔ اس فقیر نے کہا۔ آن دغا یعنی گائے کا مالک۔ بس بلیسانہ۔ شیطان نے حضرت آدم کے ظاہرہ کو دیکھا اور اسی بنیاد پر اپنی افضلیت سمجھا حضرت آدم کے باطنی اوصاف کو اس نے نہ دیکھا اسی طرح اس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میرا فقر الی اللہ تھا۔

[3] مَن دعا۔ اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی۔ او نیاز۔ یعنی اس

تو کہ بینائی ز کورانم مدار
دائرم بر گردِ لطفت اے مدار
اے خدا تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ
اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

آنچناں[1] کہ یوسفِ صدیق را
خواب بنمودی و گشتش مُتکا
جس طرح کہ یوسف صدیق کو
تو نے خواب دکھلایا اور وہ ان کا سہارا بنا

مرمرا ہم لطف تو خوابے نمود
ایں دعائے بیحدم بازی نبود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھلایا
میری یہ لاحدود دعا کھیل نہ تھی

می نداند خلق اسرارِ مرا
ژاژ میدانند گفتارِ مرا
لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں
میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

حق شان ست وکہ داند رازِ غیب
غیرِ علّام سِر و ستّارِ عیب
یہ ان کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟
سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

خصم[2] گفتش حق بگو اے تُندخُو
ازچہ سُوئے آسماں کردی تو رُو
اس کے مخالف نے اس سے کہا اے بدعادت سچ بتا
تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

شیدمی آری غلط می افگنی
لافِ عشق و لافِ قُربت میزنی
تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے
عشق اور قرب الٰہی کی بکواس کرتا ہے

باکدا میں رُوئے چوں دل مُردہ
روئے سُوئے آسمانہا کردہ
جب کہ تو مردہ دل ہے، کس منہ سے
آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

غُلغلے دَر شہر افتادہ ازیں
آں مسلماں می نہد رُو بَر زمیں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا
وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

کاے خدا ایں بندہ را رُسوا مکُن
گر بَدم[3] ہم سِرِّ من پیدا مکُن
کہ اے خدا اس غلام کو رسوا نہ فرما
اگر میں برا بھی ہوں میرا راز فاش نہ کر

تو ہمی دانی کہ شبہائے دَراز
کہ ہمی خواندم تُرابا صد نیاز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں
میں تجھے سینکڑوں نیاز مندوں کے ساتھ پکارتا تھا

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست
پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنیست
اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے
تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

گاؤ می خواہند از من اے خدا
چوں فرستادی نکردم من خطا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں
جبکہ تو نے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

---

[1] آنچناں۔ جس طرح حضرت یوسف کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ ان کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہو گی۔ ایں دعا۔ میری گریہ وزاری کھیل کود نہ تھی یقیناً اس کو مقبول ہونا تھا۔ می نداند۔ لوگ اس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔ حق شاں۔ جبکہ لوگوں کو حقیقت حال معلوم نہیں تو ان کا کہنا برحق ہے۔

[2] خصم۔ یعنی گائے کے مالک نے کہا سچ بات کہہ۔ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عشق و قرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔ باکدا میں۔ تیرا منہ اس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ آں مسلماں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ کاے خدا۔ اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔

[3] گر بدم۔ اگر میں برا بھی ہوں تو اس وقت تو مجھے رسوا نہ کر۔ قدر نیست۔ میری دعاؤں کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔ چوں فرستادی۔ جب اے اللہ تو نے خود اس گائے کو میرے گھر میں بھیج دیا تو میرا اذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

بیروں شدنِ داؤد نبی علیہ السّلام و شُنیدن از ہر دو خصم

حضرت داؤد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا اور دونوں فریق کی بات سننا اور

وسوال کردن از مدّعیٰ علیہ و جوابِ اُو

مدعی علیہ سے سوال کرنا' اور اس کا جواب

چونکہ داؤدِ نبی آمد بُروں — گفت ایں چونست ایں احوالِ چوں

جب داؤد نبی باہر آئے — فرمایا ہاں ' یہ کیا احوال ہیں؟

مُدّعی گفت اے نبی اللہ داد — گاؤ من دَرخانہ اُو در فتاد

مدعی نے کہا ' اے اللہ کے نبی فریاد ہے — میری گائے اس کے گھر میں گھس گئی

کُشت گاؤم را پُرسش کہ چرا — گاؤ من کُشت اُو بیاں کُن ماجَرا

اس نے میری گائے ذبح کردی اس سے پوچھئے کہ کیوں؟ — میری گائے ذبح کی وہ واقعہ بتائے

گفت داؤدش بگو اے بُوالکرم — چوں تلف کردی تو ملکِ محترم

اس سے داؤد نے فرمایا اے بھلے مانس — تو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو خُبث بیار — تابیک[۲] سُو گردد ایں دعوی و کار

خبردار! بیہودہ بات نہ کر دلیل بیان کر — تاکہ یہ دعوی اور معاملہ یک سو ہو جائے

گفت اے داؤد بودم ہفت سال — روز و شب اندر دُعا و در سوال

اس نے کہا اے داؤد! میں سات سال تک تھا — دن ' رات دعا اور سوال میں

ایں ہمی جُستم زیزداں کائے خُدا — روزیِ خواہم حلال و بے عَنا

میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا تھا کہ اے خدا! — میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مَردوزن بر نالۂ من واقف اند — کودکاں ایں ماجرا را واصف اند

مرد عورت میری فریاد سے واقف ہیں — بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

تو پرس از ہر کو خواہ ایں خبر — تا بگوید بے[۳] شکنجہ و بے ضَرر

آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کریں — تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے

ہم ہویدا پُرس وہم پنہاں زخلق — کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق

لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجئے — کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعدازیں جُملہ دُعا و ایں فُغاں — گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں

اس تمام دعا اور فریاد کے بعد — اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

---

۱ گفت۔ حضرت داؤد نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ او بیان کن۔ یعنی اس کو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔

۲ تابیک سو۔ یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کر سکوں۔ عنا۔ مشقت۔ مرد۔ یعنی یہ میرا قصہ عورت' مرد' بچے بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔

۳ بے شکنجہ۔ یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا۔ یعنی اس معاملہ کی کھلی اور چھپی تحقیقات کر لیجئے۔

چشم من تاریک شد نے بہرِ لوت[1] — شادیٔ آں کہ قبول آمد قنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے — اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کشتم ایں راتا دہم در شکر آن — کہ دُعائے مَن شنید آں غیب داں
میں نے اس کو ذبح کر دیا تا کہ اس شکریہ میں بانٹ دوں — کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

حکم کردنِ داؤد علیہ السّلام بر گشندہ گاؤ
گائے ذبح کرنے والے کے خلاف حضرت داؤد کا فیصلہ

گفت داؤد ایں سخنہا را بشو — حجتِ شرعی دریں دعوے بگو
حضرت داؤد نے فرمایا ان باتوں کو دل سے دھو دے — اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو رَوا داری کہ من بے حجتے — بنہم اندر شرع باطل سُنّتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے — میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی — ریع را چوں می ستانی حارثی
یہ گائے تجھے کس نے بخشی تو نے خریدی تو وارث ہے؟ — پیداوار تو کیوں لیتا ہے تو کاشتکار ہے؟

کسب[2] را ہمچوں زراعت داں عمو — تا نہ کاری دخل نبوَد آنِ تو
اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ — جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدروی آں آنِ تُست — ورنہ ایں بیداد بر تو شُد دُرُست
جو تو بوئے کاٹے وہ تیری ملکیت ہے — ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مُسلماں کژ مگو — رَو بجُو وَام و بدہ باطل مجو
جا مسلمان کا مال دے ٹیڑھی بات نہ کر — جا قرض لے اور دیدے غلط نہ چاہ

گفت[3] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم — کہ ہمیگویند اصحاب ستم
اس نے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں — وہ ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرّع کردنِ آں شخص از داوری داؤد علیہ السّلام نزدِ خدا
اس شخص کا داؤد کے فیصلہ پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس زدل آہے برآورد و بگفت — کاے خُدائے ہر کجا طاقے و جُفت
تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا — اے ہر اس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سُوز — در دلِ داؤد انداز آں فروز
اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوز کے جاننے والے — وہ روشنی داؤد کے دل میں ڈال دے

[1] لوت۔ مرغن غذا۔ کشتم۔ میں نے گائے اس لئے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اس کو غریبوں میں بانٹ دوں۔ تو داوری۔ کیا تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کر دوں۔ ایں۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی تو نے خریدی تھی، کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

[2] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک چیز ہے جو بوتا ہے کھیتی اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ ورنہ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم ہے۔ رَو۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اس گائے کی قیمت ادا کر دے ورنہ قرض لے کر اس کو دیدے۔

[3] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا کہ آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اس نے گریہ وزاری شروع کر دی۔

دَردِ لَش [1] نہ اُنچہ تو اندر دِلم — اندر اُفگندی بَراز اے مُفضِلم
اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل — میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن

ایں بگفت وگریہ دَرشُد ہائے ہائے — نا دلِ داوٗد بیروں شُد ز جائے
یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا — یہاں تک کہ حضرت داوٗد کا دل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروزاے خواہانِ گاوٗ — مہلتم دہ دیں دعا وی را مکاوٗ
فرمایا خبردار! اے گائے کے مدعی آج — مجھے مہلت دے ان دعووں کو نہ کر

تا رَوَم من سوئے خلوت در نماز — پُرسم ایں اَحوال از دانائے راز
تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں — رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

خوئے [2] دارم در نماز آں اِلتفات — معنیِ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ
میں نماز میں اس توجہ کی عادت رکھتا ہوں — جو معنی ہیں قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ کے

روزنِ جانم گشادست از صَفا — میر سَد بے واسطہ نامہ خُدا
صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے — بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامہ و باران و نور از روز نم — می فتد دَرخانہ ام از مَعدنم
پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے — میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

دوزخ [3] ست آں خانہ کاں بے روزن ست — اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست
وہ گھر دوزخ ہے، جو بے سوراخ ہے — اے بندے! دین کی اصل سوراخ کرنا ہے

تیشہ دَر ہر بیشہ کم زن بیِ محا — تیشہ زن دَر کندنِ روزن ہَلا
ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار — ہاں سوراخ کرنے کے لئے کدال مار

یا نمی دانی کو نُورِ آفتاب — عکسِ خورشیدِ بُرونست از حجاب
یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور — اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

نور ایں دانی کہ حیواں دید ہم — پس چہ کَرَّمنَا بَوَد بر آدمم
تو اس کو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے — تو میرے آدمی ہونے پر کَرَّمنَا کیسے صادق ہوگا؟

[1] دردلش۔ اے خدا حضرت داوٗد کے دل میں وہی بات پیدا کردے جو تو نے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مفضل محسن۔ ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اس گفتو کے بعد آہ وزاری شروع کردی اور ایسا رویا کہ حضرت داوٗد کا دل بے چین ہو گیا۔ گفت۔ حضرت داوٗد نے مدعی سے کہا آج جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا رم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا تاکہ راز کھل جائے۔

[2] خوے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ حدیث شریف میں ہے جعلت قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باراں۔ یعنی باران رحمت۔ معدن۔ یعنی ذات باری تعالیٰ۔

[3] دوزخ۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح دوزخی ہے۔ اصل دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کے لئے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا اصل کام مجاہدات کے تیشہ سے روح میں دریچہ کھولنا ہے۔ یا نمی دانی۔ توجہ روح کا دریچہ کھولنے کے لئے مجاہدات نہیں کرتا ہے اس کی وجہ سے یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذات باری کا نور ہے سورج کا نور تو اس کا ایک عکس ہے۔ نور ایں۔ اگر تیری نگاہ میں صرف یہی ظاہر نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اس ظاہری نور کو تو ہر حیوان دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ کَرَّمنَا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی تو اگر انسان میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اس پر کیسے صادق آسکتی ہے۔

مَن اِ چو خورشیدم درونِ نور غرق
میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں

مَن ندانم کرد خویش از نور فرق
میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتم سُوئے نماز و آن خلا
میرا اس خلوت ' اور نماز کی جانب جانا

بہرِ تعلیم سب رہ مر خلق را
مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں
میں ٹیڑھا قدم رکھتا ہوں تا کہ مخلوق سیدھی ہو جائے

حَرب خدعہ ایں بُوَد اے پہلواں
اے بہادر! جنگ دھوکہ ہے یہ سچ ہے

نیست ۲ دستورے و گرنہ ریختے
اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے

گرد از دَریائے راز انگیختے
راز کے دریا سے گرد اڑا دیتے

ہمچنیں میگفت داوُد ایں نسق
اس طور پر حضرت داؤد ایسا ہی کہتے رہے

خواست گشتن عقلِ خلقاں مُحترق
مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

پس گریبانش کشید ازیں یکے
تو ایک نے پیچھے سے ان کا گریبان کھینچا

کہ ندارم دَریکی اَش من شکے
کہ میں اس کی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتنِ داوُد علیہ السلام دَر خلوت تا آنچہ حق سُت پیدا شوَد
حضرت داؤد کا تنہائی میں چلا جانا تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

با خود آمد گفت را کوتاہ کرد
حضرت سنبھلے ' بات کو مختصر کیا

لب بہ بَست وعزم خلوت گاہ کرد
خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

دَر فرو بست و برفت آنگہ شتاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے

سُوئے محراب و دُعائے مُستجاب
محراب ' اور مقبول دعا کی جانب

حق ۲ نمودش آنچہ بنمودش تمام
حق نے ان کو جو کچھ دکھلیا اس میں سب کچھ دکھا دیا

گشت واقف بر سزائے انتقام
وہ سزا سے واقف ہو گئے

دید اَحوالے کہ کس واقف نبُود
انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا

راز پنہانے کہ حیرانی فزود
وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی

روزِ دیگر جُملہ خصمان آمدند
دوسرے دن سب فریق آئے

پیشِ داوُدِ پیمبر صف زدند
حضرت داؤد پیغمبر کے روبرو صف بستہ ہو گئے

ہمچناں آں ماجرا با بار رفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا

زود زد آں مُدّعی تشنیع زَفت
اس مدعی نے جلد سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا

۱ من چو خورشیدم۔ میں ذات باری میں فنا ہوں۔ آپ۔ میں اپنے میں اور ذات باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔ رفتم۔ باوجود اس اتحاد کے پھر نوافل اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔ کژ نہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کے لئے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حرب خدعہ۔ جنگ میں ایک خیر واقعی چال سے کامیابی ہو جاتی ہے۔

۲ نیست۔ وحدت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤد سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کر دیتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔ پس۔ فوراً غیب نے حضرت داؤد کا گریبان کھینچ کر ان کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ باخود۔ یعنی حضرت داؤد کی مستی زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مصلی

۳ حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بات واضح کر دی اور گائے ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زود زد۔ یعنی گائے والے نے فوراً ہی فقیر پر لعن طعن شروع کر دی۔

زود[1] گاوم را بدہ اے نابکار — از خدائے خویشتن شرمے بدار
اے نابکار! میری گائے جلد دے — اپنے خدا سے کچھ شرما

کانچنیں ظلمِ صریحِ نا سزا — می رود در عہدِ پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب صاف ظلم — خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

گاؤ کشتہ خوردہ بے ترسے و بیم — در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر — اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ شروع کر دی

کہ[2] بچندیں سال بودم در دعا — من طلب کردم زحق داد او مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں — میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا اس نے مجھے دیا

اے رسولِ حق چنیں باشد روا — ملکِ من بدگا و چوں دادش خدا
اے اللہ کے رسول! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟ — گائے میری ملکیت تھی' خدا نے اس کو کیسے دیدی؟

حکم کردنِ داؤد علیہ السّلام بر صاحب گاؤ کہ از سرِ گاؤ بگذر و تشنیعِ صاحب گاؤ بر داؤد علیہ السّلام

داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا کہ گائے کے خیال سے درگزر کرے اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داؤد دس خمش کن رو بہل — ایں مسلماں راز گاوت کن بحل
حضرت داؤد نے اس سے فرمایا چپ جا' چھوڑ — اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

چوں[3] خدا پوشید بر تو اے جواں — رو خمش کن حقِ ستاری بداں
اے جوان! جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے — جا چپ ہو جا' پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت واویلا چہ حکم ست ایچہ داد — از پے من شرع نو خواہی نہاد
اس نے کہا ہائے ہائے کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے — میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں — کہ معطر شد زمین و آسماں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے — کہ اس سے زمین اور آسمان معطر ہے

برسگانِ کور ایں اِستم نرفت — زیں تعدی سنگ و کہ شگافت تفت
اندھے کتوں پر ابھی یہ ظلم نہیں ہوا ہے — اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا — کالصلا ہنگام ظلم ست الصلا
وہ اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا — آؤ آؤ ظلم کا وقت ہے

[1] زود۔ کہنے لگا کہ فوراً میری گائے دے اور خدا سے شرم کر۔ می رود۔ حضرت داؤد نبی کے دور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدا رسیدہ ہونے کی باتیں۔

کہ بچندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت فرمادی۔ تشنیع۔ ملامت۔ کن بحل۔ معاف کر دے۔

[2] چوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو نہ کرید ورنہ رسوائی ہوگی۔ از پے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت برت رہے ہیں۔ برسگاں۔ بچے کتوں پر پتھر مارتے ہیں۔ برملا۔ علی الاعلان۔ الصلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔

اینچنیں ظلم و ستم بر من مکن — یا نبی اللہ مگو زیناں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے — اے اللہ کے نبی ایسی باتیں نہ کیجئے

حکم کردنِ داؤد بر صاحب گاؤ کہ جملہ مالِ خود بوے بخش
حضرت داؤد کا گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤد گفتش کاے عنود — جملہ مالِ خویش اورا بخش زود
اس کے بعد حضرت داؤد نے اس سے کہا اے سرکش! — اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت — تانگردد ظاہر ازوے استمت [1]
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا — تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

خاک برسر کرد و جامہ بر درید — کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے — کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند — باز داؤدش بہ پیش خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی — پھر حضرت داؤد نے اس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چوں بخت نبودے ناصبور — ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ پردہ پوشی تیرا نصیب نہ تھی — تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

دیدۂ انگاہ صدر و پیشگاہ — اے دریغ از چوں تو خر خاشاک راہ
تو نے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو — راستہ کا کوڑا سمجھا ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

زیں [2] سخن داؤد زو شد خشمناک — گفت تا خود را نگردانی ہلاک
ان باتوں سے حضرت داؤد اس پر غضبناک ہو گئے — فرمایا خبردار! اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رو کہ فرزندان تو با جفتِ تو — بندگانِ او شدند اے تند خو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے — اے بد مزاج اس کے غلام ہو گئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست — می دوید از جہلِ خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا — اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق ہم اندر ملامت آمدند [3] — کز ضمیرِ کارِ او غافل بدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی — کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے واقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے — کو بود سحرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے — جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

[1] استمت۔ ستم تو بخت نت۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو پردہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤد کے ابتدائی فیصلے مان لیتا تو پورا معاملہ نہ کھلتا ہر فیصلے کے انکار سے معاملہ کھلتا چلا گیا۔ دیدۂ۔ یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے مزے اڑ رہا تھا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اس کو کوڑا کرکٹ سمجھا۔

[2] زیں سخن۔ جب وہ حضرت داؤد کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤد کو ناگوار گزرا۔ رو۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اس کے غلام ہیں۔

[3] خلق۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤد کے ان فیصلوں کو ظلم سمجھتے ہوئے حضرت داؤد کو ملامت کرنے لگے۔ ضمیر۔ پوشیدہ سحرہ۔ تابعدار

ظالم! ارز مظلوم آنکس پے بَرد — کو سَرِ نفسِ ظَلُوم خود بُرد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے — جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں — خصمِ ہر مظلوم باشد از جُنوں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے — جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سَگ ہمارہ حملہ بر مسکیں کُنَد — تاتواند زخم بر مسکیں زند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے — جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرم[۲] شیراں راست نے سگ رابداں — کو نگیرد صَید از ہمسایگاں
سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے نہ کہ کتے میں — وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

عامہ مظلوم کُش ظالم پَرست — از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جَست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست عوام — کمین گاہ سے کتے کی طرح حضرت داؤد پر دوڑ پڑے

رُوئے در داؤد کر دند آں فریق — کاے نبیِ مجتبےٰ بَرما شفیق
ان لوگوں نے حضرت داؤد کی طرف رخ کیا — کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم ست فاش — قہر کر دی بیگنا ہے را بَلاش
آپ کے لئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے — آپ نے بے وجہ ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

عزم کردنِ داؤد علیہ السّلام بخواندنِ خَلق براں صحرا کہ راز را آشکارا کُند
حضرت داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اس جنگل کی طرف بلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کر دیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید — کاں سِرِ[۳] مکتوم اُو گردد پدید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آ گیا ہے — کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جُملہ برخیزید تا بیروں رَویم — سوئے صحرا و بداں باموں شَویم
سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں — جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مَرد وزن از خانہا بیروں رَوید — تابراں سِرِّ نہاں واقِف شَوید
مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو — تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

دَر فلاں صحرا درختے ہَست زفت — شاخہایش اَنبُہ و بسیار چُفت
فلاں جنگل میں ایک موٹا درخت ہے — اس کی شاخیں بہت گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخِ اُو — بُوئے خوں می آیدم از بیخِ اُو
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے — اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

[۱] ظالم۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔ سگ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔

[۲] شرم۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔ عامہ۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح ان کے فیصلہ کے خلاف ہو کر ان کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلائی یعنی بلاوجہ۔

[۳] سرِّ مکتوم۔ چھپا ہوا راز۔ باموں۔ جنگل رفت۔ موٹا چفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گچھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے۔ بہت مضبوط ہے۔

خوں شد ست اندر بُنِ آں خوش درخت
اس اچھے درخت کی جڑ میں خون بہا ہے

خواجہ را کُشت ست ایں منحوس بخت
اس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را برداشت ست ایں قلتبان[1]
اس دیوث نے مال اڑا لیا ہے

دین غلام اُوست اے آزاد گاں
اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر
یہ جوان آقا کا بیٹا ہے

طفل بُود و اُو ندارد زیں خبر
بچہ تھا اس کو اس کا پتہ نہیں

تا کنوں حلمِ خدا پوشید آں
اب تک اللہ کے حلم سے اس کو چھپایا

آخر از ناشکریِ ایں قلتباں
بالآخر اس دیوث کی ناشکری سے

کہ عیالِ خواجہ را روزے ندید
کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی

نے بہ نو روز و بموسمہائے عید
نہ نو روز پر اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لُقمہ نجُست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی

یاد نا ورد اُو ز حقہائے نخست
اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تا کنوں ارز بہرِ یک گاؤ ایں لعیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے

می زند فرزند اُورا بر زمیں
اس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

اُو بخود برداشت پَردہ از گناہ
اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا

ورنہ می پوشید جُرمش را اِلٰہ
ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

کافر[2] و فاسق دریں دورِ گزَند
اس فتنہ کے زمانے میں کافر اور فاسق

پردۂ خود را بخود برمی دَرند
اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

ظُلم مستور[3] ست در اسرارِ جاں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے

می نہد ظالم بہ پیشِ مرد ماں
ظالم اس کو لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا
کہ اس ظلم کو سینگ نکالے ہوئے دیکھو

گاوِ دوزخ را بہ بینید از مَلا
بر ملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی دادن دَست و پا و زبان برسَر ظالم ہم در دُنیا
ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں اور زبان کا گواہی دینا

پَس ہمیں جاست و پایت بے گزند
تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے

بر ضمیرِ تو گواہی میدہند
تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

[1] قلتبان۔ دیوث۔ پسر۔ مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دن بتایا ہے اس لئے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ پوتا کیا ہے۔ حلم۔ بردباری۔ عیال۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اس پر جو اس کے آقا کے پہلے حقوق تھے۔

[2] کافر۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو پردہ داری فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

[3] مستور۔ پوشیدہ شاخ یعنی سینگ۔ اَز مَلا۔ یعنی برملا، علی الاعلان۔ گواہی۔ یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اس کے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔

چوں [1] مُوکّل می شود بر تو ضمیر — کہ بگو تو اِعتقادت وا مگیر
باطن تیرے اوپر موکل کی طرح ہو جاتا ہے — کہ تو کہہ دے اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصہ در ہنگامِ خشم و گفتگو — میکند ظاہر سِرَت رَا مُوبمُو
خصوصاً غصہ اور گفتگو کے وقت — تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

چوں مُوکّل می شود ظلم و جَفا — کہ ہویدا کُن مَرا اے دَست و پا
ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے — کہ اے ہاتھ پاؤں مجھے ظاہر کر دے

چوں ہمی گیر و گواہِ سَر لگام — خاصہ وقتِ جوشِ خشم و انتقام
منہ کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے — خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

پس ہماں کس کیں مُوکّل میکند — تالوائے رَاز بر صحرا زند
تو وہی ذات جو یہ مسلط کرتی ہے — تاکہ راز کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دے

پس مُوکّلہائے دیگر روزِ حشر — ہم تو اند آفرید از بہرِ نشر
تو حشر کے دن دوسرے موکل — بھی راز کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

اے بَدہ دست آمدہ در ظلم وکیں — گوہرت پیداست حاجت نیست [2] ایں
اے وہ کہ جو دل ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے — تیرا جوہر کھلا ہوا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شُہرہ گشتن دَر گزند — بر ضمیر آتشینت واقِف اند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے — تیرے آتشی باطن سے سب باخبر ہیں

نفس تو ہر دم بر آرد صَد شرار — کہ بہ بینیدم منم ز اصحابِ نار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے — کہ مجھے دیکھو میں دوزخیوں میں سے ہوں

جُزوِ و نارم سوئے کُلّ خود رَوم — من نہ نورم کہ سُوئے حضرت شوم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں — میں نور نہیں ہوں کہ اللہ کے دربار کی طرف جاؤں

ہمچناں [3] کایں ظالمِ حق ناشناس — بہرِ گاوے کرد چندیں اِلتباس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے — ایک گائے کے لئے اس قدر مکر کئے

اُو ازیں صَدگاو بُردو صد شتر — نفس اینست اے پدر ازوے بُبُر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا — اے باوا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد — یا رَبے نادا ازو یک دم بدرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی — کسی وقت بھی درد کے ساتھ اس سے یارب نہ نکلا

[1] مُوکّل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا۔ مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ خاصہ۔ انتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔ پس۔ جو ذات خود دنیا میں تمہارے اعضاء کو تم پر مسلط کر کے اقرار کرا دیتی ہے وہ حشر میں دوسرے موکل پیدا فرما دے گی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دَوَدست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں دو دست ہے۔

[2] نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری افتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔ نفس تو۔ تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ نجودنارم۔ آتشیں مزاج جہنم کا جزو ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔

[3] ہمچناں۔ اے گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لئے کیسے مکر کئے۔ اُو حالانکہ اس نے اسی گائے ذبح کرنے والے کا سب مال مارا تھا جو اس کو ورثہ میں ملتا۔ نیز۔ اس نے جو ظلم کئے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کن ۱ گر منش کردم زیاں تو سود کن
کہ اے خدا میرے مقابل کو خوش کر دے اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کردے
گر خطا کشتم دیت بر عاقلہ است عاقلہ جانم تو بودی از اَلَست
اگر میں غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے
سنگ میگردد باستغفار دُر ایں بود انصافِ نفس اے جانِ حُر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

بیروں رفتن خلائق بسوئے آں درخت

لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت گفت ۲ دستش را بسپس بندید سخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو
تا گناہ و جرم او پیدا کنم تا لِوائے عدلِ بر صحرا زنم
تاکہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کر دوں تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں
گفت اے سگ جدِّ ایں را کشتہ تو غلامی خواجہ زیں رُو گشتہ
فرمایا اے کتے! تو نے اس کے دادا کو قتل کیا ہے تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن بیٹھا ہے
خواجہ را کشتی و بُردی مالِ او کرد یزداں آشکارا حالِ او
تو نے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا
آں زنت اُورا کنیزک بُودہ است با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
وہ تیری بیوی اس کی لونڈی تھی اس آقا پر اس نے بھی ظلم کیا ہے
ہر چہ ۳ زو زائید مادہ یا کہ نر ملکِ وارث باشد آں کل سر بسر
جو اس سے پیدا ہوا مادہ ہو یا نر وہ سب کا سب وارث کے ملک ہو گا
تو غلامی کسب و کارت ملک اوست شرع جستی شرع بستاں رونکوست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار وہاں اس کی ملک ہے تو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لیجا بہت اچھا ہے
خواجہ را کشتی باستم زار زار ہم پرایجا خواجہ گویان زینہار
تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا اس جگہ آقا "الامان" کہتا تھا
کاردا ز اِشتاب کردی زیر خاک از خیالے کہ بدیدی سہمناک
تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

۱ خوشنود کن۔ اللہ تعالیٰ صاحب حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرسکتا ہے۔ خطا کشتم اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اس کا بدلہ اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ الست۔ عہد الست ہمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بندوں نے کہا تھا بلیٰ یعنی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔ سنگ۔ استغفار بالنیت تبدیل کر دیتی اور سیئات حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

۲ گفت۔ حضرت داؤد نے فرمایا اس کی مشکیں کس دو۔ لوا۔ جھنڈا۔ جدِّ ایں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی در اصل اس مقتول کی لونڈی تھی۔

۳ ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے دلوث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔ تو غلامی۔ جبکہ تو خود اس گائے ذبح کرنے والے کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اس کی ملکیت ہے۔ ہم برینجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تاکہ تو اس کو قتل نہ کرے۔ اشتاب۔ شتاب جلدی۔

نِک[1] سرش با کارد در زیرِ زمیں — باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے — پھر اسی طرح اس زمین کو کھودو

نام ایں سگ ہم نوشتہ کاردبر — کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے — اس نے آقا کے ساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی

ہمچناں کردند و چوں بشگافتند — در زمیں آں کارد با سر یافتند
انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب انہوں نے کھودا — زمین میں چھری مع سر کے پائی

ولولہ افتاد در خلق آں زماں — ہر یکے زنّار ببرید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا — ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

جُملہ[2] از داؤد گشتہ عُذر خواہ — زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
سب حضرت داؤد سے معذرت چاہنے والے بن گئے — اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہو گئے تھے

قِصاص فرمُودنِ داؤد علیہ السّلام خونی را بَعد از اِلزامِ حُجّت برو
دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمایا

بعدازاں گفتش بیا اے دادو خواہ — داد خود بستاں تو ازیں رُو سیاہ
اس کے بعد انہوں نے اس گائے ذبح کرنے والے سے کہا اے فریادی آ — اس روسیاہ سے اپنا بدلہ لے

ہم بداں تیغش بفرمود اُو قصاص — کے کُند مکرش زحلمِ حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انہوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا — اس کا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے کب بچا سکتا ہے؟

حِلم حق گرچہ مواسا باکُند — چونکہ ازحد بگذرد در سُوا کُند
اللہ تعالیٰ کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے — جب معاملہ حد سے گزر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

خوں[3] نخسپد در فتد در ہر دلے — میلِ جُست و جوائے و کشف مُشکلے
خون نہیں سوتا ہر دل میں پیدا ہوتی ہے — جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

اِقتضائے دا وریِ رَبِ دیں — سَر بر آرد از ضمیر آن وایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ — اس اور اس کے دل میں سر ابھارتا ہے

کاں فلاں چوں شُد چہ شُد حالش چہ گشت — ہمچناں کہ جو شد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا' کیسے ہوا' اس کی کیا حالت ہوئی؟ — اس طرح جیسے کہ گلزار سے بویا ہوا جوش مارتا ہے

جوششِ خوں باشد آں و اُستہا — خارش دلہا و بحث و ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں — دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

[1] نِک سرش مقتول کا سر اور چھری اس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اس قاتل کا نام چھری پر کندہ ہے۔ زنار۔ یعنی کافر مومن بن گیا۔

[2] جملہ۔ حضرت داؤد کے جس قدر مقرضین سے تھے چونکہ وہ بدظنی کر کے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کر دی۔ قصاص۔ یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرانا۔ داد خواہ۔ جس پر گائے والے نے دعوی کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اس نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہ تھا۔

[3] خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سر پر چھڑ کر بولتا ہے۔ اقتضا۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضہ۔ ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کر دیتا ہے۔ ضمیر۔ دل باطن۔ جوشش خون۔ وہی مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضہ پیدا کر دیتا ہے۔

چونکہ پیدا گشت سرِّ کارِ اُو — مُعجزہ داوٗد شد فاش و دوتوا
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا — حضرت داؤد کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

خلق جُملہ سَر برہنہ آمدند — سَر بسجدہ بر زمینہا می زدند
تمام لوگ ننگے سر آئے — سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

ماہمہ کورانِ اصلی بُودہ ایم — وانچہ می فرمودۂ نشودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے — اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نہ سنا

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم — از تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم
لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں — ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سَنگ ۲ باتو دَر سخن آمد شہیر — کز برائے غزوِ طالوتم بگیر
پتھر نے آپ سے بات کی یہ مشہور ہے — کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

تو سہ سَنگ و فلا خُن آمدی — صَد ہزاراں مَرد را برہم زدی
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے — لاکھوں انسانوں کو تباہ کردیا

سَنگہایت صَد ہزاراں پارہ شُد — ہریکے مر خصم را خونخوارہ شُد
آپ کے تین پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے — ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دستِ تو چوں موم شُد — چوں زرہ سَازی تُرا معلوم شُد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا — جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا ۳ باتو رسائل شُد شکُور — باتو میخوانند چوں مُقری زَبُور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے — آپ کے ساتھ ملکہ قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

صَد ہزاراں چشم دل بکشادہ شُد — از دم تو غیب را آمادہ شُد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں — آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تراز ہمہ کہ دائم ست — زندگی بخشی کہ سَر مَد قائم ست
اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے — آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جُملہ معجزات اینست خود — کُو بہ بخشد مُردہ را جانِ اَبد
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے — کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کُشتہ شُد ظالم جہانے زندہ شُد — ہریکے از نو خدا را بندہ شُد
ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا — ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

۱ دوتوا۔ دھرا، مضبوط۔ خلق۔ حضرت داؤد کے اس معجزے کو دیکھ کر سب لوگ ننگے سر دوڑ کر ان کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔ باہم۔ چونکہ ہم کور باطن تھے اس لئے ہم ابتدا آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔ از تو۔ ہم نے پہلے آ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔

۲ سنگ۔ جب طالوت جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے تھے تو حضرت داؤد کو ساتھ لے کر گئے تھے راستہ میں پتھروں نے حضرت داؤد سے کہا تھا کہ ہمیں لے کر چلئے طالوت کو موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر ان کے ہزاروں ٹکڑے بن کر جالوت کی فوج پر لگے۔ آہن۔ حضرت داؤد زرہ بناتے تھے اور لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر موم بن جاتا تھا۔

۳ کوہہا۔ جب حضرت داؤد زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ ان کے ہم آواز ہو کر زبور کی تلاوت کرنے لگتے تھے۔ صد ہزاراں۔ حضرت داؤد کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مومن بنے۔ غیب۔ یعنی عالم غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شُد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے۔

دَربیانِ[1] آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونیست کہ مُدّعی گاوِ
اس کے بیان کو آدمی کا نفس اس قاتل کی جگہ پر ہے' جو ذبح شدہ گائے
کُشتہ بُود و آن کُشندہ گا و عقل سَت و داوٗد حق سَت یا شیخ
کا مدعی بنا تھا اور گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے اور حضرت داؤد حضرت
کہ نائب حق ست کہ بقوّت و یاری اُو تو اند ظالم را کُشتن
حق تعالیٰ یا شیخ کی جگہ پر ہیں جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم
وتو نگر شدن بروز ے بے کسب و بے حساب
کو قتل کیا جا سکتا ہے' اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر حساب کے مالدار ہوا جا سکتا ہے

نفس خود را کُش جہانر ازندہ کُن — خواجہ راکشت ست اُورا بندہ کُن
اپنے نفس کو مار' جہان کو زندہ کر — اس نے آقا کو قتل کیا ہے' اس کو غلام بنا
مُدّعیِ[2] گاوَ نفسِ تُست ہیں — خویشتن را خواجہ کردست و مہین
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے — اس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے
آں کشندہ گاو عقلِ تُست رو — بر کُشندہ گاوِ تن مُنکر مشو
وہ گائے ذبح کرنیوالا تیری عقل ہے جا — جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن
عقل اسیرست وہمی خواہد ز حق — روزیِ بے رنج و نعمت پُر طبق
عقل نفس کی قیدی ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے — بغیر مشقت روزی اور طبق بھری نعمت
روزیِ بے رنجِ اُو موقوف جنسیت — آنکہ بکُشد گاوَ را کاصل بَد یست
اس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟ — یہ کہ وہ گائے کو ذبح کر دے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے
نفس[3] گوید چوں کشی تو گاوِ من — زانکہ گاوِ نفس باشد نقشِ تن
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے — کیونکہ جسم کی صورت نقش کی گائے ہے
خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا — نفس خونی خواجہ گشت و پیشوا
عقل جو آقا سے پیدا ہوئی بے سرو سامان ہو گئی — قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا
روزیِ بے رنج میدانی کہ چیست — قوتِ اَرواح ست وارزاق نبی ست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟ — روحوں کی روزی ہے اور نبی کے عطا کردہ رزق ہیں
لیک موقوف ست بر قربانِ گاوَ — گنج قتل گاوَ داں اے گنج کاوَ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے — گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

[1] دربیان۔ پہلے قصہ سے مولانا نصیحت کے لئے کچھ نتیجہ اخذ کر کے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل سے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے حضرت داؤد کی مثال اللہ تعالیٰ ہے یا وہ شیخ کامل جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ نفس خود۔ جس طرح گائے کے مدعی کے قتل سے عالم زندہ ہوا تو اپنے نفس کو قتل کر عالم زندہ ہو جائے گا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے اس کو فوراً غلام بنا۔

[2] مدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا۔ منکر تمام لوگ ابتدا گائے ذبح کرنے والے کے مخالف ہو گئے تھے۔ عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ غذائے روح اس وقت حاصل ہو گی جب تن کشی کرو گے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

[3] نفس۔ بدن نفس کے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مدعی کے لئے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مدعی کے آقا کا بیٹا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔ ارزاق نبی۔ یعنی نبی کی شریعت اور احکام۔ قربان گاؤ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعہ قربان کرنا۔

دوش[1] چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے' ورنہ پوری

دادمے در دستِ فہم تو زِمام
باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے یہ کہنے کی بات ہے

ہرچہ می آید زپنہاں خانہ است
ورنہ جو چیز آوی ہے وہ عالم غیب سے ہے

چشم بر اَسباب ازچہ دوختم
میں ن اسباب پر نظر کیوں جمائی؟

کہ زخوش چشماں کرشم آموختم
اس لئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے لا سکھی ہے

ہست بر اَسباب اَسباب دگر
اسباب دنیوی سے اوپر دوسرے اسباب ہیں

در سَبب منگر دراں افگن نظر
دنیوی اسباب کو نہ دیکھ ان پر نظر ڈال

انبیاء در قطعِ اَسباب آمدند
انبیاء قطع اسباب میں ہیں

مُعجزاتِ خویش بر کیواں زدند
انہوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

بے سبب[2] مر بحر راشگافتند
انہوں نے بلا سبب ظاہری کے دریا کو پھاڑا ہے

بے زراعت چاشِ گندم یافتند
انہوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا ہم آرد شُد از سعیِ شاں
ان کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں

پشم بُزا بریشم آمد کشکشاں
بھیڑ کی اون لچھے دار ریشم بنی ہے

جُملہ قرآن ہست در قطعِ سَبب
پورا قرآن قطع اسباب پر ناطق ہے

عزّ درویش و ہلاکِ بولہب
درویش کی عزت اور ابولہب کی ہلاکت

مُرغ[3] باپیلے دوسہ سَنگ افگند
پرند' ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے

لشکرِ زفتِ حبَش را بشکند
حبش کے بھاری لشکر کو شکست دے دیتا ہے

پیل را سُوراخ سُوراخ افگند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کو ڈالتی ہے

سَنگ مُرغے کو ببالا پر زند
پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

دمِ گاوِ کُشتہ بر مقتول زن
ذبح شدہ گائے کی دم' مقتول پر مار

تاشَوَد زندہ ہماں دَم در کفن
تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

خَلق ببریدہ جہد از جائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ پڑے گا

خونِ خود جوید زخوں پالائے خویش
اپنے خون بہانے والے سے اپنے خون کا مطالبہ کریں گا

بقرہ میں مذکور ہے حضرت موسیٰ نے ایک گائے ذبح کر کے اس کا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اس نے زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتا دیا۔

[1] دوش۔ مئے عشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے ورنہ میں غذائے روح حاصل کرنے کی پوری بات بتاتا۔ افسانہ است۔ یعنی سرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتلایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانہ غیب سے آتی ہے اور اس کا سبب ذات خداوندی ہے۔ چشم بر اَسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذات خداوندی ہے لیکن اسباب ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیاء سے سیکھا ہے لہٰذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا۔ خوش چشمان۔ یعنی انبیاء کرام ہست۔ اسباب کے علاوہ ایک ذات مسبب الاسباب ہے۔ انبیاء۔ انبیاء نے معجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اسباب ظاہری کے علاوہ بھی اور اسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور ہے۔

[2] بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰ کے لئے دریائے نیل پھٹ گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر' حضرت موسیٰ کے لئے من و سلوی اترتا تھا۔ ریگہا۔ حضرت ابراہیم کے لئے ریت آٹا بن گیا تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کے لئے اون ریشم بن گیا تھا۔ جملہ قرآں۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی قسمیں بغیر ظاہری اسباب کے سر ہوئی ہیں۔ درویش۔ آنحضور ﷺ کو بغیر ظاہری اسباب کے عزت حاصل ہوئی اور ابولہب باوجود تمول کے تباہ ہوا.....

[3] مُرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔ پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اس کے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی۔ دم گاؤ۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو سورہ

همچنیں[1] از آغازِ قرآں تا تمام
رفضِ اَسباب ست وعِلّت والسلام

اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک
اسباب و علت کا ترک مذکور ہے والسلام

کشفِ ایں نز عقل کار افزا شوَد
بندگی کُن تا ترا پیدا شوَد

اس کا کشف کار افزا عقل سے نہیں ہوتا ہے
بندگی کر تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

بندِ[2] معقولات آمد فلسفی
شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی

فلسفی معقولات کا پابند ہے
منتخب انسان، عقل کل کا شہسوار ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تُست پوست
معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جوست

تیری عقل کی عقل مغز ہے اور تیری عقل چھلکا ہے
حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنیوالا ہے

مغز جُواز پوست دارد صَد ملاں
مغزِ نُغزآں را حلال آمد حلال

مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے
اچھا مغز اس کے لئے حلال ہی حلال ہے

چونکہ قشرِ عقل صَد بُرہاں دہد
عقلِ کُل کے گام بے ایقاں نہد

عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے
تو کلی عقل بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

عقل[3] دفتر ہا کُند یکسر سیاہ
عقلِ عقلِ آفاق دارد پُرز ماہ

عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے
کلی عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پر کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغ ست
نُورِ ماہش بر دل و جاں بازغ ست

کلی عقل سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے
اس کے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

ایں سیاہ و ایں سفید اَر قدر یافت
زاں شبِ قدر ست کاختر وار تافت

اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے
تو اس شب قدر سے پایا ہو جو ستارے کی طرح چمکتی ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زرست
بے زرآں ہمیان و کیسہ اَبترست

ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے
وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص سے ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بوَد
قدرِ جاں از پَرتوِ جاناں بوَد

جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے
جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

گر بُدے جاں زندہ بے پرتو کنوں
ہیچ گفتے کافراں را مَیّتوں

اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی
تو کبھی وہ خدا کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں

ہیں بگو کہ ناطقہ جُوئی کُند
تا بقرنے بعدِ ما آبے رسَد

ہاں کہہ دے کہ قوت گویائی نہر کھود رہی ہے
تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اس میں پانی آئے

[1] ہمچنیں۔ قرآن اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب میں تاثیر مسبب الاسباب کی وجہ سے ہے۔ کشف۔ مسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئے گا اس کے لئے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔

[2] بند۔ یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے۔ صفی۔ برگزیدہ یعنی ولی اللہ۔ عقل عقل۔ یعنی وہ نور حق جو عقل کو نور بخشتا ہے۔ معدۂ حیواں۔ حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جس پر حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کی طرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے ہے۔ چونکہ۔ دنیاوی عقل سینکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقل کل بدرجہ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے۔

[3] عقل۔ یعنی عقل دنیوی عقل عقل۔ یعنی نور حق۔ سیاہی یعنی روشنائی۔ سفیدی۔ یعنی کاغذ۔ نور ماہش۔ نور حق انسانوں کے دلوں پر طلوع کرتا ہے۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ شب قدر۔ یعنی نور حق۔ قیمت۔ عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نور حق کی مثال سونے کی سی ہے۔ قدر جاں۔ اگر روح پر تو خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مردہ ہے اسی لئے قرآن نے کافروں کو مردہ قرار دیا ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر میری باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو آئندہ نسلوں میں لوگ سمجھیں گے۔

گرچہ[1] ہر قرنے سخن آرے بُوَد
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہو گا

لیک گفتِ سالِفاں یارے بُوَد
لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہوگا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور
کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی

شد گواہِ صدقِ قرآں اے شکور
اے شکر گزار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

روزیِ بے رنج جوئی و بے حسیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر

کز بہشتت آورد جبرئیل سیب
تاکہ جبرئیل تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق ملے گا

بے صُداعِ باغبان بے رنجِ کشت
باغبان کی دردسری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ ناں دراں ناں دادِ اوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے

بدہدت آں نفع بے توسیطِ پوست
تجھے وہ نفع بغیر چھلکے روٹی کی وساطت کے دیگا

ذوقِ پنہاں نقشِ ناں چوں سفرہ ایست
نفع پوشیدہ ہے روٹی کی صورت دسترخوان جیسی ہے

نانِ بے سفرہ وَلی راہ برہ ایست
بغیر دسترخوان کی روٹی ولی کا حصہ ہے

رزقِ[2] جانی کے بَری باسعی وجست
تو روحانی رزق اپنی کوشش اور جستجو سے کب حاصل کرسکتا ہے

جُز بعدلِ شیخ کو داوَدِ تُست
شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے بمنزلہ حضرت داؤد کے ہے

نفس چوں با شیخ بینگام تو
نفس جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا

از بُنِ دنداں شود اُو رام تو
تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحب[3] آں گاؤ رام آنگاہ شُد
گائے کا مدعی اس وقت فرمانبردار بنا

کزدمِ داوَد اُو آگاہ شُد
جب وہ حضرت داؤد کے حکم سے واقف ہو گیا

عقل گاہے غالب آید در شکار
شکار میں عقل اس وقت غالب آئے گی

برسگِ نفست کہ باشد شیخ یار
تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہو گا

نفس اژدرہاست بالصد زور وفن
نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے

رُوئے شیخ اُورا زمرّد دیدہ کن
شیخ کے چہرہ اس کے لئے آنکھیں نکال ڈالنے والا زمرد ہے

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبُوں
اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے

چوں خراں کِش کن آنسو اے حروں
اے سرکش! اس کو گدھوں کی طرح کھینچ کر اس طرف لیجا

---

[1] گرچہ۔ وہ آنے والے سمجھدار خود بھی یہ اسرار بیان کرسکیں گے لیکن مثنوی کی باتوں سے ان کو تقویت حاصل ہوگی۔ نے کہ۔ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی اسی طرح بعد میں آنے والوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کردیگی۔ روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہیں بغیر واسطہ فیض خداوندی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطہ کے بغیر بھی عطا فرما دیتا ہے۔ ذوق۔ لذت اور وہ نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کے لئے دسترخوان تو وہ طاقت اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیاء کو عنایت فرما دیتا ہے۔

[2] رزقِ جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہوگا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داؤد کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔ نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کردیتی ہے۔ از بن دنداں۔ یعنی جبراً قہراً۔

[3] صاحب آں گاؤ گائے کے مدعی کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب اس نے حضرت داؤد کا فیصلہ سنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہوگا۔ عقل۔ عقل نفس کا شکار جب کرے گی جب شیخ یار بن جائے۔ زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے میں زمرد کی تاثیر رکھتا ہے۔ چوں خراں۔ نفس کو گدھے کی طرح کھینچ کر شیخ کے پاس لیجا۔

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا — دستش از داماں مکن یکدم رہا
اگر تو اژدہے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے — کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا نہ کر

خاک شو در پیشِ شیخِ باصفا — تا زِ خاکِ تو بروید کیمیا
صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا — تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

صد اِ زباں دَر ہر زبانش صد لغت — زُرق و دَستانش نیاید در صفت
نفس کے سو زبانیں ہیں اور اس کی ہر زبان میں سو سو بولیاں ہیں — اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

چوں بنزدیکِ وَلی اللہ شَوَد — آں زبان صد گز شَود کوتہ شَود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے — اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

مُدّعیِ گاؤ نفس ۲ آمد فصیح — صد ہزاراں حُجت آرد نا صحیح
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے — غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد اِلّا شاہ را — رَہ نداند زَدشہِ آگاہ را
شاہ کے علاوہ شہر کو فریب دیتا ہے — باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

نفس را تسبیح و مُصحف دَر یمیں — خنجر و شمشیر اندر آستیں
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے — آستین کے اور خنجر اور تلوار ہے

مُصحفِ سالُوس اُو باوَر مکُن — خویش با اُو ہمسر و ہمسَر مکُن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر — اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہم رتبہ نہ بنا

سُوئے حوضت آورد بہرِ وضو — واندر انداز و تُرا در قعرِ اُو
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے — اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینک دیتا ہے

عقل نُورانی و نیکو طالب ست — نفس ظُلمانی بروچوں غالب ست
عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے — تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

زانکہ اُو دَر خانہ عقلِ تو بُروں — گرچہ مِلکِ اُوست لیکن شُد زَبوں
کیونکہ وہ گھر میں ہے تیری عقل باہر ہے — گھر اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے

زانکہ اُو دَر خانہ عقلِ تو غریب — بَر درِ خود سَگ بَوَد شیرِ مہیب
کیونکہ وہ گھر میں ہے اور تیری عقل مسافر ہے — اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

باش ۳ تا شیراں سوئے بیشہ رَوند — دیں سَگانِ کور آنجا بگرَوند
ٹھہر، کہ شیر کچھار میں پہنچیں — یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

۱ صد زباں۔ نفس بہت ہی بت بنا اور مکار ہے اس کے مکروں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ کوتہ۔ نفس کی زبان شیخ کی صحبت میں کوتاہ ہو جاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کر سکتا۔ مدعی۔ نفس گائے کے مدعی کی طرح ہے۔ اس مدعی نے بہت سی غلط دلیلیں پیش کر دیں۔ شہر۔ گائے کے مدعی کی تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آ گئے تھے حضرت داؤد فریب میں نہ آئے تھے۔

۲ نفس۔ نفس بگلا بگھت ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بہت شریر ہے مصحف۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن۔ سوئے حوض۔ نیکی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے۔ عقل نورانی۔ عقل جیسی شریف چیز پر کمین نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہو گیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کر دیا اور اپنے اندر نفس کو بسا لیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہو گیا ہے اور عقل ماری ماری پھرتی ہے۔

۳ باش۔ عقلیں جب اپنے اصلی مقام پر مقیم ہوں گی سب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مکرِ نفس و تن نداند عامِ شہر — اُو نگردا دو جُز بوحی القلب قہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے — وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

ہر کہ جنس اوست یارِ اُو شود — جُز مگر داؤد کو شیخت بُود
جو اس کا ہم جنس ہے اس کا دوست بن جاتا ہے — مگر سوائے داؤد کے جو تیرا شیخ ہے

کو مُبدّل گشت و جنسِ تن نماند — ہر کرا حق در مقام دل نشاند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے — جس کو اللہ تعالیٰ نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

خلق ۲ جُملہ عِلتی انداز کمیں — یارِ عِلّت می شود عِلّت یقیں
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں — یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے

ہر خسے دعویِ داؤدی کُند — ہر کہ بے تمیز کف دروے زند
ہر کمینہ داؤد ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے — جو بے تمیز ہے اس سے وابستہ ہو جاتا ہے

چوں زصیّا دے شُنید آوازِ طیر — مُرغِ ابلہ میکُند آں سوئے سیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے — بیوقوف پرند اس جانب اڑان بھرتا ہے

نقدرا از قلب نشناسد غویست — ہیں از و بگریز اگرچہ معنویست
جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے — خبردار! اس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

رستہ ۳ و بربستہ پیشِ اُو یکے ست — گر یقیں دعوے کند اُو در شکے ست
آزاد اور گرفتار اس کے نزدیک یکساں ہے — اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں مبتلا ہے

اینچنیں کس گر ذکیِ مطلق ست — چونش ایں تمیز نبوَد احمق ست
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے — جب اس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے

ہیں از و بگریز چوں آہوز شیر — سوئے اُو مشتاب اَے داتا دلیر
خبردار! اس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن — اے عقلمند بہادر! اس کی جانب نہ جا

گریختن عیسیٰ علیہ السّلام بر فرازِ کوہ از احمقان و
بیوقوفوں کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کی بلندی پر بھاگ کر

شخصے در پے اُو رفتن و سوال کردن
جانا اور ایک شخص کا ان کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

۱ لو۔ نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مدکی گاؤ حضرت داؤدؑ کی قلبی وحی سے مغلوب ہوا اور نہ شہر والے اس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے۔ شیخ چونکہ داؤدؑ کی طرح ہے وہ اس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدل۔ شیخ کامل وہ ہے جو جسمیت کو ختم کر کے مجسم روح بن جائے اور اس طرح سے مظہر خدا بن جائے جس طرح دل مظہر خدا ہے۔

۲ خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔ ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوت نہیں ہوتی ہے تو وہ ان کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی سیٹی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔ نقد۔ ان احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز چاہیے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔

۳ رستہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی، اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔ اینچنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اس کو احمق سمجھو اور اس سے اس طرح بھاگو جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذاب الٰہی اور لاعلاج ہے۔

عیسیٰ[1] مریم بکوہے می گریخت
حضرت عیسیٰ (ابن) مریم ایک پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے

شیر گوئی خونِ اُو میخواست ریخت
گویا، شیر ان کا خون بہانا چاہتا ہے

آں یکے در پے دوید و گفت خیر
ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے

در پئیت کس نیست چہ گریزی چو طیر
آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرند کی طرح آپ کیوں دوڑ رہی ہیں

با تتاب اُو آنچناں میتاخت چفت
جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے

کز شتابِ خود جواب اُو نگفت
کہ اپنی جلدی میں اس کو جواب نہ دیا

یک دو میداں در پے عیسے براند
وہ ایک دو میدان حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے بھاگا

پس بجدّ جہد عیسےٰ را بخواند
پھر کوشش سے حضرت عیسیٰ کو پکارا

کز پے[2] مرضاتِ حق یک لحظہ ایست
کہ خدا کی خوشنودی کے لئے تھوڑی دیر ٹھہریئے

کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست
کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل درپیش ہے

از کہ ایں سُومی گریزی اے کریم
اے صاحب کرم! ادھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں

نے پئیت شیر و نہ خوف خصم و بیم
آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف

گفت از احمق گریزانم برو
فرمایا جا میں بیوقوفوں سے بھاگ رہا ہوں

می رہانم خویش را بندم مشو
میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی
اس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں

کہ شود کورو کر از تو مستوی
کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

گفت[3] آرے گفت آں شہ نیستی
انہوں نے فرمایا ہاں اس نے کہا پھر وہ شاہ نہیں ہیں؟

کہ فسونِ غیب را ما دیستی
کہ آپ غیبی منتر کے ماہی و مبتلا ہیں

چوں بخوانی آں فسوہ بر مُردہ
آپ جب وہ منتر کسی مردے پر پڑھتے ہیں

بر جہد چوں شیر صید آوردہ
وہ مردہ شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو
انہوں نے فرمایا میں وہی ہوں اس نے کہا کہ آپ

نے ز گل مُرغاں کنی اے خوبرو
اے حسین کیا مٹی سے پرندے نہیں بنا دیتے ہیں

بر دمی در وے سُبک تا جاں شود
آپ اس میں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے

در ہوا اندر زماں پرّاں شود
اور فوراً ہی ہوا میں اڑنے لگتا ہے

گفت آرے گفت پس اے روحِ پاک
انہوں نے فرمایا ہاں اس نے کہا تو اے پاک روح

ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں پھر کس کا ڈر ہے

---

[1] عیسیٰ۔ یعنی ابن مریم اس طرح پہاڑ کی جانب بھاگے جا رہے تھے جیسے کو گویا کوئی شیر ان کے خون کے درپے ہے ایک شخص ان کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اس کو جواب نہ دے سکے۔

[2] کز پے مرضات۔ اس شخص نے بھاگ کر اور ان سے قریب ہو کر کہا خدا کے لئے رک جایئے اور میرا جواب دید کیجئے۔ گفت۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک۔ گفت۔ اس شخص نے کہا پھونک کے دم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں، آپ احمق کی حماقت سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

[3] گفت آرے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جن کو اسم اعظم آتا ہے جب وہ آپ مردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ گفت۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے، تو اس نے کہا آپ تو مٹی سے پرندہ بنا کر اڑا دیتے ہیں اس میں پھونک مار دیتے ہیں تو اڑنے لگتا ہے۔ گفت۔ آرے۔ انہوں نے اقرار کیا تو اس نے پھر کہا جب آپ کے پاس ایسے معجزات ہیں تو آپ کو کسی سے کیا ڈر ہے۔

باچنیں بُرہان کہ باشد در جہاں
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں کون ہو گا؟

کہ نباشد مر ترا از بندگان
جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت[1] عیسیٰ کہ بذات پاکِ حق
حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم

مُبدعِ تن خالقِ جاں در سَبَق
جو کہ جسم کا پیدا کرنے والا ازل میں روح کا خالق ہے

حُرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ اُو
اس کی پاک ذات اور صفات کی قسم

کہ بُوَد گردوں گریباں چاکِ اُو
جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

کاں فسُون و اسمِ اعظم را کہ من
کہ وہ منتر اور اسم اعظم جو میں نے

برگر و بر کور خواندم شد حَسَن
بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہو گیا

بر کہِ سنگیں بخواندم شد شگاف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہو گیا

خرقہ رابد رید بر خود تا بناف
اس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

برتن[2] مُردہ بخواندم گشت حَی
میں نے مردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہو گیا

بر سَرِ لاشیٔ بخواندم گشت شیٔ
میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہو گیا

خواندم آں را بر دلِ احمق بہ دُو
میں نے محبت سے اس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا

صَد ہزاراں بارو در مانے نَشُد
لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

سنگ خارا گشت وزاں خُو برنگشت
سنگ خارا بن گیا اور اس عادت سے نہ ہٹا

ریگ شد کزوے نروید ہیچ کشت
ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اگے

گفت[3] حکمت چیست کانجا آمد حق
اس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسم اعظم نے

سُود کرد اینجا نبُود آنرا سَبَق
فائدہ کیا اس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست واِیں رنجے چرا
وہ بھی بیماری ہے اور یہ بھی بیماری کیوں

اُو نشد ایں را وآں راشد دَوا
وہ اس کے لئے دوا نہ ہو اور اس کے لئے دوا بن گیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خداست
فرمایا بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے

رنج کوری نیست قہر آں ابتلاست
اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

اِبتلا رنجیست کان رحم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے

احمقی رنجیست کاں زخم آورد
بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

برسَر آرد زخم رنجِ احمقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے

رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
اس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

[1] گفت۔ اس سوال کرنے والے کے جواب میں فرمایا۔ مدح۔ ایجاد کرنے والا۔ سبق۔ ازل۔ گریبان چاک۔ یعنی عاشق۔ کاں۔ بیشک اس اسم اعظم کا یہی اثر ہے کہ اس سے اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں۔ ہرکہ۔ پہاڑ اس کی عظمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔

[2] برتن۔ اسم اعظم مردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ لاشی۔ یعنی اسم اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہو جاتا ہے۔ دو۔ محبت۔ سنگ خارا۔ یعنی احمق پر اسم اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ الٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہو گیا۔ خو۔ یعنی حماقت کی عادت۔

[3] گفت۔ اس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسم اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ حماقت عذاب الٰہی ہے اور اندھا پن ایک آزمائش ہے، آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی۔ حماقت پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔

انچہ[1] داغِ اُوست مُہر او کردہ است
جو اس کا داغ ہے گویا اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے

چارۂ بروے نیارد بَرد دست
کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

زاحمقاں بگریز چوں عیسیٰ گریخت
بیوقوفوں سے اس طرح بھاگ جیسے حضرت عیسیٰ بھاگے

صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت
احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

اندک اندک آب را دُزدد و ہَوا
ہوا ' پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے

وینچنیں دُزدد ہم احمق از شما
اسی طرح بیوقوف تم میں سے چراتا ہے

گرمیَت را دُزدد و سَردی دہد
وہ تیری گرمی کو چراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے

ہمچناں کو زیرِ خود سنگے نہد
جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

آں گریز عیسوی نزبیم بُود
حضرت عیسیٰ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا

ایمن ست اُو از پے[2] تعلیم بُود
وہ محفوظ تھے ' تعلیم دینے کے لئے تھا

ز مہریر ار پُر کند آفاق را
اگر سردی ' تمام دنیا کو بھر دے

چہ غم خورشید با اِشراق را
روشن سورج کو کیا غم ہے

ہر کرا گرمی بود از نورِ حق
جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو

اُوچہ غم دارد ز سردیہائے بق
اس کو سخت بارش کی سردی کا کیا غم ہے؟

قصہ اہلِ سبا و حماقتِ ایشاں واثر نا کردنِ پندو نصیحتِ انبیاءؑ دَر ایشاں

اہل سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیاء کی نصیحت کا ان پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یادم آمد قصہ اہلِ سبا[3] کزدم احمق صَبا شاں شدوَ با
مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آ گیا احمقانہ باتوں سے صبا ہوا ان کے لئے وبا بن گئی

آں سبا ماند شہرے بس کلاں دَر فسانہ بشنودی از کودکاں
وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا تو نے بچوں سے قصہ میں سنا ہو گا

کودکاں افسانہا می آورند درج در افسانہ شاں صد گونہ پند
بچے قصے بیان کرتے ہیں ان کے افسانوں میں سو قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

ہزلہا گویند در افسانہا گنج می جُو دَر ہمہ ویرانہا
افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں تو ہر ویرانے میں خزانے تلاش کر

---

[1] انچہ۔ حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مہر ہے جس پر کوئی تدبیر موثر نہیں ہوتی ہے۔ زاحمقاں۔ بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰ بھاگے تھے۔ اندک۔ جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہو جاتی ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چراتی رہتی ہے۔ گرمیت۔ بھلائیوں کے لئے گرم جوشی کو اس کی صحبت سردی اور کاہل سے تبدیل کر دیتی ہے۔

[2] پے تعلیم۔ حضرت عیسیٰ کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا۔ زمہریر۔ اگر تمام دنیا میں سردی پھیلی ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کرا۔ حضرت عیسیٰ کو نور حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہو سکتے تھے۔

[3] سبا۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صبا۔ پروا ہوا۔ وبا۔ بیمار۔ کودکاں۔ بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا۔ افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے کے تلاش کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ویرانہ میں خزانہ تلاش کرے۔

بُود اِ شہرے بس عظیم و مہ دلے
وہ سبا بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن

قدر اُو چوں قدرِ سکرہ پیش نے
اس کا رتبہ سکورہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز
بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا

سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

مَردُم دہ شہر مجموع اندرو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ تھا

لیک جُملہ سہ تنِ ناشُستہ رُو
لیکن سب مل کر تین گندے شخص تھے

اندر و نوع خلائق بے شمار
اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں تھیں

لیک آں جُملہ سہ خام پُختہ خوار
لیکن وہ سب تین شخص ناقص پکی پکائی کھانے والے تھے

جان ۲ ناکردہ بجاناں تاختن
جان کو جاناں کی طرف نہ کر کے دوڑنا

گر ہزاران سب باشد نیم تن
اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہونگے

آن یکے بس دُوربین و دیدہ کور
ان میں سے ایک اندھی آنکھوں والا دور تک دیکھ لینے والا

از سلیمانؑ کو رو دیدہ پائے مور
سلیمان کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے والا

واں دگر بس تیز گوش و سخت کر
دوسرا بہت تیز کان والا، اور سخت بہرا

گنج و دوروے نیست یک جو سنگ زر
خزانہ اور اس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مریل ٹٹو دوڑانے والا

لیک دا منہائے جامہ اُو دراز
لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

گفت کور اینک سپاہے میرسند
اندھے نے کہا، یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں

من ہمی بینم کہ چو قوم اندرو چند
میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

گفت ۳ کر آرے شنیدم بانگِ شاں
بہرے نے کہا ہاں میں نے ان کی آواز سن لی

کہ چو میگویند پیدا و نہاں
کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم
ننگا بولا، میں اس سے خوف زدہ ہوں

کہ ببُرّند از درازی دا منم
کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند
اندھے نے کہا، اب وہ قریب آ گئے ہیں

خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اٹھ کہ ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

گر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل

می شود نزدیک تریا راں ہلہ
خبردار، اے دوستو! بہت نزدیک آ رہا ہے

۱ بود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ مٹی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زفت۔ اوپر نیچے پیاز کے چھلکوں کی طرح تھا اور اس میں آبادی تھی۔ مردم۔ آبادی کی تعداد تو دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ اس میں گندے قسم کے تھے۔ سہ خام۔ وہ تینوں بھی عقل کے کچے اور کھانے کے پکے تھے۔

۲ جان ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوب حقیقی سے وابستہ نہ ہوا کرتی لاکھوں بھی ہیں تو آدھا شخص ہیں۔ آن یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیا داری میں بڑے دوربین۔ سلیمان۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں اندھے پائے مور۔ دنیا کی معمولی سے معمولی بات کے بڑے بینا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بری بات سن لینے میں کانوں کی بہت تیز تھی۔ گنج۔ وہ شہر سبا دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی اس میں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔

۳ گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سن رہا ہوں۔ آں برہنہ۔ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دراز دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت۔ اندھے نے کہا میں دیکھ رہا ہوں وہ بہت قریب آ گئے ہیں مشغلہ۔ شور و غل۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔

آں برہنہ گفت آوہ[1] دامنم
ننگے نے کہا ' ہائے میرا دامن!

از طمع بُرّند و من نا ایمنم
لالچ میں کاٹ لیں گے اور میں محفوظ نہیں ہوں

شہر را ہشتند آمدند
انہوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے

وز ہزیمت دَر دے اندر شدند
اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دو مُرغِ فربہ یافتند
انہوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا

لیکا ذرّہ گوشت نے بردے نرُشند
لیکن اس ذرہ برابر گوشت نہ تھا ' لاغر تھا

کوردید و آں کر آوازش شنید
اندھے نے اس کو دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سن لی

عور بگرفت و بدا ماں در کشید
ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

مُرغ مُردہ خُشک از زخمِ کلاغ
مرغ مردہ کوے کی ٹھونگوں سے خشک تھا

اُستخوانہا زار گشتہ چوں پناغ
ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

پس طلب کردند و دیگے یافتند
انہوں نے تلاش کیا اور ایک دیگچی پالی

بے سَر و بے بُن ' سُبک بشتافتند
جس کے نہ سر تھا نہ تلی ' جلدی دوڑے

برسَرِ[2] آتش نہا دندآں سہ تن
ان تینوں نے آگ پر رکھا

مُرغ فربہ رابدیگ اندر زفن
موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنر مندی سے

آتشش کردند چنداں اے پسر
اے بیٹا! انہوں نے اس قدر پکایا

کاستخواں شد پختہ گمش بیخبر
کہ ہڈیاں پک گئیں اس کے گوشت کو پتہ نہ ہوا

زاں ہمی خوردند چوں از صَید شیر
انہوں نے اس کو اس طرح کھایا جس طرح شیر شکار کو

ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
اس کے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کی طرح پیٹ بھرا ہو گیا

ہر سہ[3] زاں خوردند بس فربہ شُدند
تینوں نے اس میں سے کھایا بہت موٹے ہو گئے

چوں سہ پیلے بس بزرگ و مہ شدند
تین موٹے اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں
ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے

در نگنجیدے زز فتی دَر جہاں
بھاری پن سے دنیا میں نہ سماتا تھا

باچنیں گبزی و ہفت اندام زفت
ایسے موٹاپے اور ساتھیوں موٹے اعضاء کے باوجود

از شگافِ دَر بروں جستند تفت
تیزی سے دروازے کے درز سے باہر نکل گئے

راہِ مرگِ خلق ناپیدار ہی ست
مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے

دَر نظر ناید کہ آں بیجا رہی ست
وہ دکھائی نہیں دیتا ' کیونکہ لا مکان راستہ ہے

[1] آوہ۔ افسوس۔ ایمن۔ مطمئن۔ شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت۔ پسپائی۔ نرُشند۔ لاغر۔ پژمردہ۔ زخم کلاغ۔ کوے کا ٹھونگے مارنا' پناغ کپاس کا دھاگا' مکڑی کا جالا۔ بے مر۔ یعنی ان کو ایسی ہڈی ملی جس کا نہ گلا تھا نہ تلا۔

[2] برسر آتش۔ یعنی اس مردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈال کر پکانا شروع کیا۔ آتشش۔ یعنی اس کو اس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اس مردہ مرغ کو انہوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی پیٹ بھرتا ہے۔

[3] ہر سہ۔ تینوں اس مردہ مرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔ آنچناں۔ ان میں سے ہر ایک ایسا پھولا کہ دنیا میں نہیں سما رہا تھا۔ ہا چنیں۔ لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کھڑکی دراز سے نکل بھاگے۔ کز۔ فربہ ہفت اندام۔ سر۔ سینہ۔ پشت۔ دونوں ہاتھ دونوں پاؤں۔ ننگاف۔ دراز۔ راہ مرگ۔ کھڑکی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

نِک پیاپے کار واپسہا مُقتفی[1] — زیں شگافِ در کہ ہست آں مختفی
قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں — دروازے کی اس درز سے جو پوشیدہ ہے

بردَر اَر جوئی نیابی آں شگاف — سخت ناپیدا وزو چندیں زفاف
اگر تو دروازے میں تلاش کریگا وہ درز نہ پائے گا — بالکل پوشیدہ ہے اور اس میں سے اس قدر روانگی ہے

اے ضیاء الحق حسام الدیں عیاں — باز باید کرد شرح ایں بیاں
اے ضیاء الحق حسام الدین واضح طور پر — اس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست — آشنا را رُوئے دَر بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے — جاننے والے کا رخ ' بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کور دُوربیں وآں کر تیز شنو و آں برہنہء دراز دامن
اس دور تک دیکھنے والے اندھے اور اس تیز سننے والے بہرے اور اس لمبے دامن والے ننگے کی شرح

کر[2] اَمل را داں کہ مرگِ ما شنید — مرگِ خود نشنید و نقلِ خود ندید
بہرا ' امید کو سمجھ کہ اس نے ہماری موت کی خبر سنی — اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابینا ست بیند مُو بمُو — عیب خَلقاں اُو بگوید کُو بکُو
لالچ اندھا ہے ' بال بال دیکھتا ہے — لوگوں کو عیب کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

عیبِ خود یک ذرّہ چشمِ کور اُو — می نہ بیند گرچہ ہست اُو عیب جُو
اس کی اندھی آنکھ اپنا عیب نے ذرہ برابر بھی — نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے

عُور می ترسَد کہ دامانش بُرند — دامنِ مَردِ برہنہ کے دَرند
ننگا ' ڈرتا ہے کہ اس کا دامن کاٹ لینے گے — حالانکہ ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں

مردِ[3] دنیا مفلس ست و ترسناک — ہیچ اُورا نیست از دُزد اندیش باک
دنیا دار انسان مفلس ہے ' اور خوفزدہ ہے — اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اس کو چوروں کا کیا ڈر؟

اُو برہنہ آمد و عُریاں رَوَد — وز غمِ دُزدش جگر خود میشود
وہ ننگا آیا اور ننگا جائے گا — اور چور کے غم سے اس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بُوَد صد نوحہ پیش — خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش
اس کے مرنے کے وقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیش ہوتے ہیں — اس کی جان کو اپنے اس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زماں داند غنی کش نیست زر — ہم ذکی داند کہ اُو بُد بے ہنر
اس وقت مالدار جان جاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے — اور ذہین بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا

[1] مقتفی۔ پیچھے۔ مختفی۔ پوشیدہ
بردر۔ کواڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ زفاف۔ دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دار آخرت کی طرف روانگی۔ اے پسر۔ ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ۔ یعنی نااہل دل کے لئے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے۔

[2] کر۔ اس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مراد ہیں تمنا اور امید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص۔ اس قصہ میں اندھے سے مراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسرں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عور۔ ننگے سے مراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مفلس ہے۔

[3] مرد دنیا۔ دنیادار مفلس ہے اس لئے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ لو برہنہ۔ دنیا دار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقت مرگ۔ جب اس دنیا کی دولت کی حقیقت کھل جائے گی جس پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اپنے اوپر ہنسے گا۔ آں زماں۔ جب نہ دنیاوی دولت کام آئے گی نہ دنیاوی ہنر تب سمجھے گا کہ وہ کس قدر مفلس اور بے ہنر ہے۔

چوں[1] کنارِ گود کے پُر از سِفال
جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بڑی ہوئی ہے

کُو بَراں لَرزاں بَوَد چوں رَبِّ مال
جو ان کے لئے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

گر ستانی پارۂ گریاں شَوَد
اگر تو اس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے

پارہ گر بازش دہی خنداں شَوَد
اگر تو اس کو ٹھیکرا دوبارہ دیدے تو وہ ہنسنے لگے

چوں نباشد طفل را دانش دثار
چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے

گریہ و خندش ندارد اعتبار
اس کا رونا اور ہنسنا اعتبار نہیں رکھتا ہے

محتشم[2] چوں عاریت را ملک دید
مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا

پس براں مالِ دَرد غیں می طپید
اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ اُورا ہست مال
خواب دیکھتا ہے کہ اس کا مال ہے

ترسد از دُزدے کہ بُرباید جوال
چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اڑا لے جائے گا

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش
جب کان کھینچنے والا اس کو نیند سے اٹھاتا ہے

پس ز ترسِ خویش تسخر آیدش
تو اپنے خوف سے اس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالماں
اسی طرح کا ان ہنر مندوں کو خوف ہے

کہ بُوَد شاں عِلم و عقلِ ایں جہاں
جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

از پے ایں عاقلانِ ذو فنون
انہی ہنر مند عقلمندوں کے لئے

گفت ایزد وَرَبُّنے لَا یَعْلَمُوْنَ
قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ نہیں جانتے

ہر یکے تر ساں زدُزدیِ کسے
ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے

خویشتن را عِلم پندار دبسے
اپنا علم بہت سمجھتا ہے

گوید[3] اُو کہ روز گارم می بَرد
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے

خود ندارد روزگارِ سُود مَند
حالانکہ خود مفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم بر آوردند خَلق
کہتا ہے لوگ مجھے بیکار بناتے ہیں

غرقِ بیکاریست جانش تا بحلق
حالانکہ اس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

عُور تر ساں کہ منم دامن کشاں
ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن کھسیٹنے والا ہوں

چوں رہانم دامن ز چنگالِ شاں
ان کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

صَد ہزاراں فضل و انداز عُلوم
علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے

جانِ خود رامی نداند آں ظَلُوم
وہ ظالم، اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

---

[1] چوں۔ کنار۔ اس دنیادار کی حالت اس بچہ کی سی ہے جس نے پلو میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور ان کو دولت سمجھ رہا ہوں ان کنکریوں کے لٹنے سے ڈرتا ہو اور اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور اس کو واپس دیدو تو ہنسنے لگے۔ دثار۔ بالائی لباس۔

[2] محتشم۔ دنیادار دولت و حشمت والا۔ عاریت۔ دنیا کی دولت اس کے پاس عارضی ہے۔ خواب۔ یہ دولت ایسی ہے جیسے کہ کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چون۔ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اس کو اپنے اوپر ہنسی آئے گی یہی حال آخرت میں دنیادار کا ہوگا۔ از پے۔ دنیادار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے۔ ہر یکے۔ ہر دنیادار اپنے علم کے بارے میں چور سے ڈرتا ہے۔

[3] گوید۔ دنیادار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا وقت اس کے لئے ت۔ قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید۔ وہ کہتا ہے لوگ آکر مجھے بیکار بناتے ہیں حالانکہ جو اس کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکاری کے مرادف ہیں۔ غور۔ یہ دنیا دار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے اس کے علوم کو برباد کر رہے ہیں۔ صد ہزاراں۔ دنیا کے لاکھوں علوم کا عالم ہے لیکن اپنی روح کے بارے میں وہ ظالم بے جان ہے۔

داند او خاصیتِ ہر جوہرے — در بیانِ جوہرِ خود چوں خرے
وہ ہر جوہر کی خاصت جانتا ہے — اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

کہ ہمی دانم یجوز ولا یجوز — خود ندانی تو یجوزی یا عجوز
کہ میں یجوز ' اور لا یجوز کو جانتا ہوں — تو خود نہیں جانتا کہ تو یجوزی ہے یا بڑھیا

ایں روا آں ناروا دانی ولیک — تو روا یا نا روائی بیں تو نیک
تو یہ جانتا ہے یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن — تو غور کر ' تو خود جائز ہے ' یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست — قیمت خود را ندانی احمقیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے — تو اپنی قیمت نہیں جانتا ' یہ حماقت ہے

سعدہا ۲ و نحسہا دانستہ — ننگری سعدی تو یا ناشستہ
تو سعادتوں اور نحوستوں کو جانتا ہے — تو یہ غور نہیں کرتا کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جملہ علمہا اینست و ایں — کہ بدانی من کیئم در یوم دیں
تمام علوم کی جان و اصل یہی ہے — کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جملہ علمہا اینست خود — کہ بہ بخشد جملہ را جانِ ابد
خود تمام علوم کی جان یہ ہے — کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصولِ ۳ دیں بدانستی تو لیک — بنگر اندر اصلِ خود کو ہست نیک
تو نے دین کے اصول جان لئے لیکن — اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیت اصول خویش بہ — کہ بدانی اصل خود اے مردِ مہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں — اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

صفتِ خرمی شہرِ سبا و ناشکری ایشان

سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا — می رمیدندے ز اسبابِ بقا
ان اہل سبا کی اصل بری تھی — وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

داد شاں چنداں ضیاع و باغ و راغ — از چپ و از راست از بہرِ فراغ
انکو اللہ نے اس قدر جائیداد اور باغ اور چراگاہ دی — دائیں اور بائیں سے فراغت کے لئے

۱ اذاقہ۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر روح کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ ہمی۔ دنیا دار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی۔ یعنی اس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا نادان بڑھیا۔ یجوزی۔ یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دلائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اس کو اپنا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔

۲ سعدہا۔ دنیا دار عالم نجوم ' ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت رکھتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔ جان جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہونا ہے۔

۳ اصول دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا نہیں۔ از اصولیت۔ اصول فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔ خرمی۔ خوشحالی۔ بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ ضیاع۔ جائیداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ۔ یعنی فارغ البالی۔

بسکہ می اُفتاد از پُری[1] ثمار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے

تنگ می شد معبرہ بر رہگذار
چلنے والوں پر راستہ تنگ ہو جاتا ہے

آں نثارِ میوہ رہ رامی گرفت
پھلوں کی بکھیر راستہ روک دیتی تھی

از پُریِ میوہ رہرو در شگفت
پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سَلّہ بر سر در درختستانِ شاں
ان کے باغوں میں سر پر کی نوکری

پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں
بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوہ فشاندے بے کسے
بغیر کسی شخص کے ' ہوا پھل جھاڑتی

پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
ان پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ
موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے

برسَر و روئے روندہ می زدہ
چلنے والے کے سر اور منہ کو لگتے

مَردِ گلخن تاب از پُریِ زر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے

بستہ بُودے بر میاں زرّیں کمر
کمر پر زریں پیٹی باندھے رہتا ہے

سَگ کلیچہ[2] کوفتے در زیرِ پا
کتے پاؤں کے نیچے قلیچے روندتے

تخمہ بُودے گرگ صحرا از نوا
غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہوجاتی

گشتہ ایمن و دہ از دُز دو گرگ
شہر اور گاؤں چور اور بھیڑیئے سے محفوظ ہو گئے ہے

بُز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ[3]
موٹے بھیڑیئے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامہ ایشاں اگر چرکیں شدُے
اگر ان کے کپڑے میلے ہو جاتے

آتشِ سوزندہ شاں صابون بُدے
جلانے والی آگ ان کا صابون ہوتا

در تنور اند اختندے جامہ را
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے

بعد یک ساعت شدے خوش باصفا
تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہو جاتا

گر بگویم شرحِ نعمتہائے قوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں

کہ زیادت می شد آں یوماً فیوم
جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سخنہائے مہم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی

انبیاء بُردند امرِ فاستقیم
انبیاء فاستقم کا حکم لے کر گئے

چوں زحد بُردند ناشکری چناں
جب انہوں نے اس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی

غیرتِ حق کارگر شُد در زماں
اس وقت اللہ تعالیٰ کی غیرت کام میں لگ گئی

[1] پُری۔ کثرت۔ ثمار۔ ثمرہ کی جمع۔ پھل۔ معبر۔ گزرگاہ ' راستہ۔ راہگذار۔ مسافر۔ نثار۔ بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سَلّہ۔ نوکر۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بیکسے یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ حمامی۔ کمر۔ پیٹی

[2] کلیچہ۔ قلیچہ۔ تخمہ۔ بدہضمی ' گشتہ۔ مال وخوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیئے کو کسی کے پھاڑنے کی

[3] سترگ۔ موٹا۔ چرکین۔ میلا۔ آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیاء۔ یعنی انبیاء کو حکم ہوا کہ وہ ان کو راست روی کا حکم دیں۔

آمدنِ پیغمبراں بہ نصیحت اہلِ سبا

اہل سبا کی نصیحت کے لئے پیغمبروں کا آنا

سیز دہ پیغمبر آنجا آمدند — گمرہاں را جملہ رہبر می شدند

تیسرا پیغمبر وہاں آئے — گمراہوں کے سب رہبر بنے

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکرک گو — مرکب شکر ار بخسپد حر گو

کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی شکر کر — اگر شکر کی سواری سو گئی ہے اس کو چلاؤ

شکرِ منعم واجب آمد در خرد — ورنہ بکشاید درِ خشمِ ابد

عقلی اعتبار سے انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے — ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند — کز چنیں نعمت بشکرے بس کند

ہاں کرم دیکھو' اور یہ خون کون کرتا ہے؟ — کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر[۲] بہ بخشد شکر خواہد سجدہ — پا بخشد شکر خواہد قعدہ

وہ سر عنایت کرتا ہے سجدہ کا شکر چاہتا ہے — پاؤں بخشتا ہے بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکرِ نعمت نعمت افزوں تر کند — صد ہزاراں گل ز خارے سر کند

نعمت کا شکر' نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے — لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

قوم گفتہ شکرِ مارا بُرد غول — ما شدیم از شکر و از نعمت ملول

قوم نے کہا' ہمارا شکر بھوت لے گیا — ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا — کہ نہ طاعت ماں خوش آیدے خطا

ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں — کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے نہ گناہ

مانمی خواہیم نعمتہا و باغ — مانمی خواہیم اسباب و فراغ

ہم نعمتیں' اور باغ نہیں چاہتے — ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے[۳] چہ سیر شد جاں ما ازیں — شکر چہ گویئم بر گوئید ہیں

نعمت کیا چیز ہے' اس سے ہماری طبیعت بھر گئی — کاہے کا شکر کریں' ہاں بتاؤ

انبیاء گفتند در دل علتے ست — کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست

انبیاء نے فرمایا دل میں بیماری ہے — کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت ازوے جملگی علت شود — طعمہ در بیمار کے قوت شود

اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں — کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے

---

۱ حر گو۔ یعنی تم شکر کے گھوڑے کے بیدار کر کے چلاؤ۔ درخرد۔ عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکر یہ ضروری ہے۔ ہیں۔ اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکر یہ کا طلب بنے۔

۲ سر۔ اللہ نے سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکر یہ یہ ہے کہ اس سر سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پا۔ اللہ نے پاؤں بخشے ہیں تو ان کا شکر یہ یہ ہے کہ اس کے لئے عبادت میں قیام وقعود کیا جائے۔ صد ہزاراں۔ مصائب نعمتوں سے بدل جائے گے۔ غول۔ بھوت' شیطان۔ ماشدیم۔ اہل سبا نے کہا ہم تو ان نعمتوں سے تنگدل ہیں اور ہمارے لئے اب نہ اطاعت میں لذت رہی نہ گناہ میں۔

۳ نعمتے۔ یعنی جب نعمت ہمارے لئے باعث زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔ انبیاء۔ انبیاء نے اہل سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہو گیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کر دیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دی جاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کر دیتی ہے۔

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُصر — جُملہ ناخوش گشت وصاف اُو کدر
اے ضدی تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں — سب ناقص اور ان میں سے صاف مکدر ہو گئیں

تو عدُوِّ [1] ایں خوشیہا آمدی — گشت ناخوش ہر چہ بروے کف زدی
تو ان خوشیوں کا دشمن بن گیا — جس چیز پر تو نے ہاتھ دھرا وہ ناگوار ہو گئی

ہر کہ اُو شد آشنا و یارِ تُو — شُد حقیر و خار در دیدارِ تُو
جو تیرا واقف اور یار بنا — تیری نظر میں وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ اُو بیگانہ باشد با تو ہم — پیشِ تو اُو بس مہ است و محترم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو — وہ تیرے لئے بہت بڑا اور با عزت ہے

اینہم از تاثیر آں بیماری ست — زہرِ اُو در جُملہ خلقاں ساری ست
یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر ہے — اس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علّت بباید کرد زُود — شکر با آں ہم حدَث خواہد نمُود
اس بیماری کو فوراً دفع کرنا چاہیے — کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہے

ہر خوشی [2] کاید بتو نا خوش شوَد — آبِ حیواں گر رسد آتش شوَد
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے بری ہو جاتی ہے — اگر آب حیات آتا ہے، آگ بن جاتا ہے

کیمیائے مرگ و حسک ست آں صفت — مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
یہ صفت موت اور بے چینی کی کیمیا ہے — بالآخر اس کی وجہ سے تیری زندگی موت بن جاتی ہے

بس غذائے کہ زوَے دل زندہ شدُ — چُوں بیامد در تنِ تو گندہ شدُ
بہت سی غذائیں ہیں جن سے دل زندہ ہوتا ہے — وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اِشکار شدُ — چُوں شکارت شُد بر تُو خوار شُد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے — جب تیرا شکار بن گئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائی [3] عقل با عقل از صفا — چُوں شوَد ہر دم فزون باشد دِلا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے — جب ہو جاتی ہے ہر لحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائی نفس باہر نفس پست — تو یقیں می داں کہ ہر دم کم ریست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی — تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نفسش گرد علّت می تند — معرفت را زُود فاسد میکُند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے — جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

[1] عدُوّ۔ اسی لئے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔ ہر کہ۔ اسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ زہرِ او۔ اس بیماری میں پوری قوم مبتلا ہے۔ شکر با آں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

[2] ہر خوشی۔ اس بیماری سے ہر اچھی چیز بری بن جاتی ہے، آب حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس۔ اس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا شکار اور گرویدہ ہے تم اس کو ذلیل سمجھتے ہو۔

[3] آشنائی۔ جو دوستی عقل کی بنیاد پر ہوتی ہے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہے۔ زانکہ۔ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر نخواہی[1] دوست را فردا نفیر — دوستی با عاقل و با عقل گیر
اگر تو کل قیامت کو کسی دوست کو قابل نفرت نہیں دیکھنا چاہتا ہے — عقلمند اور عقل سے دوستی کر

از سموم نفس چوں با علّتی — ہر چہ گیری تو مرض را آلتی
چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے — تو جو بھی لے گا مرض کا آلہ کار ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود — ور بگیری مہر دل جنگے شود
اگر تو موتی لے گا وہ پتھر ہو جائے گا — اگر تو دل کی محبت اختیار کرے گا وہ دشمنی ہو جائیگی

ور بگیری نکتہ بکرِ لطیف — بعدِ درکت گشت بے ذوق و کثیف
اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کریں گا — تیرے پالینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندہ ہو جائے گا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد — چیزِ دیگر بجز ایں اے عُضد
کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے پرانا ہو گیا ہے — اے یارا اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیزِ دیگر تازہ و نو گفتۂ گیر — باز فرد ازاں شوی سیر و نفیر
فرض کرو کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہہ ہوئی ہو — پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہو گا

دفعِ[2] علّت کن چو علّت خُو شود — ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود
کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے بیماری کو دفع کر — ہر پرانی بات تیرے لئے نئی ہو جائے گی

تا کہ از کہنہ بر آرد برگِ نو — بشگفاند کہنہ صد خوشہ زگو
حتی کہ پرانی بات نئے پتے نکالے گی — پرانی بات گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھلائے گی

ما طبیبانیم و شاگردانِ حق — بحرِ قلزم دید مارا فانفلق
ہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں — ہمیں بحر قلزم نے دیکھا تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگرند — کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند
جسمانی طبیب دوسرے ہیں — جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما بدل[3] بے واسطہ خوش بنگریم — کز فراست ما بعالی منظریم
ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں — کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبان غذایند و ثمار — جانِ حیوان بدیشاں اُستوار
وہ غذاؤں اور پھلوں کے طبیب ہیں — حیوانی روح ان سے ٹھیک ہوتی ہے

ماطبیبانِ فعالیم و مقال — مُلہم ما پرتوِ نورِ جلال
ہم قولوں اور فعلوں کے طبیب ہیں — اللہ تعالیٰ کا نور ہم پر الہام کرنے والا ہے

[1] گر نخواہی۔ اگر ایسا دوست بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔ از سموم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اس کی بیماری میں اضافہ کریگا۔ ور بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو برے لگتے ہیں۔ چیز دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائے گا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

[2] دفع۔ اگر قلبی بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحر قلزم۔ حضرت موسیٰ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبان۔ طبیعت۔ یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ نبضے۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔

[3] ما بدل۔ انبیاء اور اولیاء بلا واسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ مخفی علامتوں سے کسی چیز کو پہچان لینا۔ جان حیوانی۔ جسمانی اطبا کا کام روح حیوانی کو ٹھیک کرنا ہے۔ ماطبیبان۔ یہ انبیا کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کون سا فعل اور قول مہلک ہے اور کونسا نافع ہے۔ مُلہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

کانچنیں فعلے ترا نافع بود
کہ ایسا فعل تیرے لئے نافع ہو گا

و انچناں فعلے زرہ قاطع شود
اور ایسا فعل راہ حق سے جدا کرنے والا ہو گا

آنچنیں[1] قولے ترا پیش آورد
ایسی با تجھے آگے بڑھائے گی

و انچناں قولے ترا نیش آورد
اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

آنچنان و انچنیں از نیک و بد
ایسا اور ویسا ' اچھا اور برا

پیشِ تو بنہیم و بنمائیم جد
ہم تیرے سامنے کھدیتے ہیں اور اچھی طرح دکھادیتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں در خواہی آں
اگر تو چاہے اس کو اختیار کر تو چاہے اس کو

زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں
زہر اور شکر ' پتھر اور جوہر واضح ہو گیا

واں طبیباں را بود بوئے دلیل
ان طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے

ویں دلیلِ ما بود وحیِ جلیل
اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے

دست[2] مزدے می نخواہیم از کسے
ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں

دستِ مزدِ ما رسد از حق بسے
ہمیں اللہ تعالیٰ سے بہت مزدوری ملتی ہے

ہیں صلا بیماریِ ناسور را
آگاہ! ناسور کی بیماری کے لئے پکار ہے

دارویٔ مایک بیک رنجور را
ہماری دوا ' ہر ہر بیمار کے لئے ہے

معجزہ خواستنِ قوم از پیغمبران علیہم السلام

قوم کا پیغمبروں سے ان پر سلام ہو معجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مدّعی
قوم نے کہا ' اے دعوے دارو

کو گواہِ علم و طبِّ نافعی
نفع رساں طب اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوں[3] شما بستہ ہمیں خواب و خورید
جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہے

ہمچو ما باشید و در وہ می چرید
ہماری طرح ہو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دامِ ایں آب و گلید
جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو

کے شما صیادِ سیمرغِ دلید
تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

حُبِّ جاہ و سروری دارد براں
رتبہ اور سرداری کی محبت اس پر آمادہ کرتی ہے

کہ شمارد خویش از پیغمبراں
کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ
ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے

کردن اندر گوش و افتادن بدوغ
سننا ' اور چھاج میں گرنا

---

[1] آنچنیں۔ یعنی انسان کو کونسے افعال و اقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کونسے راستے روکتے ہیں۔ آنچناں۔ انسانوں کے لئے نیکی اور بدی کو خوب واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ گر تو خواہی۔ اس کے بعد پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ ہمسائی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں ہم وحی الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

[2] دست مزدے۔ تمام انبیاء یہی کہتے ہیں لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ۔ یعنی ہم تم سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔ ناسور۔ یعنی دشوار گزار مرض۔ کو گواہ۔ ان لوگوں نے انبیاء سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔ چوں۔ شما۔ کفار نے انبیاء پر ہمیشہ اسی قسم کا اعتراض کیا ہے۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے انبیاء ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔

[3] چوں شما۔ یعنی کفار نے انبیاء سے کہا کہ تم خود جبکہ آب و گل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہو۔ خیر جانے۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ بڑا بننے کا شوق پیغمبری کا دعوی کراتا ہے۔ افتا۔ دن بدوغ۔ یعنی گھٹیا چیزوں حاصل کرنا۔

انبیاءا گفتند کایں زاں علّت ست
انبیاء نے کہا یہ باتیں اسی بیماری کی وجہ سے ہیں

مایہ کوری حجابِ رُویت ست
اندھے پن کا سرمایہ دیدار کا پردہ ہے

دعویٔ مارا شنیدید و شُما
تم نے ہماری دعویٰ سن لیا اور تم

می نہ بینید ایں گہر در دستِ ما
ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

اِمتحان سب ایں گہر مر خلق را
یہ جو ہر لوگوں کی آزمائش ہے

ماش گردا نیم گردِ چشمہا
ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست
جو یہ کہے کہ گواہ کہاں ہے اس کی بات خود گواہ ہے

کوئی بیند گہر، حبسِ عماست
کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز
سورج کہے، کہ اٹھ

کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز
دن نکل آیا، اٹھا جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا گو گواہ
تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟

گویدت اے کو راز حق دیدہ خواہ
تجھ سے وہ کہے گا اے اندھے اللہ تعالیٰ سے آنکھ مانگ

روزِ ۲ روشن ہر کہ او جوید چراغ
جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے

عین جُستن کوریش باشد بلاغ
یہ ڈھونڈنا ہی اس کے اندھے پن کا اعلان ہے

وَر نمی بینی گمانے بُردۂ
اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو نے محض ایک گمان کیا ہے

کہ صَباح ست و تو اندر پردۂ
کہ صبح ہو گئی ہے اور تو پردے میں ہے

کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش
اس گفتگو سے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر

خامُش و در انتظارِ فضل باش
چپ رہ اور اللہ کے فضل کا انتظار کر

فضلِ بے علّت مگر دَریا بدت
شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے

زیں شقاوت روئے دل برتابدت
اس بدبختی سے تیرے دل کا رخ موڑ دے

وَرنہ ۳ ماندی در چنیں کوری اَبد
ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہے گا

آئینہ پنہاں شُد از تو در نمد
آئینہ تجھ سے نمدے میں چھپ گیا ہے

درمیانِ روز گفتن روز کو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟

خویش رُسوا کردن ست اے تُند خو
اے بد مزاج! اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے

صَبر و خاموشی جذوبِ رحمتست
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے

ویں نشاں جستن نشانِ علّت اَست
اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

۱ انبیاء۔ انبیاء نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھا پن ہے۔ دعویٰ۔ یعنی نبوت کا دعویٰ۔ ایں گہر۔ یعنی۔ نبوت و رسالت۔ ماش۔ گردانیم۔ یعنی اپنی نبوت سب کو دیکھا رہے ہیں۔ ہر کہ گوید۔ جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے۔ اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لاؤ تو یہ اس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔

۲ روز۔ جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔ ور نمی بینی۔ یعنی اگر کسی کو آفتاب رسالت نظر بھی نہ آئے وہ کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کر لے کہ شاید وہ نکلا ہو اور میں خود پردے میں ہوں اس لئے مجھے نظر نہیں آتا ہے۔ فضلِ بے علّت۔ یعنی فضل خداوندی۔ زیں شقاوت۔ یعنی آفتاب رسالت کا نظر نہ آنا۔

۳ ورنہ۔ اگر علی الاعلان مخالفت کریگا تو ہمیشہ کے لئے بدبختی میں مبتلا ہو جائے گا اور اس کو آئینہ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔ درمیان۔ اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کر کے رسوائی مول لے رہا ہے۔ جذوب۔ کھینچنے والا۔ نشاں جستن۔ یعنی معجزہ طلب کرنا۔

اَنْصِتُوْا بپذیر تا بر جانِ تو — آید از جاناں جزائے اَنْصِتُوْا
قصوٗ کو قبول کر لے تاکہ تیری جان پر — محبوب کی طرف سے قصوٗا کا بدلہ آئے

گر نخواہی نکس پیشِ ایں طبیب — بَر زمیں زن زود سَر را اے لبیب
اگر تو بیماری کی پلٹ نہیں چاہتا ہے اس طبیب کے سامنے — اے ذہین سر کو جلد زمین پر رکھ دے

گفت افزوں را تو بفروش و بخر — بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر
زیادہ گفتگو کر بیچ ڈال ' اور خرید لے — جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

تا ثنائے تو بگوید فضلِ ہُو — کہ حَسد آرد فلک بَر جاہِ تو
تاکہ اللہ تعالیٰ کا فضل تیری ایسی تعریف کرے — کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

چوں طبیباں را نگہدارید دل — خود بہ بینید و شوید از خود خجل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے — خود دیکھ لو گے ' اور خود شرمندہ ہو گے

دفع[2] ایں کوری بدستِ خلق نیست — لیک اکرام طبیبان از ہدیست
اس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے — لیکن طبیبوں کی عزت کرنا اسباب ہدایت میں سے ہے

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید — تا بمشک و عنبر آگندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام ہو — تاکہ مشک اور عنبر سے پر ہو جاؤ

مہتم داشتنِ قوم انبیاء را علیہم السّلام

قوم کا انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند[6] ہم زرق ست و مکر — کے خدا نائب کند از زید و بکر
قوم نے کہا یہ سب فریب اور مکر ہے — خدا زید ' اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ اُو — آب و گلِ کو خالقِ افلاک کو
بادشاہ کا قاصد اس کا ہم جنس ہونا چاہیے — پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

مَغزِ خَر خوردیم تا ما چوں شما — پشہ را داریم ہمرازِ ہُما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے — مچھروں کو ہما کا ہمراز سمجھیں

کو ہُما کو پشہ کو گِل کو خدا — ز افتابِ چرخ چہ بُوَد ذرّہ را
کہاں ہما کہاں مچھر کہاں مٹی کہاں اللہ — ذرہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بُوَد — تا کہ در عقل و دماغے در رَوَد
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے — جو عقل اور دماغ میں آ سکے

---

[1] اَنْصِتُوْا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے۔ گر نخواہی نکس۔ یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہش مند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسول۔ گفت۔ انبیاء اور رسولوں کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے ان کے لئے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیے۔ تا ثنائے۔ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائے گا کہ آسمان کو اس پر حسد آئے گا۔ چوں۔ جب ان اطباء کی دلداری کی جائے گی تو انسان پر خود اپنی حقیقت کھل جائے گی۔

[2] دفع۔ رسالت نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ان لوگوں کی توقیر کرنا اس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔ قوم۔ یعنی اہل سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بنا سکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے انسان جو آب و گل سے بنا ہے اس کو اللہ سے کیا مناسبت ہے۔

[3] مَغزِ خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بن جاتا ہے۔ پشہ۔ یعنی انسان۔ ہُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ کو ہُما۔ اللہ تعالیٰ اور انسان میں کیا نسبت ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت۔ ایں چہ۔ کسی انسان کا اللہ تعالیٰ سے ہمراز ہونا عقل میں نہیں آ سکتا۔

تا کجا[1] ایں گفت بیہودہ کجا — ایں چہ زرق ست و چہ شید ست و دغا
یہ بیہودہ گفتگو کب تک؟ — یہ کیا مکر ہے' یہ کیا فریب اور دغا ہے

خود کجا کو آسماں کو ریسماں — می نگیرد مغزِ ما ایں داستاں
یہ خود کہاں ہے کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا؟ — اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم ایں قدر — گندنا رامی شناسیم از گزر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں — کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایت خرگوشاں کہ خرگوشے را بر سالت پیشِ فیل

ان خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا

فرستادند کہ بگو کہ من رسولِ ماہِ آسمانم در پیشِ تو کہ ازیں
کہ تو جا کر کہہ' کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لئے قاصد ہوں' کہ تو پانی کے

چشمۂ آب حذر کن چنانچہ در کتابِ کلیلہ و دمنہ آمدہ
اس چشمے سے پرہیز کر' جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت — من رسولِ ماہم و با ماہ جُفت
یہ تو ایسا ہے کہ ایک خرگوش نے کہا — میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز[2] رمہ پیلاں ازاں چشمہ زُلال — جُملہ نخچیراں بُدند اندر وَبال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر — تمام جنگلی جانور مصیبت میں تھے

جُملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور — حیلہ کردند چوں کم بود فور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے — چونکہ طاقت کم تھی انہوں نے تدبیر کی

از سَرِ کُہ بانگ زد خرگوشِ زال — سُوئے پیلاں در شبِ غُرّہ ہلال
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی — ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہ[3] پیلاں من رسولم پیشِ بایست — بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ سامنے کھڑا ہو جائیں قاصد ہوں — قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ مناسب نہیں ہے

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید — چشمہ آنِ ماست زیں یکسو شوید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ — چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم — گفتم از گردن بروں انداختم
ورنہ میں تمہیں اندھا کر دوں گا' ظلم — میں نے بتا دیا' اپنا فرض ادا کر دیا

[1] تا کجا۔ اہل سبا نے انبیاء سے یہ کہا۔ ریسماں۔ پنڈیا کا کچا دھاگا۔ غالباً۔ ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کر لیں۔ گندنا۔ عربی میں اس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار پھلی ہے جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہل سبا نے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے جیسا خرگوش چاند کا رسول بنا تھا۔ من رسول۔ خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیغامبر ہوں اور چاند کا ہمراز ساتھی ہوں۔

[2] کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اس لئے بنا تھا کہ تمام جانور چشمے پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے مل کر یہ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ جملہ۔ جنگل کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لئے انہوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔ زال۔ بڑھیا۔ غرہ۔ پہلی رات کا چاند۔

[3] شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ وہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ میگوید۔ میں چاند کی طرف سے پیغام لایا ہوں چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اس پر نہ آیا کرو۔ گر کہنا نہ مانو گے تو اندھا بنا دوں گا۔ ستم گفتم۔ یعنی میں نے تمہارا ظلم تم کو بتا دیا ہے اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

ترکِ ایں چشمہ بگوئید و روید — تاز زخمِ تیغِ من ایمن شوید
یہ چشمہ چھوڑ دو اور چلے جاؤ — تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

نک نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ — مضطرب گردد زپیلِ آب خواہ
دیکھو علامت یہ ہے کہ چاند پانی میں — پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیار ابلغ عشر اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ — تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کر لے

آں غلاں شب حاضر آ اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آجا — تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پا لے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید — شاہ پیل آمدز چشمہ می چرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گذر گئے — ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے پانی پینے لگا

چونکہ زخرطوم پیل آں شب درآب — مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
اس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی — پانی ہلا اور چاند ہلنے لگا

پیل ۲ باور کرد ازوے آں خطاب — چوں دورانِ چشمہ مہ کرد اضطراب
ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کر لیا — جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ — بعدازاں نامد یکے زیشاں ہمہ
وہ جھنڈ خوف کھا کر واپس ہو گیا — اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

مانہ زاں پیلانِ گویم اے گروہ — کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ
اے گروہ ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں — کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

جواب گفتنِ انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردن ایشاں شکوں

انبیاء کا ان کے اعتراض کا جواب دینا اور ان کی ایک مثال بیان کرنا

انبیاء ۳ گفتند آوہ پندِ ماں — سخت تر کرد اے سفیہاں بندتاں
انبیاء نے فرمایا افسوس ہماری نصیحت نے — اے بیوقوفو! تمہاری بڑی کو اور سخت کر دیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں — گشت زہرِ جاں قہر آہنجِ تاں
ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا — جان کا زہر، تمہارا قاتل قہر بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را — چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے — جبکہ اللہ تعالیٰ نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

۱ نک نشاں۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو وہ چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہ بیاباب اگر یقین نہیں ہے تو چودھویں شب کو آنا اور میرے اس دعوے کی دلیل آنکھوں سے دیکھ لینا۔ چوں دو ہفتہ۔ جب چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گزرنے کو ہوئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمہ پر پانی پینے آیا۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

۲ پیل۔ جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آ گیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سارے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔ مانذاں۔ یہ قصہ سنا کر اہل سبا نے کہا ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آجائیں۔

۳ انبیاء۔ ان کی اس تقریر پر انبیاء نے ان سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہو گئیں۔ اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ ظلمت۔ جب کسی پر غضب خداوندی ہوتا ہے تو نور ہدایت اس کے لئے مزید اندھیرے کا سبب بن جاتا ہے۔

چہ[1] رئیسی جُست خواہیم از شُما
ہم تم سے کیا سرداری چاہیں گے

کہ ریاست ماں فزون ست از سَما
ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

چہ شرف یا بدز کشتی بحرِ دُر
موتیوں کا سمندر کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟

خاصہ کشتی ز سر گیں گشتہ پُر
خصوصاً اس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود
اس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے

کافتابے اندر و ذرّہ نمود
جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

کآدمے کُو بُود بیمثل و فرید
جیسا کہ آدم جو کہ بیمثل اور یکتا تھے

دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

چشم[2] دیوانہ بہارش دَے نمود
شیطانی آنکھ نے موسم بہار کو خزاں دکھلایا

زاں طرف جنبید کورا خانہ بود
اسی طرف گئی جو اس کا مقام تھا

اے بَسا دولت کہ آید گاہ گاہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں

پیشِ بے دولت بگردو اُوز ارہ
بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

اے بَسا معشُوق کاید ناشناخت
بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان کے آجائیں گے

پیشِ بَدبختے نداند عشق باخت
ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے

احمقاں رااِیں چنیں حرماں چراست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟

می نساز و گمرہاں را راہِ راست
گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے

وِیں مُقلِّب قلب راسوءُالقضاست
اور یہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بری تقدیر ہے

چوں[3] بُتِ سنگیں شمارا قبلہ شُد
جب پتھر کا بت تمہارا قبلہ بن گیا

لعنت و کوری شمار ظُلّہ شُد
لعنت اور اندھا پن تمہارا سائبان بن گیا

چوں بشاید سنگ تاں انبازِ حق
تمہارے پتھر کا اللہ تعالیٰ کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا؟

چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق
عقل اور روح کو اللہ تعالیٰ کا ہمراز بنانا کیوں نامناسب ہوا

پشۂ مُردہ ہُما را شُد شریک
مرا ہوا مچھر ہما کا شریک بن گیا

چوں نشاید زندہ ہمرازِ مَلیک
زندہ کا اللہ تعالیٰ کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہ ہوا

[1] چہ۔ جس کو اللہ کے تقریب سے وہ مرتبہ حاصل ہو جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہے۔ چہ شرف۔ جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ اے دریغ۔ وہ آنکھ قابل افسوس ہے۔ جس کو آفتاب ذرہ نظر آئے۔ کادمے۔ یہ شیطانی آنکھ ہے کہ اس نے حضرت آدم کے پتلے کی مٹی کو دیکھا اور ان کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

[2] چشم دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدم جو بمنزلہ بہار تھے وہ اس کو خزاں نظر آئے خود ذلیل تھا اس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی اے بسا۔ بدبختوں کو قیمتی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اس کی قدر نہیں کرتے۔ حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب ان کی حرمان نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان پر مسلط ہے۔

[3] چوں۔ انبیاء نے اہل سبا سے کہا چونکہ تم بت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو اس لئے لعنت اور اندھا پن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی یہ علامت ہے کہ پتھر کے بت کو تو اللہ کا شریک سمجھتے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمہیں اشکال پیش آرہا ہے۔ پشۂ مُردہ۔ یعنی پتھر کا بت۔ ہُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ملیک۔ اللہ تعالیٰ

آں اُبت مُردہ ترا شیدہ شماست
وہ مردہ بت تمہارا گھڑا ہوا ہے

پشّۂ زندہ ترا شیدہ خداست
زندہ مچھر خدا کا بنایا ہوا ہے

عاشقِ خویشند و صنعت کردِ خویش
وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں

دُمِ ماراں را سَرِ مارست کیش
سانپوں کی دم کا مذہب سانپ کا سر ہے

نے دراں دُم دولتے و نعمتے
نہ اس دم میں کوئی دولت اور نعمت ہے

نے دراں سَر راحتے و لذتے
نہ اس سر میں کوئی راحت اور لذت ہے

گردِ سَر گرداں بَوَد آں دُمِ مار
وہ سانپ کی دم سر کے چاروطرف گھومتی رہتی ہے

لائق اندو در خورند آں ہر دو یار
وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

آنچناں ۲ گوید حکیمِ غزنوی
غزنوی دانا ایسا ہی فرماتے ہیں

در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
"الٰہی نامہ" میں اگر تو اچھی طرح سنے

کم فضولی کن تو در حُکمِ قدَر
تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر

در خور آمد شخصِ خر باگوشِ خر
گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

شد مناسب عضوہا وابد انہا
اعضاء اور بدن مناسبت سے بنے ہیں

شد مناسب و صفہابا جانہا
اوصاف جانوں کے مناسب ہیں

وصف ۳ ہر جانے مناسب باشدش
ہر روح کی صفت اس کے مناسب ہوتی ہے

بیگماں باجاں کہ حق بتراشدش
یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

چوں صفت باجاں قرین کردست اُو
جبکہ اس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے

پس مناسب دانش ہمچوں چشم ورُو
تو اس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شُد مناسب وصفہا در خوب وزشت
اچھائی اور برائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں

شُد مناسب حرفہا کہ حق نوشت
جو حروف اللہ تعالیٰ نے لکھے وہ مناسب ہیں

دیدۂ و دل ہست بَین الاصبعَین
آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں

چوں قلم در دستِ کاتب اے حسین
اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اِصبعِ لُطف ست وقہرے درمیان
مہر اور قہر کی انگلی ہے درمیان میں

کلک دل باقبض وبسطے زیں بنان
ان سرانگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

۱ آں بُت۔ بت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہوسکتا۔ عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دُمِ ماراں۔ سانپ کی دم سانپ کے سر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ گردِ سَر۔ جس جانب منہ جائے گا اسی جانب اس کی دم جائے گی۔ دو یار۔ یعنی سانپ کی دم اور سر۔

۲ آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں ان کو بیان کر کے یہ بات بتاتے ہیں کہ کفار کی محرومی اور ان کی عجیب عقل پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں مضمر ہیں وہی اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضولی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنانا بیکار ہیں اس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے۔ عضوہا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے اعضاء اور بدنوں میں خاص تناسب رکھا ہے ہر روح میں اس کے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔

۳ وصف۔ ہر جان کے اوصاف اس کے مناسب پیدا فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ایک روح کے لئے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اس کے مناسب تھی۔ شد مناسب۔ قلم تقدیر نے جو حروف لکھے وہی اس شخص کے مناسب تھے۔ دیدۂ دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرف چاہتی ہے ان کا رخ موڑ دیتی ہے۔ اصبع۔ جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلم دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہے دوسری قہر کی انگلی ہے۔ بنان۔ بنانہ کی جمع سرانگشت

اے [1] قلم بنگر گرا جلا لیستی — کہ میانِ اصبعینِ کیستی
اے قلم! اگر تو خدائی ہے تو خیال رکھ — کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست — فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست
تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے — تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر ظاہر ہونے والا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست — عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخِ اوست
تیرے احوالے کے حروف اس کی تحریر کے ہیں — تیرا ارادہ اور اس کو فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

جز نیاز و جز تضرّع راہ نیست — زیں تقلّب ہر قلم [2] آگاہ نیست
دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے — اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند ولے بر قدرِ خود — قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد
اس کو قلم جانتا ہے لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر — اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

انچہ در خرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حیل آمیختند
وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی کے قصہ سے متعلق ہوئے — حتی کہ حکمت ازلی کو دنیاوی حیلوں سے ملا دیا

بیانِ آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردن خاصّہ درکارِ الٰہی

اس کا بیان کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے کام کی

کے [3] رسد تا ایں مثلہا ساختن — سوئے آں درگاہِ پاک انداختن
ان کو کیا حق تھا کہ انہوں نے یہ مثالیں گھڑیں — اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آن مثل آوردنِ آنحضرت ست — کہ بعلمِ سرّ و جہر او آیت ست
مثال دینا اس دربار کا حق ہے — کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

تو چہ دانی سرِّ چیزے تا تو کل — تا بزُلف و یا بُرخ آری مثل
تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے — تاکہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسیٰ آں را کہ عصا دید و بنُود — اژدہا بُد سرِّ اُو لب می گشود
موسیٰ نے جس کو عصا اور وہ عصا نہ تھا — اژدہا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

پر راز منکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰ کا علم بھی ناقص ہے تو تم ان نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔

[1] اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اس کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ جملہ۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اس انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے چوراہے پر ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ عزم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔ جز نیاز۔ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے۔ تقلب۔ یعنی حالات کا تغیر۔

[2] قلم۔ یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور برائی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ آنچہ۔ اب مولانا نے پھر اہل سبا کے قصہ کی طرف رخ کیا ہے اہل سبا نے رسولوں اور خدا کو کھیل و مسخرہ کے قصہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ ازلی۔ یعنی ازلی حکمت۔ حیل۔ یعنی دنیاوی حیلے۔

[3] کے رسد۔ اہل سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس طرح کی مثالیں جناب باری تعالیٰ کے لئے گھڑیں۔ آں مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو مثال اور جس کے لئے وہ مثال ہے اس سے اس کو پوری واقفیت ہو۔ کل۔ گنجا اگر زلف اور روح کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰ حضرت موسیٰ جیسا نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدہا تھا اس نے ہونٹ چلائے تو ان

چوں چُناں شاہے نداند سِرِّ چوب
جبکہ ایسا شاہ لکڑی کے راز کو نہ سمجھے

تو چہ دانی سِرِّ ایں دام و حبوب
تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا

چوں غلط شُد چشمِ موسیٰ در مثل
جب مثال کے معاملہ میں حضرت موسیٰ کی آنکھ غلط ہوگئی

چوں کُند موشے فضولی اِمُدّخل
تو فضولی چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

آں مثالت راچو اژدرہا کُند
وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے

تا بپاسخ جز و جزوت بر کند
تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

ایں مثال آورد ابلیسِ لعیں
ملعون شیطان یہ مثال لایا

تا کہ شُد ملعونِ حق تا یوم دیں
یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قیامت تک کے لئے ملعون ہوگیا

ایں مثال آورد قاروں۲ از لجاج
قارون جھگڑے سے یہ مثال لایا

تا فرو شُد در زمیں با تخت و تاج
یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

ایں مثال آورد نمرُودِ جہُول
جاہل نمرود یہ مثال لایا

تا کہ پشہ مغزِ سَر خوردش عجُول
یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کے سر کا مغز کھالیا

ایں مثال آورد فرعون از غلط
فرعون غلطی سے یہ مثال لایا

تا کہ اندر آبِ دریا شُد سَقَط
یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

ایں مثال اندیش گشتہ قوم۳ عاد
قوم عاد یہ مثال سوچنے والی بنی

کاستخواں شاں خرد و مُردا آمد زباد
کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

ایں مثال آورد ہر بدبختِ دوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا

تا کہ شُد در قعرِ دوزخ سَرنگوں
یہاں تک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہوگیا

ایں مثالث راچو زاغ و لوم داں
تو اس مثال کو کوا اور الو سمجھ

کہ از یشاں پَست شد صد خانداں
کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہوئے ہیں

مثلہا زدن قوم نوحؑ باستہزا در زمانِ کشتی ساختنِ اُو
قوم نوح کا حضرت نوح کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوح اندر بادیہ کشتی بساخت
حضرت نوح نے جنگل میں کشتی بنائی

صد مثل گو از پے تسخُر بتاخت
سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کے لئے دوڑے

۱ فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ مدخل۔ سوراخ، گھسنے کی جگہ۔ آں مثالت۔ غلط مثالیں دنیا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے کہا۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس آدم کو مٹی سے لہٰذا میں اس سے افضل ہوں تو اس کو سجدہ کیوں کروں۔

۲ قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اس کے ذریعہ آخرت کا طالب بن تو اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ یعنی یہ دولت میرے علم اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ یعنی لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔ عجول۔ جلد باز۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ سَقَط۔ بیکار چیز

۳ قوم عاد۔ حضرت ہود کے ساتھ ان لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہو گئے۔ دیں مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔

دَر بیابانے کہ چاہ و آب نیست[1]
اس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے

می کند کشتی چہ ناداں ابلہیت
وہ کشتی بنا رہا ہے کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

آن یکے میگفت ایں کشتی بتار
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا

واں یکے میگفت پَرَش ہم بساز
اور ایک کہتا تھا کہ اس کے پر بھی لگا

آں یکے میگفت دنبالش کر سپت
ایک کہتا تھا کہ اس کا دنبالہ ٹیڑھا ہے

واں یکے میگفت پشتش کژ مرسپت
ایک کہتا تھا کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آں یکے میگفت پالانش کجاست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟

واں یکے میگفت یالیش کج چراست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

آں یکے میگفت کایں مَشک تہی ست
ایک کہتا تھا کہ یہ خالی مشکیزہ ہے

واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست
ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کے لئے ہے

آں یکے میگفت بیکاری مکر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے

یا شدی فرتوت و عقلت شد ز سَر
یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

اُو ہمی گفت ایں بفرمانِ خداست
وہ کہتے تھے کہ یہ خدا کے حکم سے ہے

ایں بچَر بکہا نخواہد گشت کاست
یہ خچھول سے نہ کھنے گی

حکایت[3] آں دزد کہ پرسیدند چہ میکنی درنیم شب دَر زیر
اس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اس دیوار کے

ایں دیوار گفت دُہل می زنم
پاس کیا کر رہا ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دُزدِ عَنید
یہ مثال سن کہ رات میں ایک سرکش چور

دَر بُنِ دیوار حُفرہ می بُرید
دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ اُور نجور بُود
ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا

طقطقِ آہستہ اش رامی شنود
اس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سن رہا تھا

رفت بربام و فرود آدیخت سَر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا

گفت اُورا دَرچہ کاری اے پدر
اس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکنی
خیر تو ہے آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟

تو کئی گفتا دُہل زن اَے سنی
تو کون ہے؟ اس نے کہا اے بزرگ ڈھول بجانے والا ہوں

[1] آب نیست۔ کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اس میں نوح کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بتاز۔ یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اس کو جنگل میں دوڑا۔ پرش۔ اس کشتی کے پر لگا تاکہ اڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اس میں چلے گی۔

[2] آں یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوح سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصہ شیڑھا ہے کوئی کہتا کہ اس کی پشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ اس گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اس کو گدھا قرار دیتا۔ اوہمی۔ حضرت نوح جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اڑانے سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔

[3] حکایت۔ حضرت نوح نے قوم سے فرمایا تھا۔ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ یعنی جس طرح آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو آئندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ اسی مناسب سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے۔ عنید۔ جھگڑالو۔ خُفرہ۔ گڈھا۔ طقطق۔ کھٹا کھٹ گفت اورا۔ اس بیمار گھر والے نے چور سے کہا۔ خیر باشد۔ یعنی خیریت ہے آدھی رات کو تو یہ کیا کام کر رہا ہے اور تو کون ہے۔ سنی۔ بزرگ۔

دَر چہ کاری گفت می کو بم دُہل
اس کام میں معروف ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

گفت کو بانگ دُہل اے بُوسبل[1]
اس نے کہا ئے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فردا بشنودی ایں بانگ را
اس نے کہا تو اس آواز کو کل سن لے گا

نعرۂ یَا حَسْرَتَا وَا وَیْلَتا
یا حسرتا واویلا کا نعرہ

من چو رفتم بشنوی بانگِ دُہل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سن لے گا

آن زماں واقف شوی بر جُزو کُل
اس وقت تو جزو کل سے واقف ہو جائے گا

دَر غلط افتادہ اے نیم خام
اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے

پختہ شو در آتشِ حق والسّلام
اللہ کے عشق کی آگ میں پختہ بن والسلام

آن دروغ ست و کژ و برساختہ
وہ مثال جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے

سِرِّ آن کژ را تو ہم نشناختہ
اس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جواب آن مَثَل کہ منکر ان گفتند از رسالت خرگوش
خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اس کا جواب

سِرِّ آں خرگوش داں دیوِ فضول
اس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے

کہ بہ پیشِ[2] نفسِ تو آمد رُسول
جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفس گول را محرُوم کرد
یہاں تک کہ احمق نفس کو اس نے محروم کر دیا

زآب حیوانے کہ ازوے خضرؑ خورد
اس آب حیات سے جو خضر نے پیا

باز گونہ کردۂ معنیش را
تو نے اس کے معنی کو الٹ دیا

کُفر گفتی مُستعد شو نیش را
تو نے کفر کیا، سزا کے لئے تیار ہو جا

اِضطرابِ ماہ گفتی دَرزُ لال
صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا

کہ بتر سانید پیلاں را شِغال
جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے

خشیتِ پیلان زمہ در اضطراب
چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا بیان کرتا ہے

ایں[3] چہ ماند آخر اے کورانِ خام
اے اندھو عقل کے بچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے

بامہے کہ شد زبونش خاص و عام
اس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

---

۱ بُوسبل۔ مختلف طریقوں والا، موچھوں والا۔ نعرہ۔ یعنی تیرا سب لٹ جائے گا اور تو واویلا کریگا تو وہ میرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تن سن لے گا۔ من۔ یعنی جب میں چوری کر کے چلا جاؤں گا تب تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ در غلط۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط مثالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال خود فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے۔ جواب۔ اب مولانا اس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اس سے مراد شیطان ہے۔

۲ پیش نفس۔ ہاتھی سے مراد نفس انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مراد وہ آب حیات ہے جو خضر نے حاصل کر لیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کر کے آب حیات سے محروم کر دیتا ہے۔ گول۔ احمق۔ باز گونہ۔ اہل سبا نے اس قصہ کو الٹ کر خرگوش سے انبیاء مراد لئے۔ کفر۔ انبیاء کو دھوکہ باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ نیش۔ یعنی سزا۔ زلال۔ صاف پانی۔ شغال۔ یعنی لیڈر۔

۳ ایں چہ۔ یعنی اس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے، آسمان کا چاند اللہ تعالیٰ سے کیا مشابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر مخلوق وہ خالق کے کیسے مشابہ ہو سکتی ہیں۔ تمام جہاں اس کا محکوم ہے۔

چہ مہ وچہ آفتاب وچہ فلک
کیا چاند اور کیا سورج اور کیا آسمان

چہ عقول وچہ نفوس وچہ مَلک
کیا عقلیں اور کیا جانیں، اور کیا فرشتہ

چہ وحوش وچہ طیور وچہ جماد
کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے اور کیا پتھر

چہ ملوک وچہ گداچہ کیقباد
کیا بادشاہ اور کیا فقیر، کیا شہنشاہ

چہ بلاد وچہ جبال وچہ بحار
کیا شہر، اور کیا پہاڑ اور کیا سمندر

چہ مہ وچہ سال وچہ لیل و نہار
کیا مہینہ، اور کیا سال اور کیا رات، اور دن

چہ اِ تراب و آب وچہ باد وچہ نار
کیا مٹی اور پانی اور کیا ہوا، اور کیا آگ

چہ خَریف وصیف، وچہ دے چہ بہار
کیا جاڑا اور گرمی اور کیا خزاں، کیا بہار

جُملہ اندر حکم و در فرمانِ اُو
سب اس کے حکم اور فرمان میں ہیں

ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ اُو
جیسا کہ گیند، بلے کے خم میں

آفتابِ آفتابِ آفتاب
سورج کے سورج کا سورج ہے

ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
میں یہ کیا رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

صَد ہزاراں شہر را خشمِ شہاں
شاہوں کے غصہ نے، لاکھوں شہر

سَرنگوں کرد ست اے بد گوہراں
اے بداصلو! اوندھے کر دیئے ہیں

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف
پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے

آفتابے چوں خَراسے در طواف
سورج پن چکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہ

خشمِ مَرداں ۲ خُشک گرداند سحاب
مردان خدا کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے

خشمِ دلہا کرد عالمہا خراب
دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

بنگرید اے مُردگانِ بے خُوط
اے خوشبو نہ ملے ہوئے مردو دیکھ لو

در سیاستگاہ شہر ستان ٹو
لوط کے شہر کی عذاب گاہ کو

پیل ۳ خود چہ بُود کہ سہ مُرغِ پَراں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین چار اڑنے والے پرندوں نے

کو فتند آں پیلگاں را اُستخواں
ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اَضعفِ مُرغاں ابابیل ست و اُو
ابابیل کمزور ترین پرندہ ہے اور اس نے

پیل را بد رید و نہ پذیرد رَفو
ہاتھی کو ایسا پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوحؑ
کون ہے جس نے طوفان نوح کے بارے میں نہ سنا ہو

یا مَصافِ لشکرِ فرعون و روح
یا فرعون اور حضرت جبرئیل کا معرکہ

۱ چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر۔ خریف۔ موسم سرما۔ فصل خزاں۔ آفتاب۔ پہلا بمعنی آفتاب حقیقت دوسرا بمعنی روشنی تیسرا بمعنی خورشید فلک۔ ہستم بخواب۔ یعنی میرا ذات حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہل سبا کی گستاخی پر ان کو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیاء کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بنی ہے اس کی وجہ سے پہاڑ شق ہوئے ہیں سورج پن چکی کے گدھے کی طرح ان کا طواف کرتا ہے۔

۲ مرداں۔ انبیاء۔ صحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیاء کے دل۔ خوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے جو مردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔ لوط۔ حضرت لوط کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔

۳ پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ نوح۔ حضرت نوح کی ناراضی سے قوم پر پانی کا طوفان آیا۔ لشکر فرعون۔ حضرت موسیٰ کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل نے دریا میں غرق کر دیا۔

روح شاں بشکست واندر آب ریخت
حضرت جبرئیل نے ان کو شکست دی اور پانی میں بہادیا

ذرّہ ذرّہ آب شاں برمی گسیخت
پانی کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

کیست کو نشنید اَحوالِ ثمود [1]
کون ہے ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سنے ہوں؟

وانکہ صرصر عادیاں را می رَبُود
اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اچک رہی تھی

چشم بارے در چناں پیلا کُشا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول

کہ بُدَندے پیل کُش اندر وَغا
جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ

زیرِ خشمِ دل میشہ در رُجُوم [2]
صاحب دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

تا ابد از ظُلمتے دَر ظُلمتے
ہمیشہ کے لئے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں

میروند ونیست غوث و رحمتے
جا رہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نام نیک و بد مگر نشنیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بدکا نام نہیں سنا ہے

جملہ دیدند و شمانا دیدہ اید
سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہے

دیدہ رانا دیدہ می آرید ولیک
دیکھے ہوئے کو ان تصور کر رہے ہو لیکن

چشمِ تاں را وا کشاید مرگ نیک
موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گرد و عالم پُر بُود خورشید و نُور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پر ہوں

چوں روی دَر ظُلمتے مانند کور
ق جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

بے نصیب آئی ازاں نور عظیم
اس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہو گا

بَستہ روزن باشی از ماہِ کریم
اس عظیم چاند کی طرف سے تیرا روشندان بند رہے گا

تو [3] دورن چاہ رفتستی زکاخ
تو تو محل سے گر کر کنویں میں چلا گیا ہے

چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گرگی ماند اُو
وہ جان جو بھیڑیئے پن میں رہی

چوں بہ بیند روئے یوسف را بگو
بتا وہ یوسف کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحن داؤدی بسنگ و کہ رسید
حضرت داؤد کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا

گوشِ آں سنگیں دلاں کم شنید
ان سنگدلوں کے کان نے نہ سنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے

ہر زماں وَاللّٰہ اَعلَم بالرَّشاد
ہر دور میں اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

[1] ثمود۔ حضرت صالح کی اونٹنی کو ذبح کرنے کی وجہ سے چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ عادیاں۔ حضرت ہود کی نافرمانی کی تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے۔ وغا۔ جنگ۔

[2] رُجوم۔ سنگساری۔ ظلمت۔ ظلم۔ ظلمت۔ تاریکی۔ غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم ان تمام دیکھی بھالی چیزوں کو ان دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید نیک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔ گرد و عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنا لے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے۔ روزن۔ روشن دان۔

[3] تو دروں۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنویں میں گرا لے اور دنیا کی وسعت سے محروم ہو جائے تو اس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصفِ گرگی۔ یعنی نفسانی عیوب حرص طمع وغیرہ۔ یوسف۔ یعنی انبیاء و اولیاء۔ لحن داؤدی۔ یعنی انبیاء کے معجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں، لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا۔ آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہل سبا عقل و انصاف سے بے بہرہ ہیں۔

صَلِّقُوْا [1] رُسُلاً کِراماً یَاسَبَا — صَلِّقُوْا رُوْحاً سَبَاهَا مَنْ سَبَا
اے سبا والوں شریف رسولوں کی تصدیق کرو — اس روح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

صَلِّقُوْ هُمْ هُمْ شُمُوْسٌ طَالِعَه — یُؤْمِنُوْکُمْ مِّنْ مَّخَازِی الْقَارِعَه
ان کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں — وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

صَلِّقُوْ هُمْ هُمْ بُلُوْرٌ زَاهِرَه — قَبْلَ اَنْ یَّلْقُوْ کُمْ بِالسَّاهِرَه
ان کی تصدیق کرو وہ روشن چاند ہیں — اس سے پہلے کرو کہ تم سے میدان قیامت میں ملاقات کریں

صَلِّقُوْ هُمْ هُمْ مَّصَابِیْحُ الدُّجیٰ — اَکْرِمُوْ هُمْ هُمْ مَفَاتِیْحُ الرَّجَا
ان کی تصدیق کرو وہ تاریکی کے چراغ ہیں — ان کی عزت کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

صَلِّقُوْا مَنْ لَّیْسَ [2] یَرْجُوْ خَیْرَکُمْ — لَاتَضِلُّوْا لَاتَضِلُّوْا غَیْرَکُمْ
اس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے — گمراہ نہ بنو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل — ہندوی آں ترک باش اے آب وگل
ہم فارسی بولنے والے ہیں خبردار! عربی کو رہنے دے — اے پانی اور مٹی سے بنے ہوئے اس ترک کا غلام بن جا

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید — بگرویدند آسمانہا بگروید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو — آسمان ان کے گرویدہ ہیں تم بھی گرویدہ بنو

یابحالِ [3] اوّلیناں بنگرید — یا سُوئے آخر بحزمے بر پرید
یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو — یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنیِ حَزم ومثالِ مردِ حازِم

پختہ کاری کے معنی کا بیان اور پختہ کار انسان کی مثال

حَزم چہ بُوَد در دو تدبیر احتیاط — از دو آں گیری کہ دورست از خباط
پختہ کاری کیا ہوتی ہے دو چیزوں میں احتیاط کی تدبیر — تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز — نیست آب وہست دیگ پائے سوز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک — پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

آں دگر گوید دروغست ایں بداں — کہ بہر شب چشمہ بینی رواں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے یہ سمجھ لے — کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

[1] صَلِّقُوْا۔ پھر مولانا اہل سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ ان شرف رسولوں کا کہنا مان لو یہ عاشقانِ خدا ہیں ان کی تصدیق کرو۔ یہ مجسم نور ہیں ان کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔ قَبْلَ اَنْ ۔ لامحالہ قیامت کے دن ہمیں ان لوگوں کا سامنا کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانو گے تو وہاں کام نہ چلے گا۔

[2] مَنْ لَّیْسَ ۔ یہ رسول اس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی رہنما کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہو۔

پارسی۔ تمہیں اعتراض کرو گے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو لو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنی غلام۔ ترک۔ معشوق یعنی ذلت حق ۔ ہیں۔ انبیاء جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اس کو سنو آسمان تک اس کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔

[3] یابحال۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں پختہ کاری، احتیاط اور ہوشیاری برتو۔ حزم۔ حاء کے فتح سے پختہ کاری، ہوشیاری احتیاط خباط۔ خبطی پن، لغزش

حَزم آں باشد کہ برگیری تو آب
پختہ کاری یہ ہو گی کہ تو پانی لے لے

تا رہی از تَرس[1] او باشی برصواب
تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

گر بُوَد در راہ آب ایں را بریز
اگر راستہ میں پانی ہو اس کو بہا دے

ور نباشد وائے بر مَرد ستیز
اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کُنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو

حَزم بہر روزِ میعادے کُنید
قیامت کے دن کے لئے پختہ کاری سے کام لو

آں عَدوّے کز پدر تاں کیں کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی

سوئے زنداں ز عِلّیّیں کشید
علیین سے اس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنج دل رامات کرد
اس نے دل کے شاہ شطرنج کو مات دیدی

از بہشتش سحرۂ آفات کرد
اس کو بہشت سے نکالا کر مصیبتوں کا پابند کر دیا

چند جابندش گرفت اندر نَبَرد
معرکے میں چند جگہ اس پر پیچ ڈالا

تا بکشتی در فگندش روئے زرد
یہاں تک کہ سوائے کے ساتھ اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا

آنچنیں کرد ست با آں پہلوال
اس بہادر کے ساتھ یہ کیا

سُست سستش منگریدا ے دیگراں
اے بیگانو! اس کو حقیر نہ سمجھو

مادَر و بابائے مارا آں حَسُود
اس حاسد نے ماری ماں اور باپ کا

تاج و پیرا یہ بچَالاکی رَبُود
تاج اور لباس چالاکی سے اچک لیا

کرد شاں آبخا برہنہ خوار و زار
اس جگہ ان کو ننگا ذلیل اور بدحال کر دیا

سَالہا بگریست آدم زار زار
آدم سالوں زار زار روئے

کہ زاشک[3] چشم اُو روئید نَبت
کہ ان کی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اگ آئی

کہ چرا اندر جریدہ لاست ثَبت
کہ کیوں اعمال نامے میں انکار لکھا ہے؟

توقیا سے گیر طرّ اریش را
تو اس کی چالاکی کا قیاس کر لے

کہ چُناں سَرور گندز وریش را
کہ ایسا سردار اس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

اُلحَذَ رائے گل پرستاں از شرش
اے مٹی کے پجاریوں اس کے شہر سے بچو

تیغ لَا حَوالے زَنید اندر سَرش
اس کے سر پر لاحول کی تلوار مار دو

---

[1] از ترس۔ یعنی پانی نہ ملنے کا خوف۔ گر بود۔ احتیاط اور حزم کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت کے لئے اعمال صالحہ کا توشہ لے لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہے تو اعمال صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہر حال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمال صالحہ کام آجائیں گے اور اگر قیامت حقیقتاً ہوئی اور اعمال صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کر لئے جائیں، یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔

[2] خلیفہ۔ یعنی حضرت آدم روز میعاد۔ روز قیامت۔ زنداں۔ یعنی دنیا۔ علیین۔ جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ شہ شطرنج دل۔ یعنی حضرت آدم۔ بند۔ پیچ نبرد۔ جنگ۔ پہلوان۔ یعنی حضرت آدم۔ مادر۔ یعنی حوا۔ بابا۔ حضرت آدم۔ مادر۔ یعنی حوا۔

[3] کہ زاشک۔ یعنی حضرت آدم اپنی لغزش پر اس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اگ آئی۔ جریدہ۔ عین ثابت یعنی وہ وجود آدم جو قبل تخلیق آدم علم الٰہی میں تھا دفتر یعنی لوح محفوظ۔ لا۔ یعنی کہنا نہ ماننا۔ لاتقربا کا حکم۔ طراری۔ جیب تراشی۔ مکاری۔ سرور۔ یعنی حضرت آدم۔ ریش۔ ریش کندن۔ غم وغصہ کرنا۔ گل پرست۔ تن پرست۔

کوہمی [1] بیند شمارا از کمیں — کہ شما اورا نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے — خبردار! کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیّاد ریزد دانہا — دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے — دانہ ظاہر' اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی اُلحذر — تانہ بندد دام برتو بال وپَر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ — تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حَمام — ورنہ چوں خوردی در افتادی بدام
اے کبوتر جب تو دانہ دیکھے' بھاگ جا — ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا' جال میں پھنسا

زانکہ [2] ہر مُرغے کہ ترکِ دانہ کرد — دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرندے نے دانہ چھوڑا — بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

شاد مُرغے کو بترکِ دانہ گفت — دَر ریاضِ قُدس بہرش گُل شگفت
وہ پرندہ بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا — اور قدس کے باغوں میں اس کے لئے پھول کھلے

ہم بداں قانع شدُ واز دام جَست — ہیچ دامے پرّ و بالش را نہ بَست
اسی دانہ پر کفایت کرلی اور جال سے چھوٹ گیا — کسی جال نے اس کے بال وپر نہ باندھے

وَ خامتِ حال آں مُرغ کہ تَرک حَزم کرد از حرص و ہوا
اس پرندے کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی

باز [3] مُرغے فوقِ دیوارے نشست — دیدہ سُوئے دانہ و دامے بہ بَست
پھر وہ پرندہ' جو ایک دیوار پر بیٹھا — آنکھ دانہ اور جال پر جمادی

یک نظر اُو سُوئے صحرا می کُند — یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے — اور ایک نظر میں اس کو حرص دانہ کی طرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد — ناگہانی از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اس نظر سے مقابلہ کیا — اچانک اس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند — صائدش کُشت و بخورد و کام راند
وہ اڑا دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا — شکاری نے اس کو ذبح کیا اور کھالیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مُرغے کاں تردّد را گذاشت — زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت
پھر وہ پرندہ جس نے تردد کو چھوڑا — اس نے اس سے نظر ہٹالی اور جنگل پر لگا دی

[1] کوہمی بیند۔ چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اس کے مارنے کے لئے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما۔ شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے کہ نفسانی شہوات کیدانے ڈال دیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے۔ ہر کجا۔ یہ ممکن ہے کہ دانہ چگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

[2] زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا' وہ جنت کے باغوں سے غذا میں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابل مبارکباد ہے جو شیطان کے دانوں سے بچ گیا۔

[3] باز مرغے۔ اس قصہ میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے ایک تو وہ جو حرص ولالچ میں عقل کھو بیٹھا اور دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اس کا انجام تو' ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا دوسرا وہ پرندہ ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پا گیا لہٰذا انسان کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ورنہ وہی حال ہو گا جو لالچی پرندہ کا ہوا۔ چالیش۔ چالش۔ جنگ' ناز سے چلنا۔ صائد شکاری۔

شاد پَرّ و بالِ اُو بَخّالۂ
اس کے بال و پر بھلے ہیں اس کے لئے خوبی ہے

تا لمام[1] جُملہ آزاداں شُد اُو
یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

ہر کہ اُورا مقتدا سازد بَرَست
جس نے اس کو مقتدا بنا لیا نجات پا گیا

در مقام امن و آزادی نشست
امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

زانکہ شاہِ حازِ ماں آمد دلش
کیونکہ اس کا دل پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا

تا گُلستان و چمن شُد منزلش
یہاں تک کہ گلستان اور چمن اس کی منزل بنا

حَزم زَور اضی واو راضی زحَزم
پختہ کاری اس سے خوش اور وہ پختہ کاری سے خوش

آنچنیں گُن گر کُنی تدبیر و عَزم
اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر اور ارادہ کر

بارہا در دامِ حرص اُفتادۂ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے

حَلقِ خود رادر بُریدن دادۂ
تو نے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

بازت آں توّاب[2] لُطف آزاد کرد
پھر تجھے اس مجسم مہر توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا

توبہ پذ رفت و شمارا شاد کرد
اس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا

گفت اِنْ عُدتُّم کَنا عُدْنَا کَذا
فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے

نَحنُ زَوَّجنا الفِعَال بالجزا
ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چونکہ جُفتے رابرِ خود آورم
جبکہ ایک جوڑا والے کو اپنے پاس لاتا ہوں

آید آں جُفتش دَوانہ لا جرم
اس کا جوڑا لا محالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

جُفت کردیم ایں عمل رابا اثر
ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چوں رسد جُفتے رسد جُفتے دگر
جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آ جاتا ہے

چوں[3] رُباید غارتے از جُفت شوے
جبکہ کوئی غارتگر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے

جُفت می آید پئے اُو شوے جُوے
مادہ اس کے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

بارِ دیگر سُوئے ایں دام آمدید
تم پھر اس جال کی طرف آئے

خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

باز تاں توّاب بکشاد آں گرہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھول دی

گفت ہیں بگریز رُوایں سُو مَنہ
فرمایا خبردار! بھاگ ادھر کا رخ نہ کر

باز چوں پروانہ نسیاں رسید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا

جانِ تاں را جانب آتش کشید
اس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

[1] تا لمام۔ پھر یہ نجات پانے والا پرندہ دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے۔ ہر کہ او۔ جو پرند اس ہوشیار پرندہ کو امام بنا لے گا اس کو امن اور آزادی حاصل ہوگی۔ زانکہ۔ اس پرندہ کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا آنچنیں۔ انسان کو بھی اس محتاط پرندہ کی طرح کام کرنا چاہیے۔

[2] توّاب۔ توبہ قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ۔ لطف۔ مہربانی یہ تواب کی صفت ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ نحن۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے ساتھ اس کے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے۔

[3] چوں۔ اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کر لے اس کی مادۂ نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے۔ بار دیگر۔ انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے۔ باز۔ اللہ تعالیٰ پھر توبہ قبول کر لیتا ہے۔

مَکُن اے پروانۂ[1] انسیان وشکے — دَر پَرِ سوزیدہ بنگر تو یکے
اے پروانے! بھول اور شک نہ کر — ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

چوں زہیدی شُکر آں باشد کہ ہیچ — سُوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ
جب تو بچ گیا اس کا شکر یہ ہے کہ کبھی — اس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

تا ترا چوں شُکر گوئی بخشد اُو — روزیٔ بے دام و بے خوفِ عدُو
تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے — وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خواب کے ہے

شُکرِ آں نعمت کہ تاں آزاد کرد — نعمتِ حق را بباید یاد کرد
اس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اس نے آزاد کر دیا — اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے

چند اندر رنجہاد در بَلا — گفتی از دامم رہا کُن اے خدا
کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں — تو نے کہا ہے اے خدا مجھے جال سے چھڑا دے

تا چنیں[2] خدمت کُنم اِحساں کُنم — خاک اندر دیدۂ شیطاں کُنم
تاکہ میں ایسی خدمت کروں احسان کروں — شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خَلاصی داد حَقّت ز امتحاں — ہمچنا نستی کو بُودی ہمچناں
جب اللہ تعالیٰ نے تجھے آزمائش سے نجات دے دی — تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامُش کردیش — جانِ خود را مست و بیہُش کردیش
جب اس نے تجھے رہائی دیدی تو نے اس کو بھلا دیا — اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

حکایت نذر کردنِ سگاں ہر زَمستاں کہ چوں تا بستاں
حکایت کتوں کا ہر جاڑے میں منت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم
آید خانہ بسازیم از بہر زمستاں
جاڑوں کے لئے گھر بنائیں گے

سگ[3] زمستاں جمع گردد استخواش — زخمِ سَرما خُرد گردد اندچناش
جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں — جاڑے کی تکلیف اس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

کو بگوید کایقدر تن کہ منم — خانہ از سَنگ باید کردنم
کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں — پتھر کا گھر بنانا چاہیے

چونکہ تابستان بیاید من بچنگ — بہرِ سَرما خانہ سازم ز سَنگ
جب گرمی آ جائے گی میں جنگل سے — جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

[1] پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے۔ اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیے۔ چوں رہیدی۔ توبہ کا شکر یہ توبہ ہے کہ پھر کبھی معصیت کی طرف رخ نہ کیا جائے۔ تا ترا۔ شکر مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت۔ سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

[2] تا چنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفت احسان پیدا کروں گا۔ کہ بودی۔ لیکن جب مصیبت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا مشابہ ہے کہ بدکار کی یہ عادت کتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دبلے ہو جاتے ہیں۔ کو۔ جاڑے میں کتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لئے پتھر کا گھر بنا لوں گا تاکہ آنے والے جاڑے سے محفوظ رہوں۔

چونکہ[1] تابستاں بیاید از کشاد
جب گرمی آ جاتی ہے، خوشی سے

استخوانہا پہن گردد پوست شاد
ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

زَفت گردد پا کشد در سایہ
وہ موٹا ہو جاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے

کاہلے سیرے غِرے خود رایہ
کاہل پیٹ بھرا، غافل خود رائے ہو جاتا ہے

گوید اُو چوں زَفت بیند خویش را
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے وہ کہتا ہے

در کدا میں خانہ کنجم اے گیا
اے بزرگ! میں کس گھر میں رہ سکتا ہوں

گویدش دل خانہ ساز اے عَمود
اس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنا لے

گوید اُو درخانہ کے کنجم بگو
وہ کہتا ہے بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

اُستخوانِ حرصِ تو در وقتِ دردِ
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں

درہم آید خُرد گردد در نورد
درہم برہم ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

سازم[2] از توبہ بگوئی خانہء
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا

در زمستاں باشدم کاشانہ
جو جاڑوں میں میرا گھر ہو گا

چوں بشُد دَرد و شُدت آں حرص زفت
جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہو گئی

ہمچو سگ سَودائے خانہ از تو رفت
کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

شُکر[3] نعمت خوشتر از نِعمت بُود
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے

شُکر بارہ کے سُوئے نِقمت رَوَد
شکر سوار عذاب کی طرف کب جاتا ہے؟

شُکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست
شکر، نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے

زانکہ شکر آرد تُرا تا کوئے دوست
کیونکہ شکر تجھے دوست کوچہ تک لے جاتی ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی

صید نعمت کُن بدام شُکرِ شاہ
شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمتِ شُکرت کند پُر چشم و میر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دیگا

تا کُنی صَد نعمت ایثارِ فقیر
تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

سیر نوشی از طعام و نُقلِ حق
اللہ تعالیٰ کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر جائے گا

تا رَوَد از تو شِکم خواری ودَق
یہاں تک کہ تجھ سے شکم پری اور سوال جاتا رہے گا

[1] چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کتا موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غِرّ۔ غافل۔ گوید۔ اب اس کتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخواں۔ انسان کا حال بھی اسی کتے کا سا ہے۔

[2] سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو توبہ کے ذریعہ آرامگاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ شکر نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے، شکر گذار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

[3] شُکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا خاصہ تو غفلت ہے اور شکر کا خاصہ خدا آگاہی ہے۔ صید نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرو گے ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے، نعمت۔ شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ تن پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مبرا ہو جاتا ہے۔ ودق۔ یعنی ودق الباب دروازہ کھٹکھٹانا۔

نعمتِ وہّاب را شکرے کنید — تا سرِ منحوس خود را نشکنید
اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو — تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

شکر[1] جذبِ نعمتِ او فر کند — کفر نعمت شخص را کافر کند
شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے — نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

منع کردنِ منکراں انبیا را علیہم السّلام از نصیحت کردن

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبریوں

و مُجبت آوردن بطریقۂ جبریاں و نامعقول گفتن انبیاء علیہم السلام

کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو نامناسب کہنا

قوم گفتند اے نصُوحاں بس بُوَد — انچہ گفتید ار دریں وہ کس بُوَد
قوم نے کہا' اے نصیحت کرنے والو! کافی ہوتا — جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی با اختیار ہوتا

قفل بَرد لہائے ما با بنہاد حق — کس نداند بُرد بر خالق سَبق
اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیے ہیں — اللہ تعالیٰ سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[2] ما ایں کرد آں صویر گر — ایں نخواہد شُد بگفت و گر دیگر
تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے — یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سَنگ را صَد سال گوئی لعل شو — کہنہ را صَد بار گوئی باش نرو
تو پتھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا — پرانے سے تو سینکڑوں بار کہے تو نیا بن جا

خاک را گوئی صفاتِ آبگیر — آب را گوئی عَسل شو یا کہ شیر
تو مٹی سے کہے' کہ پانی کی صفات اختیار کر — تو پانی سے کہے کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو — پشّہ را گوئی کہ سُوئے باد رو
تو آگ سے کہے کہ تو خالص نور بن جا — تو مچھر سے کہے' کہ ہوا کی طرف چلا جا

قُلب را گوئی کہ عینِ پاک شو — یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو
تو کھوٹے سے کہے کہ مجسم صاف بن جا — یا یہ کہ اکسیر بن' اور تیز ہو جا

ہیچ[3] ازاں اوصاف دیگر گون شوند — آب کے گردد عَسل اے ارجمند
کبھی ان اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ — اے بانصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

خالقِ افلاک وہم افلاکیاں — خالقِ آب و تُراب و خاکیاں
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنے والے نے — پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونے والوں کے پیدا کرنے والے نے

[1] شکر۔ شکر مزید نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریان۔ وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے۔ نصوح۔ بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود۔ یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ قفل۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو اللہ پر کون غالب آ سکتا ہے۔

[2] نقش۔ جب خدا نے ہمیں منکر بنا لیا ہے تو اب ہم کسی کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سنگ۔ اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے' پرانے سے نیا بننے کو کہے مٹی کو پانی بن جانے کا حکم دے' پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے' کھوٹے کو خالص بننے کو کہے' اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔

[3] ہیچ ازاں۔ جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔ خالق۔ اللہ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔

آسماں را داد دوراں و صفا — آب و گل را تیرہ روئی و نما
آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی — پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

کے[1] تواند آسماں دَردی گزید — کے تواند آب و گل صفوت خرید
آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے — پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کرد ست ہر یک را رَہے — کے کُہے گردد بجہدت چوں کہے
ہر ایک کے لئے ایک راستہ تقسیم کردیا ہے — تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جواب انبیاء علیہم السلام جبریاں را

جبریوں کو انبیاء علیہم السلام کا جواب دینا

انبیاگ گفتند کآرے آفرید — وصفہائے کہ نہ تاں زاں سَر کشید
انبیاء نے کہا کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے — ایسے اوصاف کہ تم ان سے روگردانی نہیں کر سکتے

وا فرید اُو و صفہائے عارضی — کہ گہے مَبغوض میگردد رضی
اس نے ایسے عارضی اوصاف بھی پیدا فرمائے ہیں — کہ ناپسندیدہ کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[2] را گوئی کہ زر شو بیہُدست — مسِ را گوئی کہ زر شو راہ ہست
تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ بات ہے — تو تانبے سے کہے کہ سونا بن اس کا راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجزست — خاک را گوئی کہ گل شو جائزست
توریت سے کہے کہ پھول بن جا وہ عاجز ہے — تو مٹی سے کہے کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست — آں بمثل گنگی و فطس و عمی ست
اس نے ایسے مرض پیدا کئے جن کا کوئی علاج نہیں ہے — وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن اور اندھا پن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست — آں بمثلِ لَقوہ و دَردِ سَر ست
یہ دوائیں مخوافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں — وہ مثلاً لقوہ اور درد سر ہے

ایں[3] دواہا ساخت بہر اختلاف — نیست ایں دَرد و دواہا از گزاف
کچھ مرض دیئے ہیں جن کا علاج ہے — یہ درد اور دوائیں لغو نہیں ہیں

بلکہ اَغلب رنجہا را چارہ ہست — چوں بجد جوئی بیاید آں بدست
بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے — جب تو کوشش سے تلاش کرے گا ہاتھ آ جائے گا

مُنکر رکردنِ آں مُنکراں حجتہائے جبریانہ را

منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دہرانا

[1] کے تواند۔ آسمان مکدر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مصفا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے اس کو وہی حاصل ہوگا تیری کوشش سے پہاڑ کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیاء نے فرمایا صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کہ گہے۔ ایک چیز میں مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بن جاتی ہے تو یہ اس کی صفت بدل گئی۔

[2] سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بن جائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گل و گلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ مٹی گل و گلزار بن سکتی ہے۔ رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لا علاج ہیں بعض امراض قابل علاج ہیں پیدائشی گونگا پن، یا چپٹی ناک، یا پیدائشی اندھا پن ناقابل علاج ہے۔ چارہ ہست۔ لقوے اور دردسر کا علاج ہو سکتا ہے۔

[3] ایں دوہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں ان دواؤں اور مرض میں ہے چوں۔ بجد۔ حدیث شریف ہے مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ دَوَاءً خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ ہو، تلاش اور جستجو ضروری ہے۔

قوم ۱ گفتند اے گروہ ایں رنجِ ما — نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا
قوم نے کہا ' اے جماعت! ہمارا یہ مرض — وہ مرض نہیں جو دوا کا اثر قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسون و پند — سخت ترمی گشت زاں ہر لحظ نبد
تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی — اس سے ہر دم روک سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بُدے — آخر از وے ذرّہ زائل شدُے
اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا — بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ ۲ چوں شدُ آب ناید در جگر — گر خورد دریا رَوَد جائے دگر
جب سدہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے — اگر دریا بھی پیے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لا جرم آماس گیرد دست وپا — تشنگی رانشکند آں اِستقا
لا محالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں — وہ پانی پیٹا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جوابِ انبیاء علیہم السّلام جبریاں را

انبیاء کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیا گفتند نومیدی بدست — فضل ورحمتہائے باری بے حدست
انبیاء نے کہا نا امیدی بری ہے — اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمتیں لا انتہا ہیں

از چُنیں محسن نشاید نا اُمید — دست درفتراکِ ایں رحمت زنید
ایسے محسن سے نا امید نہ ہونا چاہیے — اس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنا لو

اے ۳ بسا کاریکہ اوّل صَعب گشت — بعدازاں بکشادہ شدُ سختی گذشت
بہت سے کام ہیں جو ابتداء سخت بنے — اس کے بعد کھل گئے سختی رفع ہو گئی

بعد نومیدی بسے اُمیدہاست — از پسِ ظُلمت بسے خورشیدہاست
مایوسی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں — اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گرفتم کہ شما سنگیں شدید — قفلہا برگوش و بردل بر زدید
میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو — تم نے کان اور دل پر قفل چڑھا لئے ہیں

ہیچ مارا باقبولی کارنیست — کارِ ما تسلیم وفرماں بُردنیست
ہمیں مان لینے سے سرد کار نہیں ہے — ہمارا کام ماننا اور حکم بجا لانا ہے

---

۱ قوم گفتند۔ اہل سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض ناقابل علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کر رہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جا رہے ہیں اگر یہ مرض قابل علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

۲ سُدّہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آ جاتا ہے تو پانی بجائے پیاس بجھانے کے اور مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ انبیاء گفتند۔ انبیاء نے اہل سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی بری چیز ہے۔ فراک۔ وہ تھیلا جس میں شکار کر کے رکھا جاتا ہے۔

۳ اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہو جاتے ہیں نا امیدی کے بعد امیدیں پیدا ہو جاتی ہیں ' تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ خود گرفتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگائے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کرنے اور انکار سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

اُو بفرمودست ماں ایں بندگی
اس نے اس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے

نیست مارا از خود ایں گویندگی
ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جاں ۱ برائے امرِ اُو داریم ما
ہم اس کے حکم کے لئے جیتے ہیں

گر بریگے گوید اُو کاریم ما
اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِ ۲ حق راما گروہِ بے ریا
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم

می رسانیم ایں رسال باشما
اور یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جان نبی را یار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے

با قبول وردِّ خلقش کار نیست
اس کو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مُزدِ تبلیغِ رسالاتش ازوست
اس کے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اس کی جانب سے ہے

زشت و دشمن رُو شدیم از بہرِ دوست
ہم دوست کی خاطر برے اور دشمن کے چہرے والے بن گئے ہیں

مابریں در گہ مَلولاں نیستیم
ہم اس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں

تاز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم
کہ راستہ کی دوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فرد بستہ و مَلول آں کس بُوَد
دل گرفتہ اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے

کز فراقِ یار در محبَس بُوَد
جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبر و مطلوب باما حاضرست
ہمارا دلبر اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے

در نثارِ رحمتش جاں شاکرست
اس کی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گزار ہے

در دل ما لالہ زار و گلشنی ست
ہمارے دل میں چمن اور گلشن ہے

پیری و پژمُردگی را راہ نیست
بڑھاپے اور مرجھانے کے لئے اندر راستہ نہیں ہے

دائما تر و جوانیم و لطیف
ہم ہمیشہ تر و تازہ اور جوان اور پاکیزہ ہیں

تازہ و شیریں و خندان و ظریف
تازہ اور میٹھے اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما صد سال و یک ساعت یکیست
ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سو سال یکساں ہیں

کہ دراز و کوتہ از ما منفکیست
کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جدا ہے

آں دراز و کوتہی در جسمہاست
لمبائی اور چوٹائی جسموں میں ہوتی ہے

آں دراز و کوتہ اندر جاں کجاست
درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سال آں صحابِ کہف
تین سو نو سال اصحاب کہف کے

پیش شاں یک روز بے اندوہ و لہف
ان کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

۱ جانِ ما۔ ہم تو اسی لئے زندہ ہیں کہ اس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے۔ خواہ وہ نہ اگے۔

۲ امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں ہم تبلیغ کریں اس لئے بغیر ریا کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ با قبول۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے۔ مُزد۔ ہم اللہ کے لئے تبلیغ کرتے ہیں اور اس کام کی مزدوری اس سے لیں گے ہم تو اسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ مابریں۔ تبلیغ میں ناکامی ہمارے لئے سد راہ نہیں وے دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو ہمیں ہر وقت قرب الٰہی حاصل ہے۔

۳ دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرت حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ در دل۔ ہمارے دل اس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔ پیش ما۔ جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے۔ رصد۔ اصحاب کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو ان کے لئے تین سو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

وانگہے[1] نمود شاں یک روز ہم
پھر انہیں وہ ایک روز بھی نہ لگا

کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آ گئیں

چوں نباشد روز و شب با ماہ و سال
جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہوں

کے بود سیری و پیری و ملال
پیٹ بھر جاتا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست
عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے

مستی از سُغراقِ لطفِ ایزدی ست
مستی اللہ تعالیٰ کی مہربان کے جام سے ہے

لم[2] یذق لم یدرِ ہر کس کو نخورد
جس نے نہ کھایا وہ نہ چکھا نہ جانا کا مصداق ہے

کے بوہم آرد جعل انفاسِ ورد
کہ ہذیانی خیال سے گلاب کی خوشبو میں کہاں حاصل کر سکتا ہے

نیست موہوم ار بُدے موہوم آں
وہ موہوم چیز نہیں ہے اگر وہ موہوم ہوتا

ہمچو موہو مان شدے معدوم آں
تو وہ موہوم چیزوں کی طرح معدوم ہو جاتا ہے

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت
دوزخ بہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟

ہیچ تا بد روئے خوب از خوکِ زشت
بدصورت سور سے حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

ہیں گلوئے خود مبرّید اے مہاں
اے بڑو! اپنے گلے نہ پھاڑو

آنچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں
منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

راہہائے[3] صعب پایاں بُردہ ایم
ہم نے سخت راستے طے کر لئے ہیں

رہ بر اہلِ خویش آساں کردہ ایم
ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کر دیا ہے

ہر کہ مارا گشت پیرو باز رَست
جو ہمارا پیرو بن گیا وہ رہائی پا گیا

از عذابِ نار و در جنت نشست
آگ کے عذاب سے اور جنت نشین ہو گیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما
جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی

در عذابِ جاوداں شد مُبتلا
وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

ہیں بجوئید از نجومِ سعد راہ
آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو

زانکہ در ظلمت درید و قعرِ چاہ
کیونکہ تم اندھیرے اور کنویں کی گہرائی میں ہو

مکرّر کردنِ قوم اعتراض بر انبیاء علیہم السلام

قوم کا انبیاء پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید
قوم نے کہا، اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو

نحسِ مائید و ضدید و مُرتدید
ہمارے لئے بدبخت اور مخالف اور مرتد ہو

[1] وانگہے۔ اصحاب کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں رہے ہیں۔ چوں۔ جبکہ روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لئے نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن گلستان عدم۔ یعنی عالم ارواح۔ مستی۔ اس عالم کی مستی قرب الٰہی کی وجہ سے ہے۔

[2] لم یذق۔ یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا۔ جُعل۔ گبروانڈ، گوبر کا کیڑا۔ نیست۔ یعنی یہ مستی ذہنی نہیں ہے، ذہنی کیفیت زائل ہو جاتی ہیں۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بعد ہے اور دوزخ و جنت کا تصور بھی نہیں کر سکتی اسی طرح اہل دنیا اور اس مستی میں بعد ہے دنیا اور اس مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہان۔ اہل سبا کو خطاب ہے کہ اپنی تباہی مول نہ لو ہدایت حاصل کر لو۔

[3] راہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیاء جھیل چکتے ہیں قوم ان سے بلا مجاہدے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ ہر کہ۔ انبیاء کی اطاعت کر لینے والے نجات پاتے ہیں اور جو منکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیاء نجوم ہدایت ہیں۔ قوم گفتند۔ انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت تمہارے لئے ہوگی ہمارے لئے تو تم نحس ہو۔

جانِ[1] ما فارغ بُد از اندیشہا — دَر غم افگندید مارا و عِنا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی — تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ جمعیت کو بود و اتفاق — شد ز فالِ زشتِ تاں صد اِفتراق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا — تمہاری بد شگونی سے سینکڑوں جدائیاں بن گیا

طوطیِ نُقل و شکر بودیم ما — مُرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے — تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرندہ بن گئے

ہر کجا افسانہ غم گستری ست — ہر کجا آوازۂ مُستنکری ست
جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے — جہاں کہیں برائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست — ہر کجا مسخے نکالے ماخذیست
جہاں کہیں دنیا میں شگونی ہے — جہاں کہیں مسخ ' عذاب جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست — در غم انگیزی شمارا اشتہاست
وہ تمہارے مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے — غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

باز جواب گفتنِ انبیاء علیہم السّلام ایشاں

انبیاء کا ان کا پھر جواب دینا

انبیاء[1] گفتند فالِ زشت وبَد — از میانِ جانِ تاں دارد مَدد
انبیاء نے کہا اچھا اور برا شگون — تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

گر تو جائے خفتہ باشی باخطر — اژدہا در قصدِ تو آیدز سَر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو — اژدہا تیرے ارادے سے سر پر آ جائے

مہربانے مَر ترا آگاہ کرد — کہ بجہ[3] زود اَرنہ اژدرہات خورد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کر دیا — کہ جلد بھاگ' ورنہ تجھے اژدھے نے کھایا

تو بگوئی فالِ بَد چوں می زنی — فال چہ بجہ ببیں دَر روشنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے — بدشگونی کیا ہوتی ہے' اٹھ روشنی میں دیکھ

از میانِ فالِ بَدمن خود ترا — میر ہانم می بَرم سوئے سَرا
میں تجھے بدشگونی سے — چھڑا رہا ہوں' گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں — کُو بدید اُنچہ ندید اہل جہاں
نبی کی طرح جو پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والے ہیں — کیونکہ جو کچھ اس نے دیکھ لیا ہے دنیا والوں نے نہیں دیکھا ہے

---

[1] جانِ لو۔ تمہاری نحوست یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکر مند بنا دیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہو گئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نُقل۔ چبینا۔ مُستنکری۔ برائی مسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ ماخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہاء۔ خواہش

[2] انبیاء۔ انبیاء نے کہا یہ ساری برائیاں جو تم نے بیان کیں ان کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔ گر تو۔ ہم تو تمہیں اس عذاب سے ڈرتے ہیں جو واقعۂ تم پر نازل ہونے والا ہے ' ہماری مثال تو اس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کر دے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔

[3] بجہ۔ کود جا۔ تو بگوئی۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے ' بیدار کرنے والے کو برائی دینے لگے۔ سرا۔ گھر۔ چوں نبی۔ نبی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھتا ہے جو منکروں پر نازل ہونے والا ہوتا ہے۔

گر[1] طبیبے گویت غوہ مخور — کہ چنیں رنجے بر آرد زود سر
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے کچا انگور نہ کھا — کہ فلاں مرض جلد سر ابھارے گا

تو بگوئی فال بد چوں میزنی — پس تو ناصح را مؤثم میکنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے — تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

ور منجم گویدت کا مروز ہیچ — آنچناں کارے مکن اور پیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی — ویسا کام ارادہ سے نہ کرتا

تا نگردی نادم و خاسر ازاں — زانکہ نیکو نیست روزِ امروز ہاں
تاکہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے — کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

صد رہ[2] ار بینی دروغ اختری — یکد و بارہ راست آیدی خری
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہے — ایک دوبارہ سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

ایں نجوم مانشد ہرگز خلاف — ختش چوں مانداز تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا — ان کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

آں طبیب و آں منجم از گماں — می کنند آگاہ وما خود از عیاں
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے — خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

دود[3] می بینیم و آتش از کراں — حملہ می آرد بسوئے منکراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے — منکروں پر حملہ آور ہے

تو ہمی گوئی خمش کن زیں مقال — کہ زیاں ماست قالِ شوم فال
تو یہ کہتا ہے کہ ان باتوں سے چپ رہ — کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

اے کہ نصحِ ناصحان رانشنوی — فالِ بد با تست ہر جامی روی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے — تو جہاں جائے بد شگونی تیرے ساتھ ہے

فعیے بر پشتِ تو بری رود — اوز بامے بینیش آگہ کند
ایک اژدہا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے — وہ اس کو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہو' خبردار کرتا ہے

گویش خاموش مگینم مکن — گوید اُو خوش باش خود رفت ایں سخن
تو اس کو کہتا ہے چپ رہ مجھے غمگین نہ کر — وہ کہتا ہے خوش رہ بات ختم ہوئی

چوں زند فعی دہاں بر گردنت — تلخ گردد جملہ شادی کردنت
جب اژدہا تیری گردن پر منہ مارے گا — تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

[1] گر طبیبے۔ تمہاری مثال اس مریض کی سی ہے جس کو طبیب معدہ چیز کھانے سے روکے اور وہ طبیب پر الٹے الزام دھرے۔ مؤثم۔ گنہگار۔ ور منجم۔ تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کو نجومی بری گھڑی سے بچانا چاہے اور وہ الٹا نجومی پر الزام دھرے۔ پیچ۔ قصد ارادہ۔

[2] صد رہ۔ نجومی کی بات سینکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اس احتمال سے کہ شاید یہ بات صحیح ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ ایں نجوم۔ لیکن ہماری پیشین گوئیاں بالکل صحیح ہوتی ہیں ان کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو' نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کر کے کہہ رہے ہیں۔

[3] دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری ان باتوں کو بد فالی سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فال بد ہے۔ فعیے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدہا تمہارے درپے ہے ایک شخص بالاخانہ سے اس کو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں سانپ کی بات سنا کر غمگین نہ کر۔ گوید۔ مجبور ہو کر وہ بتانے والا یہی کہے گا کہ اچھا بری بات کو رفت وگذشت کرو اور تم خوش رہو۔ چوں زند۔ جب وہ اژدہا ڈس لے گا پھر تیری ساری خوشیاں کڑوی ہو جائے گی۔

پس ابدو گوئی ہمیں بود اے فلاں
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں ٹھیک تھا

چوں نہ بدریدی گریباں در فغاں
تو نے نالہ وفریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا

یاز بالایم تو سنگے می زدی
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا

تا مرا آں جدّ نمودے ایں بدی
تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی

اُو بگوید زاں کہ می آرزدہ
وہ کہے گا کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا

تو بگوئی نیک شادم کردہ
تو کہے گا تو نے اب کیا مجھے خوش کر دیا ہے

گفت من کردم جوانمردی و پند
اس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت کی

تارہانم مر تُرا زیں خشک بند
تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

از لئیمی حقِ آن نشناختی
تو نے کمینہ پن سے اس کی قدر نہ کی

مایۂ ایذا و طُغیاں ساختی
اس کو ایذا اور سرکشی کا سرمایہ بنالیا

ایں ۲ بُود خُوئے لئیمانِ دَنی
کمینہ لئیموں کی یہی عادت ہوتی ہے

بد کند باتو چو نیکوئی کنی
جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

نفس را زیں صبر می کن منحنیش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا

کہ لئیم ست و نسازد نیکویش
کیونکہ کمینہ ہے بھلائی اس کے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

باکریمے ۳ گر کنی احسان سزد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے

ہر یکے را اُو عوض ہفصد دہد
وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

بالئیمے چوں کنی قہر و جفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا

بندۂ گردد ترا بس باوفا
وہ تیرا باوفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا
کافر نعمت کی حالت میں جفا کاری کرتے ہیں

باز در دوزخ ندا شاں ربَّنا
پھر دوزخ میں ان کی پکار اے ہمارے رب ہوتی ہے

کہ لئیماں در جفا صافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں

چوں وفا بینند خود جافی شوند
جب وفا دیکھنے میں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفریدنِ دوزخ دراں جہاں و زنداں دریں
دوزخ کو اس عالم میں اور قید خانہ کو اس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت تاکہ

عالم تا مَعبدِ مُنکراں گردد کہ ائتیا طوعًا اَو کرھًا
وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ ائتیا طوعًا او کرھًا ہے

۱ پس بدو۔ پھر تو بتانے والے سے کہے گا کہ تو میرے غم میں کپڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں مان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہو جاتا۔ او بگوید۔ وہ جواب میں کہہ دے گا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو وہ کہے گا کہ میں اب کونسا خوشی ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہے گا کہ میں نے تو شرافت سے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کے لئے نصیحت کی تھی۔ از لئیمی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اس نصیحت کو ایذا رسانی اور سرکشی کا سبب بنالیا۔

۲ ایں بُود۔ کمینوں کا یہی طریق ہے کہ تم ان سے بھلائی کرو۔ تو وہ اس کے بدلے میں تم سے برائی کریں گے۔ نفس۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کرنا اور اس کو مضبوط بنانا مناسب نہیں ہے۔ اس کو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔

۳ باکریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتو گے تو وہ ستر گنا شرافت برتتا ہے۔ بالئیمے۔ کمینہ پر جو رو جفا کرو گے تو پھر وہ اطاعت کریگا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں ان کو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو مانیں گے اور پکاریں گے۔ کہ لئیمان۔ کمینے ظالم کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ ائتیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ خواہ خوشی سے خواہ جبر سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں یعنی اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت تو لامحالہ کرنی ہو گی خواہ خوشی سے کر دیا مجبوری سے کفار مجبوری سے اطاعت کریں گے۔

مسجد و طاعاتِ شاں پس اِ دوزخ ست — پائے بندِ ز مُرغِ بیگانہ فخ ست
ان کی مسجد اور اطاعتوں کی جگہ دوزخ ہے — بیگانہ پرندہ کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہمست زنداں صومعہ دُزدِ لئیم — کاند رو ذاکر شوَد حق را مقیم
کمینے چور کا عبادت خانہ قید خانہ ہے — اس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بُود مقصود از بشر — شدُ عبادت گاہِ گردنکش سَقر
چونکہ انسان کی پیدائش سے مقصود عبادت ہے — متکبرک کی عبادت گاہ دوزخ بنی

آدمی ۲ راہست در ہر کار دست — لیکن از و مقصود ایں خدمت بُدست
انسان کو ہر کام پر قدرت ہے — لیکن اس کی پیدائش سے اصلی مقصود عبادت ہے

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ ایں بخواں — حُز عبادت نیست مقصود از جہاں
اس نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان کو پڑھ — عبادت کے علاوہ دنیا میں کوئی مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بُود — گر تواش بالشِ کنی ہم می شود
اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے — اگر تو اس کا تکیہ بنا لے تو یہ بھی ہو سکتا ہے

لیک از و مقصود این بالش نبُود — عِلم بود و دانش و ارشاد و سُود
لیکن اس کا مقصد یہ تکیہ ہونا نہ تھا — علم اور سمجھ اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو میخے ۲ ساختی شمشیر را — بر گزیدی بر ظفر اِدبیر را
اگر تو تلوار کو کھونٹ بنا لے — تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر عِلم و ہدیست — لیک ہر یک آدمی را مَعبدیست
اگرچہ انسان کی تخلیق سے مقصود علم ہدایت ہے — لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

مَعبدِ مردِ کریم اَکرَمتُہٗ — مَعبدِ مردِ لئیم اَسقَمتُہٗ
شریف انسان کی عبادت گاہ مقام اکرمتہ ہے — کمین انسان کی عبادت گاہ اسقمتہ ہے

مر لئیماں را بزن تا سَر نہند — مر کریماں را بدہ تا بَرد ہند
کمینوں کو پٹ تاکہ اطاعت کریں — شریفوں کو انعام دے تاکہ پھل دیں

لا جرم حق ہر دو مسجد آفرید — دوزخ آنہارا و اینہارا مزید
لا محالہ اللہ تعالیٰ نے دو مسجدیں بنائیں — ان کے لئے دوزخ اور ان کے لئے مزید

انعامات الٰہی کے وقت عبادت گزار بنتا ہے اور کمینہ مصائب میں مبتلا ہو کر۔ مزید۔ یعنی جنت جس کے لئے فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ اور ہمارے پاس زیادتی ہے

---

۱ دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے تو فرمانبرداری کرینگے وحشی جانور خوشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ۔ جال۔ زنداں۔ جب چور جیل خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے تو نیکی شروع کر دیتا ہے۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی سے نہ کرینگے تو جبراً کرنی پڑیگی مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گزاری کریگا تو کافر دوزخ میں اطاعت کرے گا۔

۲ آدمی۔ انسان میں بہت سے کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اس کی تخلیق کا اصل منشاء عبادت گذاری ہے جیسا کہ اپنے میں مذکور ہے۔ مَا خَلَقْتُ۔ قرآن پاک میں ہے۔ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں از کتاب۔ کتاب کی تصنیف واشاعت کا اصل مقصد اس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اس کا تکیہ بنائے گا تو وہ تکیہ بن جائے گی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کریگا دوسرے کاموں میں لگے گا۔ تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔

۳ گر تو میخے۔ تلوار کا اصل مقصد اس کے ذریعہ فتح پاتا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اس سے کھونٹے کا کام لے گا تو بڑی حماقت ہو گی۔ معبد۔ ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادت خانہ جدا ہے شریف کا معبد تو اکرمتہ کا مقام ہے یعنی میں نے اس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اسقمتہ کا مقام ہے۔ یعنی میں نے اس کو بیمار کیا۔ شریف

ساخت[1] موسیٰ قُدس در بابِ صغیر — تا فرود آرند سر قومِ زحیر
حضرت موسیٰ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا — تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

زاں کہ جبّاراں بُدند و سر فراز — دوزخ آں بابِ صغیر ست و نیاز
کیونکہ وہ جبار اور متکبر تھے — دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیاز مندی کی جگہ ہے

بیان[2] آنکہ حق تعالیٰ صُورتِ ملوک را سببِ مسخر کردنِ
اس بیان میں اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت ان متکبروں کو تابع بنانے کے

جبّاراں کہ مُسخرِ حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السّلام
لئے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

بابِ صغیر ساخت بر بعضِ قُدس جہتِ رکوعِ جبّاران
نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ بنی اسرائیل کے متکبر آتے

بنی اسرائیل وقت درآمدن کہ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ
وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حطہ کہوں کا حکم تھا

آنچناں کہ حق زلحم و استخواں — از شہاں بابِ صغیرے ساخت ہاں
اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے — بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کُنند — چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند
دنیا دار ان کو سجدہ کرتے ہیں — کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

ساخت سرگیں دانگی محراب شاں — نام آں محراب میر و پہلواں
ان کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا — اس محراب کا نام ' حاکم اور پہلوان ہے

لائقِ[3] ایں حضرتِ پاکی نہ اید — نیشکر پاکاں شما خالی نے اید
تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو — پاک لوگ گنا ہیں ' تم صرف نرکل ہو

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند — شیر را عارست گورا بگروند
یہ کمینے ان کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں — شیروں کی توہین ہے کہ وہ اس کے گرویدہ ہوں

گربہ باشد شحنہ ہر موش خُو — موش کہ بُود تاز شیراں تر سداو
ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے — چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

[1] ساخت۔ موسیٰ نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ متکبرین اس میں جھک کر داخل ہوں اور ان کی سجدہ کی سی حالت ہو جائے دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کہ اس میں داخل ہو کر یہ متکبر عبادت گزار بن جائیں گے۔

[2] بیان۔ جس طرح حضرت موسیٰ نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان متکبروں کے لئے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کریں گے۔ ربض۔ مکانات کا ماحول بکریوں کا باڑہ۔ اُدْخُلُوْا قرآن پاک میں ہے۔ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ" یعنی بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کردے۔ شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساخت۔ ان کی محراب اور عبادت گاہ گوبر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ منکر ان کے سامنے جھکتے ہیں۔

[3] لائق۔ ان کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ ان کو جناب باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیکوں کی اور ان کی مثال وہی ہے جو گنے اور نرکل کی ہے۔ آں سگاں۔ یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں۔ یعنی منکرین۔ شیر۔ یعنی جناب باری تعالیٰ۔ گربہ۔ چوہا بلی سے ڈرتا ہے شیر جو کہ اس سے بدرجہا افضل ہے اس سے نہیں ڈرتا۔

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بُوَد
ان کو اللہ تعالیٰ کے کتوں سے خوف ہوتا ہے

خوفِ شاں کے ز آفتابِ حق بُوَد
آفتاب حق سے انہیں ڈر کہاں ہوتا ہے

رَبِّیَ الْاَعْلٰی ست و دراں مہاں
سرداروں کا خلیفہ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ہے

رَبُّ ادنیٰ در خورِ ایں لَبَہاں
رب ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

مُوش کے ترسد ز شیرانِ مَصاف
جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے

بلکہ آں آہوتگانِ مُشک ناف
بلکہ وہ آہو قدم مشک کی ناف والے ڈرتے ہیں

رَو بہ پیش کاسہ لیس اے دیگ لیس
اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا

تُش خداوند و ولی نعمت نویس
تو اس کو آقا اور ولی نعمت لکھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجُو
تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والا کو تلاش کر

تُش خداوند و ولی نعمت بگُو
تو اس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس[2] کُن ار شرحے بگویم دور دست
ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا

خشم گیرد میر وہم داند کہ ہست
حاکم غصہ کرے گا اور سمجھے گا کہ وہ کچھ ہے

حاصل ایں آمد کہ بد کُن اے کریم
خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! برائی کر

بالئیماں تا بہید گردن لئیم
کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

بالئیمِ نفس چوں اِحساں کُند
جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کریگا

چوں لئیماں نفس بد کُفراں کُند
تو وہ بد نفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکرند
یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں

اہلِ نعمت طاغی اندو ماکرند
مالدار سرکش اور مکار ہیں

ہست طاغی بگرِ زرّیں قبا
سردار زریں قبا والا سرکش ہے

ہست شاکر خستہ و صاحب عَبا
خستہ حال اور گدڑی والا شکر گزار ہے

شُکر[3] کے روید ز املاک و نعم
نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اگتا ہے

شُکر می رُوید ز بلوا و سُقم
شکر ابلاء اور بیماری سے اگتا ہے

قصۂ عشقِ صوفئی بر سُفرۂ تہی از خورش
کھانے سے خالی دسترخوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفی بر میخ روزے سُفرہ دید
ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دسترخوان دیکھا

چرخ می زد جا مہارا می درید
رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

۱ خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کتوں سے ڈرتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ربی الاعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ مہاں۔ بالا و برتر خدا کو ماننا شریفوں کا کام ہے ان منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے لہٰذا یہی اس کو پوجتے ہیں۔ رب ادنیٰ۔ معمولی درجہ کا خدا۔ موش۔ شیروں سے ڈرنا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔ دیگ لیسی۔ تجھ سی روح ویسے فرشتے لہٰذا ان منکرین کی خدائی کے لائق۔ یہی ظالم اور جابر ہیں۔

۲ بس کن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات نہ کرو ورنہ وہ ناراض ہونگے اور دل ہی سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں جبھی تو ہمارا اس قدر ذکر کیا جارہا ہے۔ لئیم نفس۔ نفس لئیم۔ زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگر۔ بیگ لر سردار۔

۳ شکر۔ ابتلا اور بیماری شکر گزاری کا سبب ہے۔ قصہ۔ مولانا نے پہلے سمجھایا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ میخ۔ کھونٹی۔ سفرہ۔ دسترخوان چراخ زدن۔ گھومنا۔

بانگ می زد نکِ نوائے بے نوا
چیختا تھا یہ بے سامان کا سامان ہے

قحطہا و دردہا را نک [1] دوا
یہ قحطوں اور دردوں کی دعا ہے

چونکہ در دو سوزِ اُو بسیار شُد
جب اس کا درد اور سوزش بڑھی

ہر کہ صُوفی بُود با اُو یار شُد
جو بھی صوفی تھا اس کا ساتھی ہو گیا

کَخکَخے وہائے ہُوئے می زدند
قہقہے اور نعرے مارتے تھے

تا کہ چندیں مَست و بیخود می شُدند
یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟

سفرۂ آویختہ از ناں تہی ست
لٹکا ہوا دسترخوان روٹی سے خالی ہے

گفت رو رو نقش بے معنیستی
اس صوفی نے کہا جا جا تو بے روح تصویر ہے

تو بجو ہستی کی عاشق نیستی
تو ہستی کی تلاش کر کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

عشق ناں بے ناں غذائے عاشق ست
عشق جو روٹی نہ ہوتے ہوئے روٹی دعاشق کی غذا ہے

بندِ ہستی نیست ہر کو صادق ست
جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقاں را کار نبُود باوجود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے

عاشقاں را ہست بے سَرمایہ سُود
عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

بال [2] نے وگردِ عالم می پرند
پر نہیں ہیں، اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں

دست نے وگوئے زمیداں می برند
ہاتھ نہیں ہے اور میدان سے گیند لے جاتے ہیں

آں فقیرے کُوز معنی بوئے یافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی

دست بُریدہ ہمی زنبیل بافت
ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بنتا تھا

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے

چوں عدم یکرنگ و نفسِ واحدند
عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

شیر [3] خوراں کے شناسد ذوقِ لوت
دودھ پیتا بچہ، کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے

مر پری رابُوئے باشد لوت پوت
پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

آدمی کے بُو بَرد از بُوئے اُو
پری اس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے

چونکہ خوئے اوست ضدِّ خُوئے اُو
کیونکہ اس کی عادت اس عادت کے خلاف ہے

[1] نک۔ یعنی یہ دسترخوان چونک۔ اس صوفی کے وجد میں آگئے۔ کخکخ۔ دونوں کانوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ، بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بت۔ تو بجو ہستی۔ یعنی تو طالب وجود ہستی یعنی، یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہٰذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صدیقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ عاشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے جو روٹی ہو تو نہیں ہے لیکن اس کے لئے روٹی کا کام دیتا ہے۔ عاشقان۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اسی فنا سے اس کو نفع پہنچتا ہے۔

[2] بال نے۔ جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں آں فقیرے۔ نئے شیخ کا پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ نہ ہوتے ہوئے وہ زنبیل بنتے تھے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے امتیاز وجودات میں ہوتا ہے عدموں میں یکسانیت ہے لہٰذا عاشقان خدا بھی یک رنگ ہیں۔

[3] شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اسی لئے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا شیر خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اس کی لذت کو سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا۔ پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔

www.anjuman.org

یابد از بوئے آں پری بوئے کہ اش
پری اس کی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہے کہ اس کو

تو نیابی آں ز صد مَن لُوتِ خوش
تو سو من اچھی خوراک سے نہیں پا سکتا ہے

پیشِ ۱ قبطی خوں بُوَد آں آبِ نیل
قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے

آب باشد پیشِ سبطی جمیل
اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

جادہ باشد بحرز اسرائیلیاں
دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے

غرقہ گہ باشدز فرعونِ عواں
ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

بادبُد بر عادیاں گرز و تبر
ہوا ' قوم عاد پر گرز اور کلہاڑا تھی

لیکن بُد بر ہود وبر قومش ظفر
لیکن حضرت داؤد اور ان کی قوم کے لئے فتح تھی

گلستاں ۲ باشد برابر اہیم نار
آگ حضرت ابراہیم پر چمن ہوتی ہے

لیک بر نمرود باشد زہرِ مار
لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں
سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے

لیک باشد برد گر مُرغاں زیاں
لیکن دوسرے پرندوں کے لئے تباہی ہوتی ہے

نَزد عاشق دَرد و غم حَلوا بُوَد
عاشق کے لئے درد اور غم حلوا ہوتا ہے

لیکن حَلوا بزخساں بَلوا بُوَد
لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

مخصوص ۳ بودنِ یعقوب علیہ السّلام بچشیدنِ جامِ حق
حضرت یوسف کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت

تعالیٰ از رُوئے یوسف و کشیدن بوئے حق تعالیٰ از بوئے
یوسف کی خوشبو سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں حضرت یعقوب کی

یوسف و حرمانِ برادراں و غیر ہم ازیں ہر دو صفت
خصوصیت اور بھائیوں وغیرہ کا ان دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

اُنچہ یعقوب از رُخِ یوسف چشید
حضرت یعقوب نے جو کچھ حضرت یوسف کے رخ سے چکھا

وانچہ اُو از بُوئے اُو اندر کشید
اور جو کچھ انہوں نے ان کی خوشبو سے باطن حاصل کیا

وانچہ دروے بودا اندر وے بدید
اور جو کچھ ان یوسف کے اندر تھا انہوں نے دیکھا

خاصِ اُو بُد اُو با خواں کے رسید
وہ ان کی خصوصیت تھی بھائیوں کو کب حاصل ہوا؟

ایں ز عشقش خویش درچہ می کند
یہ ان کے عشق سے اپنے آپ کو کنویں میں گرا رہے ہیں

واں بکیں از بہرا وچہ می کند
وہ کمینہ دری سے ان کے لئے کنواں کھود رہے ہیں

۱ پیشِ قبطی۔ اشیاء کے احوال ہر شخص کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جس شخص کے مناسب جو حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیلی۔ جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے راستہ بنا فرعون اور اس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قوم عاد برباد ہوئی حضرت ہود اور ان کی قوم کے لئے فتح کا سبب بنی۔

۲ گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیم کے لئے گلزار بنی۔ نمرود کے لئے باعث ہلاکت بنی سمندر۔ ایک پرندہ ہے جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ درد۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کمینے حلوا بھی اس طرح کھا جاتے ہیں جس سے ان کو بدہضمی ہو جاتی ہے۔

۳ مخصوص۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے احوال مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسف کا چہرہ حضرت یعقوب کے لئے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لئے اس کی تاثیر دوری تھی۔ انچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسف میں تھیں وہ حضرت یعقوب کو نظر آئیں بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوب یوسف کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کئے دیر ہے تھے ان کے بھائی ان کو کنویں میں ڈال کر مارنے کی فکر کر رہے تھے۔

سُفرہ اُو پیشِ ایں از ناں تہی ست
ان یوسف کا دسترخوان ان کے لئے روٹی سے خالی ہے

پیش یعقوب ست پُر کو مشتہیست
حضرت یعقوب کے لئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

رُوئے ناشُستہ نہ بیند رُوئے حُور
بن دھلا منہ حور کا منہ نہیں دیکھتا ہے

لَاصَلٰوۃَ گفت اِلَّا بِالْحُضُوْر
آنحضور نے فرمایا کہ نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہے

عِشق باشد لُوت پُوتِ جانہا
عشق جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے

جُوع ازیں رُویست قُوتِ جانہا
اس لئے بھوک جانوں کی غذا ہے

جُوعِ ۲ یوسف بُود مر یعقوب را
حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی بھوک تھی

بُوئے نانش می رسید از دُور جا
ان کو ان کی روٹی کی خوشبو دور سے پہنچ رہی تھی

آنکہ بستد پیرہن رامی شتافت
جس نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا

بُوئے پیراہانِ یوسف می نیافت
حضرت یوسف کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہا تھا

دانکہ صد فرسنگ زاں سُو بُود اُو
وہ جو اس جانب سے سینکڑوں فرسخ تھا

چونکہ بُد یعقوب می بوئید بُو
چونکہ وہ حضرت یعقوب تھے وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا عالِم زدانش بے نصیب
بہت سے عالم ہیں جو سمجھ سے محروم ہیں

حافظِ علم ست آں کس نے حَبیب
وہ عالم علم کا نگہبان ہے نہ کہ محبوب

مستمع ۳ از وَے ہمی یابد مَشام
سننے والا اس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے

گرچہ باشد مُستمع از جنسِ عام
خواہ سننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است
کیونکہ اس کے پاس لباس عارضی ہے

چوں بدست آں نخّاسی جاریہ است
جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیشِ نخّاسی سَر سَریست
غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کے لئے ہے

دَر کفِ اُو از برائے مُشتری ست
اس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

قِسمت حق ست روزی خواہ نے
اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے نہ کہ روزی چاہنے والے کی

ہر یکے را سُوئے دیگر راہ نے
کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغِ آں شُدہ
ایک اچھا خیال اس کے لئے گلزار بن گیا

یک خیالے زِشت راہِ ایں زدہ
ایک برا خیال اس کے لئے راہزن بن گیا

ہو وہ اس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ نخّاسی۔ بردہ فروش۔ قسمت حق۔ یہ تمام تقسیم اللہ کی جانب سے ہے جس کا جو حصہ ہے وہ اس کو ملتا ہے طالب کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یک خیال۔ ایک شخص کے نصیب میں وہ خیالات ہوتے ہیں جو اس کے لئے موجب راحت ہوتے ہیں دوسرے کے وہ خیالات ہیں جو اس کو تباہ کرتے ہیں۔

۱ سفرہ اُو۔ حضرت یوسف کے چہرے کا دسترخوان حضرت یعقوب کے لئے انوار و برکات سے پر تھا بھائیوں کے لئے خالی تھا۔ روئے ناشستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے پر ہیں ان کو انوار نظر نہیں آتے ہیں اسی لئے کفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اس شخص کو میسر آئیں گی جو قلب کو مصفی کر کے حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ جانہا۔ عاشقوں کی جانوں کے لئے عشق غذا ہے۔ جوع۔ مشہور مقولہ ہے اَلْجُوْعُ طَعَامُ الصِّدِّیْقِیْن بھوک صدیقوں کی غذا ہے۔

۲ جوع۔ حضرت یعقوب میں حضرت یوسف کی طلب صادق تھی اسی لئے انہیں دور سے ان کی خوشبو محسوس ہوگئی۔ آنکہ بستد۔ وہ شخص جو حضرت یوسف کی قمیض حضرت یعقوب کے پاس لے کر آیا وہ طلب صادق سے خالی تھا اس کو اس قمیض میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ دانک۔ حضرت یعقوب قمیض سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے ان کو اس کی خوشبو محسوس ہوگئی۔ اے بسا۔ جو عالم بے عمل ہیں ان کی مثال حضرت یوسف کی قمیض لانے والے کی سی ہے۔

۳ مستمع۔ عالم بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ جاہل جن میں طلب صادق ہوتی ہے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ پیراہن۔ بے عمل عالم کے پاس علم ایک عارضی چیز ہے اس کی مثال اس غلام فروش کی سی ہے جس کے پاس فروخت کرنے کے لئے کوئی لونڈی

آں ۱ خیالے از اثر باغے شُدَہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا

ویں خیالے عالمے برہم زدہ
اس خیال نے جہاں کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت
وہ خدا تعالیٰ جس نے ایک خیال سے باغ بنا دیا

وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ بنا دی

پس کہ داند راہِ گلشنہائے اُو
اس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

پس کہ داند جائے گلخنہائے اُو
اس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال
دل کا محافظ تگ و دو میں نہیں دیکھتا ہے

کز کدامیں رُکنِ جاں آید خیال
کہ جان کے کونے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جُز ۲ مگر آں دل کہ دار دعونِ حق
سوائے اس دل کے جس کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو

کوُنِ اور انیست کردہ کونِ حق
اللہ تعالیٰ کے وجود نے اس کے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مطلعش راز احتیال
اگر تدبیر سے اس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا

بند کر دے راہِ ہر ناخوش خیال
تو ہر برے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسد جاسوس را آنجا قدم
جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے

کہ بُوَد مرصا دو در بندِ عدم
جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کُن کور وار
اندھوں کی طرح اس کی رحمت کے دامن کو پکڑ لے

قبضِ اعمیٰ ایں بُوَد اے شہریار
اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ اُو امر و فرمانِ ویست
حکم اور فرمان اس کا دامن ہے

نیکبختے کہ تقیٰ جانِ ویست
وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

آں ۳ یکے در مرغزار و جوے آب
ایک چمنستان اور پانی کی نہر میں ہے

واں یکے پہلوئے اُو اندر عذاب
اور ایک اس کی پہلو میں عذاب میں ہے

اُو عجب ماندہ کہ ذوق اُو زچیست
وہ تعجب میں ہے کہ اس کا لطف کس چیز میں ہے

واں عجب ماندہ کہ ایں در حبسِ کیست
اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس پھندے میں ہے

ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست
خبردار! تو کیوں خشک ہے یہاں چشمے ہیں

ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست
خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

۱ آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے بد خیال عالم کی تباہی کا سبب بنتا ہے آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کونسے خیالات آرام دہ ہیں اور کونسے خیالات تباہ کن ہیں۔ دیدہ بان۔ انسان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رکن۔ گوشہ

۲ جز مگر۔ انسان اپنے لئے اچھے برے خیالات کو خدا کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساختہ نہیں ہیں۔ مطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد خیالات کے آنے کی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔ مرصاد۔ گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں ان سے وابستہ ہو جا۔

۳ آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم ا پھر ذکر شروع کیا ہے نیک بخت اور بد بخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور مہروں سے لطف اندوز ہے اس کے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے اُو عجب۔ تکلیف اٹھانے والا راحت اٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اٹھانے والا تکلیف اٹھانے والے پر۔ ہیں۔ راحت پانے والا تکلیف اٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر آجا کیوں تکلیف اٹھاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں ادھر نہیں آسکتا ہوں یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔

همنشینا هیں[1] بیا اندر چمن — گوید اے جاں من نیارم آمدن
اے ساتھی! خبردار چمن میں آجا — وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آ سکتا

هیں بیا جاناں که پایت بسته نیست — گویدش نے نے تنانم تو بایست
خبردار اے دوست! آجا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں — وہ اس سے کہتا ہے نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یک مثل آمد دریں معنی بگفت — بو که یابی زیں بیاں سرِّ نهفت
اسی سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے — شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کر لے

اندر ایں معنی بگویم قصّهء — گوش بکشا تا بری زاں حصّهء
اس سلسلہ میں میں ایک قصہ سناتا ہوں — کان کھول لے تاکہ تو اس میں سے حصہ پالے

حکایت غلام امیر که اُنسِ عظیم داشت در مُناجات و نماز باحق
ایک حاکم کے اس غلام کا قصہ جو اللہ تعالیٰ کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام — بود سُنقر[2] نام او را یک غلام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا — اس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر شد محتاجِ گرما بہ سحر — بانگ زد سُنقر هلا بردار سَر
صبح کو حاکم کو تمام کی ضرورت ہوئی — اس نے پکارا سنقر! خبردار اٹھ جا

طاس و ایزار و گل ازاتوں بگیر — تا بگرما بہ رَویم از نا گزیر
طشلا اور تہ بند اور ملتانی مٹی التون سے لے لے — تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سُنقر آں دَم طاس و ایزارِ نکو — برگرفت و رَفت با او دو[3] بدو
سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند — لے لیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بررہ بدو بانگِ صلا — آمد از گوشِ سُنقر بر مَلا
راستے میں مسجد تھی اور بلاوے کی آواز — صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

بود سُنقر سخت مُولع در نماز — گفت اے میرِ من اے بندہ نواز
سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا — بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دُکّاں زمانے صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لَم یکُن
آپ اس دکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں — تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

رفت سُنقر میر در دُکّاں نشست — منتظر از بادهٔ پندار مست
سنقر چلا گیا آقا دکان پر بیٹھ گیا — منتظر ہو کر غرور کی شراب سے مست

[1] هیں بیا۔ تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اس سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر نہ جا ٹھہر جا غرضیکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اس کا ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہا ہے۔ قصہ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل رہا تھا یہی حال مومن اور کافر کا ہے۔

[2] سُنقر۔ اس امیر کے غلام کا نام سنقر تھا۔ محتاج۔ یعنی اس کو نہانے کی حاجت ہو گئی۔ بردار سَر۔ یعنی بستر سے اٹھ جا۔ طاس۔ طشلا۔ ایزار۔ ازار۔ تہ بند۔ گل۔ یعنی ملتانی مٹی جس کو مل کر نہایا جاتا تھا۔ التون۔ زرسرخ اس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔

[3] دو بدو۔ دواں دواں۔ بانگِ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مُولع۔ فریفتہ م یکن۔ یعنی سورۂ البینہ۔ بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔

میر از بہرِ دلِ آں زندہ ا جاں
آقا نے اس زندہ روح کی خاطر سے

کرد یک ساعت توقّف بر دکاں
تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند
جب امام اور لوگ باہر آئے

از نماز و وردہا فارغ شُدند
نماز اور وظیفوں سے فارغ ہوگئے

سُنقُر آں جاماند تا نزدیکِ چاشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا

میر سنقر راز مانے چشم داشت
آقا ایک وقت تک سنقر کا منظر رہا

گفت اے سنقر چرنائی بروں
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے

گفت می نگزا روم اے ذوفنوں
اس نے کہا اے ہنر مند وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

صبر کُن نِک آمدم اے روشنی
صبر کر اے روشنی! میں بھی آیا

نیستم غافل کہ در گوشِ منی
میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
اس نے سات بار صبر کیا اور آواز دی

تا کہ عاجز گشت از تیباش مَرد
حتی کہ آقا اس کی ٹال مٹول سے عاجز آ گیا

پاسخش ۲ ایں بُود می نگزار دم
اس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے

تا بُروں آیم ہنوز اے محترم
اے محترم! تاکہ میں ابھی باہر نکلوں

گفتِ آخر مسجد اندر کس نماند
بالآخر اس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا

کیست وامیدارد آنجا کت نشاند
کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

گفت آنکہ بستہ استت از بُروں
اس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھا دیا ہے

بستہ است اُو ہم مرا از اندروں
اسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگذارد تُرا کائی دَروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے

می نہ بگذار و مرا کایم بُروں
وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگذارد کزیں سُو پا نہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اس طرف قدم دھرے

اُو بدیں سو بست پائے ایں رَہی
اسی نے اس جانب اس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

ماہیاں ۳ را بحر نگذارد بروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا

خاکیاں را بحر نگذارد دروں
سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا ہے

اصلِ ماہی ز آب و حیواں از گِل ست
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے

حیلہ و تدبیر اینجا باطل ست
اس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

ا زندہ جاں۔ یعنی سنقر۔ وردہا۔ یعنی وہ اوراد اور وظائف جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ چشم داشت۔ منتظر رہا۔ در گوشِ منی۔ یعنی میں تیری آواز سن رہا ہوں۔ تیباش۔ ٹال مٹول۔ انتظار۔

۲ پاسخش۔ یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا سب باہر آ گئے تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔ رہی۔ غلام۔

۳ ماہیان۔ ایک ہی سمندر سے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر چیز اپنی جنس کو چاہتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی مٹی کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

قفل[1] از رفت ست و گشاینده خدا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ تعالیٰ ہے

دست در تسلیم زن و اندر رضا
تسلیم اور رضا پر دستگاہ حاصل کرو

ذرّہ ذرّہ گر شود مفتاحہا
ایک ایک ذرہ اگر کنجیاں بن جائیں

ایں کشایش نیش از جُز کبریا
یہ کشادگی بجز خدا کے ممکن نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیر خویش
جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے

بخت یابی اے جواں از پیر خویش
اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیب حاصل کرلے گا

چوں فراموشِ خودی یا دت کُنند
جب تو خودی کو فراموش کر دے گا وہ تجھے یاد کرینگے

بندہ گشتی دانگہ آرادت کُنند
تو غلام بن جائے گا تو وہ تجھے آزاد کریں گے

گر تو خواہی حُرّی و دِل زندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے

بندگی کُن بندگی کُن بندگی
غلامی کر، غلامی کر، غلامی

از[2] خودی بگذر کہ تایابی خدا
خودی سے گزر جاتا کہ تو خدا کو پالے

فانیِ حق شو کہ تایابی بقا
حق میں فنا ہو جا، تاکہ تو بقا حاصل کرے

گر ترا باید وصالِ راستیں
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے

محوشو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْن
تو مٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ انبیاء علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکران قولہ تعالیٰ حتی اذا استیأس الرُّسُل
انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے قبول اور پذیرائی سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول ہے یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے

انبیاء گفتند در خاطر کہ چند
انبیاء نے دل میں کہا کہ کتنا

مید ہیم این را و آنرا وعظ و پند
ہم اس اور اس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

چند[3] کوبیم آہنِ سَرد ے زغے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟

درد میدان در قفس ہیں تا بکے
ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

دُمِ خر پیمودن آخر تا بچند
گدھے کی دم ناپنا آخر کب تک

چوں نیفزاید جوئے جُز ریشخند
جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جو کا فائدہ نہیں ہے

جُنبش خلق از قضا و وَعدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدہ الٰہی سے ہے

تیزیِ دنداں ز سوزِ معدہ است
دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

[1] قفل۔ جنس مغائرت کا قفل بہت سخت ہوتا ہے یہ صرف اللہ کے فضل سے کھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضا خداوندی ہو جاؤ تب یہ قفل کھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ چوں۔ انسان جب اپنی تدابیر سے یہ قفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اس کو یاد کرتا ہے جب مرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اس کو علائق دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے گر تو خوہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔

[2] از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقاء دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر ترا۔ صدیقین سے وصال اس وقت حاصل ہوگا جب انسان اپنے آپکو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن اب مولانا نے انبیاء اور منکرین کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے۔ انبیاء منکرین کے انکار سے انبیاء ان کی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔

[3] چند۔ انبیاء نے مایوس ہو کر یہ سوچا کہ ان منکروں کو نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دم۔ ان لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اڑانے کا سبب ہے۔ جُنبش۔ پھر سوچا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہے جب تک امر سے کشش نہ ہو ان کی ہدایت ناممکن ہو بوگ لگتی ہے تو دانت چلتے ہیں۔

نَفسِ ۱ اوّل راند بر نَفسِ دُوم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا

ماہی از سَر گندہ باشد تے زُوم
مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی جانب سے

لیک ہم میدان وخر میراں چو تیر
لیکن سمجھ بھی لے اور تیر کی طرح گدھے کو ہانکتا رہ

چونکہ بَلِّغ گفت حق شد ناگزیر
چونکہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کر فرمایا لہٰذا ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟

جہد کُن چند انکہ بینی چیستی
کوشش کر حتی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چوں نہی بر پُشتِ کشتی بار را
جب تو کشتی پر مال لادتا ہے

بَر توکّل می کُنی آں کار را
اس کام کو تو توکل کی بناء پر کرتا ہے

تو نمیدانی ۲ کرزیں ہر دو کئی
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے

غرقہ اندر سفر یا ناجئی
سفر میں ڈوبنے والا ہے یا بچنے والا ہے

گر بگوئی تا ندانم من کَیم
اگر تو کہے کہ جب تک میں نہ جان لوں کہ میں کون ہوں

دَر نخواہم تاخت بر کشتی ویم
میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

مَن دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام
میں اس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا

کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
واضح کر دے میں کس فرقے میں سے ہوں

مَن نخواہم رفت ایں رہ با گماں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤں گا

بر امید خُشک ہمچوں دیگراں
دوسروں کی طرح خالی امید پر

ہیچ ۳ بازر گانیئے ناید ز تُو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو سکے گی

زانکہ در غیب ست سِرِّ ایں دو رُو
کیونکہ ان دونوں رخوں کا راز غیب میں ہے

تاجرِ ترسندہ طبعِ شیشہ جاں
ڈرنے والا نازک دل تاجر

دَر طلب نے سُود دارد نے زیاں
طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست وخوار
بلکہ نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے

نور اُو یابد کہ باشد شعلہ خوار
نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہوں

چونکہ بر بُوک ست جملہ کارہا
چونکہ تمام کاروبار امید پر ہے

کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
تو دین کا کام زیادہ مستحق ہے کہ تو اس سے سبکدوش ہو جائے

نیست دستورے دریں جا قرعِ باب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے

جُز اُمید اَللّٰہُ اَعلَم بالصَّواب
سوائے امید کے، خدا بہتر جانتا ہے

---

۱ نفس۔ اول۔ ان میں اللہ کی ذات حکمراں ہے، جو کچھ ہے کہ عالم بالا کی طرف سے ہے۔ لیک۔ لیکن تضاد قدر کے پیش نظر عمل وسعی ترک نہیں کی جاسکتی ہے ہمیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ بنی چیستی۔ یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ انسان جہنمی ہے یا جنتی لیکن زندگی میں اس کو عمل کرتے رہنا چاہیے۔ چوں نہی۔ دنیا کے تمام کاروبار توقع اور امید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفع موہوم کی امید پر کرتا ہے۔

۲ تو نمیدانی۔ تاجر سمندری سفر کرتا ہے تو اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبے گا یا پار ہو جائے گا۔ من نخواہم۔ اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہو جائے تو میں تجارت کے لئے سمندری سفر نہ کروں گا۔ امید خُشک۔ یعنی موہوم امید۔

۳ ہیچ۔ اس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کر سکتا۔ دورُو۔ یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجر ترسندہ۔ اس طرح کا ڈرنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل۔ پہلے مصرع میں نقصان اٹھانے کا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔ چونکہ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین کا کاروبار اس کو زیادہ مستحق ہے کہ موہوم نفع کی بنیاد پر کیا جائے۔ نیست۔ عبادت رحمت اور قبولیت کی امید پر کرنا ضروری ہیں۔

بیان آنکہ ایمانِ مُقلّد خوف ست و رجا

اس کا بیان کہ مقلد کا ایمان امید و بیم میں ہے

داعیِ[1] ہر پیشہ امیدست و بُوک
ہر پیشے کی محرک امید اور تمنا ہے

گرچہ گردن شاں کوشش شد چو دُوک
اگرچہ ان کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہوگئی ہے

بامداداں چوں سُوئے دُکّاں رَوَد
صبح کو وہ جب دکان کی جانب جاتا ہے

بر اُمید و بُوکِ روزی میرَوَد
کمائی کی امید اور تمنا پر جاتا ہے

بُوکِ روزی نبُودت چوں میروی
تجھے روزی کی امید نہ ہو تو کیوں جائے؟

خوفِ حرماں ہست تو چونی قوی
محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ ازل در کسبِ لُوت
روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے

چوں نکردت سُست اندر جستجوت
تجھے تیری جستجو میں ست کیوں نہ کیا؟

گوئی[2] آرے خوفِ حرماں ہست پیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیش نظر ہے

ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
لیکن سستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست در کوشش امیدم پیشتر
کوشش میں مجھے زیادہ امید ہے

دارم اندر کاہلی افزوں خطر
سستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا درکارِ دیں اے بدگماں
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں

دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں
یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہلِ ایں بازارہا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس بازار والے

درچہ سُودند انبیاء واولیا
انبیاء اولیاء کس قدر نفع میں ہیں

زیں[3] دُکاں رفتن چہ کاں شاں رُو نمود
اس دکان سے جانے نے ان کو کیسی کان دکھائی

اندریں بازار چوں بستند سُود
اس بازار میں انہوں نے کس قدر نفع میں ہیں

آتش آنر ارام چوں خلخاں شُد
ان کے لئے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی

بحرِ ایں را رام چوں حمّاں شُد
سمندر بوجھ اٹھانے والے کی طرح ان کا فرمانبردار ہوا

از دَمِ آں مُردہ زندہ شُدہ
ان کے پھونک مارنے سے مردہ زندہ ہوا

ابر آنرا سائبانے آمدہ
ابر ان کے لئے سائبان بنا

---

[1] داعی۔ انسان جو ہمیشہ کرتا ہے وہ محض امید پر کرتا ہے اور اس امید میں اتنی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اس کی گردن تکلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی امید پر دکان کھولتا ہے۔ بُوک۔ اگر نفع کی امید نہ ہو تو کبھی دکان نہ کھول۔ خوف حرماں۔ یہاں بھی محرومی اور نقصان کا لامحالہ خوف ہے لیکن انسان کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سستی کیوں برتی جائے۔ لوت۔ کھانا۔ روزی۔

[2] گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہے سستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔ ہست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال امید ہے اور سستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کی جاتی ہے یا ندیدی۔ دین کے معاملات میں کوشش کر کے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

[3] زیں دُکاں۔ دنیا کی دکان سے انبیاء اور اولیاء نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اس دکان سے لوٹے ہیں تو ان کو روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں ملی ہیں۔ آتش۔ اس دنیا کی دکان سے حضرت ابراہیمؑ نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور زیور بن گئی۔ بحر۔ حضرت موسیٰؑ کی دریائے نیل نے حمالی کی۔ از دم۔ حضرت عیسیٰؑ کے پھونک مارنے سے مردے زندہ ہوئے۔ ابر۔ آنحضور ﷺ پر ابر نے سایہ کیا۔

آہن[1] آنرا رام ہمچوں موم شُد — باد آنرا بندۂ و محکوم شُد
لوہا ان کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا — ہوا ان کی غلام اور محکوم ہوئی

شدُ براں در دفعِ دشمن چوب مار — عنکبوتے شدُ مر ایں را پردہ دار
دشمن کو دفع کرنے کے لئے لکڑی ان کے لئے سانپ بنی — مکڑی ان کے لئے پردہ کرنے والی بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ تعالیٰ اَوْلِیَاءِ اَخْفِیَاء
اس کا بیان کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قومِ دیگر سخت پنہاں میروند — شُہرۂ خلقانِ ظاہر کے شوند
کچھ دوسرے لوگ جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں — وہ ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں؟

[2]ہمہ دارند و چشمِ ہیچ کس — برنیفتد بر کیا شاں یک نفس
یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ — ان کی بزرگی پر ایک دم کے لئے نہیں پڑتی

ہم کرامت شاں ہم ایشاں در حرم — نام شاں رانشوند ابدال ہم
ان کی کرامت بھی اور وہ خود بھی حریم میں ہیں — ابدال بھی ان کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کر مہائے خدا — کُو ترا میخواند ایں سُو کہ بیا
کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں — جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آجا

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست — ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
عالم کی شش جہت میں اس کے اکرام ہیں — تو جس طرف دیکھے اس کی نشانیاں ہیں

چوں کریمے گویدت آتش در آ — اندر آ زود و مگو سوزد مرا
جب کریم تجھے کہے کہ آگ میں آجا — جلد اندر آجا اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دے گی

کوز آتش نرگس و نسریں کند — و زمیانش غنچہا سر برزند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے — اس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست — گاذرِ دستارخوان انبیاست
در حقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے — وہ انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایت[3] مندیل در تنور انداختنِ انسؓ بن مالک و نا سوختنِ اُو
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اس کے نہ جلنے کا قصہ

[1] آہن۔ حضرت داؤد کے لئے لوہا موم بنا۔ باد۔ حضرت سلیمان کا تخت ہوا کاندھوں پر لئے پھرتی تھی۔ چوب۔ حضرت موسیٰ کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضورؐ کے لئے غار ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضور کو دشمن نہ پکڑ سکے۔

بیان۔ انبیاء نے جو نفعے کمائے ان کو ذکر کرنے کے بعد اولیاء کے نفعوں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قوم دیگر۔ اولیاء کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام ان کو کیا سمجھتے۔ [2]ہمہ دارند۔ جو انبیاء کے نفعے ہیں وہ ان کو حاصل ہیں۔

[2] در حرم۔ یعنی وہ اولیاء اور ان کی کرامتیں اللہ کے حریم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سستی اس لئے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرت حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع نشانی۔ چون کریمے۔ شعر عاشقاں را گر دہد آتش ہی پسند و لطف دوست تنگ چشم گر نظر بر چشمہ کوثر کنم کو۔ وہ کریم آگ کو گلزار بنا دے گا اور اس میں پھول کھلیں گے۔ ما۔ پانی۔ گاذر۔ دھوبی۔

[3] حکایت۔ اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء اولیاء کے حکم سے آگ پانی کا کام کر دیتی ہے۔

از اَنَسؓ فرزندِ مالک آمدہ است
انسؓ مالک کے بیٹے کی بات منقول ہے

کہ بمہمانیِ اُو شخصے شدُہ است
کہ ایک شخص ان کا مہمان بنا

اُو حکایت کرد کز بعدِ طعام
انس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد

دید اَنَسؓ دستارِ خواں را زردفام[1]
حضرت انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

چرکِن و آلودہ گفت اے خادمہ
میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی!

اندر افگن دَر تنورش یک دَمَہ
ایک دم اس کو تنور میں ڈال دے

دَر تنورِ پُرز آتش در فگند
آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا

آں زماں دستارِ خواں راہوشمند
فوراً دسترخوان کو اس ہوشمند نے

جُملہ مہماناں دراں حیراں شُدند
سب مہمان اس معاملے میں حیران ہو گئے

اِنتظارِ دُودِ گندوری بُدند
دسترخوان کے دھویں کے منتظر تھے

بعدِ یک ساعت بر آورد از تنور
تھوڑی دیر کے بعد اس نے تنور سے نکالا

پاک و اسپید و ازاں وسَاخ دور
پاک اور سفید اور اس میل کچیل سے دور

قوم گفتند اے صحابیِ عزیز
لوگوں نے کہا اے معزز صحابی!

چوں نسوزید و مُنقّیٰ گشت نیز
وہ کیوں نہ جلا اور صاف بھی ہو گیا

گفت زانکہ مصطفےٰ دَست و دہاں
انہوں نے کہا اس لئے کہ مصطفےٰ نے ہاتھ اور منہ

بس بمالید اندریں دَستار خواں
اس دسترخوان سے بہت پونچھا ہے

اے[2] دلِ ترسندہ از نار و عذاب
اے آگ اور عذاب سے ڈرنے والے دل!

باچناں دست و لبے کُن اِقتراب
ایسے ہاتھ اور ہونٹ سے نزدیک ہو جا

چوں جمادے را چنیں تشریف داد
جب بے جان کو اس نے اتنی شرافت دیدی

جانِ عاشق راچہا خواہد گُشاد
عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دیگا؟

مرکُلوخِ کعبَہ را چوں قبلہ کرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اس نے قبلہ بنا دیا

خاکِ مَرداں باش اے جاں درنبرد
اے جان! معرکہ میں مردانِ حق کی خاک بن جا

بعدازاں گفتند با آں خادمہ
اس کے بعد انہوں نے اس خادمہ سے کہا

تونگوئی حال خود با ایںہمہ
یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

چوں[3] فگندی زود آں از گفتِ دے
ان کے کہنے سے تو نے جلدی سے کیوں ڈال دیا

گیرم اُو بُرد دست در اَسرار پے
میں نے مانا کہ ان کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

---

[1] زردفام۔ یعنی سالن کی چکنائی وغیرہ اس پر لگی ہوئی تھی۔ یک دَمَہ فوراً۔ در تنور۔ خادمہ نے اس کو فوراً تنور میں ڈال دیا۔ کندوری۔ رنوری کے وزن پر، دسترخوان۔ لوساخ۔ وسخ کی جمع، میل۔ منقی۔ صاف۔ گفت۔ حضرت انسؓ نے فرمایا چونکہ اس سے بہت سی مرتبہ آنحضور ﷺ نے ہاتھ منہ پونچھا ہے، اس لئے اس کو آگ نہیں جلا سکتی ہے۔

[2] اے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اولیاء اور علماء کی دست بوسی کر لے تاکہ آگ اس کو نہ ستائے۔ چوں جمادے۔ جب بے جان دسترخوان اس قدر فیض حاصل کر سکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ مرکلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونے کے اس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اس سے زیادہ شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعدازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

[3] چوں۔ یعنی حضرت انسؓ تو اس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے ان کے کہنے پر بلا تامل دسترخوان کیوں آگ میں ڈال دیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

آنچنیں دستار خوانِ قیمتی — چوں فگندی اندر آتش اے ستی
ایسا قیمتی دستر خوان — اے بی بی! تو آگ میں کیسے ڈال دیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید — از عباد اللہ دارم بس اُمید
اس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے — میں اللہ کے نیک بندوں سے بہت امید رکھتی ہوں

میزرے[1] چہ بُود اگر اُو گویدم — در رَو اندر عینِ آتش بے نَدم
تہ بند کیا ہوتا ہے' اگر وہ مجھے کہیں — بلا جھجک آگ میں چلی جا

اندر افتم از کمال اعتقید — نیستم زاکرامِ ایشاں نا اُمید
پکے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں — میں ان کے کرم سے ناامید نہیں ہوں

سَر در اندازم نہ ایں دستار خواں — زاعتمادِ بر کریمِ راز داں
میں اپنا سر ڈال دوں نہ صرف یہ دستر خوان — راز داں کریم کے بھروسے پر

اے برادر خود بریں اکسیر زن — کم نباید صدق مَرد از صدق زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رگڑ دے — مرد کے اعتقاد کی سچائی عورت کی سچائی ہے

آں دلِ مَردے کہ از زن کم بُود — آن دلے باشد کہ کم از اشکم بُود
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو — وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصہ[2] فریاد رسیدنِ رسول علیہ السلام کاروانِ[3] عرب را کہ از تشنگی و بے آبی در ماندہ بودند ودل بمرگ نہادہ و شتران

آنحضور ﷺ کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصہ جو پیاس سے اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہو گیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ

وخلق زبان را از تشنگی بیروں انداختہ

اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرَب — خشک شد از قحط باراں شاں قرَب
اس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی — مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھی

درمیانِ آں بیاباں ماندۂ — کار وانے مَرگ بَر خود خواندۂ
اس جنگل میں رہ گیا تھا — وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

ناگہانے آں مُغیثِ ہر دو کون — مصطفٰے پیدا شُد از رہ بہرِ عون
اچانک دونوں جہان کے فریاد رس — مصطفٰے مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہو گئے

[1] میزرے۔ تہ بند۔ازار۔اندر۔ چونکہ مجھے پکا اعتقاد ہے میں آگ میں کود پڑوں گی سُر۔ یعنی دستر خوان تو معمولی چیز ہے میں خود آگ میں سر گھسا دونگی اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ مردوں کا اعتقاد اس خادمہ سے کم نہ ہونا چاہیے۔ اکسیر۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ اشکم۔ انسان کا پیٹ ذلیل حصہ ہے۔

[2] قصہ۔ چونکہ انبیاء اور اولیاء کی صحبت کو اکسیر قرار دیا تھا اب ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس کا اکسیر ہونا ثابت کریں' آنحضور ﷺ کے فیض سے اس حبشی کا رنگ اور روپ بدل گیا۔

[3] کارواں۔ قافلہ۔ قرب۔ قربہ کی جمع ہے' مشکیزہ۔ مَرگ۔ یعنی انہوں نے اپنی موت کو دعوت دے دی تھی۔ مُغیث۔ فریادرس۔ عون۔ مدد۔

دید آنجا کاروانے بس بزرگ
انہوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا

برتف اریگ وراہِ صعب وسترگ
ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں را زباں آویختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی

خلق اندر ریگ ہر سُو ریختہ
لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہیں زُوتر روید
ان کو رحم آیا فرمایا ' آگاہ! جلد جاؤ

چند بارے سُوئے آں کُثباں دَوید
چند بار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ یسا ہے بر شُتر مَشک آورد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے

سُوئے میرِ خود بزودی می بَرد
اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ رابا شُتر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے

سُوئے من آرید با فرمان ۲ مُر
سختی سے میرے پاس لے آؤ

سُوئے کُثبان آمدند آں طالباں
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے

بعد یک ساعت بدیدند آنچناں
تھوڑی دیر بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا

بندۂ می شد سیہ با اُشترے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا

راویہ پُر آب چوں ہدیہ بَرے
ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند می خواند ترا
انہوں نے اس سے کہا تجھے بلاتے ہیں

ایں طرف فخرُ البشر خیرُ الوریٰ
انسانوں کے فخر' مخلوق کے بہترین اس جانب

گفت من نشناسم اورا کیست او
اس نے کہا ان کو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟

گفت او آں ماہ رُوئے قند خُو
انہوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے ہیں

سیّد و سَرور محمدؐ نورِ جاں
سید' اور سردار محمدؐ جو جان کا نور ہیں

مہتر و بہتر شفیع مجرِمَاں
سب سے بالا اور سب سے اعلیٰ گناہگاروں کے شفیع

نوعہا ۳ تعریف کردندش کہ ہست
انہوں نے ان کی اس طرح کی تعریف کی جو تھی

گفت مانا او مگر آں ساحرست
اس نے کہا ہاں وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گروہے را زبُوں کرد او بسِحر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا ہے

من نیایم جانبِ او نیم شہر
میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤں گا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آئے

او فغاں برداشت در تشنیع وتف
اس نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

۱ تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثبان۔ کثیب کی جمع ہے۔ ٹیلہ' سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔

۲ فرمان مُر۔ سخت حکم۔ آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ می شد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت او۔ صحابہ نے کہا۔

۳ نوعہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس الامری تھی۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گروہ اس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنا لیا ہے۔ شہر۔ بالشت۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی

چوں کشیدندش بہ پیش آں عزیز
جب وہ اس کو ان معزز کے سامنے کھینچ لائے

گفت[1] نوشید آب و بردارید نیز
انہوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

جملہ را زاں مشک اُو سیراب کرد
انہوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا

اشتراں و ہر کسے زاں آب خورد
اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشکِ اُو
مشک اور پکھال اس کی مشک سے بھر لی

ابر گردوں خیرہ شد از رشکِ اُو
آسمان کا ابر اس کے رشک سے حیران رہ گیا

ایں کسے دیدست کز یک راویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے

سرد گردد سوزِ چنداں ہاویہ
اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

ایں کسے دیست کز یک مشکِ آب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے

گشت چنداں مشک پُر بے اضطراب
بغیر پریشان ہوئے اتنی مشکیں بھر جائیں

مشک[2] خود رُو پوش بُود و موجِ فضل
مشک آڑ تھی اور اللہ کے فضل کے موج

می رسید از بحرِ صل از امرِ اُو
اس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ رہی تھی

آب از جوشش ہمیگردد ہوا
پانی اس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے

واں ہوا گردد ز سردی آبہا
ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

بلکہ بے اسباب و بیروں زیں حِکَم
بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ

آب رویانید تکویں از عدم
اللہ کی ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

توز طفلی چوں سببہا[3] دیدۂ
چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے

در سبب از جہل بر چفیدۂ
تو نادانی سے سب سے چمٹ گیا ہے

باسببہا[3] از مسبّب غافلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے

سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی
اس وجہ سے تو ان آڑوں کی طرف مائل ہے

چوں سببہا رفت بر سرمی زنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو پیٹتا ہے

ربّنا و ربّنا ہا می کنی
اے ہمارے رب اے ہمارے رب بہت کرتا ہے

ربّ میگوید برو سوئے سبب
اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا

چوں ز صنعم یاد کردی اے اعجب
تعجب ہے تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ
بندہ کہتا ہے اس کے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا

ننگرم سوئے سبب واں خدعۃ
سبب اور اس فریب کی جانب کروں گا

[1] گفت نوشید آنحضور ﷺ نے پیاسوں سے کہا۔ بردارید۔ برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ ابر۔ آنحضور ﷺ کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ ابر کو مشکیزہ پر رشک آنے لگا۔ اس کے رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

[2] مشک خود۔ دراصل یہ پانی مشک کا نہ تھا۔ مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی اصل پانی غیبی چشمہ سے آ رہا تھا اور اس کی قدرت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ آب۔ اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ اس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اشیاء کو عدم سے وجود میں لے آتی ہے۔ توز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اشیاء کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اس لئے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔

[3] باسببہا۔ چونکہ ہم مسبب الاسباب یعنی ذات خداوندی سے غافل ہیں اس لئے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کو پکارتا ہے۔ ربّ میگوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب ہے اب کیوں میری طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ گفت۔ بندہ کہتا ہے میری توبہ ہے میں اب اسباب پر سہارا نہ کروں گا۔

گویدش[1] ارتُوالعَائدُوا کارِ تُست — اے تو اندر توبہ و میثاق سُست

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا ارتُوالعَائدُوا تیرا کام ہے — اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرم رحمت کُنم — رحمتم پُرست بر رحمت تنم

لیکن میں اس کا خیال نہیں کرتا رحمت کرتا ہوں — میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا — از کرم ایں دم چو میخوانی مرا

میں تیرے بڑے عہد کو نہیں دیکھتا، بخشش کرتا ہوں — کرم کی وجہ سے جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

از من آید جملہ احسان و وفا — وز تو بد عہدی و تقصیر و خطا

میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے — تیری جانب سے بد عہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

حاصل[2] آنکہ در سبب پیچیدۂ — لیکن معذوری ہمیں را دیدۂ

خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں الجھا ہے — لیکن تو معذور ہے تو نے ہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شُدند از کارِ اُو — یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خُو

ان کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا — اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

کردۂ رُو پوش مَشک خُردرا — غرقہ کردی ہم عرب ہم کُردرا

آپ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا — آپ نے عربوں کو بھی اور کردوں کو بھی اس میں ڈبو دیا

مَشکِ آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا

آنحضور ﷺ کے معجزے سے اس غلام کی مشک کا بھر جانا

و سپید شدنِ آں غلام سیاہ باذن اللہ تعالیٰ

اور خدا کے حکم سے اس غلام کا سفید ہو جانا

اے[3] غلام اُکنوں تو پُر بیں مَشک خود — تانگوئی در شکایت نیک و بد

اے غلام اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے — تاکہ تو شکایت میں برا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شد از بُرہانِ اُو — می دمید از لا مکان ایمانِ اُو

وہ حبشی ان کے معجزے سے حیران ہو گیا — غیب سے اس کا ایمان اگنے لگا

چشمۂ دید از ہوا ریزاں شُدہ — مَشک اُو رُو پوشِ فیضِ آں شدہ

اس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا — اس کی مشک اس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظر رُوپوشہا ہم بر درید — تا معینِ چشمۂ غیبی بدید

اس نے اس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا — یہاں تک کہ اس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

[1] گویدش۔ اس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کر کے پھر وہی کرنے لگتا ہے۔ جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا لِعَائدُوا (قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کاش ہمیں دنیا میں لوٹا دے تو ہم نیک کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اگر وہ لوٹا دیئے جائیں پھر پلٹ جائیں گے۔ از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بدعہدی اور گناہ کرے۔

[2] حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصل ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اس کی اساس سے وابستگی قابل معافی ہے۔ قافلہ مشکیزے کے پانی کی کثرت کو دیکھ کر قافلہ حیران ہو گیا۔ غرقہ کر دی۔ آپ نے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کردی سب کو سیراب کر دیا۔

[3] اے غلام۔ سب کو سیراب کرنے کے بعد آنحضور ﷺ نے غلام سے کہا۔ برہان۔ معجزہ۔ مید مید۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایمانی کیفی پیدا فرما دی۔ چشمہ۔ اب اس کی باطنی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔ زاں نظر۔ اس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی۔ معین۔ جاری۔

چشمہا پُر آب کرد آں دم غلام — شُد فراموشش ز خواجہ وز مقام
اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا — اس سے ٹھکانا اور آقا فراموش ہو گیا

دَست و پایش ماند از رفتن براہ — زلزلہ افگند در جانش الٰہ
اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہو گئے — خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کر دی

باز بہرِ مصلحت بازش کشید — کہ بخویش آ باز رَو اے مُستفید
آنحضورؐ نے پھر اس کو ملحت کھینچا — کہ اے طالب نیفل ہوش میں آ جا اور واپس جا

وقتِ حیرت نیست حیرت پیشِ تُست — ایں زماں در رہ درآ چالاک و چُست
یہ حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت پیش آنے والی ہے — اب ہوشیاری اور چستی سے راہ ہدایت پر آجا

دستہائے ۲ مُصطفٰے بر رُو نہاد — بُوسہائے عاشقانہ بس بداد
اس نے مصطفٰے کے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھے — بہت سے عاشقانہ بوسے دیئے

مُصطفٰے دستِ مبارک بَر رَخش — آں زماں مالید و کردا اُو فرخش
مصطفٰے نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر — اس وقت ملے اور اس کو بابرکت بنایا

شُد سپید آں زنگی و پُورِ حبش — ہمچو بَد رو رُوزِ روشن شُد شبش
رہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہو گیا — چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کی رات روشن دن بن گئی

یوسفے شُد در جمال و دَرد لال — گفتش اکنوں رو بدہ واگوئے حال
حسن اور ناز و انداز میں یوسف بن گیا — انہوں نے اس سے فرمایا اب گاؤں چلا جا حال بیان کر دے

اُو ہمی ۳ شد بے سَر و بے پائے دَست — پائے می نشناخت در رفتن زوست
وہ اندھا دھن اور مست روانہ ہو گیا — چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں — سُوئے خواجہ از نواحی کارواں
وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا — قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

خواجہ بر رَہ منتظر بنشستہ بُود — کاں غلامش دیر می آمد نہ زُود
آقا راستے پر منتظر بیٹھا تھا — کیونکہ اس کا غلام تاخیر سے آیا تھا نہ کہ جلدی سے

دیدنِ خواجہ غلام خود را سَفید رُو و نشناختن کہ اوست و با غلام
آقا کا اپنے غلام کو سفید چہرے ملا دیکھنا اور نہ پہچاننا کہ وہ وہی ہے اور غلام سے کہنا کہ تو نے میرے

گفتن کہ تو غلام مَرا کُشتہ و خونِ اُو ترا گرفتہ و خدا ترا بدَست من انداخت
غلام کو قتل کیا ہے اور اس کے خون نے تجھے گرفتار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے ہاتھ میں ڈال دیا ہے

۱ چشمہا۔ اس غلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کو آقا اور گھر فراموش ہو گیا۔ ماند۔ چونکہ مقام تحیر میں پہنچ گیا تھا۔ بارش کشید۔ آنحضورؐ اس کو مقام حیرت سے مقام سحر میں لائے۔ پیش تُست۔ جبکہ اور مقامات طے ہونگے۔

۲ دستہائے۔ اس نے حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک، زیبا صورت۔ پور۔ بوزن نور، پسر۔ بدر۔ چودھویں کا چاند، شبش۔ یعنی اس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا دن کی طرح منور ہو گیا۔

۳ اُو ہمی شد۔ وہ خوشی کی مستی میں اس طرح روانہ ہوا کہ اس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ ناحیہ کی جمع ہے۔ طرف کنارہ۔ دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اس لئے تاخیر سے واپس آ رہا تھا۔

خواجہ از دُورش بدید و خیرہ[1] ماند
آقا نے اس کو دور سے دیکھا اور حیران رہ گیا

از تحیُّر اہلِ آں دِہ را بخواند
حیرانی سے اس گاؤں والوں کو بلایا

راویہ ما اشترِ ما ہست ایں
یہ ہماری پکھال اور ہمارا ہی اونٹ ہے

پس کجا شُد بندۂ زنگی جبیں
تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

آں یکے بَد ریست م آیدز دُور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دور سے آرہا ہے

میزند بَر نورِ روز از رُوش نور
اس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

گو غلام ما مگر سَر گشتہ شُد
ہمارا غلام کہاں ہے شاید آوارہ ہو گیا ہے

یا بدو گر گے رسید و کُشتہ شُد
یا اس کو بھیڑیا ملا ' اور مارا گیا

یامگر[2] اُورا بکُشت ایں بَد گُہر
یا شاید اس بد ذات نے اس کو قتل کیا

اُشترش آورد اینجا از قَدر
اور تقدیر سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی
جب وہ سامنے آیا اس سے کہا تو کون ہے؟

از یمن زادی ویا تُرکیستی
تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا ترک ہے؟

تو غلامم راچہ کردی راست گو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا

گر بکُشتی وا نُما حیلت مجو
اگر تو نے قتل کیا ہے صاف کہہ دے حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کُشتم بتو چوں آمدم
اس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں

چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
اپنے پاؤں سے خود اس خون کے معاملہ میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں؟

گفت نے نے در نگیر دبا منت
اس نے کہا نہیں نہیں تیری بات مجھے درست نہیں لگتی

راست باید گفت سر دست ایں فنت
سچ کہنا چاہیے یہ تیرا مکر بیکار ہے

گو غلام من بگفت اینک منم
میرا غلام کہاں ہے اس نے کہا یہ میں ہوں

کرد دستِ فضلِ یزداں روشنم
اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منور کر دیا ہے

دیدہ ام صَدرے و بدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں

صاحب فضل و قدرے گشتہ ام
مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلام من کجاست
خبردار! کیا کہتا ہے میرا غلام کہاں ہے؟

ہیں نخواہی رَست از من جُز براست
خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرا ہاتھ سے نہیں بچ سکتا

گفت[3] اَسرارِ تُرا با آں غلام
اس نے کہا اس غلام کے ساتھ تیرے راز

جملہ وا گویم یکا یک من تمام
میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

[1] خیرہ۔ حیران۔ راویہ۔ مشکیزہ' پکھال۔ زنگی جبیں۔ کالے رنگ والا۔ میزند۔ اس کے چہرے کا نور دن کی روشنی پر غالب آرہا ہے۔ سرگشتہ۔ آوارہ۔

[2] یامگر۔ شاید اس نے اس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقریر خداوندی سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے۔ از یمن۔ ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دریں خوں۔ قتل کر کے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے۔ سر دست۔ یعنی حالا کی نہ چلیگی۔ صدر۔ یعنی آنحضور ﷺ

[3] گفت۔ اس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنا دوں جو کہ میرے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آجائے گا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں۔

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے

تا بآکنوں باز گویم ماجرا
اب تک کا قصہ سنائے دیتا ہوں

تا بدانی کہ ہمانم در وجود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں

گرچہ از شبدیز[1] من صبح کشود
اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

رنگ دیگر شد ولیکن جانِ پاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک جان

فارغ از رنگ سب واز ارکانِ خاک
عناصر اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

تن شناساں زود مارا گم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں

آب نوشاں ترکِ مشک وخم کنند
پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

جاں[2] شناساں از عدد ہا فارغند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں

غرقہ سوریائے بیچوند و چند
وہ بے مثال اور لا محدود دریا میں غرق ہیں

جاں شود از راہِ جان جانرا شناس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان

یارِ بینش شونہ فرزندِ قیاس
مشا کا یار بن گماں کا پابند نہ ہو

چوں مَلک با عقل یک سَر رشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں

بہرِ حکمت رادو صُورت گشتہ اند
حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

آں مَلک با عقل چوں یک گوہرند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں

در پے ہم ہمچو دُنبال و سَراند
دم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

آں مَلک چوں مُرغِ بال و پر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کر لے

ویں خرد بگذاشت پَرّ و فر گرفت
اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

لا جرم[3] ہر دو مناصر آمدند
لا محالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے

ہر دو خوش رُو پشتِ ہمدیگر شدند
دونوں بخوبی ایک دوسرے کے رو پشت بن گئے

ہم مَلک ہم عقل حق را واجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنے والے ہیں

ہر دو آدم را مُعین و ساجدے
لہٰذا دونوں آدم کے مددگار اور سجدہ کرنے والے ہیں

ایک چیز کی رو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔ ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے میں متحد ہیں اور دونوں کے لئے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔

---

[1] شبدیز۔ تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ صبح۔ یعنی میرا رنگ گہرا ہو گیا۔ رنگ۔ رنگت بدل جانے سے روح اور جان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا' روح رنگ وغیرہ سے مبرا ہے۔ تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرما دیا کہ جس طرح اس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اس لئے وہ اس کو نہیں پہچان رہا تھا اسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیاء کو نہیں پہچانتے ہیں وہ اولیاء کو نہیں پہچانتے جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مٹکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔

[2] جاں شناساں۔ جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعدد اور تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ جاں شو۔ روح کی پہچان۔ روح کے ذریعہ ہوتی لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیاء کو شناخت کر وان کو اپنا دوست سمجھو اور اس آقا کی طرح نہ بنو جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا۔ چوں۔ اپنی روح کو اولیاء کی روح کا غیر نہ سمجھو دونوں روحوں میں وحدت ہے محض ان کے قرارگاہ کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیسا کہ حقیقت ملکیہ اور حقیقت عقل ایک سے دونوں کو جداگانہ صورتیں عطا کر دینے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقت ملکیہ نے بال و پر اختیار کر لئے لہٰذا اس میں پرواز کی قوت آ گئی عقل نے ادراک حقائق کی شان و شوکت حاصل کر لی۔

[3] لا جرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور ان دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیسا کہ

نفس[1] و شیطان بُود ز اوّل واحدے — بُود آدمؑ را عدوّ و حاسدے
نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے — آدم کے دشمن اور حاسد تھے

آنکہ آدمؑ را بدن دید اُو رمید — وانکہ نورِ مؤتمن دید اُو خمید
جس نے آدم کو محض جسم سمجھا وہ بدک گیا — جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

آں دو دیدہ روشناں بودہ ازیں — ویں دو را دیدہ ندیدہ غیرِ طیں
وہ دونوں آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں — ان دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند — چوں نشاید بر جہود انجیل خواند
اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا — چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سنائی جا سکتی

کے تواں باشیعہ گفتن از عمرؓ — کے تواں بربط زدن در پیشِ کر
شیعہ سے حضرت عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟ — وہ بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیک[2] گر دردہ بگوشہ یک کس ست — ہائے وہوئے کہ بر آردم بس ست
لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے — جو میں نے ہائے اور ہوکی وہ بہت ہے

مُستحق شرح را سنگ و کلوخ — ناطقے گردد مُشرّح بارُ سوخ
شرح کے لائق کے لئے پتھر اور ڈھیلا — اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

دَر بیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید از سمٰوات و ارض و اعیان و
اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور

اعراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید و خود را محتاجِ چیزے دیگر باید
عرض سب درخواست اور حاجت کی بناء پر کئے ہیں اور اپنے آپ کو دوسری چیزوں کا محتاج بنانا

کردن تا بدد بدکہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَاضطرار گواہ استحاق ست
چاہے تاکہ وہ عطا کرے کیونکہ اس نے فرمایا کون ہے جو مجبور کی دعا سنے جب کہ وہ اس کو پکارے اور مجبوری کو اس نے مستحق ہونے کا گواہ بنایا ہے

آں[3] نیازِ مریمی بُود ست و دَرد — کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد
وہ حضرت مریم کی نیاز مندی اور درد تھا — کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

جُزوِ اُو بے اُو برائے اُو بگفت — جُزو جُزوَت گفت دارد در نہفت
ان کے جزو نے بغیر ان کے کہان کے لئے گفتگو کی — تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

مریم کے جزو بدن تھی اور گواہ بنے اسی طرح تمہارا ہر ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضا تمہارے افعال کی گواہی دینگے۔

[1] نفس و شیطان جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اسی لئے دونوں آدم کے دشمن اور حاسد بنے۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدم کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے انکار کر دیا عقل اور فرشتے نے ان کے نور باطنی کو دیکھا تو ان کے سامنے جھک گئے۔ آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتہ کی آنکھیں اس نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیان۔ یعنی عقل اور فرشتہ کی وحدت اور شیطان اور نفس کی وحدت کا بیان نہیں ہو سکا چونکہ تم اس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو۔ چوں نشاید۔ تمہارے سامنے اس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

[2] لیک۔ کسی میں اہلیت ہے تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائے گا جو مجمل باتیں میں نے کہہ دی ہیں وہ اس کے لئے کافی ہیں۔ مستحق و تفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل ہوتا ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر ان سے حقائق کا ادراک کر لیتا ہے اصل چیز استحاق اور طلب و حاجت ہے اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی ہے آگے مولانا نے اسی مضمون کو واضح کیا ہے۔

[3] آں نیاز۔ حضرت مریم کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو اللہ نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرادی اور حضرت عیسیٰ گہوارہ میں ان کی پاکدامنی کے شاہد بن گئے۔ جزو لو۔ جس طرح عیسیٰ

دَست و پا شاہد شوندت اے رہی
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے

مُنکری را چند دَست و پا نہی
تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

وَر اِ نباشی مستحقِ شرح و گفت
اگر تو تشریح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے

ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
بولنے والے کی قوت ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سوئی

ہر چہ روئید از پے محتاج رُست
جو کچھ اگا ہے محتاج کے لئے اگا ہے

تا بیابد طالبے چیزے کہ جُست
تاکہ طلبگار ہر وہ چیز پالے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سمٰوات آفرید
حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا

از برائے دفعِ حاجات آفرید
حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پا لیتا ہے

مایہ اش دَر دست واصلِ مَرحمت
اس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ درد ہے

ہر کُجا دردے دَوا آنجا رَوَد
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے

ہر کُجا فقرے نوا آنجا رَوَد
جہاں فقر ہوتا ہے سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کُجا مشکل جواب آنجا رَوَد
جہاں اشکال ہوتا ہے، جواب وہاں جاتا ہے

ہر کُجا کشتے ست آب آنجا رَوَد
جہاں کھیتی ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

آب ۲ کم جُو تشنگی آور بَدست
پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر

تا بجوشد آبت از بالا و پَست
تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نہ زاید طفلکِ نازک گلُو
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا

کے رواں گردد زبستان شیرِ اُو
اس کا دودھ پستاں سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رَو ۳ بدیں بالا و پستیہا بدَو
جا اس نشیب و فراز میں دوڑ

تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
تاکہ تو پیاسا بنے اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگ زنبورِ ہَوا
اس کے بعد ہوا کی بھنبھناہٹ کی آواز سے

بانگِ آب جُو نیوشی اے گیا
اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

حاجتِ تو کم نباشد از حَشیش
تیری ضرورت گھاس سے کم نہ ہونی چاہیے

آب را گیری سُوئے اُو می کشیش
تو پانی لیتا ہے اور اس کو اس کی جانب لے جاتا ہے

اور نباشی۔ اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا مقرر بھی ست پڑ جائے گا اور تشریح نہ کرے گا۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ مخلوق کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بنایا ہے۔ حق تعالیٰ۔ آسمانوں کی تخلیق بھی مخلوق کی ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے ہے۔ ہر کہ۔ جبکہ تمام چیزوں کی تخلیق احتیاج کی وجہ سے ہے تو جو بھی محتاج ہوگا اور اس میں طلب ہوگی وہ ضرور مقصود حاصل کر لے گا۔ مایہ اش۔ رحمت کی اصل اور سرمایہ انسان کا درد ہے۔ ہر کجا۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت کی چیز پہنچ جاتی ہے درد ہو تو دوا حاصل ہو جاتی ہے فقیر ہو تو سامان مل جاتا ہے جواب اشکال کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پانی کھیتی کے پاس پہنچتا ہے۔

۲ آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائے گا۔ تا نہ زاید۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت اس کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیتی ہے۔

۳ رو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر۔ بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگی غرضکہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اس کی حاجت پیدا کرو مطلوب خود حاصل ہو جائے گا۔ حاجت تو۔ گھاس کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اس تک پانی پہنچاتا ہے اسی طرح تم حاجت پیدا کرلو خود قدرت مطلوب کو تم تک پہنچا دے گی۔

گوش گیری آب را تو می کشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے اور اس کو تو کھینچتا ہے

سُوے زرعِ خشک تایا بد خوشی
خشک کھیتی کی جانب تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ[1] جاں را کش جواہر مُضمرست
جان کی کھیتی کے لئے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں

اَبرِ رحمت پُرز آبِ کوثرست
رحمت کا بادل کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تا سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ آید خطاب
تاکہ ان کو ان کے رب نے سیراب کیا کی بشارت آئے

تِشنہ باش اَللّٰهُ اَعْلَمْ بِالصَّواب
پیاسا بن ' اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آمدن زنے کافرہ باطفلِ شیر خوارہ نزد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا

وناطق شدنِ عیسیٰ وار بمعجزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اور اس کا حضرت عیسیٰ کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

ہم ازاں[2] وہ یک زنے از کافراں
اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے

سوئے پیغمبر دواں شدز امتحاں
امتحان کے لئے پیغمبر کی طرف دوڑی

پیش پیغمبر در آمد با خمار
اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبر کے سامنے آئی

کود کے دو ماہہ زن رادر کنار
دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سَلَّمَ اللّٰهُ عَلَیْکَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جِئْنَا اِلَیْک
بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو
اے اللہ کے رسول ہم آپ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتا ہی خموش
کَیْت افگند ایں شہادت[3] را بگوش
اس کی ماں غصہ سے بولی خبردار! چپ
یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی

ایں کَیْت آموخت اے طفلِ صَغیر
کہ زبانت گشت در طفلی جَریر
اے ننھے بچے یہ تجھے کس نے سکھایا
کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل
در بیاں باجبرئیلم مَنْ رسیل
اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سکھایا پھر جبرئیل نے
میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا کہ بالائے سَرت
می نہ بینی کن بلا منظرت
اس نے کہا وہ کہاں ہے کہا تیرے سر پر
تو نہیں دیکھ رہی ہے اپنی نگاہ اوپر کر

ایستادہ بر سَرِ تو جبرئیل
مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل
تیرے سر پر جبرئیل کھڑے ہیں
وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

[1] زرع۔ روحوں کی کھیتی کے لئے ابر رحمت 'کوثر کا پانی لئے ہوئے موجود ہے تم ضرورت پیدا کرو تو سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ کا پیغام تمہارے پاس آجائے گا۔ سَقَاهُمْ قرآن پاک میں ہے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا اور پلائی ان کو ان کے خدا نے پاک شراب۔

[2] ہم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضور نے لیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضور کی باتیں اور معجزے کا اس نے ذکر کیا تو ایک عورت آنحضور کے پاس آئی اب اس کا قصہ بیان کیا جارہا ہے۔ گفت۔ وہ بچہ آنحضور کے معجزے سے بول پڑا اور اس نے آنحضور کو سلام کیا اور آنحضور کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

[3] شہادت۔ یعنی آنحضورؐ کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضور کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان' فصیح' عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہمزبان۔ دلیل۔ راہنما۔

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے
اس نے کہا تو دیکھ رہا ہے کہا کہ ہاں

بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

می بیا موز و مرا وَصفِ رَسُولؐ
وہ مجھے رسول کی صفات بتا رہے ہیں

زاں اِعلوّم می رہاند زیں سَفُول
اس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع
پھر رسول نے اس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے

چیست نامت باز گو شو مُطیع
صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن

گفت نامم پیش حق عبدالعزیز
اس نے کہا کہ اللہ کے نزدیک میرا نام عبدالعزیز ہے

عبدِ عُزّیٰ پیشِ ایں یک مُشت چیز
ان چند نالائقوں کے نزدیک عبدالعزیٰ ہے

من زعُزّیٰ پاک بیزار و بَری
میں عزیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں

حقِ آنکہ وادت ایں پیغمبری
اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے

درس بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس حنوط[۲] آں دم ز جنت در رسید
پھر اسی وقت جنت سے حنوط آئی

تا دماغِ طفل وما در بُوکشید
یہاں تک کہ بچے اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقُوط
دونوں خوشبو کے زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے

جاں سُپردن بہ بریں بوئے حنُوط
اس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کُند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے

جامد و نامیش صد مرحبا زند
بے جان و جاندار اس پر سینکڑوں شاباشیں بجاتے ہیں

آں[۳] کسے راکش مُعرِّف حق بُود
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ تعالیٰ ہو

جامد و نامیش صد صدّق زند
بے جان اور جاندار اس کی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

آں کسے راکش خدا حافظ بُود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو

مُرغ و ماہی مردُ ار حارس شود
پرندہ اور مچھلی اس کے پہرے دار ہوتے ہیں

ربودنِ عُقاب موزۂ رسول علیہ السّلام را و بُردن بہو او
باز کا آنحضور ﷺ کے موزے کو ہوا میں لے اُڑنا اور
نگوں کردن واز موزہ مارے سیاہ افتادن
اوندھا کرنا اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

[۱] علو۔ بلندی۔ سَفُول۔ پستی۔ رضیع۔ دودھ پیتا بچہ۔ حیز۔ نامرد۔ درس بالغ یعنی آنحضور کی صفت کا مکمل بیان۔ سحاب صدر یعنی صدر نشین عمار۔

[۲] حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جان سپردن۔ یعنی ان کو خوشبو اس قدر پسند آئی کہ اس کے ختم ہو جانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مروق۔ خوشی کا آلہ۔

[۳] آں کسے۔ جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دینا کی ہر چیز اس کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔ جامد۔ بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صدق۔ اس نے سچ بولا۔ حارس۔ محافظ۔

اندریں بودند کآ وازِ [1] صلا — مُصطفٰے بشنید از راہِ عَلا
لوگ اسی انتظار میں تھے کہ اذان کی آواز — اونچائی سے مصطفٰے نے سنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد — دَست وروراشُست اوزاں آبِ سَرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا — اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

ہر دو پاشُست و بموزہ کرد رائے — موزہ را بَر بُود یک موزہ ربائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا — ایک موزہ نے اڑنے والا موزہ لے اڑا

دَست سوئے موزہ بُرد آں خوش خطاب — موزہ را بَر بُود از دستش عُقاب
اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا — باز ان کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

موزہ را اندر ہَوا بُرد اُو چوباد — پس نگوں کرد اُو ازاں مارے فتاد
وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لئے اڑا — پھر اس کو اس نے اوندھا کیا اس میں سے سانپ گرا

دَرفتاد از موزہ یک مارِ سیاہ — زاں عنایت [2] اشدُ عُقابش نیک خواہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا — اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

پس عُقاب آں موزہ را آورد باز — گفت ہیں بستان وروسوئے نماز
پھر باز اس موزے کو واپس لایا — بولا ہاں لے لیجئے اور نماز کو جایئے

از ضرورت کردم ایں گستاخیئے — از ادب دارم شکستہ تاخیئے
میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی — میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے کو گستاخ پائے می نہد — بے ضرورت کِش ہوا فتوی دہد
افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے — بغیر ضرورت کے جب کہ اس کو خواہش نفسانی فتوی دیدے

پس رسُولش شُکر یہ گفت و گفت ما — ایں [3] جفا دیدیم وبُود آں خود وفا
پھر رسول نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم — یہ ظلم سمجھے اور وہ وفا داری تھی

موزہ بَر بُودی ومن دَرہم شُدم — تو غمم بُردی ومن دَر غم شُدم
تو موزہ اچک لے گیا اور میں بگڑا — تو نے غم بنایا اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود — دل دراں لحظہ بخود مشغول بود
اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے — لیکن دل اس وقت اپنے مشغول تھا

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رُست — دیدنم آں غیب را ہم عکسِ تُست
اس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں — میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پرتو ہے

[1] آواز صلا۔ یعنی حضورؐ کے دل میں نماز کے لئے الہام ہوا یا موذن کی اذان سنی رائے۔ یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ ربا۔ یعنی عقاب۔

[2] عنایت۔ یعنی عقاب کا موزہ اچک لے جانا۔ شکست۔ یعنی اس گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہو کر سر جھکا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ سر جھکا جاتی ہے۔ وائے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابل گرفت نہیں ہے۔ نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔

[3] ایں۔ یعنی موزہ لے اڑانا۔ درہم شدم۔ میں بگڑا غم۔ یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضور کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ تنزل اختیاری کی وجہ سے تھی۔ دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔

مار در مُوزہ بہ بینم در ہَوا — نیست از من عکسِ اُو است اے مُصطفٰے

میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں — یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفٰے یہ آپ کا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بُوَد — عکسِ ظُلمانی ہمہ گلخن بُوَد

نورانی پر تو پورا روشن ہوتا ہے — ظلمانی پر تو بالکل بھٹی ہوتا ہے

عکسِ عبداللہ ہمہ نوری بُوَد — عکسِ بیگانہ ہمہ کُوری بُوَد

اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے — بگانے کا پرتو ' بالکل اندھا پن ہوتا ہے

عکسِ ہر کس را بداں اے جاں بیں — پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں

ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان دیکھ لے — تو کس جس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ۲ عبرت گرفتن ازیں حکایت ویقین دانستن اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

اس حکایت سے عبرت کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مرترا — تاشوی راضی تو در حکمِ خُدا

اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعث عبرت ہے — تاکہ تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تا کہ زیرک باشی و نیکو گماں — چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں

تاکہ تو ہوشیار اور نیک گمان بن جائے — جب تو اچانک کوئی برا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زر واز بیم آں — تو چو گل خنداں گہِ سُود و زیاں

دوسرے اس کے ڈر سے پہلے پڑ جائیں — تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

زانکہ از گل گر تو بَرگش می کنی — خندہ نگذارد نگردد مُنثنی

کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں کر دے — وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مرجھائے گا

گوید۳ از خارے چرا افتم بغم — خندہ رامن خود زخار آوردہ ام

وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟ — میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہرچہ از تو یا وہ گردد از قضا — توع یقیں داں کہ خریدت از بلا

قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے — تو یقین کر لے کہ اس نے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا الصُّوفُ قَالَ وِجْدَانُ الْفَرَح — فی الْفُؤَادِ عِنْدَ رَاتْیَانِ التَّرح

تصوف کیا ہے ' کہا خوشی محسوس کرنا — دل میں رنج آنے کے وقت

آں عقابش را عُقابے داں کہ اُو — دَر رَبود آں موزہ را زاں نیک خُو

اس سزا کو وہ باز سمجھ لے جو — ان نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا

۱ عکس۔ اولیا باللہ کی صحبت سے کشف باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو لئے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلمانی ہوتا ہے۔

۲ وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے۔ تاکہ اچانک جو حادثہ پیش آئے اس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ ہو۔ دیگراں۔ عام لوگوں کے لئے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے اس کو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ زانکہ۔ اگر پھول کی پتیاں علیحدہ علیحدہ بھی کر دی جائیں تو اس کی مسکراہٹ ختم نہ ہو گی۔

۳ گوید۔ پھول یہی سمجھتا ہے کہ میری ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جزو کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔ خار۔ یعنی مصیبت عدم۔ یا وہ۔ گم یعنی کسی چیز کے فوت ہو جانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھو۔ مَا التصوف۔ تصوف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے ہر رنج از دوست می رسد نیکوست ز فرح۔ خوش۔ ترح۔ رنج۔

تا رہاند پاش را از زخمِ مار
تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے

اے اُحُتک عَقلے کہ باشد بے غُبار
قابل مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَاسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ
فرمایا جو تم سے جاتا رہے اس پر غم نہ کرو

اِنْ اَتَی السَّرحَانُ وَ اَرْدٰی شَاتَکُمْ
اگر بھیڑیا آ جائے اور تمہاری بکری ہلاک کر دے

گفت ہر چہ آں فوت شُد غمگیں مشو
فرمایا جو چیز فوت ہو جائے اس پر غمگین نہ بن

زنکہ گر شُد کہنہ آید باز نو
کیونکہ اگر پرانی جاتی رہی ہے نئی پھر آ جائے گی

گر بَلا آید تُرا لَدُہ مَبَر
اگر تجھ پر مصیبت آئے غم نہ کر

ور زیاں بینی غمِ آں ہم مخور
اگر تو نقصان دیکھے اس کا غم نہ کھا

کاں ۲ بلا دفعِ بلاہائے بزُرگ
کیونکہ وہ مصیبت بڑی مصیبتوں کے لئے دافع ہے

واں زیاں منعِ زیانہائے سُترگ
اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کا مانع ہے

راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال
اے عزیز! مال کا فوت ہونا جانا کی حفاظت ہے

مال چوں جمع آمد اے جاں شُد وبال
اے عزیز جب مال جمع ہو جاتا ہے ہاں مال جان ہو جاتا ہے

اِستدعائے آں مَرد از موسیٰ علیہ السّلام زبانِ بہائم و

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست

طیور وقبول کردنِ موسیٰ با امرِ حق

اور ان کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کو قبول کر لینا

گفت موسیٰ را یکے مَردِ جواں
ایک نوجوان نے حضرت موسیٰ سے عرض کیا

کہ بیا موزم زبانِ جانوراں
کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

تا بُود ۳ کز بانگِ حیوانات ووَد
ہو سکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے

عبرتے حاصل کُنم دَر دینِ حق
اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کر لوں

چوں زبانہائے بنی آدمؑ ہمہ
چونکہ تمام اولاد آدمؑ کی زبانیں

دَر پئے آبست و نان و دمدمہ
روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

بُو کہ حیوانات را وِردِ دِگر
ہو سکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول

باشد از تدبیر ہنگام گذر
ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

گفت موسیٰ رَو گذر کُن زیں ہَوس
حضرت موسیٰ نے فرمایا جا اس ہوس سے در گزر کر

کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

۱ اے اُحتک۔ یعنی وہ عقل قابل مبارکباد ہے۔ جو قضا پر راضی ہو اور اس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ رہے۔ گفت۔ قرآن میں فرمایا گیا کے کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو۔ ان اتی۔ اس کا تعلق قرآنی آیت سے نہیں ہے۔ سرحان۔ بھیڑیا۔

۲ کاں بلا۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ راحتِ جاں۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے۔ استدعا۔ اس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی۔

۳ تبُود۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیا داری کی ہیں شاید۔ جانوروں کی باتیں آرت سے متعلق ہوں تو میں انسے عبرت حاصل کر لوں گا۔ ورد۔ عبادت کا معمول۔ ہنگام گذر۔ موت کا وقت۔

عِبرت[1] او بیداری از یزداں طلب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ

نہ از کتاب واز مَقال وحرف ولَب
نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور لبوں سے

گرم تَر شُد اوز آں مَنعَش کہ کرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ سرگرم ہو گیا

گرم تَر گردد ہمی از مَنع مَرد
روکنے سے انسان اور مصر ہو جاتا ہے

گفت اے موسیٰ چو نور تو بتافت
اس نے کہا اے موسیٰ جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے

ہَر چ چیزے بُود از تو چیز یافت
جو کچھ بھی تھا اس نے آپ سے کچھ پایا

مَر مَرا محروم کردن زیں مُراد
اس مقصد سے مجھے محروم کرنا

لائقِ لُطفت نباشد اے جَواد
اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قایم مقام حق توئی
اس وقت آپ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں

یاس باشد ک مرا مانع شوی
اگر آپ مجھے منع کریں گے تو مایوسی ہو گی

گفت[2] موسیٰ یا رب ایں مَردِ سلیم
حضرت موسیٰ نے فرمایا اے خدا اس بھولے انسان کو

سُخرہ کرد ستش مگر دیوِ رَجیم
شاید ملعون شیطان نے اس کو بہکایا ہے

گر بیا موزم زیاں کارش بُود
اگر میں سکھا دوں وہ اس کے لئے نقصان دہ ہو گا

ورنیا موزم دش بد می شَود
اگر نہیں سکھاتا تو اس کا دل برا ہو گا

گفت اے موسیٰ بیا موزش کہ ما
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اس کو سکھا دے کیونکہ ہم نے

رَد نہ کر دیم از کرم ہرگز دُعا
کرم سے ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یا رب اُو پشیمانی خورَد
موسیٰ نے فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہو گا

دَست خاید جامہا اِبَر دَرَد
ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیست[3] قُدرت ہر کسے را ساز وار
قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے

عجز بہتَر مایۂ پرہیزگار
عاجزی' پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رُو فخر آمد جا و داں
اسی لئے فقر ہمیشہ فخر ہے

کہ بتقوئے ماند دستِ نا رساں
نا رسا ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غِنا و زاں غنی مَردُود شُد
اسی لئے مالداری اور مالدار مردود ہوا ہے

کہ ز قدرت صبر ہا پدرو دشد
کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں
آدمی کے لئے عجز اور فقر باعث امن ہے

از بلائے نفس پُر حرص وغماں
حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

---

[1] عبرت کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم۔ حضرت موسیٰ کے انکار سے اس کا اصرار اور بڑھ گیا اس لئے کہ یہی انسان مزاج ہے۔ گفت۔ وہ حضرت موسیٰ سے اصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔

[2] گفت۔ اس کے اصرار سے عاجز آ کر حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو سکھا دو۔ گفت یارب۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ اگر اس کو سکھا دوں گا تو وہ اس کے نتائج سے شرمندہ ہو گا اور افسوس کرے گا۔

[3] نیست۔ بااختیار اور باقدرت ہونا ہر شخص کے لئے بغیر نہیں ہوتا ہے قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اسی لئے وہ باعث فخر ہے مالدار اپنی مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے اس لئے مردود ہو جاتا ہے۔

آں ا غم آید ز آروز ہائے فضول — کہ بداں خو کردہ است آں صید غول
بیگار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے — جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہے

آرزوئے گل بود گل خوارہ را — گل شکر نگوار داں بیچارہ را
مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے — اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بیا موزش چیزے کہ استدعا می کند بعضے را ازاں

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا کہ اس کو کچھ تھوڑا سا سکھا دو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں تو بدہ است او — بر گشادر اختیار آں دست او
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کی مراد پوری کر دے — اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دے

اختیار آمد عبادت را نمک — ورنہ می گردد بنا خواہ ایں فلک
اختیار، عبادت کا نمک ہے — ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان بھی طواف کر رہا ہے

گردش اُدرانہ اجرو نے عتاب — کاختیار آمد ہنر وقت حساب
اس کی گردش کار نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے — کیونکہ حساب کے وقت اختیار معیار ہے

جملہ ۲ عالم خود مسبح آمدند — نیست آں تسبیح جبری مزدمند
تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں — لیکن وہ جبری تسبیح اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن — تا کہ غازی گردد او یارا ہزن
اس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اس کا عجز ختم کر دے — تاکہ وہ غازی بنے، یا ڈاکو

زانکہ ۳ کرّمنا شد آدم ز اختیار — نیم زنبورِ عسل نیمیش مار
اختیار کی وجہ سے بنی آدم کرمنا کا مصداق بنا — اس کا نصف شہد کی مکھی، نصف سانپ ہے

مومناں کانِ عسل ز نبور وار — کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار
مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں — کافر زہر کی کان میں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ مومن خورد بگزیدۂ نبات — تا چو نحلے گشت ریقِ او حیات
کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں — یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اس کا لعاب آب حیات بنا ہے

۱ آں غم۔ مالدار میں غلط قسم کی تمنا میں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے وہ فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ صحیح چیز اس کو موافق ہی نہیں آتی۔ بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اس کو قدرت اور اختیار عطا کر دے۔ اختیار۔ انسان کا اختیاری اس کو جزا اور سزا کا مستحق بناتا ہے مضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عبادات میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے اس لئے اس میں خوبی ہے آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا نہ اس پر ثواب کا ترتب ہے نہ لقاب کا۔ حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کرے گا تو انسان کے اختیاری افعال کا محاسبہ ہوگا۔

۲ جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہے لیکن یہ ان کی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اس پر ان کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ مزدمند۔ مزدوری کے قابل۔ تیغ۔ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو۔ وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو۔ اس مل جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

۳ زانکہ۔ انسان کو کرامنا کی فضیلت اسی لئے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں برائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی کی بھی۔ کرمنا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی مومناں۔ نیک عمل کرنے والے دوسروں کے لئے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لئے بھی مصیبت ہیں۔

باز کافر خورد شربت از صَدید — ہم زقُوتش زہر شد دَروے پَدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا — اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہوگیا

اہلِ الہام خدا عَینُ الحَیات — اہل تسویلِ ہوا سَمُّ الممات
خدا کے الہام کے آب حیات کا چشمہ ہیں — خواہش نفسانی کے طمع والے موت کا زہر ہیں

دَر جہاں ایں مدح وشاباش وزہے — ز اختیارست و حِفاظ و آگہے
دنیا میں یہ تعریف اور شاباش اور واہ واہ — اختیار اور مروت اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جُملہ رنداں چونکہ دَر زنداں رَوند — مُتّقی و زاہد و حق خوان شَوند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے — متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائے گے

چونکہ قدرت رفت کاسد شُد عمل — ہیں کہ تا سَرمایہ نِستاند اَجل
چونکہ قدرت جاتی رہی عمل کھوٹا ہو گیا — خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قُدرتت سَرمایۂ سُودست ہیں — وقتِ قُدرت رانگہدار و ببیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے — قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خنگ ۲ کرمنا سوار — دَر کفِ دَر کش عِنانِ اختیار
انسان کرمنا کے گھوڑے پر سوار ہے — اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسے داد پند اُورا بمہر — کہ مُرادت زرد خواہد کرد چہر
حضرت موسیٰ نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی — کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

ترکِ ایں سَود ابگوُ وَ زحق تبرس — دیو دادستت برائے مکر دَرس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر — شیطان نے مکر کے لئے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں برو دَردِ سَرِ خود کم طلَب — کایں مُرادت افگند در صد تعَب
خبردار! اپنا درد سر نہ مول لے — کیونکہ یہ تیری مراد سینکڑوں مشقتوں میں ڈال دے گی

قانع ۳ شدنِ آں مَردِ طالب بتعلیمِ زبانِ مُرغ خانگی و سَگ واجابت کردنِ موسیٰ علیہ السلام اُورا

اس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مان جانا

گفت بارے نُطقِ سَگ کو بردرست — نُطقِ مُرغ خانگی کاہل پَرست
اس نے کہا کہ کم از کم کتے کی بولی جو حاذق پر ہے — گھریلو مرغ کی بولی جو پردار ہے

۱ دد جہاں۔ دنیا میں۔ جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اختیاری افعال پر ہیں۔ جملہ رنداں۔ دوزخ میں جا کر دوزخی عبادت کرینگے لیکن وہ ان کی اضطراری عبادت ہوگی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اس وقت کی قدر کرنی چاہیے جس میں اس کو اختیار حاصل ہے وہی اس کے نفع کا سرمایا ہے جب قدرت باقی نہ رہے گی اس وقت کی نیکی بیکار ہے۔

۲ خنگ۔ سفید گھوڑا سفید۔ درک۔ ادراک عقل۔ عنان۔ باگ۔ کہ مُرادت۔ یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہو گا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لئے دردِ سر بنے گا۔ تعب۔ مشقت۔

۳ قانع۔ پہلے وہ مصر تھا کہ سب جانوروں کی بولی جان جائے اب اس پر راضی ہو گیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتے کی بولی جان لے۔

گفت[1] موسیٰ ہیں تو دانی زور سید
حضرت موسیٰ نے فرمایا تو جان لے گا اس اللہ سے اجازت آ گئی

نُطق ایں ہر دو شَوَد بر تو پدید
ان دونوں کی بولی تجھے معلوم ہو جائے گی

بامداداں از برائے امتحاں
صبح کو آزمائش کے لئے

ایستاد اُو منتظر بر آستاں
وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا

خادمہ سُفرہ بیفشاند و فتاد
خادمہ نے دسترخوان جھاڑا اور گرا

پارۂ نانِ بیات آثار زاد
باسی روٹی کا ٹکڑا کھانے کا بقیہ

دَر ربود آنر اُخرو سے چوں گرو
مرغ اس کو گرہی چیز کی طرح اچک لے گیا

گفت سَگ کر دی تو بَر ما ظلم رَو
کتے نے کہا جا ' تو نے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم[2] توانی خورد و من
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں

عاجزم از دانہ خوردن در وطن
وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جَو را و باقی حُبوب
گیہوں اور جو اور باقی دانے

می توانی خورد و من نے اے طروب
اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نے کھا سکتا

ایں لَب نانے کہ قِسمِ ماست آں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے

می رُبائی ایں قدر را از سَگاں
اتنے کو بھی تو کتوں سے اچک لیتا ہے

جواب خروس سگ را
مرغ کا کتے کو جواب

پس خُروسش گفت تن زن غم مخور
پھر مرغ نے اس کو چپ ہو جا غم نہ کر

کہ خدا بد ہد عوض زیں بہ دگر
کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر دوسرا بدلہ دے گا

اسپ ایں خواجہ سَقُط خواہد شدن
اس آقا کا گھوڑا مر جائے گا

روزِ فرد اسیر خور کم کُن حَزن
کل کو پیٹ بھر کر کھانا غم نہ کر

مَر سگاں را عید باشد مرگِ اسپ
گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہوتی ہے

روزیٔ وافر[3] بُود بے جہد و کسب
بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اَسپ را بفروخت چوں بشنید مرد
مرد نے جب سنا ' گھوڑا فروخت کر دیا

پیش سَگ شد آں خروسک روئے زَرد
وہ بیچارہ مرغ کتے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را رَبُود
دوسرے دن بھی اسی طرح سے روٹی لے اڑا

آں خروس و سَگ برو لَب بر کشود
وہ مرغ ' اور کتے نے اس پر لب کشائی کی

[1] گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اس کے سکھانے کی اجازت آ گئی ہے تو اب جان جائے گا۔ امتحان۔ اس آزمائش کے لئے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ نان بیات۔ باسی روٹی۔ چوں گرو۔ یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔

[2] دانہ گندم۔ کتے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا یہ روٹی میرا حصہ تھی تو دانہ چگ سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتا ہر چیز کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حبوب۔ دانے۔ طروب۔ مست۔ لب نان۔ روٹی کا کنارہ۔ سقط۔ قاف کے سکون کے ساتھ۔ چوپایہ کا مرنا۔ حزن غم۔

[3] وافر۔ بھرپور۔ روئے زرد۔ چونکہ مرغ کی پیشگوئی کے مطابق کتے کو مردہ گھوڑا کھانے کا نہ ملا تو مرغ شرمندہ ہوا۔

کاے خُروسِ عشوہ[1] دہ چندیں دَرُوغ
کہ اے مرغ! مکار اس قدر جھوٹ

ظالمی و کاذبی و بے فُرُوغ
تو ظالم ہے اور تو جھوٹا ہے اور بے اعتبار ہے

اسپ کش گفتی سَقَط گردد کجاست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟

کور اختر گوئی محرومی زِ راست
تو اندھا نجومی ہے' سچائی سے محروم ہے

گفت اُورا آں خُروسِ باخبر
اس باخبر مرغ نے اس سے کہا

کہ سَقَط شُد اسپ اُو جائے دگر
کہ اس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

اسپ را بفروخت جَست او از زیاں
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا

آں زیاں انداخت اُو بر دیگراں
اس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا اَستَرش[2] گردد سَقَط
لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا

مَر سَگاں را باشد آں نعمت فقط
وہ صرف کتوں کے لئے نعمت ہو گا

زُود اَستَر را فروشید آں حَریص
اس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا

یافت از غُم وَز زیاں آں دم مَحیص
اس وقت بھی وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

روزِ ثالث گفت سَگ ہا آں خُروس
تیسرے دن کتے نے اس مرغ سے کہا

اے امیرِ کاذباں باطَبل و کُوس
اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تا بکے گوئی دروغے بے فُرُوغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا

دُوغی اے نااہل دُوغی دُوغ دُوغ
اے نااہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے' چھاچھ چھاچھ

گفت اُو بفروخت اَستَر راشتاب
کہا اس نے خچر جلدی سے بیچ دیا

لیکن فردا ایش غلام آید مُصاب
لیکن کل کو اس غلام بیمار پڑے گا

چوں غلام او بمیرد نانہا
جب اس کا غلام مرے گا روٹیاں

بر سَگ و خواہندہ ریزند اَقربا
کتوں اور مانگنے والوں سے اس کے راشتہ دار بہا ئینگے

ایں شنید آں غلامش را فروخت
یہ سنا اور اس نے اس غلام کو بیچ ڈالا

رَست از خُسران وُرُخ[3] را بَر فروخت
نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

شُکر ہا می کرد وشادیہا کہ من
شکریئے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں

رَستم ازرہ سہ واقعہ اندر زمن
زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

تا زبان مُرغ و سَگ آموختم
جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے

دیدۂ سُوء القضا را دُوختم
بری قضا کی آنکھ سی دی ہے

[1] عشوہ۔ مکر و فریب۔ اختر گو۔ ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لئے اس کی پیش گوئیاں غلط ہونگی۔

[2] اَستَر۔ خچر۔ فقط۔ چونکہ مرغ اس کو نہ کھا سکے گا۔ محض۔ چھٹکارا نجات باطبل۔ یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دوغ۔ چھاچھ المصاب بیمار۔

[3] رُخ۔ یعنی نقصان سے بچنے پر سرخرو ہو گیا۔ سہ واقعہ۔ گھوڑے خچر اور غلام کا نقصان۔ دیدۂ۔ یعنی اب بری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

خجل شدنِ خروس پیش سگ بسبب دروغ شدنِ سہ وعدہ

تین وعدوں کے جھوٹے ہو جانے سے مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روز دیگر آں سگ محروم گفت — کاے خروش زاژ خا کو طاق او جُفت

دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا — اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دہرا کہاں ہے؟

چند چند آخر دورغ و مکر تو — خود نہ پرّ و جز دروغ از وکر تو

تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر! — تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا ہے

گفت حاشا از من و از جنسِ من — کہ بگردیم از دورغے ممتحن

اس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے — کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ماخروساں چوں مؤذن راست گو — ہم رقیب آفتاب و وقت جُو

ہم مرغ مؤذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں — ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

پاسباں آتابیم از دروں — گر کنی بالائے ماطشتے نگوں

ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں — اگر تو ہم پر طشت اوندھا کر دے

پاسبانِ آفتاب انداولیا — در بشر واقف ز اسرارِ خدا

اولیاء سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں — انسانوں میں خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصل مارا حق پے بانگ و نماز — داد ہدیہ آدمی را در جہاز ۲

ہماری نسل اللہ تعالیٰ نے نماز کی اذان کے لئے — سامان میں آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بنا ہنگام سہوِ ماں · رَوَد — در اذاں آں مقتلِ مامی شود

اگر کبھی بے وقت ہم سے بھول ہو جائے — اذان میں وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفت ناہنگام حَیَّ عَلَی الْفَلَاح — خون ما را می کند خوار و مُباح

بے وقت حی علی الفلاح کہنا — ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط — آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط

وہ جو بے گناہ اور غلطی سے پاک ہے — وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

آں ۳ غلامش مُرد پیشِ مُشتری — شُد زیان مُشتری آں یکسری

اس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا — وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

اُو گریزانید مالش را ولیک — خونِ خود را ریخت آں دریاب نیک

اس نے اپنا مال بچالیا لیکن — اس نے اپنا خون بہالیا اس کو خوب سمجھ لے

۱ طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیشگوئیاں جو تو نے کی تھیں۔ وکر۔ پرندکا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ماخروساں۔ مرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسباں۔ مکرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اس کو صبح صادق کا احساس ہو جاتا ہے۔ اولیاء۔ جس طرح مرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیاء حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرار خداوندی ہیں ان کو پہچان لیتے ہیں۔

۲ در جہاز۔ سامان یا حضرت نوح کی کشتی یعنی مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی۔ اطلاع دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ گر بنا ہنگام۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ آنکہ معصوم۔ مرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیاء ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

۳ آں غلامش۔ مالک نے مرغ سے غلام کے مرنے کی پیشگوئی سن کر اس غلام کو جلد فروخت کر ڈالا اور وہ خریدار کے پاس جا کر مر گیا۔ لو۔ اس مالک نے اپنا مال بچالیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن نتیجہ میں اس کی جان ہلاک ہوئی۔

یک ازیاں دفعِ زیانہا می شدُ ے — جسم و مالِ ماست جانہا را فدے
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا — ہمارا جسم ' اور مال جانوں کا فدیہ ہے

پیش شاہاں در سیاست گستری — مید ہی تو مال و سر رامی خری
بادشاہوں کے روبرو ' انصاف کرنے میں — تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

اعجمی ۲ چوں گشتہء اندر قضا — می گریزدانی زواور مال را
چونکہ قضا خداوندی کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے — اللہ تعالیٰ سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت برتو گر صدقہ شوَد — آں زیانے نیست سُودِ تُو بُوَد
کیونکہ تیرا مال اگر تجھ پر قربان ہو جائے — وہ نقصان نہیں ہے تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادن خروس از مرگ آں خواجہ
مرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فرد اخواہد او مردن یقین — گاؤ خواہد کشت وارث در حنین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا — اس کے غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحب خان بخواہد مرد ورفت — روز فردا نک رسیدت لوت زفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا — کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

پار ہائے نان ولالنگ و طعام — درمیان کوئے یابد خاص و عام
روٹی کے ٹکڑے اور لنگر ' اور کھانا — ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گا و قربانی و نانہائے تنک — برسگان و سائلاں ریز و سبک
قربان کی گائے اور ہلکی چپاتی — کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگ اسپ و استر و مرگ غلام — بد قضا گردان ایں مغرور خام
گھوڑے اور خچر کا مرنا ' اور غلام کا مرنا — اس متکبر ' نا تجربہ کار کی قضا کو لوٹانے والا تھا

از زیان مال و درد آں گریخت — مال افزوں کرد وخون خویش ریخت ۳
یہ مال کے نقصان اور اس کی تکلیف سے بھاگا — اس نے مال بڑھا لیا اور اپنا خون بہایا

ایں ریاضتہائے درویشاں چراست — کاں بلا برتن بقائے جہانہاست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟ — اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تابقائے خود نہ بیند سالکے — چوں کند تن راسقیم و ہالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے — تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے

۱ یک زیاں۔ ایک نقصان قضا قدر میں بہت سے نقصانوں کا دفیعہ ہوتا ہے۔ پیش شاہاں۔ دنیاوی عدالتوں میں انسان مال خرچ کر کے جان بچاتا ہے۔

۲ اعجمی۔ بیگانہ۔ اجنبی۔ حنین۔ رونا۔ لوت زفت۔ قیمتی غذا لالنگ۔ لنگر خام۔ ناتجربہ کار۔

۳ ریخت۔ اگر مال ضائع ہو جاتا تو جان بچ جاتی۔ ریاضتہائے۔ یعنی مجاہدوں کی محنت۔ سالک۔ سلوک معرفت طے کرنے والا چونکہ فنا جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لئے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔

دست[1] کے جنبد بایثار و عمل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے

تا نہ بیند دادہ را جانش بدل
جب تک کہ دیئے ہوئے کا بدلہ جان کے لئے نہ سمجھ لے

آنکہ بدہد بے امید و سودہا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے

آں خدایست آں خدایست آں خدا
وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

یا ولی حق کہ خوئے حق گرفت
یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کر لئے ہیں

نور گشت و تابش مطلق گرفت
جو نور بن گیا ہے اور مطلق چمک حاصل کر لی ہے

کو غنی ست و جز او جملہ فقیر
کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اس کے علاوہ سب محتاج ہے

کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست
جب تک بچہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے

او پیاز گندہ راندہد زدست
وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

ہمچو بازار بھر ایں غرض
یہ تمام بازار والے اسی غرض سے

برد کانہا شستہ بر بوئے عوض
بدلے کی امید پر دکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

صد متاع[2] خوب عرضہ می کنند
سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں

واندرون دل عوضہا می تنند
اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مرد دیں
اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا

کہ نگیر و آخرت آں آستیں
جو بالآخر تیری آستین نہ پکڑے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام
میں نے کسی خاص و عام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے

من سلامے اے برادر و السلام
ایک سلام بھی اے بھائی والسلام

جز سلام حق تو ہیں آں را بجو
سوائے اللہ تعالیٰ کے سلام کے تو ضرور اس کی جستجو کر

خانہ خانہ جا بجا و کو بکو
گھر گھر، جگہ جگہ، اور کوچے کوچے

از دہان[3] آدمی خوش مشام
صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے

ہم پیام حق شنودم ہم سلام
میں نے سنا ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی اور سلام بھی

دیں سلام باقیاں بر بوئے آں
بقیہ لوگوں کا سلام بھی اسی کی خوشبو کی وجہ سے

من ہمی نوشم بدل خوشتر زجاں
میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

زاں سلام او سلام حق شدست
اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے

کاتش اندر دود مان خود زدست
کیونکہ اس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

[1] دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ آنکہ۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یا ولی۔ چونکہ اولیاء اللہ اخلاق خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا ان کے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کو غنی۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اس لئے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر اس لئے مبنی ہیں کہ وہ فقیر و محتاج ہے۔ تا نہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے۔ ہمچو۔ دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کے بنیاد پر چلتے ہیں۔

[2] متاع۔ سامان تاجر اپنے عمدہ قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اس کا بدلہ لینے کے لئے دامن پکڑتا ہے۔ خو۔ اللہ کی جانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

[3] از دہان۔ میں نے اہل اللہ کی زبان سے اللہ کا پیام و سلام سنا ہے میں اسی سلام کی توقع پر عوام کا سلام دل و جان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی اس طرح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اس وجہ سے ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے اب وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہیں اس لئے ان کی زبانوں پر اسرار خداوندی ہوتے ہیں۔

مردہ است از خود شدہ زندہ برب — زاں بود اسرار حقش در دو لب
وہ فانی بالذات ہے باقی با اللہ ہے — اسی لئے اس کے دونوں ہونٹوں میں خدائی اسرار ہوتے ہیں

مردن ایں تن در ریاضت زندگی ست — رنج ایں تن روح را پایندگی ست
ریاضت میں جسم کا مرنا ' زندگی ہے — اس جسم کی تکلیف روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بد آں مرد خبیث — می شنید او از خروش ایں حدیث
وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا — یہ بات وہ اپنے مرغ سے سن رہا تھا

دو پدن آں شخص بسوئے موسےٰ — بزنہار چوں خبر مرگ خود بشنید
اس شخص کا حضرت موسیٰ کی طرف پناہ کے لئے دوڑنا جبکہ اس نے اپنی موت کی خبر سنی

چوں شنید ۱؎ بنہار واں شد و تیز تفت — بردر موسیٰ کلیم اللہ رفت
جب اس نے یہ سنا تیزی اور تندی سے دوڑا — حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دروازے پر گیا

رو ہمی تالید بر خاک اوز بیم — کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم
وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا — کہ اے کلیم! اس معاملے میں میری مدد کیجئے

گفت رو بفروش خود را و برہ — چونکہ استا گشتہ برج زچہ
فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال' اور چھٹکارا پا لے — چونکہ تو ماہر بن گیا ہے کنویں سے کود نکل

بر مسلماناں ۲؎ زیاں انداز تو — کیسہ وہمیا نہارا کن دو تو
تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے — ہمیانیوں اور تھیلی کو دوگنا کر لے

من درون خشت دیدم ایں قضا — کہ در آئینہ عیاں شد مر ترا
میں نے اس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے — جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقل اول بیند آخر را بدل — اندر آخر بیند از دانش مقل
عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے — عقل کا کوتاہ آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کاے نیکو خصال ۳؎ — مرد مرا بر سر مزن بر رو ممال
وہ پھر رویا کہ اے نیک عادت! — میرے سر پر نہ ماریئے منہ پر نہ ملیئے

از من آں آمد کہ بودم نا سزا — نا سزایم را تو وہ حسن الجزا
مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا — مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

گفت تیرے جست از شست اے پسر — نیست سنت کاید آں واپس بسر
فرمایا اے بیٹا تیر کمان سے نکل گیا — سنت الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

۱؎ مُردن تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے' اہل اللہ کو یہ درجہ اسی لئے حاصل ہوتا ہے۔ گوش۔ جانوروں کی بولی سیکھ لینے والے نے مرغ سے جب اپنی موت کی خبر سنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰ کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ کا لقب ہے کیونکہ کوہ طور پر ان کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوئی تھی۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے طنزاً فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کر کے جس طرح تو نقصان سے بچا اسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کر دے۔

۲؎ بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے تو نے ان کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ من دوں۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ خفا میں تھیں میں اسی وقت سمجھ گیا تو اپنے برے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مقل۔ نادار مفلس

۳؎ خصال۔ خصلت کی جمع ہے' عادت' مرمرا۔ یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ از من۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے نالائقی سرزد ہوئی۔ آپ مجھ نالائق کو اچھا بدل عطا کر دیں۔ نیست سنت۔ یعنی عام طور پر سنت الٰہی یہی ہے کہ قضا و قدر نہیں ٹلتی ہے۔

لیک در خواہم ز نیکو داوری [1] تا کہ ایماں آں زماں با خود بری
ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کروں گا تاکہ تو اس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایماں بردہ باشی زندہ چونکہ با ایماں روی پائندہ
جب تو ایمان کو ساتھ لے جائے گا تو زندہ ہے جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا ٹھیک رہے گا

ہم در اندام حال بر خواجہ بگشت تاوش شوریدہ آوردند طشت
اسی وقت آقا کا حال دگرگوں ہو گیا یہاں تک کہ اس کا دل متلایا' لوگ طشت لائے

شورش مرگ ست نے ہیضہ طعام قے چہ سودت دارد اے بد بخت خام
موت کی متلی ہے نہ کہ کھانے کی بدہضمی اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

چار کس بردند تا سوئے وثاق ساق می مالید او بر پشت ساق
اس کو چار آدمی گھر تک لے گئے وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

پند موسیٰ [2] نشنوی شوخی کین خویشتن بر تیغ پولادی زنی
تو حضرت موسیٰ کی نصیحت نہیں سنتا ہے گستاخی کرتا ہے اپنے آپ کو ولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم ناید تیغ راز از جان تو آن تست ایں اے برادر آن تو
تیری جان لینے سے تلوار کو شرم نہیں آتی ہے اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے تیرا حصہ ہے

دعا کردن موسیٰ علیہ السلام جہت سلامتی ایمان آں شخص
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آں سحر کاے خدا ایماں از و مستاں مبر
اس صبح کو حضرت موسیٰ نے دعا میں عرض کیا کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے' نہ چھین

بادشاہی کن بروبخشا کہ او سہو کرد و خیر روئی و غلو
شاہی برت اس کو بخش دے کیونکہ اس نے غلطی اور شوخی اور زیادتی کی ہے

گفتمش [3] ایں علم نے درخور تست دفع پیندا رید گفتم را و ست
میں نے اس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے میری بات کو اس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند کہ عصارا دستش اژدہا کند
اژدہے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے جس کا ہاتھ لاٹھی کو اژدہا بنا دے

سر غیب آں را سزد آموختن کہ تواند لب ز گفتن دوختن
غیب کا راز سیکھنا اس کے لئے مناسب ہے جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

[1] داوری۔ انصاف تاکہ۔ یعنی تو مومن مرے' تیرا مومن مرنا ہی اصل زندگی حاصل کرنا ہے۔ ہم دماں دم۔ حضرت موسیٰ اس سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس کو متلی شروع ہو گئی۔ طشت۔ تاکہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو۔ شورش۔ موت کی قے سے آرام حاصل نہیں ہوتا بدہضمی کی قے باعث سکون ہوتی ہے۔ چار کس۔ یعنی چارپائی پر ڈال کر چار آدمی اٹھا کر لے گئے۔ ساق۔ پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا نزع کی کیفیت سے کنایا ہے۔

[2] پند موسیٰ۔ مولانا کا مقولہ ہے کہ قضا وقدر سے ٹکرانا اپنی موت مول لینا ہے۔ آن تست۔ ایسے لوگوں کو یہی انجام ہوتا ہے۔ مناجات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا۔ بادشاہی۔ یعنی اس گنہگار کی خطا پر اس کی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اس کو معاف کر دے۔

[3] گفتمش۔ مناجات میں حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ دفع۔ میری بات کو اس نے ٹالنے پر محمول کیا۔ دست۔ یعنی خطرے میں پڑنا شخص کا کام نہیں ہے۔ سانپ پر حضرت موسیٰ جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں ضبط کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

در خورِ دریا نشد جز مرغ آب — فہم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے — سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

او بد ریا رفت و مر غابی نبود — گشت غرقہ دست گیرش اے ودود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرندہ نہ تھا — ڈوب گیا اے خدا اس کی دستگیری فرما

اجابت کردن حق تعالیٰ دعائے موسیٰ علیہ السلام را

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو، اللہ تعالیٰ کا قبول فرما لینا

گفت بخشیدم بدو ایماں نعم — ور تو خواہی ایں زماں زندش کنم
فرمایا ہاں میں نے اس کو ایمان بخشا — اگر تو چاہے تو میں اس کو ابھی زندہ کر دوں

بلکہ جملہ مردگان خاک را — ایں زماں زند کنم بہر تو ما
بلکہ زمین کے تمام مردوں کو — ہم تیرے لئے ابھی زندہ کر دیں

گفت[۲] موسیٰ ایں جہان مردن ست — آں جہاں انگیز کانجا روشن ست
حضرت موسیٰ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے — اس جہان میں اٹھا لے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہان بودنیست — باز گشت عاریت پس سودنیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ ہمیشہ رہنے کا جہان نہیں ہے — عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنون — در نہانخانہ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
ان پر اب رحمت نازل فرما — لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن کے مخفی مقام میں

تابدانی کہ زیان جسم و مال — سود جاں باشد رہاند از وبال
خبردار سمجھ جا کہ جسم اور مال کا نقصان — جان کا نفع ہے اس کی وبال سے رہائی دے دیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مشتری — چوں سپردی تن بخدمت جانبری
پس مجاہدے کو دل و جان سے اختیار کر — جب تو جسم کو خدمت میں لگا دے گا نجات پا جائے گا

ور ریاضت[۳] آیدت بے اختیار — سر بنہ کشراں وہ اے کامیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے — اے کامیاب اطاعت کر شکر ادا کر

چوں حقت داد آں ریاضت شکر کن — تو نکردی او کشیدت زا مر کن
جب اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ ریاضت عطا کر دی تو شکریہ ادا کر — تو نے خود نہیں کی اس نے تجھے کن کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

بحکم خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔

۱ در خور۔ پانی میں گھسنا آبی جانور کا کام ہے۔ او بد دریا۔ یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کر کے تباہ ہوا۔ ودود۔ بہت محبت کرنے والا خدا کا نام ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ کی دعا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اس کو ایمان عطا کیا اگر تم چاہو تو ہم اس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ اور صرف اسے ہی نہیں ہم تمام مردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

۲ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے عالم آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ اس کو بخش دیجئے اور دوسرے مردوں پر جو عدم کے تہ خانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں ان پر رحم فرما دیجئے۔ لدینا۔ قرآن پاک میں مردوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن۔ یقیناً تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے۔ تابدانی۔ مولانا اس قصہ کے نتیجہ میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے۔ پس۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کر کے جسم کو گھٹائے تاکہ روح کا بڑھاوا حاصل ہو۔

۳ در ریاضت۔ جس طرح عمداً مجاہدے کر کے جسم کو گھٹانے کا نتیجہ روح کی بالیدگی ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جسمانی تکالیف پہنچتی ہیں وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں ان پر انسان کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ امر کن۔ جو جسمانی مصائب

حکایت ۱ آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید

اس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا

و جواب آمدن کہ ایں عوض ریاضت و بجائے مجاہدۂ نست

اور جواب آنا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو و عظے شمر — تانگردی خستہ از نقص و ضرر

یہ حکایت سن اور نصیحت حاصل کر — تاکہ تو نقصان اور تکلیف سے خستہ دل نہ ہو

آں زنے ہر سال زائیدے پسر — بیش از شش مہ نبودے عمر ور

وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی — لیکن وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ — نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ

تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا — وہ عورت روئی کہ اے خدا فریاد ہے

نہ مہم بارست دسہ ماہم فرح — نعمتم زودتر رواز قوس قزح

میرے لئے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے — میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانے والی ہے

پیش مردان خدا کر دے نفیر — زیں شکایت آں زن از درد نذیر

خاصان خدا کے سامنے شکایت کرتی — وہ عورت اس تکلیف کے ہولناک ذرد سے

بیست ۲ فرزندایں چنیں در گور رفت — آتشے در جان او افتاد و تفت

اس طرح بیس بچے قبر میں گئے — شورش اور آگ اس کی جان میں لگ گئی

تاشبے بنمود اورا جنتے — باغک سبزے خوشے بے ضنتے

یہاں تک کہ اس کو ایک رات جنت نظر آئی — جو ایک سر سبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

باغ گفتم نعمت بے کیف را — سبز گفتم خلد دارا الضیف را

میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہہ دیا — میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

ورنہ لَا عَیْنٌ ۳ رَأَت چہ جائے باغ — گفت نور غیب را یزداں چراغ

ورنہ باغ کے ذکر کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا — اللہ تعالیٰ نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

مثل نبود ایں مثال آں بود — تابرد بو آنکہ او حیراں بود

مثل ہے یہ اس کی مثال ہے — تاکہ جو حیران ہے وہ کچھ سراغ پالے

۱۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اس عورت کے قدرتی مصائب اس کے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وعظے۔ یعنی اس قصہ سے نصیحت حاصل کر لے۔ بیش۔ یعنی اس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ تین چار مہینے میں مر جاتا۔ نہ مہم۔ اس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور صرف تین چار ماہ بچہ سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ تو س قزح۔ دھنک کمان تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتی ہے۔ نفیر۔ نالہ فریاد۔ درد نذیر۔ ڈرانے والا درد۔

۲ بیست۔ اس عورت کے متواتر بیس بچے اس طرح مرے تو ان مصائب کا کام کیام اور اس پر اسرار غیب نمودار ہونے لگے۔ تاشبے۔ ایک رات اسرار غیب اس طرح نمودار ہوئے کہ اس نے خواب میں جنت دیکھی۔

۳ لا عین۔ جنت کے متعلق ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغ محض انسانوں کی فہم کے لئے فرمادیا ہے اس طرح جنت کا ذکر ہے وہ جنت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے۔ مثل میم۔ کے کسرہ کے ساتھ کسی چیز کی مثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفات میں اس کے برابر ہو مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اس کو مثال کہا جا سکتا ہے۔

حاصل آں را دید آں زن مست شد — زاں تجلی آں ضعیف از دست شد
خلاصہ یہ ہے اس عورت نے اس کو دیکھا وہ عورت مست ہو گئی — اس تجلی سے وہ کمزور عورت مدہوش ہو گئی

دید در قصرے[1] انبشتہ نام خویش — آن خود دانستش آں محبوب کیش
اس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا — اس نیک اطوار نے اس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت وراست — کو بجا نیازی بجز صادق نخواست
اس کے بعد انہوں نے اس سے کہا کہ یہ نعمت اس کی ہے — جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمت بسیار می بایست کرد — مرترا تا بر خوری زیں چاشت خورد
بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیے — تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں تو کاہل بودی اندر التجا — آں مصیبتہا عوض دادت خدا
چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی — خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دے دی ہیں

گفت یارب تا بصد سال وفزوں — ایں چنینم دہ بریز از من تو خوں
اس نے عرض کیا اے خدا! سو سال اور زیادہ تک — مجھے اسی طرح مصیبتیں دے میرا خون بہا دے

اندراں باغ او چو آمد پیش بیش — دید در وے جملہ فرزندان خویش
اس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی — اس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شد از تو گم نشد — بے دو چشم غیب کس مردم نشد
اس نے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہ ہوئے — غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

تو نکر دی[2] فصد واز بینی دوید — خون افزوں تاز تپ جانت رہید
تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکالا — بڑھا ہوا خون جس سے تیری جان بخار سے بچ گئی

مغز ر میوہ بہ است از پوستش — پوست داں تن را و مغز آں دوستش
ہر پھل کا مغز اس کے چھلکے سے بہتر ہے — جسم کو چھلکا سمجھ اور اس کے دوست کو مغز سمجھ

مغز نغزے دارد آخر آدمی — یکدمے آں را طلب گرزاں دمی
آخر آدمی بھی عمدہ مغز رکھتا ہے — تھوڑی دیر کے لئے اس کی طلب کر اگر تو اس خون کا ہے

در آمدن حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمز عم مصطفےٰ — باز رہ می شد مدام اندر وغا
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ جوانی میں — ہمیشہ جنگ میں ' زرہ پہن کر آتے

[1] قصر محل۔ صادق۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ خدمت۔ یہ بھی ہاتف غیبی کا مقولہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ چوں۔ یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لئے مصیبتیں مقدر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادت کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم۔ یعنی جب تک سر پر غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آجائیں انسان انسان نہیں بنتا ہے۔

[2] تو نکردی۔ جس قدر مصائب ہیں ان میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے لئے فائدہ کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھو کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اس کی تکسیر جاری کر دی جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔

[3] مغز۔ ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے دوسرا چھلکا ہے جو جسم ہے۔ اگر انسان آدم کی اولاد ہے تو اس کو اپنے باپ کی طرح روح کا مربی اور طالب بننا چاہیے۔ درآمدن۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ حفاظت کی چیز روح ہے جسم نہیں۔ عم۔ چچا۔ مدام۔ ہمیشہ۔ وغا۔ جنگ

اندر آخر چونکہ درغز و آمدے
آخر عمر میں جب وہ جہاد میں آتے

بے زرہ خود را بصفہا[1] برز دے
بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے باہر ڈال دیتے

اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے
آخر عمر میں جب حضرت حمزہؓ صف میں آتے

بے زرہ سرمست در غز و آمدے
جہاد میں بغیر زرہ کے مست ہو کر آتے

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش
سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ آگے آگے

در فگندے در صف شمشیر خویش
اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے غم رسولؐ
لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسولؐ کے چچا!

اے ہزبر برصف شکن شاہ فحول
اے صفوں کو شکست دینے والے شیر، بہادروں کے بادشاہ

نے تو لا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلٰی
کیا آپ نے "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو

تہلکہ خواندی ز پیغام خدا
ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ
پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں

می در اندازی چنیں در معرکہ
ڈالتے ہیں اس طرح میدان جنگ میں؟

چوں جواں بودی و زفت و سخت زہ
جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے

تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ
تو آپ صف کی جانب بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی[2]
جب آپ بوڑھے اور کمزور اور کبڑے ہو گئے

پردہاے لا اُبالی می زنی
تو بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لا اُبالی وار باتیغ و سناں
بے پروائی کے ساتھ تلوار اور نیزہ لے کر

می نمائی دار و گیر و امتحاں
جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را
تلوار بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے

کے بود تمییز تیغ تیررا
تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو
کب مناسب ہو گا کہ آپ جیسا شیر

کشتہ گردد زار بردست عدو
دشمن کے ہاتھ سے بری طرح قتل ہوا؟

زیں نسق غمخوار گان بے خبر
بے خبر، ہمدرد اس طرح کی

پند میدادند اورا از عبر[3]
عبرتوں سے ان کو نصیحت کرتے تھے

جواب حمزہ رضی اللہ عنہ مرآں خلق را
ان لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

---

[1] بصفہاے۔ یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر۔ پھاڑنے والا شیر۔ فحول۔ فحل کی جمع ہے، نر۔ لَا تُلْقُوا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنی ترک جہاد کے لئے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتائی ہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔

[2] منحنی۔ کوزہ پشت۔ لااُبالی۔ بے پروا۔ لسنان۔ بھالا۔ تیغ۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہیں۔

[3] از عبر۔ عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔

گفت حمزہؓ چونک بودم من جواں
حضرت حمزہؓ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا

مرگ امی دیدم و داع ایں جہاں
اس دنیا کو چھوڑنا موت سمجھتا تھا

سوئے مردن کس برغبت کے رود
موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟

پیش اژدرہا برہنہ کے شود
اژدہوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

لیک از نور محمدؐ من کنوں
لیکن اب محمدؐ کے نور سے

نیستم ایں شہر فانی را زبوں
میں اس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

از برون حس لشکر گاہ شاہ
اس سے بالاتر، شاہ کی لشکر گاہ کو

پر ہمی بینم ز نور حق سپاہ
اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

خیم در خیم طناب اندر طناب
خیمے ہی خیمے، طنابیں ہیں ہی طنابیں ہیں

شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
اس کا شکریہ جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

آنکہ[2] مردن پیش چشمش تہلکہ است
جس کی جگہ میں مرنا ہلاکت ہے

امر لاتلقوا بگیر داو بدست
وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

آنکہ مردن پیش اوشد فتحباب
جس کے لئے مرنا باب رحمت کا کھلنا بن گیا ہے

سارعوا آیدمر اورا در خطاب
اس کے لئے خاص جلد کرو کا خطاب آیا ہے

الحذر اے مرگ بیناں بارعوا
ڈرو اے موت سمجھنے والو، بازی لے جاؤ

الجل اے حشر بیناں سارعوا
جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو پھرتی کرو

الصلا اے لطف بیناں افرحوا
دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو، خوش ہو جاؤ

البلا اے قہر بیناں اترحوا
مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

ہر کہ[3] یوسف دید جاں کردش فدا
جس نے یوسف سمجھا اس نے جان قربان کی

ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدا
جس نے اس کو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگ ہر یک اے پسر ہمرنگ اوست
اے بیٹا! ہر شخص کی موت اس کے ہمرنگ ہے

پیش دشمن دشمن و بر دوست دوست
دشمن کے سامنے دشمن دوست کے لئے دوست ہے

پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است
ترک کے سامنے آئینہ خوش رنگ ہے

پیش زنگی آئینہ ہم زنگی است
حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

انسان جیسا خود ہے ویسا ہی اس کے لئے آئینہ ہے اگر ترک وحسین ہے تو آئینہ بھی اس کے لئے حسین ہے اگر حبشی اور کالا ہے تو آئینہ اس کے لئے کالا اور بھدا ہے۔

---

۱ مرگ۔ یعنی آنحضورؐ کے فیض سے قبل میں اس موت کو موت سمجھتا تھا اب اس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہر فانی دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔ از بروں حس۔ اب عالم غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ شکر۔ میں آنحضورؐ کی ذات کا شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالم غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔

۲ آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اس کے لئے لاتلقوا کا حکم ہے آنکہ مردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اسرار غیبی کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اس کے لئے سارعوا کا حکم ہے۔ سارعوا الی مغفرۃ من ربکم قرآن پاک میں ہے وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم اور تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی طرف۔ الصلا۔ یعنی یہ موت خود ان نعمت کی طرف دعوت ان لوگوں کے لئے جو اس کو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ البلا جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ بلا ہے۔

۳ ہر کہ۔ جو موت کو یوسف کی طرف محبوب سمجھتا ہے وہ اس پر جان قربان کر دیتا ہے جو اس کو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ بھاگتا ہے اور گمراہ ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جس کی وہ موت سے توقع رکھتا ہے جو اس کو دوست رکھتا ہے اس کے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے جو اس کو دشمن سمجھتا ہے اس کے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیش ترک۔ موت کی مثال آئینہ کی سی ہے

آنکہ[1] می ترسی زمرگ اندر فرار
تر جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے

ترست از خویش ست اے جاں ہوشدار
اے جان سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

زشت روئے تست نے رخسار مرگ
تیرا چہرہ بھدا ہے' نہ کہ موت کا رخسار

جان تو ہمچوں درخت و مرگ برگ
تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

از تو رستست ار نکویست ار بدست
وہ تجھ سے اگی ہے خواہ اچھی ہے خواہ بری ہے

ناخوش و خوش بر ضمیرت از خودست
تیرے دل پر بری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

گر بخارے خستہ خود کشتہ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے

ور حریر و قزوری خود رشتہ
اور اگر تو ریشمین اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

لیک نبود فعل ہمرنگ جزا
لیکن عمل جزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے

ہیچ خدمت نیست ہمرنگ عطا
کوئی خدمت گزاری بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

مزد[2] مزدوراں نمی ماند بکار
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے

کاں عرض دیں جوہرست و پائدار
کیونکہ وہ عرض ہے اور یہ پائیدار جوہر ہے

آں ہمہ سختی وز دورست و عرق
وہ سب سختی اور طاقت اور پسینہ ہے

دیں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
یہ سب چاندی ہے' اور سونا ہے اور طبق ہے

گر ترا آید ز جائے تہمتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے

کرد مظلومت دعا در نیمتے
مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

تو ہمی[3] گوئی کہ من آزادہ ام
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں

برکسے من تہمتے ننہادہ ام
میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

تو گنا ہے کردہ شکل دگر
تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے

دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر
تو نے دانہ بویا ہے' دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے

اوزنا کرد و جزا صد چوب بود
اس نے زنا کیا اور سزا سو دے ہوئے

گوید او من کے زدم کس را بعود
وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے دے کب مارے ہیں

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟

چوب کے ماند زنا را در جزا
دے' زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

[1] آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اس کو بھیانک نظر آئے گی انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ از تو۔ موت کی اچھائی اور برائی خود انسان کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے۔ گر بخارے۔ موت ہی نہیں بلکہ جو برائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اس کی کاشتہ پرداختہ ہوتی ہے۔ لیکن انسان کے افعال کی جزا اور سزا صورت کے اعتبار سے افعال سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔

[2] مزد۔ دنیا میں انسان کا کام کی جو اجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے اس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جوہر ہوتی ہے عمل محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ پیسہ ہوتی ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان دنیا میں کسی برائے سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بددعا کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اس نے ظلم کیا ہوتو۔ ہمی گوئی۔ اگر تو یہ کہنے لگے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی مجھے سزا بابت تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے۔ تو دانہ بوتا ہے اور اس کا پھل پاتا ہے تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ اوزنا کرد۔ زنا کی سزا سو دے ہیں تو زنا اور سو دروں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

مار کے [1] ماند عصا را اے کلیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟

درد کے ماند دوا را اے حکیم
اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے

تو بجائے آں عصا آب منی
تو نے اس عصا کی بجائے منی کا نطفہ

چوں بیفکندی شد آں شخصے سنی
جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شد یاما رشد آں آب تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا یا سانپ بنا

زاں عصا چونست ایں اعجاب تو
پھر تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

ہیچ [2] ماند آب آں فرزند را
نطفہ اس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

ہیچ ماند نیشکر مر قندرا
گنا، شکر سے کوئی سے شابہت رکھتا ہے؟

چوں سجودے یار کوعے مرد کشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بویا

شد وراں عالم سجود او بہشت
اس جہاں میں اس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونک پرید از دہانش حمد حق
جب اس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی

مرغ جنت ساختش رب الفلق
رب الفلق نے اس کو جنت کا پرندہ بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را
تیری حمد اور تسبیح پرندے کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ نطفہ مرغ بادست و ہوا
اگرچہ پرندہ کا نطفہ باد اور ہوا ہے

چوں ز دست رست ایثار و زکات
جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اگی

کشت ایں دست آں طرف نخل و نبات
اس ہاتھ نے اس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آب [3] صبرت آب جوئے خلد شد
تیرے صبر کا پانی جنت کی نہر کا پانی ہے

جوئے شیر خلد مہر تست و ود
جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

ذوق طاعت گشت جوئے انگبیں
عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا

مستی و شوق تو جوئے خمر بیں
اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سببہاں آں اثرہا را نماند
یہ اسباب ان نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں

کس نداند چونش جائے آں نشاند
کوئی نہیں جانتا کہ ان کو ان کی جگہ کیوں بٹھا دیا ہے

ایں سببہا چوں بہ فرمان تو بود
یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے

چار جو ہم مر ترا فرماں نمود
چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

[1] مار کے ماند۔ ایک چیز جو دوسری چیز پر مرتب ہوتی ہے ان میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے حضرت موسیٰ کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ یار شد۔ انسان کے نطفہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی تو جب نطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔

[2] ہیچ۔ نہ نطفہ اور بچہ میں مشابہت ہے۔ نہ گنے اور شکر میں۔ چوں سجودے۔ انسان کی عبادات کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمد حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں اس کے لئے ہوں گی۔ حمد۔ حمد اور تسبیح جو جنت میں بشکل پرندہ بنیں اگرچہ ان میں اس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوائی چیز ہے اور پرندے کے نطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صوری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ چوں زدست۔ انسان جو کار خیر کرتا ہے وہ جنت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔

[3] آب۔ انسان کے صبر کا پانی پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبہ محبت دودھ کی نہر کی شکل کرے گا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشق الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔ ایں سببہا۔ ان نہروں کے اسباب ان نہروں کے مشابہ نہیں ہیں۔ ایں سببہا۔ ان چاروں نہروں کے اسباب جس طرح بندوں کے اختیار میں تھے یہ چاروں نہریں بھی جنتی کے اختیار میں ہونگی جس طرف جائے گا وہ رواں ہو جائے گی۔

ہر طرف خواہی روانش میکنی
جس طرح تو چاہے ان کو جاری کرتا ہے

آں صفت چوں بدچنانش میکنی
وہ صفت جی طرح تھی ویسا ہی تو ان سے کرتا ہے

چوں[1] امنی تو کہ در فرمان تست
جبکہ تیری منی تیرے حکم میں ہے

نسل آں در امر تو آیند چست
اس کی نسل تیرے حکم میں چست ہے

می دود بر امر تو فرزندہ تو
تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے

ک منم جزوت کہ کردیش گرو
کہ میں تیرا جزو ہوں' جو تو نے گروی رکھا تھا

آں[2] صفت در امر تو بود ایں جہاں
اس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا

ہم در امر تست آں جوہا رواں
وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مر ترا فرماں برند
وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے

کاں درختاں از صفاتت بابرند
کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھلدار ہیں

چوں بامر تست اینجا ایں صفات
چونکہ اس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں

پس در امر تست آنجا آں جزات
تو تیرے وہ بدلے اس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رست
جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا

آں درختے گشت زاں زقوم رست
وہ درخت بنا اس سے تھور اگا

چوں ز خشم آتش تو در دلہا زوی
چونکہ تو نے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی

مایہ نار جہنم آمدی
تو جہنم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشت[3] اینجا چو آدم سوز بود
اس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانے والی تھی

انچہ ازوے زاد مروا فروز بود
جو کچھ اس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانے والا تھا

آتش تو قصد مردم میکند
تیری آگ انسانوں کا قصد کرتی ہے

نار کزدے زاد بر مردم زند
جو آگ اس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

آں سخنہائے چومارو کژدمت
وہ تیری باتیں ' سانپ اور بچھو جیسی

مارو کژدم گشت و میکیرد دمت
سانپ اور بچھو بنیں اور تیرا دم کھوتی ہیں

اولیاء را داشتی در انتظار
تو نے دستوں کو انتظار میں رکھا

انتظار رستخیزت گشت بار
قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہے

[1] چوں منی۔ انسان کو اپنے نطفہ پر اختیار ہے اسی طرح اس کا ثمرہ یعنی اولاد بھی حکم کے تابع ہوتی ہے۔ می دود۔ اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اس نے رحم مادر میں رکھ دیا تھا۔

[2] آں صفت۔ جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنتی کو اختیار حاصل ہوگا۔ دُرختاں۔ جنت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اختیاری صفتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اختیار میں ہوں گے۔ چوں زدستت۔ جس طرح جنت کی اشیاء انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں۔ زقوم۔ تھور کا پھل جو جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔ زخشم۔ غصہ جہنم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے۔

[3] آتشت۔ انسان کے غصہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی سمجھا۔ انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لئے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ اولیاء انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا تھا تو اس انتظار سے اس کے لئے حشر میں وہ انتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے اس کے لئے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا۔

وعدہ [1] فردا وپس فردائے تو — انتظار حشرت آمد وائے تو
تیرا کل ' اور پرسوں کا وعدہ — تیرا حشر کا انتظار بنا تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روز دراز — در حساب و آفتاب جاں گداز
اس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا — حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

کاسماں را منتظر می داشتی — تخم فردا رہ روم می کاشتی
اس لیے تو آسمان کو منتظر رکھا — تو نے کل کو راہ روی اختیار کروں گا کا بیج بویا

خشم تو تخم سعیر و دوزخ ست — ہیں بکش ایں دوزخت را کایں فخست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے — آگاہ! اپنی اس دوزخ کو بجھا دے کیونکہ یہ جال ہے

کشتن [2] ایں نار نبود جز بنور — نُورُکَ اَطْفَاَ نَارَنَا نَحْنُ الشُّکُوْر
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جا سکتا — تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گزار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست — آتشت زندہ ست و در خاکستر ست
اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا — تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں دبی ہے

آں تکلف باشد و روپوش ہیں — نار رانکشد بغیر نور دیں
خبردار! وہ تکلف اور دکھاوا ہو گا — آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

تا نہ بینی نور دیں ایمین مباش — کاتش پنہاں شود یک روز فاش
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھ لے مطمئن نہ ہو — کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائے گی

نور آبے دان وہم بر آب چفس — چونکہ داری آب از آتش مترس
نور کو پانی سمجھ ' اور پانی سے وابستہ ہو جا — جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آب [3] آتش را کشد کاتش بنحو — می بسوزد نسل و فرزندان اُو
پانی آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ آگ عادتاً — اس کی نسل ' اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مرغابیاں رو روز چند — تا ترا در آب حیوانی کشند
کچھ دن ان مرغابیوں کی طرف جا — تاکہ وہ تجھے آب حیات میں لے جائیں

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تن اند — لیک ضد اانند و آب و روغن اند
خاکی اور آبی پرندے یکساں جسم کے ہیں — لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

[1] وعدہ۔ دوستوں سے جھوٹے وعدے کر کے ان کو انتظار کی تکلیف میں مبتلا کرتا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہو گا۔ آفتاب۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر اس کے سر پر ہو گا۔ کاسماں۔ عبادت کے جھوٹے وعدے کر کے آسمان والوں کو منتظر بناتا تھا۔ رہ رَوم۔ یعنی راہ ہدایت پر چلوں گا۔ خشم۔ انسان کا غصہ دوزخ کا بیج ہے اور وہ انسان کے لئے ہلاکت کا جال ہے۔ خُ۔ جال۔

[2] کشتن۔ انسان غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔ نورک۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پل صراط پر سے گزرنے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو جلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھا دی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گزار ہیں کہ اے مرشد تیرے نور دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا ہے۔ گر تو۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی بردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی بالکل نہ بجھے گی۔ روز فاش۔ چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کسی وقت نمودار ہو جائے گی۔ نور دین۔ دین کے نور کو اس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھو اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر پگ سے خطرہ نہیں ہے۔

[3] آب۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے اسی لئے اس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے۔ فرزندان۔ یعنی نباتات۔ مرغابیاں۔ یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں۔ مُرغ خاکی۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ حقیقی اہل اللہ اور باطنی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں متضاد ہیں ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور پھیلا دیتا ہے۔

هر یکے ۱ بر اصلِ خود رانده اند
ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے

احتیاطے کن بہم ماننده اند
احتیاط کر، دونوں باہمی مشابہ ہیں

همچناں کہ وسوسہ و وحیِ الست
جیسا کہ وسوسہ اور الست کا الہام

ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست
دونوں عقلی ہیں لیکن دونوں میں فرق ہے

ہر دو دلّالانِ بازارِ ضمیر
دونوں دل کے بازار کے دلال ہیں

رختہا رامی ستایندے اے امیر
اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کر رہے ہیں

گر تو صرّافِ دلی فکرت شناس
اگر تو دل کا صرف ہے اپنے فکر کو پہچان

فرق کن سرِّ دو فکرت چو نخاس
بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

ور ندانی ایں دو تفکّر از گماں
اگر تو ان سے ان دونوں کو نہ سمجھ سکے

لا خلابہ گوئی و مشتاب و مراں
دھوکا نہ ہو، کہہ دے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکّر جانِ تو
تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے

غبن ناید بر تو و بر خانِ تو
تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

حیلۂ دفع مغبون ۲ شدن در بیع و شری
خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے بارے پیمبر را بگفت
ایک صحابی نے پیغمبر سے عرض کیا

کہ منم در بیعہا باغبن جفت
کہ میں معاملات میں ٹوٹے سے دو چار ہوتا ہوں

مکر ہر کس کو فروشد یا خرد
جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری

ہمچو سحرست وز راہم می برد
جادو کی طرح ہے اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار
فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے

شرط کن سہ روز خود را اختیار
تین دن کے لئے اپنے خیار کی شرط کر لے

کہ تانی ۳ ہست از رحمٰن یقیں
کیونکہ آستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے

ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں
تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیشِ سگ چوں لقمۂ ناں افگنی
تو جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے

بو کند آنکہ آخورد اے مقتنی
اے خوشہ چین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

۱ ہر یکے۔ حقیقی شیخ اور مزور شیخ اپنے اپنے راستہ پر چلاتے ہیں۔

همچناں۔ دونوں کی مثال وسوسہ اور الہام ہے دونوں عقلی اور غیر محسوس چیزیں ہیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی۔ یعنی الہام۔ الست۔ یعنی عہد الست کی قسم کا الہام ہر دو۔ وسوسہ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آ کر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تا کہ انسان ان کی طرف راغب ہو جائے۔ نخاس۔ غلام فروش۔ لاخلابہ۔ دھوکا نہ ہو۔ یہ جملہ خریدار اس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی اچھائی برائی کا فوری فیصلہ نہ کر سکے اور اپنے لئے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کر دوں۔

۲ مغبون۔ وہ شخص جو معاملے میں نقصان میں ہو۔ یارے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منقذ بن حبان عمی رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں کاروباری ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَا خَلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک کا اختیار ہے۔ غرر۔ دھوکا۔

۳ تانی۔ توقف جلد بازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے التَّأَنِّي مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ یعنی توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلد بازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔ پیش سگ۔ کتے کو لقمہ ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ اس کو سونگھتا ہے۔

اُو ۱ بہ بینی بُوکند ما با خرد
وہ ناک سے سونگھتا ہے ہم عقل سے

رَو بُویش خوش بعقلِ من منتقد
جا اس کو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

باتانی گشت موجود از خدا
خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے

تا شش روز ایں زمین و چرخہا
چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

ورنہ قادر بود کز کُنْ فَیَکُوْن
ورنہ وہ قادر تھا کُنْ فَیَکُوْن کے ذریعہ

صَد زمین و چرخ آوردے بُروں
سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

آدمی ۲ را اندک اندک آں ہُمام
وہ شہنشاہ آدمی کو رفتہ رفتہ

تا چہل سالش کُند مَردِ تمام
اس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

گرچہ قادِر بُود کاندر یک نَفَس
اگرچہ وہ قادر تھا کہ ایک دم میں

از عَدم پرّاں کُند پنجاہ کس
عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

بُود عیسےٰ را دَمے کز یک دُعا
حضرت عیسیٰ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے

بے توقّف زندہ کردے مُردہ را
مردے کو بلا توقف زندہ کر دیتے

خالقِ عیسےٰ نہ بتواند کہ اُو
کیا حضرت عیسیٰ کا پیدا کرنے والا نہیں کر سکتا کہ وہ

بے توقّف مَردم آرد تو بتو
بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے؟

ایں تانی از بے تعلیمِ تُست
یہ آہستہ روی تیری تعلیم کے لئے ہے

کہ طلب آہستہ باید بے شکست
اس لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہیے

جُویکے کوچک کہ دائم می رَود
وہ چھوٹی سے نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے

نے نجَس گردد نہ گندہ می شوَد
وہ نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

زیں تانی زاید اِقبال و سُرُور
یہ آہستہ روی اقبال مندی اور خوشی پیدا کرتی ہے

ایں تانی بیضہ دولت چوں طُیُور
یہ آہستہ روی انڈا ہے اور دولت پرندوں کی طرح ہے

مُرغ ۳ کے ماند بہ بیضہ اے عَنید
اے سرکش! پرندہ انڈے سے کب مشابہ ہے؟

گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

باش تا اَجزائے تو چوں
ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح

مُرغہا زانید اندر اِنتہا
آخر میں پرندہ جنیں

بیضہ مار ارچہ ماند در شِبَہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے

بیضہ کنجشک را دورست رَہ
چڑیا کے انڈے سے لیکن دونوں میں بہت فرق ہے

۱ اُو۔ جس طرح کتا ناک سے سونگھتا ہے ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہیے۔ منتقد۔ پرکھی ہوئی۔ باتانی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کن۔ یعنی امر خداوندی جس سے چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔

۲ آدمی۔ انسان کے قوی چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ گرچہ۔ خدا کو یہ قدرت ہے کہ ایک لحہ میں سینکڑوں مکمل انسان پیدا کر دے۔ بُود عیسیٰ۔ ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کر دیتے تھے۔ ایں تانی۔ اللہ کے عمل میں آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریق اختیار کریں۔ بے شکست۔ مسلسل۔ جویک۔ چھوٹی سی نہر جو آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے۔ کبھی نجس اور گندہ نہیں ہوتی۔ زیں۔ آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور نیک بختی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

۳ مرغ۔ آہستہ روی سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرندہ پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صوری مشابہت نہیں ہے۔ بیضہ مار۔ جس طرح عمل اور اس کے نتیجہ میں مشابہت ضروری نہیں ہے اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن ان کے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کا انڈا۔

دانی اے عاقل کہ ماند سین با شین
اے عقلمند تو جانتا ہے کہ سین شین کے مشابہ ہے

در نوشتن لیک در نقطہ ببین
لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کر لے

دانہ آبی بدانہ سیب نیز
بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے

گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز
اگرچہ مشابہ ہے لیکن اے عزیز! بہت فرق سمجھ

برگہا ہمرنگ باشد در نظر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں

میوہا ہریک بُود نوعِ دِگر
ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند
پتے یعنی جسم باہمی مشابہ ہیں

لیکن ہر جانے بریعے زندہ اند
لیکن ہر جان مختلف پیدا وار کے ساتھ زندہ ہے

خلق دَر بازار یکساں میرویم
لوگ بازار میں یکساں جاتے ہیں

آں یکے در ذوق و دیگر دردمند
لیکن ان میں سے ایک شوق سے دوسرا تکلیف سے

ہمچناں[۲] در مرگ یکساں میرویم
اسی طرح موت کے بازار میں ہم یکساں جاتے ہیں

نیم دَر خُسران و نیمے خُسرویم
ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ

از بلالؓ و از ہلالک و کارِ اُو
حضرت بلالؓ اور ہلال اور ان کے کارنامے کی بات

وفات یافتنِ بلال رضی اللہ عنہ باشادی و طَرَب
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور مستی کی حالت میں وفات پانا

چوں بلالؓ ار ضُعف شد ہمچوں ہلال
جب حضرت بلالؓ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے

رنگِ مرگ اُفتاد بر روئے بلالؓ
حضرت بلالؓ کے چہرے پر موت کے آثار آ گئے

جُفتِ[۳] او دیدش بگفتا وَا حَرب
ان کی بیوی ان کو دیکھا کہا ہائے لٹ گئے

پس بلالش گفت نے نے واطرب
تو حضرت بلالؓ نے ان سے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

تا کنوں اندر حَرب بُودم ززیست
اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا

تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست و چیست
تو کیا جانے موت میں کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت درخش در عینِ گفت
وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان ان کا چہرہ

نرگس و گلبرگ ولالہ می شگفت
نرگس اور گلاب کی پتیوں اور لالہ کی طرح کھل رہا تھا

تاب رُو و چشمِ پُر انوارِ اُو
چہرے کی رونق اور ان کی پر نور آنکھیں

می گواہی داد بر گفتارِ اُو
ان کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

۱ سین اور شین۔ بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔ برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں۔ لیکن ان پر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

۲ ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہو گئے۔ رنگِ مرگ۔ موت کے آثار۔

۳ جُفت۔ بیوی۔ واحرب۔ یعنی میں لٹ گئی۔ واطرب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ زریست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی موت عیش و عشرت کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلالؓ کے حالات ان کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار ان پر مرتب ہو رہے تھے۔

هر سیہ دل خود سیہ دیدے وُرا
ہر سیہ دل ان کا کالا دیکھتا

مَردُم دیدہ سیہ آمد چرا
آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مَردُمِ نادیدہ آمد رُو سیاہ
نابینا انسان رو سیاہ ہوئے

مَردُم دیدہ بُود مرآتِ ماہ
آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود کہ بیند مَردُم دیدہ تُرا
دَر جہاں جُز مَردُم دیدہ فزا

آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے
دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

چوں بغیر مَردُم دیدہ اش ندید
پس بغیر اُو کہ در رنگش رسید

جبکہ ان بلالؓ کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا
تو اس آنکھ کی پتلی کے سوا کون ان جلال کے رنگ کو پہنچ سکتا ہے

پس ۲ جُز اُو جُملہ مقلّد آمدند
دَر صفاتِ مَردمِ دیدۂ بُلند

ان آنکھ کی پتلی کے علاوہ سب مقلد ہیں
بلند آنکھ کی پتلی کے صفات کے بارے میں

گفت خشش اُلفراق اے خوش خصال
گفت نے نے اُو صال ست ایں فصال

ان کی بیوی نے کہا اے خوش خصلت جدائی ہے
انہوں نے فرمایا نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جُفت امشب غریبے ۳ میروی
از تبار و خویش غائب میشوی

بیوی نے کہا آج کی رات مسافر بن کر جا رہے ہو
خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من
میرسد خود از غریبی دَر وطن

انہوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آج کی رات میری جان
خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دِلم وَ اَحسَرتا
گفت نے جانِ من یا دَولتاہ

انہوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے
انہوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رُویت را کُجا بینیم ما
گفت اندر حلقۂ خاصِ خدا

انہوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے
فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است
گر نظر بالا کُنی نے سُوئے پست

اس کا خاص حلقہ تجھ سے جڑا ہوا ہے
اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقہ ز رَبُّ العَالَمِین
نوری تابد چو در حلقہ نگیں

اس حلقہ میں رب العالمین کا
نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ انگوٹھی کے حلقہ میں نگینہ

۱ جن کا دل سیاہ ہے؟ بلالؓ کو سیاہ رو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اس کی فضیلت ظاہر ہے اندھا تو سیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلالؓ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وہی ذات گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضاء میں حاصل ہے یعنی آنحضورﷺ اور صحابہ کرام۔

۲ چوں۔ حضرت بلالؓ کے حقیقی اوصاف کو آنحضورﷺ اور صحابہ سمجھ سکے۔

۲ پس۔ آنحضورﷺ اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ ان کے صحیح مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر ان کو جانتے ہیں۔ خصال۔ خصلت کی جمع ہے عادت۔ فصال۔ جدائی یعنی موت۔

۳ غریبے۔ یعنی آپ عنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی دنیا مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالم آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ فِی مَقعَدِ صِدقٍ عِندَ مَلِیکٍ مُقتَدِرٍ۔ یعنی وہ مقعد صدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ میں ہونگے۔ حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔

گفت ویران گشت این خانہ دریغ — گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ

انہوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا — فرمایا چاند کو دیکھ ابر کو نہ دیکھ

حکمت ویران گشتنِ تن بمرگ

موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویراں تا کند معمور تر — قوم اَبُہ بود و خانہ مختصر

ویران کیا ' تاکہ زیادہ آباد کرے — لوگ زیادہ تھے اور گھر مختصر تھا

مَن چو آدم بُودم اوّل حبسِ کرَب — پُر شد اکنوں نسلِ جانم شرق وغرب

میں شروع میں حضرت آدم کی طرح بے چینی میں تھا — اب میری جان کی نسل سے مشرق ومغرب بھر گئی

من گدا بُودم دریں خانہ چو چاہ — شام گشتم قصر باید بہرِ شاہ

میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا — میں شاہ ہو گیا ' بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیے

قصر۲ہا خود مَر شہاں رامانس ست — مُردہ راخانہ ومکاں گورے بس ست

قلعے شاہوں کے لئے مانوس ہیں — مردے کے لئے ایک قبر گھر اور مکان کافی ہے

انبیاء راتنگ آمد ایں جہاں بنمود فر — چوں شہاں رفتند اندر لامکاں

انبیاء کے لئے یہ جان تنگ ہو گیا — تو شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے

مُردگاں را ایں جہاں بنمود فَر — ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر

مردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی — جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

گر نبُودے۳ تنگ ایں افغاں زچیست — چوں دو تا شُد ہر کہ دروے بیش زیست

اگر وہ تنگ ہو ہوتا تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟ — جو اس میں زیادہ جیتا ہے دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

دَر زمانِ خواب چوں آزاد شُد — زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد

نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے — اس مکان سے دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے

ظالم از ظلم طبیعت باز رَست — مَردِ زندانی زفکرِ حبس جَست

ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا — قیدی قید کی فکر سے نکل گیا

ایں زمین و آسمانِ بس فراخ — سخت تنگ آمد بہنگام مَناخ

یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں — ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ — خندۂ اُو گریہ فخرش جُملہ ننگ

یہ دنیا بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے — اس کی ہنسی رونا ہے اس کا فخر ذلت ہے

---

۱ خانہ۔ یعنی جسم۔ مہ۔ یعنی روح۔ میغ۔ ابر یعنی جسم ویراں۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدم۔ حضرت آدم تنہائی سے گھبرائے تب حضرت حوا اور نسل کی پیدائش ہوئی۔ نسل جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ جسم اندھیرے کنویں کی طرح ہے۔

۲ قصرہا۔ میں جب تک گدا تھا اس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف اور اسرار کی وجہ سے شاہ بن گیا ہوں تو قصر بلند کی ضرورت ہے۔ انبیاء۔ انبیاء بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مُردگاں۔ جو مردہ دل ہیں ان کے لئے یہ دنیا شان وشوکت والی ہے یہ دنیا اہل دنیا کے لئے وسیع اور اہل باطن کے لئے بہت تنگ ہے۔

۳ گر نبُودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اس کے باشندوں میں شور وغل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا و مکان کی تنگی سے ہوتا ہے۔ ایں۔ دنیا کی تنگی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اس کی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے محض نظر بندی کی وجہ سے وسیع معلوم ہوتی ہے اس کی مسرتیں اور فخر سب باطل ہیں۔

تشبیہِ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنیٰ تنگ و تشبیہِ خواب کہ

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ

خلاصی ست از تنگی

وہ تنگی سے نجات ہے

ہمچو ا گرما بہ کہ تفتیدہ بُوَد — اندر آئی جانت بخسیدہ بُوَد

حمام کی طرح جو گرم ہو — تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرما بہ عریض ست وطویل — زاں تپش تنگ آیدت جان وکلیل

اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے — اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آ جاتی ہے

تابروں نائی نہ بگشاید دلت — پس چہ پر سُود آمد فراخی منزلت

جب تک تو باہر نہیں آتا ہے، تیرا دل نہیں کھلتا — تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یا کہ کفشِ تنگ پوشی اے غوی — دَر بیابانِ فراخے می روی

یا کہ اے گمراہ تو تنگ جوتہ پہنے — اور وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخیِ بیاباں تنگ گشت — برتو زنداں آمد آں صحرا و دشت

جنگت کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی — وہ جنگل اور میدان تیرے لئے قید خانہ ہو گا

ہر کہ۲ دید ادھر تُرا از دُور گفت — گو دراں صحرا چولالہ بر شگفت

جس نے تجھے دور سے دیکھ کہا — وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

اُو نمیداند کہ تو چوں ظالماں — از بُروں دَر گلشنی، جاں در فغاں

وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح — باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خواب تو م آں کفش بیروں کردنست — کہ زمانے جانت آزاد از تن ست

تیری نیند اس جوتے جسم کو اتار دینا ہے — کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیاء را خواب مُلک ست اے فلاں — ہمچوں آں اصحاب کہف اندر جہاں

اے فلاں! اولیاء کے لئے نیند سلطنت ہے — جس طرح دنیا میں اصحاب کہف

خواب۳ می بینند و پنجا خواب نے — دَر عدم دَر می رَوند و باب نے

وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے — وہ عدم میں چلے جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک — کرد ویراں تا کُند قصرِ مُلوک

گھر تنگ ہے اور اندر جاں اٹیرن ہے — اس کو ویران کیا تاکہ شاہوں کا محل بنائے

ہمچو گرما۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا اب اس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے وبال طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی تفتیدہ۔ تفتیدن اور تفتیدن گرم ہونا بخسیدہ۔ بخسیدن، پژمردہ ہونا۔ یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتہ پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہے اور اس کے لئے تنگ بھی ہے۔ یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔

۲ ہر کہ۔ وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو جو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ بہت آرام سے ہے، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر ان کی روح رہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اس کے پاؤں سے تنگ جوتہ اتر جاتا ہے۔ اولیاء۔ اولیاء کی روح حالت بیداری میں اس طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، ان کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جو دنیا کے لحاظ سے نیند میں تھے اور آخرت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

۳ خواب۔ اولیاء حالت بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور ملک عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ خانہ تنگ۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا زندگی کی حالت میں روح اس جسم میں میرھی میرھے رہتی ہے۔ چنگلوک۔ وہ شخص جس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے میڑھے ہوں دھاگا لپیٹنے کا ایٹرن۔

چنگلوکم چوں جنین[1] اندر رحم
میں ایزن ہوں ' جیسا کہ رحم میں تھا

نہ مہ گشتم شد ایں نقلاں مہم
مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں کہ انتقال ضروری ہے

گر نبا شد دردِ زہ بر ما درم
اگر میری ماں کو درد زہ نہ ہوتا

من دریں زنداں میاں آذرم
میں اس قید خان میں آگ میں ہوتا

مادرِ طبعم زدرد مرگِ خویش
میری مادر طبیعت اپنی موت کے درد سے

می گندزہ تا رہد برّہ زمیش
زہ میں ہے تاکہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چرد آں برّہ در صحرائے سبز
تاکہ وہ بھیڑ کا بچہ ' سرسبز میدان میں چگے

ہیں رحم بگشا کہ گشت آں برّہ گبز
ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

دردِ زہ[2] گر رنجِ آبستاں بُود
دردزہ اگرچہ حاملہ کے لئے موجب تکلیف ہوتا ہے

بر جنیں اشکستن زنداں بُود
بچے کے لئے قید خان کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں ززہ کایَنَ الْمَنَاص
حاملہ دردزہ سے روتی کہ بچاؤ کی جگہ کاں ہے

واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص
اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا در پیش ہے

ہر چہ زیر چرخ ستند اُمّہات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں

از جما دواز بہیمہ وز نبات
جمادات اور حیوانات اور نباتات سے

ہر یکے[3] از دردِ غیرے غافل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے

جز کسانے ک نبی و عاقل اند
سوائے ان کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

اُنچہ کوسہ داند از خان کساں
جو چکنی داڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے

بلم از خان خودش کے داند آں
لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

آنچہ صاحبدل بداند حالِ تو
صاحب دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے

توز حال خود ندانی اَے عمو
اے چچا! تو خود ویسا اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

اُنچہ بیند در جبینت اہل دل
صاحب دل جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے

کے ب بینی در خود اے از خود خجل
اسا اپنے آپ سے شرمندہ تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے

بیان آنک ہر چہ غفلت و کالی و تاریکی ست ہمہ از
اس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وج

تن ست کہ ارضی و سفلی ست
سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

[1] جنیں۔ بچہ ماں کے پیٹ میں نیڑھا میڑھا رہتا ہے۔ نہ۔ یہ مدت حمل ہے۔ گریا شد۔ بدن پر موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردزہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ آذر۔ آگ برّہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم آں برہ۔ موت کے بعد روح ملاء اعلیٰ کی سیر کرتی ہے۔

[2] دردزہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ المناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ امہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جنے والی مائیں۔

[3] ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور اسی سے باخبر ہے۔ نبیہ۔ کوسہ۔ مختصر داڑھی والا جو عموماً ذہین ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ بلم۔ لمبی داڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ انچہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اس قدر واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا۔ انچہ۔ اولیاء ماں کے پیٹ کے بچہ کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

غفلت از تن بود چوں تن روح شد
غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم روح بنا

بیند او اسرار را بے ہیچ بد
وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں بر خاست از بَر فلک
جب زمین آسمان کی فضا سے نکل جائے

نے شب و نے سایہ باشد نے دَلَک
نہ رات ہو گی اور نہ سایہ اور نہ زوال

ہر کجا سایہ ست و شب یا سایگہ
جہاں کہیں سایہ، اور رات یا سائے کی جگہ ہے

از زمیں باشد نہ از افلاک و مہ
وہ زمین کی وجہ سے نہ آسمانوں اور چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بُود
دھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے

نے ز آتشہائے مستنجم بُود
نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

وہم ۲ افتد در خطا و در غلط
وہم خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے

عقل باشد در اصابتہا فقط
درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست
ہر گرانی اور سستی کی جسم کی وجہ سے ہے

جاں ز خفت جملہ در پرّیدن ست
جان ہلکے پن سے پوری اڑان میں ہے

روئے سُرخ از کثرتِ خونہا بُود
سرخ چہرہ خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے

روئے زرد از جنبشِ صفرا بُود
زرد چہرہ صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

رُو سفید از قوّتِ بلغم بُود
سفید چہرہ بلغم کی قوت سے ہوتا ہے

باشد از سودا کہ رُو او ہم بُود
سودا کی وجہ سے ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

در حقیقت ۳ خالقِ آثار اُوست
در حقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے

لیکن جُز علّت نہ بیند اہلِ پوست
لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست
مغز جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے

از طبیب و علّت اُورا چارہ نیست
طبیب اور بیماری سے اس کو مفر نہیں ہے

چوں دُوَم بار آدمی زادہ بزاد
جب انسان دوبارہ پیدا ہوا

پائے خود بر فرقِ علّتہا نہاد
اس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھا دیا ہے

علّتِ اولیٰ نباشد دینِ او
پہلی علت اس کا دین نہیں ہوتی

علّتِ اُخریٰ ندارد کینِ او
آخری علت اس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

علت سے معلول کا صدور اضطراری ہوتا ہے۔ علت اخری۔ ظاہری سبب کو دیکھ کر اس کو بسبب حقیقی سے غفلت نہیں ہوتی ہے۔

---

۱ غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادی بدن کی وجہ سے ہیں۔ چوں۔ چونکہ۔ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اس کے جس حصہ پہ سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے ورنہ رات اب اگر زمین اس دائرہ سے خارج ہو جائے اسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کر دیا جائے تو روح ہمیشہ منور رہے اور اس پر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دَلَک۔ سورج کا زوال۔ دُود۔ دھواں کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اس طرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح ان کا مخزن نہیں ہے۔ مستنجم۔ روشن کرنے والا۔

۲ وہم۔ وہم دھواں کی مانند ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل، نور محض ہے۔ روی۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفرا زردی کا سبب بلغم سفیدی کا سبب سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اسی طرح روح میں کدورتیں اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ وہ اسی چیز ہے۔

۳ در حقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر بین فلسفی اس کو علت اور مؤثر کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ مغز۔ وہ علم جو استدلالی ہے اس میں غلطی واقع ہوتی ہے علم کشفی اور الہامی غلطی سے مبرا ہے۔ دوم بار۔ پیدا ہونے کی بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ دوبارہ اصل حیات حاصل کر لیتا ہے تو اسباب پر لات مار دیتا ہے اور مسبب الاسباب ہی کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے۔ علت اولیٰ فلاسفہ خدا کو علت قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہل مذہب خدا کو فاعل مختار مانتے ہیں

می[1] پرد چوں آفتاب اندر افق — با عروس صدق و صفوت در تتق
وہ افق میں سورج کی طرح اڑتا ہے — خلوص، اور سچائی کی دلہن کے ساتھ در پردہ

بلکہ بیروں از افق وز چرخہا — بے مکاں باشد چوں ارواح و نہیٰ
بلکہ وہ افق اور آسمانوں سے باہر — بے مکان ہو جاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

پس عقول ماست سایہہائے عمو — می فتد چوں سایہ در پاہائے او
اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں — سایہ کی طرح اس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہ نص باقیاس
نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد برگہ کہ باشد نص شناس — اندراں صورت نیندیشد قیاس
مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے — وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

جوں نیابد نص اندر صورتے — از قیاس آنجا نماید عبرتے
اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہے — قیاس سے اس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحی روح قدسی داں یقیں — واں قیاس عقل جزوی تحت ایں
قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ — اور ناقص عقل کا قیاس اس سے کم ہے

عقل از جاں گشت با ادراک وفر — روح اوراکے شود زیر نظر
عقل، روح سے باعلم و شوکت بنی — روح اس کے ماتحت کب ہو سکتی ہے؟

لیک جاں در عقل تاثیرے کند — زاں اثر آں عقل تدبیرے کند
لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے — اس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوح[3] وار ار صد متے زد در تو روح — کو یم و کشتی و طوفان نوح
اگر روح نے نوح کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے — سمندر کہاں کشتی اور نوح کا طوفان کہاں ہے؟

عقل اثر را روح پندارد ولیک — نور خور از قرص خور دورست نیک
عقل تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن — سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شد — تاز نورش سوئے قرص افگند شد
سالک من نور کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا — یہاں تک کہ اس کے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

[1] می پرد۔ وہ ملاعلیٰ کی سیر کرتا رہتا ہے۔ تتق۔ سراپردہ۔ چوں ارواح جس طرح روحیں اور عقلیں لامکان میں رہتی ہیں اسی طرح یہ بھی لامکانی بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں۔ تشبیہ۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرنا ہے کہ روح کامل کا الہام بمنزلہ نص کے ہے۔

[2] مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن و حدیث میں مذکورہ احکام سے ان چیزوں پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے اس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اس کے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کو کے حکم جاری کرتا ہے۔ روح قدسی۔ روح قدسی کا احساس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقلی ادراک بمنزلہ قیاس کے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے۔ عقل۔ عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اس سے کمتر کیسے ہو سکتی ہے۔ جان در عقل۔ روح عقل میں موثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔

[3] نوح دار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کر دی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اس میں وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔ عقل۔ عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو روح سمجھ بیٹھتی ہے یہ اس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اس کے نور میں ہے۔ زاں۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

زانکہ ایں نُور ے کہ اندر اسافلِ ست
اس لئے کہ یہ نور جو عالم سفلی میں ہے

نیست دائم روز و شب او آفلِ ست
مستقل نہیں ہے وہ روز و شب مر وہ غروب کر جانے والا ہے

وانکہ اندر قُرص دارد باش وجا
وہ جو نکیہ میں قیام اور جگہ رکھتا ہے

غرقہ آں نُور باشد دائما
وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

نے سحابش رہ زند نے خود غروب
نہ ابر اس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبتا

وارہید اُو از فراقِ سینہ کوب
وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پا گیا

آنچنیں کس اصلش از افلاک بُود
ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے

یا مُبدّل گشت گر از خاک بُود
اگر وہ خاک سے تھا تو تبدیل ہو گیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تابِ آں
کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہے

کہ زند بروے شُعاعش جاوِداں
کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گر زند بر خاک دائم تابِ خور
اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے

آنچناں سوزد کہ ناید زو ثمر
ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم ۲ اندر آب کارِ ماہی ست
ہمیشہ پانی میں رہنا اور مچھلی کا کام ہے

مار رابا اُو کجا ہمرا ہی ست
سانپ کی اس کے ساتھ ہمراہی کہاں ہو سکتی ہے

لیک در کہ مارہائے پُرفن اند
لیکن پہاڑوں میں بہت سے پرفن سانپ ہیں

اندریں یم ماہیاں رامی کُشند
جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

مکر شاں گر خلق را شید اکُند
ان کی مکاری اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے

ہم ز دریا تاسہ شاں رسُوا کُند
لیکن دریا سے ان کی گمراہٹ ان کو رسوا کرتی ہے

واندریں ۳ یم ماہیانِ توسَن اند
اس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں

مارا را از سحرِ ماہی میکُنند
جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو مارِی شَو قرینِ ماہیاں
اگر تو سانپ ہے مچھلی کا ساتھی بن جا

تا شوی چوں ماہیا دریم رواں
تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعر دریائے جلال
دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں

بحر شاں آموختہ سحرِ حلال
کہ سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

۱ اندر اسافل۔ دنیا میں جو آثار قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ وانکہ۔ جس کا اصول ذات تک ہو جائے گا روحانی نور میں مستغرق رہے گا۔ نے سحابش۔ اب بادل کی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہوں گی مظاہر قدرت کا فنا ہونا اس کے لئے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا۔ آنچنیں۔ ایسا شخص وہی ہوگا جو لاہوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اس نے مجاہدوں کے ذریعے اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کر دیا ہے زانکہ۔ خاکی اور ناسوتی "ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو وہ برداشت نہ کرے گی اور اس میں اگانے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

۲ دائم۔ مچھلی چونکہ آبی چیز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کر سکتی ہے سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے اس طرح لاہوتی اور ناسوتی کو سمجھو۔ مکر شاں۔ کبھی ناسوتی "لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحر وحدت ان کو رسوا کر دیتا ہے۔

۳ واندریں یم یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر وہ تجھے دریائے وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں۔ یہ لاہوتی اولیاء جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے لیکن ان کا جادو حلال جادو ہے۔

بس اِمحال از تابِ ایشاں حال شُد — نحس آنجا رفت و نیکو فال شُد
بہت سے محال ان کی طاقت سے واقعہ بن گئے ہیں — منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت جن گیا ہے

زہر آنجا رفت وَ شکّر شد یقین — سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین
وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے — وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زَر شد سنگ گوہر پائے سَر — می نہ بیند جز بَشَر چشم بَشَر
خاک سونا، پتھر جوہر پاؤں سر ہو گیا ہے — انسان آنکھ ان کو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت ۲ گر بگویم زین کلام — ص د قیامت بگذرد ویں نا تمام
اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں — سو قیامتیں گذر جائیں گی اور یہ نا تمام رہے گی

آداب المُستمِعِیْن وَالْمُرِیْدِیْن عِنْدَ فَیْضِ الْحِکْمَۃِ مِنْ لِّسَانِ الشَّیْخ

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے آداب

برملولاں ایں مُکرّر کردن ست — نزدِ من عُمرے مُکرّر بُردن ست
تنگدلوں پر یہ مکرر کرنا ہے — میرے نزدیک دو بار زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از بَرقِ مُکرّر بَر شوَد — خاک از تابِ مُکرّر زر شوَد
شمع مکرر نور سے اونچی ہوتی ہے — مٹی مکرر گرمی سے سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں طالب اندو یک مَلول — از رسالت بازمی ماند رسول
اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ — پیغام پہنچانے سے رسول رک جاتا ہے

ایں ۳ رسولانِ ضمیر وراز گو — مستمع خواہند اسرافیل خو
یہ دل کے پیغام رساں اسرار بیان کرنے والے — حضرت اسرافیل کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

نخوتے دارند وِ کبرے چُوں شہاں — چاکری خواہند از اہلِ جہاں
وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں — دنیا داروں سے خدمت گاری چاہتے ہیں

تا اَدبہا شاں بجا گہ ناوری — از رِسالت شکاں چگونہ بَر خوری
جب تک تو ان کے آداب بجا نہ لائے — ان کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اٹھائے گا؟

کے رسانند آں امانت را بتو — تا نباشی پیشِ شاں راکع دو تو
تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟ — جب تک کہ ان کے سامنے رکوع میں دہرا نہ ہو جائے

---

۱ بس نحال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ زہر۔ ان کی صحبت میں برے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ می نہ بیند۔ لیکن منکرین ان کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔

۲ تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ برملولاں۔ جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن انہی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ خاک۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر ہونے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہو جاتی ہے۔ گر ہزاراں۔ بزرگوں کی محفل ایک مکدر سے مکدر ہو جاتی ہے اور مضامین عالیہ کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ رسول۔ یعنی عالی مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔

۳ ایں۔ یعنی اولیاء اللہ دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرار الٰہی سناتے ہیں۔ اسرافیل خو حضرت اسرافیل ہر وقت صور پھونکنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم سننے کے لئے منتظر ہیں۔ نخوتے۔ ان اولیاء کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مریدوں کی اصلاح کے لئے ان سے خدمت گزاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مرید کے لئے اس ڈر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بجالانا بھی ضروری ہے۔ کے۔ شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مرید کے سپرد کرتا ہے۔

هر سیه[1] دل خود سیه دیدے ورا
ہر سیہ دل ان کا کالا دیکھتا

مردم دیده سیه آمد چرا
آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوتی ہے؟

مردم نادیده آمد رو سیاه
نابینا انسان رو سیاہ ہوئے

مردم دیده بود مرآت ماه
آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود که بیند مردم دیده ترا
آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے

در جهاں جز مردم دیده فزا
دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

چون بغیر مردم دیده اش ندید
جبکہ ان بلالؓ کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا

پس بغیر او که در رنگش رسید
تو اس آنکھ کی پتلی کے سوا کون ان بلال کے رنگ کو پہنچ سکتا ہے

پس[2] جز او جمله مقلد آمدند
ان آنکھ کی پتلی کے علاوہ سب مقلد ہیں

در صفات مردم دیده بلند
بلند آنکھ کی پتلی کے صفات کے بارے میں

گفت جفتش الفراق اے خوش خصال
ان کی بیوی نے کہا اے خوش خصلت جدائی ہے

گفت نے نے الوصال ست ایں فصال
انہوں نے فرمایا نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جفت امشب غریبے[3] میروی
بیوی نے کہا' آج کی رات مسافر بن کر جا رہے ہو

از تبار و خویش غائب میشوی
خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکه امشب جان من
انہوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آج کی رات میری جان

میرسد خود از غریبی در وطن
خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دلم وَ احسرتا
انہوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے

گفت نے جان من یا دولتاه
انہوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رویت را کجا بینیم ما
انہوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے

گفت اندر حلقه خاص خدا
فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقه خاصش بتو پیوسته است
اس کا خاص حلقہ تجھ سے جڑا ہوا ہے

گر نظر بالا کنی نے سوئے پست
اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقه ز رَبُّ العالمین
اس حلقہ میں رب العالمین کا

نوری تابد چوں در حلقه نگیں
نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ انگوٹھی کے حلقہ میں نگینہ

---

[1] جن کا دل سیاہ ہے؟ بلالؓ کو سیاہ رو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے آنکھوں کی پتلی سیاہ ہے لیکن اس کی فضیلت ظاہر ہے اندھا دو سیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ یعنی بلالؓ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وہی ذات گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضاء میں حاصل ہے یعنی آنحضورﷺ اور صحابہ کرام۔ چوں۔ حضرت بلالؓ کے حقیقی اوصاف کو آنحضورﷺ اور صحابہ سمجھ سکے۔

[2] پس۔ آنحضورﷺ اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ ان کے صحیح مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر ان کو جانتے ہیں۔ خصال۔ خصلت کی جمع ہے عادت۔ فصال۔ جدائی یعنی موت۔

[3] غریبے۔ یعنی آپ عنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی' دنیا مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالم آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ۔ یعنی وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ میں ہونگے۔ حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔

اَسپ داند بانگ و بُوئے شیر را — گرچہ حیوان ست اِلّا نادرا[1]
گھوڑا شیر کی آواز اور بو کو جانتا ہے — اگرچہ جانور ہے مگر بہت کم

بَل عَدُوِّ خویش را ہر جانور — خود بداند از نشان واز اثر
بلکہ ہر جانور اپنے دشمن کو — علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روز خُفّاشک نیارد بَر پَرید — شب بروں آید چو دُزد اندر جرید
چمگادڑ دن میں نہیں اڑ سکتی ہے — رات کو اکیلے چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خُفّاش بُود — کہ عَدُوِّ آفتاب فاش بُود
سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے — کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواندر مَصافش زخم خورد — نے بنفریں تاندش مقہور کرد[2]
نہ تو میدان میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہے — نہ نفرت کی وجہ سے اس کو مغلوب کر سکتی ہے

آنکہ آں خورشید از اِحسان وجُود — بر ان دَرّ اندز قہرش تار و پُود
پھر بھی وہ سورج احسان اور سخاوت کی وجہ سے — غصہ سے اس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قَفاش — از برائے غصّہ وہ قہرِ خُفّاش
سورج اپنا رخ کب موڑتا ہے؟ — چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لُطف و کمالِ اُو بُوَد — ورنہ خُفّاشش کجا مانع شوَد
یہ اس کا انتہائی کرم اور کمال ہے — ورنہ چمگادڑ کہاں اس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ار گیری بجَدِّ خویش گیر — تا بُوَد ممکن کہ گردانی اَسیر
اگر تو دشمن بنائے تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا — تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اس کو قابو میں کر لے

قطرہ[3] باقلزم چو اِستیزہ کُنَد — اَبلہ است اُو ریش خود بَرمی کَنَد
قطرہ جب سمندر سے دشمنی کرے — وہ بیوقوف ہے، اپنی داڑھی نوچتا ہے

حیلتِ اُو از سِبالش نگذرد — خَجر و حَلقِ قمر چوں بَردَرد
اس کی تدبیر اس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے — چاند کا گلا، اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

با عَدُوِّ آفتاب ایں بُد خطاب — اے عَدُوِّ آفتابِ آفتاب
یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی — اے سورج کے سورج کے دشمن!

اے عَدُوِّ آفتابے کز فَرَش — می بلرزد آفتاب و اخترش
اے اس سورج کے دشمن جس کی شان وشوکت سے — سورج اور اس کے ستارے لرزتے ہیں

[1] الا نادرا۔ بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بو کو نہ پہچانے۔ بل۔ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔ جرید۔ تنہا۔ خفاش۔ چمگادڑ سب سے زیادہ بدبخت ہے کہ سورج سے اس کی دشمنی ہے حالانکہ اس سے اس کو کوئی مفر نہیں اسی طرح سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مصاف۔ میدان جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

[2] آنگہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو خاکستر نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیاء کا کرم ہے کہ وہ منکرین کا تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا۔ یعنی رخ۔ دشمن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیاء کے ساتھ دشمنی بری ہے۔ دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔

[3] قطرہ۔ اولیاء کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہے جیسے کہ قطرہ سمندر سے دشمنی کرے جو محض اس کی حماقت ہے۔ جیلت۔ عوام کی دشمنی اولیاء کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر۔ یعنی ولی کامل۔ باعدو۔ چمگادڑ جو آسمانی سورج کی دشمن ہے اس کی بات تو ہم نے بتا دی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے۔ آفتاب آفتاب۔ ولی آفتاب، حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔

تو عَدُوِّ اُو نہ خصمِ خُودی
تو اس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے

چہ غم آتش را کہ تو ہیزُم شُدی
آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

اے عَجب از سوزشت اُو کم شَوَد
تعجب ہے اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے

یا ز درد و غُصّہ اَت پُر غم شَوَد
یا تیرے درد، اور غصہ سے وہ غمگین ہو

رَحمتش نے رَحمت آدم بُوَد
اس کی رحمت انسان کی رحمت نہیں ہے

کہ مزاجِ رحم آدم غم بُوَد
انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

رحمت ۲ مخلوق باشد غُصّہ ناک
مخلوق کی رحمت، غصہ سے ملی ہوتی ہے

رحمتِ حق از غم و غصّہ است پاک
اللہ کی رحمت غم و غصہ سے پاک ہے

رحمتِ بیچوں چنیں داں اے پسر
اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ

نايد اندر وہم ازوے جُز اثر
کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرق ۳ میانِ داستنِ چیزے بمثال وتقلید ومیانِ داستن ماہیّتِ آں چیز

کسی چیز کو مثال، اور علم تقلیدی سے جاننے میں اور اس چیز کی حقیقت کے جانے میں فرق

ظاہرست آثارِ میوہ رَحمتش
اس کی رحمت سے پھل کے آثار ظاہر ہیں

لیک کہ داند جُز اُو ماہیّتش
لیکن اس کی حقیقت سوائے اس کے اور کون جانتا ہے

ہیچ ماہیّات اَو صافِ کمال
کمال اوصاف کی ماہیتیں

کس نداند جُز بآثار و مثال
کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

طِفلِ ماہیّت نداند طمث را
بچہ جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے

جُز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
سوائے اس کے کہ تو کہدے کہ وہ تیرے لئے حلوا جیسا ہے

طِفلِ را نبود زوطیِ زن خبر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی لذت کی خبر نہیں ہے

جُز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
سوائے اس کے تو کہدے وہ شکر جیسا خوش ذائقہ ہے

کے بُود ماہیّت ذوقِ جماع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟

مِثلِ ماہیّاتِ حلوا اے مُطاع
اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

لیکن نسبت کرد از روئے خوشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی

ہاتو آں عاقل کہ تو کودک وشی
اس عقلمند نے تیرے لئے چونکہ تو بچہ کی طرح ہے

---

۱ تو عدو۔ ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اللہ میں کوئی نقصان نہیں پیدا کر سکتی۔ رَحمتش۔ جس طرح اللہ کا جلال بے پایاں ہے اسی طرح اس کی رحمت بھی خالص رحمت ہے۔ کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھ کر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اس کی رحمت ابھرتی ہے

۲ رحمت مخلوق۔ انسانوں کی رحمت و شفقت غصہ سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ رحمت بے چوں۔ جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اسی طرح اس کی صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف ان صفتوں کو ان کے اثرات سے سمجھا جا سکتا ہے

۳ فرق۔ کسی چیز کو مثال اور آثار سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت و ماہیت کو جاننا اور بات ہے۔ اوصاف کمال۔ حضرت حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ۔ طفل۔ ہماری عقلوں میں ان صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث۔ حیض۔ جماع۔ جز کہ کوئی۔ بچہ کو جماع کی حقیقت اس طرح سمجھائی جا سکتی ہے کہ اس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا کے بُود۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔

تا بداند[1] کودک آں را از مثال — گر نداند ماہیّت باعینِ حال

تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے — اگر اس کی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

پس اگر گوئی بدانم دُور نیست — ور بگوئی کہ ندانم زُور نیست

پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے — اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

گر کسے[2] گوید کہ دانی نوحؑ را — واں رسولِ حق و نورِ روح را

اگر کوئی کہے کہ تو نوح کو جانتا ہے — اس اللہ کے رسول اور روح کے نور کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر — ہست از خورشید و مہ مشہور تر

اگر تو کہے کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند ہیں — جو سورج اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

کودکانِ خُرد دَر کُتّا بہا — واں اماماں جُملہ در محرابہا

چھوٹے بچے مکتبوں میں — اور تمام امام محرابوں میں

نامِ اُو خوانند در قرآں صریح — قصّہ اَش گویند از ماضی فصیح

ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں — ان کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

راست کودانیش تو از رُوئے وصف — گرچہ ماہیّت نشدُ از نوحؑ کشف

سچ ہے کہ تو ان کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے — اگرچہ حضرت نوحؑ کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہے

وَر بگوئی من چہ دانم نوحؑ را — آں گزیدہ حقّ و محضِ روح را

اگر تو کہے میں حضرت نوحؑ کو کیا جانوں؟ — اس اللہ کے برگزیدہ اور خالص روح کو

من[3] کُجا دانستنِ اُو از کُجا — ہمچو اُوئے داند اُورا اے فتیٰ

میں کہاں اور ان کا جاننا کہاں — اے نوجوان! ان کو جیسا ہی جان سکتا ہے

مورِ لنگم من چہ دانم فیل را — پشۂ کے داند اسرافیل را

میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟ — مچھر حضرت اسرافیل کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست ست از رُوئے آں — کہ بماہیّت ندانیش اے فلاں

یہ بات بھی صحیح ہے اس لئے کہ — اے فلاں ان کی حقیقت کے اعتبار سے تو انکو نہیں جانتا ہے

عجز از ادراکِ ماہیّت عمو — حالتِ عامہ بود دریاب تو

اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز — عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کر لے

زانکہ ماہیّات و سِرِّ سِرِ آں — پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

کیونکہ ماہیتیں اور ان کے راز کا راز — کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

---

[1] تا بداند۔ جب حقیقت کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے تو اس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔ پس۔ یہ علم جو مثال سے حاصل ہوا ہے۔ اس کو آگ چیز کا علم بھی کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ مثال سے بہر حال کچھ علم حاصل ہوا ہے اور اس چیز کا جہل بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔

[2] گر کسے۔ اگر کسی کو حضرت نوحؑ کا علم ان کی بعض صفات سے حاصل ہے اور کما حقہ ان کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوحؑ کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں ان سے واقف نہیں ہوں۔ قمر۔ یعنی حضرت نوحؑ۔ کُتّاب۔ مکتب، مدرسہ۔ کشف۔ مکشوف، معلوم۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔

[3] من کُجا۔ یعنی میں اس قابل کہاں کہ ان کی حقیقت سے ناواقف ہو سکوں۔ عجز۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت عوام کے شایان شان ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کر سکے۔ زانکہ۔ کامل لوگ ماہیتوں اور ان کے راز کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں ماہیات سے اعیان ثابتہ مراد ہیں اور سر مایات سے مراد اسماء الٰہی ہیں اور سر ماہیات کے سر سے مراد حقیقت الٰہیہ ہے۔

دُور تر از فہم و اِستبصار کُو
فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے

دَرو جود[1] از سِرِّ حق و ذاتِ اُو
اللہ تعالیٰ اور اس کی ذات کے راز سے وجود میں

ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا

بے زتاویلے مُحالے کم شنُو
کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سن

عَقل[2] بخشی گوید ایں دور ست و کُو
بحث کرنے والی عقل کہتی ہے یہ بعید ہے اور کہاں ہے؟

اُنچہ فوقِ حالِ تست آید مُحال
جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے محال نظر آتا ہے

قُطب گوید مر ترا اے سُست حال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے ست حال

نے کہ اوّل ہم مُحالت می نمود
کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

واقعاتے کہ کنونت برکشود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں

تیہ رابر خود مکُن حَبسِ سِتم
ظلم کر کے تیہ کو اپنے لئے قید خانہ نہ بنا

چوں[3] رہانیدت زدہ زنداں کرم
جب تجھے کرم خداوندی نے دیں قید خانوں سے آزاد کر دیا ہے

فقر رابر خود مکن رنج و عنا
فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

چوں خلاصی یافتی از صد بلا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے

وَرنہ شد شکرّ چوز ہرِ قاتلت
ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

سہل گیرش تا نگردد مُشکلت
اس کو آسان سمجھ تا کہ وہ تیرے لئے مشکل نہ بنے

کایں سخن پایاں ندارد جانِ مَن
اے جان من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

سُوئے بحثِ خویش تازاے بوالحسن
اے ابوالحسن! اپنی بحث کی جانب آ

گر بیانش می کُنی برگو دُرست
اگر تو بیان کرتا ہے تو ٹھیک بیان کر

نسبتِ اثبات با نفی از نخُست
اثبات اور نفی کی نسبت کا شروع سے

جمع و تفریق میانِ نفی و اِثباتِ یک چیز از رُوئے نسبت و اختلافِ جہت
ایک چیز کے بارے میں اقرار اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

[1] دو وجود۔ اللہ کی ذات اور اس کی صفات عقل اور سمجھ سے دور تر ہیں پھر بھی کامل اولیا ماس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و صفے۔ جبکہ اولیاء ذات و صفات احدیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات ان پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

[2] عقل۔ بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو الفاظ ہیں وہ حقیقی معنی پر محمول ہونا محال ہیں لہٰذا انہیں تاویل کی جائے گی اور ان کو تاویل معنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ قطب۔ ولی جو واقف حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہٰذا اس کو محال نظر آتی ہیں۔ واقعاتے۔ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اس کو محال قرار دیتا ہے جب اس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے مثلاً زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب زمین کو متحرک مان لیا گیا ہے۔

[3] چوں۔ رہبانیت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے۔ چوں خلاصی۔ جب اللہ کے کرم نے سینکڑوں مصیبتیں ٹال دیں تو افلاس اور فقر کی مصیبت کو بھی ڈال دے گا جب دماغ اور حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف و شہود بھی میسر آ جائے گا۔ بحث خویش۔ یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن۔ یعنی ہدایتوں کے

ادراک کی بحث۔ بوالحسن۔ اس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع و تفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں تفریق بھی ہے حیثیت اور جہت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نامعلوم ہے۔

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رَواست
ایک ہی چیز کی نفی اور اثبات درست ہے

چوں جہت شُد مختلف نسبت دَوتاست
جب جہت بدل گئی نسبتیں دو ہو گئیں

مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[1] از نسبت است
تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا نسبت کے اعتبار سے

نفی و اثبات ست ہر دُو مثبت است
نفی اور اثبات ہے دونوں درست ہیں

آں تو افگندی چو بَر دستِ تو بُود
تو نے پھینکا چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا

تو نیفگندی کہ قوّت حق نمُود
تو نے نہیں پھینکا چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

زورِ آدم زادہ را حَدے بُود
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے

مُشت خاک اِشکستِ لشکر کے شَوَد
ایک مٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست کا سبب کب ہو سکتی ہے

مُشت مُشت تُست وافگندن زماست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے اور پھینکنا ہمارا ہے

زیں دو نسبت نفی و اِثباتش رَواست
ان دو نسبتوں کی وجہ سے اس کی نفی اور اثبات درست ہے

یَعْرِفُوْنَ الْاَنْبِیَاء اَضْدَادُھُم
انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں

مِثْلَ مَالَا یَشْتَبِہ اَوْلَادُھُم
اس طرح جس طرح کہ ان کو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

ہمچوں فرزندانِ خود دانند شاں
ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں

مُنکراں بالصّد دلیل و صد نشاں
منکر لوگ دلیلوں اور سینکڑوں علامتوں سے

لیک از رَشک و حسد پنہاں کُنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپا جاتے ہیں

خویشتن را بر ندانم می زَنند
اپنے آپ کو ہم نہیں جانتے' کا مصداق بناتے ہیں

پس چو یَعْرِفُ گفت چوں جائے دِگر
پس جبکہ وہ پہچانتا ہے' فرمایا دوسری جگہ کیوں

گفت لَا یَعْرِفُھُم غَیْرِیْ فَذَرْ
ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا پس رہنے دے فرمایا

اَنَّھُم تَحْتَ قِبَائِیْ کَامِنُوْن
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں

جُز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں
ان کو خدا کے سوا' آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

ہم[3] بہ نسبت گیر ایں مفتوح را
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے

کہ بدانی و ندانی نوحؑ را
کہ تو نوح کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

زیں نمَط بسیار آمد در خبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے

کاں بہ نسبت باشد اے جاں مُعتبر
اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل
کامل درویش کی فنا اور بقا کا معاملہ

[1] مارَمَیْتَ۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہو گئے چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ مٹی پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لئے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔

[2] یَعْرِفُوْنَ۔ انبیاء کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیاء پر بھی صادق ہے کہ منکرین ان کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا ہے کہ اولیاء میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

[3] ہم بہ نسبت۔ حضرت نوحؑ کو جاننا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں نمط۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں۔ مسئلہ۔ کسی کی فنا و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

گفت قائل در جہاں درویش نیست
ایک کہنے والے نے کہا دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے

در بُود درویش آں درویش نیست
اور اگر درویش ہو گا تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از رُوئے بقائے ذاتِ اُو
اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ ہے

نیست گشتہ وصفِ اُو در وصفِ ہُو
اس کا وصف اس کے وصف میں نیست ہو گا

چوں زبانہ شمع پیشِ آفتاب
جیسا کہ شمع کا شعلہ سورج کے بالمقابل

نیست باشد ہست باشد در حساب
نہیں ہے ہوتا ہے لیکن حساب میں ہے ہوتا ہے

ہست باشد ذات اوتا تو اگر
اس کی ذات موجود ہوتی ہے کہ حتیٰ کہ اگر تو

بر نہی پُنبہ بسوزد زاں شرر
روئی رکھدے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا
معدوم ہوتا ہے تجھے روشنی نہیں دیتا ہے

کردہ باشد آفتاب اُورا فنا
سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

در دو صد من شہید یک وُقیہ زخل
دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ

چوں در افگندی و در وے گشت حل
جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا

نیست باشد طعمِ خل چوں می چشی
جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہو گا

ہست یک وُقیہ فزوں چوں میکشی
جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

پیشِ شیرے آہوئے بیہوش شُد
ایک ہرن شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا

ہستیش در ہستِ اُو روپوش شُد
اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب
اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس

جوششِ عشق ست ز ترکِ ادب
ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں عشق کا جوش ہے

نبضِ عاشق بے ادب بر می جہد
عاشق کی نبض بلا لحاظ ادب تڑپتی ہے

خویش را در کفِ شہ می نہد
اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں
دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے

با ادب تر نیست زو کس در نہاں
در پر وہ اس سے زیادہ با ادب کوئی نہیں ہے

۱ در بود۔ یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے۔ چوں زبانہ۔ دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر متضاد حکم لگ سکتے ہیں چونکہ آفتاب کی روشنی کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے۔

۲ در دو صد۔ اگر دو سو من شہد میں ایک سیر سرکہ ملا دو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لئے کہ وزن کرو گے تو وہ دو سو من ایک سیر ہو گا۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا وزن ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔

۳ پیش۔ ہرن جب شیر کے سامنے بیہوش ہو گیا تو وہ فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ ایں قیاس۔ فنا و بقا میں یہ مثالیں جو دی گئی ہیں وہ حضرت حق کی شایانِ شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترک ادب مقصود نہیں ہے نبض عاشق۔ عشق الٰہی کا دعویٰ ایک درجہ میں برابری کا دعویٰ ہے اس لئے کہ عاشق و معشوق میں لامحالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور ممکن واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے بے ادب۔ عاشق و عشق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

ہم بہ نسبت اداں دفاق اے منتخب
اے برگزید جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ

ایں دو ضد با ادب با بے ادب
با ادب ' اور بے ادب ان دو ضدوں کا

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری
جب تو دیکھے گا وہ بظاہر بے ادب ہو گا

کہ بُود دعویِ عشقش ہمسری
کیونکہ اس کا عشق کا دعویٰ برابری ہے

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا دعویٰ کہاں ہے؟

اُو ودعویٰ پیشِ آں سُلطان فناست
وہ اور اس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

مَات[۲] زیدُ زید اگر فاعل بُود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے

لیک فاعل نیست کو عاطل بُود
لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ وہ بیکار ہے

اُو زُوئے لفظِ نحوی فاعل ست
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے

ورنہ اُو مفعول و موتش قاتل ست
ورنہ وہ معفول ہے' اور موت اس کی قاتل ہے

فاعِلے چہ کُو چناں مقہور شُد
وہ فاعل کیسا و ایسا مغلوب ہے

فاعلیہا جُملہ ازوے دُور شُد
تمام فاعل اس سے دور ہو گئی ہے

قصہ[۳] وکیلِ صدرِ جاں کہ متہم شدُو از بُخارا گریختہ از
صدر جہاں کے وکیل کا قصہ جو متہم ہو گیا تھا' اور جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا

بیمِ جاں ' باز عشقش گریباں گرفت کہ کارِ جاں بہر
تھا پھر عشق نے اس کا گریبان پکڑا کہ محبوب کے لئے جان کا معاملہ

جاناں سہل باشدِ عاشقاں رَا
عاشقوں کے لئے آسان ہوتا ہے

دَر بُخارا بندۂ صدرِ جہاں
بخارا میں ' صدر جہان کا ایک غلام

متہم شُد گشت از صدرش نہاں
متہم ہو گیا' اس کے دربار سے غائب ہو گیا

مُدّتِ دَہ سال سَر گرداں بگشت
دس سال تک مارا مارا پھرا

گہ خُراسان گہ کہستان گاہ دَشت
کبھی خراسان میں کبھی کہستان میں' کبھی جنگل میں

از پسِ دہ سال اُو از اشتیاق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے

گشت بے طاقت ز ایّامِ فراق
جدائی کے زمانہ سے ' بے بس ہو گیا

گفت تابِ فرقتم زیں یَس نماند
اس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے

صَبر کے داند خلاعت را نشاند
صبر' فراق کے ڈر کو کہاں فرد کر سکتا ہے؟

[۱] ہم بہ نسبت۔ اس کا با ادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے' اگر وہ باتیں اس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے' اگر ذات باری کی طرف ہوں تو یہ با ادب ہے۔ چوں بباطن۔ چونکہ اس کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے لہٰذا اس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔

[۲] مات زیدٌ۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے مات فعل ہے اور زید اس کا فاعل ہے یہ محض لفظی بات ہے ورنہ زید میں موت کی حالت میں فاطیت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہ وہ دراصل مفعول اور مقتول ہے۔ موت اس کی قاتل ہے۔ فاعلے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں ہے' لہٰذا فعل کی اس کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔

[۳] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اسی طرح عاش اپنی ذات و صفات سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ صدرش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے روپوش ہو گیا۔ کہستان۔ ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ مرض یا فراق سے ڈرنا۔

از فراق ایں خاکہا شورہ شود
فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہے

آب زرد و گندۂ و تیرہ شود
پانی زرد اور گندہ اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افزا وَخم کردد وبا
روح پرور ہوا ' ناموافق و با بن جاتی ہے

آتشے خاکسترے گردد ہبا
آگ ' راکھ فضا کے ذرے بن جاتی ہے

باغ چوں جنت شود دارُا لمرضِ
جنت جیسا باغ بیماری کا گھر بن جاتا ہے

زرد و ریزاں برگِ اُو اندر حرض
خرابی سے اس کے پتے زرد اور جھڑنے والے ہوتے ہیں

عقلِ دَرّاک از فراق دوستاں
دوستوں کی جدائی سے ' حساس عقل

ہمچو تیر انداز اِشکستہ کماں
ٹوٹی ہوئی کمان والے تیر انداز کی طرح ہے

دوزخ ۲ از فرقت چناں سُوزاں شدہ است
دوزخ فراق سے اس قدر جلانے والی بن گئی ہے

بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است
بید ' فراق سے اس قدر لرزنے والی بن گئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کھوں

تا قیامت یک بُوَد از صد ہزار
قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا

پس ز شرحِ سوزِ اُو کم زن نفس
لہٰذا اس کی سوزش کی تشریح نہ کر

رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ گوئی وبس
بس خدا بچا ' خدا بچا کہتا رہ

ہر چہ ۳ از وے شاد گردی در جہاں
تو دنیا میں جس چیز سے خوش ہو

از فراقِ اُو بیندیش آں زماں
اسی وقت اس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شُد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت سے خوش ہو چکے ہیں

آخر از وے جست وہمچوں باد شُد
بالآخر اس سے وہ چیز چلی گئی اور ہوا جیسی ہو گئی

از تو ہم بجہد تو دِل بروے مَنہ
وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی اس سے دل نہ لگا

پیش ازاں کو بجہد از تُو تُو بجہ
اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

ہمچو مریم گوئی پیش از فوت مُلک
ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی حضرت مریم کی طرح کہا ہے

نفس را کاعُوذُ بالرَّحمٰنِ مِنک
نفس سے ہیں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہے

پیدا شدنِ رُوح القُدس بصُورتِ آدمی بر مریم بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتنِ اُو بحقِ تعالیٰ

حضرت جبرئیل کا آدمی کی صورت میں غسل اور برہنگی کی حالت میں حضرت مریم کے سامنے رونما ہونا اور ان کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

---

۱ از فراق۔ زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی سے گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بن جاتی ہے۔ آتشے آگ ایندھن کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ۔ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بناتی ہے اور مرض کی وجہ سے اس کے پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

۲ دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جدائی میں جہنم پر سوز بنی ہوئی ہے بید کا درخت طاقت کے فراق سے لرزتا ہے۔ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس۔ فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کی بجائے الامان الامان کہنا چاہیے۔

۳ ہر چہ۔ دنیا کی خوشکن چیز فراق کا داغ دینے والی ہے زانچہ۔ دنیا کی خوشکن چیزوں نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے۔ پیش ازاں۔ اس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اس سے ہٹا لے گا تو فراق کی تکلیف نہ ہو گی۔ ہمچو مریم۔ جس طرح مریم نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوشکن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کر لے اور ان کے فوت ہونے سے قبل ہی خدا کی طرف رجوع کر لے۔

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا
حضرت مریم نے ایک روح پرور صورت دیکھی

جانفزائے دلربائے در خلا [1]
خلوت میں جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ او برُست از روئے زمین
ان کے سامنے زمین سے نکل آئے

چوں مہ و خورشید آں رُوح الامیں
جبرئیل چاند اور سورج جیسے

از زمیں برُست خوبے بے نقاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا

آنچناں کز شرق روید آفتاب
جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

لرزہ [2] بر اعضائے مریم او فتاد
حضرت مریم کے اعضاء پر کپکپی طاری ہو گئی

کو برہنہ بُود ترسید از فساد
کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسف اَر دیدے عیاں
وہ ایسی صورت تھی کہ اگر حضرت یوسف اس کو دیکھ لیتے

دست از حیرت بُریدے چوں زناں
عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل
وہ زمین سے پھول کی طرح ان کے سامنے اگ آئے

چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دِل
جس طرح خیال دل سے سر ابھارتا ہے

گشت مریمؑ بیخود و در بیخودی
حضرت مریم بے اختیار ہو گئیں اور بیخودی میں

گفت بجہم در پناہِ ایزدی
فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ [3] عادت کردہ بُود آں پاک جیت
کیونکہ ان پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی

در ہزیمت دُختہ رُو سُوئے مغیب
عاجزی میں غیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں رادید مُلکے بیقرار
چونکہ انہوں نے دنیا کو بے ثبات ملک سمجھ لیا تھا

حاز مانہ ساخت زاں حضرت حصار
پختہ کاری سے اس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تا بگاہِ مرگ حِصنے باشدش
تاکہ موت کے وقت وہ ان کا قلعہ بنے

کہ نیابد خصم راہِ مَقصدش
تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حِصارے بہ ندید
انہوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا

یورتگہ نزدیکِ آں دژ بر گزید
اس قلعہ کے نزدیک انہوں نے قیامگاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمزہائے عقل سُوز
جب انہوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں

کہ ازوی شُد جگر ہا تیر دوز
جس سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شُدہ
شاہ اور لشکر اس کے حلقہ بہ گوش بن گئے تھے

خُسروانِ ہوش بیہوشش شُدہ
عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

[1] در خلا۔ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیل زمین سے نمودار ہوئے تھے بے نقاب۔ حضرت جبرئیل بے حجاب اس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

[2] لرزہ۔ حضرت جبرائیل کے نمودار ہونے سے حضرت مریم گھبرا گئیں برہنہ تھیں سمجھیں کوئی خرابی پیش نہ آ جائے۔ صورت۔ حضرت جبرئیل ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسف ان کو دیکھتے تو ان کے حسن سے مبہوت ہو کر اسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح ان کے حسن سے مبہوت ہو کر زنان مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

گفت۔ حضرت مریم نے گھبرا کر فرمایا تھا۔ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ۔ میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں۔

[3] زانکہ۔ حضرت مریم کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہ لیتی تھیں۔ بے قرار۔ ناپائیدار۔ حا زمانہ۔ پختہ کاری۔ حصار۔ قلعہ۔ یورتگہ۔ قیام کی جگہ۔ دژ۔ قلعہ۔ غمزہ۔ یعنی حضرت جبرئیل کے ناز و ادا شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیل کی تعریف میں ہیں۔

صَد ہزاراں شاہ مملوکش برق[1]
لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اس کے مملوک ہو گئے تھے

صَد ہزاراں بدر را دادہ بدق
لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اس نے گھٹاؤ میں مبتلا کر دیا تھا

زہرہ نے مر زُہرہ را تا دَم زند
زہرہ کے پتہ نہیں کہ دم مارے

عقلِ کُلّش چوں بہ بیند کم زند
جب اس کو عقل کل دیکھ لے کاروبار چھوڑ دے

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است
میں کیا بتاؤں جبکہ اس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے

وَ مگہم راوَ مگہ اُو سوخت است
اس کے مظاہر نے میرا گلا جلا دیا ہے

دُودِ آں نارم دلیلم من برُو
میں اس آگ کا دھواں ہوں، میں اس کی نشانی ہوں

دُور ازاں شہ بَاطِلٌ مَّا عَبَّرُوْا
اس شاہ سے دور ہے لوگوں نے جو تعبیر کی ہے وہ باطل ہے

خود[2] نباشد آفتابے را دلیل
سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی

جُز کہ نورِ آفتابِ مستطیل
سورج کے لمبے نور کے سوا

سایہ کہ بُوَد تا دلیلِ اُو بُوَد
سایہ کیا ہوتا ہے جو اس کی دلیل بنے

ایں بسَستش کہ دلیلِ اُو بُود
اس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اس کا تابع ہو

ایں جَلالت در دَلالت صادِق ست
یہ بڑائی اپنی دولت میں سچی ہے

جُملہ ادراکات پس اُو سابق ست
تمام ادراکات پیچھے ہیں وہ آگے ہے

جملہ[3] اِدراکات بر خرہائے لنگ
تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں

اُو سوارِ باد پرّاں چوں خدنگ
وہ تیر کی طرح اڑنے والی ہوا پر سوار ہے

گر گریز دکس نیابد گردشہ
اگر شاہ بھاگے کوئی اس کی گرد نہیں پا سکتا

ور گریزند اُو بگیرد پیش رہ
اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ شاہ آگے کا راستہ روک دے

جملہ اِدراکات را آرام نے
جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے

وقتِ میدانست وقتِ جام نے
میدان کا وقت ہے، جام کا وقت نہیں ہے

آں یکے وہمے چو بازے می پرَد
ایک خیال باز کی طرح اڑتا ہے

واں یکے چوں تیرَ مغفرمی دَرد
اور ایک تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

واں دگر چوں کشتیِ بابا دباں
اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے

واں دگر اندر ترا جُع ہر زماں
اور دوسرا ہر وقت تردد میں ہے

[1] برق۔ غلامی۔ دق۔ گھاٹو۔ کمزوری۔ زہرہ۔ زا کے زبر سے پتہ زا کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقل کل۔ عقل اول۔ من چہ گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیل کی حسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ دمگہ۔ گلا، صنعت۔ دود۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اس کے آثار ہیں اور اثر موثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اس کے وجود دلیل ہوں اس کے علاوہ ذات باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔

[2] خود۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب سایہ مولانا نے اپنے آپ کو دھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے جملہ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الوراء ہے۔

[3] جملہ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی وجود باری سے وہی نسبت ہے جو خر لنگ اور ہوا پر سوار کی نسبت۔ خر لنگ اس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گر گریزد۔ ذات حق انسان سے قریب بھی ہے اور اس کے ادراک سے بعید بھی ہے۔ جملہ ادراکات۔ انسان کے جس قدر ادراکات ہیں وہ کوئی بھی اس کی حقیقت تک پہنچ کر مطمئن نہیں ہے پھر بھی جستجو جاری رہنی ضروری ہے۔ آں یکے۔ انسان کے ادراکات مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک موانع اور حجابات کو دور کرنے اور ہٹانے والا ہے۔ واں دگر۔ ایک کے وہم وخیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجع۔ تردد

چوں شکارے[1] می نماید شاں زدُور
جب ان کو کوئی شکار دور سے نظر آتا ہے

جُملہ حملہ می فزایند آں طیور
وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

چونکہ ناپیدا شَوَد حیراں شَوَند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے' سب حیران ہوتے ہیں

ہمچو پُتغداں سوئے ہر ویراں شَوند
الوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

مُنتظِر چشمے بہم یک چشم باز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند

تا کہ پیدا گردد آں صَید نیاز
تاکہ وہ نیاز مندی کا شکار نظر آ جائے

چوں بماند دیر گویند از مَلال
جب وہ دیر تک مخفی رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں

صَد بُود آں خود عجب یا خود خیال
تعجب ہے وہ شکار تھا' یا خود خیال تھا

مَصلحت[2] آنست تا یک ساعتے
مصلحت یہ ہے کہ تھوڑی دیر

قُوّتے گیرند و زُور از راحتے
آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کر لیں

گر نبُودے شب ہمہ خَلقاں زآز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے

خویشتن را سوختندے زا ہتزاز
بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس وز حِرص سُود اندوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے

ہر کسے دادے بدن راستوختن
ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنجِ رَحمتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے

تا رہند از حِرصِ خود یک ساعتے
تاکہ تھوڑی دیر کے لئے حرص سے نجات پا جائیں

چونکہ[3] قبضے آیدت اے راہرو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو

آں صَلاحِ تُست آئس دل مشو
وہ تیری بھلائی ہے مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دَراں بَسط و کشاد
کیونکہ تو اس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے

خَرج را دَخلے بباید زا عتداد
خرچ کے لئے ذخیرے میں سے آمد چاہیے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بُدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا

سُوزشِ خورشید در بُستاں زدے
سورج کی گرمی باغ کو پھونک دیتی

مَنبتش را سوختے از بیخ و بُن
اس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی

کہ دگر تاز لکشتے آں گہن
کہ وہ پرانا کبھی ترو تازہ نہ بنتا

گر ترشرویست آں وے مُشفِق ست
اگر وہ خزاں تر شرو ہے' تو مہربان بھی ہے

صَیف خندانست و لیکن مُحرِق ست
گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانے والا ہے

[1] شکارے۔ کوئی تجلی۔ آں طیور۔ یعنی حواس پرندان۔ یعنی اس تجلی کے ادراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منتظر۔ انسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے۔ کلید۔ یعنی تجلی۔ چوں۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض غیر واقعی خیال تھا۔

[2] مصلحت۔ ان حالات میں سالک اور مجاہد کے لئے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اس میں طاقت پیدا ہو جائے۔ گر نبودے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اس میں آرام کر لے اور تھکن دور کر لے۔ ہتزاز۔ حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت مصروف کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا شب۔ رات کا وجود انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

[3] چونکہ۔ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے۔ آئس۔ مایوس۔ دخل۔ آمدنی۔ اعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات رحمت خداوندی ہیں۔ منبت۔ کھیت کیاری۔ دے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اس میں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما میں اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھول بھی کھلتے ہیں۔

چونکہ[1] قبض آمد تو در وے بسط بیں
جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر

تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں
تازہ رو ' پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خندان و داناياں ترش
بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں

غم جگر را باشد و شادی زشش
غم جگر کے لئے ہے اور خوشی پھپھڑے سے ہے

چشم کودک ہمچو خر در آخرست
بچے کی نظر گدھے کی طرح آخور پر ہے

چشم عاقل در حساب آخرست
عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

او در آخر چرب می بیند علف
وہ آخور میں لذیذ گھاس دیکھتا ہے

وین ز قصاب آخرش بیند تلف
اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

آں علف[2] تلخست کیں قصاب داد
جو گھاس قصائی نے دی ہے وہ کڑوی ہے

بہر لحم ما ترازوے نہاد
اس نے ہمارے گوشت کیلئے ترازو تیار کر لی ہے

روز حکمت خور علف کاں را خدا
جا دانائی کی گھاس کھا جو خدا نے

بے عوض دادست و از محض عطا
مفت عنایت کی ہے اور خاص عطیہ ہے

فہم ناں کردی نہ حکمت اے رہی
اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت

چونکہ حق گفتت کُلُوا مِنْ رِزْقِهٖ
جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا اس کا رزق کھاؤ

رزق حکمت بہ بود در مرتبت
رتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے

کاں گلو گیرت نباشد عاقبت
اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

ایں[3] دہاں بستی دہانے باز شد
تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا

کو خورندہ لقمہائے راز شد
جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر ز شیر ایں دیو تن را وا بری
اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ بٹا لے گا

در فطام او بسے نعمت خوری
اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائے گا

ترک جو شے کردہ ام من نیم خام
میں نے اوہ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے

از حکیم غزنوی بشنو تمام
حکیم غزنوی سے مکمل سن لے

در الٰہی نامہ گوید شرح ایں
اس کی شرح الٰہی نامہ میں بیان کی ہے

آں حکیم غیب و فخر العارفین
اس اسرار کے داند اور عارفوں کے فخر نے

غم خور و نانِ غم افزایاں مخور
غم کھالے' اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا

زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
کیونکہ عقلمند کھاتا ہے' بچہ شکر کھاتا ہے

[1] چونکہ قبض۔ اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیے اس کو مفید سمجھے۔ کودکاں۔ بسط کی کیفیت بھی ایک طفلانہ حرکت ہے اس کے زیادہ خواہشمند نہ بنو۔ چشم کودک۔ بچہ عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشم عاقل۔ عقلمند کے پیش نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اس کے حساب و کتاب سے مغموم رہتا ہے۔

[2] آں علف۔ دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھو۔ اصل خوراک دین کا تفقہ اور اہل یقین کا طریقہ ہے۔ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ۔ تم اس کا رزق کھاؤ اس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔ رزق حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔

[3] ایں دہاں۔ حضرت سعدی نے فرمایا ہے۔ شعر

اندروں از طعام خالی دار
تا درد نورِ معرفت بینی

گر۔ دنیوی لذتیں ترک کرنے سے اسرار خداوندی کا رزق حاصل ہونے لگے گا۔ ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھایا اگر پورا سمجھنا ہو تو الٰہی نامہ پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ غم خور۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہے۔

قندِ شادی[1] میوۂ باغِ غم ست
خوشی کی شکر غم کے باغ کا میوہ ہے

ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
یہ خوشی زخم ہے اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش گش بعشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے

از سرِ ریوہ نظر کن در دمشق
دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگورمے بیند ہمی
عقلمند انور میں شراب دیکھتا ہے

عاشق از معدوم شی بیند ہمی
عاشق معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمالاں پریر
پرسوں بوجھ اٹھانے والے جھگڑ رہے تھے

تو مگش تا من کشم حملش چو شیر
تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھالوں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود
کیونکہ انہوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا

حمل را ہر یک زدیگری ربود
اس لئے بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

مزدِ حق[2] کو مزدِ آں بے مایہ کو
کہاں اللہ تعالیٰ کی مزدوری کہاں اس مفلس کی مزدوری

ایں دہ گنجیت مزدو آں تسو
یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا وہ کوڑی

گنجِ زرّے کہ چو خسپی زیر ریگ
سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئے گا

باتو باشد آں نباشد مردہ ریگ
وہ تیرے پاس ہو گا وہ مورثی مال نہ ہو گا

پیش پیشِ آں جنازت میرود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا

مونسِ گور و غریبی می شود
مسافرت اور قبر میں غم خوار ہو گا

بہرِ[3] روزِ مرگ ایں دم مردہ باش
موت کے دن کے لئے اس وقت مردہ بن جا

تاشوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش
تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد
صبر مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے

روئے چوں گلنار و زلفینِ مراد
مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

غم چو آئینہ ست پیشِ مجتہد
مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے

کاندراں ضد می نماید روئے ضد
کہ اس ضد میں اس کی ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعد ضدّ رنج آں ضدِ دگر
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل

رو دہد یعنی کشادو کرّ و فر
نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

---

[1] قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کرے گا دنیا کی خوشی تو زخم ہے۔ دمشق۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔ ریوہ۔ ٹیلا ایک خاص ٹیلا ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اس کو کہا جاتا تھا کہ اس ٹیلے پر چڑھ کر دمشق کا منظر دیکھ لے تو حسن کا قائل ہو جائے گا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غم امروز سے مسرت فردا کو دیکھ لو۔ حمالاں۔ مزدور بوجھ کی مصیبت انجام یعنی مزدوری کے لالچ میں برداشت کرتا ہے۔

[2] مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لئے مشقت اٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملے گی اس کے لئے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔ تسو۔ چار جو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہو گا جو قبر میں کام آئے گا۔ مرد ریگ۔ وارثت کا مال۔ پیش نیکیاں مردے سے پہلے ہی راحت رسانی کے لئے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔

[3] بہرِ روزِ مرگ۔ حکم ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی موت سے قبل ہی دنیا اور اس کی لذتوں کو خیر باد کہہ دو۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ گلنار۔ انار کی درخت کی ایک قسم ہے جس پر پھل نہیں آتا وہ صرف پھولوں سے لدھ جاتا ہے۔ غم۔ مجاہدہ کرنے والا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ ضد رنج۔ رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اس کے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہو جاتی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

ایں دو وصف[1] از پنجہ و دست بہ بیں
ان دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجے سے سمجھ لے

بعد قبضِ مشت بسط آید یقیں
مٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را گر قبض باشد دائما
اگر مٹھی ہمیشہ بند رہے

یا ہمہ بسط اُو بُوَد چوں مُبتلا
یا ہمہ وقت کھلی رہے اور مصیبت میں رہے گا

زیں دو وصفش کار و مکسب مُنتظم
اس کے ان دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے

چوں پرِ مُرغ ایں دو حال اُو را مہم
جس طرح پرندے کے بازوؤں کے لئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روحُ القُدس مَریم را علیہا السلام کہ مَن رَسولِ
حضرت جبرئیل کا حضرت مریم سے کہنا ان دونوں پر سلام ہو کہ میں اللہ تعالیٰ

تَقّم آشفتہ و پنہاں از من مَشو
کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چھپ

چونکہ[2] مَریم مُضطرِب شُد یک زماں
جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریم تڑپیں

ہمچُناں کہ بر زمیں آں ماہیاں
جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ بَروے زَد نمودارِ کرم
کرم خداوندی کے جلوے نے انہیں پکارا

کہ امینِ حضرتم از من مَرم
کہ میں خدا کا امین ہوں مجھ سے نہ بھاگیئے

از سَر افرازانِ عِزّت سَر مکش
بارگاہ عزت کے معززین سے سر نہ پھیریئے

از چُنیں خوش محرماں دَم در مکش
اتنے بہترین راز داروں سے سرا سیمہ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ذُبالہ نورِ پاک
وہ یہ کہہ رہے تھے اور پاک نور کی شعاع

از لَبش می شُد پیاپے بر سِماک
ان کے ہونٹوں سے پے در پے سماک ستارہ پر پہنچ رہی تھی

از وجود م می گُریزی دَر عَدم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟

دَر عدم من شاہمُ و صاحب علَم
میں آخرت کا شاہ اور علمبردار ہوں

خود بُنہ[3] و بُنگاہِ من در نیستی ست
میرا سامان اور گھر ملک عدم میں ہے

یک سَوارہ نقشِ من پیشِ تی ست
تھوڑی دیر کے لئے میری صورت جناب کے سامنے ہے

مَریما بنگر کہ نقشِ مُشکلم
اے مریم! دیکھ میں ایک مشکل نقش ہوں

ہم ہِلا لم ہم خیَال اندر دِلم
میں چاند بھی ہوں اور میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دِلت آمد نشست
خیال جب تمہارے دل میں آیا بیٹھ گیا

ہر کُجا کہ میگریزی باتو ہست
جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

[1] ایں دو وصف۔ یعنی تنگی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی سے سمجھ لو ہاتھ کی مٹھی بند رکھو گے تو فارغ البالی اور کشادگی میسر آئے گی۔ پنجہ را۔ ہاتھ کی مٹھی کا نہ ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے نہ بند رہنا۔ زیں دو وصف۔ مٹھی کا نہ ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا جس طرح کہ پرندہ کی پرواز اسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو ہر وقت کھلیں اور بر وقت بند ہوں۔

[2] چونکہ۔ حضرت مریم حضرت جبرئیل کے اچانک روٹما ہو جانے سے ایسی تڑپیں جیسا کہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امین۔ حضرت جبرئیل کو روح الامین کہا جاتا ہے۔ حضرت۔ دربار خداوندی۔ مرم۔ نہ بھاگ۔ سر افراز۔ با عزت۔ مو بالہ چراغ کی بتی۔ سماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ در عدم۔ عالم آخرت۔

[3] بُنہ و بُنگاہ۔ بنہ، سامان۔ بنگاہ، سامان رکھنے کی جگہ۔ ستی۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی وجود بھی ہے، وجود مثالی مثل خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔

جُز خیالے [1] عارضیِ باطلے — گو بُود چوں صبح کاذِب آفلے
سوائے عارضی باطل خیال کے — جو صبح کاذب کی طرح غائب ہو جانے والا ہے

من چو صبحِ صادِقم از نورِ رَب — کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب
میں اللہ تعالیٰ کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں — کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکُن لاحول عمراں زادہ اَم — کہ زلا حول ایں طرف اُفتادہ ام
اے عمران کی بیٹی! مجھ پر لاحول نہ پڑھو — میں لاحول سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غِذا لاحَول [2] بُود — نورِ لا حولے کہ پیش از قول بُود
میری اصل اور غذا لاحول ہے — اس لاحول کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پَناہ از من بحق — من نگاریدہ پناہم دَر سَبَق
آپ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہ رہی ہیں — میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم من کہ مَخلصہات بود — تو اَعوذ آری و من خود آں اَعوذ
میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے — آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود ہی اعوذ ہوں

آفتے [3] نبُود بتر از نا شناخت — تو بَر یاری ندانی عِشق باخت
نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے — تو معشوق کے پاس ہے اور عشقبازی نہیں جانتا

یارا را اَغیار پنداری ہمی — شادی را نام بنہادی غمی
تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے — تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

ایں چُنیں لُطفے کہ دارَد یارِ ما — تو گریزانی ازُو اے بیوفا
اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے — اے بے وفا تو اس سے بھاگتا ہے

ایں چُنیں نخلے کہ لُطفِ یارِ ماست — چونکہ ما ورزیدیم نخلش دارِ ماست
مجھ کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے — جبکہ ہم چوبیں اس کا مجھ کا درخت ہمارے لئے سولی بنے

ایں چُنیں مُشکیں کہ زُلفِ میر ماست — چونکہ بے عقلیم آں زنجیر ماست
ایسی خوشبودار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں — جبکہ ہم بے عقلی کریں وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چُنیں لُطفے چو نیلے میرَوَد — چونکہ فرعونیم چوں خُوں می شوَد
ایسی مہربانی جو نیل دریا کی طرح جاری ہے — جبکہ ہم فرعون ہیں خون جیسی ہو جاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مَریز — یوسفم گرگ از تو اَم اے پُرتَتیز
خون کہتا ہے کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا — میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوا

[1] جز خیالے۔ عارضی بے عمل خیال سے جدائی ممکن ہے۔ صبح کاذب۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب ہو جاتی ہے۔ صبح صادق یہ صبح نمودار ہو کر غائب نہیں ہوتی ہیں۔ مکن۔ لاحول کے معنی ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی طاقت سے نمودار ہوئی ہو اس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔

[2] لاحول۔ یعنی خدائی طاقت قول۔ یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ۔ نگاریدہ۔ اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ آں پناہم۔ جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اور اعوذ سے وہی چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ بود۔ داں متجمہ ہے سماہی میں جائیں۔

[3] آفتے۔ مولانا حضرت جبرئیل کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے اے مخاطب تیرا محبوب حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے۔ یار۔ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔ ایں چنیں۔ خدا کی اس قدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اس سے گریز بڑی بیوفائی ہے۔ ایں چنیں۔ یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے زحمت کے اسباب بن گئے ہیں۔ مشکیں خوشبو دار چیز۔ سیر۔ آقا۔ زنجیر۔ زلف یعنی نعمتیں زحمتیں بن جاتی ہیں۔ خون۔ جو پانی بن گیا تھا وہ کہتا ہے مجھے ضائع نہ کر اور پانی بنا کر مجھ سے فائدہ اٹھا لے۔

تو نمی [1] بینی کہ یارِ بُرد بار — چونکہ با اُو ضد شُدی گردد چو مار
تو نہیں دیکھتا ہے کہ بردبار دوست — جب تو اس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بن جاتا ہے

لحمِ اُو و شحمِ اُو دیگر نشُد — برقرارِ اوّلست آنساں کہ بُد
اس کا گوشت اور چربی نہیں بدلی — پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

عزم کردنِ آں وکیل از عشق کہ رُجُوع کُند بہ بُخارا لَا اُبالی وار
محبت کی وجہ سے اس وکیل کا ارادہ کر لینا کہ لاپروا ہو کر بخارا میں واپس آ جائے گا

شمعِ مریمؑ را بہل افروختہ — کہ بُخارا میرود آں سوختہ
حضرت مریم کی شمع جلتی چھوڑ — کیونکہ وہ دل جلا بخارا کو جا رہا ہے

سخت بے صبر و در آتشدانِ تیز — رُو سوئے صدرِ جہاں کُن می گریز
سخت بے صبری اور تیز بھٹی میں — کہتا تھا صدر جہاں کا رخ کر بھاگ

ایں بُخارا منبعِ دانش بُود — بس بُخارائیست ہر کانش بُود
یہ بخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے — جو اس طرح کا ہو وہ بخاری ہے

پیشِ [2] شیخے در بُخارا اندری — تا بخواری در بخارا ننگری
شیخ کے سامنے تو بخارا میں ہے — بخارا کو ذلت سے ہرگز نہ دیکھنا

جُو بخواری در بخارائے دلش — راہ ندہد جزر و مدِّ مُشکلش
اس کے دل کے بخارا میں عاجزی کے سوا — اس کی مشکلات کا مدوجزر راستہ نہیں دیتا ہے

اے خُنک آں را کہ ذَلَّتْ نَفْسُہٗ — وائے آں کس را کہ یُردِی رَفْسُہٗ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہو گیا ہے — اس شخص پر حسرت ہے جس کی دلتیاں اس کو ہلاک کرتی ہے

فُرقتِ صدرِ جہاں در جانِ اُو — پارہ پارہ کردہ بُود ارکانِ اُو
صدر جہاں کی جدائی جو اس کی جان میں تھی — اس نے اس کا عضاء کو پارہ پارہ کر دیا تھا

گفت [3] برخیزم ہُمانجا وا رَوَم — کافر اَر گشتم دِگر رہ بگروم
اس نے کہا میں اٹھتا ہوں اسی جگہ واپس ہوتا ہوں — اگر میں کافر ہو گیا ہوں تو دوسری راہ اختیار کرتا ہوں

وارَوم آنجا بیفتم پیشِ اُو — پیشِ آں صدرِ نکواندیشِ اُو
اسی جگہ واپس جاتا ہوں اس کے سامنے گرتا ہوں — اس عاشق کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم اَفگندم بہ پیشت جانِ خویش — زندہ کُن یا سر ببُر ما را چو میش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے — زندہ کرے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کر دے

[1] تو نمی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی نہ برتو وہ دشمنی پر اتر آتا ہے۔ لحم۔ یعنی اس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے۔ اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا تمہاری نازیبا حرکات کی وجہ سے اس کے مزاج میں تغیر آیا ہے۔ لا ابالی۔ لاپروا۔ آں سوختہ یعنی وکیل۔ بخارا۔ یہ بخار سے بنا ہے جو مجمع علوم کے معنی میں ہے۔ منبع۔ چشمہ۔ دانش۔ علم و عقل۔ بخارائی۔ لہٰذا بخارائی اور بخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔

[2] پیشِ شیخے۔ شیخ کا دل بھی ان معنی کے اعتبار سے بخارا ہے لہٰذا اس کی عزت کرو نجو۔ بخاری۔ شیخ کے دل میں اس وقت جگہ پاؤ گے جبکہ خواری اور ذلت اختیار کرو گے۔ رفسہ۔ یعنی اس کی گستاخی، رفث یعنی شہوت۔ انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضاء

[3] گفت۔ یعنی وکیل نے کہا۔ ہمانجا۔ یعنی بخارا۔ نکو اندیش۔ معشوق جو کچھ بھی عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلا ہی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

کُشتۂ او مُردہ بہ پیشت اے قمر — بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دِگر

اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مردہ ہونا — دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

آز مودم من ہزاراں بار پیش — بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش

میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا — میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِی یَا مُنیَتِی لَحْنَ النُّشُور — اُبرُکِی یَا نَاقَتِی تَمَّ السُّرُور

اے میری تمنا! میرے دوبارہ زندہ ہونے کا گانا گا — اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سرور مکمل ہو گیا ہے

اِبلَعِی یَا اَرْضُ دَمعِی قَدْ کَفٰی — اِشرَبِی یَا نَفسُ وُدًّا قَدْ صَفَا

اے زمین میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں — اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

عُدتَّ یَا عِیدِی اِلَینَا مَرْحَبَا — نِعمَ مَا رَوَّحتِ یَا رِیحَ الصَّبَا

اے میری عید! ہماری طرف لوٹ آئی ہے، مرحبا — اے بادِ صبا بہت عمدہ خوشبو ہے جو تو نے مہکائی ہے

گفت اے یاراں رواں گشتم وَداع — سُوئے آں صدر یکہ میرست مُطاع

اس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع — اس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دَمبدم در سُوز بریاں می شوَم — ہرچہ بادا باد آنجا می رَوم

میں دمبدم سوزش میں بھن رہا ہوں — جو کچھ ہونا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند ۳ — جانِ من عَزمِ بُخارا می کُند

اگرچہ وہ اپنا دل سنگ خارا کی طرح بنا رہا ہے — میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے

مَسکنِ یارست و شہر شاہِ من — پیشِ عاشق ایں بُوَد حُب الوطن

وہ میرے یار کا وطن اور میرے شاہ کا شہر ہے — عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہر ہا کدام بہتر ست

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کونسا شہر بہتر ہے

و انبوہ تَرو پُر نعمت تَرو دلکشا تَر و جواب دادنِ عاشق اورا

اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پر اور زیادہ دلکشا اور اس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ — تو بغُربَت دیدۂ بس شہر ہا

ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان! — تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

پس کدامیں شہر زانہا خوشترست — گفت آں شہرے کہ دروے دلبرست

ان میں سے کونسا شہر بہتر ہے — اس نے کہا وہ شہر جس میں معشوق ہے

۱ کشتہ۔ معشوق کے قدموں میں مر جانا دوسری جگہ کی شہنشاہ سے بہتر ہے۔ غنّی۔ تو گا۔ منیتی۔ میری تمنا۔ النشور۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ تم السرور۔ سرور مکمل ہو گیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہو گیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تا کہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف کوچ کروں۔

۲ ابلعی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو ان کو نگل لے۔ ودّ۔ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وداع۔ رخصت مُطاع۔ جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بخارا۔

۳ میکند۔ یعنی صدر جہاں نے اگرچہ دل اپنا دل سنگ خارا کی طرف بنا لیا ہے۔ حُبّ الوطن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اس کا محبوب ہو اس شہر سے محبت کرے۔ غربت۔ مسافرت۔

هَر کجا باشدَ شہِ مارا بِساط [1] هَست صحرا گر بود سَم الخیاط
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو وہ جنگل ہے خواہ سوئیں کا ناکہ ہو

هَر کجا کہ یوسفے باشد چو ماہ جُبّ ست آں ارچہ باشد قَعرِ چاہ
جہاں چاند جیسا یوسف ہو وہ جُبّہ خواہ کنویں کی گہرائی ہو

باتو [2] دوزخ جنّت ست اے جاں فزا باتو زنداں گلشن ست اے دلربا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے

شُد جہنم باتو رضوان و نعیم بے توشدُ ریحان گل ناز جحیم
تیرے ساتھ جہنم رضوان اور نعمت بن گئی تیرے بغیر ریحان اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

ہر کجا تو باشی من خوشدلم وَر بُوَد وَر قعرِ گورے منزلم
جہاں تو میرے ساتھ ہیں خوش دل ہو خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بُوَد کہ تُرا باشد سَرو سَودا بُوَد
دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے جہاں تجھے میرا خیال ہو

بس درازست ایں سخن از انتظار عاشقِ صَدرِ جہاں شُد بیقرار
ی بات بہت لمبی ہے انتظار کی وجہ سے صدر جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

منع کردنِ دوستاں اُورا از مراجعت بہ بخارا و تہدید کردن والا اُبالی
دوستوں کا اس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا اور اس کا کہنا

گفتنِ اُو
کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت اُو را ناصحے کاے بیخبر عاقبت اندیش اگر داری ہُنر
اس سے ایک نصیحت کرنے والے نے کہا اے بے خبر! اگر تو لیاقت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

در نگر پس را بعَقل و پیش را ہمچو پَروانہ مَسوزاں خویش را
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

چوں [3] بُخارا می رَوی دیوانہ وَش لائقِ زنجیر و زنداں خانہ
بخارا کو کیوں جاتا ہے تو دیوانہ ہے قید خانہ اور بیڑی کے لائق ہے

اُو ترا تو آہن ہمی خاید زخشم اُو ہمی جوید ترا بیست چشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

[1] بساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لئے وسیع صحرا ہے۔ سم الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنویں میں بھی ہو تو عاشق کے لئے وہی جنت ہے۔

[2] باتو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف دہ مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شُد۔ جہنم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے۔ اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کہ تُرا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔ اُورا۔ یعنی وکیل کو۔ ہُنر۔ لیاقت۔ در نگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔

[3] چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر اس کو شرط مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جا رہا ہے تو تو دیوانہ ہے۔ بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہیا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ۔

میکُند اُو تیز از بہر تو کارد[1] اُو سگِ قحطست و تو اَنبانِ آرد
وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رہیدی و خدایت راہ داد سُوئے زنداں میروی چونت فتاد
جبکہ تو بچ گیا اور خدا نے تجھے موقع دیا تو قیدخانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گردہ گوں مُوکل آمدے عقل بایستے کز ایشاں کم زدے
اگر تیرے پاس اس قسم کے سپاہی پہنچتے عقل کا تقاضہ ہے کہ تو ان سے نہ ملتا

چوں مُوکل نیست بر تو ہیچ کس از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
جب کہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے تیرا اگلا پچھلا کیوں بندھ گیا؟

عشقِ پنہاں کردہ بود اُورا اسیر آں مُوکل رانمی دید آں نذیر
مخفی عشق نے اس کو قید کر لیا تھا وہ ڈرانے والا اس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر مُوکل را مُوکل خفیہ ست ورنہ اُو در بندِ سگ طبعی ز چیست
ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشم شاہ[2] عاشق بر جانش نشست بر عوانی وسیہ رویش بست
شاہ عشق کا غصہ اس کی جان پر نازل ہوا ہے اس کو سیاہ گری اور رو سیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

می زند اُو را کہ ہیں اُورا بزن زاں عوانانِ نہاں افغانِ من
وہ اس کو مارتا ہے کہ ہاں اس کو مار ان مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رَوَد گرچہ تنہا باعَوانے میرَود
جس کو تو دیکھے کسی تباہی میں جا رہا ہے اگرچہ وہ اکیلا ہے کسی سپاہی کے ساتھ جا رہا ہے

گر ازو واقف بُدے افغاں زوے پیشِ آں سُلطانِ سُلطاناں شدے
اگر وہ اس سے واقف ہوتا فریاد کرتا شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سَر بہ پیش شاہ خاک تا لماں دیدے ز دیو سہمناک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا یہاں تک کہ خوفناک شیطان امن پا جاتا

میر[3] دیدی خویش را اے کم زمُور زاں ندیدی آں مُوکل را تو کُور
اے چیونٹی سے کم تو نے اپنے آپ کو سردار سمجھا ہے اسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

غرّہ گشتی زیں دَرد غیں پرّ و بال پرّ و بالے کُو کشد سُوئے وَبال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے وہ پر و بال جو تجھے مصیبت کی طرف کھینچ رہے ہیں

[1] کارد۔ چھری۔ انباں۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ وہ گوں۔ اس طرح۔ مُوکل۔ یعنی سپاہی۔ کم زدے۔ عقل کا تقاضہ تھا کہ تو ان سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں مُوکل۔ یعنی تو بغیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق مولانا فرماتے ہیں کہ اس وکیل کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈرانے والا نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہر مُوکل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اس وکیل پر ایک غیبی مُوکل مسلط تھا اسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مسلط ہوتا ہے جو اس کو کتے کی طرح کتکھنا بنا دیتا ہے۔

[2] شاہ عشق۔ یعنی اللہ تعالیٰ عوانی۔ سپاہی پن۔ زاں۔ مولانا ان غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا۔

[3] میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اسی لئے اس غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔ غرہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رتبے سے دھوکے میں پڑتا ہے اور وہی دولت اور رتبہ اس کو تباہ کرتا ہے۔

پَر سبک ۱ دارد رہِ بالا کُند
ہلکے پر رکھتا ہے اوپر جاتا ہے

چوں گِل آلودش گر انبہا کُند
جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جہد کُن پَر را گِل آلودہ مکُن
کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان

لیکن گوشت گر شد و پندم کُہن
لیکن تیرے کان بہرے ہوگئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہوگئی ہے

پَند داد اُلقصہ عاشق را بسے
القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی

عاذِل بید رد ہمچوں قفنسے
قفنس جیسے بیدرد ملامت کرنے

لا اُبالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذِل را از سَرِ عشق
عاشق کا عشق کی وجہ سے لاپروائی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کُن چند چند
اس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر

پَند کم دہ زانکہ بس سخت ست بُند
نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تَر شُد بندِ من از پندِ تو
تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہوگئی ہے

عشق را نشناخت دانشمند تو
اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

آں طرف کہ عشق می افزود دَرد
جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے

بو حنیفہؒ ۲ و شافعیؒ دَر سے نکرد
ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکُن تہدید از کُشتن کہ من
تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں

تشنہ زارم بخونِ خویشتن
اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست
عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے

مُردنِ عُشّاق خود یک نوع نیست
عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

او ۳ دو صد جاں دارد از جانِ ہُدی
وہ نور ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے

واں دو صد را می کند ہر دم فِدا
اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جاں راستاند دَہ بہا
ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے

از نُبے بر خواں تو عشر امثالہا
اس کے دس گناہ قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رُو
وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے

پائے کوباں جاں بر افشانم برُو
میں ناچتا ہوا اس پر جان نثار کر دوں

۱ پر سبک۔ اگر انسان دولت اور غرور سے نجات پا جائے تو وہ عالم بالا کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔ گوشت۔ گوش تو۔ عاذل۔ ملامتگر۔ قفنس۔ یہ فقنوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے ایک پرندہ کا نام ہے اسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اس پرندہ کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سرور پیدا ہوتا ہے حکما نے موسیقی کا فن اسی پرندے سے لیا ہے اس کی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اس میں نر مادہ نہیں ہوتا ہے جب یہ پرندہ اپنی عمر طبعی کو پہنچ جاتا ہے تو لکڑیاں جمع کر کے اپنے چاروں طرف جما لیتا ہے اور دیپک راگ شروع کر دیتا ہے جس سے ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرندہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرت اس راکھ سے انڈا بنا دیتی ہے اور اس میں سے پھر یہ پرندہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۲ بو حنیفہ۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کامل عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن درد عشق کا انہوں نے کبھی درس نہیں دیا تو معلوم ہوا یہ کیفیت گنتی نہیں ہے۔ تو مکن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جا سکتا وہ خود اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی صرف وہی موت نہیں ہے جو زندگی ختم ہونے پر آتی ہے بلکہ ان کی موت کی بہت سی قسمیں ہیں سرخ موت ہے جو نفس کشی سے حاصل ہوتی ہے سبز موت ہے جو پیوند لگی گدڑی سے حاصل ہوتی ہے ایک سیاہ موت ہے جو مخلوق کی اذیت سے حاصل ہوتی ہے اس لئے فرمایا گیا ہے مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا۔ یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

۳ او۔ عاشق سینکڑوں جانیں رکھتا ہے اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اس کو ہر جان قربان کرنے پر دس جانیں حاصل ہوتی ہیں۔ حشر۔ قرآن میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جس نے ایک نیکی کی اس کو اس جیسی دس حاصل ہوتی ہیں۔ گر بریزد۔ اگر محبوب عاشق قتل کر دے تو یہ اس کے لئے انتہائی خوشی کا موقع ہے۔

آزمودم[1] مرگِ من در زندگی ست
میں نے آزما لیا میری موت زندگی میں ہے

چوں رہم زیں زندگی پابندگی ست
جب میں اس زندگی سے نجات پا جاؤں گا تو ہمیشگی ہے

اُقْتُلُوْنِیْ اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَات
اے معتمدو! مجھے قتل کر دو' مجھے قتل کر دو

اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتاً فِیْ حَیَات
بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیْرَ الْخَدِّ یَا رُوْحَ الْبَقَاء
اے روشن رو! اے بقا کی جان!

اِجْتَذِبْ رُوْحِیْ وَ جُدْلِیْ بِاللِّقَا
میری روح کو جذب کر لے اور مجھے ملاقات بخش دے

لِیْ حَبِیْبٌ حُبُّهٗ یَشْوِی الْحَشَا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے ڈالتی ہے

لَوْ یَشَا یَمْشِیْ عَلٰی عَیْنِیْ مَشَا
اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے' چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشترست
فارسی میں کہہ اگرچہ عربی بہتر ہے

عشق را خود صد زبانِ دیگرست
خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

بُوئے[2] آں دلبر چو پرّاں می شود
جب اس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

بس کنم دلبر دَر آمد در خطاب
میں ختم کرتا ہوں' دلبر نے بات شروع کر دی

گوش شو وَاللّٰهُ اَعْلَمْ بِالصَّوَاب
کان بن جا' اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کردا کنوں، بترس
چونکہ اب ڈر سے عاشق نے توبہ کر لی

گو چو عیّاراں کُند بردار دَرس
وہ مکاروں کی طرح سولی پر عشق کا سبق پڑھائے گا

گرچہ[3] ایں عاشق بُخارا میرود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے

نے بدرس ونے بأستا میرود
لیکن سبق اور استاد کے لئے نہیں جا رہا ہے

عاشقاں راشد مُدَرِّس حُسنِ دوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے

دفتر و درس و سبق شاں روئے اُوست
ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہے

خامُش اندو نعرۂ تکرارِ شاں
وہ چپ ہیں اور ان کی تکرار کی آواز

میرود تا عرش و تختِ یارِ شاں
عرش اور ان کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

درسِ شاں آشوب و چَرخ و زلزلہ
ان کا سبق شور اور رقص اور جوش ہے

نے زیادات ست و باب و سلسلہ
نہ کہ زیادات اور باب اور سلسلہ

---

[1] آزمودم۔ عاشق کی یہ زندگی دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے یعنی معتمد علیہ۔ خدّ۔ رخسارہ۔ حشا۔ باطن۔ پارسی۔ چونکہ اہل وطن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہار خیال کر اگرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان بڑھی ہوئی ہے۔ عشق۔ داستان عشق کے اظہار کے لئے سینکڑوں زبانیں ہیں لیکن ان کو سمجھنے والے کم ہیں۔

[2] بُوئے۔ معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ بس کنم۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ۔ عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کر لے تو اس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کر لیتا ہے اور سولی پر داستان عشق بیان کرنی شروع کر دیتا ہے۔ عیاراں۔ دھوکے باز۔

[3] گرچہ۔ اس عاشق کی بخارا کی طرف روانگی۔ درس۔ سبق اور استاد کے لئے نہیں ہے یہ تو جان قربان کرنے جا رہا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق کا استاد تو حسن دوست ہے اور اس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔ تکرار۔ سبق کا دہرانا۔ آشوب۔ شور و غوغا۔ چرخ۔ رقص۔ زیادات۔ امام محمد کی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ باب۔ کتاب کا نام ہے۔ فقہ کے ابواب۔ سلسلہ۔ کتاب کا نام ہے۔ لا انتہا چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہو کر موجود ہونا سلسلہ حدیث۔

سلسلہ ایں قوم بعد[1] مُشکبار
اس قوم کا سلسلہ مشک برسانے والے گھنگریالے بال ہیں

مسئلہ دُورست لیکن دَورِ یار
مسئلہ دور کا ہے لیکن محبوب کے دور کا

مسئلہ کیس ار پرسد کس ترا
اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے

گو نگنجد گنجِ حق در کیسہا
کہدے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں جاتا ہے

گر دَہم خُلع و مُبارا میرود
اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے

بَد مبیں ذکرِ بُخارا می رَود
برا نہ سمجھ وہ بھی بخارا کی بات چل رہی ہے

ذکرِ[2] ہر چیزے دہد خاصیتے
ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے

زانکہ دارد ہر صِفت ماہیتے
کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

دَر بُخارا دَر ہُنرہا با لغی
تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو چکھنے والا ہے

پُوں بخواری رُوبہی زو فارغی
جب خواری کے ساتھ رخ کرے گا تو ان کا فارغ التحصیل بنے گا

آں بُخاری غصّہ دانش نداشت
اس بخارا کو جانے والے کو علم کا اچھو نہ لگا تھا

چشم بر خورشید بینش می گماشت
اس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمالی تھی

ہر کہ دَر خلوت بہ بینش یافت راہ
جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پا لیا

اُو زد انشہا بخوید دستگاہ
وہ علوم میں مہارت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے

با جمالِ[3] جاں چو شُد ہم کاسہ
جو روح کے حسن کا ہم پیالہ بن گیا

باشدش ز اخبار و دانش تاسہ
اس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بُود غالب فزا
آنکھوں سے دیکھ لینا عقل پر غالب ہوتا ہے

زاں ہمی دُنیا بگیرد علمہ را
اسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دنیا را ہمی بیند عَین
کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں

واں جہانے را ہمی دانند دَین
اور اس عالم کو اوھام سمجھتے ہیں

[1] بُعد۔ گھنگریالے بال۔ دور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا' ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اس چیز پر موقوف ہو۔ کیس۔ تھیلی یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تھیلی کو لعنت میں رکھتے وقت تھیلی کی رقم گن کر نہ دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کر کے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو لعنت رکھنے والا ذمہ دار ہوگا یا نہیں۔ گو۔ یعنی مسائل فقہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دیدے کہ اللہ کے خزانے تھیلی میں نہیں سما سکتے ہیں اور اس کو ٹال دے۔ خلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا مطالبہ کرنا۔ مُبارا۔ مُبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کی وجہ سے جدائی۔ بدمبین۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہو رہی ہے تو بھی اس کو روحانی احوال پر محمول کر لے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنی پہنا لے

[2] ذکر ہر چیزے۔ یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اس سے عاشق بہت سے معنی اخذ کر لیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے' چنانچہ بہت سے اولیاء کے قصے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنی نہیں ہیں ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے مشہور ہے بآوازِ دولاب مستی کند یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ در بخارا۔ بخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن تکمیل جب ہو گے کہ خواری جو لازم عشق میں سے ہے اختیار کر لو۔ غصہ۔ گلے کا اچھو غم' یعنی اس وکیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ وہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہر کہ در خلوت جس کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے وہ محض ذکر اسما و صفات کا متمنی نہیں رہتا ہے۔

[3] با جمال۔ جس کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اس کے لئے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہو جاتے ہیں۔ دید۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ واں جہانے۔ یعنی عالم آخرت۔ دین۔ اوھام۔

باز رو سُوئے حدیثِ آں جواں — کز غمِ صدرِ جہاں شُد ناتواں
اس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ — کیونکہ وہ صدر جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

رُوئے نہادنِ آں عاشق بسُوئے بُخارا

اس عاشق کا بخارا کی جانب رخ کرنا

رُو نہاد آں عاشقِ خونبا بہ ریز — دل طپاں سُوئے بُخارا گرم و تیز
اس خون بہانے والے عاشق نے رخ کیا — جلتے ہوئے دل کے ساتھ بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ ہاموں[1] پیشِ اُو ہمچوں حریر — آبِ جیحوں پیشِ اُو چوں آبگیر
جنگل کا ریت اس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا — جیحوں کا پانی اس کے سامنے تالاب کی طرح تھا

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں — می فتاد از خندہ او چوں گل ستاں
وہ جنگل اس کے سامنے چمن کی طرح تھا — وہ مسرت سے پھول چننے والے کی طرح گرتا تھا

در سَمر قندست قند آمّا لَبش — از بُخارا یافت واں شُد مذہبش
قند اگرچہ اسمرقند میں ہے لیکن اس کے ہونٹوں نے — بخارا سے حاصل کی وہی اس کا مذہب ہو گیا

اے بُخارا عقل افزا بُودۂ — لیک از من عقل و دیں بر بُودۂ
اے بخارا تو عقل بڑھانے والا تھا — لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدر می جُویم از انم چوں ہلال — صدر می جُویم دریں صَف نِعال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا تھا اس غم سے میں ہلال جیسا ہو گیا ہوں — ان جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

چوں سُوادِ[2] آبِ بُخارا را بدید — در سَوادِ غم بیاضے شُد پدید
جب اس نے اس بخارا کے اطراف کو دیکھا — غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے اُفتاد بہوش و دراز — عقلِ اُو پَرّید در بُستانِ راز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا — اس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سَرو رُویش گلابے میزدند — از گلابِ عشق اُو غافل بُدند
لوگوں نے اس کے منہ اور سر پر عرق گلاب چھڑکا — وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

اُو گلستانے نہانی دیدہ بُود — غارتِ عشقش ز خود ببریدہ بُود
اس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا — عشق کی غارت گری نے اس کو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

تو فسردہ[3] در خورِ ایندم نۂ — باشکر مقرُوں نۂ گرچہ بنئ
تو ٹھٹھرا ہوا اس بات کے لائق نہیں ہے — تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنا ہے

[1] ہاموں۔ صحرا۔ جنگل۔ حریر۔ ریشمیں کپڑا۔ جیحوں۔ دریا کا نام ہے۔ آبگیر۔ تالاب۔ گلستاں۔ پھول چننے والا۔ مذہبش۔ یعنی اس کو بخارا کے قند کی عادت ہو گئی تھی۔ اے بخارا۔ وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ ہلال۔ پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ صَفِ نعال۔ یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدر جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نسبت مشکل ہے۔

[2] سَواد۔ شہر کے اطراف گلابے۔ بیہوش کو ہوش میں لانے کے لئے عرق گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ غافل۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بیہوشی ہے یہ بیہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرق گلاب سے غارت۔ یعنی اس کو عشق کے حملہ نے بیہوش بنایا تھا۔

[3] تو فسردہ۔ مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بیہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں انس کا مادہ نہیں ہے۔

رَخت اِ عقلت با تو ہست و عاقلی — کز جُنُودًا لَّم تَرَوْهَا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحب عقل ہے — کیونکہ تو ان لشکروں سے جن کو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں — تا رود سُوئے بُخارا آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل — تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

دَر آمدنِ آں عاشق لا ابالی در بُخارا و تحذیر کردنِ دوستاں او را از پیدا شدن

اس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا ' اور دوستوں کا اس کو نمودار ہونے سے ڈرانا

اندر آمد در بُخارا شادماں — شہرِ معشوقِ خود و دارُ الاماں
وہ خوش خوش ' بخارا میں آ گیا — اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں

ہمچوں آں مَستے کہ پَرّد بر اثیر — مہ کنارش گیرد گوید کہ گیر
اس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے — چاند اس سے بغل گیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغل گیر ہو

ہر کہ دیدش در بُخارا گفت خیز — پیش از پیدا شدن منشیں گریز
جس نے بھی اس کو بخارا میں دیکھا کہا اٹھ جا — ظاہر ہونے سے پہلے مت بیٹھ ' بھاگ جا

کہ تُرامی جوید آں شہ خشمگیں — تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے — تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ ۲ اللہ درمیا در خونِ خویش — تکیہ کم کن بر دم افسونِ خویش
خدا کے لئے ' اپنے خون کے درپے نہ ہو — اپنے دم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنۂ صدرِ جہاں بُودی و راد — مُعتمد بُودی مُہندِس اُوستاد
تو صدر جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا — تو معتمد تھا ' استاد انجینئر تھا

ہم مُشیرش بُودی و ہم مُحترم — گشتی از بہرِ گناہے مُتّہم
تو اس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا — ایک قصور میں تو متہم ہو گیا

غدر کردی وز جزا بگریختی — رستہ بُودی باز چوں آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا — تو بچ گیا تھا پھر کیوں آ پھنسا؟

از بلا ۳ بگریختی با صد حِیَل — ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا — تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عُطارد دق کُند — عقل و عاقل را قضا احمق کُند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے — عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

۱ رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرار غیبی سے غافل ہے قرآن پاک میں ہے۔ وَفَزِلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور اس نے وہ لشکر اتارا جس کو تم نہیں دیکھتے تھے۔ یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اس سے لشکر عشق مراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا۔ دارالامان۔ امن کی جگہ۔ اثیر۔ آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغل گیر ہو جا پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آ گیا ہے وہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔

۲ اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لئے تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ لوگ تجھے بچا لیں گے نہ یہ سمجھ کہ خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال مہندس انجینئر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔

۳ از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔ عطارد۔ دبیر فلک۔

نحس[1] اے خرگوشی کہ باشد شیر جُو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے

زیرکی و عقل و چالاکیت کُو
تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی؟

ہست صد چندیں فسونہائے قضا
قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں

گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا
فرمایا' جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

صد رہ و مخلص بُوَد از چپ و راست
دائیں بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں

از قضا بستہ شود گر اژدہاست
قضا سے بندھ جاتا ہے' خواہ اژدہا ہو

جواب گفتنِ عاشقِ عاذلاں و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامت گروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم آبم کشد
اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے

گرچہ میدانم کہ ہم آبم کشد
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب
کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے

گردو صد بارش کُند مات و خراب
اگرچہ وہ اس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیا ملئد مرا دست و شکم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں

عشقِ آب از من نخواہد گشت کم
پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہو گا

گویم[2] انگہ کہ پرسند از بُطوں
جب اندروں کے بارے میں مجھ سے پوچھے گے تو میں کہوں گا

کاشکے بحرم رواں بُوے دروں
کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خِیکِ اشکم گو بدر از موجِ آب
میرے پیٹ کی مشک کو کہدو کہ پانی کی موج سے پھٹ جائے

گر بمیرم ہست مرگم مُستطاب
اگر میں مر گیا تو میری پاکیزہ موت ہو گی

من بہر جائے کہ بینم آبِ جُو
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں

رشکم آید بُودمے من جائے اُو
مجھے رشک آتا ہے کاش میں اس کی جگہ ہوتا

دست[3] چوں دف و شکم ہمچوں دُہل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے

طبل عشقِ آب می کوبم چو گُل
میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

گر بریزد خونم آں روح لا میں
اگر وہ روح لامین میرا خون بہادے

جُرعہ جُرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں
میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام
میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں

تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام
جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

[1] نحس۔ جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اذا۔ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ اژدہے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اس کو باندھ دیا ہو۔ عاذلاں۔ عاذل کی جمع ہے ملامتگر۔ مستسقی۔ استسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کشد۔ پانی پینا اس کے لئے سخت مضر ہوتا ہے۔ کند۔ یعنی وہ پانی اس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کر دیتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

[2] گویم۔ اس مریض سے اگر باطن کے احوال دریافت کرو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بُطون۔ اندروں۔ خیک۔ مُشک۔ مُستطاب۔ پاکیزہ۔

[3] دست۔ استسقاء کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دُہل۔ ڈھول۔ گل۔ پھول کی تروتازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔ روح الامین۔ اس سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صمد جہاں مراد ہے۔ چوں۔ زمین۔ زمین اور پیٹ کا بچہ خون پیتا ہے عاشق بھی خون جگر پیتا ہے۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ
روز تا شب خوں خورم مانندِ ریگ

میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں
دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من پشیمانم [1] کہ مکر انگیختم
از مُراد و خشمِ اُو بگریختم

میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا
میں نے اس کے غصہ اور مقصد سے گزر کیا

گوبراں بر جانِ مستم خشمِ خویش
عیدِ قرباں اُوست عاشق گاویش

کہہ دے میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کردے
وہ عید قرباں ہے اور عاشق بھینس ہے

گاؤ اگر خُسپد و گر چیزے خورد
بہرِ عید و ذبحِ اُو می پرورد

گائے اگر سوتی ہے اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے
عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

گاؤ موسیٰ داں مرا جان دادۂ
جُزوِ جُزوم حشرِ ہر آزادۂ

مجھے حضرت موسیٰ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی
میرا جزو جزو ہر ہر آزاد کا حشر ہے

گاؤ موسیٰ بُود قرباں گشتۂ
کمتریں جُزوش حیاتِ گشتۂ

حضرت موسیٰ کی گائے قربانی شدہ تھی
اس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

برجہید آں کشتہ ز آسیبش زجا
در خطابِ اِضْرِبُوْہُ بَعْضَهَا

اس کی چوٹ سے مردہ جگہ سے اٹھ گیا
اس کو اس کے بعض سے مارو کے حکم کے مطابق

یَا کِرَامِیْ [2] اِذْبَحُوْا هٰذَا الْبَقَرْ
اِنْ اَرَدْتُّمْ حَشْرَ اَرْوَاحِ النَّظَرْ

اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کر دو
اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جُمادی مُردم و نامی شدُم
وز نما مُردم بحیواں سر زدم

پیش جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا
اور نباتیت سے مرا حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شُدم
پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شُدم

میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا
تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا؟

حملۂ [3] دیگر بمیرم از بشر
تا بر آرم از ملائک بال و پر

دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا
تاکہ فرشتوں میں ہو کر، بال و پر نکالوں

وز مَلک ہم بایدم جستن زجو
کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہیے
کیونکہ بجز اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

بارِ دیگر از مَلک قرباں شوم
آنچہ اندر وہم ناید آں شوم

دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا
وہ جو عقل نہیں آ سکتا وہ ہو جاؤں گا

[1] من پشیمانم۔ میں اپنے محبوب صدر جہاں سے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں۔ گو محبوب سے کہہ دو کہ میرے اوپر اپنا غصہ اتار لے۔ گاؤ میش۔ بھینس۔ گاؤ۔ گائے کا خواب خورسب عید قرباں میں قربان ہونے کے لئے ہوتا ہے۔ گاؤ موسیٰ۔ قرآن پاک کے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ نے ایک گائے ذبح کر کے اس کا کچھ حصہ مقتول پر ملا تھا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو وہ دوسروں کی زندگی ہے۔ جزو اسی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْا قرآن میں ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی ہم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض سے مارو۔

[2] یا کرامی۔ اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ تم جسم کو جو بمنزل گائے کے ہے مجاہدات کے ذریعہ فنا کر دو تو تمہاری نظری روحیں جو حواس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں۔ زندہ ہو جائے گی۔ وہ عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اس کا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا فضولیات ہے۔ انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ اس کی ساخت اس طرح ہوتی ہے کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہے تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑ کر نباتیت اختیار کر لیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کر لیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسم انسانی بن جاتے ہیں۔

[3] حملۂ دیگر۔ جب انسان مرتا ہے تو یہ مادی جسم جسم مثالی بن جاتا ہے اور وہ انسان ملائک کی صف میں آ جاتا ہے۔ وز ملک۔ پھر مجھے ملکیت کو بھی ختم کرنا ہے کیونکہ وہ بھی فانی ہے اور عدم انسانی اختیار کر کے بحر وحدت میں شامل ہو جاتا ہے۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[1]
پھر عدم بن جاؤں گا عدم ارغنون باجے کی طرح

گویدم کہ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن
مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اس کی طرح لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کاتفاقِ اُمّت ست
موت کو سمجھ لے کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے

کاب حیوانی نہاں در ظلمت ست
کہ آبِ حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بروزیں طرفِ جُو
نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اگ جا

ہمچو مستسقی حریص و آب جُو
استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص اور تلاش کرنیوالا

مرگِ اُو آبست و اُو جویائے آب
اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے

می خورد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسُردہ عاشقِ نمگیں نمد
اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھہرے ہوئے عاشق!

گوز بیمِ جاں ز جاناں می رَمد
کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سُوئے تیغِ عشقش اے ابلہِ زماں
اے زمانہ کے لئے باعث ذلت اس کے عشق کی تلوار کی جانب

صَد ہزاراں جاں نگر دَستک زناں
لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جُوئے[2] دیدی کوزہ اندر جوے ریز
آب را از جُوئے کے باشد گریز
تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہا دے
پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آبِ کوزہ چوں در آبِ جُو شود
محو گردد دروے وچوں اُو شود
پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے
اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہوجاتا ہے

وصفِ اُو فانی شود ذاتش بقا
زیں سپس نے کم شود نے بد لِقا
اس کا وصف فانی اور اس کی ذات باقی بن جاتی ہے
اس کے بعد نہ وہ گھٹتا ہے نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدنِ آں عاشق بمعشوق چوں دست از جاں بشُست
عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را برنخل[3] اُو آویختم
عُذر آں را کہ از و بگریختم
میں نے اپنے آپ کو اس کے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا
اس معذرت میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کُن برروئے وسَر
جانبِ آں صَدر شُد با چشمِ تَر
سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح
پرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر جہاں کیطرف روانہ ہوگیا

بَر رُخِ چوں زعفراں اشکِ رَواں
رفت آں بیدل سوئے صدرِ جہاں
زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا
وہ بیدل، صدر جہاں کی جانب چلا

[1] ارغنون۔ ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔ مرگ۔ موت بمنزل اس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آب حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر۔ گھاس دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگ او۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اس کی موت کا سبب بنتا ہے۔ اے فسردہ۔ عاشق تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اس کی تیغ عشق کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

[2] جُوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آجائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈال دے تو اس کا اپنا تشخص ختم ہوجائے گا اور وہ باقی بہ بقائے حق ہوجائے گا پھر اس میں نہ کمی آئے گی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔

[3] برنخل۔ چونکہ میں اس سے بھاگا تھا اب اس کے قد پر قربان ہو جاؤں گا ہمچو۔ وہ گیند کی طرح لڑھکتا ہوا روتا ہوا صدر جہاں کی جانب روانہ ہوا۔ زعفران۔ فراق میں اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

ہم کفن[1] ہم تیغ اندر دست اُو — چونکہ بُود اُو عاشق و سَر مست اُو
کفن بھی اور تلوار بھی اس کے ہاتھ میں — کیونکہ وہ اس کا عاشق اور متوالا تھا

جُملہ خلقاں مُنتظِر سَر در ہَوا — کِش بسوزد یا بر آویزد وُ را
تمام لوگ سروں کو اوپر کھئے ہوئے منتظر تھے — کہ وہ اس کو جلائے گا یا اس کو پھانسی دے گا

ایں زماں ایں احمقِ یک لخت رَا — آں نماید کہ زماں بد بخت
اب اس پورے احمق کے ساتھ — صدر جہاں وہ کرے گا جو زمانہ کسی بد بخت سے کرتا ہے

ہمچو پَروانہ شرَر را نور دید — احمقانہ درفتاد از جاں بُرید
اس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا — بے وقوفوں کی طرح گرا اور جان کھودی

لیک[2] شمعِ عشق چوں آں شمع نیست — روشن اندر روشن اندر روشنیست
لیکن عشق کی شمع اس شمع کی طرح نہیں ہے — روشن در روشن در روشن ہے

اُو بعکسِ شمعہائے آتشی ست — می نماید آتش و جُملہ خوشی ست
وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے — آگ نظر آتی ہے اور سراپا خوشی ہے

صفت کردنِ آں مسجد کہ مہمان کُش بُود و آں عاشقِ مرگ
اس مسجد کی بات جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اس لاپروا موت
جوئے لاابالی کہ دَراں مسجد مہمان شُد
کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کُن اَے نیک پَے — مسجدے بُد بر کنارِ شہرِ رَے[3]
اے نیک خصلت! ایک قصہ سن — رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

ہیچکس دروے نخفتے شب زبیم — کہ نہ فرزندش شدے آں شب یتیم
کوئی شخص رات کو اس میں نہ سوتا کہ ڈر کی وجہ سے — اس رات میں اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

ہر کہ دَروے بیخبر چوں کور رَفت — صُبحدم چوں اختراں دَر گور رَفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اس میں چلا گیا — صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

خویشتن را نیک ازیں آگاہ کُن — صبح آمد خواب را کوتاہ کُن
اپنے آپ کو اس سے اچھی طرح باخبر کر لے — صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

ہر کسے گفتے کہ پَریانند تُند — اندر و مہماں کُشاں با تیغ کُند
ہر شخص کہتا کہ بد مزاج پریاں ہیں — اس میں مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والی

[1] ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کر لی تھی۔ سرور ہوا۔ یعنی سر ابھارے ہوئے۔ کِش۔ یعنی صدر جہاں اس کو کس قسم کی سزا دے گا۔ ایں زماں۔ اب اس کو ایسی سزا ملے گی جو زمانہ کسی بد بخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانے کی طرح ہار کو نور سمجھا۔

[2] لیک۔ لیکن ان کا یہ سمجھنا غلط تھا وہ شمع عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوختگی پیدا ہوتی ہے اس شمع پر قربان ہونا مجسم خوشی ہے۔ مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔

[3] رَے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔ یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح ستاروں کی موت ہے۔ خویشتن۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ اس کہانی سے عبرت حاصل کرے صبح قیامت نزدیک ہے خواب غفلت سے بیدار ہو جا۔ شُد۔ یعنی بد مزاج۔ پریاں تکلیف دے کر مار ڈالتی ہیں۔

آں دگر گفتے کہ سحرست او طلسم
کوئی کہتا ہے کہ جادو[1] اور طلسم ہے

کہ رصد باشد عدُوِّ جان و جسم
جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

آں دگر گفتے کہ بَر نہ نقشِ فاش
دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان لگا دے

بَردرش کاے مہماں اینجا مباش
اس کے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخُسپ اینجا اگر جاں بایدت
اگر تو جان بچانی چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سونا

وَرنہ مرگ اینجا کمیں بگشایدت
ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے گفتے کہ شب قفلے نہید
ایک کہتا کہ رات کو تالا نہ دو

غافلے کاید شمارہ کم دہید
کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دَراں مسجد

ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں در آمد وقتِ شب
حتی کہ ایک مہمان رات کو آ گیا

کو شنیدہ بُود آں صیتِ عجب
جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

از برائے آزموں می آز مُود
امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا

زانکہ بس مَردانہ و جانباز بُود
کیونکہ وہ بہت بہادر اور جاں باز تھا

گفت کم گیرم سَر و اشکنبۂ
اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں

رفتہ گیر از گنجِ جاں یک حَبّۂ
فرض کر لے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہو گیا

صورتِ[2] تَن گو برو من کیستم
جسم کی صورت کو کہہ دے چلی جائے اور میں کون ہوں

نقش کم ناید چو من باقیستم
صورت کی کمی نہ ہو گی جب میں باقی ہوں

چوں نفختُ بُودم از لُطفِ خدا
جب میں اللہ تعالیٰ کے مہربانی سے نفخت تھا

نفخِ حق باشم زنائے تن جُدا
میں اللہ تعالیٰ کی پھونک ہوں گا بدن کی بانسری سے علیحدہ

تا نیفتد بانگِ نفخش ایں طرف
جب تک کہ اس کے صور کی آواز اس طرف نہ آئے

تار ہد آں گوہر از تنگیں صَدف
حتی کہ وہ جو ہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

چوں[3] تَمَنَّوُا الْمَوْتَ گفتہ صادقیں
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو!

صادقم جاں رابر افشانم بریں
میں سچا ہوں اس فرمان پر جان نثار کروں گا

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید کردن

مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

[1] سحر۔ کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہے۔ گفتے۔ یعنی مسجد کے متولی کہ کہتا ہے کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگا دے۔ واں یکے۔ کسی کی یہ رائے ہوئی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ صیت۔ شہرت۔ گفت۔ اس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہو جائے انسان کا جسم مجموعہ میں بمنزلہ حبہ کے ہے۔

[2] صورت۔ اگر جسم ہلاک بھی ہو جائے گا تو کیا مضائقہ ہے اصل تو روح ہے جو باقی رہے گی۔ نفخت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي یعنی آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی تو اگر جسم فنا بھی ہو گیا تو اللہ کی پھونک باقی رہے گی۔ تا نیفتد۔ یعنی میں جسم سے جدا ہو کر صرف نفخ حق رہوں گا جب تک کہ اس کے صور کا نفخہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخ صور ہو گا تب پھر وہ نفخ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہو جائے گا۔ تا رہد۔ میں نفخ حق کو تن سے اس لئے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہر نفخ حق کے لئے یہ صدف جسم تنگ ہے۔

[3] چوں۔ قرآن پاک میں یہود کو خطاب کر کے فرمایا گیا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ "تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو" یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے اس لئے انہوں نے تمنا نہ کی میں اللہ کی محبت اور ولایت میں سچا ہوں لہٰذا موت کا متمنی ہوں۔ تہدید۔ دھمکی دینا۔

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ
لوگوں نے اس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا

تانکو بدجا نستانت ہمچو کسب[1]
تاکہ جان نکالنے والا تجھے کلی کی طرح نہ کوٹے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال
اس لئے کہ تو مسافر ہے اور طو حالت نہیں جانتا ہے

کاندریں جاہر کہ خُفت آمد زوال
کہ اس جگہ جو سویا ہے اس پر زوال آیا ہے

اِتفاقے نیست ایں مابا رہا
اتفاقاً نہیں ہے' یہ ہم نے بہت سی مرتبہ

دیدہ ایم و جُملہ اصحابِ نہیٰ
دیکھا ہے' اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے

نیم شب مرگِ ہلاہل[2] آمدش
اس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پا نصد ایں را دیدہ ام
ایک سے پانچ سو تک ہم نے یہ دیکھا ہے

نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام
نہ کہ تقلید ہم نے کسی سے سنا ہے

گفت اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ آں رسُول
رسول ﷺ نے دین خیر خواہی ہے فرمایا ہے

آں نصیحت در لُغت ضدِّ غُلول
خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی
یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے

در غُلولی خائن و سگ پوستی
خود غرضی میں خیانت اور کتا پن ہے

بے خیانت ایں نصیحت از وَ داد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے

می نمایمت مگرد از عقل و داد
ہم تجھے کر رہے ہیں عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جواب گفتنِ عاشق ناصحاں و ملامت گویاں را

عاشق کا نصیحت کرنے والوں اور ملامت گروں کو جواب دینا

گفت اُوائے ناصحاں من بے ندم[3]
اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے

از جہانِ زندگی سیر آمدم
زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

مَنبلے ام زخم جُو و زخم خواہ
میں بے حس زخم کو تلاش کرنے والا اور زخم کا خواہشمند ہوں

عافیت کم جُوئے از مَنبل براہ
میں بے حس آدمی سے راہ زندگی میں عافیت کی تمنا نہ کر

مَنبلے نے کو بُود خود برگ جُو
میں وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے

مَنبلے ام لا ابالیِ مَرگ جو
میں وہ بے حس ہوں جو لاپرواموت کا تلاش کرنے والا ہے

مَنبلم بے زخم نا سَاید تنم
میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں پاتا ہے

عاشقم بر زخمہا بَرمی تنم
میں عاشق ہوں زخموں کے چکر کاٹتا ہوں

مَنبلے نے کو بکف پول آورد
میں وہ بے حس نہیں ہوں جو مٹھی میں روپیہ جمع کرلے

مَنبلے چُست کزیں پُل بگذرد
وہ بے حس چالاک ہوں جو اس پل سے گذر جائے

[1] کسب۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ کھلی۔ نہی۔ نہیہ کی جمع ہے۔ عقل

[2] ہلاہل۔ چین میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقاً قاتل زہر اور قاتل کے معنی میں آنے لگا ہے۔ ایں را۔ یعنی اس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ النصیحہ۔ خلوص۔ غلول۔ خیانت۔ وداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف

[3] ندم۔ ندامت۔ منبل۔ ست۔ بے حس برگ۔ ساز و سامان ۔ پول۔ نقدی۔ ازیں پُل۔ یعنی دنیا طلبی۔

آں نہ کو بر ہر دکانے بَر زند
نہ وہ کہ جو ہر دکان پر مارا مارا پھرے

بَل جہد از کون وکانے[1] برزند
بلکہ دنیا کو کو جائے اور کان پر پہنچ جائے

مَرگ شیریں گشت و نقلم زیں سَرا
اس لئے سے منتقل ہونا موت میرے لئے شیریں ہوگئی ہے

چوں قفص ہشتن پریدن مُرغ را
جیسا کہ پرندے کے لئے پنجرا چھوڑنا اور اڑ جانا

آں قفص کوہست عینِ باغ در
وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے

مُرغ می بیند گلستان و شجر
پرند باغ اور درخت دیکھ رہا ہے

ذوقِ مُرغاں از بروں گردِ قفص
پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف

خوش ہمی خوانند ز آزادی قِصَص[2]
آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مُرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار
پنجرے کے اندر پرند کے لئے سبزہ زار کی وجہ سے

نے خورش ماندست و نے صبر و قرار
نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار رہا

سَر ز ہر سُوراخ بیروں میکُند
وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

تا بُود کایں بند از پا برکند
کہ شاید اس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بُود
جب اس کا دل اور جان اس طرح باہر کی مشتاق ہو

آں قفص را در کشائی چوں بُود
اس پنجرے کا دروازہ کھلنا کیسا ہوگا؟

نے چناں[3] مُرغِ قفص دراندہاں
وہ پنجرے کے اس پرندکی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو

گرد بر گردش بحلقہ گر بگاں
اور اس کے اردگرد بلیاں حلقہ کئے ہوں

کے بُود اُورا دریں خوف و حزن
اس کو اس ڈر اور رنج میں کب ہوگی

آرزوئے از قفس بیروں شُدن
پنجرے سے باہر نکلنے کی آواز

اُو ہمی خواہد کزیں ناخوش قفص
وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زنبیل کی بجائے

صَد قفص باشد بگِرد ایں قفص
اس پنجرے کے چاروں طرف سو پنجرے ہوں

بیانِ آنکہ عشقِ جالینوس بریں حیاتِ دنیا بُود کہ فنِ اُو
اس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اس دنیاوی زندگی پر اس وجہ سے

ہم اینجا بکار می آید و ہُنرے نور زیدہ است کہ در آن بازار
تھا کہ اس کا فن اس جگہ کام آتا تھا اور اس نے وہ ہنر نہ اختیار کیا تھا

بکار آید آنجا خود العوام یکساں می بیند وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ
جو اس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عوام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اس دن خدا کے لئے ہے

[1] کانے۔ یعنی معرفت خداوندی کی کان۔ نقلم۔ یعنی اس دنیا سے منتقل ہونا۔ چو قفص۔ یعنی جس طرح سے پرند کو پنجرہ چھوڑ کے اڑ جانا شیریں ہوتا ہے۔ باغ در۔ یعنی در باغ

[2] قِصص۔ قصے کی جمع ہے۔ نے خورش۔ پرند کو پنجرے میں زدانہ اچھا لگتا ہے اور نہ اس کو صبر و قرار ہوتا ہے۔ چوں۔ جب پرندیہ کا حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اس کو کس قدر خوشی ہوگی۔

[3] نے چناں۔ البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلیاں دیکھے تو وہ بیشک پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔ حفص۔ فا سکون کے ساتھ زنبیل، جھولا ضرورت۔ شعری کی وجہ سے فاء پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے چونکہ وہ محض علوم عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اس کو کوئی علم نہ تھا لہٰذا وہ دنیا میں جینے کا متمنی تھا۔

آنچناں کہ گفت جالینوسِ راد[1] — از ہوائے ایں جہاں و از مُراد
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا — اس دنیا کی محبت اور مراد میں

راضیم گر من بماند نیم جاں — کہ زگونِ استرے بینم جہاں
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان بھی رہے — تاکہ خچر کی دم سے دنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود قطار — مُرغِش آنکس گشتہ بُود دست از مطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلیاں دیکھتا ہے — اس کا پرند روح پرواز سے مایوس ہو گیا ہے

یا عدم دیدست غیرِ ایں جہاں — در عدم نا دیدہ اُو حشرِ نہاں
یا اس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے — اس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنینِ[2] کش میکشد بیروں کرم — می گریزد اُو سپس سُوئے شکم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اس کو کرم خداوندی باہر کو کھینچتا ہے — وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لُطف رُویش سوئے مصدر میکُند — اُو مقرر پُشتِ مادر می کُند
مہربانی اس کا رخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے — وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام — اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام
کہ میں اگر اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا — ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا دَرے بُودے دریں شہرِ وَخم — کہ نظارہ کردمے اندر رحم
یا اس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی — کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے را ہم بُدے — کہ زبیرونِ رحم دیدہ شدُے
یا سوئیں کے نکوے کی برابر میرے لئے راستہ ہوتا — کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

آنچنیں ہم غافل ست از عالَمے — ہمچوں جالینوس اُونا محرمے[3]
وہ بھی دنیا سے اسی طرح غافل ہے — وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

اُو نداند گور طوباتے کہ ہست — آں مَدد از عالمِ بیرونی است
وہ نہیں سمجھتا کہ وہ رطوبتیں جو ہیں — وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر در جہاں — صد مَدد دارد ز شہرِ لامکاں
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر — لامکان کے شہر سے سینکڑوں مدیں پاتے ہیں

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است — آں زباغ و عرصہ در تافتہ است
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے — وہ باغ اور میدان سے روشنا ہوا ہے

[1] راد۔ عقلمند۔ ہوا۔ خواہش۔ محبت۔ کون استرے۔ یعنی ذلیل مقام۔ آکس۔ مایوس مطار۔ اڑنے کی جگہ اڑان

[2] جنیں۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ سپس۔ واپس۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔ مقر۔ قیام گاہ۔ گام۔ قدم۔ وخم۔ ناموافق۔ مقام۔ چشم سوزن۔ سوئیں کا ناکہ۔

[3] نا محرم۔ ناواقف راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی ان غذاؤں سے حاصل ہوئی ہیں جو باہر سے اسے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالم اسما عالم ملکوت

جانہائے [1] انبیاء بینند باغ
انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں

زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ
اس پنجرے سے منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

پس ز جالینوس و عالم فارغند
اس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں

ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند
وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ورز جالینوس ایں گفت افتریست
اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے

پس جوابم بہرِ جالینوس نیست
تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے

ایں جواب آنکس آمد کایں بگفت
پھر یہ اس کے لئے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے

کہ نبودستش دلے با نُور جُفت
کیونکہ اس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مُرغِ [2] جانش مُوش شُد سُوراخ جُو
اس کی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا

چوں شنید از گُربگاں اُو عرِّ جُوا
جب اس نے بلیوں سے گھیرلو، سنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار
اسی لئے اس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا

اندریں سُوراخِ دنیا موش وار
چوہے کی طرح اس دنیا کے سوراخ میں

ہمدریں سُوراخ بُنائی گرفت
اسی سوراخ میں اس نے تعمیر سازی کی

در خورِ سُوراخ دانائی گرفت
سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مرا وُرا در مزید
وہ پیشے جو اس کے لئے اضافے میں

اندریں سُوراخ کار آید گزید
اس سوراخ میں کام آئیں، اس نے اختیار کئے

زانکہ دل برکند از بیروں شدن
کیونکہ اس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا

بستہ شُد راہِ رہیدن از بدن
اور بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا ہے

عَنکبُوت [3] ار طبعِ عنقاد اشتے
مکڑی اگر عنقا کا مزاج رکھتی

از لُعابے خیمہ کے افراشتے
لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص
بلی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈال دیا

نام چنگش صَرع و سَرسام و مَغص
اس کے پنجہ کا نام مرگی سرسام اور پیچش ہے

بصبہ و قولنج و مالیخولیا
ہیضہ اور قولنج، اور مالیخولیا

سکتہ و سُدّہ و جُذام و ما شرا
سکتہ اور سدہ اور کوڑھ اور منہ کا ورم ہے

[1] جانہائے۔ انبیاء اور اولیاء دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش اور عالم سے بے نیاز اور فارغ البال ہیں۔ اختر بے یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ہے جو اس عقیدے کا ہے اور اس کا دل نور سے منور نہیں ہے۔

[2] مُرغِ جانش۔ جس کے دل میں نور نہیں وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلیوں کی آواز سن لی ہو اور بھٹ کی جستجو کرے۔ زاں۔ اسی لئے وہ اس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہمدریں۔ وہ اس دنیا میں دنیا کے ہنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفاء کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اس کی دنیا بنانے میں۔ زانکہ۔ چونکہ اس کو عالم آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔

[3] عنکبوت۔ اس کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے ایک کمزور جالا بنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورت امراض اس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آجاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ بصبہ۔ ہیضہ۔ قولنج۔ آنتوں کا درد جو سدہ بیٹھ جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ سکتہ۔ دماغی مرض ہے جس میں مریض بالکل مردے کی طرح ہو جاتا ہے۔ سُدہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جُذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

گربہ امرگ ست و مرض چنگالِ او — میزند بر مرغ و پرّ و بالِ او
موت بلی ہے اور مرض اس کا پنجہ ہے — جو وہ پرند اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دود سوئے دوا — مرگ چوں قاضی و در بجوری گوا
وہ دوا کی جانب ادھر ادھر دوڑتا ہے — موت قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گواہ — کہ ہمی خواند ترا تا حکم گاہ
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے — کہ وہ تجھے عدالت میں بلاتا ہے

مُہلتے خواہی تو از وے در گریز — گر پذیرد شد و گرنہ گفت خیز
تو بچاؤ کے لئے اس سے مہلت مانگتا ہے — اگر اس نے مان لیا تو وہ مہلت ملی ورنہ وہ کہے گا اٹھ جا

جُستنِ مُہلت دَوا و چارہا — کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
مہلت طلب کرنا دوا اور تدبیریں ہیں — تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

عاقبت ۲ آید صَباحے خشم وَار — چند باشد مُہلت آخر شرم دار
بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے — آخر مہلت کتنی ہو گی، شرم کر

عُذر خود از شہ بخواہ اے پُر حسد — پیش از انکہ آنچناں روزے رسد
اے حاسد! بادشاہ سے عذر خواہی کر لے — اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

وانکہ در ظلمت براند بارگی — برگند زاں نُور دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے — اس نور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

میگریزد از گواہ و مَقصدش — کاں گوا سُوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے — کیونکہ وہ گواہ اس کو موت کی طرف بلاتا ہے

ناگہاں ۳ گیرند اُورا خوار و زار — کش کشاں تا پیشِ قاضی شرمسار
اس کو ذلیل اور عاجز بنا کر اچانک پکڑیں گے — شرمندگی کی حالت میں اس کو قاضی کے سامنے کھینچ لے جائیں گے

زیں گذر کن جانبِ آں شخص راں — کو بہ مسجد آمد آں شب میہماں
اس کو چھوڑ اس شخص کی جانب چل — جو اس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردنِ اہلِ مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد
مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکن جلدی برو — تا نگردد جامہ و جانت گرد
لوگوں نے اس سے کہا بہادری نہ دکھا چلا جا — تاکہ تیری جان اور کپڑے گردی نہ ہو جائیں

۱ گربہ۔ موت بلی ہے اور یہ امراض اس کے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بلاتی ہے۔ حکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ مہلتے۔ تو دوا کرنے کے لئے مہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مہلت دیدی تو دوا کے ذریعے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اس نے مہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سپرد کر دیتا ہے خیز۔ یعنی اٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اس کو درست کرنا چاہتا ہے۔

۲ عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئے گا اور پھر وہ مہلت نہ دے گا۔ عذر۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس دربار میں حاضری کے لئے قبل از وقت تیاری کرنی چاہیے۔ ظلمت۔ یعنی خواہشات نفسانی کی ظلمت۔ بارگی۔ گھوڑا۔ برکند۔ خواہشات کا انبوہ اک نور خداوندی سے جدا کر دیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے۔

۳ ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ قاضی۔ یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ جلدی۔ بہادری۔ گرد۔ یعنی موت کے ہاتھوں گردی۔

آں [1] از دُور آساں نمایَد بہ نگر
وہ دور سے آسان نظر آتا ہے' اچھی طرح دیکھ لے

کہ بآخر سخت باشد رہگذر
کہ انجام کار راستہ دشوار ہو گا

بس کساں کاویخت خود را از نخست
بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپ کو الجھا دیا

وقت پیچا پیچ دستاویز جَست
پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا

پیشتر از واقعہ آساں بُوَد
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے

در دلِ مَردُم خیالِ نیک و بَد
انسانوں کے دل میں اچھے برے کا خیال

چوں دَر آید اندرونِ کار زار
جب میدان جنگ میں آ جاتا ہے

آں زماں گردد برآں کس کار زار
اس وقت اس شخص پر کام دشوار ہو جاتا ہے

چوں نہ شیری ہیز مَنہ تو پائے پیش
جبکہ تو شیر نہیں ہے تو بردا! آگے قدم نہ رکھ

کاں اجل گرگست وجانِ تُست پیش
کیونکہ موت بھیڑیا ہے' اور تیری جان بھیڑ ہے

وراز اَبدالی [2] و میش شیر شُد
اگر تو ابدال میں سے ہے اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے

ایمن آ کہ مرگِ تو سَر زیر شُد
مطمئن ہو کر آ کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گئی ہے

کیست اَبدال آنکہ اُو مُبدل شوَد
ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے

خُمرش از تبدیلِ یزداں خل شوَد
اللہ تعالیٰ کے تبدیل کرنے سے اس کی شراب سرکہ ہو جائے

لیک مَستِ شیر گیری وز گماں
لیکن تو نیم مست ہے اور گمان سے

شیر پنداری تو خود راہیں مَراں
اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے' خبردار! آگے نہ بڑھ

گفت حق زاہلِ نفاقِ ناسَدید
اللہ تعالیٰ نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے

بَأسُهُم مَا بَينَهُم بَأسٌ شَدِيد
ان کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

درمیان ہمدگر مَردانہ اَند
ایک دوسرے کے لئے بہادر ہیں

در غزا چوں عورتانِ خانہ اَند
جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

گفت [3] پیغمبر سپہدارِ غیوب
غیب کے سپہ سالار پیغمبرؐ نے فرمایا

لَا شَجَاعَةَ يَافَتَى قَبلَ الحُرُوب
اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

وقت لافِ غزو مَستاں کف زنند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھوکتے ہیں

وقتِ جوش و جنگ چوں کف می فتند
جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

وقتِ ذکرِ غزو شمشیرش دَراز
جہاد کے ذکر کے وقت اس کی تلوار دراز ہے

وقتِ کَرّ و فر تیغش چوں پیاز
کرّ و فر کے وقت اس کی تلوار پیاز کی طرح

[1] آں۔ یعنی مسجد کا سونا۔ بس کساں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر بچنے کی تدبیر کرتا ہے جو دشوار ہوتی ہے۔ پیشتر۔ مصیبت کے آنے سے پہلے اچھا برا سوچا جا سکتا ہے۔ چوں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر پریشان ہوتا ہے۔ چوں۔ نہ شیری۔ موت بھیڑیا ہے اگر تو شیر ہے تو اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اگر تو بھیڑ ہے تو وہ پھاڑ کھائے گا۔

[2] وز اَبدال۔ اولیاء اللہ' موت سے خائف نہیں ہوتے ہیں۔ ابدال۔ اولیاء اللہ ہیں جن کی بری صفات اچھی صفات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ خمر۔ یعنی بری صفات سرکہ یعنی اچھی صفات مست شیر گیر۔ وہ مست جس کا نشہ الٹا ہوا ہو۔ بأسهم۔ قرآن پاک میں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے بأسهم بينهم شديد تحسبهم جميعا و قلوبهم شتى آپس میں ان میں بڑی دھاک ہے تو ان کو اکٹھا سمجھتا ہے اور ان کے دل متفرق ہیں۔ غزا۔ جنگ۔ جہاد

[3] گفت۔ یہ حدیث کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ لا شجاعة۔ شجاعت کا پتہ میدان جنگ میں چلتا ہے۔ کف۔ زنند۔ یعنی سینہ ٹھونک کر بہادری جتاتے ہیں۔ کف۔ جھاگ دوسرے مصرعہ میں۔ کرّ۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنا۔ فر۔ پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا۔ چوں پیاز۔ یعنی نرم

وقتِ اندیشہ دلِ اُو غزو جُو
خیال کے وقت اس کا دل جنگجو ہے

پس[1] ابیک سوزن تہی شد حیک اُو
پھر ایک سوئیں سے اس کی مشک خالی ہو گئی

من عجب دارم زجویائے صَفا
مجھے صفائی کے اس طالب پر تعجب ہے

گورَمد در وقتِ صیقل از جَفا
جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعویٰ جَفا دیدن گواہ
عشق دعویٰ ہے تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے

چوں گواہت نیست شد دعویٰ تباہ
جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہے

چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو

بوسہ دِہ بَر مار تا یابی تو گنج
سانپ کو چوم لے تاکہ تو خزانہ پائے

آں جَفا باتو نباشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے

بلکہ با وصفِ بَدی اندر تو دَر
بلکہ اس بری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

برنَمد[2] چوبے کہ آں را مَرد زد
اس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری

بر نمدآں را نَزد بَر گرد زد
وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

گربز در اَسپ را آں کینہ کش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا

آں نزد بر اَسپ زد بر سُکسُکش
اس نے گھوڑے کو نہیں مارا اس کی سست رفتاری کو مارا

تاز سُکسُک وارہد خوش پے شود
تاکہ وہ سست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار ہو جائے

شیرہ را زنداں کُنی تا مے شود
تو شیرہ کو قید کرتا ہے تاکہ شراب بن جائے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا

قند بُود آں لیک بنمودہ چو زہر
وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مَردے آنچنانش زار زار
ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار روتا دیکھا

آمد و بگرفت زودش دَر کنار
کہ وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

گفت[3] چنداں آں یتیمک رازدی
اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا

چوں نترسیدی ز قہرِ ایزدی
تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا

گفت اُورا کے زدم اے جانِ دوست
اس نے کہا اے پیارے! میں نے اس کو کب مارا ہے

من براں دیوے زدم کو اندر وست
میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اس کے اندر ہے

مادرار گوید تُرا مرگِ تو باد
اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے

مرگ آں خو خواہد و مرگِ فساد
تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

---

[1] پس۔ پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئیں چبھو دی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب۔ جو شخص صفاء قلب چاہتا ہے اس کے لئے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق۔ خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اس کا گواہ ہے۔ دعویٰ بغیر گواہ کے ناقابل اعتبار ہے۔ بوسہ۔ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اس کو مانوس کر کے خزانہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آں جفا۔ مجاہدے کی جفا در اصل اس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لئے مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔

[2] برنمد۔ محسوسات میں اس کی مثال یہ ہے کہ کمبل جھاڑنے کے لئے اس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ در اصل کمبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔ گربز۔ سست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو در اصل اس کی سستی پر مارا جاتا ہے۔ سُکسُک۔ سست رفتاری۔ شیرہ۔ انگور کے شیرہ کو مٹکے میں اسی لئے بند کیا جاتا ہے کہ اس سے شراب بنے۔ آں یکے۔ استاد بچہ کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اس میں اس کی اصلاح اور خوبی ہے۔

[3] گفت۔ اس شخص نے استاد کو ڈانٹا تو استاد نے یہی کہا کہ مقصد اس بچہ کو مارنا نہیں ہے بلکہ اس شیطان کو مارنا ہے جو اس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادر۔ ماں بچہ کو کوستی ہے اور مرنے کی بددعا دیتی ہے تو اس کا مقصد اس کی بری عادت کی موت ہوتی ہے۔

آں ۱ گروہے کز ادب بگریختند
وہ لوگ جو ادب حاصل کرنے سے بھاگے

آبِ مردی و آبِ مرداں ریختند
انہوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبرو ریزی

عاذِلاں شاں ازوغا وا راندند
ملامت کرنے والوں نے انہیں جنگ سے باز رکھا

تا چنیں خیز و مخنث ماندند
یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرّہ ژاژ خاراکم شنو
بکواس کرنے والے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سن

باچنیہا در صفِ ہیجا مرو
ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صف میں نہ جا

زانکہ زادُوکُم خَبالاً گفت حق
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالتے ہیں فرمایا ہے

کز رِفاقِ سُست برگرداں وَرق
تاکہ تو ست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گرایشاں باشما ہمرہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے

غازیاں بیمغز ہمچوں کہ شوند
غازی تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

خویشتن ۲ رابا شما ہم صف کنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے

پس گریزند و دلِ صف بشکنند
پھر بھاگیں گے اور صف کا دل توڑ دیں گے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر

بہ کہ بااہلِ نفاق آید کثر
بہتر ہیں بہ نسبت اس کے کہ منافقوں کے ساتھ اجتماع ہو

ہست بادام کم خوش بیختہ
خوش ذائقہ تھوڑے بادام چھنے ہوئے

بہ زبسیارے بتلخ آمیختہ
بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت دو یک شی اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں

نقص ازاں اُفتاد کہ ہمدل نے اند
خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

کبر ۳ ترساں دِل بُود گو از گماں
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے کیونکہ وہ گمان

می زید در شک زحالِ آنجہاں
میں جی رہا ہے اس جہان کے حال کے شک میں

میرود درہ نداند منزلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے

گام ترساں می نہد اعمیٰ دلے
اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود
جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے

باتردّدہا و دل پُرخوں رود
مشکوک اور پر خون دل کے ساتھ چلتا ہے

۱ آں گروہے۔ جو لوگ مجاہدات کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔ عاذلاں۔ ان منافقوں کو ان کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے آئندہ اشعار میں مولانا ان لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ غرہ۔ گھمنڈ۔ زادُوکُم خَبالاً۔ قرآن پاک میں ان منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ لَوْ خَرَجُوا فِیکُم مَّا زَادُوکُمْ اِلَّا خَبَالاً۔ اگر وہ تم میں مل کر نکلتے تو زیادہ خرابیاں ڈالتے رفاق۔ رفیق کی جمع ہے سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق۔ یعنی ان کی بات ہی نہ کرو ان سے قطع نظر کر لو۔ غازیاں۔ یعنی ان کی بزدلی مجاہدوں کو بھی ناکارہ بنا دے گی۔

۲ خویشتن۔ منافق جب صفوں میں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل ٹوٹیں گے۔ پس۔ تھوڑے بہادر بزدلوں کے مجمع سے بہتر ہیں۔ ہست۔ اگر چھنے گھٹے تھوڑے سے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ باداموں سے جن میں کچھ بھی ہوں بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن ان کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔

۳ کبر۔ چونکہ کافروں کو آگے زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اس لئے ان کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں ست ہیں اندھا ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمولی سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

ہر کہ گوید ہائے ایں سُو راہ نیست
جو کوئی کہہ دے کہ ہائے اس طرف راستہ نہیں ہے

اُو کُند از بیم آنجا وقف وایست
وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور ٹھاؤ کر دیتا ہے

دربداند ۱؎ رہ دل باہوش اُو
کے رَوَد ہر ہائے و ہوور گوشِ اُو
اگر اس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے
تو ہر ہائے و ہو اس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے

پَس مَشو ہمراہ ایں اُشتر دلاں
زانکہ وقتِ ضیق دیم اند آفِلاں
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہ ہی نہ بن
کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں

پس گریزند و تُرا تنہا ہلند
گرچہ اندر لاف سحرِ بابل اند
وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دینگے
اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو زرَ عنایاں مجو ہیں کار زار
توز طاؤساں مجو صید و شکار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ
تو مورووں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

طبع طاؤسیت وَ سواست کُند
دم دہد از تا مَقامت برکند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہیں
وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے بلند مقام سے ہٹا دے

گفتنِ ۲؎ شیطان قریش را کہ بجنگِ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید کہ
شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کے لئے کہنا کہ آؤ میں مدد کروں گا

من یاریہا کنم وقبیلۂ خود را بیاری خوانم وگریختن اُو در ملاقات صفیں
اور اپنے کنبہ کو مدد کے لئے بلاؤں گا اور دونوں صفوں کی نڈ بھیڑ کے وقت اس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کزَ وَ ساوِس بر قریش
دَم دمید و گفت گرد آرید جیش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ
منتر پھونکا اور کہا لشکر جمع کر لو

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم
بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم
تاکہ احمدؐ کی صفوں میں ہم شکست ڈال دیں
زمین سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دیں

چونکہ شیطاں در سپہ شد صد یکیم
خواند افسُوں کَتَّنِیْ جَارٌ لَّکُمْ
جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ایک واں بن گیا
اس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

چوں سپہ گرد آمدند از گفتِ اُو
کرد با ایشاں بحیلت گفتگو
جب اس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے
تو ان سے چالاکی سے گفتگو کی

۱؎ دربداند۔ راہ سے واقف کسی کے شب ڈالنے سے ست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہٰذا ان منافقوں کو شریک سفر نہ کرنا چاہیے۔ اُشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے۔ آفلاں۔ اَفل کی جمع ہے غائب ہو جانے والا۔ سحر بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر سخت مانی جاتی ہے۔ رعنا۔ نازک اندام۔ طبع طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے اور اس کو بلند مقام سے نیچے گرا دیتی ہے۔

۲؎ گفتن۔ جنگ بدر کے موقع پر شیطان نے سراقہ نجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابوجہل وغیرہ کو ورغلایا تھا۔ جیش۔ یعنی جنگ بدر کے لئے لشکر جمع کر لو۔ صد یکیم۔ یعنی سو پر ایک کا اضافہ۔ افسوں۔ منتر۔

۳؎ جارٌ لَّکُمْ۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ۔
اور جب شیطان نے ان کی حرکتوں کو ان کو اچھا کر کے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آ سکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ الٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

کہ بیارم من قبیلہ خویش را
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا

تا کہ در ہیجا[1] بُود پشتِ شُما
تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

من شمارا عون دیار یہا کنم
میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا

تا سپاہِ دشمناں تاں بشکنم
تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دیدوں

چوں قریش از گفت اُو حاضر شُدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے

ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
اور دونوں لشکروں میں مد بھیڑ ہوئی

دید شیطاں از ملائک اِسپہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا

سُوئے صف مؤمناں اندر رَہے
مومنوں کی صف کی جانب آتا ہوا راستہ میں

آں جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا صَف زدہ
اس لشکر نے جس کو تم نے نہ دیکھا

گشت جانِ اُو زبیم آتشکدہ
اس کی جان خوف سے بھٹی بن گئی

پائے خود واپس کشیدہ میگرفت
اپنے پاؤں واپس کھینچ کے روکتا تھا

کہ ہمی بینم سپاہے بس شگفت
کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

کہ اَخَافُ اللّٰہَ مَالِیْ مِنْهُ عَوْن
میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب سے کوئی مدد نہیں ہے

اِذْهَبُوْا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْن
بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

گفت[2] حارث اے سُراقہ شکل ہیں
حارث نے کہا اے سرقہ کی شکل والے ہائیں!

دی چرا تو می نگفتی آنچنیں
کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب
اس شیطان نے کہا اب میں سختی دیکھ رہا ہوں

گفت می بینی جُعا شیشِ عرب
اس حارث نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

می نہ بینی غیر ایں لیک اے توشنگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اے شوخ

آں زمانِ لاف بُود ایں وقتِ جنگ
وہ شیخی کا وقت تھا یہ جنگ کا وقت ہے

دی ہمی گفتے کہ پابنداں[3] شُدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں

کہ بُود تاں فتح و نُصرت دَمبدَم
کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہو گی

دی زعیم الجیش بُودی اے لعیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا

ویں زماں نامرد و ناچیز و مہیں
اب نامرد اور ناچیز اور ذلیل ہے

تا بخوردیم آں دَم تو و آمدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آ گئے

تو بتوں رفتی وما ہیزم شدیم
تو بھٹی میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

[1] ہیجا۔ جنگ۔ عون۔ مدد۔ چوں قریش۔ جنگ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو یہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لیے زائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی۔ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ قرآن پاک میں ہے وَاَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا اور اتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔

[2] گفت۔ حارث۔ شیطان نے حارث بن ہشام کو سراقہ کی شکل میں آ کر بھکایا تھا۔ حرب۔ راء کے فتحہ سے سختی۔ جعا شیش۔ جعشوش کی جمع ہے گدا فقیر۔ شنگ۔ شریر شوخ۔

[3] پابنداں شُدم۔ میں ذمہ دار ہوں۔ زعیم الجیش۔ لشکر کا سردار۔ تا بخوردیم ہم تیرے مکر میں پھنس کر میدان بدر میں آ گئے۔ تو ں۔ بھٹی۔ حمام۔ ہیزم۔ ایندھن

چونکہ حارث با سُراقہ گفت ایں
جب حارث نے سراقہ سے یہ بات کہی

ازعتابش خشمگیں شد آں لعیں[1]
وہ ملعون اس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

دستِ خود خشمیں زدستِ او کشید
غصہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا

چوں زگفتِ اُوش دردِ دل رسید
چونکہ اس کی گفت گو سے اس کو دل کا درد ہوا

سینہ اش را کوفت شیطان وگریخت
شیطان نے اس کے سینہ پر دو ہتڑ مارا اور بھاگ گیا

خونِ آں بیچارگاں زیں مکر ریخت
اس مکاری سے ان بیچاروں کا خون بہا دیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم اُو
جب اس نے اتنی دنیا ویران کر دی

پس بگفت اِنّیْ بَرِیْءٌ مِنْکُمْ
تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

کوفت اندر سینہ و انداختش
اس کی چھاتی پیٹی اور اس کو گرا دیا

پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
پھر بھاگ گیا جبکہ اس پر ہیبت طاری ہو گئی

نفس وشیطاں ہر دو یک تن بُودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے

در دو صورت خویش را نمودہ اند
انہوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں[2] فرشتہ و عقل کایشاں یک بُدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے

بہرِ حکمتہاش دو صورت شُدند
اس اللہ کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے ہیں

دشمنے داری چنیں در سرِّ خویش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے

مانعِ عقل ست و خصمِ جان و کیش
جو عقل کے لئے مانع اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سُو سمار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے

پس بسُوراخے گریزد در فرار
پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ اُو سُوراخہا دار و کُنوں
وہ اب اس انسان کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے

سَر زہر سُوراخ می آرد بُروں
اور ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نام[3] پنہاں گشتنِ دیواز نفُوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے

واندراں سُوراخ رفتن شُد خنُوس
اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خُنوسش چوں خُنوس قنفذست
اس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے

چوں سَرِ قُنفذ وُرا آمد شُدست
سیہی کے سر کی طرح اس کی آمد و رفت ہے

کہ خدا آں دیوارا خنّاس خواں
اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو خناس کہا ہے

کو سَرِ آں خار پشتک را بماند
کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

[1] لعین۔ یعنی شیطان جو بصورت سراقہ تھا۔ خشمگیں۔ چونکہ جب بدر میں ان کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔

[2] چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی دراصل ایک چیز ہے۔ نام علیحدہ علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے ان کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے۔ جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سنا یا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ در دل۔ انسان کے دل میں اس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

[3] نام پنہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جاتا ہے اسی لئے قرآن میں اس کو خناس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ۔ سیہی جو بلی سے چھوٹا ایک جنگلی جانور ہے اس کے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا منہ اندر کو گھسا لیتا ہے خار پشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے۔

می نہاں گر دو سرِ آں خار پُشت
اس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے

دَمبدَم از بیم صیّادِ[1] دُرشت
فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

ناچو فرصَت یافت سَر آرد بُروں
جب اس نے موقع پایا سر باہر نکالا

زیں چنیں مکرے شَود بارش زبُوں
ایسے مکر سے اس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے
تو نفس اللہ سے تیری راہزنی نہ کرتا

رہزناں را بَر تو دَستے کے بُدے
رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا

زاں عَوانِ مقتضی کہ شہوت ست
اس تقاضہ کرنے والے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے

دل اَسیر حرص و آز و آفت ست
دل حرص اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

زاں عَوانِ سِر شدی دُز دو تباہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا

تا عَواناں را بقہرِ تُست رَاہ
یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

دَر خبر[2] بشنو تو ایں پَندِ نکو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے

بَیْنَ جَنْبَیْکُمْ لَکُمْ اَعْدَا عَدُو
کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں میں ہے

طمطراقِ ایں عَدو مشنو گریز
اس دشمن کی شان و شوکت کی باتیں نہ سن بھاگ جا

کُوچو ابلیس ست دَرلج وستیز
کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بَر تو اُو از بہرِ دنیا و نبرد
تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر

آں عذابِ سَرمدی را سہل کرد
اس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

چہ عجب[3] گر مَرگ را آساں کُند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے

اُوز سحرِ خویش صَد چنداں کند
وہ اپنے جادو سے اس سے سو گناہ کر دیتا ہے

سحر کاہے را بصُنعت کُہ کُند
جادو کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے

باز کوہے راچو کاہے می تنَد
پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

زِشتہا را تغز گرداند بفَن
فریب سے برائیوں کو بھلا کر دیتا ہے

نغز ہارا زِشت گرداند بظَن
بد گمانی سے بھلائیوں کو برا بنا دیتا ہے

آدمی را خَر نماید ساعتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے

آدمی ساز و خرے راز آیتے
فن سے گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

[1] صیاد۔ شکاری۔ تاچو۔ سیہی موقع پاکر حملہ کرتا ہے اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اس سے عاجز آجاتا ہے گرنہ۔ انسانی بری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی اس پر برے لوگ غالب آجاتے ہیں۔ زاں عوان۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جس کو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو برائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کراتا ہے تب ہی پیروی سپاہیوں کو اس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔

[2] در خبر۔ حدیث شریف میں ہے۔ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے نہ بیچ میں ہے۔ طمطراق۔ نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں ان کی شان و شوکت پر توجہ نہ کر۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں۔ برتو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت پر دائمی عذاب کو سہل سمجھنے لگتا ہے۔

[3] چہ عجب۔ اس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لئے اس کی ابدی موت کو آسان کر دے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سینکڑوں کام کر جاتا ہے سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تھوڑی عبادت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کر کے دکھا دیتا ہے زشتہا۔ شیطانی فریب میں انسان بھلائیوں کو برائی اور برائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔ آدمی شیطان نیکوں کو بد اور بد کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کر دیتا ہے۔

کارِ[1] سحر اینست کو دَم میزند — ہر نفس قلبِ حقائق می کند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے — ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

آنچنیں ساحر درونِ تست سرّ — اِنَّ فِی الْوَسْوَاسِ سِحْرًا مُسْتَمِرّ
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے — بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا — ساحراں ہستند جادوئے گشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں — وہاں جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

اندراں صحرا کہ رَست ایں زہرِ تر — نیز روئیدست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اگا ہے — اے صاحبزادے! وہاں تریاق بھی اگا ہے

گویدت[2] تریاق از من جو سپر — کہ زِ زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے — کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت اُو سحرست ویرانیِ تو — گفت من سحرست و دفعِ سحرِ اُو
اس کی گفتگو جادو ہے اور تیری تباہی ہے — میری باتیں جادو ہیں اور اس کے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبر کہ اِنَّ فِی الْبَیَان — سِحْرًا حق گفت آں خوش پہلواں
پیغمبرؐ نے فرمایا بے شک بیان میں — جادو ہے' اس اچھے سردار نے صحیح فرمایا

لیک[3] سحرے دفعِ سحرِ ساحراں — مایۂ تریاک باشد در جہاں
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے — اور دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیاء و اصفیاست — کز ہمہ اغراضِ نفسانی جُداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے — جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دوں گریز — نوش کُن تریاقِ مُرشد چُست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ — چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن — سُوئے گنجِ پیرِ کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے — کامل شیخ کے خزانے کی طرف سوراخ کرے

بس درازست ایں سوئے آغازراں — جانبِ مہمان و مسجد بازراں
یہ بہت لمبی بات ہے' شروع کی طرف چل — مہمان اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کُن باز تا مسجد بیا — قصۂ مہمان بگوو آں ماجرا
اس کو چھوڑ پھر مسجد کی طرف آ — مہمان کا قصہ اور وہ سرگذشت بیان کر

---

[1] کارِ سحر۔ جس طرح جادو بظاہر تبدیل حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ آنچنیں۔ نفس امارہ وسوسے ڈال کر انسان میں جادوگری کرتا ہے۔ اندراں۔ نفس کی اس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کر لے۔ اندراں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اس کا تریاق بھی پیدا فرما دیا ہے۔

[2] گویدت۔ وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ گفت۔ اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت۔ آنحضور نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

[3] لیک۔ بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کر دیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیاں۔ یہ تریاقا اولیاء اور بزرگان دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔ گنج پیر۔ یعنی مرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کر لے۔

مُکرّر کردنِ عاذلاں پندرا براں مہمالِ مسجد مہاں کُش

مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کو ملامت کروں گا مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکُن جلدی ۱ برواے بوالکرم — مَسجد و مارا مکُن زیں مُتّہم

خبردار اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا — ہمیں اور مسجد کو متہم نہ بنا

گر بگوید دشمنے از دشمنی — آتشے دَرما زند فردا دَنی

اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہہ دے گا — تو کمینہ کل کو ہمیں آگ میں پھونک دے گا

کہ بتا سانید اُورا ظالمے — بَر بَہانہ مسجد اُو بُد سالمے

کہ اس کا کسی ظالم نے گھلا گھونٹا ہے — مسجد کے بہانے سے وہ اچھا خاصہ تھا

تا بَہانہ قتل بَر مَسجد نہد — چونکہ بدنام ست مَسجد اُو جہد

تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے — چونکہ مسجد بدنام ہے' وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بَر مائنہ اے سخت جاں — کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمناں

اے جفاکش! ہم پر تہمت نہ رکھ — کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکُبن سود اپز — کہ مَتاں ۲ پیمود گردوں را بگز

خبردار! بہادری نہ کر خیالی پلاؤ نہ پکا — کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں تو بسیاراں بلا فیدہ زبخت — رِیش خود بر کَند یک یک لخت لخت

تجھ جیسے بہت سوں نے نصیحت کی شیخی ماری ہے — ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں برو کوتاہ کُن ایں قیل ۳ و قال — خویش وما را در میفگَن دَر و بال

خبردار! چلا جا اس بحث و مباحثہ کو مختصر کر — اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جواب گفتنِ مہماں ایشاں را و مثل آوردن بدفعِ حارِس

مہمان کا ان کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھ والے کی

کِشت بہانگِ دُف از کِشت آں اُشترے را کہ کوبِ

ڈھول کی آواز سے اس اونٹ کو کھیتی سے بھاگانے کی جس کی پشت پر

محمودی بر پشتِ اُو زندے

رکھ کر محمودی نقارے کو بجاتے تھے

گفت اے یاراں ازاں دیواں نیم — کہ ز لاحولے ضعیف آید پیم

اس نے کہا اے دوستو! میں ان بھوتوں میں سے نہیں ہوں — کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

---

۱ جلدی۔ بہادری بگوید۔ یعنی قاضی کے یہاں شکایت کردے گا۔ دَنی۔ کمینہ۔ تا سانید۔ تا سانیدن۔ گلا گھونٹنا۔ یہ شعر اور اگلا شعر چغل خور کا مقولہ ہے۔

۲ کہ متاں۔ جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔ چوں تو نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی شیخی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔

۳ قیل وقال۔ بحث ومباحثہ۔ حارس۔ نگہبان۔ رکھوالا۔ کوبِ محمودی۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔ پیم۔ پائے ام۔

کود کے کو حارسِ کشتے ابُدے
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا

طَبلکے در دفعِ مُرغاں میزدے
پرندوں کو اڑانے کے لئے ایک ڈفلی بجاتا تھا

تا رمیدے مُرغزاں طَبلک ز کشت
حتی کہ پرند اس ڈفلی سے کھیتی سے اڑ جاتے

کِشت از مُرغانِ بد بیخوف گشت
کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

چونکہ سُلطاں شاہ محمودِ کریم
جب شاہ سلطان محمود کریم

برگذر زدآں طَرف خیمہ عظیم
گذرا وہاں اس نے بڑا خیمہ لگایا

با سپاہے ہمچو اِستارہ اَثیر
ایسے لشکر کے ساتھ جو آسمان کے ستاروں کی طرح تھا

اَبُہ و فیروز صَفدر مُلک گیر
دلیر اور کامیاب صفوں کو چاک کرنے والا ملک کو فتح کرنے والا

اُشترے بُد کو بُدے حَمّالِ کوس
ایک اونٹ تھا جو نقارہ اٹھانے والا تھا

بختی بُد پیشتر و ہمچوں خروس
آگے چلنے والا بختی نسل کا تھا مرغ کی طرح

با نگِ کوس و طَبل بروے روز و شب
رات دن نقارہ ' اور ڈھول اس پر

می زدند اَندر رُجوع و در طلب
بجاتے تھے ' روانگی اور واپسی پر

اندراں مَزرع در آمد آں شتر
وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا

کودک آں طَبلک بزد در حفظِ بر
مکیوں کی حفاظت کے لئے بچے نے وہ ڈفلی بجائی

عاقلے ۲ گفتن مزَن طَبلک کہ اُو
ایک عقلمند نے اس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ

بختیِ طبل ست وبا آنست خُو
نقارے کا اونٹ ہے اور اس کو اس کی عادت ہے

پیشِ اُوچہ بُود تبوراکِ تو طِفل
اس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے

کہ کشد اُو طبلِ سُلطان بیست کِفل
کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اٹھاتا ہے

عاشقم من کشتہ و قربانِ لا
میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں

جانِ من نوبتکہِ طبل بَلا
میری جانب مصیبت کے نقارہ کی نقار خانہ ہے

خود ۳ تبوراک سب ایں تہدیدہا
یہ ڈرانے ڈفلی ہیں

پیش اُنچہ دیدہ است ایں دیدہا
اس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من از انہا نیستم
اے دوستو! میں ان میں سے نہیں ہوں

کز خیالاتے دریں رہ بیستم
کہ خیالات کی وجہ سے اس راستہ سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیا نم بے حَذر
میں اسمٰعیلیوں کی طرح نڈر ہوں

بَل چو اسماعیلؑ آزادم زسَر
بلکہ حضرت اسماعیلؑ کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

---

۱ کشت۔ کھیتی۔ طبلک۔ چھوٹا طبل۔ ڈفلی۔ اثیر۔ اجرام فلکیہ' آسمان۔ صفدر۔ صف شکن۔ بختی۔ اس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سرخ رنگ کا عظیم الجثہ اونٹ ہوتا ہے۔ حمال۔ اٹھانے والا۔ مزرع۔ کھیت۔ بر۔ گیہوں

۲ عاقلے۔ ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اس اونٹ کے بھاگنے کے لئے ڈفلی بجانا بیکار ہے یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اس کی عادت ہے۔ تبوراک۔ کھٹکھٹا جو باغ میں چڑیوں کو اڑانے کے لئے باندھا جاتا ہے' ڈفلی۔ کفل۔ حصہ۔ عاشقم۔ یہ عاشق کا مقولہ ہے۔ لا۔ یعنی عدم۔ نوبتکہ۔ نقارخانہ

۳ خود۔ یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مسجد میں سونے پر مجھے دے رہے ہو ان مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں شاہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈفلی جیسی ہیں۔ کز۔ خیالاتے۔ مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو۔ اسماعیلیاں۔ یعنی وہ عاشقان خدا جو راہ خدا میں حضرت اسماعیل کی طرح جان دیدینے سے دریغ نہ کریں۔

فارِ غم از طُمطراق[1] و از رِیا
میں شان و شوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں

قُلْ تَعَالَوْا گفت جانم را بیا
اس نے قُلْ تَعَالَوْا میری جان کے لئے کہا ہے کہ آجا

گفت پیغمبر کہ جَادَفِی السَّلَفْ
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض

بِالْعَطِیَّةُ مَنْ تَیَقَّنَ بِالْخَلَفْ
دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ بیند مَر عَطارا صَد عِوَض
جو دینے میں سو بدلے دیکھتا ہے

زود دَر بازد عطار ازیں غَرَض
اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جُملہ[1] در بازار زاں گشتند بَند
تمام لوگ بازار میں اسی لئے پھنسے ہیں

تا چُو سُود افتاد مالِ خود دِہَند
تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

زَرْ در اَنبا نہا نشستہ مُنتظِر
ہر شخص روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے

تا کہ سُود آید ببذل آید مُصَّر
خرچ کر دینے پر مصر ہے تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالہء دَر رنج بیش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے

سَرد گردد عشقش از کالائے خویش
اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

گرم زاں ماندست با آں کو ندید
ہر گرم اس لئے رہا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا

کالہائے خویش را رنج و مزید
اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

ہمچنیں[3] علم و ہُنر ہائے و حِرَف
یہی حال علم اور ہنروں اور پیشوں کا ہے

چوں ندید افزوں از انہا در شَرَف
جبکہ اس نے فضیلت میں ان سے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تا بہ از جاں نیست جان باشد عزیز
جب تک وہ جان سے زیادہ پیارے نہ ہوں جان پیاری ہوتی ہے

چُوں بہ آمد نامِ جاں شُد چیز لیز
جب وہ بہتر ہوں' جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

لُعبت مردہ بُوَد جاں طِفل را
مردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے

تا نگشت اُو در بزرگی طِفل زا
جب تک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنے والا نہ بن جائے

ایں تصوّر ویں تخیّل لعبت ست
یہ تصور اور یہ تخیل گڑیا ہے

تا تو طِفلی پس بدانت حاجت ست
جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طِفلی رست جاں شُد در وصال
جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی

فارغ از حِس ست و تصویر و خیال
حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

---

[1] طُمطراق۔ شان و شوکت۔ قُلْ تَعَالَوْا۔ آپ کہہ دیجئے آجاؤ۔ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آجاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لئے ہے لیکن اس عاشق نے اپنے لئے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لئے ہے کہ تو آجا۔ جاؤ۔ انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا اور بسا اوقات اس کے دینے میں اس کے پیش نظر صرف اس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اس کا عوض اور بدلہ آخرت میں عطا فرمائے گا یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے حدیث شریف میں ہے جَادَفِی السَّلَفِ مَنْ تَیَقَّنَ بِالْخَلَفِ یعنی قرض دینے میں اس شخص نے جو دو کرم کیا جس نے آخرت کے اجر کا یقین کر کے قرض دیا۔ ہر کہ۔ جس شخص کو اجر اخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطاء بخشش کرتا ہے۔

[2] جملہ۔ دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کی خاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر۔ تاجر تھیلی میں روپیہ بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنے کا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ کاروباری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اس کو کوئی تامل نہیں رہتا ہے گرم۔ اپنا مال جمع کرنے میں اس وقت تک سرگرم ہے جب تک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے۔

[3] ہمچنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو شرافت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر اگر حاصل کرتا ہے۔ لیز۔ تابع ہے یعنی ہیچ لعبت۔ کھلونا' گڑیا' تا نہ گشت۔ یعنی انسان جب اعلیٰ چیز سے بےخبر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز پر اکتفا کر لیتا ہے طفل زا۔ بچہ کو جننے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جب تک ہی پیاری ہے جب تک وصال حاصل نہیں ہے وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

نیست[1] امحرم تا بگویم بے نفاق
محرم نہیں ہے تاکہ بغیر تصنع کہہ دوں

تن زدم وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْوِفَاق
میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنیوالوں کو زیادہ جانتا ہے

مال و تن بَرف اند ریزانِ فَنا
مال اور جسم برف ہیں جو فنا ہے پگھل رہے ہیں

حق خریدارش کہ اَللّٰہَ اشْتَرٰی
اللہ تعالیٰ ان کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

برفہا زاں از ثمن اولیستت
تیرے لئے برف عوض سے زیادہ بہتر ہے

کہ توئی در شک یقینے نیستت
کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

ویں[2] عجب ظنّے ستد رے تو اے مہیں
اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے

کہ نمی پرّد بہ بُستانِ یقیں
جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنہ یقین ست اے پسر
اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے

می زند اندر تزید بال و پر
جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑ پھڑاتا ہے

چوں رسد در علم پس بر پا شود
جب وہ علم کے درجہ میں آپہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے

مَر یقیں را عِلم اُوپو یا شوَد
اس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریقِ مُفتتن
چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں

عِلم کمتر از یقین و فوقِ ظن
علم یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

عِلم جویائے یقیں باشد بداں
سمجھ لے علم یقین کا طالب ہوتا ہے

واں یقیں جویائے دیدست و عیاں
اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

اندر[3] اَلْھٰکُمُ بجو ایں را کنوں
سورۂ اَلْھٰکُمُ میں اس کو تلاش کر لے

از پسِ کَلَّا پسِ لَوْ تَعْلَمُوْن
کَلَّا کے پیچھے لَوْ تَعْلَمُوْن کے پیچھے

می کشد دانش بہ بینش اے علیم
اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے

گر یقیں بُودے بدیدندے جحیم
اگر ان میں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

دید زاید از یقیں بے اِمتہال
مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے

آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال
جس طرح ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے

---

[1] نیست۔ یہ حقائق محرم راز ہی کی سمجھ میں آ سکتے ہیں جس کا فقدان ہے۔ وِفاق۔ یعنی وہ لوگ جو میرے اس بیان کے موافق ہوں۔ مال وتن۔ یہ پھر اس عاشق مہمان کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَصَّھُمُ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں خرید لی ہیں۔ بَرفہا۔ یعنی انسان کو اپنی جان اور مال اس وقت تک پیارا ہے، جب تک اس کو ان کی اس قسمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

[2] ویں عجب۔ حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض انسان صرف اجر اخروی کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور ان کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ دنیاوی امور میں ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔ چوں رسد۔ مولانا کی تحقیق کے مطابق ابتدا کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کر کے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کے لئے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ مفتتن آزمودہ۔ علم۔ کسی چیز کے وقوع اور لاوقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے، علم سے مراد وہ جازم اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو یقین اس علم ثابت کو کہیں گے جس کے ازالہ کی کوئی راہ باقی نہ رہے عیاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن ہے کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اس کے بعد یقیں کا مرتبہ ہے اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔

[3] اندر۔ اَلْھٰکُمُ۔ سورہ تکاثر میں فرمایا ہے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۔ تم ضرور جان لو گے پھر تم ضرور جان لو گے کہ تم یقینی طور پر جان لو گے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لو گے پھر تم عین الیقین سے اس کو دیکھ لو گے۔ اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ از پس کَلَّا۔ یعنی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ پس۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ۔

اندر اَلْهٰکُمُ بیانِ ایں ببیں
سورہ اَلْهٰکُمُ میں اس کا بیان دیکھ لے

کہ شود عِلْمُ الْیَقِیْن عَیْنُ الْیَقِیْن[1]
کہ علم الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے

از گماں و از یقیں بالا ترم
میں گمان اور یقین سے بالاتر ہوں

وز ملامت بر نمیگردد سَرم
ملامت سے میرا سر نہیں چکراتا ہے

چوں دہانم خورد از حلوائے اُو
جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے

چشم روشن گشتم و بینائے اُو
میں روشن چشم اور اس کو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پانہم گستاخ چوں خانہ رَوم
میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بےدھڑک سے قدم رکھتا ہوں

پانہ لرزانم نہ کورانہ رَوم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں' نہ اندھا دھند چلتا ہوں

آنچہ گُل را گفتِ حق خنداش کرد
جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اس کو شگفتہ کر دیا

بادلِ من گفت صَد چنداش کرد
میرے دل سے کہا اور اس کو سو گنا کر دیا

اُنچہ زد بَرسَر[2] وقدش راست کرد
وہ جو سرو پر نازل کی اور اس کا قد سیدھا کر دیا

وانچہ ازوے نرگس ونسریں بخُورد
اور وہ جو اس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

اُنچہ نَے را کرد شیریں جان ودل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا

وانچہ خاکی یافت زو نقش چگِل
اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

اُنچہ اَبرُو را چناں طرّار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا توکیلا بنایا

چہرہ را گلگونۂ و گُلنار ساخت
چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

مَر زباں را داد صَد افسونگری
جس نے زبان کو سو جادو سکھائے

وانکہ کاں را داد زرِّ جعفری
جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

چوں درِ زرّاد خانہ باز شُد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا

غمزہائے چشم تیر انداز شد
آنکھ کے غمزے تیر انداز بنے

بردِلم[3] زد تیر و سودائیش کرد
اس نے میرے دل پر تیر مارا اس کو مجنون بنا دیا

عاشقِ شکّر وَ شکر خائیش کرد
شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

عاشقِ آنم کہ ہر آن آنِ اُوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اس کی ملکیت ہے

عقل وجاں جاندار یک مرجانِ اُوست
عقل اور جان اس کے لب سے جاندار ہے

من نلافم ور بلافم ہمچو آب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح

نیست در آتش کشی اَم اضطراب
آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

[1] کہ شود۔ یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۔ بالاترم۔ یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت۔ اب کسی شبہ وشک سے اس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا۔ چوں دہانم۔ جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پانہم۔ جبکہ انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی شک وشبہ کی بنیاد پر اس میں داخل ہونے سے نہیں رک سکتا۔ آنچہ۔ اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات ان چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] بر سرو۔ اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے۔ میرا دل گنے کی طرح شیریں ہے۔ چگل۔ ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حسن اور تیر اندازی مشہور تھی طرّار۔ تیز زبان' گرہ کٹ۔ زر جعفری۔ جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زراد خانہ۔ اسلحہ خانہ

[3] بردلم۔ جبکہ اس قدر تجلیات مجھ پر ہیں تو اب میں اس کا عاشق ہوں۔ کہ ہر آن۔ تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان وعقل اس کے ہونٹ کا عطیہ ہے۔ مرجان۔ مونگا یہاں لب معشوق مراد ہے۔ در بلافم۔ اگر میں شیخی بگھاروں تو وہ بھی واقعی ہے۔

چوں بُدَزم چُوں حفیظ مخزن اُوست
میں کیسے چرا سکتا ہوں، جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے

چوں نباشم سخت رُو پُشت من اُوست
میں ٹکرا کیوں نہ ہوں جبکہ وہ میری پشت پناہ ہے

ہر کہ از خورشید باشد پُشت گرم
جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو

سخت رُو با شد نہ بیم اُورا نہ شرم
وہ بیکڑ ہو گا، اس کو نہ ڈر ہو گا نہ شرم

ہمچو رُوئے آفتابِ بیحذر
نڈر سورج کے چہرے کی طرح

گشت رُویش خصم سُوز و پردہ دَر
اس کا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ دری کرنے والا ہوتا ہے

ہر پیمبر سخت رُو بُد در جہاں
دنیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے

یک سوارہ کوفت بر جیش شہاں
اس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

رُو نگرداند از ترس وغمے
اس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے

یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے

سَنگ باشد سخت رُو چشم شوخ
پتھر سخت رو، اور نڈر ہوتا ہے

اُوستر سد از جہانِ پُر کلوخ
وہ ڈھیلوں بھرے جہان سے نہیں ڈرتا ہے

کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شُد
ڈھیلا اینٹ پاتھنے والے سے مجسم بنا ہے

سَنگ از صُنعِ خدائی سخت شُد
پتھر خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

گوسفنداں ۲ گر بُروں انداز حساب
بکریاں اگرچہ شمار سے باہر ہوں

زانبُہے شاں کے بترسد آنتصاب
قصائی ان کی کثرت سے کب ڈرتا ہے

کُلُّکُم رَاعٍ نبی چوں راعی ست
تم سب روڑ ہو نبی گلہ بان کی طرح ہے

خَلق مانندِ رَمہ اُو ساعی ست
مخلوق ریوڑ اور وہ ان کی بھلائی کے لئے کوشاں ہے

از رَمہ چوپاں نترسد در نبرد
مقابلے میں گڈریہ ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے

لیک شاں حافظ بُود از گرم وسَرد
ہاں وہ اچھے برے سے ان کا نگہبان ہوتا ہے

گرزند ۳ بانگے ز قہر اُو بر رَمہ
اگر وہ غصہ سے ریوڑ پر چیختا ہے

واں ز مہرست آنکہ دارد بر ہمہ
وہ اس محبت کی وجہ سے ہے جو اس کی سب پر ہے

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو
نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے

گر تُرا غمگیں کُنم غمگیں مشو
اگر میں تجھے غمگین کروں، تو غمگین نہ بن

من تُرا غمگین و گریاں زاں کُنم
میں تجھے غمگین اور رونے والا اس لئے بناتی ہوں

تا کِت از چشمِ بداں پنہاں کُنم
تاکہ تجھے بروں کی نگاہ سے پوشیدہ کر دوں

۱ چوں بُدزم۔ جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔ ہر پیمبر۔ انبیاء کو چونکہ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ نڈر ہوتے ہیں شاہوں کے لشکروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ سنگ انبیاء۔ پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ کلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی۔ کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

۲ گوسفنداں۔ مخالفین۔ بکریاں ہیں اور انبیاء۔ بمنزلہ قصاب کے۔ نعم۔ نبی بمنزلہ چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے صرف سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے یہی حال ہر ذمہ دار کا ہے۔ از رمہ۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی ان سے خوف نہیں کھاتا ہے

۳ گرزند۔ اگر نبی قوم پر ناراض بھی ہوتا ہے تو اس کا سبب قوم کی محبت ہوتی ہے ہر زماں۔ یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقولہ شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہو تا اس میں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تا کت۔ تا کہ ترا۔

تلخ گردانم زِ غمہا خوئے تُو
تا بگردد چشمِ بد از رُوے تُو
غموں کی وجہ سے میں تجھے بدمزاج بناتی ہوں
تاکہ نظرِ بد تیرے چہرے سے واپس کر دوں

نے[1] تو صیادی نہ جُویائے منی
بندۂ و اَفگندۂ رائے منی
کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے
تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

حیلہ اندیشی کہ دَرمن دَر رسی
دَر فراق و جستن من بیکسی
تو تدبیر سوچتا ہے کہ مجھ تک پہنچے
تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے

چارہ می جوید پئے من دردِ تُو
می شُنودم دوش آہِ سَردِ تُو
تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے
میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا

من توانم ہم کہ بے ایں اِنتظار
رہ دہم بنمایمت راہِ گذار
میں یہ بھی کہ سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے
راستہ دیدوں تجھے آنے کا راستہ دکھا دوں

تا ازیں گردابِ دَوراں وارھی
برسرِ گنجِ وِصالم پا نہی
تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے
میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھ دے

لیک[2] شیرینی و لذّاتِ مَقر
ہَست بر اَندازۂ رنجِ سَفر
لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں
سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

ہرچہ آساں یافتی آساں دہی
دردِ مُشکل یاب را بَر جاں نہی
تو جو آسانی سے پاتا ہے آسانی سے دے دیتا ہے
مشکل سے حاصل ہونے والی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

آنگہ از شہر وز خویشاں بَر خوری
کز غریبی رنج و محنتہا بَری
جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھالے گا
اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائے گا

وَز بلاہا رُو مگرداں اے جواں
بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں
اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ
یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

تمثیلِ ۳ گریختنِ مُومن و تعجیل و بے صبری اُو دَر بلا باضطراب
مصیبت میں مومن کے بھاگنے اور اس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا چنے

و بیقراریِ نخودو دیگر حوانج دَر جوشِ دیگ و بَر دیگ بر دویدن
اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے

تا بیروں جہد و منع کردنِ کدبانو اُورا
کے ساتھ تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اس کو روکنے کے ساتھ

[1] نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے حیلہ۔ تو میرے وصال کی تدبیر میں کرتا ہے اور وصال کے لئے تکلیف میں مبتلا ہو کر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے۔ من توانم۔ میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تکلیف اٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کر دوں۔

[2] لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لئے ہیں۔ سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو اقامت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ جو مقصد بلا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا۔ آنگہ۔ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔ وز بلاہا۔ لہٰذا وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کرے گا اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔

[3] تمثیل۔ اس مثال سے یہ سمجھنا مقصود ہے کہ مصائب اور مجاہدات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کدبانو۔ گھر کی مالکہ۔

دَر نخُود بنگر کہ اندر دیگ چُوں
چنے کو دیکھ کر، وہ دیگ میں کیسا

می جَہد بالا چو شد زآتش زبوں[1]
اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آ جاتا ہے

ہر زمانے می برآید وقتِ جُوش
جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے

بر سَرِ دیگ و برآرد صد خروش
دیگ پر، اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

کہ چرا آتش بمن درمی زنی
کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگائی ہے

چُوں خریدی چُوں نگونم میکُنی
جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیں مجھے اوندھا کرتی ہے

می زَند کفلیز کہ بانو کہ نے
بی بی کفگیر چلائی ہے، کہ نہیں

خُوش بخُوش و بر مَجہ ز آتش گُنے
خوب جوش کھا اور آگ چلانے والے سے نہ بھاگ

زاں نجُوشانم کہ مکروہِ منی
میں تجھے اس لئے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے

بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی
بلکہ اس لئے کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں
تاکہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے

بہرِ خواری نیستت ایں اِمتحاں
یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

آب[2] می خوردی بہ بُستاں سبز و تر
تو سبز و تر رہ کر باغ میں پانی پیتا تھا

بہرِ ایں آتش بُدست آں آبخور
وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

رَحمتش سابق بُدست از قہرِ زاں
اس کی رحمت قہر سے اسی لئے پہلے ہے

تا زَ رحمت گردد اہلِ اِمتحاں
تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

رَحمتش بر قہرِ زاں سابق شُدست
اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے

تا کہ سرمایہ وجود آید بدَست
تاکہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آ جائے

زانکہ بے لذّت نروید لحم و پوست
کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے

چوں نروید چہ گذاز و عشقِ دُوست
جب وہ نہ پیدا ہوا تو دوست کا عشق کس چیز کو پگھلائے گا

زاں[3] تقاضہ گر بیاید قہرہا
اگر اس عشق کے تقاضے سے مصیبتیں آئیں

تا کُنی ایثار آں سرمایہ را
تاکہ تو اس سرمایہ کو قربان کر دے

باز لُطف آید برائے عُذرِ اُو
پھر اس کی عذر خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے

کہ بکردی غسل و برجستی زجُو
کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

بانُخود گوید چریدی در بہار
وہ چنے سے کہتی ہے تو نے موسم بہار میں خوب چرا ہے

رنج مہمانِ تو شُد نیکوش دار
رنج، تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

---

[1] زبوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہو کر اچھلتا ہے۔ صد خروش۔ ہانڈی میں کھدا بھر کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا۔ گویا زبان حال سے مالکہ سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کر لائی تھی اب تو مجھے ذلیل کر رہی ہے۔ کفلیز۔ کفگیر۔ آتش کُن۔ آگ جلانے والا۔ زاں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لئے تجھے جوش دے رہی ہوں۔ تا غذا۔ تجھے اس لئے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بن کر انسان کی جان بن جائے۔

[2] آب۔ یعنی تجھے اس مقصد کے لئے اگایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیث قدسی ہے۔ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے تو رحمت غضب سے اسی لئے پہلے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہو کر وہ امتحان کے قابل بن جائے۔ تا کہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ زانکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گھلائے گا۔

[3] زاں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ ان مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اس سے عذر خواہی کرتی ہے اور اس کو قرب و وصال کی بشارت دیتی ہے۔ بانخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے کہتی ہے کہ تو نے رحمت خداوندی سے فیض حاصل کیا ہے تو رنج بھی بخوشی برداشت کر۔

تا کہ[1] مہمان باز گردد شکر ساز
تاکہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے

پیشِ شہ گوید ز ایثارِ تو باز
بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھل کر بیان کرے

تا بجائے نعمت منعم رسد
تاکہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا آجائے

جملہ نعمتہا برد بر تو حسد
اور تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ بچک
میں خلیل اللہ ہوں تو فرزند ہے چھری کے سامنے

سر بنہ اِنّی اَرانی اَذبحک
سر رکھدے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار
اطمینان قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے رکھدے

تا بُرّم حلقت اسمٰعیل وار
تاکہ اسماعیل کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سر بُرّم لیک ایں سر آں سر یست
میں سر کاٹ رہی ہوں لیکن یہ سر وہ سر ہے

کز بُریدہ گشتن و کشتن بریست
جو کٹنے اور مرنے سے بری ہے

لیک[2] مقصودم ازاں تعلیم تست
لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے

اے مسلماں بایدت تسلیم جست
اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیے

اے نخود می جوش اندر ابتلا
اے چنے! آزمائش میں جوش کھا

تا نہ ہستی وِنہ خود ماند ترا
تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی باقی نہ رہے

اندراں بستاں اگر خندیدۂ
اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے

تو گلِ بستانِ جان و دیدۂ
اب تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر جدا[3] از باغِ آب و گل شدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے

لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
تو لقمہ بن گیا ہے اور زندوں کے اندر آ گیا ہے

شو غذا و قوتِ اندیشہا
خیالات کی غذا اور روزی بن جا

شیر بودی شیر شو در بیشہا
تو دودھ تھا اب کچھاروں کا شیر بن جا

از صفاتش رستہ واللہ نخست
خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعہ سے اگا ہے

در صفاتش باز رو چالاک و چست
پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

زابر و خورشید وز گردوں آمدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے

پس شدی اوصاف و گردوں بر شدی
پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان بالا ہو گیا

---

[1] تاکہ۔ رنج بھی اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہے۔ اس کے ساتھ ایثار، قربانی کی جائے گی تو وہ شاہ کے دربار میں جا کر تعریف کرے گا۔ تا بجائے۔ رنج پر شکر گزاری سے نعمتوں ہی سے نہیں۔ منعم سے وصال ہوگا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ من خلیلم۔ بی بی کہتی ہے کہ جب تو میرا ہے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گزاری کر حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ قصہ۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کا مقولہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اے اسماعیلؑ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اس پر حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کیجئے اور وہ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ سر بریدم۔ میں تجھے فنا کر رہی ہوں لیکن یہ بظاہر فنا ہے اور حقیقت بقا ہے۔

[2] لیکن۔ یہ سر اگرچہ نفس الامر میں کٹ نہیں رہا ہے۔ بایں ہمہ ظاہری طور پر سر کاٹنے سے رضا و تسلیم کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ اے نخود۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہو جائے گا پھر بقا باللہ حاصل ہوگا۔ اندراں۔ چنے کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لئے خوشکن تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے غذا بن جانے کے بعد وہ انسانی جان و دل کے باغ کا گل ہو جائے گا۔

[3] گر جدا۔ اب چنا ترقی کر کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہو گیا کیونکہ وہ جز حیوان بن گیا ہے۔ شو اب

غذا انسانی بن کر انسانی افکار کی غذا بن جا۔ شو خدا۔ چنا پک کر انسانی افکار کی غذا بن جاتا ہے انسانی جزو ہو جانے کی وجہ سے اپنے وجود سے اعلیٰ وجود حاصل کر لیتا ہے۔ از صفاتش۔ چنا انسانوں کی صفات کی پیداوار تھا غذا بن جانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کر لیتا ہے۔ زابر۔ نباتات کی پیداوار میں ان تینوں چیزوں کے اثرات ہیں۔

آمدی در صُورتِ باراں و تاب
تو بارش اور دھوپ کی صورت میں آیا

می رَوی اَندر صفاتِ مُستطاب[1]
اب تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزوِ شمس و اَبر و انجُم ہا بُدی
تو سورج اور ابر اور ستاروں کا جزو تھا

نفس و فعل و قول و فکر تہا شُدی
روح اور فعل اور قول اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شدُ از مرگِ نبات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے

راست آمد اقْتُلُونِی یَا ثِقَات
سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! مجھے قتل کر دو

چُوں چنیں بُرد یست مارا بعد مات
جبکہ ہماری مار کے بعد اس طرح کی جیت ہے

راست آمد اِنَّ فِی قَتْلِی حَیَاتْ
سچ ثابت ہوا بیشک میرے قتل میں زندگی ہے

فعل و قول[2] صدق شُد قُوتِ مَلک
سچا قول و فعل فرشتے کی روزی بنا

تا بدیں مِعراج شُد سُوئے فلک
یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

آنچناں کاں طُعمہ شدُ قوتِ بَشر
اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا

از جمادی برشُد و شُد جانور
جمادیت سے بلند ہو گیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ پیہنا دِرے
اس بات کا مفصل بیان

گفتہ آید در مقامِ دیگرے
دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم ز گردوں می رَسَد
قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے

تا تجارت میکُند وَامی رَوَد
تاکہ تجارت کرے اور واپس جائے

پس بُرو شیریں و خُوش با اِختیار
پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا

نے بتلخی و کراہت دُزد وار
نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں[3] حدیثِ تلخ میگویم تُرا
میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتی ہوں

تاز تلخیہا فرو شُویم تُرا
تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

زآبِ سَرد انگورِ افسردہ زہد
ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے

سَردی و افسردگی بیروں نہد
پھر سردی اور ٹھٹھر کو باہر نکال ڈالتا ہے

توز تلخی چونکہ دل پُر خون شوی
تو چونکہ کڑواہٹ سے پر خون دل والا ہوتا ہے

پس زتلخیہا ہمہ بیروں شوی
پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائے گا

---

[1] صفاتِ مُستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستی حیواں۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کر لیتا ہے لہٰذا نباتات کی موت ان کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اقْتُلُونِی۔ یہ منصور حلاج کا قول ہے انہوں نے فرمایا کہ اے یارو مجھے قتل کر دو کہ میرے قتل ہونے میں ہی میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا ان کا قول صحیح ثابت ہوا۔ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یہ نصف مات ہے۔ مات۔ بازی میں شاہ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ زچ ہو جائے یہ پوری ہار ہے۔ راست آمد۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو ثابت ہو گیا کہ قتل ہی میں زندگی مضمر ہے۔

[2] فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بن کر بلندی حاصل کر لیتا ہے۔ آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بن کر بلندی حاصل کر لیتی ہے۔ ایں سخن۔ یعنی یہ کہ نوع ادنیٰ فنا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کر لیتی ہے۔ کارواں۔ انسانی روحوں کے قافلے عالم بالا سے دنیا میں کاروبار کے لئے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالم بالا ہے۔ پس۔ جب دنیا سے جانا ہی ہے تو خوشی سے سرخرو ہو کر جا۔

[3] زاں۔ بی بی نے بچے سے یہ بھی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اس لئے کہتی ہوں تاکہ تیری تلخی دور ہو جائے۔ زآب۔ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی اس کو دیا جاتا ہے اس سے اس میں جوش آ جاتا ہے اور اس کی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ توز تلخی۔ لہٰذا تیرے لئے تلخ باتیں تیری تلخیاں دور کر دینگی۔

هر که او اندر بلا صابر نشد — مُقبلِ ایں درگهِ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا — اس قابل فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارغ آئی گر بجو ریزند خَل — آں زماں شیریں شوی همچوں عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں اور تو بے فکر رہے — اس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہو گا

سَگ شکاری نیست اُو را طوق نیست — خام و ناجوشیدہ جُز بے ذوقِ نیست
جس کے گلے میں پٹہ نہیں ہے وہ شکاری کتا نہیں ہے — کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شُدن مُومن چُوں اُو بر سرِّ بلا واقف شَوَد
مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں ۱ زنِ خود گفت چُتین ست اے سَتی — خُوش بجوشم یاریم دہ ' راستی
اس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے — مجھے خوب جوش دے' میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

تو دریں جُوشش چو معمارِ منی — گفچلیزم زَن کہ بَس خُوش میزنی
چونکہ تو اس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے — میرے گفگیر مار' کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

همچو پیلم بر سَرم زن زخم و داغ — تا نہ بینم خوابِ ہندُستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ — تاکہ میں ہندستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

تا کہ ۲ خود را دردہم در جُوش من — تا رَہے یابم دریں آغوش من
تاکہ میں اپنے جوش کھانے میں خودی کو دیدوں — تاکہ میں اس آغوش میں راستہ پا لوں

زانکہ اِنساں در غِنا طاغی شَوَد — همچو پیلِ خواب بیں باغی شَوَد
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بن جاتا ہے — خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بن جاتا ہے

پیل چوں در خواب بیند ہندرا — پیلباں را نشنَوَد آرد دَغا
جب ہاتھی خواب میں ہندستان کو دیکھتا ہے — فیلبان کی نہیں سنتا ہے دغا بازی کرتا ہے

عُذر گفتنِ کدَبانو بانُخود و حِکمت در جُوش داشتن کدَبانو نخُود را
بی بی کا چنے سے عذر کرنا اور بی بی کا چنے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں سَتی گوید وُ را کہ پیش ازیں — من چو تو بُودم ز اَجزائے زمیں
وہ بی بی اس سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے — میں تیری طرح زمین کے اجزاء میں سے تھی

چوں بپوشیدم جہازِ آذری — پَس پذیرا گشتم و اَندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا — تب میں مقبول اور لائق بنی

۱ ہر کہ۔ مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔ فارغ۔ انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہو جائے کہ کڑوی باتوں سے اس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ سگ۔ کتا۔ پٹے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے انسان مصائب کے ذریعہ پختہ ہو کر خوش ذائقہ بنتا ہے۔

۲ آں نخود۔ جب چنے کو یہ احساس ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہو گیا۔ تو دریں۔ تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے' تیری ایذا رسانی اب میرے لئے راحت کا سبب ہے۔ ہمچو۔ ہاتھی ہندستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر انکس اس کو راست پر لاتا ہے۔

۳ تا کہ۔ یعنی ان مصائب اور مجاہدوں کے ذریعے سے میں آغوش رحمت میں راہیاب ہو جاؤں۔ آں ستی۔ اس بی بی نے چنے سے کہا کہ میں بھی نباتی اجزاء سے بنی ہوں۔ چوں۔ میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کئے تب کچھ بنی ہوں۔

مُدّتے[1] جوشیدہ اَم اندر زَمَن
ایک مدت تک میں نے زمنے میں جوش کھایا ہے

مُدّتے دیگر درون دیگِ تَن
پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں جوش کھایا ہے

زیں دو جوشش قُوّتِ حسّہا شدُم
ان دو جوشوں سے میں حسوں کی طاقت بنی ہوں

رُوح گشتم پس تُرا اُستا شُدم
میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری استاد بنی ہوں

درِ جمادی گفتمے زاں می رَوی
میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس سے منتقل ہو رہی ہے

تاشوی عِلم و صفاتِ معنوی
تاکہ تو معنی کا علم اور صفات بن جائے

چوں شُدی تو روح پس بارِ دگر
جب تو روح ہو گئی پھر دوبارہ

جُوشِ دیگر کُن ز حیوانی گذر
دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

از خدا[2] می خواہ تازیں نکتہا
خدا سے دعا کر تاکہ ان نکتوں سے

ورنہ لَغزی دَرسی دَر مُنتہا
لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شدُند
اس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں

زاں رَسن قومے درونِ چہ شدُند
اسی رسی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

مر رَسن را نیست جُرمے اے عَنُود
اے سرکش! رسی کا کوئی قصور نہیں ہے

چو تُرا سودائے سَر بالا نبُود
جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

جانبِ آں عاشق بیخویش راں
اس بے خود عاشق کی جانب چلا

کہ دراں مسجد چہ کرد از اِمتحاں
کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا؟

باقی قصۂ مہمانِ آں مسجدِ مہمان کُش و ثبات و صدقِ عزمِ اُو
اس مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصہ اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جماؤ کا قصہ

آں[3] غریبے شہر سَرِ بالا طلَب
اس شہر کے پردیسی عالم بالا کے طالب نے

گفت می چسپم دریں مسجد بشَب
کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

مسجدا گر کربلائے من شوی
اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی

کعبۂ حاجت رَوائے من شوی
تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گا

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار
اے منتخب دوست! خبردار! مجھے اجازت دے

تا رَسن بازی کُنم منصُور وار
تاکہ منصور حلاج کی طرح دار و رسن کا کھیل کھیلوں

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل
اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیل ہو

می نخواہد غَوث در آتش خلیل
تو آگ میں خلیل اللہ مدد نہیں چاہتا ہے

[1] مدتے۔ ایک عرصہ تک خارجی مصائب اٹھائے اور بدنی مجاہدے کئے ہیں۔ رایں۔ ان مصائب کے بعد میرے حواس باطنی بیدار ہوئے ہیں اور میں صاحب روح بن کر تیری استاد بنی ہوں۔ در جمادی۔ یعنی میں جب جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس لئے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی۔ یعنی انسان۔ چوں شدی۔ اب جبکہ روح۔ بن گئی ہوں تو روح حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہیے۔

[2] از خدا۔ ترقیوں کے اس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ ان کے ذکر سے اللہ کے ساتھ اتحاد ذاتی تک ترقی نہ سمجھ لی جائے اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کرتا کہ تو صحیح مطلب سمجھ سکے اور گمراہ نہ ہو جائے اللہ کے ساتھ اتحاد ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ زانکہ۔ جس طرح قرآن سے کچھ کج فہم گمراہ ہوتے ہیں مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مر رسن۔ اس میں قرآن کا قصور نہیں بلکہ ان کی کج باطنی کا قصور ہے۔

[3] آں۔ وہ مہمان اس شہر میں مسافر تھا اور عالم آخرت کا طالب تھا۔ کربلا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے۔ حاجت روا چونکہ اس کا صل مقصد فنائی الذات تھا۔ منصور۔ حضرت حلاج کو سولی دی گئی۔ گرشد۔ ممکن ہے یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیل نے آکر مدد کرنے کی خواہش ظاہر کی ہو۔

جبرئیلا رَو کہ من اَفرُختہ
اے جبرئیل! جا کہ میں جلا ہوا

بہترم چوں اُعود و عَنبر سُوختہ
بہتر ہوں جیسا کہ جلا ہوا عود اور عنبر

جبرئیلا گرچہ یاری میکُنی
اے جبرائیل! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے

چوں برادر پاسداری میکُنی
اور بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

اے برادر من بَر آذر چابکم
اے بھائی! میں آگ پر تیز رو ہوں

من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم
میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

جانِ حیوانی فزاید از عَلَف
حیوانی جان جو چارے سے بڑھتی ہے

آتشے بُود اُوچو ہیزم شُد تَلَف
آگ ہے وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

گرنکشتے [۲] ہیزُم اُو مُثمِر بُدے
اگر وہ ایندھن نہ بنتی ' تو پھلتی

تا اَبد مَعمور وہم عالم بُدے
ابد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

بادِ سوزان ست ایں آتش بداں
سمجھ لے یہ آگ مشتعل ہوا ہے

پرِ تو آتش بُودنے عَینِ آں
آگ کا پر تو ہے نہ کہ بعینہ آگ

عینِ آتش در اَثیر آمد یقیں
اصل آگ یقیناً کرہ آتش میں ہے

پرَ تو و سایہ وَیست اَندر زمیں
زمین میں اس کا پر تو ' اور سایہ ہے

لا جرم پرَ تو نپایدز اضطراب
لا محالہ پر تو بے چینی کی وجہ سے ناپائیدار ہے

سُوئے معدن باز میگردد شِتاب
جلد معدن کی طرف لوٹ جاتا ہے

قامت [۳] تو برقرار آمد بساز
تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے

سایہ اَت کوتہ دَمے یک دَم دَراز
تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے ' کبھی دراز ہے

زانکہ دَر پرَ تو نیابد کس ثُبات
اس لئے کہ سایہ میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے

عکسہا واگشت سُوئے اُمّہات
عکس ' اصلوں کی طرف لوٹ جاتا ہے

ہیں وہاں برَبند فتنہ لَب گشاد
خبردار منہ بند کر لے فتنہ نے لب کشائی کی ہے

خُشک آر اَللّٰہُ اَعلَمُ بِالرَّشاد
تغافل برت ' خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

فتنہ زادو کرد عالَم را خراب
فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے

شرَق و غرَب اُفتاد اندر اضطراب
مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

چوں مَراتب گردِ دِلہا تنگ شدُ
جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں

ہر یکے بادیگرے دَر جنگ شدُ
ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

۱۔ چوں عود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو مہکتی ہے۔ جبرئیلا۔ جبرئیل سے اس جان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیل سے مراد خود وہ مہمان ہے۔ اے برادر۔ مہمان نصیحت کرنے والے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں کھانا اور بڑھاؤ ہوتا ہے۔ جان حیوانی۔ حیوانی روح غذا سے بڑھتی ہے اور صرف ایک شعلہ ہے جو ایندھن کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔

۲ گرنکشتے۔ اگر انسانی جان آتش شہوت اور غضب کا ایندھن نہ بنے تو وہ خوب پھلے پھولے خود بھی منور بنے اور دوسروں کو بھی منور بنائے۔ باد۔ مولانا آتش غضب و شہوت کے فانی ہونے کو حسی آتش کے فانی ہونے سے سمجھاتے ہیں کہ یہ دنیا کی آگ کرہ آتشی کا پرتو ہے پرتو اور سایہ ناپائیدار ہوتا ہے۔ معدن۔ یعنی کرۂ آتشی۔

۳ قامت تو۔ اس دنیا کی آگ کا آتشی کرہ کا پرتو اور ناپائیدار ہونا اسی طرح سمجھ جیسا کہ انسان کا قد اور اس کا سایہ۔ عکسہا۔ پرتو اور سایے اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات کئے یہاں سے مولانا اس کی طرف رخ کرتے ہیں۔ فتنہ۔ اعتراضات کا فتنہ۔ چوں مراتب۔ مثنوی کے عالی مضامین تک لوگوں کی رسائی نہیں ہے اس لئے جنگ و جدل میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

گفتگو بسیار شُد خامُش شُدم — مسئلہ تسلیم کردم تَن زدم
بیان بہت ہو گیا میں چپ ہو گیا — میں نے بات مان لی میں خاموش ہو گیا
ور تو گوئی مُوجب فِتنہ چہ بُود — باز گویم گوش کُن چُوں غم فزُود
اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا — چونکہ غم بڑھا ہوا ہے پھر بتاتا ہوں سن

ذکرِ خیالِ بَد اندیشیِ قاصرِ فہماں

کم سمجھ لوگوں کی بد اندیشی سے خیال کا ذکر

پیش ازاں کایں قصّہ تا مُخلص رسَد — دُود وگندے آمد از اہلِ حَسد
اس سے پہلے ہی کہ یہ قصہ خاتمے تک پہنچے — حاسدوں کی جانب سے دھواں اور بدبو پیدا ہو گئی
من۲ نمی رَنجم ازیں لیک ایں لگَد — خاطرِ سادہ دِلے راپے کُند
میں اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی — کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی
خُوش بیاں کرد آں حکیمِ غزنوی — بہرِ مَحجُوباں مثالِ معنوی
اس غزنوی دانا نے بہت اچھی بات کہی ہے — منکروں کے لئے ایک بامعنی مثال
کہ زقرآں گر نہ بیند غیرِ قال — ایں عَجب نبُوَد ز اَصحابِ ضلال
کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں — تو گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے
کز شعاعِ آفتابِ پُرز نُور — غیرِ گرمی می نیابد چشمِ کُور
کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے — اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی
خربطے۳ ناگاہ ار خر خانہء — سَر بُروں آوَرد چوں طَعانہ
گدھوں کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک — طعنہ باز کی طرح سر ابھارا
کایں سخن پَست ست یعنی مَثنوی — قصّہ پیغمبرَست و پیَروی
یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے — پیغمبر اور ان کی پیروی کا قصہ ہے
نیست ذکر و بحث اَسرارِ بُلند — کہ دواند اولیا زاں سُو سَمند
بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے — کہ اولیاء اس طرف گھوڑا دوڑائیں
از مُقاماتِ تبتُّل تا فنا — پایہ پایہ تا مُلاقاتِ خدا
خلوت سے فنا تک کے مقامات — درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک
شرح وحدِّ ہر مقام و منزلے — کہ بہ پَرزُو بَر پَرَد صاحبدلے
ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد ہوتی — تاکہ پروں کے ذریعہ صاحب دل اس سے پرواز کرتا

۱ گفتگو۔ یعنی اعتراضات اور جوابات۔ غم فزود۔ چونکہ مجھ طبعاً بہت افسوس ہے اس لئے فتنہ کا سبب بیان کرنے پر مجبور ہوں ورنہ خاموشی اختیار کر لیتا۔ کایں قصہ۔ یعنی مسجد کے مہمان کا قصہ۔

۲ من نمی رنجم۔ مجھے معترضین پر عقلاً کوئی رنج نہیں ہے لہٰذا میں جواب نہ دیتا لیکن یہ خیال ہے کہ اگر جواب نہ دوں گا تو معترضین کی دولتیاں سادہ دل لوگوں کو گمراہ کر دیں گی۔ حکیم غزنوی۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ محجوباں۔ وہ لوگ جو نور معرفت سے محروم ہیں۔ کہ زقرآں۔ یعنی گمراہوں کی پہنچ محض قرآن کے لفظوں تک ہے۔ کز شعاع۔ ان کی مثال چمگادڑ کی سی ہے جو سورج کے نور سے محروم ہے اور صرف گرمی کا احساس کرتی ہے۔

۳ خربطے۔ بڑی تلخ۔ احمق۔ طعانہ یعنی طعن کرنے والا۔ کہ دواند۔ اس میں اصحاب معرفت کی توجہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ از مقامات۔ یعنی مثنوی میں ابواب اور فصول قائم کر کے تصوف کے مراتب کا ذکر ہونا چاہیے تھا اور سالک کے لئے ہر منزل اور مقام کی نشاندہی ہونی چاہیے تھی۔ تبتل۔ لوگوں سے انقطاع۔ خلوت۔

جُملہ[1] اسر تاسر فسانہ است و فُسوں
سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے

کوُد کانہ قصہ بیرون و دُروں
اندر اور باہر سے بچکانہ قصہ

چوں کتابُ اللہ بیامد ہم براں
جب اللہ کی کتاب آئی اس پر بھی

ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں
ان کافروں نے اس طرح کے طعنے دیئے

کی اَساطیرست و افسانہ نژند
کہ پرانی کہانیاں اور افسانہ ہے

نیست تحقیقے و تعمیقے بُلند
کوئی تحقیق اور بلند گہرائی نہیں ہے

کوُدکانِ خُرد فہمش می کُنند
اس کو چھوٹے بچے سمجھتے لیتے ہیں

نیست جُز امرِ پسند[2] و ناپسند
اس میں پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

ذکرِ آدم گندُم و اِبلیس و مار
آدمؑ گیہوں شیطان اور سانپ کا ذکر ہے

ذکرِ ہود و باد و رابراہیم و نار
ہودؑ اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

ذکرِ نوحؑ و کشتی و طوفانِ تن
نوحؑ کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے

ذکرِ کنعان و سر از خط تافتن
کنعان اور حکم سے منہ موڑنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسمٰعیل ذبح جبرئیل
اسمٰعیلؑ ذبح اور جبرئیل کا ذکر ہے

ذکرِ قصدِ کعبہ و اصحابِ فیل
کعبہ کے ارادے اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

ذکرِ یوسفؑ ذکرِ زُلفِ پرخمش
یوسف کا ذکر ہے ان کی بل کھائی ہوئی زلف کا ذکر ہے

ذکرِ یعقوبؑ و زلیخا و غُمش
یعقوبؑ اور زلیخا اور اس کے غم کا ذکر ہے

ذکرِ بلقیس و سلیمانؑ و سبا
بلقیس اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے

ذکرِ داودؑ و زبور و اُوریا
داودؑ اور زبور، اور اوریاؑ کا ذکر ہے

ذکرِ طالوت و شعیبؑ و صوم اُو
طالوت اور شعیبؑ اور اس کے روزے کا ذکر ہے

ذکرِ یونسؑ ذکرِ لوطؑ و قوم اُو
یونسؑ کا ذکر ہے لوطؑ اور ان کی قوم کا ذکر ہے

ذکرِ حملِ مریم و نخل و مَخاض
مریم کے حمل کھجور، اور بدرہ کا ذکر ہے

ذکرِ زکریاؑ و یحییٰؑ و ریاض
زکریاؑ اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

ذکرِ صالح ناقہ و تقسیمِ آب
صالحؑ کی اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے

ذکرِ ادریسؑ و مُناجات و جواب
ادریسؑ اور ان کی سرگوشی اور جواب کا ذکر ہے

ذکرِ الیاسؑ و عُزیرؑ و موتِ اُو
الیاسؑ اور عزیرؑ اور ان کی موت کا ذکر ہے

ذکرِ قارون و زمیں رفتن فرو
قارون اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

[1] جُملہ۔ معترضین نے کہا کہ اس مثنوی میں تو صرف قصے اور کہانیاں ہیں اور یہ مثنوی ظاہری و باطنی اعتبار سے طفلانہ قصوں سے لبریز ہے۔ چوں کتاب اللہ معترضین نے قرآن پر بھی اسی طرح کے اعتراضات کیے تھے کہ وہ محض پہلے قصے ہیں اس میں کوئی بلند پایہ مضمون نہیں ہے۔

[2] امرِ پسند۔ یعنی حلال و حرام۔ تافتن۔ یعنی ان کی حکم عدولی کا بیان۔ ذکر۔ یعنی قرآن میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو آئندہ دو تیرہ شعروں میں مذکور ہیں۔

ذکرِ ایوبؑ و صبوری در بلا
ایوب اور مصیبت میں ان کے صبر کرنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسرائیلیاں در تیہ لا
بخر تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

ذکرِ موسیٰؑ و شجر طور و عصا
موسیٰ اور درخت، طور اور عصا کا ذکر ہے

خلعِ نعلین و خطابات و عطا
جوتے اتارنے اور خطابات اور بخشش کا ذکر ہے

ذکرِ عیسیٰؑ و عروجش بر سما
عیسیٰ اور ان کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے

ذکرِ ذوالقرنین و خضرؑ و ارمیا
ذوالقرنین اور خضر اور ارمیا کا ذکر ہے

ذکرِ فضلِ احمدؐ و خُلقِ عظیم
احمدؐ کی فضیلت اور اس کے بلند اخلاق کا ذکر ہے

کہ قمر از معجزاش شد دو نیم
کہ چاند ان کے معجزے سے دو ٹکڑے ہو گیا

ظاہرست[1] او ہر کسے پے می برد
یہ سب ظاہر ہے اور ہر شخص جانتا ہے

کو بیاں کو کہ شود دروے خرد
وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہو جائیں؟

گفت اگر آساں نماید ایں بتو
فرمایا اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے

اے بچخنیں یک سورہ گوائے سخت گو
اے بھاری بات کرنے والے ایس ایک سورت

جنیان و انسیان و اہل کار
جن اور انسان اور کام کے لوگ

گو یکے آیت ازیں آساں بیار
کہہ دے اس آسان کی ایک آیت لے آئیں

تفسیرِ حدیث اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ۲ ظَهْرًا وَّ بَطْنًا وَ لِبَطْنِهٖ
اس حدیث کی تفسیر کہ قرآن کا ظاہر اور باطن ہے اور اس کے باطن کا

بَطْنٌ اِلٰی سَبْعَةِ اَبْطُنٍ
باطن ہے سات باطنوں تک

حرفِ قرآں رابداں کہ ظاہرست
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ اس کا ظاہر ہیں

زیر ظاہر باطنے بس قاہرست
اور ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر
اس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے

خیرہ ۳ گردد اندر و فکر و نظر
جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم
اس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے

کہ درو گردد خردہا جملہ گم
کہ اس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

بطنِ چارم از قبے خود کس ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا

جز خدائے بے نظیر و بے ندید
لامثیل اور لاشریک خدا کے سوا

---

[1] ظاہرست۔ یہ ساری باتیں سب کو معلوم ہیں قرآن میں وہ مضامین کہاں ہیں جن سے عقلیں دنگ ہو جائیں۔ گفت۔ معترضوں کے جواب میں قرآن نے کہا ہے کہ اگر قرآن تمہیں ایسا ہی آسان نظر آتا ہے تو تمام جن و انس اور دیگر مددگار مل کر ایک آیت قرآن جیسی بنالاؤ۔

[2] اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ۔ قرآن کا ایک تو لفظی ترجمہ اور معنی ہیں پھر ان معنی میں معنی ہیں اسی طرح تہ در تہ سات معنی تک یہ سلسلہ ہے ان معانی کے کچھ مرتبوں تک فہم و فراست کے تفاوت کے اعتبار سے مجتہدین اور علماء کی پہنچ ہے اور کچھ مراتب سے صرف علم اللہ کا تعلق ہے واضح رہے کہ اسرار و حکم کے بیان میں وہی معنی معتبر ہونگے جو الفاظ قرآن اور ظاہر کے خلاف نہ ہوں۔

[3] خیرہ گردد۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایسے اسرار تک پہنچ جاتے تھے کہ دوسرے صحابہ ان میں حیران ہو جاتے تھے۔ بطن سوم۔ معانی کی اس تہ میں سب کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ بطن چہارم۔ معانی کی چوتھی منزل تک عقل انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

همچنیں تا هفت بطن اے ذوالکرم
اے بھلے اسی طرح سات باطن تک

می شمر توزیں حدیث[1] مغتصم
تو اس محفوظ حدیث سے گن لے

توز قرآن اے پسر ظاہر مبیں
اے بیٹا! تو قرآن کے صرف ظاہر کو نہ دیکھ

دیو آدم را نہ بیند جز کہ طیں
شیطان نے آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہرِ قرآن چو شخصِ آدمی ست
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے

کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست
کہ اس کے نقش ظاہر ہیں اور اس کی روح پوشیدہ ہے

مر ورا صد سال عم و خالِ او
سو سال تک انسان کے چچا اور ماموں

یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او
اس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

بیان[2] آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السلام بکوہہا و غارہا
اس کا بیان کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے

جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نہ بلکہ
آپ کو پوشیدہ کرنے کے لئے ہے اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے اور ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ دنیا سے

جہتِ ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن
بقدر امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی اور برانگیختہ کرنے کے لئے ہے

آنکہ گویند اولیاء در کہ[3] بوند
لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں ہوتے ہیں

تا ز چشمِ مرد ماں پنہاں شوند
تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلق ایشاں فراز صد کہ اند
مخلوق کے سامنے رہتے ہوئے بھی وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں

گامِ خود بر چرخِ ہفتم می نہند
اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کہ جو بود
تو کیوں چھپے پہاڑیوں کو کیوں تلاش کرے

کوز صد دریا و کہ آں سو بود
وہ جو سو دریاؤں اور پہاڑوں سے ادھر ہو

حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت
اس کو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے

کز پیش کرہ فلک صد فعل ریخت
جس کے پیچھے بھاگنے میں آسمان کے پیرے نے سینکڑوں فعل تزے ہیں

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں
آسمان گھوما اور اس نے روح کی گرد کو بھی نہ دیکھا

تعزیت جامعہ پوشید آں زماں
اس وقت اس نے ماتمی لباس پہن لیا

[1] حدیث مغتصم۔ یہی حدیث جو عنوان میں مذکور ہے اور جو لفظی سے محفوظ ہے۔ توز قرآں۔ قرآن محض الفاظ کہ نہ سمجھو بلکہ قرآن ان تہ بہ تہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ دیو۔ محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہر قرآں۔ قرآن کے الفاظ اور ان میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مر ورا۔ ایک انسان خواہ وہ تمہارا کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔

[2] بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیاء اپنے آپ کو چھپانے کے لئے جنگلوں اور پہاڑیوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے نہیں ہے ان کے اوصاف تو بہر حال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترک دنیا کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔

[3] کہ۔ کوہ پہاڑ۔ فراز صد کہ۔ یعنی اولیاء عوام میں رہتے ہوئے بھی ان سے سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں ان کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے۔ پس۔ جبکہ ان میں اور عوام میں سینکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دوری ہے تو ان کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کز پیش۔ ان کے بلند مقام تک تو آسمان کی تگ و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا نیلا لباس اسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیاء کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

گر بظاہر آں پری پنہاں بُود — آدمی پنہاں تر از پریاں بُود
اگرچہ بظاہر پری پوشیدہ ہوتی ہے — آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

نزدِ عاقل زاں پری کہ مُضمَر ست — آدمی صد بار خود پنہاں تر ست
عقلمند کے نزدیک اس پری سے جو پوشیدہ ہے — آدمی سو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست — چوں بُود آدمؑ کہ در غیب اُو صفی ست
جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے — تو ان آدمؑ کا کیا حال ہوگا جو عالم غیب کے برگزیدہ ہیں

تشبیہ ۲ صورتِ اَولیاء و صورتِ کلام اَولیاء بصورتِ عصائے
اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰ
موسیٰؑ وصورت فسونِ عیسیٰؑ
کے عصا اور حضرت عیسیٰؑ کے دم کرنے کی صورت سے

آدمی ہمچو عَصائے موسیٰؑ ست — آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰؑ ست
آدمی حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہے — آدمی حضرت عیسیٰ کے دم کرنے کی طرح ہے

درِ کفِ حق بہرِ داد و بہرِ زین — قلبِ مؤمن ہست بَینَ الاصبعَین
عطا اور زینت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں — مومن کا دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

ظاہرش چوبے و لیکن پیشِ اُو — گون یک لُقمہ چو بکشاید گلُو
اس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اس کے سامنے — جب وہ منہ کھولے عالم ایک لقمہ ہے

تو مبیں زافسونِ عیسےٰ حرف وصوت — آں ببیں کزوے گریزاں گشت موت ۳
حضرت عیسیٰ کے دم کرنے میں تو حرف اور آواز کو دیکھ — یہ دیکھ کہ اس سے موت بھاگ گئی ہے

تو مبیں زافسونش آں لہجات پست — آں نگر کہ مُردہ برجَست ونشست
ان کے دم کرنے میں تو ویسے لہجے کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ مردہ کودا اور بیٹھ گیا

تو مبیں مرآں عصارا سہل یافت — آں ببیں کہ بحرِ اَخضر را شگافت
تو اس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانے والا نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اس نے بحرِ اخضر کو چیر دیا

توز دوری دیدۂ چترِ سیاہ — یک قدم پا پیش نہ بنگر سپاہ
تو نے دور سے سیاہ چھتر دیکھا ہے — ایک قدم آگے رکھ لشکر کو دیکھ

توز دوری می نہ بینی جُز کہ گرد — اَندکے پیش آ ببیں در گردِ مرد
تو دوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے — تھوڑا سا آگے آ گرد میں مرد کو دیکھ

۱ گر بظاہر۔ پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو اس کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اس قدر تعجب خیز نہیں ہے جس قدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی۔ جب عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدمؑ کے اوصاف تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے۔

۲ تشبیہ۔ اولیا اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت عیسیٰ کا پھونک مارنا سمجھ جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن ان کے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔ در کف حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَآءُ۔ یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کی طرح اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں ان کو جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے یعنی جس طرح عصاء موسیٰ اور دم عیسیٰ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں اس طرح مومن کے دل پر بھی حضرت حق تعالیٰ کے خصوصی تصرفات ہیں۔

۳ موت۔ حضرت عیسیٰ کے پھونکنے سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ معمولی لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائے گی۔ شگافت۔ حضرت موسیٰ کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ توز دوری۔ تو نے دور سے صرف کالا چھتر دیکھا ہے اندر گھس کر دیکھ کس قدر لشکر موجود ہے گرد۔ تو نے دور سے صرف گرد دیکھی ہے قریب جا تو اس میں مرد کو بھی دیکھے گا۔ یعنی تیری نظر صرف اوصاف ظاہری پر ہے باطنی اوصاف کو دیکھ۔

دیدہا را گردِ اُو روشن کُند — کوہہا را مَردیِ اُو بر کُند
اس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے — اس کی بہادری پہاڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے

چوں برآمد موسیٰ از اقصائے دشت — کوہِ طور از مقدمش رقّاص گشت
جب حضرت موسیٰ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے — ان کی تشریف آوری سے کوہ طور رقص کرنے لگا

تفسیر قولہ تعالیٰ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْر

اللہ تعالیٰ کے قول اے پہاڑو اور پرندو اس کے ساتھ جوابی بنو کی تفسیر

رُوئے داؤدؑ از فرشِ تاباں شُدہ — کوہہا اندر پیش نالاں شُدہ
حضرت داؤد کا چہرہ اس اللہ کی شان سے روشن ہوا — پہاڑ ان کے پیچھے روئے

کوہ با داؤد گشتہ ہمرہے — ہر دو مطرب مست در عشقِ شہے
پہاڑ حضرت داؤد کے ساتھی بنے — دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ[1] اَمر آمدہ — ہر دو[2] ہم آواز و ہم پردہ شُدہ
اے پہاڑو! جوابی بنو' کا حکم آیا — دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

گفت داؤد تو ہجرت دیدۂ — بہرِ من از ہمدَماں ببریدۂ
اللہ نے فرمایا اے داؤ تو نے ہجر دیکھا ہے — میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

اے غریب فرد بے مُونس شدہ — آتشِ شوق از دلت شُعلہ زدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے — تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

مُطربانم[3] خواہی و قوّال و ندیم — کوہہا را پیشت آرد آں قدیم
تو گویے اور قوال' اور ہم مجلس چاہتا ہے — وہ قدیم اللہ تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

تا کہ قوالی و سَرنائی کُنند — جُملہ پیشت باد پیمائی کُنند
تاکہ وہ تیرے لئے قوالی اور شہنائی بجائیں — سب تیرے سامنے نفہ سرائی کریں

تابدانی نالہ چوں کہ را رَواست — بے لَب و دَنداں ولی را نالہ است
تاکہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے — تو ولی کے نالے' بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمۂ اَجزائے آں صافی جَسَد — ہر شبے در گوشِ حِسّش میرسَد
اس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ — ہر رات کو اس کے حس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنَوَد اُو بشنَوَد — اے خُنک جاں کو غَیبش بگرَوَد
ہمنشین نہیں سنتے وہ سنتا ہے — وہ جان قابل مبارکباد ہے جو اس کی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

[1] دیدہا۔ ان کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ ان کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے اور ان کی ہمت مردانہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ موسیٰ حضرت موسیٰ کے قدوم میمنت لزوم سے کوہ طور رقص کرنے لگا تھا۔ یا جبال۔ حضرت داؤد کے بارے میں پہاڑوں اور پرندوں کو حکم ہوا تھا کہ وہ ان کے ہر نفہ بنیں۔

[2] ہر دو۔ حضرت داؤد اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نفہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔ گفت۔ حضرت داؤد سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں مبتلا ہے اور دوستوں سے جدا ہے۔

[3] مُطربانم۔ فراق کا غم فرد کرنے کے لئے محفل اور قوالی کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کئے دیتا ہوں۔ سرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے شہنائی۔ باد پیمائی۔ چونکہ مضامیر میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس کے بجانے کو باد پیمائی کہا جاتا ہے۔ تابدانی۔ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں بھی نالہ ہوتا ہے جو اولیاء کے دل کے نالوں کو ان کے کان سنتے ہیں تم نہیں سن سکتے لیکن ان کی اس کیفیت پر یقین کرنا سہاری سعادت ہے۔

بنگرد[1] در نفسِ خود صد گفتگو — همنشینِ او نبرده هیچ بو
وہ اپنے نفس میں سینکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے — اور اس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دلت — میرسد از لامکاں تا منزلت
تیرے دل میں سینکڑوں سوال اور سینکڑوں جواب — لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا — گر بنزدیکِ تو آرد گوش را
تو سنتا ہے وہ ان کانوں سے نہیں سنتا — اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی — چوں مثالش دیدۂ چوں نگروی
اے بہرے میں مانتا ہوں تو اس کو نہیں سنتا ہے — جب تو نے اس کی ایک مثال دیکھ لی گردیدہ کیوں نہیں ہوتا

جوابِ طعنہ زنندہ بر مثنوی از قصورِ فہمِ خود
اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگِ طاعن تو عوعو[2] میکنی — طعنِ قرآں را بروں شومی کنی
اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے — قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بناتا ہے

ایں نہ آں شیرست کز وے جاں بری — یاز پنجہ قہر او ایماں بری
یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچا سکے — یا اس کے غضب کے پنجہ سے ایمان کو بچا سکے

تا قیامت میزند قرآں ندا — اے گروہِ جہل را گشتہ فدا
قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے — اے نادانی پر فدا گروہ!

مر مرا افسانہ می پنداشتید — تخمِ طعن و کافری می کاشتید
تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا — طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے

خود بدیدید آنکہ طعنہ می زدید — کہ شما فانی و افسانہ بدید
تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا — کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من[3] کلامِ حقم و قائم بذات — قوتِ جانِ جان و یاقوتِ زکات
میں اللہ کا کلام اور اللہ کی ذات سے قائم ہوں — روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتادہ بر شما — لیکن از خورشید ناگشتہ جدا
میں سورج کا نور ہوں جو تم پر پڑ رہا ہے — لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

نک منم ینبوعِ آں آبِ حیات — تا رہانم عاشقاں رازیں ممات
یہ میں اس آب حیات کا چشمہ ہوں — تاکہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دیدوں

---

[1] بنگرد۔ اولیاء کے روحانی مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں۔ عالم غیب۔ زاں گوشہا۔ روحانی مکالمہ حسی کانوں سے نہیں سنا جا سکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں جو ان کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو ان کو ان کا معتقد ہو جانا چاہیے۔

[2] عوعو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ طعن قرآں۔ یعنی مثنوی جو کہ بزبان پہلوی قرآن ہے اس پر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اس لئے بچاؤ کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کئے جائیں۔ بروں شو۔ مخلص۔ گریز گاہ۔ ایں۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا آسان بات نہیں ہے یہ صریحی کفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہوں گے اور ان کا جو خود افسانہ بن کر رہ جائے گا۔

[3] من۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذات باری کے ساتھ قائم ہے۔ نور خورشید۔ ذات خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع۔ چشمہ یعنی قرآن آب حیات کا ایسا سرچشمہ ہے کہ جو اس سے سیراب ہو جائے گا۔ اس کو ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔

گر چُناں[1] گند آزِ تاں تنگختے — جُرعۂ بر گورتاں حق ریختے
اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی — اللہ تعالیٰ تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے بگیرم گفت و پندِ آں حکیم — دل نگردانم بہر طعنِ سقیم
نہیں میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہو — ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدن کُرّۂ اسپ از خوردنِ آب بسبب شخولیدنِ سائیساں
سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑنے کی مثال دینا

آنکہ فرمودست اُو اندر خطاب — کُرّۂ[2] مادر ہمی خورد ند آب
جو گفتگو میں انہوں نے فرمایا — بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر — بہرِ اسپاں کہ ہلازیں آب خور
وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی — گھوڑوں کے لئے کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آں شخولیدن بکُرّہ می رسید — سر ہمی برداشت وز خود می رمید
وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا — وہ سر اٹھا لیتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا

مادرش پُرسید کاے کُرّہ چرا — می رمی ہر ساعتے زیں استقا
اس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں — تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

گفت کُرّہ می شخولند ایں گروہ — ز اتفاقِ بانگ شاں دارم شکوہ
بچھیرے نے کہا یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں — مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دم می لرزد از جامی رود — ز اتفاقِ نعرہ خوفم می رسد
تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہو جاتا ہے — ان کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بُودست ایں — کار[3] افزایاں بُدند اندر زمیں
ماں نے کہا جب سے یہ دنیا بسی ہے — فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کُن اے ارجمند — زُدو کایشاں ریشِ خود برمی کنند
اے اقبال مند! خبردار! تو اپنا کام کر — عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آبِ فراخ — پیش ازاں کز ہجر گردی شاخ شاخ
وقت تنگ ہے اور پانی تیزی سے جا رہا ہے — اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے

---

[1] گر چناں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو ان کی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا۔ نے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ معترضین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھانا بند نہ کروں گا اور اعتراضات کی طرف توجہ نہ دوں گا۔ مثل۔ بچھیرے کو اس کی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ بدک پانی پینے میں مشغول رہ اسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کر کے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ او۔ یعنی حکیم شنائی غزنوی۔

[2] کُرّہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن سیٹی بجانا۔ بہر اسپاں۔ سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تاکہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں۔ یعنی سیٹی بجانے سے بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقاء۔ سیرابی حاصل کرنا۔

[3] کار افزا۔ کام کو پھیلاوے میں ڈالنے والے۔ بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا۔ شرمندہ ہونا۔ آب فراخ۔ یعنی زندگی کی نہر۔ ہجر۔ یعنی موت کی وجہ سے تیرا اوڑ جوڑ جدا ہو جائے۔

شُہرہ کاریزے[1] است پُر آبِ حیات
آب حیات سے بھری مشہور نہر ہے

آب کش تا بَر دہد از تو نبات
پانی ڈال تاکہ تیرے پودے پھل دیں

آبِ خضر از جُوئے نُطقِ اَولیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے خضر والا پانی

می خوریم اے تشنۂ غافل بیا
ہم پیتے ہیں اے غافل پیاسے! آ جا

گر نہ بینی آب کُوراں بفن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا تدبیر کے ساتھ

سُوئے جو آور سبُو دَر جوئے زن
ٹھلیاں نہر کی جانب لا اور نہر ڈبودے

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست
جب تو نے سن لیا کہ اس نہر میں پانی ہے

کُوررا تقلید باید کار بست
اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیے

جُو فرو بَر مَشکِ آب اندیش را
پانی میں شک کرنے والی مشک کو نہر میں ڈبو دے

تا گراں بینی تو مَشک خویش را
تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

چوں گراں دیدی شوی تو مُستدِل
جب تو بھاری دیکھ لے گا تو صاحب دلیل بن جائے گا

رَست از تقلید خشک آ نگاہ دل
اس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائے گا

گر نہ[2] بیند کُور آبِ جو عیاں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے

لیک داند چوں سَبُو بیند گراں
لیکن سمجھ لیتا ہے جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

کہ زجُو اندر سَبُو آبے بَرفت
کیونکہ نہر سے ٹھلیاں میں پانی پہنچ گیا

کایں سُبک بُود و گراں شُد زآب ذفت
اس لئے کہ یہ ہلکی تھی بھاری پانی سے بھاری ہو گئی

زانکہ ہر بادے مَرادر می رَبُود
کیونکہ ہر ہوا مجھے پھسلا دیتی تھی

بادی تُربا یدم تقلم فزود
اب ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا

مَر سَفیہاں را رُباید ہَر ہَوا
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے

زانکہ نبُود شاں گرانی و قویٰ
کیونکہ ان میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کِشتیِ[3] بے لنگر آمد مردِ شر
شریر آدمی بے لنگر کی کشتی ہے

کہ زبادِ کژنیاید اُو حذر
کہ مخالف ہوا سے اس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر باعث امن ہے

لنگرے دریوزہ کُن از عاقلاں
عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

اُو مدد ہائے خرد چوں دَر رُبود
جب وہ عقل کی مددیں حاصل کر لیتا ہے

از خزینہ دُرِّ آں دریائے جُود
اس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے سے

---

[1] کاریز۔ بوزان فالیز پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اس کے ذریعہ سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔ آب خضر۔ یعنی آب حیات۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اس ولی کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تعلق پیدا کر لے پھر تجھے اس کی بزرگی کا یقین آ جائے گا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اس کو چاہیے کہ اس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین آ جائے گا۔ از تقلید۔ پہلے تو اس کا فعل محض دیکھا دیکھی تھا اب اس کے دل کو یقین حاصل ہو جائے گا۔

[2] گر نہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔ زانکہ۔ اس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اس وقت معلوم ہو گا جب وہ دیکھے گا کہ نفسانی ہوا اس کو نہیں اڑا سکتی اور وہ بھاری بھرکم بن گیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیضیاب نہیں ہیں ان کی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے۔

[3] کشتی۔ شیخ کا تعلق کشتی کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو باد مخالف کے ساتھ ہو جانے سے روکتا ہے۔ از عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کو لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل سے لنگر حاصل کر لے۔ از خزینہ۔ یعنی شیخ کا لقب۔

زیں[1] اچُنیں امداد دل پُرفن شوَد
اس طرح کی مدد سے دل صاحب تدبیر ہو جاتا ہے

بجہد از دل چشم ہم روشن شوَد
دل سے آگے بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں

زانکہ نُور از دل بریں دیدہ نشست
کیونکہ نور دل سے ان آنکھوں میں آتا ہے

تا چو دل شدُ دیدۂ تو عاطل ست
جب دل ضائع ہو گیا تیری آنکھ بیکار ہے

دل چو بَر انوارِ عقلی برزند
جب دل عقلی نوروں پر قابو پا لیتا ہے

زاں نصیبے ہم بدو دیدہ دہد
وہ دونوں آنکھوں کو بھی اس سے حصہ دے دیتا ہے

پس بَداں کابِ مبارک ز آسماں
پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی

وحیِ دلہا باشد و صدقِ بیاں
دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ماچواں گُرہ ہم آب جُو خوریم
ہم بھی اس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے

سُوئے آں دمہاں طاعن ننگریم
اس طعنہ دینے والوں کے دموں کی طرف نظر نہ کریں گے

پیروِ[2] پیغمبرانی رہ سپَر
طَعنۂ خلقاں ہمہ بادی شمَر

تو پیغمبروں کا پیرو ہے راستہ طے کر
لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند
گوش بابانگِ سگاں کے کردہ اند

جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے
انہوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

باز گوکاں باکباز و شیرِ مرد
اندراں مسجد چہ بنمودش چہ کرد

پھر بتا اس باکباز اور شیر مرد کو
اس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا اس نے کیا کیا؟

بقیہ قصۂ مہمان و مسجد مہمان کُش

مہمان اور مہمان کو قتل کرنے والی مسجد کے قصے کا بقیہ

خُفتہ[3] در مسجد خود اُورا خواب کو
وہ مسجد میں لیٹ گیا اس کو نیند کہاں

مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجُو
ڈوبا ہوا انسان نہر میں کیسے سوئے؟

خوابِ مُرغ دلماياں باشد ہمے
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے

عاشقاں را زیرِ غرقاب غمے
عاشقوں کے لئے غم کے ڈباؤ پانی میں

نیم شب آواز با بہولے رسید
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی

کایم آیم برسَرت اے مُستفید
اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے سر پر

پنج گرّت ایں چُنیں آوازِ سخت
اس طرح کہ سخت آواز پانچ مرتبہ

می رسید و دل ہمی شد لخت لخت
آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

---

[1] زیں چنیں۔ یہ مدد پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نور حسی اور نور باطنی کا اصلاً تعلق دل سے ہوتا ہے اس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے اس لئے جب حرکت قلب بند ہو جاتی ہے تو آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ پس بداں۔ تجلیات۔ رب کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ماچو۔ جبکہ آسمانی پانی کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اس بچھیرے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیے۔ اور معترضین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیے۔

[2] پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں نے طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیے۔ بانگ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔

[3] خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اس کو نیند نہ آئی اس لئے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اسی طرح کی ہے جیسے اڑتے پرندے کی یا تیرتی مچھلی کی۔ مستفید۔ فائدہ اٹھانے والا۔

تفسیر ۱ آیہ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي

اس آیت کی تفسیر اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور ان کے ساتھ ساجھا لگا

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا

مالوں میں اور اولاد میں اور ان سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے ان سے شیطان مگر دھوکے کا

تو چو عزم دیں کنی با اجتہاد — دیو بانگت برزند اندر نہاد

جب تو کوشش سے دین کا عزم کرتا ہے — جسم کے اندر شیطان تجھے آواز دیتا ہے

کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی — کہ اسیر رنج و درویشی شوی

کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا' سوچ لے — کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائے گا

بینوا گردی زیاراں وا بری — خوار گردی و پشیمانی خوری

تو مفلس بن جائے گا یاروں سے چھوٹ جائے گا — ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اٹھائے گا

تو زبیم بانگ آں دیو لعیں — واگریزی ۲ در ضلالت از یقیں

تو اس معلون شیطان کی آواز کے ڈر سے — یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

کہ ہلا فرد او پس فردا مر است — راہ دیں پویم کہ مہلت پیش ماست

کہ ہاں کل اور پرسوں میرے لئے ہے — دین کے راستہ پر دوڑ پڑوں گا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

مرگ را بینی کہ او از چپ وراست — می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست

تو موت کو دیکھتا ہے کہ وہ بائیں دائیں سے — پڑوسی کو کھینچ رہی ہے حتی کہ آواز بلند ہوئی

باز عزم دیں کنی از بیم جاں — مردہ سازی خویشتن را یک زماں

جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے — تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و حکم — کہ من از خوفے نیارم پائے کم

پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے — کہ میں ڈر کی وجہ سے سست رفتار نہ رہوں گا

باز ۳ بانگے برزند بر تو زمکر — کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر

وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے — کہ افلاس کی تلوار سے ڈر اور باز آ جا

باز بگریزی زراہ روشنی — آں سلاح علم و فن را بفگنی

پھر تو نور کے راستہ سے واپس بھاگ پڑتا ہے — علم اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

سالہا اورا ببانگے بندۂ — در چنیں ظلمت نمد افگندۂ

تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اس کا غلام بنا ہوا ہے — ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

---

۱ تفسیر۔ غیبی آواز نے اس مہمان کو صرف ڈرایا اور اس کا ڈرانا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اس کی تفصیل ہوگی۔ تو چو۔ جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ بینوا۔ دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مفلس بن جائے گا۔ مفلس کا نہ کوئی دوست رہتا ہے اور نہ کوئی مددگار وہ پشیمان اور ذلیل بن جاتا ہے۔

۲ واگریزی۔ دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں لگ جاتا ہے کہ ہلا۔ اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آئندہ نیکی کر لوں گا مرگ۔ پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم و حکمت سے کام لے کر کہتا ہے کہ میں فقر کے خوف سے دین سے منہ نہ موڑوں گا۔

۳ باز۔ شیطان پھر اس کو دھوکے دیتا ہے۔ باز بگریزی۔ انسان پھر اس کے دھوکے میں آ کر دین سے منہ موڑتا ہے۔ سالہا۔ سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گذار دیتا ہے اور معصیت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے۔

هَیبَتِ ۱ بانگِ شیاطیں خَلق را — بَند کردَست و گرفتہ حَلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈر نے مخلوق کو — باندھ دیا ہے اور گلا دبا دیا ہے

تلپُتاں نومید شُد جاں شاں زنور — کہ روانِ کافراں زاہل قبُور
یہاں تک کہ نورِ الٰہی سے ان کی جان اس طرح ناامید ہوگئی ہے — جس طرح کہ مردہ کافروں کی جان

ایں شکوہِ بانگِ آں ملعوں بُود — ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بُود
یہ اس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے — تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

ہیبتِ بازست بر کبکِ نجیب — مَر مگس رانیست زاں ہَیبت نصیب
باز کا خوف شریف چکور کو ہے — اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ ۲ نبُود باز صیّادِ مگس — عَنکبوتاں می مگس گیرند وبس
کیونکہ باز مکھی کا شکاری نہیں ہوتا — مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

عَنکبوتِ دیو بَر چوں توزُ باب — کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عُقاب
شیطان کی مکھی تجھ جیسی مکھی پر — دبدبہ رکھتی ہے' نہ کہ چکور اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلّہ بانِ اشقیاست — بانگِ سُلطاں پاسبانِ اَولیاست
شیطانوں کی آواز بدبختوں کی گلہ بان ہے — شاہ کی آواز' اولیاء کی محافظ ہے

تانیا میزد بہم بینا وکور — قطرہَ از بحر خوش با بحرِ شور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں — میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدنِ ۳ بانگ طلسم نیم شب مہمانِ مسجد را

مسجد کے مہمان کو آدھی رات میں جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنُوا کنوں قصّہ آں بانگِ سخت — کہ نرفت از جابداں آں نیک بخت
اب اس سخت آواز کا قصہ سن — اس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں ترسم چو ہست ایں طبلِ عید — تا دُہل ترسد کہ زخم اُورا رسید
اس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے — ڈھول ڈرے' کیونکہ چوٹ اس پر پڑی ہے

اَے دُہلہائے تہیِ بے قُلوب — قسمتاں از عید جاں شد زخم چوب
اے خالی ڈھولو' بے دلو — جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ سے

کیا۔ طبل۔ عید۔ موت کی علامات اہل اللہ کے لئے خوشی کا سبب ہیں۔ دہل۔ ڈھول یعنی اہل دنیا جو نورِ باطنی سے خالی ہیں۔ عیدِ جاں۔ یعنی موت جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہل دنیا کے لئے تکلیف کا سبب ہے۔

۱ ہیبت۔ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ غذا روحانی کھانے دیتی ہے۔ تلپُتاں۔ ان کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی روحوں پر مرنے کے بعد طاری ہوگی۔ ایں۔ شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہونگے۔ ہیبت۔ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اس کے اثرات اس لئے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت لامحالہ مکڑی کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اس سے مکھی متاثر نہیں ہے۔

۲ زانکہ۔ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو محالہ اس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے۔ مکھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے۔ عَنکبوت۔ تم خود بمنزلہ مکھی کے ہو اس لئے مکڑی شیطان کی آواز تم پر اثر انداز ہے۔ بانگ شیطان۔ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا ان پر وہ اثر انداز ہے' مکڑی شیطان کی آواز کا ان پر کوئی اثر نہیں ہے اسی لئے قرآن میں شیطان کو خطاب کر کے فرما دیا گیا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے۔ تانیا میزد۔ یہ امتیاز اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ باہمی ممتاز رہیں۔

۳ رسیدن۔ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بعد اب اس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سنی اس آواز نے اس کو خوفزدہ نہ

شدُ قیامت عید و بیدیناں دُہل
قیامت عید ہے اور بے دین ڈھول ہیں

ماچو اہلِ عید[1] خنداں ہمچو گل
ہم چونکہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

بشنوا کنون ایں دُہل چوں بانگ زد
اب سن! اس ڈھول نے جب آواز دی

دیگِ دولت باچگو نہ می پزد
دولت کے شوربے کی دیگ کس طرح پکتی ہے

چونکہ بشنود آں دُہل آں مردِ دید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا

گفت چوں ترسدولم از طبلِ عید
اس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے

گفت باخود ہیں ملرزاں دل کزیں
اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے

مُرد جانِ بددلانِ بے یقیں
بے یقین، بددلوں کی جان مری ہے

وقت آں آمد کہ حیدر وار من
وہ وقت آ گیا ہے کہ میں حیدر کی طرح

مُلک گیرم یا بپرد ازم بدن
ملک فتح کروں یا جسم کو خالی کر دوں

بر جہید و بانگ برزد کاے کیا
وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان!

حاضرم اینک اگر مردی بیا
میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آ جا

دَرزماں[2] بشکست زآواز آں طلسم
وہ طلسم آواز سے فوراً ٹوٹ گیا

زَر ہمی ریزید ہر سُو قسمِ قسم
طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

ریخت چنداں زَر کہ ترسید آں پسر
اس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا

تانگیرد زَر ز پُرّی راہِ دَر
کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند نہ کر دے

پُر شدُ آں مسجد ز زَر ہر جائگاہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی

مَرد حیراں شدز تقدیرِ اِلٰہ
اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے مرد حیران ہو گیا

بعد ازاں برخاست آں شیرِ عنید
اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا

تا سحر گہ زَر بہ بیروں می کشید
اور صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

دفن میکرد وہمی آمد بزَر
دفن کرتا اور سونا نکالتا

باجُوال[3] و تو برہ بارِ دگر
تھیلے، اور توبرے سے دوبارہ

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں
اس سے اس بہادر نے خزانے بھرے

کوریؔ و ترسانی واپس خزاں
واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لئے

ایں زَرِ ظاہر بخاطر آمدست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے

در دلِ ہر کور دونِ زَر پرست
ہر کمینے زر پرست اندھے کے دل میں

---

[1] اہلِ عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانے والے خوش ہوتے ہیں۔ بشنو۔ اس طلسم کے ڈھول نے جب خوفناک آواز دی تو اس ولی کو کس قدر فائدہ پہنچا۔ دیگ دولت ہا۔ یعنی دیگ دولت شوربا۔ چگونہ۔ یعنی اہل عید کے لئے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدر۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے حیدر وار یعنی بہادرانہ۔ کیا۔ پہلوان۔

[2] درزماں۔ اسی مہمان کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زر پاشی شروع ہو گئی۔ ریخت۔ اتنا سونا برسا کہ اس کو دروازے کا راستہ بند ہو جانے کا خیال پیدا ہو گیا۔ عید۔ اگر تا سے ہے تو بمعنی حاضر اور مہیا ہے اور اگر نون سے عنید ہے تو سرکش اور باد کے معنی میں ہے۔

[3] باجوال۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوری۔ یعنی بہرکوری۔ ایں۔ اس قصہ میں جو سونا برسنے کی بات آئی ہے اس سے اہل ظاہر اور دنیا دار زر پرست دنیاوی سونا سمجھے گا۔ حالانکہ اس سے مراد انوار و برکات خداوندی ہیں۔

کودکاں [1] اَسفالہا را بشکنند — نام زر بنہند و در دامن کنند
بچے ٹھیکروں کو توڑتے ہیں — سونا کہتے ہیں اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چہ گوئی نام زر — آں کند در خاطرِ کودک گذر
اس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا — بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بَل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی — کو نگردد کاسِد آمد سرمدی
بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ — جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے ' دائمی ہے

آں زرے کیں زرِ ازاں زر تاب یافت — گوہر و تابندگی و آب یافت
وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل کی ہے — جوہر اور چمک اور رونق پائی ہے

آں زرے کہ دل از و گردد غنی — غالب آید بر قمر در روشنی
وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے — روشنی میں ' چاند پر غالب آ جائے

شمع [2] بُود آں مسجد و پروانہ اُو — خویشتن در باخت آں پروانہ خُو
وہ مسجد شمع تھی اور وہ پروانہ تھا — وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پَرّش را و لیکن ساختش — بَس مبارک آمد آں انداختش
اس نے اس کے پر جلائے لیکن اس کو بنا دیا — اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰ بود آں مسعود بخت — کاتشے دید اُو بسُوئے آں درخت
وہ نیک بخت حضرت موسیٰ کی طرح تھا — کہ انہوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

چوں [3] عِنایتہا برُو موفُور بُود — نارمی پنداشت آں خود نُور بُود
چونکہ ان پر خداوندی عنایتیں بھرپور تھیں — وہ آگ سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ خود نور تھا

مَردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر — تو گماں داری برو نارِ بشر
اے بیٹا جب تو مرد خدا کو دیکھتا ہے — تو اس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

توزخود می آئی دآں در تواست — نار و خار و ظن و باطل ایں سُوست
تو اپنے اوپر جاتا ہے اور وہ تجھ میں ہے — آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰ ست و پُر ضیا — نور خواں نارش مخواں بارے بیا
وہ حضرت موسیٰ کا درخت ہے اور پر نور ہے — نور کہہ اس کو نار نہ کہہ ' اب آ جا

---

[1] کودکاں۔ جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اسی طرح اہل دنیا اس سونے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں۔ اندراں۔ بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کرو گے تو وہ ٹھیکرے مراد لے گے اسی طرح دنیاداروں کے سامنے سونے کا ذکر کرو گے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے۔ بل زر۔ اس سونے سے مراد تجلیات رب ہیں۔ مضروب۔ ٹھپہ لگا ہوا۔ ضرب۔ ٹکسال۔ دل۔ دل اس چاندی سونے سے اور حریص بنتا ہے جب اس پر رب کی تجلی پڑتی ہے تب اس کو غنا حاصل ہوتی ہے۔

[2] شمع بُود۔ اس مہمان کے لئے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اس کا پروانہ تھا۔ سوخت پرش۔ ابتداءً اس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی۔ انداختش۔ لیکن جب اس نے جاں نثاری سے کام لیا تو اس پر تجلیات کا نزول ہوا۔ ہمچو موسیٰ۔ اس مہمان کے لئے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰ کے لئے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس انہیں نظر آئی تھی وہ آگ نہ تھی نور تھا۔

[3] چوں۔ حضرت موسیٰ پر اللہ تعالیٰ کی بھرپور عنایتیں تھیں ان کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بہ شکل نار نمودار فرمایا کہ رغبت سے ادھر متوجہ ہوں۔ مرد حق۔ جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے تو اس کو اس میں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں۔ توزخود۔ اس ولی میں اوصاف بشری کا نظر آنا خود اس کی طبیعت کا عکس ہے چونکہ وہ خود صرف انہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اس کو صرف وہی نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ولی ان سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ اور درخت موسیٰ ولی کو حضرت موسیٰ والا درخت سمجھو جس پر بظاہر آگ تھی۔ لیکن وہ دراصل نور تھا۔ بارے بیا۔ اس ولی سے اتصال پیدا کر تب تجھ پر اس کی حقیقت کھلے گی۔

نے فِطام ۱ ایں جہاں نارے نمود
کیا اس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا

سالکاں رفتند آں خود نُور بُود
سالک چل بڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمعِ دیں بَرمی شوَد
بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے

ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بُود
یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

ایں نماید نور و سُوزد یار رَا
یہ دنیاوی شمع نور نظر آتی ہے اور یار کو جلا دیتی ہے

واں بصُورت ناروں گل زُوّار را
وہ بظاہر نار ہے لیکن زیارت کرنے والوں کیلئے پھول ہے

ایں ۲ چو سازِندہ دلے سو زِندہ
یہ بظاہر سازگار جیسی ہے لیکن جلانے والی ہے

واں گہ وصلت دل افزو زندہ
اور وہ مل جانے پر دل کو روشن کرنے والی ہے

شکلِ شُعلہ نورِ پاکِ ساز دار
شعلہ کی شکل ہے ساز کرنے والی پاک نور ہے

حاضراں رانور و دُوراں راچو نار
پاس والوں کیلئے نور ہے اور دور والوں کیلئے آگ جیسی ہے

ایں سخن را نیست پایانے پدید
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے

گو حدیثِ عاشق و صدر مجید
عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

مُلاقاتِ آں عاشق بصَدرِ جہاں

اس عاشق کا صدر جہاں سے ملنا

آں ۳ بُخاری نیز خود بَرشمع زَد
اس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا

گشتہ بُود از عشق آساں آں کبد
وہ مشقت عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سُوئے گردوں شدہ
اس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی

دَر دلِ صَدرِ جہاں مہر آمدہ
صدر جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

گفت باخود در سحرگہ کاے اَحد
اس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا!

حالِ آں آوارۂ ماچوں بُوَد
اس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہو گا؟

اُو گناہے کرد و مادیدیم لیک
اس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا لیکن

رحمتِ مارا نمید انست نیک
وہ اچھی طرح ہماری رحمت کو نہ جانتا

خاطرِ مُجرم زما تَرساں شَوَد
خطا وار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے

لیک صَدر امید در تَرسش بُوَد
لیکن اس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

من بترسانم وقیح دیا وَہ رَا
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں

آنکہ ترسد من چہ تَرسانم وُرا
جو خود ڈرے میں اس کو کیا ڈراؤں؟

۱ نے فطام۔ ایک چیز کا بظاہر نار اور حقیقتاً نور ہونا اس بات سے بھی سمجھو کہ سالک کو ترک دنیا نار معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ راہ سلوک پر چل پڑتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ ترک دنیا حاصل نور ہے۔ پس بدانکہ۔ شمع دین یعنی عشق روشن ہوتا ہے لیکن وہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہے دوسری آگیں بظاہر نور ہیں لیکن قریب ہوں تو جلا ڈالتی ہیں اور عشق کی آگ دور سے آگ ہے لیکن عاشقوں کے لئے پھول ہے۔

۲ ایں چو سا زندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر پھلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہو جاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے۔ شکل شعلہ۔ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے موافق پاک نور ہے۔ جو قریب آتا ہے اس پر یہ حقیقت کھلتی ہے۔

۳ آں بخاری۔ جس طرح سے مسجد کے مہمان نے اپنے آپ کو شمع عشق پر قربان کرنے کی ٹھان لی تھی اس طرح صدر جہاں کے اس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمع عشق کا پروانہ بنا دیا تھا۔ کبد۔ محنت مشقت۔ آہ۔ صدر۔ جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدر جہاں کے دل میں محبت کا سبب بن گئیں۔ گفت۔ صدر جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا۔ لو گنا ہے۔ اس نے اپنی خطا کی طرف دھیان کیا ہماری رحمت اور محبت پر غور نہ کیا اور ڈر کر بھاگ گیا۔ خاطر مجرم۔ خطاوار اپنے دل کے چور کی وجہ سے ہم سے ڈرتا ہے لیکن اس کے خوف میں بھی سینکڑوں امیدیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ من بترسانم۔ ہم نڈروں کو ڈراتے ہیں جو خود ڈر رہا ہے اسے کیا ڈرائیں۔ وقیح بے شرم۔ یاوہ۔ بیہودہ

بہرِ دیگِ ۱ سَرد آذر می رَود
ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے

نے بداں کہ جوشش از سَر میرود
نہ کہ اس کیلئے جس کا ابال اوپر سے نکلے

اَیمناں را من بتر سانم بخلم
میں نڈر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں

خائفاں را ترس بردارم زحلم
ڈرنے والوں کا بردباری کے ذریعہ خوف دور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم
پیوند سیتا ہوں پیوند جگہ پر لگاتا ہوں

ہر کسے را شربت اندر خورد ہم
ہر کسی کے لئے مناسب شربت دیتا ہوں

ہست سِرِّ مَرد چوں بیخِ درخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے

زاں بُرید بر گہاش از چوب سخت
اس سے اس کے پتے اگتے ہیں جس طرح سخت لکڑی سے

در خُورآں بیخ رُستہ برگہا
اس جڑ کے مناسب پتے آگے ہیں

در درخت و در نُفوس و در نُہا
درختوں میں اور نفوس میں اور عقلوں میں

۲ بر فلک بَرہاست ز اشجارِ وفا
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں

اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَفَرْعُھَا فِی السَّمَا
ان کی جڑ قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان پر ہیں

چوں برُست از عشق بَر بر آسماں
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اگا ہے

چوں نروید در دل صَدر جہاں
تو صدر ہاں کے دل میں کیوں نہ اگے گا؟

موج می زد در دلش عفو گنہ
خطا کی معافی اس کے دل میں موجیں مارتی تھی

زانکہ از دل تا دل آمد روز نہ
کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بُود
دل سے دل تک یقینا راہ ہوتی ہے

نے جدا و دُور چوں دُو تن بُود
نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

متصِل نبُود سِفالِ دو چراغ
دو چراغوں کے دیوے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں

نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ
ان کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہیں

ہیچ ۳ عاشق خُود نباشد وصل جُو
کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا؟

کہ نہ معشوقش بُود جویائے اُو
جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کُند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے

عشقِ معشوقاں خوش فَر بہ کُند
معشوقوں کا عشق ان کو موٹا تازہ بناتا ہے

عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات چونکہ دونوں پر جداگانہ ہیں عشق عاشق کو کمان بنا دیتا ہے اور معشوق کو تر و تازہ بناتا ہے تو اس سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

۱۔ بہر دیگ۔ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے پگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اس کے نیچے سے تو آگ کھینچ لی جاتی ہے۔ بخلم۔ غصہ حلم۔ بردباری۔ پارہ دوزم۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی عمل کرتا ہوں۔ سر سرد۔ انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتے نکلتے ہیں درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہوں گی ویسے ہی پتے نکلیں گے۔ نہا۔ نہیہ کی جمع ہے۔ عقل۔

۲ بر فلک۔ جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے ان کے پھل آسمان پر ہیں اس لئے کہ وہ ان درختوں میں سے ہے جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں۔ چوں۔ جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدر۔ جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔ زانکہ۔ دل سے دل تک رہ ہوتی ہے۔ نے جدا۔ دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں۔ ان میں باہمی اتصال ہوتا ہے۔ متصل۔ جسموں کی جدائی اور دلوں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیوے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں لیکن ان کے نور میں باہمی اتصال ہے۔

۳ ہیچ۔ عاشق ہم نے یہ بتایا تھا کہ صدر جہاں کے دل کی محبت اس وکیل کے دل کی محبت کا اثر تھا یہ تو سرسری بات تھی غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو۔ لیک۔ بہرحال

چوں دریں دل برق مہر دوست جست
جب اس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی

اندراں دل دوستی میداں کہ ہست
سمجھ لے کہ اس دل میں بھی محبت ہے

درا دلِ تو مہرِ حق چوں شُد دو تو
جب تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت دوگنی ہوگئی

ہست حق را بے گماں مرے بتو
یقیناً اللہ تعالیٰ کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگِ کف زدن آید بُدُ
ہتھیلی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے

از یکے دستِ تو بے دستِ دگر
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تشنہ می نالد کہ اے آب گوار
پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی

آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار
پانی بھی روتا ہے کہ پینے والا کہاں ہے

جذب[۲] آب ست ایں عطش در جانِ ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے

ما ازآنِ اُو و اُو ہم زانِ ما
ہم اس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحکمت در قضا و در قدر
قضا و قدر میں اللہ تعالیٰ نے حکمت سے

کردہ مارا عاشقانِ ہمدگر
ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جُملہ اَجزائے جہاں زاں حکمِ پیش
اس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء

جُفت جُفت و عاشقانِ جُفتِ خویش
جوڑ جوڑ ہیں اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جُزوے بعالم جُفت خواہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے

راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ
بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں[۳] گوید زمیں را مرحبا
آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید

باتوام چوں آہن و آہن رُبا
میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مَرد و زمیں زن در خرد
عقلاً آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے

ہرچہ اُو اَنداخت ایں می پرورد
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد اُو
جب اس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے

چوں نماند تَرّی نَم بدہد اُو
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

بُرجِ خاکی خاکِ ارضی را مَدد
خاکی برج، زمین کی خاک کے لئے مدد ہے

بُرجِ آبی تَریش اَندر دہد
آبی برج، اس میں تیری پیدا کرتا ہے

بُرجِ بادی اَبر سُوئے اُو بَرد
بادی برج اس کے جانب ابر لے جاتا ہے

تا بُخاراتِ وَخم را برکشد
یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

---

۱ دل تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشق الٰہی کا ظہور اس محبت کا اثر ہے جو اس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ ہیچ۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ۔ پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

۲ جذب۔ پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت۔ جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذبہ و عشق ہے۔ جملہ اجزاء دنیا کی اشیا جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ آسماں۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن۔ مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔

۳ آسماں۔ آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے۔ آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہے آسمان ہی زمین کو گرمی تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برج خاکی۔ آسمان کے مختلف حصے زمین کو مختلف قسم کے فائدے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے، آبی برج پانی عطا کرتا ہے، ہوائی برج ابر کو بھیجتا ہے ناری برج سورج کے ذریعہ زمین کو گرماتا ہے۔

بُرجِ آتش گرمی خورشید ازو
آتشی برج کی سورج کی گرمی اس سے ہے

ہمچو تابہ سُرخ ز آتش پش و رُو
توے کی طرح آگ سے اس کی رو اور پشت سرخ ہے

ہست[1] سرگرداں فلک اندر زمن
زمانے میں آسمان سرگرداں ہے

ہمچوں مَرداں گردِ مکسب بہرِ زن
شوہروں کی طرح بیوی کے لئے کمائی کے گرد

دیں زمین کدبانو یہامی کند
اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے

بر ولادات و رضاعش می تند
جننے اور اس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند
پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ

چونکہ کارِ ہوشمنداں می کنند
کیونکہ وہ ہوشمندوں سے کام کرتے ہیں

گرنہ[2] از ہم ایں دو دلبر می مزند
اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مزا نہیں اڑاتے ہیں

پس چرا چوں جفت در ہم می خزند
تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

بے زمیں کے گل بروید و ارغواں
زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اگتا ہے

پس چہ زاید ز آب و تاب آسماں
آسمان کی آب و تاب سے کیا اگتا ہے

بہرِ آں مَیل ست در مادہ زنر
اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے

تا تکوّد تکمیل کارِ ہمدگر
تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

مَیل اندر مرد و زن حق زاں نہاد
مرد اور عورت میں اللہ تعالیٰ نے اس لئے میلان رکھا ہے

تا بقایا بد جہاں زیں اتحاد
تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کر لے

مَیل[3] ہر جزوے بجزوے ہم نہد
ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے

ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد
دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

شب چتیں بار و زاند اعناق
گلے لگانے میں رات دن کے ساتھ اس سے طرح ہے

مختلف در صورت لیک اتفاق
بظاہر مختلف ہیں لیکن باہمی اتفاق ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند
بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں

لیکن ہر دو یک حقیقت می تنند
لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش
ہر ایک دوسرے کو اپنی جان کی طرح چاہتا ہے

از پے تکمیلِ فعل و کار خویش
اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لئے

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را
کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے

پس چہ اندر خرج آرد و زہا
تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

[1] ہست سرگرداں۔ جس طرح شوہر بیوی کے لئے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے سرگرداں ہے۔ دیں زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لئے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کے لئے کرتی ہے۔ بچہ جنتی ہے اس کو دودھ پلاتی ہے۔ پس زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ ذی حس چیزوں کی طرح عمل کرتے ہیں ان کو بھی حساس سمجھو۔

[2] گرنہ۔ ایک دوسرے سے لطف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھسے رہتے ہیں۔ بے زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد ہوتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہرآں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لئے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحاد۔ بقاء عالم عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔

[3] میل ہر جزوے۔ عالم کے اجزا میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شب۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن ان میں باہمی اتحاد ہے۔ کارخویش۔ رات اپنی کاموں کی تکمیل میں دن کی محتاج اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ زانکہ۔ انسان رات کو سوتا ہے تو اس کے قویٰ مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی آمدنی نہ ہو تو دن کا خرچ کیسے چلے۔

جذبِ ہر عُنصرے جنسِ خود را کہ در ترکیبِ آدمی محبّس شدہ بغیر جنس

ہر عنصر کا اپنی اس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناؤ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید خاک تن را باز گرد — **ترکِ جاں گو سُوئے ما آ ہمچو گرد**

جس کی مٹی کو مٹی کہتی ہے واپس آ جا — جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آ جا

جنسِ مائی پیشِ ما اولیٰ تری — **بہ کہ زاں تن وا رہی زیں سُو پری**

تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے — بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اڑ آ

گوید۲ آرے لیک من پابستہ ام — **گرچہ ہمچوں توز ہجراں خستہ ام**

وہ کہتی ہے ہاں لیکن میں پابند ہوں — اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

تَرّی تن را بجویند آبہا — **کاے تَری باز آ ز غربت سُوئے ما**

پانی جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں — کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

گرمیِ تن را ہمی خواند اثیر — **کہ زناری راہ اصل خویش گیر**

کرہ ناز بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے — کہ تو آگ سے ہے اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

ہست ہفتا دو دو علّت در بدن — **از کششہائے عناصر بے رسن**

بدن میں بہتر بیماریاں ہیں — عنصروں کی بغیر رسی کی کھینچ تان کی وجہ سے

علّت آید تا بدن را بگسلد — **تا عناصر ہمدگر را واہلد**

بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کر دے — تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

چار۳ مُرغ اند ایں عناصر بستہ پا — **مرگ ور رنجوری و علّت پا کشا**

یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرند ہیں — موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

پائے شاں از ہمدگر چوں باز کرد — **مُرغ ہر عُنصر یقیں پرواز کرد**

جب اس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھول دیا — ہر عنصر کا پرندہ یقیناً اڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا و فرعہا — **ہر دمے رنجے نہد در جسمِ ما**

ان اصلوں اور فرعوں کی کشش — ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تا کہ ایں ترکیبہا را بر درد — **مُرغِ ہر جزوے باصلِ خود پرد**

تاکہ ان بندھنوں کو توڑ دے — ہر جزو کا پرندہ اصل کی جانب اڑ جائے

حکمت حق مانع آید زیں عمل — **جمعِ شاں دار و بصحت تا اجل**

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے — موت تک ان کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

---

۱ جذب۔ حیوانی جسم چار عنصروں خاک، آب، باد، آتش سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جو ان کا مخزن اور معدن ہے انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ان عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔ زندگی کیا ہے عنصر میں ظہور ترغیب موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا۔ (چلبست)

خاک گوید۔ کرہ خاکی انسان کے خاکی اجزا کو اپنی طرف آ جانے کی دعوت دیتا ہے۔

۲ گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اسی جسم کا پابند ہوں ہے۔ اثیر۔ یعنی کرہ نار۔ زکششہا۔ یعنی ان چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رسن۔ رسی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

۳ چار مُرغ۔ یہ چاروں عنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری ان کے پاؤں کھول دیتی ہے اور یہ عناصر اپنے مراکز کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ اصلہا۔ یعنی چاروں کرے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عنصر۔ حکمت۔ ان عناصر کی پرواز کے لئے حکمت خداوندی موت کے وقت تک مانع بنی رہتی ہے۔

گوید ۱؎ اجزا اجل مشہود نیست
وہ حکمت کہتی ہے اے اجزا موت معلوم نہیں ہے

پر زدن پیش از اجل تاں سود نیست
موت سے پہلے تمہارا بکھر پھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ جزوے بجوید ارتفاق
جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے

چوں بود جانِ غریب اندر فراق
تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہو گا؟

مُنجذب شُدنِ جاں نیز بعالمِ اَرواح

جان کا بھی عالم ارواح کی جانب کھینچنا

گوید اے اجزائے پستِ فرشیم
وہ کہتی ہے کہ اے میرے زمینی پست اجزاء

غربتِ من تلخ تر من عرشیم
میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

میلِ تن در سبزہ و آبِ رواں
جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب

زاں بود کہ اصل او آمد ازاں
اسی لئے ہے کہ اس کی اصل وہاں سے آئی ہے

میلِ ۲؎ جاں اندر حیات و دَرحی ست
جان کا میلان زندگی اور حی وقیوم کی جانب ہے

زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وے ست
کیونکہ اس کی اصل لامکانی جان ہے

میلِ جاں در حکمت ست و دَر علوم
جان کا میلان اور علوم کی جانب ہے

میلِ تن دَر باغ باغ ست و کروم
جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

میلِ جاں اندر ترقی و شرف
جان کا میلان ترقی اور شرافت کی طرف ہے

میلِ تن دَر کسبِ اَسبابِ علف
جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

میلِ وعشقِ آں شرف ہم سوئے جاں
شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے

زیں یحبُّہٗ را و یحبُّون را بداں
اس کو وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں سے سمجھ لے

گر بگویم ۳؎ شرحِ ایں بیحد شود
اگر میں اس کی شرح کروں لامحدود ہو جائے گی

مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
مثنوی اسی سیر کاغذ ہو جائے گی

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود
خلاصہ یہ ہے کہ جو طالب ہو گا

جانِ مطلوبش برو راغب بود
مطلوب کی جان کی کی طرف راغب ہو گی

آدمی حیواں نباتی و جماد
آدمی حیوان، نباتات اور جماد

ہر مرادے عاشقِ ہر بے مُراد
ہر معشوق ہر نامراد عاشق کا عاشق ہے

بے مُراداں بر مُرادے می تنند
نامراد عاشق محبوب کا چکر کاٹتے ہیں

واں مُراداں جذبِ ایشاں میکنند
وہ محبوب ان کو کھینچتے ہیں

۱؎ گوید۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے مخصوص فرمادیا ہے۔

ارتفاق۔ یعنی ہر عنصر اپنے کرہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بود۔ جبکہ عناصر اپنی اصل کے لئے بے چین ہیں تو روح جو کہ حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہو گی۔

گوید۔ روح جسم کے اجزاء عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو مجھے اپنے مرکز سے جدا رہنا سخت ناگوار ہے۔ میل تن۔ چونکہ جسم فرشی اجزاء سے بنا ہے لہٰذا اس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔

۲؎ میل جاں۔ روح انسان کی اصل روح اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان ابدی زندگی اور حی وقیوم کی طرف سے ہے روح کا میلان ترقی اور شرف کی طرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔ میل۔ جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یُحِبُّ۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ یعنی خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح روح اعظم کی طرف مائل ہے اسی طرح روح اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔

۳؎ گر بگویم۔ یعنی اگر اس روح اور روح اعظم کے اتحاد کی بات کروں گا تو یہ مبنوط بہت ضخیم ہو جائے گی۔ من۔ سیر۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر معشوق اپنے عاشق کا عاشق ہوتا ہے۔ مراد۔ معشوق بے مراد۔ عاشق۔ بے مراداں جبکہ عاشق طرفین میں ہوتا ہے تو عاشق کا عشق معشوق کے چکر کٹواتا ہے معشوق کا عشق عاشق کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

لیک [1] میلِ عاشقاں لاغر کُند
لیکن عاشقوں کا عشق ان کو لاغر کرتا ہے

میلِ معشوقاں خوش و بافر کُند
معشوقوں کا عشق ان کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دو رُخ افروختہ
معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسار روشن کر دیئے ہیں

عشقِ عاشق جانِ اُو را سوختہ
عاشق کے عشق نے اس کی جان جلا ڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز
کہربا لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے

کاہ می کوشد دراں راہِ دراز
تنکا اس عشق میں دراز راستہ طے کرتا ہے

ایں [2] رہا کُن عشقِ آں تشنہ دہاں
اس کو چھوڑ اس پیاسے کا عشق

تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں
صدر جہاں کے سینے میں چمک اٹھا

دُودِ آں عشق و غمِ آتشکدہ
اس عشق کا دھواں اور جلنی کا غم

رفتہ در مخدوم اُو مُشفق شُدہ
مخدوم کو پہنچا وہ مہربان ہو گیا

لیک از ناموس و بُوش و آبرو
لیکن عزت اور فخر اور آبرو کی وجہ سے

شرم می آید کہ وا جوید ازو
اس کو شرم آئی تھی کہ وہ اس کی جستجو کرے

رحمتش مُشتاقِ آں مسکیں شُدہ
اس کی رحمت اس مسکین کی مشتاق ہو گئی

سلطنت زیں لُطف مانع آمدہ
سلطنت اس مہربانی سے مانع بنی

عقل [3] حیراں کایں عجب اُورا کشید
عقل حیران ہے، تعجب ہے کہ یہ اس کو کھینچ رہا ہے

یا کشش زاں سُو بدیں جانب رسید
یا کشش اس جانب سے اس جانب پہنچی ہے

ترک جلدی کُن کزیں ناواقفی
جلدی چھوڑ کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے

لب بہ بند واللہ اعلم بالخفی
ہونٹ بند کر لے اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر دمے زینساں سخن
میں اسی طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند کرتا ہوں

توبہ آرم ہر زماں صد بار من
ہر وقت سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم
کہ اس بات کو میں اس کے بعد دفن کر دوں گا

واں کشندہ میکشد من چوں کنم
وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں؟

کیست آں کت میکشد اے مقتنی
اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟

آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی
وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

---

[1] لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر الگ ہے عاشق کا عشق اس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اس میں حسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اس کے رخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدر جہاں کے عاشق کا ذکر کرو اس کے عشق کا اثر صدر جہاں پر پڑا۔ دود۔ اس عاشق کی آہوں کا اثر صدر جہاں پر ہوا اور وہ اس پر مہربان ہو گیا۔ لیک۔ لیکن صدر جہاں کے عشق کے لئے اس کی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔ رحمتش۔ صدر جہاں کی رحمت تو اس کی مشتاق تھی لیکن اس کی سلطنت عشق کے لئے مانع بن رہی تھی۔

[3] عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش دوسرے کی کشش کا اثر تھی اس میں عقل حیران ہے۔ جلدی۔ بہادری۔ ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی تو ناواقف ہے۔ لب۔ بہ بندم۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لئے عاشقوں میں جذبہ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ ایسی تقریر ہے کہ عوام اس سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور ضرورت کا نتیجہ نکال لیں گے لہٰذا اس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ واں کشندہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اس امر کی وضاحت کی جائے کیست مجھے اس ارادہ سے روکنے والی وہی ذات ہے جو انسان کے پختہ عزم کو توڑ دیتی ہے۔

صد عزیمت[1] میکنی بہرِ سفر
تو سفر کے لئے سو پختہ ارادے کرتا ہے

می کشاند مر ترا جائے دگر
وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں بگرداند بہر سُو آں لگام
وہ لگام کو ہر جانب اس لئے موڑ دیتا ہے

تا خبر یا بد ز فارس اسپ خام
تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا سوار کو جان جائے

اسپ زیرک سار زاں نیکو پے ست
سمجھدار گھوڑا اس لئے عمدہ رفتار پر ہے

کو همی داند کہ فارس بر وے ست
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار موجود ہے

او دلت را بر دو صد سودا بہ بست
اس نے تیرے دل کو دو سو خیالات سے وابستہ کر دیا

بے مرادت کرد و پس دل را شکست
تجھے نامراد کیا اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں[2] شکست او بالِ آں رائے نخست
جب اس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا

چوں نشد ہستی بال اشکن درست
تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

چوں قضایش حبلِ تدبیرت شکست
جب اس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی

چوں نشد بر تو قضائے او درست
تو اس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا؟

فسخ عزائم و نسخہا جہت باخبر کردنِ آدمی را ازانکہ مالک و
ارادوں کا نسخ کرنا اور ان کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کے لئے ہے کہ مالک اور
قاہرِ اوست و گاہ گاہ عزمِ اورا فسخ نا کردن و نا فذ داشتن تا
ظاہر موجود ہے اور کبھی کبھی اس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا اس لئے ہے کہ
طبعِ اورا بر عزم کردن دارد تا با ز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بود
اس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اس کے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزمہا[3] و قصدہا درما جرا
معاملے میں ارادے اور قصد

گاہ گاہے راست می آید ترا
کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمعِ آں دلت نیت کند
تاکہ اس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے

بارِ دیگر نیتت را بشکند
دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

ور بکلی بے مرادت داشتے
اگر وہ تجھے کلیہ نامراد رکھتا

دل شدے نومید امل کے کاشتے
دل ناامید ہو جاتا امید کا بیج کب ہوتا؟

ورنکا ریدے امل از عوریش
اگر وہ اپنے اندھے پن سے امید کا بیج نہ بوتا

کے شدے پیدا برد مقہوریش
تو اس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

[1] صد عزیمت۔ انسان سینکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ روکنے والی کوئی خاص ذات ہے۔ زاں۔ اللہ تعالیٰ ان عزائم کو اس لئے فسخ کراتا ہے کہ لوگوں کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔ مشہور مقولہ ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِم میں نے اپنے خدا کو ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔

[2] چوں شکست۔ جب پہلا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔ چوں قضا۔ جب انسان کی تدبیر ناکام ہوتی ہیں تو اس کو قضاء خداوندی اور خدا کی وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے پختہ ارادہ۔

[3] عزمہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اس لئے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے۔ ورنکا ریدے۔ اگر بالکل ارادہ کرنا چھوڑ دیگا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔

عاقِلاں از بے مُرادیہائے خویش — باخبر گشتند از مُولائے خویش
سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے — اپنے مولا سے باخبر ہوتے ہیں

بے مُرادی شد قلاوُوزِ بہشت — حُفَّتُ الْجَنَّۃ شنو اے خوش سرشت
نامرادی ' بہشت کا پیشرو بنی ہے — اے خوش مزاج! جنت کو گھیرا گیا ہے سن لے

چوں مُرادات ہمہ اِشکستہ پاست — پس کسے باشد کہ کامِ اُو رواست
جبکہ سب انسانوں کے مقاصد شکستہ پا ہیں — تو کوئی تو ہو گا جس کا مقصود پورا ہوتا ہو گا

پس شدند اشکستہ پاش ایں صادقاں — لیک کو خود آں شکستِ عاشقاں
پس یہ سچے انسان اس کی وجہ سے شکستہ پا ہوئے ہیں — لیکن عاشقوں کی اسی شکستی کہاں ہے

عاقِلاں اِشکستہ اَش از اِضطرار — عاشقاں اِشکستہ باصد اِختیار
اہل عقل مجبوری سے اس کے شکست پا ہیں — عاشق سو اختیاروں کے باوجود شکست پا ہیں

عاقِلانش ۲ بندگانِ بندی اند — عاشقانش شکّری و قندی اند
عقلمند اس کے قیدی غلام ہیں — اس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

اِئتِیَا کَرْہًا مُہارِ عاقِلاں — اِئتِیَا طَوْعًا مہارِ بیدلاں
تم دونوں جبراً آؤ اہل عقل کی مہار ہے — عاشقوں کی مہار تم دونوں خوشی سے آؤ ہے

نظر کردن ۳ پیغمبر علیہ السلام بأسیراں و تبسم کردن و گفتن کہ
آنحضور ﷺ کا قیدیوں کو دیکھنا ' اور مسکرانا اور فرمانا کہ مجھے اس قوم پر
عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ یُجَرُّوْنَ اِلَی الْجَنَّۃِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ
تعجب آتا ہے جو جنت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبر یکے جُوقِ اَسیر — کہ ہمی بُردند وایشاں دَر نفیر
پیغمبر نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی — کہ وہ ان کو لے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دید شاں در بندِ آں آگاہ شیر — می نظر کردند دروے زیر زیر
اس بیدار شیر نے ان کو قید میں دیکھا — وہ قیدی نیچی نظروں سے ان آنحضور کو دیکھ رہی تھی

تا ہمی خائید ہر یک از غضب — بر رسولِ صدق دندانہا و لب
حتی کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا — دانت اور ہونٹ سچے رسول پر

۱ عاقلاں۔ اہل عقل باوجود ارادے کی پختگی کے پھر محرومی سے ذات خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ بے مُرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ جنت کو ناپسندیدہ گیوں سے گھیر دیا گیا ہے نہ یعنی جنت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گزرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مراد محال حاصل ہوتی ہے یعنی ذات خداوندی۔ پس۔ اہل عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری عاشقان حق کی کسر نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

۲ عاقلانش۔ اہل عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقاں خدا اس محرومی میں وصل حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ایتا۔ قرآنپاک میں ہے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا یعنی پھر حضرت حق تعالیٰ آسمان پر مستوی ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اس سے اور زمین سے کہا تم دونوں فرمانبرداری کرہ خوشی سے یا جبراً کَرْھًا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طوعاً کی مصداق ہے۔

۳ نظر کردن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہو کر آئے اور پھر اسلام لا کر اطاعت خداوندی میں لگے۔ جوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آنحضور ﷺ۔ زیر زیر۔ یعنی وہ قیدی آنحضور کو ذرا دیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تاہمی۔ وہ لوگ آنحضور پر غضبناک تھے۔

زہرہ نے با آں غضب کہ دم زنند
باوجود اس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے

زانکہ در زنجیرِ قہرِ دہ من اند
کیونکہ وہ قہر کی دس سیر وزنی زنجیر میں تھے

میں کشاندشاں موکل اِسوئے شہر
سپاہی ان کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا

می برد از کافرستان شان بقہر
ان کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے می ستاند نے زرے
وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ

نے شفاعت میر سد از سَروَرے
نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رحمتِ عالم ہمی گویند و اُو
اس کو رحمت عالم کہتے ہیں، اور وہ

عالمے را می بُرد حلق و گلو
ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

باہزار اِنکار می رفتند راہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے

زیر لب طعنہ زناں برکارِ شاہ
شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چارہا[۲] کردیم و اینجا چارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہے

خود دل ایں مَرد کم از خارہ نیست
خود اس شخص کو دل، پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مَرد کارِ الپ ارسلاں
ہم ہزاروں بہادر شیر

بادوسہ عُریاں وسُست و نیم جاں
وہ تین ننگوں، سست اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اِ ینچنیں درَ ماندہ ایم از کجر ویست
ہم ایسے عاجز میں یہ ہمارا ٹیڑھا پن ہے

یاز اختر ہاست یا خود جادوئی ست
یا ستاروں کی وجہ سے یا جادو گری ہے

بَخت ما رابَر دریدہ آں بختِ اُو
ہمارے نصیبے کو اس کے نصیبے نے چاک کر دیا

تَخت ماشد سَرنگوں از تختِ اُو
ہمارا تخت اس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ اُو[۳] از جادوئی گر گشت زفت
اگر اس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے

جادوئی کر دیم ما ہم چوں نرفت
ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

تفسیر ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ طاعنان میگفتند
اس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بیشک فتح ہو گی، معترضین کہتے تھے

کہ از ما و محمدؐ آنکہ برحق ست فتح و نصر تش بدہ و ایں سخن بداں میگفتند کہ
کہ ہم میں اور محمدؐ میں جو حق پر ہے اس کی فتح اور مدد کر، اور وہ یہ بات اس لئے کہتے تھے

گماں داشتند خود برحق اند و طالب حق بے غرض اکنوں محمدؐ منصور شد
کہ ان کا گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کا بے غرض طلب گار محمدؐ فاتح بن گیا

۱ موکل۔ سپاہی۔ کافرستان۔ یعنی ان کا وطن۔ نے فدائے۔ آنحضور ان قیدیوں کا نہ فدیہ قبول کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضور کے پاس کوئی سفارش پہنچ سک رہی تھی۔ رحمت عالم۔ وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمت عالم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ باہزار انکار۔ وہ دل دل میں آنحضور پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔

۲ چارہا۔ ہم نے اپنی کامیابی کی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے۔ مرد کار بہادر۔ الپ ارسلاں۔ الپ بہادر ارسلان درندہ شیر۔ بادوسہ۔ یعنی چند بے سرو سامان کمزور لوگوں سے شکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ آ چنیں۔ اس کی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پرستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔

۳ کار او۔ پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر ان کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ "یعنی اے مکہ والو! تم فتح مانگتے تھے کہتے تھے کہ جو حق پر ہو اس کو فتح ہو تو فتح آ گئی اب اگر تم باز رہ گئے تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم ملے ہے اور اگر تم ملے تو ہم بھی پلٹیں گے اور تمہارا جتھا تمہیں فائدہ نہ پہنچا سکے گا خواہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو اور بیشک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔"

از بُتاں [1] واز خدا در خواستیم — کہ بگن مارا اگر نارا ستیم
ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی — کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں جڑ سے اکھاڑ دے

وانکہ حق و راست ست از ما و اُو — نُصرتش دہ نُصرتِ اُو را بجُو
ہم میں اور اس میں سے جو حق اور سچائی پر ہے — اس کی مدد کر، اس کا مددگار بن

ایں دعا بسیار کر دیم وصلات — پیشِ لات و پیشِ عُزّیٰ ومَنات
ہم نے یہ دعا و درود بہت کیے — لات کے آگے عزیٰ اور منات کے آگے

کہ اگر حق ست اُو پیداش کُن — گرنبا شد حق زبونِ ماش کُن
کہ اگر وہ برحق ہے اس کو نمایاں کر دے — اور اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کر دے

چونکہ وا دیدیم اُو منصُور بُود — ماہمہ ظُلمت بُدیم اُو نور بُود
جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا، کہ وہ فاتح رہا — اور ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

ایں [2] جوابِ ماست کانچہ خواستید — گشت پیدا کہ شُما نار استید
یہ ہمارے لئے جواب ہے کہ جو تم نے چاہا — واضح ہو گیا کہ تم غلط ہو

باز ایں اندیشہ را از فکرِ خویش — کُوری کردند و دفع از ذکرِ خویش
وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے — بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

کایں تفکّر ماہم از ادبار رُست — کہ صوابِ اُو شود در دل دُرست
کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے — تاکہ ان کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار
اگر وہ چند مرتبہ غالب ہو گیا تو کیوں ہوا؟ — زمانہ کسی کو بھی غالب کر دیتا ہے

ماہم از ایّام بخت آور شدیم — بارہا بروے مظفّر آمدیم
ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں — کئی بار اس پر فتح مند ہوئے ہیں

باز می [3] گفتند اگرچہ اُو شکست — چوں شکستِ یانبود اُو زشت و پست
وہ پھر کہتے کہ اگر اس نے شکست کھائی ہے — وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ بختِ نیک اُو را در شکست — داد صد شادیِ پنہاں زیرِ دست
کیونکہ نیک نصیبے نے اس کو شکست میں — سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

کُو با شکستہ نمی مانست ہیچ — کہ نہ غم بُودش دراں نے پیچ پیچ
وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا — کیونکہ اس کو اس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

[1] از بُتاں۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کو جو حق پر ہو اس کو فتح دے دے۔ پیش۔ لات اور منات اور عزیٰ بتوں کے نام ہیں۔ چونکہ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔

[2] ایں۔ مسلمانوں کی فتح مندی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ باز۔ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب آ چکے ہیں۔

[3] بازمی گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے، ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمانوں شکست کھا کر ابھرتے ہیں۔ زانکہ۔ مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ ان میں قوت ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔ کو۔ آنحضور شکست سے کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔

چوں اِنشانِ مُومناں مغلوبی ست — لیک دَر اِشکستِ مُومن خوبی ست
چونکہ مومنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے — لیکن مومن کی شکست میں بھلائی ہے
گر تو مُشک و عنبرے را بشکنی — عالَمے از فیح ریحاں پُر کُنی
اگر تو مشک اور عنبر کو توڑے گا — ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دے گا
در شکستی ناگہاں سرگینِ خَر — خانہا پُرگند گردد سَر بسَر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا — سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے
کہ گُند خود مُشک با سرگیں قیاس — آب را با بول و اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟ — پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کرے گا

سِرِّ آنکہ بے مُراد باز گشتنِ رسول علیہ السّلام از حُدیبیہ حق تعالیٰ لَقب آں فتح کرد کہ اِنّا فَتَحنا لک فَتحًا مُبِیْنًا بصورت غَلق بُود و بمعنیٔ فتح چنانچہ شکستنِ مُشک بظاہر شکستن ست و بمعنیٔ درست کردن ست مُشکِ اُورا و تکمیل فوائد اُو ست

اس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کئے ہوئے آنحضورؐ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ نے فتح کا لقب دیا کہ بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی بظاہر بندش تھی اور حقیقتاً فتح جیسے کہ مشک کی شکستگی بظاہر شکستگی ہے اور حقیقتاً اس کے مشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقتِ برگشتِ حُدیبیہ رسولؐ — در تفکّر بُود و غمگین و مَلول
حدیبیہ سے واپسی پر رسولؐ — فکر میں تھے اور غمگین اور ملول تھے
ناگہاں ۳ اَندر حقِ شمعِ رُسُل — دولت اِنّا فَتَحنا زد دُہل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک — دولت نے اِنّا فَتَحنا کا ڈھول بجا دیا
آمدش پیغام از دولت کہ رَو — توز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو
دولت کی جانب سے ان کو پیغام آیا کہ چلے جایئے — آپ اس فتح کے رکنے سے غمگین نہ ہوں
کاندریں خواری بنقدت فتحہاست — نِک فُلاں قلعہ فُلاں بُقعہ تُراست
اس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں — یہ فلاں قلعہ فلاں علاقہ آپ کا ہے

۱ چوں نشاں۔ مسلمان کی بے سروسامانی اس کے ایمان کی علامت ہے اور مومن کی شکست اس کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر دیتی ہے۔ گرتو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مشک و عنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ فیح۔ مہک، لپٹ۔ سرگیں خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کرید دیا جائے تو اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کہ گند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مشک کو پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔

۲ اِنّا فَتَحنا۔ مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اسی لئے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ آنحضورؐ اور صحابہؓ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئی۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضورؐ صلح کر کے بغیر عمرہ کئے واپس آ گئے تھے۔ یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا۔

۳ ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضورؐ کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اس ناکامی سے دلخیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بقعہ۔ علاقہ، زمین کا ٹکڑا۔

بنگر[1] آخر چونکہ وا گردید تفت
دیکھ جب وہ جلدی سے واپس آ گئے

بر قریظہ بر نضیر از وے چہ رفت
ان کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

قلعہا ہم گرد آں دو بقعہا
ان دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی

شد مسلم وز غنائم نفعہا
فتح ہو گئے اور غنیموں کے سبب نفعے ہوئے

ور نباشد[2] آں تو بنگر کایں فریق
اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ

بر غم و رنج اند مفتون و عشیق
رنج و غم کے شیدا اور فریفتہ ہیں

زہرِ خواری را چو شکّر می خورند
وہ ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں

خارِ غمہا را چو اُشتر می چرند
غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہرِ عینِ غم نہ از بہرِ فرح
صرف غم کے لئے نہ کہ خوشی کے لئے

ایں تسافل پیشِ ایشاں چوں درج
یہ تنزل ان کے لئے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاداند اندر قعرِ چاہ
وہ کنویں کی گہرائی میں ایسے خوش ہیں

کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ
کہ تخت و تاج کے حاصل ہونے سے ڈرتے ہیں

در فقیری ہر یکے صد شہر یار
ہر ایک فقیری میں سینکڑوں شاہوں کی طرح ہے

در خزانِ فاقہ صد ہمچو بہار
فاقے کی خزاں میں سینکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشیں
جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو

فوقِ گردون ست نے زیرِ زمیں
وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

تفسیر[3] حدیث آنحضرت ﷺ کہ لَا تُفَضِّلُونِی عَلٰی یُونُسَ بْنِ مَتّٰی
آنحضرت ﷺ کی تفسیر کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبرؐ کہ معراجِ مرا
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری معراج

نیست بر معراجِ یونس اجتبا
یونسؑ کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ اُو نشیب
حالانکہ میرا مقام آسمان پر اور ان کا مقام پستی میں ہے

زانکہ قُربِ حق برُونست از حسیب
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کا قرب اس حساب سے بالاتر ہے

قُرب نے بالا نہ پستی رفتن ست
قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے

قُربِ حق از حبسِ ہستی رستن ست
اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

---

[1] بنگر۔ بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے ان کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضورؐ ان کو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے بنی النضیر ۴ھ میں اور بنی قریظہ ۵ھ میں غزوۂ خندق کے فوراً بعد جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ حدیبیہ کا واقعہ ۶ھ کا ہے البتہ ان میں سے کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور خیبر ۷ھ میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ہے ورنہ مخالف ہے۔

[2] ور نباشد۔ اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تب بھی یہ جماعت وہ ہے جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بن اس کے لئے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہر غم۔ یعنی غم ان کو اس لئے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعرِ چاہ۔ ذلت ان کو اس قدر پیاری ہوتی ہے کہ اس کے زوال اور تخت شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔ در فقیری۔ یہ لوگ فقر میں شہنشاہی اور خزاں میں بہار کے لطف اٹھاتے ہیں۔ ہر کجا۔ جبکہ کنویں کی گہرائی میں ان کو معیت حق حاصل ہے تو وہ آسمان کی بلندی سے بہتر ہے۔

[3] تفسیر۔ اس حدیث کی تفسیر سے مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیت حق ہے اونچائی نیچائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے۔ معراج یونسؑ۔ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی۔ آن من۔ حضورؐ کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قرب حق۔ قرب حق حاصل ہوتے ہوئے اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں ہے۔ قرب۔ اللہ تعالیٰ کا قرب بلندی اور پستی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ترک ہستی سے ہوتا ہے۔

نیست را چہ جائے بالا یست و زیر
فنائیت کے لئے کیا اونچائی کیا نچائی

نیست را نے زود و نے دور ست و دیر
فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دیر اور دیر ہے

کارگاہِ گنجِ حق در نیستی ست
اللہ کے خزانہ کا کارخانہ فنائیت میں ہے

غرّۂ ہستی چہ دانی نیست چیست
تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے؟

حاصل ایں اِشکستِ ایشاں اے کیا
خلاصہ یہ ہے' اے بزرگ! ان کی شکست

می نماند ہیچ با اِشکستِ ما
ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

آنچناں شاداند در ذُلّ و تلف
وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں

ہمچو ما در وقتِ اقبال و شَرَف
جس طرح ہم اقبال مندی اور بڑائی میں

برگِ بے برگی سہ اَنواعِ اُوست
پوری بے سروسامانی کا سامان اس کی جاگیر ہے

فقر و خواری اِفتخارست و عُلوست
فقر اور ذلت ' فخر اور بڑائی ہے

آں یکے[۲] گفت ار چُنان ست آں فرید
ایک نے کہا ' اگر وہ یکتا ایسا ہے

چوں بخندید او چو مارا بَستہ دید
تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

چونکہ اُو مُبدَل شد ست و شادیش
جبکہ اس کی تبدیلی ہو چکی ہے اور اس کی خوشی

نیست زیں زندان و زیں آزادیش
اس قید اور اس آزادی سے متعلق نہیں ہے

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شُد
تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا ہے؟

چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شُد
اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

شاد شُد[۳] جانش کہ بر شیرانِ نر
اس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر

یافت آساں نُصرت و دست و ظفر
آسانی سے فتح اور قابو اور ظفر پا لی

پس بدانستیم کو آزاد نیست
تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے

جُز بد نیادِ لخوش و دِل شاد نیست
دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دلی اور مسرور نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہلِ آن جہاں
ورنہ کیوں ہنستا جبکہ اس جہان والے

بر بَد و نیک اَند مُشفق مہرباں
اچھے اور برے پر مشفق اور مہربان ہیں

ایں ہمی گفتند در زیرِ زباں
وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے

آں اَسیراں باہم اندر بحثِ آں
وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

تا مُوکّل نشنود در ما جہد
تاکہ سپاہی نہ سن لے اور ہم پر کود پڑے

ایں سخن در گوشِ آں سُلطاں نہد
یہ بات اس بادشاہ کے کان میں رکھ دے

۱۔ نیست۔ جب مقام فنا حاصل ہو جائے تو زمان مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ۔ فنا ست۔ کے بعد اسرار خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل۔ یہاں سے پھر ان قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے انہوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے۔ آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ۔ بے سروسامانی ان کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔

۲ آں یکے۔ آنحضور کی فنائیت پر اس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر ان کو مقام فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ہماری تباہی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ان میں بالکل تبدیلی آگئی ہے اور ان کی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہیں۔

۳ شاد شُد۔ یقیناً ان کی خوشی اسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شیروں پر انہوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیادار ہیں۔ اہل آں جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا برے ہوں۔ ایں۔ یہ باتیں وہ قیدی آہستہ آہستہ آپس میں کر رہے تھے تاکہ سپاہی نہ سن پائے۔

آگاہ[1] شدنِ پیغمبر علیہ السلام از طعنِ ایشاں بر شماتتِ اُو

خوشی پر ان کی طعنہ زنی سے آنحضور ﷺ کا واقف ہو جانا

گرچہ نشنید آں مُوکّل ایں سخن — رفت در گوشے کہ بُد آں من لَدُن

اگرچہ اس سپاہی نے یہ بات نہ سنی — اس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب سے تھا

بُوئے پیراہانِ یوسفؑ را ندید — آنکہ حافظ بُود یعقوبش شنید

حضرت یوسفؑ کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی — اس نے جو محافظ تھا' اس کو یعقوب نے محسوس کیا

آں شیاطیں بر عَنانِ آسماں — نشنوند آں سِرِّ لوحِ غیب داں

وہ شیاطین آسمان کی بلندی پر — غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

آں محمدؐ خُفتہ و تکیہ زدہ — آمدہ سِرِّ گردِ اُو گرداں شُدہ

محمدؐ سوئے ہوئے اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں — راز آیا اور اس نے ان کے گرد چکر لگائے

آں[2] خورد حلوا کہ روزیش ست باز — آں نہ کانگشتانِ اُو باشد دراز

حلوا وہ کھاتا ہے جس کی روزی کشادہ ہو — نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

نجمِ ثاقب گشتہ حارسِ دیوراں — کہ بہل دُزدی ز احمدؐ سِرِّ ستاں

ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھاگنے والا بن گیا — کہ چوری چھوڑ احمدؐ سے راز حاصل کر

اے دویدہ سُوئے دُکّاں از پگاہ — ہیں بمسجد رَو بجو رزقِ از اللہ

اے صبح سے دکان کی جانب دوڑے ہوئے — خبردار! مسجد میں جا' اللہ سے روزی مانگ

فہم کردنِ رسول علیہ السلام ضمیرِ آں اَسیراں را

آنحضور علیہ السلام کا ان قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفت شاں را فہم کرد[3] — گفت آں خندہ نبودم از نبرد

پس رسولؐ ان کی وہ گفتگو سمجھ گئے — فرمایا وہ میرا ہنسنا' جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

مُردہ اَندایشاں و بوسیدہ فنا — مُردہ کشتن نیست مَردی پیشِ ما

وہ مردہ ہیں اور فنا سے گلے ہوئے ہیں — مردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے

خود کِیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف — چونکہ من پا بفشُرم اندر مَصاف

وہ کیا ہیں' بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے — جب میں میدان جنگ میں قدم جما لوں

اَنگہے کا زاد بُودید و مکیں — من شمارا بستہ می دیدم چُنیں

جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے — میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

---

[1] آگاہ۔ آنحضورؐ نے ان کی یہ خفیہ باتیں سن لیں اس لئے کہ آپ کے کان اس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لئے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بُوئے۔ جن لوگوں کو قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ صفات حق سے متصف ہو جاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو اس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لئے جا رہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوبؑ کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین۔ لوح محفوظ کے اسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچ کر بھی نہیں سن پاتے ہیں آنحضورؐ اپنی جگہ رہتے ہوئے سن لیتے تھے۔

[2] آں خورد۔ یعنی حلوا دست درازی سے نہیں ملتا ہے مقدر سے ملتا ہے یہی حال اسرار خداوندی کا ہے۔ نجم ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کے لئے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے ان پر ٹوٹتے ہیں اور وہ ان کو بھگا دیتے ہیں۔ زاحمد اسرار خداوندی حضورؐ سے حاصل کرو۔ اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دکان نہیں ہے لہٰذا اس سے روزی مانگو۔

[3] فہم کرد۔ یعنی آنحضورؐ کو بطور وحی کے ان کی گفتگو کا علم ہو گیا۔ نبرد۔ یعنی میں جنگ کے معاملہ میں نہیں مسکرا رہا تھا۔ مُردہ۔ یعنی یہ کفار وہ حقیقت مردہ ہیں اور مردے کو مارنا کوئی بہادری ہے کہ اس پر خوشی کی۔ کا زاد۔ یعنی جبکہ وہ جنگی قیدی نہ تھے اور اپنے وطنوں میں مقیم تھے۔

اے [۱] بنازیدہ بمُلک و خانداں
اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں

نزدِ عاقل اُشترے بر نردباں
یہ عقلمند کے نزدیک سیڑھی پر اونٹ ہے

نقشِ تن راتا فتادا از بامِ طشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے

پیشِ چشمم کُلِّ آت آت گشت
ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آ گئی ہے

فنگرم در غورہ می بینم عیاں
میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں تو شراب دیکھ لیتا ہوں

بنگرم در نیست شی بینم عیاں
میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

بنگرم [۲] سرِ عالمے بینم نہاں
میں عالم غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں

آدمؑ و حوا نزستہ از جہاں
جبکہ آدمؑ اور حوا دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

من شُمارا وقتِ ذرّاتِ اَلَست
میں نے تمہیں الست کی چیونٹیوں کے وقت

دیدہ اَم پابستہ و منکوس و پست
پابزنجیر، اور اوندھا اور ذلیل دیکھا ہے

از حُدوثِ آسمانِ بے عُمُد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں

اُنچہ دانستہ بُدم افزوں نشُد
جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

من شُمارا سرنگوں می دیدہ اَم
میں نے تمہیں اوندھا دیکھا ہے

پیش ازاں کز آب و گل پالیدہ اَم
اس سے پہلے کہ میں نے آب وگل سے پرورش پائی ہے

نوندیدم تا کُنم شادی بداں
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں

ایں ہمی دیدم دراں اِقبالِ تاں
یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

بستہ [۳] قہرِ خفی وانگہ چہ قہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا؟

قندمی خوردید و دروَے درج زہر
تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں چُنیں قندے پُر از زہر اَر عدُو
اگر دشمن زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر

خُوش بنوشدِ چت حَسَد آید برُو
خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

بانشاط آں زہر می کردید نوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے

مرگِ تاں خُفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے تھے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں
میں اس لئے جہاد نہیں کرتا

تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں
کہ فتح مند دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں حیفہ است و مُردارِ رخیص
یہ دنیا مراد ہے اور سستا مردار

بر چُنیں مُردار چوں باشم حریص
ایسے مردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

[۱] اے۔ خاندان اور سلطنت پر ناز کرنا ایسا ہی بیفائدہ ہے جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر نکاؤ۔ نقشِ تن جب سے کہ میں جسم کی مادیت سے آزاد ہو گیا ہوں ہر آنے والے واقعہ کو اس طرح دیکھ لیتا ہوں جیسے کہ وہ میرے سامنے ہے۔ بنگرم۔ انگور سے بننے والی شراب کو اس کے کچے خوشہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی چیز کے معدوم ہونے کی حالت میں اس کے وجود کو دیکھ لیتا ہوں۔

[۲] بنگرم۔ پہلے اشعار میں ہونے والی باتوں کے بارے میں علم کی وسعت کا بیان تھا اس شعر میں گزشتہ واقعات پر علم کی وسعت کا بیان ہے یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے۔ من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکال کر ان سے عہد الست لیا گیا تھا میں نے اس وقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔ از حُدوث۔ کائنات کے بارے میں جو علم مجھے ازل میں حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شمارا۔ میں نے اپنے عالم ناسوت میں آنے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔ نوندیدم۔ تمہاری شکست میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے جس پر میں ہنسوں۔

[۳] بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہر الٰہی میں مبتلا دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جس کو تم مہر سمجھتے ہو۔ ایں چنیں۔ اگر کسی کا دشمن وہ وہ شکر کھائے جس میں زہر ہو تو اس پر حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔ مرگ۔ تمہاری روحانی موت ہے تمہارے کان بہرے کر دیئے ہیں۔ من نمی کردم میرا جہاد ملک گیری کے لئے نہیں ہے۔ کایں جہاں۔ اس دنیا کی مثال سڑے ہوئے مردار کی سی ہے۔

سَگ [1] نیم تا پُرچم مُردہ کُنم
میں کتا نہیں ہوں کہ مردار کی دم کے بال نوچوں

عیسیٰؑ آیم کہ تازندش کُنم
میں عیسیٰ ہوں اس لئے آیا ہوں تاکہ اس کو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک
میں نے جنگ کے صفوں کو اس لئے چاک کیا ہے

تا رہانم مر شُمارا از ہلاک
تاکہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بَشَر
میں انسانوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا ہوں

تا مرا باشد کرو فرّ و کَشَر
کہ میرے لئے شان و شوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا
میں چند انسانوں کا گلا اس لئے کاٹتا ہوں تاکہ

زاں گلوہا عالَمے یا بدرہا
ان گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما [2] پروانہ وار از جہلِ خویش
اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح

پیشِ آتش می کُنید ایں حملہ کیش
آگ پر اس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مَست
میں مست کی طرح تمہیں ہنکاتا ہوں

از در افتادن در آتش بادو دست
دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

آنکہ خود را فتحہا پند اشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا

تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید
تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر را جدّ جد می خواندید
تم ایک دوسرے کو بڑے اصرار سے بلاتے تھے

سُوئے اژدرہا فرس می راندید
اژدہوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر [3] می کردید و اندر عینِ قہر
تم ظلم کرتے تھے اور عین ظلم میں

خود شُما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر
تم خود زمانے کے شیر کے غلبہ سے مغلوب ہو گئے

بیان آنکہ طاغی در عینِ قاہری مقہور ست و در عینِ منصوری ما سور

اس کا بیان کہ سرکش عین غلبہ میں مغلوب ہے اور عین فتح مندی میں قیدی ہے

دُزد قہرِ خواجہ کرد و زر کشید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سونا اکٹھا کیا

اُو دراں مشغول خود والی رسید
وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آ گیا

گر ز خواجہ آں زماں بگریختے
اگر وہ اس وقت خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا

کے برو والی حشر انگیختے
تو حاکم اس پر کب قیامت برپا کرتا؟

اس سے ملنے آ گیا۔ بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی سزا سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔

[1] سگ نیم۔ کتا مردار کھاتا ہے۔ پرچم۔ دم کے بال۔ عیسیٰ۔ میرا کام لوگوں کو حیات ابدی عطا کرنا ہے۔ زاں۔ میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو رفع کرنے کے لئے ہے۔ تامرا۔ میں اپنی شان و شوکت کے لئے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گلوئے چند۔ مفسدین کو ختم کر کے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

[2] گر شما۔ حدیث شریف ہے مَثَلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهُ فَیَقْتَحِمْنَ فِیْهَا فَاَنَا آخُذُ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقْتَحِمُوْنَ فِیْهَا ۔ یعنی میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کر دیا تو پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنا شروع کر دیا اور آگ روشن کرنے والے نے ان کو روکنا شروع کر دیا اور وہ اس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں۔ پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اس میں گھسے پڑتے ہو آ نگ۔ جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو۔ یہی تمہاری نحوست ہے تم ایک دوسرے کو اژدھے کے منہ میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔

[3] قہری۔ کردید۔ یعنی تمہارا ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اس سے مغلوب ہو۔ بیان۔ اس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ چور خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اس میں خود اس کی مغلوبیت تھی۔ ماسور۔ قیدی۔ والی۔ یعنی حاکم

قاہریِ [1] دُز دمقہوریش بُود — زانکہ قہرِ اُو سَرِ اُو را ربود
چور کا غلبہ اس کی مغلوبیت تھی — اس لئے کہ اس کے غلبہ نے اس کا سر اڑلیا

غالبی بر خواجہ دامِ اُو شَوَد — تارسد والی و بستاند قَوَد
خواجہ پر غلبہ اس کا جال بن جاتا ہے — حتی کہ حاکم آ پہنچے اور قصاص لے لے

اے کہ تو بر خَلق چیرہ گشتہء — دَر نَبَرد و غالبی آغشتہء
اے وہ کہ تو مخلوق پر غالب آ گیا ہے — جنگ اور غلبے میں ڈوبا ہوا ہے

آں بقاصد مُنہزم کرد ست شاں — تا تُرا در حلقہ می آرد کشاں
اس نے قصداً ان کو پسپا کیا ہے — تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

ہیں [2] عِناں درکش پَے ایں منہزم — دَر مراں تاتو نگردی منخرم
اس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام — نہ چلا تاکہ تو نکٹا نہ بن جائے

چوں کشانندت بدیں شیوہ بدام — حملہ بینی بعد ازاں اندر ز حام
جب تجھے اس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے — اس کے بعد مجمع میں تو اپنے اوپر حملہ دیکھے گا

عقل ازیں غالب شدن کے گشت شاد — چوں دریں غالب شدن دید اُو فساد
اس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟ — جبکہ اس غالب آنے میں اس نے تباہی دیکھ لی ہے

تیز چشم آمد خرد بینائے پیش — کہ خدایش سُرمہ کرد از کحلِ خویش
پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے — کیونکہ خدا نے اپنے سرمے سے اس کے سرمہ لگایا ہے

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنوں — اہلِ جنّت دَر خصومتہا زبوں
پیغمبرؐ نے فرمایا حکمتوں کی وجہ سے ہیں — جنتی جھگڑوں میں مغلوب

از کمال [3] حزم و سوءِ ظنِ خویش — نے ز نقص و بَد دلی و ضعفِ کیش
پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے ہے — نہ عقلی نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

در فرہ دادن شنیدہ در کمون — حکمتِ لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ
غلبہ دینے کے بارے میں در پردہ سنے ہوئے تھے — لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ کی حکمت

مَفَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ اور اگر شہر مکہ میں کچھ مسلمانوں مرد اور مسلمانوں عورتیں نہ ہوتیں تو ان کے حال سے واقف نہ تھے اور تم ان کو پامال کر ڈالتے اور نادانستہ تم کو ان کی طرف سے نقصان پہنچ جاتا تھا بھی معاملہ یکسو کرا دیا جاتا مگر خدا نے صلح حدیبیہ کے وقت اس حکمت سے لڑائی نہ ہونے دی کہ خدا اس عرصہ میں جس کو چاہے اپنی رحمت اسلام میں داخل کرے اگر مکہ کے رہنے والے مسلمان کہیں کونکل گئے ہوتے تو اہل مکہ کو جس جس نے کفر کیا سب کو ہی دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ کمون۔ پردہ چھپنے کی جگہ۔

[1] قاہری۔ چور کا خواجہ پر غالب آنا ہی اس کی مغلوبیت کا سبب بن گیا۔ سر لو۔ چور نے خواجہ کو قتل کیا تھا اس کے بدلے میں حاکم نے اس کو قتل کرا دیا۔ قود۔ قصاص جان کے بدلے میں جان لینا۔ اے کہ۔ اللہ تعالیٰ قصداً کفار کو غلبہ عطا فرما دیتا ہے تاکہ وہ غلبہ کے غرور میں مبتلا ہو کر جال میں آ پھنسیں۔ چیرہ۔ غلبہ۔ قاصد۔ یعنی قصداً منہزم۔ پسپا۔

[2] ہیں۔ جبکہ غلبہ کا غرور تباہی کا سبب بنتا ہے تو اس غرور میں مبتلا ہو کر پسپا کا پیچھا نہ کرنا چاہیے۔ منخرم۔ سرکٹوں، نک کٹا۔ چوں۔ جب غلبہ کا دھوکہ دے کر تجھے میدان میں لے آئے گے تو پھر تجھ پر سخت حملہ ہوگا۔ عقل۔ ایسا غلبہ خوشی کا سبب نہیں ہے۔ کحل۔ سرمہ۔ فنون۔ ہنرمندیاں۔ زبون۔ حدیث شریف ہے۔ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ یعنی کیا تمہیں جنتیوں کا پتہ نہ بتادوں ہر وہ کمزور ہے جس نے کمزوری اختیار کی ہو وہ اللہ کے بھروسے قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کر دے گا۔

[3] از کمال۔ اہل جنت کی کمزوری کمال ہوشیاری اور اپنے افعال سے بدظنی کی بنا پر ہوتی ہے۔ نے۔ کمزوری کبھی عقل کی کمی سے آتی ہے کبھی بزدلی کی وجہ سے کبھی مذہب پر یقین نہ ہونے سے اہل جنت کی کمزوری ان وجوہ سے نہیں ہے۔ در فرہ۔ حدیبیہ کے موقع پر مومنوں کی ظاہری مغلوبیت اور کفار مکہ کے غلبہ کی حکمت قرآن پاک میں بیان کی فرمائی گئی ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

دَست کوتاہی ز کُفّارِ لعین — فرض شُد بہرِ خلاصِ[1] مومنین
ملعون کفار سے ہاتھ روکنا — مومنوں کی خلاصی کے لئے فرض ہوا

قصّۂ عہدِ حدیبیّہ بخواں — کُفَّ اَیدِیَکُم تمامت زاں بداں
حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو — اس نے تمہارے ہاتھ کو روکا پورا اس سے سمجھ لے

نیز اندر[2] غالبی ہم خویش را — دید اُو مَغلُوبِ دامِ کبریا
غلبے میں بھی اپنے آپ کو — اس نے اللہ کی چال میں مغلوب سمجھا

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ آمد خطاب — گُم شد اُو وَاللّٰہُ اَعلَم بِالصَّوابُ
تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا خطاب آیا — تو وہ فنا ہو گیا اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

زاں نمی خندم من از زنجیرِ تاں — کہ بگردم ناگہاں شبگیر تاں
میں تمہاری زنجیر سے اس لئے نہیں ہنستا ہوں — کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

زاں ہمی خندم کہ بازنجیر و غُل — می کشم تاں سوئے سروستان و گل
میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کے ساتھ — میں تمہیں لے جا رہا ہوں سرو اور گل کے باغیچہ میں

اے عَجب کز آتشِ بے زینہار — بَستہ می آریم تاں تا سَبزہ زار
کس قدر عجیب بات ہے کہ بے پناہ آگ سے — تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

از سُوئے دوزخ بزنجیرِ گراں — می کشم تاں تا بہشت جاوِداں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے — ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

ہر مقلدِ[3] را دریں رہ نیک وبد — ہمچناں بَستہ بحضرتِ می کشد
ہر مقلد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا برائی سے — اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

جُملہ در زنجیرِ بیم و ابتلا — می روند ایں رہ بغیرِ اَولیا
سب خوف اور آزمائش کی زنجیر میں — اولیاء کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

می کشند ایں راہ را پیکار وار — جُز کسانے واقف از اَسرارِ کار
اس راستہ پر جنگی طریقہ پر کھینچتے ہیں — سوائے ان کے جو کام کے بھیدوں سے واقف ہیں

جَہد کُن تا نورِ تو رَخشاں شَوَد — تا سُلوک و خدمتت آساں شَوَد
مجاہدہ کر تاکہ تیری روشنی چمک اٹھے — تاکہ تیرے لئے چلنا اور حضوری آسان ہو جائے

[1] خلاص۔ یعنی ان مومنوں کے بچاؤ کے لئے جو مکہ میں مقیم تھے۔ کف۔ حدیبیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَن أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۔ یعنی وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح دی پیچھے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور اس وقت جو کچھ تم کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔

[2] نیز اندر۔ غلبہ کے وقت بھی آنحضورؐ اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور غلبہ محض تائید خداوندی سے جانتے تھے۔ مَا رَمَیتَ۔ جنگ بدر میں جبکہ آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی پھینکی اور اس کفار مغلوب ہوئے تو اس بارے میں قرآن میں فرمایا گیا۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۔ یعنی جبکہ تم نے مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ زاں۔ میری ہنسی اس وجہ سے نہ تھی کہ تم پابہ زنجیر تھے۔ خندم۔ میں تو اس لئے ہنسا تھا کہ میں تمہیں قید کر کے جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اے عجب۔ اس پر تعجب کر رہا تھا کہ باوجود دشمنی کے تمہیں آگ سے بچا کر جنت کے سبزہ زار میں لے جا رہا ہوں۔

[3] ہر مقلد۔ جب توفیق شامل حال ہوتی ہے تو وہ انسان کو بخوشی یا جبراً راہ راست پر لے آتی ہے۔ جملہ۔ عام انسان خوف اور ڈر سے راہ ہدایت پر چلتے ہیں اولیاء اللہ اپنی خوشی اور بصیرت سے راہ راست پر چلے ہیں۔ پیکار وار۔ یعنی جبراً۔ واقف۔ یعنی جن کو بصیرت قلبی اور نور باطن حاصل ہو گیا ہے۔ جہد کن۔ انسان مجاہدہ کرے تو اس کو نور باطنی حاصل ہو جاتا ہے جس سے راہ ہدایت اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

کودکاں[1] را می بَری مکتب بزور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے

زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
اس لئے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

چوں شَوَد واقف بمکتب می دَوَد
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہے

جانش از رفتن شگفتہ می شَوَد
اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

می رَود کودک بمکتب پیچ پیچ
بچہ مکتب میں پیچ و تاب سے جاتا ہے

چوں ندید از مُزد کارِ خویش ہیچ
کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی ماوضہ نہیں دیکھا ہے

چوں گند در کیسہ دانگے دست مُزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے

انگہے بیخواب گردد شب چو دُزد
تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

جَہد کُن تا مُزدِ طاعت در رَسَد
کوشش کر تاکہ بندگی کی مزدوری مل جائے

بر مُطیعاں انگہت آید حَسَد
تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہو گا

اِیتِیَا کَرْہً مُقلِّد گشتہ را
مقلدوں کے لئے تم دونوں جبراً آؤ ہے

اِیتِیَا طَوْعًا صفا بسرشتہ را
خلوص کی سرشت والوں کے لئے دونوں رضامندی سے ہے

ایں مُحبِّ حق زبہرِ[2] علّتے
یہ خدا کا دوست کسی غرض سے ہے

واں دگر را بے غرض خود خُلّتے
اس دوسرے کی خود بے غرض دوستی ہے

ایں مُحبِّ دایہ لیک از بہرِ شیر
یہ لٹا کا عشق ہے لیکن دودھ کی خاطر

واں دگر دل دادہ بہرِ ایں سَتیر
وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

طِفل را از حُسنِ اُو آگاہ نے
بچے کو اس کے حسن سے واقفیت نہیں ہے

غیرِ شیر اُورا از و دلخواہ نے
اس کے دودھ کے علاوہ اس کو کچھ مرغوب نہیں ہے

واں دگر خود عاشقِ دایہ بُوَد
دوسرا خود لٹا کا عاشق ہوتا ہے

بے غرض در عشق یک رایہ بُوَد
بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

پس[3] مُحبِّ حق بامّید و بترس
لالچ اور ڈر سے اللہ کا دوست

دفترِ تقلید می خواند بدرس
تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

واں مُحبِّ حق زبہرِ حق کجاست
وہ اللہ کے لئے اللہ کا دوست کہاں ہے؟

کہ ز اغراض وز عِلّتہا جُداست
جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

گر چُنیں وگر چُناں چوں طالبِ ست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے جبکہ وہ طلب گار ہے

جذبِ حق اُورا سوئے حق جاذبِ ست
اللہ تعالیٰ کی کشش اس کو اللہ کی جانب کھینچنے والی ہے

[1] کودکاں۔ مقلد۔ بچوں کی طرح ہیں جن کو اپنے عمل کی مزدوری نظر نہیں آتی ہے۔ چوں شود۔ بچہ کو جب مکتب جانے پر انعام ملے تو مکتب کے جانے کی خوشی میں اس کی رات کی نیند اڑ جاتی ہے۔ تا مزد۔ اگر عمل کا ثواب آنکھوں سے نظر آنے لگے تو پھر عبادت گزاروں کو دیکھ کر رشک آنے لگتا ہے۔ اینیا۔ مقلد کی اطاعت جبری ہے اہل صفا کی اطاعت دل و جان سے ہے۔

[2] زبہر علتے۔ مقلد کی عبادت اپنی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ واں دگر۔ اہل اللہ کی عبادت محض عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ایں محب۔ عام انسان کی مثال اس بچے کی سی ہے جو لٹا سے دودھ کے لالچ میں محبت کرتا ہے۔ واں دگر۔ بالغ مرد عورت کے عشق کی بنیاد پر گرویدہ ہوتا ہے یہ اہل اللہ کی مثال ہے۔

[3] پس۔ جو لوگ جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے اللہ کے عاشق ہیں وہ تقلیدی سبق پڑھ رہے ہیں۔ واں۔ ایسے عاشق جو محض ذات کی وجہ سے اللہ کے عاشق ہوں اور ان کے عشق میں کوئی غرض نہ ہو بہت نادر ہیں۔ گر چنیں۔ عاشق خواہ مقلد ہو یا منور دل والا اللہ ہی کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

گر مُحِبِّ[1] حق بُوَد لِغَیرِہٖ — کَے یَنَالَ دَائِمًا مِّنْ خَیرِہٖ
خواہ ماسوی اللہ کے لئے اللہ کا دوست ہے — تاکہ ہمیشہ اس کی خیر حاصل کرے

یا مُحِبِّ حق بُوَد لِعَینِہٖ — لَا سِوَاہُ خَائِفًا مِّنْ بَینِہٖ
یا اس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے — وہ اس کے سوئی سے نہیں اس کے فراق سے ڈرتا ہے

ہر دو را ایں جستجو ہازاں سَرست — ایں گرفتاریِ دل زاں دلبرست
دونوں کی جستجوئیں کی جانب سے ہیں — یہ دل کی مجبوری اس کی دلبر کی جانب سے ہے

جَذبِ[2] معشوق عاشق را مِنْ حَیثُ لَا یَعلَمُہُ العاشق وَلَا یَرجُوہُ
معشوق کا عاشق کو جذب کرنا اس طریقہ پر کہ عاشق نہ اس کو جانتا ہے اور نہ اسکی امید رکھتا ہے

وَلَا یَخطُرُ بِبَالِہٖ وَلَا یَظْهَرُ مِنْ ذٰلِکَ الْجَذْبِ اَثَرٌ فِی الْعَاشِقِ
اور نہ اس کے دل میں آتا ہے اور اس کشش کا اثر عاشق میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے

اِلَّا الْخَوْفُ الْمَمْزُوجُ بِالْیَاسِ مَعَ دَوَامِ الطَّلَبِ
سوائے خوف سے ملی ہوئی مایوسی کے مع طلب کی ہمیشگی کے

آمدیم اینجا کہ دَر صَدرِ جہاں — گر نبُودے جذبِ آں عاشق نہاں
ہم یہاں آ گئے کہ صدر جہاں میں — اگر اس عاشق کی پوشیدہ کشش ہوتی

ناشکیبا کے بُدے اُو از فراق — کے دَواں باز آمدے سوئے وثاق
وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا — وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

میلِ[3] معشوقاں نہانست وستیر — میلِ عاشق باد و صد طبل ونفیر
معشوقوں کا میلان پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے — عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کے ساتھ ہے

یک حکایت ہست اینجاز اِعتبار — لیک عاجز شُد بُخاری ز انتظار
عبرت کے لئے یہاں ایک قصہ ہے — لیکن بخاری انتظار میں عاجز آ گیا ہے

تَرکِ آں کردیم کُو در جستجوست — تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست
ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے — تاکہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

تا رَہد از مرگ ویا بد اُو نجات — زانکہ دیدِ دوست ست آبِ حیات
تاکہ وہ موت سے چھٹکارا پالے اور نجات حاصل کرلے — کیونکہ دوست کا دیدار آب حیات ہے

ہر کہ دیدِ اُو نباشد دفعِ مَرگ — دوست نبُود کہ نہ میوستش نہ برگ
جس کا دیدار موت کا دافعیہ نہ ہو — وہ دوست نہ ہوگا کیونکہ نہ اس پر پھل ہیں نہ پتے

[1] گر۔ خواہ وہ عشق میں مقلد ہے اور اس کی جنت کا امیدوار بن کر اس کا عاشق بنا ہے خواہ اس کی ذات کا عشق ہے اور وہ صرف ہجر سے ڈرتا ہے اور صرف وصال کا طالب ہے دونوں کی طلب منجانب اللہ ہے اور دونوں کا عشق خدا کا پیدا کردہ ہے۔

[2] جذب معشوق۔ معشوق کی کشش ایسی ہوتی ہے کہ عاشق کو وہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور عاشق میں اس کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔ آمدیم۔ جبکہ معشوق عاشق کی کشش کرتا ہے تو اب سنوں۔ بخاری کے لئے اگر صدر جہاں معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو وہ بخاری عاشق کیسے سزا کی طرف کھینچتا۔

[3] میل معشوقاں۔ میلان دونوں طرف ہوتا ہے لیکن معشوق کا پوشیدہ میلان ہوتا ہے اور عاشق کا کھلم کھلا ہوتا ہے۔ یک حکایت۔ اس موقع پر ایک اور قصہ سنانا چاہتا تھا لیکن بخاری عاشق کو کب تک منتظر رکھوں اس کی خواہش ہے کہ موت سے پہلے معشوق کا چہرہ دیکھ لے۔ تا رہد معشوق۔ کا دیدار آب حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آسکتی۔ ہر کہ۔ جس معشوق کا دیدار موت کا دافع نہ ہو وہ حاصل معشوق ہی نہیں ہے۔

کارا آں کار ست اے مُشتاقِ مَست
اے مست مشتاق! کام تو حاصل وہ ہے

کاندراں کار ار رسد مَرگت خُوش ست
کو اس کام میں اگر تجھے موت آ جائے تو بہتر ہو

شُد نشانِ صِدقِ ایماں اے جواں
اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے

آنکہ آید خوش ترا مَرگ اندراں
کہ تجھے اس میں مر جانا اچھا لگے

گر نشدُ ایمانِ تو اے جاں چُنیں
اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے

نیست کامل رَو بجو اکمالِ دیں
تو وہ کامل نہیں، جا ایمان کی تکمیل چاہ

ہر کہ اندر کارِ تو شُد مرگِ دوست
جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو

بَر دل تو بے کراہت دوست اُوست
کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

چوں[1] کراہت رفت آں خود مرگ نیست
جب ناگواری ختم ہو گئی تو وہ موت ہی نہیں ہے

صُورتِ مَرگ ست و نقلاں کرد نیست
بظاہر موت ہے اور حقیقتاً منتقل ہونا ہے

چوں کراہت رَفت مُردن نفع شدُ
جب ناگواری جاتی رہی موت مفید ہوئی

پس دُرست آمد کہ مُردن دفع شدُ
تو ثابت ہو گیا، کہ موت دفع ہو گئی

دوست حق ست کسے وکش گفت اُو
دوست اللہ ہے اور وہ جس کو اس اللہ نے کہہ دیا ہے

کہ توئی آنِ من و من آنِ تُو
کہ تو میرا اور میں تیرا ہوں

گوش دارا کنوں کہ عاشق میرسد
اس سن، کہ عاشق پہنچتا ہے

بستہ عاشق اُورا بحَبلِ مِّنْ مَّسَد
عشق نے اس کو مونج کی رسی سے باندھا ہے

رسیدن بُخاری عاشق در بندگی صدر جہاں

عاشق بخاری کا صدر جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چوں[3] بدید اُو چہرۂ صَدرِ جہاں
جب اس نے صدر جہاں کا چہرہ دیکھا

گویا پریدش از تَن مُرغِ جاں
گویا اس کے جسم سے مرغ جاں پرواز کر گیا

ہمچو چوبِ خُشک اُفتاد آں تنش
اس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا

سَر دشدُ از فَرقِ سَر تا ناخنش
سر کی مانگ سے اس کے ناخن تک ٹھنڈے پڑ گئے

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب
انہوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب سے کیا

نے بجُنبید و نے آمد در خِطاب
وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

کار نادید دَر بُخارا ہَر بخور
بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہوگی

جُز کہ بُوئے آں شہِ بافَر و نور
اس پر شوکت اور منور شاہ کی خوشبو کے علاوہ

[1] کار۔ عشق کا صحیح کارنامہ تو یہی ہے کہ اس میں موت آ جائے۔ شد۔ صحیح ایمان کی علامت یہی ہے کہ اس پر جان قربان کرنا اچھا معلوم ہو۔ گر نشد۔ مگر ایمان میں یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ ناقص ایمان ہے اس کی تکمیل کرنی چاہیے۔ ہر کہ۔ تم اپنا صحیح دوست اسی کو سمجھو گے جو تمہارے لئے جان دیدے۔

[2] چوں کراہت۔ جبکہ وصال کے شوق میں مرنا آسان ہو جائے تو پھر وہ موت موت ہی نہیں ہے محض ایک نقل مکانی ہے۔ مردن دفع شد۔ موت تو ایک ناگوار چیز ہے جب ناگواری ختم ہو گئی تو موت موت نہ رہی۔ دوست۔ صحیح معنی میں تو دوست اللہ کا ہے اور دنیا میں وہ دوست دوست ہے جو اللہ والا ہو۔ حَبلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔ مونج کی رسی۔

[3] چوں بدید۔ جب اس بخاری عاشق نے صدر جہاں کو دیکھا تو بے حس و حرکت ہو گیا اور خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا پڑ گیا۔ ہر چہ۔ ہوش میں لانے کی سب تدبیریں بے کار ہوئیں۔ کار نادید۔ عاشق تو بوئے معشوق سے ہوش میں آتا ہے۔

شاہ چوں دید آں مُزعفر رُوئے اُو
بادشاہ نے جب اس کا زعفرانی چہرہ دیکھا

پس فرود آمد ز مرکب سُوئے اُو
تو اس کی جانب سواری سے اتر آیا

گفت عاشق دوست جوید تیز و تفت
بولا عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے تلاش کرتا ہے

چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت
جب معشوق آیا ' وہ عاشق چلا گیا

عاشقِ حقی وَحق آنست کُو
تو اللہ کا عاشق ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ

چوں بیاید از تو نبُود تارِ مُو
جب آئے تو تیرے بدن کا بال بھی نہ رہے

صد چو تو فانی ست پیشِ آں نظر
اس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سینکڑوں فانی ہیں

عاشقی بر نفیِ خود خواجہ مگر
اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

سایۂ ۲ و عاشقی بر آفتاب
تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے

شمس آید سایہ لاگر دد شتاب
سورج نکلتا ہے تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

چونکہ سر بر زد مشرق قُرصِ خور
جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا

نز ستارہ ماند و نز شب اثر
نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

از درِ دل چونکہ عاشق آید دُروں
دن کے دروازے سے جب عشق اندر آ جاتا ہے

عقل رَختِ خویش انداز و بُروں
عقل اپنا بوریہ بستر باہر لا ڈالتی ہے

ہمچو شیرے خورُدبا آہو دو چار
جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا

گشت آہو بیخبر اُفتاد زار
تو ہرن بیہوش ہو کر بحالت زار گرا

ہمچو زورِ پشہ پیشِ شُند باد
جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل

فہم کُن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالسَّداد
سمجھ لے ' اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

داد ۳ خواستنِ پشہ از دستِ باد بحضرتِ سلیمان علیہ السلام
مچھر کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہوا کی فریاد کرنا

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ
باغ اور گھاس سے مچھر آیا

وز سلیماں گشت پشہ داد خواہ
اور مچھر نے حضرت سلیمانؑ سے انصاف چاہا

کاے سلیماں مَعدلت می گستری
کہ اے سلیمان! آپ انصاف کرتے ہیں

بر شیاطین و آدمی زاد و پری
شیطانوں اور انسانوں ' اور پریوں کا

مُرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تُست
پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں

کیست آں گم کشتہ کش فضلت نجُست
وہ کونسا گمراہ ہے جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

۱ شاہ صفدر جہاں نے جب اس کی یہ حالت اور اس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اتر کر اس کے پاس آ گیا۔ گفت۔ صدر جہاں نے کہا عشق کا معاملہ بھی عجیب ہے عاشق معشوق کو ڈھونڈتا ہے اور اس کے سامنے آنے پر فنا ہو جاتا ہے۔ عاشق حقی۔ خدا کے عاشق کا بھی یہی حال ہونا چاہیے کہ عاشق کو فنا کا درجہ حاصل ہو۔ صد چو تو۔ اپنی اس فنا کو بھی کچھ نہ سمجھ یہاں ہزاروں فانی ہیں تو

۲ سایہ۔ وصال کے وقت فنا لازمی ہے سایہ ہو اور وہ سورج پر عاشق ہو تو سورج کے نمودار ہوتے ہی سایہ غائب ہو جائے گا۔ چونکہ۔ محبوب سورج ہے اور عاشق ستارہ اور شب ہے سورج کے نمودار ہونے سے شب اور ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔ از درِ دل۔ عشق کا تقاضہ ہے جنون' جنون اور عقل میں بیر ہے۔ ہمچو شیرے۔ عشق شیر ہے اور عقل ہرن ہے۔ ہمچو زور۔ عشق تیز آندھی ہے اور عقل مچھر ہے۔

۳ داد۔ اس قصہ سے مچھر کی ہوا کے مقابلہ میں بے بسی کو ظاہر کرنا ہے۔ حدیقہ۔ باغ۔ سلیمان۔ حضرت سلیمانؑ کی جن و انس پر حکومت تھی اور ہوا بھی ان کے حکم کے تابع تھی۔ کیست۔ تفصیل مشکل ہے مختصر یہ کہ ہر چیز آپ کے فضل کی طالب ہے۔

داد دِہ[1] مارا کہ بَس زاریم مَا
ہمارا انصاف کیجئے کیونکہ ہم عاجز ہیں

بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
ہم باغ اور چمن سے بے نصیب ہیں

مُشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حَل
ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں

پشّہ باشد در ضعیفی خود مثَل
مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

شُہرہ مادر ضعف و اِشکستہ پَری
ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے

شُہرہ تو در لُطف و مسکین پَروری
آپ کی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

اے تو در اَطباقِ قدرت مُنتہی
اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں

مُنتہیٰ ما در کمی و گمرہی
ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

داد دِہ مارا از غم کُن جُدا
ہمارا انصاف کیجئے غم سے جدا کر دیجئے

دستگیر اے[2] دستِ تو دست خُدا
اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے ہماری دستگیری کیجئے

پس سلیماں گفت اے اِنصاف جُو
تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے انصاف کے طالب!

داد و اِنصاف از کہ میخواہی بگُو
بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

کیست آں ظالم کہ از بادِ بُروت
وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے

ظلم کردست و خراشیدہ است رُوت
ظلم کیا ہے اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست
تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے

کُو نہ اندر حبس و در زنجیر ماست
جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

چونکہ مازادیم ظلم آں روز مُرد
جب ہم پیدا ہوئے اس دن ظلم مر گیا

پس بعہدِ ما کہ ظُلمے پیش بُرد
تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

چوں[3] بَرآمد نور ظُلمت نیست شد
جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی

ظلم را ظُلمت بُود اصل وعضد
ظلم کی اصل اور بازو، تاریکی ہے

نِک شیاطیں کسب وخدمت میکنند
یہ شیاطین کام اور خدمت کر رہے ہیں

دیگراں بَستہ باصفادند و بَند
دوسرے بیڑیوں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

اصلِ ظلم ظالِماں از دیو بُود
ظالموں کے ظلم کی جڑ شیطان سے تھی

دیو در بَندست اِستم چوں نمُود
شیطان بند ہے، ظلم کیسے ہوا؟

مُلک زاں دادست مارا کُن فکان
خدا کی قدرت کن فکان نے ہمیں ملک اسی لئے دیا ہے

تانالد خَلق سُوئے آسمان
تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

[1] داد۔ مچھر نے ہوا کے ظلم کی یہ تفصیل کی کہ وہ ہمیں باغ و گلزار میں نہیں ٹھہرنے دیتی۔ اطباق۔ طبق کی جمع ہے مرتبہ یعنی آپ کو ہر چیز پر اعلیٰ سے اعلیٰ اقتدار حاصل ہے اور ہماری کمزوری اور عقارت پر ضرب المثل ہے۔

[2] اے دست تو۔ نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ باد بروت۔ غرور تکبر۔ کون۔ حضرت سلیمانؑ نے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔

[3] چوں۔ عدل نور ہے اور ظلم تاریکی ہے۔ نک۔ شیاطین اور جن حضرت سلیمانؑ کی خدمت گاری کرتے تھے۔ دیگراں۔ جو سرکش ہے۔ قیدی ہیں اصفاد صفد کی جمع ہے بیڑی۔ اس ظلم کا سرچشمہ شیاطین ہیں اور وہ مقید ہیں۔ کُن فکان۔ یعنی امر خداوندی۔

تا بَبالا بر نیاید دُودہا [1] | تانگردد مُضطرِب چرخ و سُہا
تاکہ دھویں اوپر نہ جائیں | تاکہ آسمان اور سہا پریشان نہ ہوں

تانہ لَرزد عَرش از نالہ یتیم | تانگردد از سِتم جانے سقیم
تاکہ یتیم کی فریاد سے عرش نہ لرزے | تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے | تا نیاید بر فلکہا یارَ بے
اسی لئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے | تاکہ یارب کی آواز آسمان پر نہ جائے

مُنکر اے مَظلوم سُوئے آسماں | کآسمانی شاہ داری دَر زماں
اے مظلوم تو آسمان کی طرف نہ دیکھ | کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے

گفت [2] پیشہ داد من از دستِ باد | کُو دو دستِ ظُلم بَرما بَرگشاد
مچھر نے کہا! میری فریاد ہوا کے ہاتھوں سے ہے | جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیئے ہیں

ماز ظُلمِ اُو بہ تنگی اندریم | بالَب بَستہ از و خوں می خوریم
ہم اس کے ظلم سے تنگی میں ہیں | خاموشی کے ساتھ اس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں

ظُلمِ اُو بر ما صریح ست و عَیاں | نیست مارا چارہ کردن جُزو بیاں
اس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے | سوائے بتادینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے

دادِ ما و اِنصاف ملِستاں ازُو | اے کریم عادل اِکرام خُو
اس سے ہمارا عدل اور انصاف کیجئے | اے شریف مزاج ' کریم ' منصف

امر کردنِ سلیمان علیہ السّلام پیشہ مظلِم [3] را
مظلوم مچھر کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم دینا کہ مدعی علیہ کو

باِحضارِ خصم بدیوانِ حُکم
کچہری میں حاضر کرے

پس سلیمانؑ گفت اے زیبا دَوی | اَمرِ حق باید کہ از جاں بِشنوی
پھر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے | تجھے اللہ کا حکم دل و جان سے سننا چاہیے

حق بمن گفت ست ہاں اے دادوَر | مَشنو از خصمے تو بے خصمے دگر
اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار اے منصف | کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات نہ سننا

تانیاید ہر دو خصم اَندر حُضور | حق نیاید پیشِ حاکم دَر ظہُور
جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آجائیں | حاکم کے لئے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

[1] دُودہا۔ یعنی مظلوموں کی فریادیں۔ تانگردد۔ مظلوم کی آہ سے ملا ہوا اعلیٰ مضطرب ہو جاتا ہے۔ عرش۔ مظلوم کی آہ عرش کو لرزا دیتی ہے۔ مذہب۔ یعنی قانون انصاف۔ یارب۔ یعنی مظلوم کو فریاد میں یارب کہنا۔ آسمانی شاہ۔ شاہ برحق اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ مچھر نے کہا ہوا نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خون۔ یعنی اپنا خون جگر پیتے ہیں۔ صریح۔ اس ظلم کے ثبوت کے لئے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[3] متظلم۔ ظلم سہنے والا فریادی۔ دیوان۔ کچہری۔ دوی۔ بھنبھناہٹ۔ مشنو۔ یعنی مدعی کا بیان مدعالیہ کی موجودگی میں ہونا چاہیے! تانیاید۔ مدعی اور مدعالیہ دونوں کی یہ بات سننے سے حق واضح ہوتا ہے۔

خصم[1] اِنتہا گر بر آرد صد نفیر
ایک فریق اگر سو چیخ پکار کرے

ہاں وہاں بے خصم قولِ او مگیر
خبردار خبردار! بغیر دوسرے فریق کے اس کی بات نہ مان

من نیارم روز فرماں تافتن
میں اللہ کے حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا

خصمِ خود را رو بیا ور سوئے من
جا اپنے مدعی علیہ کو میرے پاس لا

گفت قولِ تست برہانِ درست
اس نے کہا آپ کا فرمانا صحیح دلیل ہے

خصمِ من بادست و او در حکمِ تست
میرا مدعی علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا
ان شاہ نے آواز دی اے باد صبا!

پشہ افغال کرد از ظلمت بیا
مچھر نے تیرے حکم کی شکایت کی ہے؟

ہیں مقابل شو بخصمت رُو برو
خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہو جا

پاسخش گو و بکن دفعِ عدو
اس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

باد چوں بشنید آمد تیز تیز
ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی

پشہ بگرفت آں زما راہِ گریز
اس وقت مچھر نے راہ فرار اختیار کی

پس[2] سلیمانؑ گفت اے پشہ کجا
حضرت سلیمانؑ نے فرمایا او مچھر کہاں جاتا ہے

باش تابر ہر دو رانم من قضا
ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست
اس نے کہا اے شاہ! اس کے وجود سے میری موت ہے

خود سیاہ ایں روزِ من از دود اوست
میرا یہ دن اس کے دھوئیں سے کالا ہے

او چو آمد من کجا یابم قرار
جب وہ آ گئی میں کہاں ٹھہروں؟

کو بر آرد از نہادِ من دمار
کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

ہمچنیں جویائے درگاہِ خدا
اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا

چوں خدا آید شود جوینده لا
جب خدا آ جاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

گرچہ[3] وصلت بقا اندر بقاست
اگرچہ تیرا وہ وصال بقا در بقا ہے

لیک ز اوّل آں بقا اندر فناست
لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

سایہائے کہ بود جویائے نور
وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں

نیست گردد چوں کند نورش ظہور
فنا ہو جاتے ہیں جب اس کا نور ظاہر ہوتا ہے

عقل کے ماند چو باشد سردہ او
عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اس کو وجود میں لانیوالا موجود ہو

کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

[1] خصم۔ مدعا علیہ کی غیر حاضری میں مدعی کے قول پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ من نیارم۔ چونکہ فریقین کی موجودگی ضروری ہے تو مدعا علیہ کو حاضر کر۔ گفت۔ مچھر نے حضرت سلیمان کی بات تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مدعا علیہ آپ کے زیر فرمان ہے اس کو حاضری کا حکم دیدیجئے بانگ زد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو طلب کر لیا۔ راہِ گریز۔ جب ہوا تیزی سے چلی مچھر بھاگ نکلا۔

[2] پس سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ نے مچھر سے کہا تو یہاں ٹھہر تا کہ دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جا سکے۔ بود ان۔ اس کا وجود و دم۔ یعنی اس کا ظلم۔ نہاد۔ بنیاد اصل۔ دمار۔ ہلاکت۔ بگنجیں۔ جس طرح ہوا کا وجود مچھر کی فنا ہے اسی طرح وصل حق واصل کی فنا ہے۔

[3] گرچہ۔ وصل سے اگرچہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے پہلے مقام فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ سایہائے۔ ممکن کا وجود ظل اور سایہ ہے ذات باری نور ہے نور کے ظہور کے وقت سایہ معدوم ہو جاتا ہے۔ سردہ۔ وجود میں لانے والا۔ کُلُّ شَیءٍ ذات باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔

هالِک آمد پیش وَجهش هَست نیست — هَستی اندر نیستی خود طُرفه ایست
اس کی ذات کے سامنے یہ فانی فانی اور باقی ہے — عدم میں وجود خود عجیب بات ہے

اَندریں محضر خِردہا شد زدَست — چُوں قلم اینجا رسیدہ شُد شکست
اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں — جب قلم اس جگہ پہنچا ٹوٹ گیا

نواختنِ معشوق عاشقِ بیہوش خود را تا بہوش بازآید
معشوق کا اپنے بے ہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آ جائے

باز گردم جانبِ صَدرِ جہاں — دَر نوازش عاشقِ خُود را نہاں
میں پھر صدر جہاں کی طرف پلٹتا ہوں — جو در پردہ عاشق کو نواز رہا ہے

برگرفتش سَر نہاد اندر کنار — بر رُخش می کرد اَشکِ تَر نثار
اس کا سر اٹھایا، گود میں رکھا — اس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

می کشید از بیہشی اش در بیاں — اَندک اَندک از کرم صَدرِ جہاں
اس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لایا — صدر جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

بانگ[۲] زد در گوشِ اُوشہ کاے گدا — زَر نثار آور دست دامن گشا
شاہ نے اس کے کان میں کہا، اے فقیر! — میں تیرے اوپر نچھاور کرنے کو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

جانِ تو کاندر فراقم می طپید — چونکہ ز نہارش رسیدم چوں رَمید
تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی — جب میں اس کی پناہ کے لئے آیا کیوں بھاگ گئی؟

اے بدیدہ در فراقم گرم و سَرد — باخود آ از بیخودی و باز گرد
اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے — بے ہوشی سے ہوش میں آ جا اور لوٹ آ

مُرغ[۳] خانہ اُشترے را بے خرَد — رَسمِ مہمانش بَخانہ می بَرَد
گھریلو مرغا بے عقلی سے ایک اونٹ — مہمان بنانے کے لئے اپنے گھر لے جاتا ہے

چوں بَخانہ مُرغ اُشتُر پانہادِ — خانہ ویراں گشت وسَقف اَندر فتاد
جب مرغ کے ڈربہ پر اونٹ نے پاؤں رکھا — ڈربہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

خانۂ مُرغ ست عقل وہوشِ ما — ہوش صالح طالب ناقہ خدا
ہماری عقل اور ہوش مرغ کا ڈربہ ہے — ہوش حضرت صالح ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

۱ ہالک آمد۔ فانی فی اللہ موجود بھی ہے معدوم بھی، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اس کو بقباللہ حاصل ہے اس لئے موجود ہے اس ہالک میں ہستی اور نیستی کا اجتماع ضدین کن ہے۔ اندریں محضر۔ یعنی وجود وعدم کا اجتماع اور عظمت باری کا بیان۔

در نوازش۔ صدر جہاں در پردہ اس پر عنایت کر رہا تھا۔ بر رخش۔ اس بیہوش کے رخساروں پر صدر جہاں کے آنسو گر رہے تھے۔ می کشید۔ اس کو بے ہوشی سے ہوش میں لا رہا تھا تاکہ وہ باتیں کرنے لگے۔

۲ بانگ زد۔ صدر جہاں نے اس کے کان میں کہا کہ میں تیرا مطلوب زر لایا ہوں دامن پھیلا۔ جان تو فراق میں تیری جان بے چین تھی اب جبکہ میں مدد کو آیا ہوں تو وہ کیوں بھاگ گئی ہے۔

۳ مُرغ۔ مولانا اب اس قصہ سے نتیجہ نکالتے ہیں اور اس سے پہلے سمجھاتے ہیں کہ انسان کے عشق خداوندی میں مبتلا ہونے کی یہ مثال ہے کہ یا مرغ اونٹ کو اپنا مہمان بنا لایا جب اس اونٹ نے اس کے گھر میں قدم رکھا تو گھر برباد ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ یہی حال انسان اور عشق الٰہی کا ہے کہ جب وہ مہمان بن کر آتا ہے تو خانہ مرغ جو عقل و ہوش میں ہیں وہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔ ہوش صالح۔ ہوش یا مثال حضرت صالح کی سی ہے جس نے اللہ کی ناقہ طلب کی اور عشق یا مثال ناقہ کی ہے جس نے قوم کا گھاس پانی سب ختم کر دیا تھا۔

ناقہ چوں سر کرد اندر آب و گلش
جب اس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر ابھارا

نے گل آنجا ماند و نے جان و دلش
نہ وہاں مٹی رہی اور نہ اس کی جان اور دل

کرد فضل عشق مانساں را فضول
عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا

زیں فزوں جوئی ظلوم مست و جہول
اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے

جاہلِ ست اُو اندریں مشکل شکار
وہ اس مشکل شکار کے معاملے میں جاہل ہے

می کشد خرگوش شیرے در کنار
خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

کے کنار اندر کشیدے شیر را
وہ شیر کو بغل میں کب لیتا

گر بدانستے و دیدے شیر را
اگر وہ شیر کو جان لیتا اور دیکھ لیتا

ظالمِ ست اُو بر خود و بر جانِ خود
وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے

ظلم بیں کز عدلہا گوئ می برد
ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہے

جہلِ اُو مر علمہا را اُو ستاد
اس کی نادانی علموں کی استاد ہے

ظلم اُو مر عدلہا را شد رشاد
اس کا ظلم انصافوں کے لئے ہدایت ہے

دستِ ۲ اُو بگرفت کایں رفتہ دمش
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا کی اس کا گیا ہوا سانس

آنگہے آید کہ من دم بخشمش
اس وقت آئے گا جب میں اسے سانس بخشوں گا

چوں بمن زندہ شود آں مردہ تن
جب وہ مردہ جسم میرے ذریعہ سے زندہ ہو گا

جانِ من باشد کہ رُو آرد بمن
وہ میری جان ہو گی جو میری طرف متوجہ ہو گی

من گنم اُورا ازیں جاں محتشم
میں اسے اس جان سے معزز بناؤں گا

جاں کہ من بخشم بہ بیند بخششم
جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

جانِ نامحرم نہ بیند روئے دوست
جُز ہمان جاں کاصلِ اُو از کوئے اُوست
نامحرمِ جان دوست کو چہرہ نہیں دیکھ سکتی
سوائے کس اس جان کے جس کی اصل اس کے کوچے کی ہے

دَر دَمم ۳ قصاب وارایں دوست را
تاہلد آں مغز نغزش پوست را
میں قصاب کی طرح اس دوست میں پھونک بھرتا ہوں
تاکہ اس کا نفیس مغز کھال کو چھوڑ دے

گفت ے جانِ رمیدہ از بلا
وصل را ما در کشادیم الصلا
اس نے کہا اے مصیبت سے بھاگنے والی جان
ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے موت ہے

---

۱ کردِ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ ہم نے امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا یقیناً وہ بڑا ظالم اور نادان تھا مولانا نے اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور امانت سے عشق الٰہی مراد لیا ہے۔ جاہل۔ انسان کی نادانی تو یہ ہے کہ وہ اس مشکل کام میں پھنس گیا اور انسان اور عشق الٰہی میں مبتلا ہونے کی مثال یہ ہے کہ کوئی خرگوش شیر کو بغل میں تھامنے کی کوشش کرے۔ ظالم است۔ عشق الٰہی کرنے میں انسان ظالم ہے اور اپنے آپ کو فنا کرتا ہے لیکن یہ ایسا ظلم ہے جو انصافوں سے بڑھا ہوا ہے۔

۲ دستِ اُو۔ صدر جہاں نے اس بیہوش کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اس کا سانس تب لوٹے گا جب میں اس کو سانس عطا کروں گا۔ چوں۔ جب وہ میرے سانس سے زندہ ہو گا تو پھر اس کی روح میری طرف متوجہ ہو گی۔ بخششم۔ میری عطا کردہ جان میں میری اعلیٰ بخششیں قبول کرنے کی صلاحیت ہو گیا۔ جان نامحرم۔ اس کی پہلی جان نامحرم تھی وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

۳ دردمم۔ قصائی ذبح شدہ جانور میں پھونک بھرتا ہے تاکہ گوشت پوست سے جدا ہو جائے صدر جہاں نے کہا میں بھی اس میں پھونک بھروں گا تاکہ یہ آلائش بشریت سے پاک ہو جائے۔ گفت۔ صدر جہاں نے اپنے وصل کا اعلان کر دیا۔

اے ا خودِ ما بیخودی و مستیت — اے زہستِ ما ہُمارہ ہستیت
اے! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے — اے تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

باتو بے لب این زماں من نو بنو — راز ہائے کہنہ میگویم شنو
میں اس وقت تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ — پرانے راز کہتا ہوں ' سن

زاں کہ آں لبہا ازیں دَم می رَمد — بر لبِ جُوئے نہاں بَرمی دَمد
کیونکہ وہ ہونٹ' اس بات سے گریز کرتے ہیں — وہ بات مخفی نہر کے کنارے پر اگتی ہے

گوش ۲ بے گوشی دریں دَم بَرگشا — بہرِ رازِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَا
بے گوشی کے کان اس بات میں کھول — اس راز کے لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

چوں صَلائے وصل بشنیدن گرفت — اَندک اَندک مُردہ جُنبیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سننی شروع کی — مردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

نے کم از خاک ست کز عشوہ صَبا — سَبزہ پوشد سَر برآرد از فَنا
وہ مٹی سے گیا گزرا نہیں ہے کہ بادصبا کے ناز و انداز سے — سبزہ پہن لیتی ہے' عدم سے سر ابھارتی ہے

کم ز آبِ نطفہ نبُود کز خطاب — یوسفاں زایند رُخ چوں آفتاب
وہ نطفہ سے کم نہیں تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے — آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

کم ۳ ز بادے نے کہ شُد از اَمرِ کُن — دَر رحم طاؤس و مُرغِ خوش سُخن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کن کے حکم سے بن گئی — رحم میں مور خوش الحان پرند

کم زنارے نیست کز اَمرِ سَلام — گُلستاں شُد بر خلیلِ خُوش کلام
وہ آگ سے کم نہیں کہ سلامتی کے حکم سے — خوش کلام خلیل اللہ پر گلستان بن گئی

کم ز چوبے نیست دَر دفعِ عَدُو — گشت اژدرہائے مُنکَر ز اَمرِ ہُو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کے لئے — اللہ کے حکم سے وہ خوفناک اژدہا بن گئی

کم ز سنگ کوہ نبُود کزوِ لاد — ناقۂ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جن سے ولادت کے طریقہ پر — اس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم — عالمے زاد و بزاید دمبدم
اس سب کو چھوڑ کیا عدم کی مادہ نے — عالم کو نہیں جنا اور دمبدم جن رہی ہے

بر جہید و بر طپید و شاد شاد — یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
وہ کودا اور اچھل پڑا ' اور خوشی خوشی — اس نے ایک دو بار رقص کیا اور سجدے میں گر پڑا

---

۱ اے خودما۔ تیری مستی اور بیہوشی ہماری وجہ سے ہے اور تیری ہستی ہماری ہستی سے قائم ہے۔ باتو۔ اب میں تجھے اسرار کی تعلیم دیتا ہوں۔ زانکہ۔ لیکن یہ اسرار مادی ہونٹوں سے نہیں سنائے جاتے ہیں یہ باطنی اسرار ہیں۔

۲ گوش۔ اب تو وہ کان کھول جو ان کانوں کے علاوہ ہیں۔ یَفْعَلُ۔ یعنی مشیت خداوندی کے اسرار۔ جُنبیدن۔ یعنی یہ خوشخبری سن کر مردے میں جان پڑنے لگی۔ نے کم۔ بہرحال یہ مدہوش عاشق مٹی سے تو گیا گزرا نہ تھا جبکہ بادصبا کے کرشموں سے اس میں جان پڑ جاتی ہے تو اس میں معشوق کے غمزوں سے جان کیوں نہ پڑتی۔ کم زآب نطفہ۔ نطفہ' منی' حکم خداوندی سے حسین ترین بچے پیدا کر دیتا ہے۔

۳ کم زبادے۔ مشہور ہے کہ پرندوں میں مذکر کی ہوا مونث کے رحم میں پہنچتی ہے جس سے انڈا بنتا ہے۔ کم زنارے۔ آگ غیبی آواز سے حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بنی۔ کم ز چوبے۔ ایک کرشمہ سے حضرت موسیٰ کا عصا اژدہا بنا۔ کم زسنگ۔ کرشمہ خداوندی سے پتھر سے حضرت صالح کی اونٹنی پیدا ہو گئی۔ زیں ہمہ۔ ان جزئیات کو چھوڑ سارے عالم کو دیکھ ایک کرشمہ سے عدم سے وجود میں آ گیا۔ برجہید۔ غرضیکہ صدر جہاں کے کرشمہ سے وہ مدہوش ہوش میں آ گیا رقص کرنے لگا اور سجدہ میں گر گیا۔

بشگفید از رُوئے اُو وشاد شُد — در وصال از بَندِ ہجر آزاد شُد
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہو گیا — وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہو گیا

باخویش آمدنِ عاشقِ بیہوش و رُوئے باز آوردن

بے ہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور معشوق کی تعریف

یہ ثنا و شکرِ معشوق

اور شکر کی طرف متوجہ ہونا

گفت اے عنقائے حق جاں را مطاف — شُکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف
بولا اے خدائی عنقاء جہان کی طواف گاہ ہے — شکر ہے کہ تو کوہ قاف سے واپس آ گیا

اے سَرافیلِ قیامت گاہِ عشق — اے تو عشقِ عشق و اے لُبِّ لُبِّ عشق
اے عشق کے میدان حشر کے اسرافیل — اے وہ کہ تو عشق کا عشق اور عشق کا محبوب ہے

اوّلیں خلعت کہ خواہی دادنم — گوش خواہم کہ نہی بَر رُوزنم
سب سے پہلی خلعت جو آپ مجھے دیں — میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے منہ پر کان رکھ دیں

گرچہ میدانی بصفوت حالِ من — بندہ پرور گوش کُن اقوالِ من
اگرچہ باطن کی صفائی کی وجہ سے آپ میرا حال جانتے ہیں — بندہ پرور یا میری باتیں بھی سن لیجئے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید — زآرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید
اے یکتا صدر! لاکھوں بار — آپ کے کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

آں سمیعی[۲] تُو وآں اِصغائے تُو — داں تبسّمہائے جاں افزائے تو
وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا — وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

آں نیوشیدن کم و بیشِ مرا — عِشوۂ جانِ بَد اندیشِ مرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا — میری بداندیش جان کے مکر کو سننا

قُلبہائے[۳] من کہ آں معلوم تُست — پس پذیرفتی تو چُوں نقدِ درست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے — کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کئے ہیں

بہرِ گستاخے و شوخِ غرّۂ — حِلمہا در پیشِ حِلمت ذرّۂ
ایک گستاخ اور شوخ بچے ہوئے کے لئے — ہمت کی بردباریاں آپ کی بردباری کے سامنے ایک ذرہ ہیں

اوّلاً بشنو کہ چوں ماندم زشست — اوّل و آخر بہ پیشِ من بجست
اولاً سنیئے کہ جب میں کمند سے نکل گیا — تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

۱ گفت۔ اس مدہوش نے ہوش میں آ کر صدر جہاں کو خطاب کیا اور کہا آپ کی ذات میرے لئے عنقاء ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ وہ کوہ قاف سے واپس آ گئی۔ مَطاف۔ طواف کی جگہ۔ اے تو۔ آپ پر عشق عاشق ہے اور آپ عشق کے محبوب ہیں۔ خلعت۔ شاہی عطیہ کا لباس۔ انعام۔ روزن۔ یعنی منہ کا سوراخ صفوت۔ یعنی قلب کی صفائی۔ زآرزوے۔ یعنی اس آرزو میں بیہوش ہوا ہوں کہ آپ کے کان کو اپنا ورد و غم سنا سکوں۔

۲ آں سمیعی۔ کان کے شوق میں مدہوشی اس لئے طاری ہوئی تھی کہ آپ کے کان کی مہربانیاں یاد آتی تھی اصغائے۔ کان دھرنا۔ توجہ کرنا۔ عشوہ۔ میری ناقص جان جو مکر کرتی تھی وہ میں آپ سے کہتا تھا اور آپ اس کو سن لیتے تھے۔

۳ قُلبہائے۔ مصنوعی احوال آپ کو سناتا تھا آپ ان کو صحیح احوال کی طرح قبول کر لیتے تھے۔ حلمہا۔ میری بناوٹی حالت پر آپ ایسی بردباری برتتے تھے کہ اس پر سینکڑوں بردباریاں قربان ہیں۔ اوّلا۔ بخار بصدر جہاں سے اپنے احوال بیان کرتا ہے۔ اوّل۔ یعنی میں اپنے انجام و آغاز سے بے خبر ہو گیا۔

تانیاً بشنو تو اے صدرِ وَدُود[1] — کہ بسے جُستم ترا ثانی نبود
دوسرے سنیئے ' اے محبوب صدر — کہ میں نے بہت ڈھونڈا آپ کا کوئی ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ اَم — گویا ثالث ثلاثہ گفتہ اَم
تیسرے جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر نکلا ہوں — گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہو گیا ہوں

رابعاً چوں سوخت ما را مزرعہ — می ندانم خامسہ از رابعہ
چوتھے 'جب میرا کھیت جل گیا — میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکتا

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں — از حواسِ خمسہ بُودم در زیاں
پانچویں ' اے صدر جہاں! تیرے فراق میں — میں پانچوں حواس سے ' نقصان میں تھا

سادساً از شش جہت بے رُوئے تُو — گویا بارید بر من غم دو تُو
چھٹے ' تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے — گویا مجھ پر دہرا غم برسا

سابعاً از ثامنِ من ندانم ضالہ[2] اَم — خوں ہمی گرید فلک از نالہ اَم
مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی' میں گمشدہ ہوں — میرے رونے سے آسمان خون کے آنسو روتا ہے

ہر کجایابی تو خوں بر خاکہا — پے بری باشد یقیں از چشمِ ما
زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے — کھوج لگا لیجئے وہ یقیناً ہماری آنکھ کا ہو گا

گفت رعدست واین بانگ وحنین — زابر خواہد تا ببارد بر زمیں
میری گفتگو اور یہ آواز اور رونا ' کڑک ہے — وہ ابر سے چاہتا ہے کہ زمین پر برسے

من میانِ گفت و گریہ می تنم — یا بگریم یا بگویم چوں کنم
میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں — روؤں یا بات کروں کیا کروں

گر بگویم فوت می گردد بکا — ور بگویم چُوں کُنم شُکر و ثنا
اگر بولتا ہوں ' رونا چھوٹتا ہے — اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں

می[3] فتد از دیدہ خونِ دلِ شہا — بیں چہ افتادست از دیدہ مرا
اے شاہ! آنکھوں سے دل کا خون بہ رہا ہے — دیکھ آنکھوں سے مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے

ایں بگفت و گریہ در شد آں نحیف — کہ بزد و بگریست ہم دوں ہم شریف
یہ کہا اور وہ لاغر رونے لگا — کہ اس پر رذیل بھی اور شریف بھی رونے لگا

از دلش چنداں بر آمدہائے وہُو — حلقہ کرد اہلِ بُخارا گردِ اُو
اس کے دل سے ایسی ہائے و ہو نکلی — کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا

[1] وَدُود۔ دوست۔ ثالث ثلاثہ۔ یعنی میں عیسائیوں کے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ مزرعہ۔ یعنی اعمال کی کھیتی۔ خامسا۔ یعنی اپنے حواس کھو بیٹھا۔

[2] ضالہ۔ بھٹکا ہوا۔ گفت۔ اس نے کہا کہ میری بات اور آہ و بکا بمنزلہ کڑک کے ہے جو میری آنکھوں کے ابر سے آنسو بہانا چاہتی ہے۔ من میاں۔ میں روتا ہوں تو زبانی شکر سے محروم ہو جاتا ہوں' شکوہ کرتا ہوں تو پھر رو نہیں سکتا۔

[3] می فتد۔ دیکھئے اب میری آنکھوں سے خون کے میری آنکھوں سے خون کے آنسو گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ نحیف۔ لاغر۔ دوں۔ کمینہ

خیرہ[1] گویاں خیرہ گریاں خیرہ خندہ
بہت بولتے ہوئے بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے

مردوزن خرد و کلاں حیراں شدند
مرد و عورت چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے

شہر ہم ہمرنگِ او شد اشک ریز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے اس جیسا ہو گیا

مردوزن در ہم شدہ چوں رستخیز
قیامت کی طرف مرد و عورت گڈمڈ ہو گئے

آسماں میگفت آں دم باز میں
اس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا

گر قیامت راندیدستی بہ بیں
اگر تونے قیامت نہیں دیکھی ہے تو دیکھ لے

عقل حیراں کہ چہ عشقست وچہ حال
عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے اور عجب حال ہے

کہ فراقِ او عجب تریا وصال
کہ اس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے یا وصل

چرخ[2] برخواندہ قیامت نامہ را
آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے

تا مجرہ بر دریدہ جامہ را
کہکشاں نے کپڑے پھاڑ لئے ہیں

با دو عالم عشق را بیگانگی
عشق کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے

اندر و ہفتاد و دو دیوانگی
اس میں بہتر دیوانگیاں ہیں

سخت پنہان ست و پیدا حیرتش
وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے اور اس کی حیرانی کھلی ہوئی ہے

جانِ سلطانانِ جاں در حسرتش
جان کے شہنشاہوں کی جان اس کی حسرت میں ہے

غیرِ ہفتادو دو ملت کیشِ او
بہتر ملتوں کے علاوہ اس کا مذہب ہے

تختِ شاہاں تختہ بندی پیشِ او
اس کے سامنے شاہوں کا تخت کاٹھ کا ہے

مطرب[3] عشق ایں زند وقت سماع
عشق کا گویا، سماع کے وقت یہ بجاتا ہے

بندگی بند و خداوندی صداع
غلامی قید اور آقائی دردِ سر ہے

پس چہ باشد عشق دریائے عدم
تو عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے

در شکستہ عقل را آنجا قدم
وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

بندگی و سلطنت معلوم شد
غلامی اور حکومت اگر محسوس ہوئی

زیں دو پردہ عاشقی مکتوم شد
ان دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

میں عقل کام نہیں کرتی ہے لہٰذا قیاس بھی نہ کر سکو گے۔ بندگی۔ کوئی انسان بندگی اختیار کرتا ہے کوئی تخت سلطنت پسند کرتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں عشق کے لئے پردہ اور حجاب میں عشق ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

[1] خیرہ۔ اب اس کی یہ حالت تھی کبھی شکوے کرتا کبھی روتا کبھی ہنستا' ان مجنونانہ حرکات پر سب حیران تھے۔ شہر۔ اس کی یہ حالت زار دیکھ کر پورا شہر رونے لگا۔ رستخیز۔ قیامت کے میدان میں مرد و زن سب باہم مخلوط ہو جائیں گے۔ آسماں۔ آسمان زمین سے کہتا تھا کہ اگر قیامت نہ دیکھی ہو تو۔ اس کا نمونہ ہے دیکھ لے۔ کہ فراق۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عاشق کا ہجر زیادہ دردناک ہے یا وصال زیادہ دردناک ہے۔

[2] چرخ۔ آسمان' قیامت کا بیان پڑھ کر اس حادثے پر اس کو منطبق کر رہا تھا۔ مجرہ۔ کہکشاں۔ با دو عالم۔ یہاں سے مولانا نے عشق کے صفات بیان کرنے شروع کئے ہیں یعنی عشق کے احوال دونوں جہان کے احوال سے جدا ہیں۔ اندرو۔ دنیا کے ہر پاگل میں ایک قسم کی دیوانگی ہوتی ہے عاشق میں بہتر دیوانگیاں ہوتی ہیں۔ سخت۔ عشق خود ایک پوشیدہ چیز ہے لیکن اس کے آثار بہت کھلے ہوئے ہوتے ہیں انبیاء اولیاء جو اپنی بلندیوں کے اس کی تمنا کرتے رہے۔ غیر ہفتاد۔ عشق کا مسلک اور مذہب دنیا کے تمام مسلکوں اور مذہبوں سے جداگانہ ہے یہ شاہی تخت کو پاؤں کی بڑی خیال کرتا ہے۔ تخت۔ بندی۔ پہلے زمانے میں قیدی کا پاؤں کاٹ میں پھنسایا جاتا تھا۔

[3] مطرب۔ عشق عشق کی یہ صدا ہے کہ غلامی اس کے لئے قید ہے اور آقائی اس کے لئے دردِ سر ہے۔ پس۔ ہم نے جو حال بیان کیا یہ تو عشق مجازی کی کیفیات میں اب اگر عاشق خداوندی ہو تو اس کی صفات کو اس پر قیاس کر لو لیکن اس کے معاملے

کاشکے ۱ مستی زبانے داشتے — تاز مستاں پردہا بر داشتے
کاش عشق زبان رکھتا — تاکہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

ہر چہ گوئی ایدم ہستی ازاں — پردۂ دیگر برو بستی بداں
اے انسانی وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے — سمجھ لے' اس پر ایک دوسرا پردہ تونے ڈال دیا

آفت ادراکِ آں قال ست وحال — خوں بخوں شستن محالست ومحال
اس عشق کے علم کے لئے قول اور حال تباہی ہے — خون کو خون سے دھونا محال در محال ہے

من ۲ چوبا سودائیانش محرم — روز وشب اندر قفص درمی دمم
میں چونکہ اس عشق کے سودائیوں کا محرم راز ہوں — دن رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

سخت ومست وبیخود وآشفتہ — دوش ایجاں برچہ پہلو خفتہ
تو بہت سست اور مدہوش اور پریشان ہے — اے جان! تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی؟

ہاں وہاں ہشدار بر ناری دمے — اولاً برجہ طلب کن محرمے
خبردار ' خبردار! سانس نہ لے — پہلے اٹھ کسی محرم راز کو تلاش کر

عاشق ومستی وبگشادہ زباں — اللہ اللہ اشترے برنرد باں
تو عاشق اور مست ہے اور زبان کھولے ہوئے ہے — اللہ اللہ گویا سیڑھی پر اونٹ ہے

چوں ۳ ز راز ونازِ او گوید زباں — یا جمیلَ الستر خواند آسماں
جب زبان اس عشق کا راز اور انداز بیان کرتی ہے — آسمان پکارتا ہے' اے عمدہ پردہ پوشی کرنے والے

ستر چہ در پشم وپنبہ آذرست — تاہمی پوشیش او پیدا ترست
پردہ پوشی کیسی ' اون اور روئی میں آگ ہے — کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم — سر برآرد چوں علم کاینک منم
میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس عشق کے رازوں کی چھپاؤں — وہ عشق جھنڈے کی طرح سر ابھارتا ہے کہ میں رہوں

رغم انفم گیرد م ناگہ دو گوش — کاے مدمغ چونش می پوشی بیوش
وہ عشق میری رسوائی کے لئے میرے دونوں کان پکڑتا ہے — اے بد دماغ! تو اس کو کیسے چھپاتا ہے' چھپا

۱ کاشکے۔ کوئی دوسرا عشق کی حقیقت نہیں بیان کر سکتا اگر عشق کے خود زبان ہوتی تو وہ اپنا اور عاشقوں کا حال بیان کر سکتا۔ ہر چہ گوئی۔ انسان عشق کے جو اوصاف گناتا ہے اس سے اس کی معرفت کی بجائے اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔ آفت۔ انسان کا قول و فعل تو اس کی حقیقت سمجھنے میں مانع ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس کی حقیقت کو واضح کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی خون کو خون کے ذریعہ دھوئے۔

۲ من چو۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں عاشقوں کا محرم راز ہوں لہٰذا عشق کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ کوشش ایسی رائیگاں ہے جس طرح پنجرے میں پھونک بھرنا رائیگاں ہوتا ہے۔ سخت۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا عشق کی حقیقت کو بیان کرنے کا دعویٰ تیرے پراگندہ خیال ہے جو شب کی بے چینی کے اثرات ہوتے ہیں۔ ہاں اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ عشق کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ پہلے کوئی محرم تلاش کر پھر اس سے بات کرنا۔ ناری۔ نہ آری بعض نسخوں میں نادرے ہے۔ عاشق۔ مولانا اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ تو عاشق اور مست ہے اور پھر زبان چلاتا ہے یہ تو اس قدر حیرت انگیز بات ہے جیسے کہ اونٹ سیڑھی پر چڑھے۔

۳ چوں۔ جب میری زبان عشق کے ناز و انداز کا بیان شروع کرتی ہے تو آسمان خدا کو پکارا کہ ان رازوں کے مخفی رہنے کی دعا کرتا ہے۔ جمیل الستر۔ بہترین پردہ پوش۔ ستر۔ عشق کے راز کو چھپانا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی چنگاری کو روئی میں چھپائے۔ چوں بکوشم۔ جب میں عشق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور سر ابھارتا ہے اور مجھے ذلیل کرنے کے لئے میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مجھے چھپا کر دیکھو تو کیسے چھپا سکتا ہے۔ رغم انف۔ ناک کا خاک آلودہ ہونا۔ ذلیل ہونا۔

گویمش ۱ رو گرچہ بر جوشیدۂ
میں اس سے کہتا ہوں جا' تو اگرچہ جوش میں ہے

ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ
تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

گوید او محبوسِ خُنبِ ست ایں تنم
وہ کہتا ہے کہ میرا یہ جسم مٹکے میں مقید ہے

چوں مے اندر بزم خنبک میزنم
شراب کی طرح میں مجلس میں ہتھیلیاں بجاتا ہوں

گویمش زاں پیش کہ گردی گرو
میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو چھپ جا

تانیاید آفتِ مستی برُد
تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آجائے

گوید از جام لطیف آشام من
وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ

یارِ روزم تا نمازِ شام من
دن کا شام کی نماز تک تیرا ساتھی ہوں

چوں ۲ بیاید شام و دُزدد جام من
جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائے گی

گویمش دادہ کہ نامد شام من
میں اس سے کہوں گا واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

زاں عرب بنہاد نام مے مُدام
اسی لئے عربوں نے شراب کا نام مدام رکھتا ہے

زانکہ سیری نیست مے خور رامدام
کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

عشق جوشد بادۂ تحقیق را
عشق تخلیق کی شراب کو جوش دیتا ہے

او بود ساقی نہاں صدّیق را
وہ دوست کے لئے مخفی ساقی ہوتا ہے

چوں بجوئی تو بتوفیق حسن
جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کرے گا

بادہ آبِ جاں بُودا بریق تن
تو شراب روح کے لئے آب حیات اور جسم جام بن جائے گا

چوں ۳ بیفزاید مے توفیق را
جب وہ عشق توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے

قوتِ مے بشکندا بریق را
شراب کی تیزی جام کو توڑ دیتی ہے

آب گردد ساقی و ہم مست آب
پانی ساقی بن جاتا ہے اور پانی ہی مست بن جاتا ہے

خود بگو اللہ اعلم بالصواب
خود کہہ دے اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

۱ گویمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ آپ کو جوش آگیا ہے آپ اس وقت چلے جایئے اور خود آپ اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیجئے آپ تو جان کی طرح پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ گوید۔ وہ عشق کہتا ہے کہ میرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے میری مثال اس شراب کی سی ہے جو مٹکے میں مقید ہے اور اس کے آثار سر محفل نہیں ہیں میں بھی روح میں مقید ہوں لیکن آثار کھلے ہوئے ہیں۔ خنبک۔ غم۔ گویش میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ مصیبت میں پھلنے سے پہلے چھپ جا ورنہ میری ہستی کوئی ظلم ڈھائے گی اور مجھ پر مصیبت آجائے گی اور وہ میری مصیبت تیری مصیبت ہے۔ گوید۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ تم تو میرے لطیف جام سے سیراب ہو میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا تمہارے ذریعہ میری رسوائی نہ ہوگی تم کم ظرف نہیں ہو کہ پی کر بہک جاؤ۔ روز یعنی زندگی۔ شام۔ یعنی موت کا وقت۔

۲ چوں بیاید۔ عشق نے شام تک ساتھ نہ چھوڑنے کی بات کہی تھی تو گویا وہ شام کے بعد جدا ہو جائے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شام کا وقت جب جام عشق کو مجھ سے جدا کرنے لگے گا تو میں اس سے کہوں گا کہ ابھی شام نہیں ہوئی ہے مجھ سے جام نہ چرا۔ زاں عرب۔ شراب کو عربی زبان میں مدام کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شرابی اس سیر نہیں ہوتا ہے اور اس کی ہمیشگی کا خواہشمند رہتا ہے تو جب شراب ظاہری کی یہ صورت ہے تو شراب عشق سے کیسے سیری ہو سکتی ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔ عشق جو شد۔

اب مولانا نے پھر عشق کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں فرماتے ہیں عشق ہی حقیقت تک پہنچاتا ہے اور وہ عشق عاشق کے لئے ساقی بنتا ہے۔ چوں بجوئی۔ اگر تو اللہ کی توفیق سے عشق کی جستجو کرے گا تو وہ تیری روح کے لئے آب حیات کا کام کرے گا اور تیرا بدن اس کے لئے جام بن جائے گا۔

۳ چوں بیفزاید۔ جب عشق توفیق کی شراب کو جوش دیتا ہے تو پھر ابریق بدن پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ علائق جسمانی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آب گردد۔ اب یہ کیفیت ہوگی کہ عشق اور عاشق و معشوق میں اتحاد ہو جائے گا پانی اور ساقی اور مست ایک ہو جائیں گے۔ خود بگو۔ اگر تیری سمجھ میں یہ اتحاد نہ آئے تو تردید نہ کر اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

پرتوِ اِ ساقی ست کاندر شیرہ رفت — شیرہ بر جوشید رقصاں گشت تفت
ساقی کا عکس ہے جو شیرے میں پہنچا — شیرہ جوش مارنے لگا تیز ناچنے لگا
اندریں معنی بپرس آں خیرہ را — کہ چُنیں کے دیدہ بُودی شیرہ را
اس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر — تو نے شیرے کو ایسا کبھی دیکھا تھا
بے تفکر پیش ہر داننده ہست — آنکہ باگر دِندہ گرداننده ہست
بغیر سوچے ہر جانے والے کے پیش نظر ہے — کہ گھومنے والے کے لئے کوئی گھمانے والا ہے

حکایتِ آں عاشقِ دراز ہجر بسیار اِمتحاں

لمبے ہجر والے بہت امتحان میں مبتلا عاشق کا قصہ

یک جوانے بَر زنے مجنوں بُدست — روز و شب بیخواب و بیخور آمدست
ایک جوان ایک عورت پر عاشق ہوا تھا — شب و روز بغیر نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا
بیدل شوُ ریدہ ہم مجنون دَست — می نداد ش روزگارِ وَصل دست
بے دل اور پریشان تیز دیوانہ اور مست — وصل کا زمانہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا
بَس شکنجہ کرد عشقش برز میں — خود۲ چرا دا روز اوّل عِشق کیں
اس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا — نہ معلوم عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے
عِشق از اوّل چرا خونی بُوَد — تا گریزد آنکہ بیرونی بُوَد
عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے؟ — تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہوں
چوں فرستادے رَسولے پیشِ زن — آں رَسُولِ از رَشک گشتے راہزن
جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا — وہ قاصد رشک سے رقیب بن جاتا
وَر بسُوے زن نبشتے کاتبش — نامہ را تصحیف خواندے نائبش
اگر اس کا منشی عورت کو لکھتا — اس عورت کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا
وَر صَبا ۳ را پیک کردے در وَفا — از غبُارِے تیرہ گشتے آں صَبا
اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا — وہ صبا غبار سے کالی پڑ جاتی
رُقعہ گر بَر پَرِ مُرغے دُوختے — پرِّ مُرغ از نُفتِ رُقعہ سُوختے
اگر وہ خط پرند کے پروں پر سیتا — خط کی گرمی سے پرند کے پر جل جاتے

۱ پرتو۔ انگور کے شیرے کے تمام خواص ساقی کا پرتو ہیں۔ اندریں۔ اگر کوئی انکار کرے تو اس سے دریافت کر کہ انگور کے شیرے میں یہ خواص کہاں سے آئے ہیں ہیں۔ بے تفکر۔ ہر انسان کھلے طور پر جانتا ہے کہ کوئی کام کام کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو لامحالہ ایک ذات ہے جو ان تمام چیزوں میں متصرف ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے حکایت۔ اس قصہ سے بھی پتہ تا ہے کہ اسباب میں ہیبت بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہے ورنہ اسباب خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ یک جوانے۔ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا لیکن اس کو کسی طرح وصل میسر نہ آتا تھا۔ بس شکنجہ۔ عشق نے اس کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔

۲ خود چرا۔ عشق عاشق کو اس لئے ستاتا ہے تا کہ ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار نہ بنالے اور نااہل اس میدان کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ چوں فرستادے۔ وہ عاشق کسی کو قاصد بناتا تو وہ قاصد اس کا رقیب بن جاتا۔ ور۔ گر وہ پیام محبت تحریر کرا کر بھیجتا تو اس معشوقہ کا منشی اس کو غلطی پڑھ کر سناتا۔

۳ ور صبا۔ اگر وہ صبا کے ذریعہ پیغام بھیجتا تو وہ صبا گرد آلود ہو جاتی اور صحیح پیغام نہ پہنچاتی۔ رقعہ۔ اگر کبوتر کے پروں سے باندھ کر خط بھیجتا تو سوزش سے کبوتر کے پر جل جاتے۔

راہہائے[1] چارہ را غیرت بہ بست
تدبیر کے راستے غیرت نے بند کر دیئے

لشکرِ اندیشہ را رایت شکست
سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

بُود اوّل مُونس غم انتظار
پہلے انتظار غم کا غمگسار تھا

آخرش بشکست کہ ہم انتظار
آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا کون انتظار بھی

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست
کبھی وہ کہتا کہ یہ لا علاج مرض ہے

گاہ گفتے نے حیاتِ جانِ ماست
کبھی کہتا نہیں' ہماری جان کی زندگی ہے

گاہ ہستی[2] زُو برآوردے سَرے
کبھی ہستی اس میں سر ابھارتی

گاہ اُو از نیستی خوردے بَرے
کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

گاہ فریادش بگردوں بَر شُدے
کبھی اس کی فریاد' آسمان پر پہنچتی

گہ خیالِ دلبرش ہمدم بُدے
کبھی معشوق کا خیال اس کا ساتھی ہوتا

چونکہ بَروے سَرد گشتے ایں نہاد
جب یہ مزاج' اس پر ٹھنڈا پڑ جاتا

جوش کر دے گرم چشمہ اِتّحاد
اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

چونکہ بابے بَرگیِ غُربت بساخت
جبکہ مسافرت کی بے سروسامانی سے اس نے ساز کیا

برگِ بے برگی بسُوئے اُو بتاخت
بے سرو سامانی کا سامان اس کی طرف بڑھا

خوشہائے فکرتش بیکاہ شدُ
اس کی فکر کے خوشے بغیر تنکے کے ہو گئے

شبرداں را رہنما چوں ماہ شدُ
وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح راہنما ہو گیا

اے[3] بسا طوطیِ گویائے خُمش
بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں

اے بسا شیریں روانِ رُو ترُش
بہت سے خوش دلی غمگین ہیں

رَو بگورستاں دمے خامُش نشیں
تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا خاموشی سے بیٹھ

آں خمو شانِ سخن گورا ببیں
ان بولنے والے خاموشوں کو دیکھ

لیک اگر یکرنگ بنی خاکِ شاں
لیکن اگر تو ان کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے

نیست یکساں حالتِ چالاکِ شاں
ان کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

شحم و لحمِ زندگاں یکساں بُود
زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے

آں یکے غمگیں دِگر شاداں بُود
لیکن ایک غمگین دوسرا خوش ہوتا ہے

[1] راہہائے۔ غرضیکہ کوئی سب اور تدبیر کام نہ دیتی تھی اور پیغام رسانی کے جس قدر اسباب تھے وہ سب ناکارہ ہو گئے تھے۔ بود پہلے اس کے لئے معشوق کا انتظار غم کا مونس بنا ہوا تھا آخر میں وہ انتظار بھی ختم ہو گیا اور اس پر بالکل مایوسی طاری ہو گئی۔ گاہ گفتے۔ کبھی وہ عشق کو بلائے بے درماں سمجھتا کبھی کہتا کہ یہی تو مدار زندگی ہے۔

[2] گاہ ہستی۔ کبھی اس پر خودی کا غلبہ ہوتا اور خواہشات پیدا ہوتیں کبھی بالکل فنا کا عجز اختیار کرتا اور اپنے وجود کو بھلا بیٹھتا۔ گاہ۔ کبھی تنہائی کی وحشت میں گریہ وزاری کرتا کبھی محبوب کے خیال سے دل بہلاتا۔ چونکہ۔ کبھی اپنے وجود کو فراموش کر دیتا تو محبوب سے اتحاد کا چشمہ جوش مارنے لگا۔ چونکہ۔ اب بے سروسامانی اس کے لئے موجب راحت بن گئی تھی۔ خوشہائے۔ جبکہ اس کا عشق خواہشات کے خس وخاشاک سے پاک ہو گیا تو وہ عاشقوں کا راہنما بن گیا۔

[3] اے بسا۔ مولانا اہل اللہ اور مدعیان ولایت کا فرق سمجھاتے ہیں' بہت سے وہ لوگ بظاہر طوطی کی طرح خوش بیان ہیں' لیکن ان کا باطن بالکل خاموش ہے کچھ وہ لوگ ہیں جن کی روح خوش وتروتازہ ہے بظاہر ترشرو ہیں۔ حقیقی ولی اور ہٹلوٹی کا ظاہر ایسا ہی یکساں ہے جس طرح کہ قبرستان کی قبریں یکساں ہیں اور حقیقت میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ مردوں میں ہے ہر قبر والے کی حالت جداگانہ ہے۔ لحم۔ مردوں میں کیا زندوں میں بھی بظاہر یکسانیت ہے' لیکن اندرونی حالات مختلف ہیں۔

تُو چہ دانی تا نشنوی قالِ شاں
تو کیا سمجھے جب تک ان کی بات نہ سن لے

زانکہ پنہان ست بر تُو حالِ شاں
کیوں کہ تجھ پر ان کی حالت مخفی ہے

بشنوی از قال ہائے و ہُوے را
تو زبان سے ہائے وہو کو سن لیتا ہے

کے بہ بینی حالتِ صد توے را
تو سینکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے

نقشِ ما یکساں بصد ہا متصف
ہماری صورتیں یکساں ہیں متضاد صفات سے متصف ہیں

خاک ہم یکساں رواں شاں مختلف
مٹی بھی یکساں ہیں ان کی روحیں مختلف ہیں

ہمچنیں یکساں بُود آوازہا
اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں

آں یکے پر درد و آں پُر نازہا
ایک درد سے بھری ہے اور ایک نازوں سے بھری ہے

بانگِ ۲ اَسپاں بشنوی اندر مصاف
میدان جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سنتا ہے

بانگِ مُرغاں بشنوی اندر مطاف
چکر کاٹنے میں تو پرندوں کی آواز سنتا ہے

آں یکے از حِقد و دیگرز اِرتباط
ایک دشمنی سے ہے، اور دوسری تعلق کی

آں یکے از رنج و دیگر از نشاط
ایک رنج سے ہوتی ہے دوسری خوشی سے

ہر کہ دُور از حالتِ ایشاں بُود
جو ان کے احوال سے دور ہو

پیشش آں آواز ہا یکساں بُود
اس کے لئے وہ آوازیں یکساں ہوتی ہیں

آں درختے جُنبد از زخمِ تبر
ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے

واں درختِ دیگر از بادِ سحر
دوسرا درخت صبح کی ہوا سے

بس غلط گشتم زدیگِ مُردہ ریگ
میں بہت سی مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا

زانکہ سر پوشیدہ میجوشید دیگ
کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

جُوش ۳ و نوشِ ہر کسَت گوید بیا
تجھ سے ہر شخص کا جوش اور ذائقہ کہتا ہے آجا

جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا
سچائی کا جوش اور طمع سازی اور ریا کا جوش

گر نداری دیدہائے رُو شناس
اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے

رَو دماغے دَست آور بُو شناس
جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

آں دماغے کہ بر اں گلشن تنَد
وہ دماغ جو اس چمن سے تعلق رکھے

چشمِ یعقوباں ہمو روشن کُند
یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

۱ تو چہ دانی۔ انسان اور انسان میں فرق جب ظاہر ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے بشنوی۔ بولنے سے بھی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی ہے۔ اصل حالت کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ نقش۔ انسانوں کی صورتیں یکساں ہیں۔ لیکن اوصاف میں بہت فرق ہے جسم یکساں ہیں روحیں مختلف ہیں۔ ہمچنیں۔ آوازیں۔ بھی یکساں معلوم ہوں گی لیکن ان آوازوں میں مخفی درد اور زمانہ کی وجہ سے فرق ہے۔

۲ بانگ۔ گھوڑوں اور پرندوں کی آوازوں میں بھی یکسانیت ہوتی ہے لیکن ان آوازوں کی باطنی کیفیات میں فرق ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص اصل حالت سے واقف نہ ہوگا وہ آوازوں کو یکساں سمجھے گا۔ آں درخت۔ درختوں کا ہلنا بھی یکساں ہے لیکن ایک کے ہلنے کا سبب کلہاڑے کی چوٹ ہے اور دوسرے کے ہلنے کا سبب بادِ صبا ہے۔ بس غلط۔ سر پوش سے ڈھکی ہوئی دیگ کے جوش مارنے سے دھوکا ہوتا ہے۔

۳ جوش۔ ہر انسان کا جوش و خروش تجھے دعوت دیتا ہے۔ گر نداری۔ اگر انسان میں خود امتیاز کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کسی صاحب بصیرت سے مشورہ کر لے۔ آں دماغے۔ پہچاننے کے لئے اس آدمی کا سہارا لے لے جو اس گلشن کا دماغ رکھتا ہو اور وہ عاشقوں کا نور دیدہ ہو۔ یعقوباں۔ عاشقاں۔

هیں[1] بگو احوالِ آں خستہ جگر — کز بُخاری دور ماندیم اے پسر
خبردار! اس خستہ جگر کے احوال بتا — کیونکہ اے لڑکے! ہم بخاری سے دور جا پڑے

یافتنِ عاشق معشوق را و بیان آنکہ جوینده یابنده
عاشق کا معشوق کو پا لینا، اور اس کا بیان کو جستجو کرنے والا
بُود کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ، صَدَقَ رَسُوْلُ
پانے والا ہوتا ہے جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی اس نے اس کو
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
پا لیا رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے، جو شخص ایک ذرہ کے وزن
خَیْرًا یَرَهٗ وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهٗ
کی نیکی کرتا ہے وہ اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر شر کرے گا وہ اس کو دیکھے گا

کاں جواں در جستجو بُد ہفت سال — از خیالِ وصل گشتہ چُوں خیال
وہ جوان سات سال تلاش میں رہا — وصل کے خیال سے خیال کی طرح ہو گیا

سایۂ حق برسرِ بندہ بُود — عاقبت جوینده یابنده بُود
بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے — انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے — عاقبت زاں در بروں آید سَرے
پیغمبرؐ نے فرمایا! جب تو دروازہ کھٹکھٹائے گا — انجام کار اس دروازے سے سر باہر نکلے گا

چوں[2] نشینی برسرِ کوئے کسے — عاقبت بینی تو ہم رُوئے کسے
اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا — انجام کار کسی کا چہرہ دیکھ لے گا

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک — عاقبت اندر رسی در آبِ پاک
جب تو کنویں سے روز مٹی نکالے گا — انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

جُملہ دانند ایں اگر تو نگروی — ہر چہ می کاریش روزے بدروی
سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے — جو تو بوئے گا، ایک دن کاٹے گا

سنگ[3] بر آہن زردی آتش بجست — ایں بباشد در نہ باشد نادرست
تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی — یہ ہو گا، اگر نہ ہو تو نادر ہے

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات — ننگر و عقلش مگر دنا دِرات
جس کا مقدر نصیبہ اور نجات نہیں ہے — اس کی عقل ناہ کے سوا نہیں دیکھتی ہے

[1] ہیں۔ اس قصہ کی وجہ سے ہم بخاری کے قصہ سے دور جا پڑے اب اس کا ذکر کرنا چاہیے۔ یافتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ اسباب ظاہری کے بغیر بھی مقصد پورا فرما دیتا ہے اور عالم اسباب میں سببیت پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہی ہے لیکن انسان کی کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ چوں خیال۔ یعنی اس کا وجود ایک خیالی چیز بن گیا تھا۔ عاقبت۔ انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔

[2] چوں۔ محبوب کی جستجو میں جب تم اس کے کوچے پر دھرنا دیدو گے تو ضرور اس کا دیدار کر لو گے۔ چاہیں۔ مٹی کھودتے رہو گے تو کنویں سے ضرور پانی نکل آئے گا۔ جملہ۔ تمام دنیا کا یہ عقیدہ ہے خواہ تو انکار کرے کہ کھیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔

[3] سنگ۔ لوہے پر پتھر مارو گے تو سنت اللہ ہے کہ اس سے آگ پیدا ہو جائے گی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو بدبخت ہوتے ہیں وہ سنت الٰہی کو پیش نظر نہیں رکھتے ناہ الوقوع باتوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

کاں اُفلاں کِس کِشت کرد و بَر نداشت
کہ اس فلاں نے کھیتی کی اور پھل نہ پایا

واں صدف بُرد و صدف گوہر نداشت
وہ سیپ لے گیا اور سیپ میں موتی نہ تھا

بلعمِ باعور و اِبلیسِ لعین
بلعم باعور اور ملعون شیطان

سُود نامد شاں عِبادتہا و دِیں
ان کو عبادتیں اور دین مفید نہ پڑا

صَد ہزاراں ۲ اَنبیاء وَر رہبراں
لاکھوں نبی اور راہبر

ناید اندر خاطرِ آں بد گماں
اس بدگمان کے دل میں نہ آئے

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد
ان دو کو اس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں

دَردِش ادبار جز ایں کے نہد
بدنصیبی اس کے دل میں اس کے علاوہ کیا رکھے؟

بَس کسا کہ ناں خورد دل شاد اُو
بہت سے وہ ہیں کہ جو خوش دلی سے روٹی کھاتے ہیں

مرگِ اُو گردد بگیرد دَر گلو
وہ ان کی موت بنتی ہے اور ان کا گلا پکڑتی ہے

پس تو اے اِدبار رُو ہم ناں مخور
تو اے منحوس صورت تو بھی روٹی نہ کھا

تا نیفتی ہمچو اُو دَر شور و شر
تاکہ اس کی طرح شور و شر میں مبتلا نہ ہو

صَد ہزاراں خَلق نا نہامی خورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں

زور می یابند و جاں می پرورند
طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

تو بداں ۳ نادِر کجا افتادۂ
تو اس نادر میں کیوں پھنس گیا

گر نہ محرومی و اَبلہ زادۂ
اگر تو محروم اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

ایں جہاں پُر آفتاب و نورِ ماہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری ہوئی ہے

تو بہشتہ سَر فرد بُردہ بچاہ
تو سر کا لٹکائے ہوئے کنویں میں گھسا ہے

کہ اگر حق ست پس کو روشنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟

سَر زچہ بَردار و بنگر اے دَنی
اے کمینے! کنویں سے سر اٹھا اور دیکھ

جُملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت
تا تو دَر چاہی نخواہد بَر تو تافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا
جب تک تو کنویں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

چہ رہا کُن رَو با یوان دکردم
کُم ستیز اینجا بداں کاں لُلجُ شُوم
کنویں کو چھوڑ محلات اور باغات میں جا
یہاں کج بحثی نہ کر سمجھ لے چمٹا لو پن بختی ہے

ہیں مگو کاینک فلانے کِشت کرد
دَر فلاں سال و مَلخ کِشتش بخورد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی
فلاں سال میں وہ ٹڈی اس کی کھیتی کھا گئی

۱ کاں۔ ناد ہاتوں کی یہ مثالیں ان کے پیش نظر ہوتی ہیں کہ فلاح شخص نے کھیتی کی وہ جل گئی اس کو کچھ نہ ملا اس نے دریا میں غوطہ لگایا سیپ نکالا اس میں موتی نہ نکلا بلعم اور شیطان نے عبادتیں کیں ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

۲ صد ہزاراں۔ وہ بدبخت لاکھوں انبیاء اور اولیاء کو نہیں دیکھتا کہ عبادات سے ان کو کتنے بڑے رتبے ملے۔ ایں دو۔ بلعم اور شیطان کو پکڑے ہوئے ہے یہ اس کی بدبختی کی علامت ہے۔ بس کسا۔ ناد اور اتفاقات کی مثالیں لاکر عبادتوں سے گریز کرتا ہے اگر نادر ہی دلیل ہے تو اتفاقاً یہ بھی ہوا ہے کہ روٹی کھانے سے انسان مرا ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔

۳ تو بداں۔ نادالوقوع حادثوں کو پیش رکھنا بڑی بدبختی ہے۔ ایں جہاں۔ نادر چیزوں سے استدلال کرنے والے کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص کنویں میں منہ جھکائے ان کا انکار کرتا رہے۔ جملہ عالم۔ اس کے لئے یہی جواب ہے کہ عالم تو نور سے بھرا ہے تو خود اس سے محروم ہے۔ لُلجُ شُوم۔ کج بحثی اور جھگڑالو پن بدبختی کی دلیل ہے۔

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست
تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے

پس چرا افشانم ایں گندم زدست
میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیں بکھیروں؟

ہیں[1] ممکن استیزہ رو رد کار کن
خبردار! جھگڑا نہ کر جا، جا کام کر

باتو کل کشت کن بشنو سخن
توکل کے ساتھ کھیتی کر بات سن لے

ہر کہ استیزہ کند برسر فتد
جو کج بحثی کرتا ہے سر کے بل گرتا ہے

آنچناں کو بر نخیزد تا ابد
اس طرح کہ قیامت تک نہیں اٹھ سکتا

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را
اور جس نے کھیتی اور کام کو نہ چھوڑا

پُر کند کوریِ تو انبار را
وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھر لے گا

زیں بیاں بگذر زمانے باز راں
تھوڑی دیر کے لئے اس بیان سے گذر جا پھر چل

جانبِ احوالِ آں عاشق جواں
اس جوان عاشق کے احوال کی جانب

چوں درے میکوفت او از سلوتے
جب وہ لا پروائی سے دروازہ کھٹکھٹاتا رہا

عاقبت دریافت روزے خلوتے
انجام کار اس نے ایک روز محبوب کی خلوت حاصل کرلی

جست لگ بیم عسس او شب بباغ
وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا

یارِ خود رایافت با شمع و چراغ
اس نے اپنے یار کو شمع اور چراغ کے ساتھ پایا

گفت[2] سازندہ سبب را آں نفس
اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا

اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

ناشناسا تو سببہا کردۂ
نامعلوم کو تو نے سبب نا دیا

از درِ دوزخ بہشتم بردۂ
تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لے گیا

بہرِ آں کر دی سبب ایں کار را
تو نے اس لئے اس کو اس کام کا سبب بنایا

تا ندام خوار من یک خار را
تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

در شکست[3] پائے بخشد حق پرے
اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پر عنایت کردیتا ہے

ہم ز قعرِ چاہ بگشاید درے
کنویں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

ہر چہ آں بر تو کراہیت بود
وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے

چوں حقیقت بنگری رحمت بود
جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

[1] ہیں۔ انسان کو کج بحثی چھوڑ کر مل میں لگ جانا چاہئے اور اللہ کے بھروسے پر عمل کرنا چاہیے یقیناً وہ اس کے فوائد سے مستفید ہوگا۔ ہر کہ کج بحثی کرنے والا اس طرح اوندھے منہ گرتا ہے کہ قیامت تک نہیں سنبھالتا ہے۔ زیں بیاں۔ یعنی انسان کو اس کے عمل کا پھل ضرور ملتا ہے۔ سلوتے۔ بے غمی، بے فکری، خلوت۔ یعنی محبوب کے ساتھ تنہائی۔ عسس۔ کوتوال یعنی وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے باغ میں چھپنے کے لئے گھس گیا وہاں اس کی محبوبہ مع شمع کے موجود تھی۔

[2] گفت۔ چونکہ کوتوال وصال کا سبب بنا اس لئے اس نے کوتوال کو دعائیں دیں۔ سازندہ سبب۔ سبب بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ ناشناسا۔ غیر معروف نا معلوم۔ دوزخ۔ یعنی فراق۔ بہشت۔ یعنی وصال۔ بہرآں۔ کوتوال کو سبب وصال بنا کر تو نے یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کو انسان ذلیل نہ سمجھے کسی نہ کسی وقت وہ مفید ہوسکتی ہے۔

[3] در شکست۔ جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو پاؤں کا ٹوٹنا، پر حاصل ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ضد کو دوسری ضد کے حصول کا سبب بنا دیتا ہے، کنویں کی گہرائی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ ہر چہ۔ قرآن پاک میں ہے عَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ یعنی بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے۔

تُو مبیں[1] کہ بَر درختی یا بچاہ — تو مرا بیں کہ مُنَم فتاحِ راہ
یہ نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے — تو مجھے دیکھ میں راستے کی کنجی ہوں

گر تو خواہی باقی ایں گفتگو — اے اخی دَر دفترِ چارُم بجُو
اگر تو اس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے — اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کر لے

[1] تو مبیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ مُنَم۔ تمام راستوں کی کشادگی کا ذریعہ اور سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ گر تو خواہی۔ اب اس عاشق کا بقیہ قصہ دفتر چہارم میں مذکور ہوگا۔

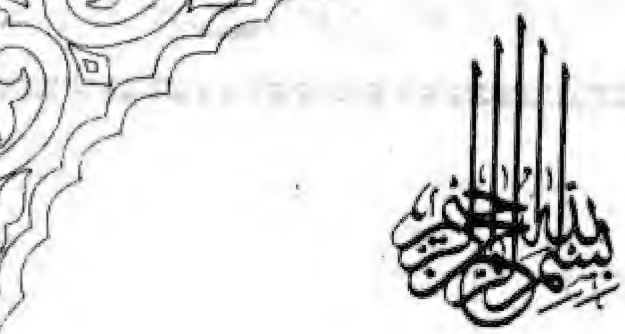

دفتر چہارم

اسلامی کُتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اُردو بازار لاہور

فون: ۷۲۲۳۵۰۶

فہرست مثنوی مولانا رومؒ دفتر چہارم

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	مقدمہ	۶	۱۹۔	شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ	۵۵
۲۔	آغاز مثنوی	۱۷	۲۰۔	بقصہ قصہ بنای مسجد اقصیٰ	۶۰
۳۔	تمامی حکایت آں عاشق کہ از عسس بگریخت	۲۰	۲۱۔	قصہ آغاز خلافت عثمانؓ	۶۲
۴۔	حکایت آں واعظ	۲۴	۲۲۔	در بیان آنکہ حکمای طبیعی گویند	۶۵
۵۔	سوال کردن شخص از عیسیٰؑ	۲۷	۲۳۔	تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ	۶۷
۶۔	قصد خیانت کردن عاشق	۲۷	۲۴۔	قصہ ہدیہ فرستادن بلقیس	۶۹
۷۔	قصہ صوفیے کہ بخانہ آمد	۳۱	۲۵۔	کرامات نوری شیخ عبداللہؒ	۷۲
۸۔	حکایت بر سبیل تمثیل	۳۱	۲۶۔	باز گردانیدن سلیمانؑ رسولان بلقیس را	۷۴
۹۔	معشوق را زیر چادر نہاں کردن	۳۳	۲۷۔	قصہ عطارے کہ سنگ ترازوئے او	۷۵
۱۰۔	گفتن زن کہ او در بند جہاز نیست	۳۵	۲۸۔	دلداری کردن و نواختن سلیمان مر آں رسولان را	۷۷
۱۱۔	بیان آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن	۳۶	۲۹۔	دیدن درویشی جماعت مشائخ را	۸۰
۱۲۔	مثل آنکہ دنیا گلخن و تقوی حمام	۳۸	۳۰۔	تنبیہ کردن او کہ ایں زر بدین ہیزم	۸۱
۱۳۔	قصہ آں دباغ کہ در بازار عطاران	۴۰	۳۱۔	تحریض کردن سلیمانؑ رسولاں را	۸۳
۱۴۔	معالجہ کردن برادر دباغ، دباغ را	۴۳	۳۲۔	سبب ہجرت سلطان ابراہیمؒ	۸۴
۱۵۔	عذر خواستن عاشق گناہ خود را	۴۵	۳۳۔	حکایت آں مرد تشنہ	۸۶
۱۶۔	رد کردن معشوق عذر عاشق را	۴۶	۳۴۔	در بیان نائے کہ از مقعدش	۸۸
۱۷۔	گفتن جہودے امیر المومنین علیؓ را	۴۹	۳۵۔	در بیان تحمل کردن از ہر بے ادبی	۸۹
۱۸۔	قصہ مسجد اقصیٰ و خروب رستن	۵۳	۳۶۔	تہدید فرستادن سلیمان پیش بلقیس	۹۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷۔	پیدا کردن سلمان بلقیس را	۹۲	۵۸۔	بیان آنکہ حصول علم و مال و جاہ	۱۴۷
۳۸۔	بقیہ قصہ سلطان ابراہیم	۹۴	۵۹۔	بیان تفسیر آیۃ شریفہ	۱۴۹
۳۹۔	بقیہ قصہ اہل سبا و نصیحت و ارشاد سلیمان مر آں بلقیس را	۹۵	۶۰۔	در بیان آنکہ ترک الجواب جواب	۱۵۲
۴۰۔	آزاد شدن بلقیس از مملک و مست شدن	۹۷	۶۱۔	در تفسیر ایں حدیث نبویؐ	۱۵۳
۴۱۔	چارہ کردن سلیمان در احضار تخت	۱۰۱	۶۲۔	چالش عقل با نفس	۱۵۷
۴۲۔	قصہ یاری خواستن حلیمہ از بتاں	۱۰۲	۶۳۔	بنشستن آں غلام قصہ شکایت	۱۵۹
۴۳۔	حکایت آں پیر عرب کہ ولادت کرد	۱۰۴	۶۴۔	حکایت آں فقیہ با دستار بزرگ	۱۶۱
۴۴۔	خبر یافتن جد مصطفےٰ عبدالمطلب از گم کردن حلیمہ مصطفےٰؐ را	۱۰۷	۶۵۔	نصیحت دنیا مر اہل دنیا را	۱۶۲
۴۵۔	نشان خواستن عبدالمطلب	۱۱۱	۶۶۔	بیان آنکہ عارف را غذائیست	۱۶۶
۴۶۔	بقیہ قصہ دعوت سلیمان بلقیس را بایمان	۱۱۲	۶۷۔	خطاب با مغروران دنیا گرفتاران نفس	۱۶۷
۴۷۔	مثل قانع شدن آدمی بدنیا	۱۱۳	۶۸۔	تفسیر آیۃ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ	۱۶۹
۴۸۔	بقیہ دعوت سلیمان بلقیس را	۱۱۷	۶۹۔	زجر کردن مدعی را از دعویٰ و امر کردن	۱۷۱
۴۹۔	بقیہ قصہ عمارت کردن سلیمان مسجد اقصیٰ را	۱۱۹	۷۰۔	بقیہ قصہ آں نوشتن غلام رقعہ را	۱۷۳
۵۰۔	قصہ شاعر و صلہ دادن	۱۲۳	۷۱۔	حکایت اں مداح کہ از جہت ناموس	۱۷۵
۵۱۔	باز آمدن شاعر بعد چناں سال	۱۲۴	۷۲۔	دریافتن طبیبان الٰہی امراض دل	۱۸۰
۵۲۔	ماندستن بدرائی ایں وزیر دون	۱۳۰	۷۳۔	مژدہ دادن بایزید قدس سرہ	۱۸۱
۵۳۔	نشستن دیو بر مقام سلیمانؑ	۱۳۲	۷۴۔	جواب سلطان بایزید قدس سرہ	۱۸۴
۵۴۔	در آمدن ہر روز سلیمان در مسجد اقصیٰ	۱۳۴	۷۵۔	زادن شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ	۱۸۵
۵۵۔	آموختن پیشہ گور کنی قابیل از زاغ	۱۳۶	۷۶۔	رجوع بحکایت کمی اجرائے آں غلام	۱۸۶
۵۶۔	قصہ صوفی کہ در میان گلستاں شربت انوختہ بود	۱۴۱	۷۷۔	آشفتن آں غلام از نارسیدن جواب نامہ	۱۸۹
۵۷۔	قصہ رستن خروب در گوشہ مسجد اقصیٰ	۱۴۲	۷۸۔	کژ وزیدن باد بر تخت سلیمانؑ	۱۸۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۹۔	شنیدن شیخ ابوالحسن خرقانیؒ خبر دادن بایزید را	۱۹۲
۸۰۔	رقعہ دیگر نوشتن آں غلام	۱۹۳
۸۱۔	ستودن پیغمبرؐ عاقل را	۱۹۳
۸۲۔	قصہ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد	۱۹۶
۸۳۔	امیر گردانیدن رسولؐ جوان ہذیلی را	۱۹۸
۸۴۔	اعتراض کردن معترضے بر رسولؐ	۲۰۱
۸۵۔	جواب گفتن پیغمبر آں اعتراض کنندہ را	۲۰۶
۸۶۔	قصہ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ گفتن	۲۰۸
۸۷۔	سبب فصاحت و بسیار گفتن	۲۱۲
۸۸۔	بیان کردن رسول سبب تفصیل و اختیار کردن	۲۱۳
۸۹۔	علامت عاقل تمام و نیم عاقل	۲۱۵
۹۰۔	قصہ آں گبر و صیاداں و آں سہ ماہی	۲۱۷
۹۱۔	سر حدیث حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ	۲۱۸
۹۲۔	واقف شدن آں ماہی عاقل و سفر پیش رفتن	۲۲۰
۹۳۔	قصہ آں مرغ گرفتہ کی وصیت کرد	۲۲۱
۹۴۔	چارہ اندیشیدن آں ماہی	۲۲۳
۹۵۔	بیان آنکہ عہد کردن احمق	۲۲۵
۹۶۔	در بیان آنکہ وہم قلب عقل ست	۲۲۶
۹۷۔	مجادبات موسیٰ کہ صاحب عقل بود	۲۲۷
۹۸۔	بیان آنکہ عمارت در ویرانی است	۲۳۰
۹۹۔	جواب دادن موسیٰ فرعون را	۲۳۱
۱۰۰	جواب فرعون موسیٰ را	۲۳۱
۱۰۱۔	نفی کردن موسیٰ جادوئی و سحر را از خود	۲۳۲
۱۰۲۔	بیان آنکہ ہر حس مدرک را از آدمی	۲۳۴
۱۰۳۔	حملہ آوردن ایں جہانیاں و تاخت بردن	۲۳۹
۱۰۴۔	بیان آنکہ خاکی آدمی زاد	۲۴۱
۱۰۵۔	باز گفتن موسیٰ اسرار فرعون را	۲۴۳
۱۰۶۔	در بیان آنکہ در توبہ و استغفار باز ست	۲۴۴
۱۰۷۔	گفتن موسیٰ مر فرعون را	۲۴۵
۱۰۸۔	شرح کردن موسیٰ آں چار فضیلت را	۲۴۷
۱۰۹۔	تفسیر کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ	۲۴۸
۱۱۰۔	غرہ شدن آدمی بہ ذکاوت و تصورات طبع خویش	۲۵۰
۱۱۱۔	تمامی شرح کردن موسیٰ با فرعون فضیلت چہارگانہ	۲۵۱
۱۱۲۔	بیان ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ	۲۵۲
۱۱۳۔	معنی حدیث مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ	۲۵۳
۱۱۴۔	مشورت کردن فرعون با آسیہ خاتون	۲۵۴
۱۱۵۔	قصہ باز پادشاہ و کم پیرزن	۲۵۷
۱۱۶۔	قصہ آں زن کہ طفل او برنا و دان غوبیدہ بود	۲۶۰
۱۱۷۔	در بیان حدیث رسولؐ جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَاَ نَارِیْ	۲۶۴
۱۱۸۔	مشورت کردن فرعون با وزیرش	۲۶۵
۱۱۹۔	تزییف سخن ہامان با فرعون	۲۶۶
۱۲۰۔	نومید شدن موسیٰ از ایمان آوردن فرعون	۲۶۹
۱۲۱۔	منازعت کردن امیران عرب	۲۷۰
۱۲۲۔	سیل آمدن و قضیب انداختن امرا و غالب شدن مصطفےٰ بر امیران	۲۷۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲۳۔	در تمامی حدیث موسیٰ و تقریع و توبیخ فرعون	۲۷۲
۱۲۴۔	در بیان آنکہ شناسائے قدرت حق تعالیٰ نہ پرسد	۲۷۳
۱۲۵۔	بحث کردن سنی و فلسفی و جواب دہری	۲۷۵
۱۲۶۔	تفسیر آیۃ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ	۲۸۰
۱۲۷۔	وحی کردن حق تعالیٰ بموسیٰ	۲۸۴
۱۲۸۔	خشم کردن پادشاہ بر ندیم خود	۲۸۵
۱۲۹۔	گفتن جبرئیل خلیل را	۲۸۸
۱۳۰۔	مطالبت کردن موسیٰ ۔ حضرت عزت	۲۹۱
۱۳۱۔	بیان آنکہ روح حیوانی و عقل جزوی	۲۹۳
۱۳۲۔	مثال دیگر ہمدریں معنی	۲۹۵
۱۳۳۔	حکایت آں پادشاہزادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے ندوی نمود	۲۹۸
۱۳۴۔	عروس خواستن بادشاہ از بہر پسر	۳۰۱
۱۳۵۔	اختیار کردن پادشاہ دختر زاہد را	۳۰۳
۱۳۶۔	جادوئی کردن کمپیر کابلی شاہزادہ را	۳۰۴
۱۳۷۔	مستجاب شدن دعای پادشاہ در خلاص پسر	۳۰۶
۱۳۸۔	در بیان آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است	۳۰۸
۱۳۹۔	حکایت آں زاہدے کہ در سال قحط خندان و شاد	۳۱۳
۱۴۰۔	در بیان آنکہ مجموع عالم صورت عقل کل است	۳۱۴
۱۴۱۔	قصہ فرزندان عزیر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴۲۔	در تفسیر حدیث اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ	۳۱۸
۱۴۳۔	بیان آنکہ عقل جزوی تا بگور پیش نہ بیند	۳۱۹
۱۴۴۔	بیان آیۃ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ لَا تُقَدِّمُوْا	۳۲۲
۱۴۵۔	قصہ شکایت استر با شتر	۳۲۵
۱۴۶۔	تصدیق کردن استر جوابہائے اشتر را	۳۲۸
۱۴۷۔	لابہ کردن قبطی مر سبطی را	۳۳۰
۱۴۸۔	درخواستن قبطی دعائے خیر و ہدایت از سبطی	۳۳۵
۱۴۹۔	حکایت آں زن پلید کار	۳۴۰
۱۵۰۔	باقی قصہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۴۲
۱۵۱۔	سخت شدن کار بر قبطیاں	۳۴۴
۱۵۲۔	دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن	۳۴۶
۱۵۳۔	بیان اطوار و منازل خلقت آدمی	۳۴۸
۱۵۴۔	بیان آنکہ خلق دوزخ گرسنگان اند	۳۵۱
۱۵۵۔	رفتن ذوالقرنین بکوہ قاف	۳۵۴
۱۵۶۔	بیان آنکہ مور کے بر کاغذ میرفت	۳۵۵
۱۵۷۔	باز التماس کردن ذوالقرنین از کوہ قاف	۳۵۶
۱۵۸۔	نمودن جبرئیل خود را بمصطفٰے	۳۵۸
۱۵۹۔	در بیان اعتقاد یہود و نصاریٰ	۳۶۵

☆.....☆.....☆

مقدمہ

قونیہ کا سفر:

۱۴ دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمنار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا ہے میں نے اس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومت ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں۔ چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آ گیا۔

میں ۱۰ کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰ کا پورا دن بمبئی میں گزار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اترا۔ ۱۱ کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گزرا۔ شب ایک انٹرکونٹینٹل ہوٹل میں گزار کر ۱۲ کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کیلئے روانہ ہو گیا۔ ۱۲ کو استنبول کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی اڈے پر جا اترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا قیام درگاہ ہوٹل میں کرا دیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اس کے سامنے وسیع سڑکیں اور چمن زار تھے اور ان کے دوسری

جانب حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس تھا اور مزار اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے ۱۴ کو آرام کیا اور ۱۵ سے سیمنار میں شرکت شروع کر دی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا اس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی تھی مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اس کا موضوع روح اور بقائے عالم تھا اور اس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے مولانا روم اور ان کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام۔ سیمنار کی شرکت کے علاوہ میرا معمول مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر رہی۔ مولانا صدرالدین قونوی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کر لیا۔ حضرت مولانا کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے ان تمام اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد' مولانا حسام الدین چلپی' زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدایہا شکایت می کند

اس نسخہ میں یہ شعر اس طور پر ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت میکند از جدایہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے ان کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ عنقریب رسالۃ جامعۃ میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دوران قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روز قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع الازہر دیکھی اور اس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں۔ حسین دیکھا۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ امام لیث بن سعدؒ رابعہ بصریہؒ حضرت زینبؓ حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؒ کے مزاروں اور مسجدوں میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ دسمبر کو مصر سے روانہ ہو کر جدہ جا اترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب تدوائی فرسٹ سکریٹری انڈین ایمبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں ان کے یہاں قیام کر کے ۳۱ دسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجد حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمٰن مجھے جدہ واپس لے آئے۔ شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم جنوری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کے لئے روانگی شروع کر دی ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشاء کی نماز کے وقت میں مقام بدر میں پہنچ گیا۔ مسجد عریش میں عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اور شہداء بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مدینہ طیبہ کا گنبد خضراء جو آقائے نامدار تاجدار مدینہ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محب مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیام گاہ پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔

تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضہ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر آ گیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضہ اطہر پر گزارنا۔ احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہو جاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں میں گزار کر جدہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہنچوں گا۔

۱۰ جنوری ۷۷ء کی شام کو مدینہ ایر پورٹ سے روانہ ہو کر جدہ پہنچا اور جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ بیت اللہ شریف میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گزار کر ۱۱ کی شام کو جدہ واپس آ گیا۔ ۱۲ کی شام کو جدہ سے عراق کے لئے روانہ ہو گیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کر لیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہو گیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ شیخ معروف کرخیؒ شیخ شہروردیؒ امام غزالیؒ رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہو کر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور ﷺ کی ولادت کے وقت شگاف پڑ گیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجف اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گزار کر کربلا معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی شعادت حاصل کی۔

۱۸ کی شام کو بغداد سے روانہ ہو کر کراچی پہنچا اور پانچ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس گزار کر دہلی واپس آ گیا۔

اس سفر کی تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفر نامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفتر سوم کے بارے میں:

خدا کے فضل و کرم سے دفتر سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آ چکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اس کا دسمبر ہی میں اجراء کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یوم رومی کے موقع پر اس کا اجراء کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی اور ان انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہو گیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اس کی ناعاقبت اندیشوں کی وجہ سے اس کو مکمل شکست ہو گئی اور نظام حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہو سکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یوم رومی منایا جا سکے اور دفتر سوم کا اجراء عمل میں آ سکے مجبوراً اس کی فروختگی شروع کر دی گئی۔

اب جبکہ میں دفتر چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفتر چہارم کتابت کے مرحلہ سے گزر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے، خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجراء عمل میں آ جائے گا۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ دفتر پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفتر چہارم سے متعلق:

طی الارض۔ زمین کا لپٹ جانا اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں ان کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے جس طرح دل ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور ﷺ کے بارے میں صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضور کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین لپٹتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے۔

دل بکعبہ می رود درہر زماں جسم طبع دل بگیرد ز امتنان

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے اللہ کے کرم سے جسم دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائف عشرہ:

دس لطیفے صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائف عشرہ کہتے ہیں۔ ان دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالم ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلب ۱' روح ۲' سر ۳' خفی ۴' اخفی ۵' اور پانچ کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفس ۱' آگ ۲' پانی' مٹی ۴' ہوا ۵' مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکر الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجدد امثال:

ہر چیز کا اسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا' حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع ومخرج اور مرجع ذات واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذات واحد سے کسب فیض کر رہی ہے' ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذات واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اس ذات واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز'

ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اس کی مثال اس طور پر سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور ان میں ہر آن پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

مولانا رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود می آید ایدر کارواں

مسئلہ سماع:

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیر بحث رہا ہے۔ مولانا۔ بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

نغمات کا سماع دل میں ورقت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اس جذبہ کو ابھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اس کے دل میں عشق خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اس کا یہ جذبہ مزید قوت حاصل کر لیتا ہے اور آتش عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نا اہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور منتہی کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحب دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ

اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگر چہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے نزدیک اس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ ب بہر حال موجود زمانے میں عرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سننا کسی اعتبار سے بھی درست نہیں ہے۔

مسجد اقصیٰ:

یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضور ﷺ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضور ﷺ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اس اعتبار سے اس کو مسلمانوں کا قبلہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤد کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجد حرام:

مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجد حرام کہلاتا ہے۔ آنحضور ﷺ کے زمانے میں اس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دوروں میں اس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ:

یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہے۔ آنحضور ﷺ کے بچپن میں انہوں نے آنحضور ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضور ﷺ آپکا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضور ﷺ نے اپنی چادر ان کے لئے بطور فرش کے بچھادی۔

بایزید بسطامیؒ:

بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں ان کا اصل نام طیفور تھا۔ اسی لئے ان کا تصوف کا سلسلہ طیفور

یہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور تصوف کے دیگر سلسلے بھی ان تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیلؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ شعبان ۲۳۲ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانیؒ:

ان کی اگرچہ بایزید بسطامیؒ سے ملاقات نہیں ہوئی ان کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت ان کو فیض انہیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود خزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ ان کی وفات ۱۰ محرم الحرام ۴۲۲ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شق صدر:

یعنی آنحضور ﷺ کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی زمانہ میں ایک روز آنحضور ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا' قلب کو نکالا اور اس کو چیر کر اس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اس کو سینہ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا واقعہ سنایا۔ حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضور کو گود میں اٹھالیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔ اس واقعہ کے وقت آنحضور ﷺ کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور محدثین نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راد یہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم:

آنحضور ﷺ کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صرف کی جائے گی اس بناء پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں پر اٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بناء ابراہیمی کا یہ حصہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سر نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بناء پر آپ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے ان کی تعمیر کردہ عمارت کو گرا دیا اور پھر بیت اللہ کو اسی حالت میں کر دیا جس حالت میں آنحضور ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل و قابیل:

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام

اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام لبودا تھا۔ اس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیے تھی جو حسین تھی۔ اس رشک وجلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اس کی منسوبہ سے اس کی شادی ہو جائے۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اس دنیا میں سب سے پہلے اس نے جاری کی ہے۔

سجاد حسین

۱۰ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ.....م.....۲۹ اپریل ۱۹۷۷ء

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ضیاء الحق حسام الدین توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے

کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمّتِ عالی تو اے مُرتجی
اے امیر گاہ! تیری بلند ہمت

می کشد ایں را خدا داند کجا
خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی؟

گردنِ ایں مثنوی را بستہ
تو نے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے

می کشی آں سُو کہ تو دانستہ
اس کو اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی ۲ پویاں گشندہ ناپدید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے

ناپدید از جاہلے کش نیست دید
پوشیدہ اس ناواقف کے لئے ہے جس کی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا بودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے

گر فزوں گردد تو اش افزودۂ
اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اس کو بڑھایا ہے

چوں ۳ چُنیں خواہی خدا خواہد چُنیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے

می دہد حق آرزوئے متقیں
اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کانَ لِلّٰہ بودۂ در ما مضیٰ
تو پہلے کانَ اللّٰہ بنا

تا کہ کانَ اللّٰہُ لَہٗ آمد جزا
یہاں تک کہ کانَ اللّٰہُ لَہٗ بدلہ آیا

۱ اے۔ ضیاء الحق حسام الدین چلپی مولانا کے وہی خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ کہ گذشت۔ چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے۔ ہمت۔ مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے۔ مُرتجی۔ وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن۔ مثنوی کے معارف کا رخ تو جدھر چاہتا ہے ادھر کو موڑ دیتا ہے۔

۲ مثنوی۔ بظاہر مولانا احسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن حقیقتاً اس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ مبدا۔ ظاہری سبب چونکہ۔ کشندہ۔ یعنی حضرت حق۔ ناپدید۔ جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائے گی۔

۳ چُوں چُنیں۔ جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کانَ اللّٰہِ۔ یعنی مقام فنا۔ کانَ للّٰہ۔ بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خدائی فعل متصور ہوتا ہے۔

مثنوی ۱ از تو ہزاراں شکر داشت
مثنوی تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی

در دُعا و شکر کفہا بر فراشت
دعا و شکریے میں ہاتھ اٹھائی تھی

در لب و کفش خدا شکرِ تو دید
خدا نے اس کے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا

فضل کرد و لُطف فرمود و مَزید
اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہاست
کیونکہ شکر کرنے والے کے لئے زیادتی کے وعدے ہیں

آنچناں کہ قُرب مُزدِ سجدہاست
جیسا کہ سجدوں کی اجرت اللہ سے نزدیکی ہے

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یزدانِ ما
ہمارے خدا نے فرمایا ہے اور سجدوں کر اور قرب ہو جا

قُربِ جاں شُدہ سجدۂ ابدانِ ما
ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا سبب بنا

گر زیادت ۲ می شود زیں رُو بُود
اگر مثنوی میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے

نَز برائے بُوش وہای و ہُو بُود
نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

باتو ما چوں رَز بتابستاں خویشم
ہم تجھ سے اس طرح خوش ہیں جیسا کہ گھوکی بیل موسم گرما میں

حُکم دادی ہیں بکش ما می کشیم
تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا بحج
اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا

اے امیرِ صبر و مِفتاح الفرج
اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی؟

حج زیارت کردنِ خانہ بُود
حج خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے

حجِّ ربُّ البَیت مَردانہ بُود
بیت اللہ کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں ۳ ضیاء گفتم حُسام الدّین ترا
اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اس لئے کہا ہے

کہ تو خورشیدی وایں دو وصفہا
کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں

کایں حُسام وایں ضیا یک ست ہیں
کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے

تیغِ خورشید از ضیاء باشد یقیں
سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد ویں ضیا
نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا

آنِ خورشید ایں فرو خواں از نُبا
سورج کی ملکیت ہے اس کو قرآن میں پڑھ لے

---

۱ مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اس کے اوراق اس کے ہاتھ میں جو شکر گزاری میں اٹھے ہوئے ہیں۔

مزید۔ شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَأَزِیْدَنَّکُمْ اور اگر تم شکر کرو گے ہم ضرور زیادہ دیں گے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قریب خداوندی کا سبب ہے۔ قرب جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

۲ گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے نہ کہ عوام میں اس کی پسندیدگی۔

بُوش۔ با کے زیر کے ساتھ نشان شوکت۔ باتو۔ تابستاں یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشوونما کا سبب مولانا حسام الدین ہیں۔ خوش بکش جس طرح کارواں حج کے لئے جاتا ہے اور اس کے لئے ایک امیر حج ہوتا ہے جو اس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح ان معارف کا کارواں رب کعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حسام الدین اس کے سالار ہیں۔

حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اس قافلہ کا مقصد رب کعبہ کی زیارت ہے۔

۳ زاں ضیا۔ ضیا عدد روشنی کو کہتے ہیں اور حسام قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیاء ہو۔ نور۔ قرآن پاک میں ہے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ نُبا۔ یعنی قرآن پاک۔

شمس[1] را قرآں ضیا خواندے پدر
اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے

واں قمر را نور خواند ایں را نگر
اور اس چاند کو نور فرمایا ہے اس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود زماہ
چونکہ سورج کا چاند سے اونچا ہے

پس ضیاء از نور افزوں داں بجاہ
پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید
بہت سے لوگ چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھ پاتے ہیں

چوں بر آمد آفتاب آں شد پدید
جب سورج نکل آتا ہے وہ راستہ نظر آ جاتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود
سورج سامان کو مکمل دکھاتا ہے

لاجرم بازارہا در روز بود
لامحالہ بازار دن میں لگتے ہیں

تا کہ[2] قلب و نقد نیک آید پدید
تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے

تا ز غبن و از حیلہ بعید
تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تا کہ نورش کامل آید در زمیں
یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے

تاجراں را رحمۃٌ لِلعٰلمیں
تاجروں کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر

لیک بر قلّاب مبغوض ست سخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے

زانکہ زُو شد کاسد اُو را نقد و رخت
کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا نقد اور سامان کھوٹا بنتا ہے

پس[3] عدُوِ جانِ صرّاف ست قلب
تو کھوٹا صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے

دشمنِ درویش کہ بُود غیرِ کلب
کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں برمی تنند
انبیاء دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں

پس ملائک ربّ سلّم می زنند
تو فرشتے خدا سلامت رکھنے کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست اُو نور دار
کہ اس چراغ کو جو روشن ہے

از پف و دَمہائے دُزداں دُور دار
چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

دُزد و قلّاب است خصمِ نور و بس
چور اور طمع ساز روشنی کا دشمن ہے

رَیں دو اے فریاد رس فریاد رس
اے فریاد کو پہنچنے والے ان دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال

کافتاب از چرخِ چارم کرد خیز
کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

[1] شمس۔ جس طرح سورج اضافہ میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیاء ہو لہٰذا تم بھی اضافہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آ جاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر حال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لئے بازار دن میں لگتے ہیں۔

[2] تا کہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آ جاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمت کامل ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیاء ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔ لیک۔ جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

[3] پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیاء۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا داروں سے ہوتا ہے جو ان کے دشمن ہوتے ہیں فرشتے ان انبیاء کی سلامتی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغ ہدایت اپنا لے کر آئے ہیں اس کو دشمن نہ بجھا سکیں۔ روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوش بیان کا آفتاب چرخ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اس چہارم دفتر پر انوار معرفت کی روشنی ڈال دے۔

هیں ز چارم[1] نوردہ خورشید وار — تابتا بدبر بلاد و بردیار
ہاں چوتھے دفتر اسے سورج کی طرح روشنی عطا فرما — تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کش افسانہ بخواند افسانہ است — وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ خود قصہ ہے — اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آب نیل ست و بقبطی خوں نمود — قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود
دریائے نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آتا — حضرت موسیٰ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمنِ ایں[2] حرف ایں دم در نظر — شد ممثل سرنگوں اندر سقر
اس وقت اس مثنوی کا دشمن ہماری نظر میں — دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حالِ او — حق نمودت پاسخ افعالِ او
اے ضیاء الحق تم نے اس کی حالت دیکھی ہے — اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے کارناموں کا جواب دکھا دیا جائے

دیدۂ غیبت چو غیب ست اوستاد — کم مباد ازیں جہاں ایں دیدہ داد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے — خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت را کہ نقدِ وقتِ ماست — گر تمامش می کنی اینجا رواست
یہ حکایت جو ہمارا ما حضر ہے — اگر تم اس کو اس جگہ پورا کردو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہرِ کساں — قصہ را پایاں برد مخلص رساں
نالائقوں سے لائقوں کی خاطر قطع نظر کر لو — قصہ کو پورا کردو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شد آنجا تمام — چار میں جلدست آرش در نظام
یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے — یہ چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرودو

تمامِ[3] حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول
اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجام باغ میں کوتوال سے بھاگا اور

و معشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد
اس نے معشوق کو اس باغ میں پا لیا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

وی گفت کہ عسیٰ اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ
اور کہتا تھا کہ بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے

اندریں بودیم کاں شخص از عسس — راببر اندر باغ از خوف او فرس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے — ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

[1] ز چارم۔ یعنی دفتر چہارم سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش۔ جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود مثنوی کو افسانہ اور مہمل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے۔

[2] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر۔ جہنم۔ اے ضیاء الحق مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں۔ پاسخ۔ جواب۔ دیدۂ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔ ایں۔ یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں۔ یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چار میں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[3] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوق کے فراق میں گھوم رہا تھا راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ عسیٰ۔ انسان کسی چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

بُود اندر باغ آں صاحب جمال — کز غمش ایں در عنا[1] بُد ہشت سال
وہ حسینہ باغ میں تھی — جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایہ اُو را نبُود امکانِ دید — ہمچو عنقا وصفِ اُو را می شنید
اس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا — عنقاء کی طرح اس کی خوبیاں سنتا تھا

جُز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا — بردے افتاد و شد اُو را دلربا
سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے — اس سے ہو گئی تھی اور وہ اس کی دلربا ہو گئی تھی

بعد ازاں[2] چند انکہ می کوشید اُو — خود مجالش می نداد آں تُند خُو
اس کے بعد اس نے جتنی بھی کوشش کی — اس کو اس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال — سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال
نہ خوشامد سے اس کی کوئی تدبیر تھی نہ مال سے — وہ بودا سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشہ و ہر مطلبے — حق بیالود اوّلِ کارش لبے
ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے — ابتدا کار میں اللہ تعالیٰ اس کے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

چوں بداں آسیب در جَست آمدند — پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند
جب اس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں — ان کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در اُفتادند اندر جستجو — بعد ازاں در بست و کابیں جُست او
وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں — اس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجُست جوئے کار — بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار
جب اس کو معاملہ کی مبتلا کر دیا — اس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم[3] براں بُومی تنند و می روند — ہر دمے را جی و آئس می شوند
وہ اسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں — ہر سانس میں امیدوار اور ناامید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست امّیدے برے — کہ کشادندش دراں روزے درے
ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے — حتیٰ کہ اس معاملہ میں ایک روز اس کے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں

باز در بستندش و آں در پرست — برہماں اُمید آتش پاشد ست
پھر اس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری — اسی امید پر جم چین ہوتا ہے

چوں درآمد خوش درآں باغ آبخواں — خود فرو شُد پا بگنجش ناگہاں
جب وہ نوجوان خوشی سے اس باغ میں آیا — اچانک اس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

---

[1] عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا رہا تھا۔ عنقا۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سنی ہیں کسی نے اس کو دیکھا نہیں ہے۔ لقیہ۔ ملاقات۔ کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تُند خو۔ یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ بہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عاشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداء پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کابیں۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلتا۔

[3] ہم براں۔ ابتداء ہونٹوں کو جو چسکا لگا ہے اس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

مر عَسَس را ساختہ یزداں سبب
اللہ تعالیٰ نے کوتوال کو سب بتا دیا

تاز بیمِ اُو دَوَد دَر باغ شب
تاکہ اس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند اِ آں معشوقہ را اُو با چراغ
وہ اس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے

طلب انگشتری در جُوی باغ
باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قریں میکرد از ذوق آں نفس
اس وقت وہ ذوق و شوق سے بلاتا تھا

بناثنائے حق دُعائے آں عَسَس
اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ کوتوال کے لئے دعا کو

گر زیاں کردم عَسَس را از گریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے

بیست چنداں سیم وزَر بروے بریز
بیس گنا سونا اور چاندی اس بے بہا دے

از عَوانی مر ورا آزاد کُن
اس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے

آنچناں کہ شادم اُورا شاد کُن
جیسا میں خوش ہوں اس کو خوش کر دے

سَعد دارش ایں جہان وآں جہاں
اس جہان اور اس جہان میں اس کو نیک بخت بنا دے

از عَوانی و سگی اش وار ہاں
سپاہی پن اور کتے پن سے اس کو نجات دیدے

گرچہ خُوی آں عَواں ہست اے خدا
اے خدا اگرچہ اس کوتوال کی عادت ہے

کہ ہمارہ خَلق را خواہد بَلا
کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر۲ آید کہ شہ جُرمے نہاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا

بر مسلماناں شود اُو زَفت و شاد
مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمُود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا

از مسلماناں فگند اُو را بخُود
مسلمانوں سے کسی پر بخشش و عطا کی

ماتمی دَر جانِ اُو اُفتد ازاں
اس سے اس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے

گیردش قولنج زیں غم در زماں
فوراً اس غم سے اس کے درد قولنج ہو جاتا ہے

صَد چُنیں ادبارہا۳ دارد عَواں
سپاہی اس طرح کی سینکڑوں خرابیاں رکھتا ہے

زیں بلا فریادرس اے مُستعاں
اے مددگار! اس مصیبت سے فریاد رسی کر

اُو عَواں را در دُعا در می کشید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا

کز عَواں اُورا چناں راحت رسید
کیونکہ کوتوال سے اس کو ایسی راحت ملی تھی

برہمہ زہر و بر اُو تریاق بُود
وہ کوتوال سب پر زہر اس کے تریاق تھا

آں عَواں پیوند آں مُشتاق بُود
وہ کوتوال اس عاشق کا دوست تھا

۱ بیند۔ وہ اپنی معشوق کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے ہوئے نہریں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قریں۔ ساتھی۔ باثنا۔ یعنی اللہ کی تعریف کے ساتھ کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اگر اس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ حاصل کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم و ستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں میں کتوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ پولیس کو خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ ان سے منافع حاصل کر سکے۔

۲ گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کرنے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے۔ فگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

۳ ادبار۔ بھلائی سے روگردانی۔ عواں۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اس کو محبوب کا دیدار میسر آیا تھا اس لئے اس کو دعائیں دے رہا تھا۔ برہمہ۔ کوتوال دوروں کے لئے باعث مصیبت تھا لیکن اس کے لئے باعث راحت بنا۔ پیوند۔ عزیز، اقراب، دوست۔

پس[1] بَدِ مُطلق نباشد در جہاں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی برا نہیں ہے

بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بداں
برا نسبت سے ہوتا ہے اس کو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے

کہ یکے را پا دگر را بند نیست
کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مَر یکے را پاد گر را پائے بَند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کے لئے پاؤں کی بیڑی

مَر یکے را زہر و دیگر را چُو قند
ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کے لئے شکر ہے

زہرِ مار[2] آں مار را باشد حیات
سانگ کا زہر سانپ کی زندگی ہے

نسبتش با آدمی باشد مَمات
اس کی آدمی کے ساتھ نسبت موت ہے

خَلقِ آبی را بُوَد دریا چو باغ
دریائی مخلوق کے لئے دریا باغ جیسا ہے

خَلقِ خاکی را بُوَد آں مرگ و داغ
خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور باغ ہے

ہمچنیں برمی شمر اے مردِ کار
اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کر لے

نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار
اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِّ آں شیطاں بُوَد
زید اس کے حق میں شیطان ہے

در حقِ شخصِ دگر سُلطان بُوَد
دوسرے کے حق میں شاہ ہے

آں بگوید زید صدّیق و سنی ست
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے

دیں بگوید زید گبر و گشتنی ست
اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زونی ہے

زید یک ذاتست بَر آں یک جناں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے

اُو بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
اور وہ دوسرے کے لئے مجسم رنج اور بربادی ہے

گر[3] تو خواہی کو ترا باشد شکر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو

پس و رُا از چشمِ عُشاقش نگر
تو اس کو اس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را
اس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ

بیں بچشمِ طالباں مَطلوب را
معشوق کو عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بربند زاں خوش چشمِ تو
اس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کر لے

عاریت کُن چشم از عُشاقِ اُو
اس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کُن عاریت چشم و نظر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اس سے مانگ لے

پس زچشمِ اُو بروی اُو نگر
پھر اس کی آنکھ سے اس کے چہرے کو دیکھ

[1] پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بری چیز یہ ہمہ وجود بری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اس میں برائی ہوتی ہے۔ زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مفید اور مضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔

[2] زہر مار۔ سانپ کا زہر سانپ کے لئے باعث زندگی ہے انسان کی موت کا سبب ہے۔ خلق۔ پانی، آبی جانور کی زندگی ہے خاکی کے لئے موت ہے۔ ہم سمجھیں۔ کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے صرف مفید اور مضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اس کے مفید اور مضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید۔ زید کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔ آں۔ جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کرے گا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اس کا کافر اور گردن زونی کہے گا۔

[3] گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اس کے عاشقوں کی نظر سے اس کو دیکھ پھر تجھے اس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ لیلیٰ را بچشم مجنون باید دید۔ چشم خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اس کے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ بلکہ محبوب کا عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اس کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔

تا شوی[1] ایمن زسیری و مَلال — گفت کَانَ اللّٰہُ لہٗ زیں ذُوالجَلال

تاکہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے — اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ اس کا ہو گیا

چشمِ اُو من باشم و دَست و دوش — تا رہد از مُد بریہا مُقبلش

میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور اس کا دل ہو جاتا ہوں — تاکہ اس کی نرش نصیبی بدنصیبوں سے نجات پا جائے

ہر چہ مکروہ است چوں اُو شد دلیل — سُوئے محبوبت حبیب ست و خلیل

میرا پسندیدہ ہے جب وہ راہنما ہوتا ہے — تیرے محبوب کی جانب وہ محبوب اور دوست ہے

حکایتِ آں واعظ کہ دَر آغازِ ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بَر ظالماں و سخت دلاں خبیثاں و مُفسِداں و بے اعتقاداں کر دے

اس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اورمفسدوں اور بد اعتقادوں کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے — قاطِعانِ راہ را داعی شدے

ایک واعظ جب تخت پر آتا — ڈاکوؤں کا دعاگو ہوتا

دَست بَرمی داشت یارب رحم راں — بَر بَدان و مُفسدان و طاغیاں

ہاتھ اٹھاتا تھا اے خدا رحم فرما — بروں اور مفسدوں اور سر کشوں پر

بَر ہمہ[3] تسخر کُنان و اہلِ ضیر — بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دَیر

سب مذاق اڑنے والوں اور نقصان پہنچانے والوں پر — سب کافروں اور بت خانہ والوں پر

می نکردے اُو دُعا بر اصفیا — می نکردے جُز خبیثاں را دُعا

وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا — خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مر وُرا گفتند کایں معہود نیست — دعوتِ اہلِ ضلالت جُود نیست

لوگوں نے اس سے کہا یہ معمول نہیں ہے — مراہو کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی از یشہا دیدہ ام — من دعا شاں زیں سبب بگزیدہ ام

اس نے کہا میں نے ان سے بھلائی دیکھی ہے — اس لئے میں نے ان کو دعا دینا اختیار کیا ہے

احسان ہے میں ان کے مظالم سے پریشان ہو کر راہیاب ہوا ہوں اور ان کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

---

[1] تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اس کو کان اللہ لہ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشم او۔ حدیث میں ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ۔ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہر چہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتا ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کیونکہ اس معشوقہ کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا۔

[2] واعظ۔ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹا تو اس نے خدا سے دعائیں اور گریہ و زاری شروع کر دی اس پر اس کو ہاتف غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ وزاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ قاطعان راہ۔ ڈاکو۔ دست۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ اس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ ان کا دعا گو ہو گیا تھا۔

[3] بر ہمہ۔ یعنی دینا کے برے انسانوں کے لئے دعا خیر کرتا تھا اور نیکیوں کے لئے دعا نہ کرتا تھا۔ مرورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ برے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم ان کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں کا مجھ پر بہت

خُبث و ظلم وجود چنداں ساختند — کہ مرا از شر بخیر انداختند
انہوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی — کہ مجھے برائی سے بھلائی میں لاڈا لا

ہر گہے[1] کہ رُو بدنیا کر دمے — من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے
جب کبھی میں دنیا کا رخ کرتا — میں ان سے تکلیف اٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ — باز آوردندمے گر گاں براہ
تکلیف سے میں اس جانب پناہ پکڑتا — بھیڑ کے پیچھے اوپر لگا دیتے

چوں سبب سازِ صلاحِ مَن شدند — پس دعاشاں برمن ستاے ہوشمند
جب وہ میری بھلی کا سبب بنانے والے ہوئے — تو اے ہوشمند! ان کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد بحق از درد و نیش — صد شکایت می کند از دردِ خویش
بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ وزاری کرتا ہے — اپنی تکلیف کی سو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و دَرد — مر ترا لابہ گناں وراست کرد
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے — تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں[2] گلہ زاں نعمتے کُن کت زند — از در ما دور و مطرودت کند
یہ شکوہ اس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے بھٹکائے — تجھے ہمارے دروازے سے دور اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدُو دار دی تست — کیمیائے نافع و دلجوی تُست
حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے — تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ از و اندر گریزی در خلا — اِستعانت جوئی از لُطفِ خدا
کیونکہ تو اس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے — اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

در حقیقت دوستانت دشمنند — کہ ز حضرت دور و مشغولت کُنند
حقیقتاً تیرے دوست دشمن ہیں — کیونکہ تجھے خدا کے دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

ہست حیوانے کہ نامش اُسغر ست[3] — گو بزخمِ چوب زَفت و لَمتر ست
ایک جانور ہے جس کا نام اسغر ہے — جو بکری کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود — اُوز زخمِ چوب فربہ می شود
تو اس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہو گا — وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہو گا

نفسِ مُومن اُسغرے آمد یقیں — کو بزخم و رنج زَفت ست و سمیں
مومن کا نفس یقیناً اسغر ہے — جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

[1] ہر گہے۔ جب میں ان کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ بار۔ تو ان کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی رہ کی طرف لگا دیتا تھا۔ بندی نالد۔ تالاب مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اس مصیبت کا شکوہ لیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔

[2] ایں۔ شکوہ تو میری اس نعمت سے ہونا چاہیے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ در حقیقت۔ چونکہ دشمن اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع۔ اور کیمیا ہے۔ دوستانت۔ انسان کے دوست اس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

[3] اسغر۔ بالضم و نین مجمہ مضموم خار پشت۔ اسی کو اردو میں سیہ کہا جاتا ہے اس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ لمتر۔ قوی۔ نفس مومن۔ مومن کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے۔ سمیں۔ موٹا۔

زیں[1] سبب بر انبیا رنج و شکست
اسی وجہ سے انبیاء پر رنج اور تکلیف

از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست
دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تاز جانہا جان شاں شد زفت تر
حتی کہ ان کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی

کہ ندیدند آں بلا قومے دگر
کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دا رُو بلا کش می شود
چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے

چوں ادیم طائفی خوش می شود
طائف کی نرمی کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ورنہ تلخ و تیز مالیدی درُو
اگر تو تلخ اور تیز مسالے اس پر نہ ملتا

گندہ گشتے ناخوش اُو ناپاک بُو
گندہ اور برا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی را پوستِ نامد بوغ داں
آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ

از رطوبت ہاشدہ زشت و گراں
جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ[2] و تیز و مالش بسیاردہ
اس کو تلخ اور تیز دوا دے اور بہت مل

تاشود پاپک و لطیف وبا مزہ
تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار ہو جائے

ور نمی تانی رضادہ اے عیار
اے کمرے! اگر تو نہیں کرسکتا ہے تو راضی ہو جا

کہ خدا رنجت دہد بے اختیار
کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے دوست تطہیرِ شماست
کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے

علمِ اُو بالائے تدبیرِ شماست
اس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود
جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے

خوش شود دار و چو صحت بیں شود
جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات
وہ بعینہ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے

پس بگوید اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَات
تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں[3] عواں در حقِ غیرے سُود شُد
یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا

لیک اندر حقِ خود مردود شُد
لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی از و ببریدہ شُد
ایمانی رحم اس سے منقطع ہو گیا

کینِ شیطانی برو پیچیدہ شُد
شیطانی کینہ اس پر لٹ گیا

کار گاہِ خشم گشت و کیں وَری
وہ غصہ اور کینہ کا کارخانہ بن گیا

کینہ داں اصلِ ضلاں و کافری
کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

---

[1] زیں سبب۔ چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا ان کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

پوست۔ کچے چمڑے پر دوا میں لگا کر جب اس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ تری بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ادیم طائفی۔ طائف کی بنی ہوئی نرمی مشہور تھی۔ ورنہ۔ کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ ملی جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی۔ کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

[2] تلخ و تیز۔ انسانی بدن کی اصلاح کے لئے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادات کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ورنہ تانی۔ اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کرسکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیے وہ مصائب اس کے لئے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ کہ بلائے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ خدا کی طرف سے اس کا ابتلا اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔

چوں صفا۔ جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو وہ مصیبت اس کے لئے شریں بن جاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ برد بیند۔ پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل تک کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

[3] ایں عواں۔ یہ حکمت خداوندی ہے کہ ظالموں کو ان کے ظلم کی پاداش میں عذاب بنا دیتی ہے اور ان کے مستحق کی طلب کو نیک بندوں کے لئے درجات کی ترقی کا سبب بنا دیتی ہے۔ رحمِ ایمان کا تقاضا پر رحم ہے جو سپاہی میں نہیں رہتا ہے اور اس میں خلق اللہ سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو کفر اور گمراہی کی جڑ ہے۔

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا
ایک شخص کا حضرت عیسیٰ سے دریافت کہ اے روح اللہ وجود میں سب سے زیادہ
صعب تر چیست و جواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام
سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰ کا جواب دینا

گفت عیسیٰ را یکے ہشیار[1] سر — چیست در ہستی ز جملہ صعب تر
ایک بیدار مغز نے حضرت عیسیٰ سے کہا — وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟
گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا — کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چوما
انہوں نے اس سے فرمایا اے جان خدا کا غصہ سب سے سخت ہے — کہ اس سے دوزخ بھی ہماری طرح لرزتی ہے
گفت زیں خشمِ خدا چہ بُود اماں — گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں
اس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ — فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا
نظم[2] غیظ ست اے پسر خطِ اماں — خشمِ حق یاد آور و درکش عناں
اے بیٹا! غصہ کا پی جانا امن کا فرمان ہے — اللہ تعالیٰ کا غصہ یاد کر لے اور باگ کھینچ لے
پس عوان کہ معدنِ ایں خشم گشت — خشمِ زشتش از سبُع ہم در گزشت
تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے — اس کا بڑا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے
چہ اُمید ستش برحمت جز مگر — باز گردد زاں صفت آں بے ہنر
اس کو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اس کے — کہ وہ بے ہنر اس عادت سے باز آ جائے
گر چہ[3] عالم را از یشاں چارہ نیست — ایں سخن اندر ضلال افگندنیست
اگرچہ دنیا کو ان سے بے نیازی نہیں ہے — یہ بات گمراہی میں مبتلا کرنا ہے
چارہ نبُود ہم جہاں را از چمیں — لیک نبُود آں چمیں ماءِ معیں
دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے — لیکن وہ پیشاب' جاری پانی نہیں ہوتا ہے
باز گو احوال آں خستہ جگر — درمیانِ باغ با رشکِ قمر
اس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر — باغ میں رشک قمر محبوبہ کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق
عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہایش بدید آں سادہ مرد — زود اُو قصدِ کنار و بوسہ کرد
چونکہ اس سادہ لوح انسان نے اس کو اکیلا دیکھا — جلد اس سے بغل گیر ہونے اور اس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

[1] ہشیار سر۔ عقلمند۔ ہستی۔ وجود صعب تر۔ زیادہ سخت کہ ازاں۔ غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔ گفت۔ خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی ذات غضبیہ پر قابو پالے۔

[2] نظم غیظ۔ غصہ کو پی جانا خط اماں۔ امن کا حکم نامہ۔ درکش۔ قرآن پاک میں مومنوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ والکٰظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ سبع۔ درندہ۔ چہ امید۔ حدیث شریف ہے۔ من لا یرحم لا یرحم۔ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

[3] گرچہ۔ انتظام قائم کرنے کے لئے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات ان کے لئے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھ کر ظلم پر جرأت کرتے ہیں۔ لیکن اس کی یہ ضرورت ان کے لئے تعریف کا سبب نہیں ہو سکتی ہے۔ بہت سی گندی چیزوں کو بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے ان کو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا..... چمیں۔ پیشاب۔ ماء معین۔ جاری پانی۔ قصد خیانت یعنی اس عاشق کا اس میں سے بوسہ و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد۔ یعنی بھولا عاشق۔

بانگ[1] ابروے زد بہیبت آں نگار
وہ معشوق کڑک کو اس پر چیخی

کہ مرد گستاخ ادب را ہوش دار
گستاخی سے آگے نہ بڑھ ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت ست وخلق نے
اس نے کہا آخر تنہائی نہیں چاہتا ہے

آب حاضر تشنۂ ہمچوں منے
پانی موجود ہے' پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد دریں جُز کہ باد
یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے

کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد
کون موجود ہے؟ اس بے تکلفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ ابلہ بودۂ
اس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے

ابلہی وز عاقلاں نشنودۂ
تو احمق ہے اور تو نے عقلمندوں سے کچھ نہیں سنا ہے

بادرا دیدی کہ می جُنبد بداں
تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے سمجھ لے

باد جُنبانیست اینجا باد رَاں[2]
یہاں کوئی ہوا کو چلانے والا ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مِروَحہ تصریفِ صُنع ایزدش
اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے تصرف کا پنکھا

زد بریں باد و ہمی جُنباندش
اس ہوا پر لگتا ہے اور اس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ مادرست
تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے

باد بیزن تا نجنبانی نجست
جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جُنبشِ ایں جُزوِ باد اے سادہ مرد
اے سادہ مزاج انسان! ہوا کے اس جزو کی حرکت

بے تو و بے باد بیزن سَر نکرد
تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جُنبشِ بادِ نفس کاندر لب است
سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے

تابعِ تصریفِ جان وقالب است
وہ روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

گاہ[3] دَم رامدح و پیغامے کُند
کبھی وہ روح جسم سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے

گاہ دَم راہجو و دُشنامے کُند
کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا
تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے

کہ ز جُزوے کُل ہمی بینند نُہا
کیونکہ عقلیں جزو سے کل سمجھ لیتی ہیں

باد را حق گہ بہاری می کُند
اللہ تعالیٰ کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے

دردیش زیں لُطف عاری می کُند
ناگھ کے مہینہ میں اس کو اس لطف سے خالی کر دیتا ہے

[1] بانگ۔ یعنی معشوقہ نے اس عاشق کو اس بیباکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی' کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوقہ نے کہا۔ بدرا دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانے والا موجود ہے۔

[2] راں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ ۔ یعنی وہی قادر مطلق ہے جو باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیں۔ مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسان کے پاس جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کل ہوا کو سمجھو وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اس بات کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ یہی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور برائی کا تصرف کرتے ہیں۔ کبھی حس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ بنا دیتے ہیں۔ نہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں۔ کبھی اس کو باد بہاری بنا دیتا ہے کبھی باد سموم۔ عاری۔ ننگا۔ خالی

برگروہِ عاد[1] صرصر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے

باز بر ہودش معطر می کند
پھر ہود کے لئے اس کو خوشبو دار بنا دیتا ہے

می کند یک باد راز ہر و سموم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لو بنا دیتا ہے

مرصبا را می کند خرم قدوم
پروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد او اساس
سانس کی ہوا کو اس نے تیری بنیاد بنا دیا

تا کنی ہر باد را بروے قیاس
تاکہ تو ہر ہوا کو اس پر قیاس کر لے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کام نہیں بنتا ہے

برگروہے شہد و برقومے ست زہر
وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ[2] جنباں پئے انعام کس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کے لئے ہلتا ہے

وز برائے قہر بر پشہ و مگس
مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے ہلتا ہے

مروحہ تقدیرِ ربانی چرا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں

پُرنبا شد ز امتحان وزابتلا
امتحان اور آزمائش سے پر نہ ہو گا؟

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا

نیست الّا مفسدہ یا مصلحہ
نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور
یہ شمالی ہوا اور یہ پروا اور یہ پچھوا

کے بُود از لطف و از انعام دور
مہربانی اور انعام سے دور کب ہو گی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے

فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنیں
سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کُلِّ باد از بُرجِ بادِ آسماں
آسمان کے ہوائی برج سے کل ہوا

کہ جہد بے مروحہ آں بادراں
اس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

برسرِ خرمن بوقتِ انتقاد[3]
گہانے کے وقت کھلیان پر

نے کہ فلاحاں زحق جویند باد
کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جُدا گردد ز گندم کاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جدا ہو جائے

تا بانبارے رَوَد یا چاہہا
تاکہ گیہوں ڈھیر میں جائے یا کھیتوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے

جملہ را بینی بحق لابہ کناں
تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

[1] عاد۔ قوم عاد کے لئے دید آندھی بنی اور اس نے ان کو ہلاک کیا۔ حضرت ہود کے لئے وہ خوشگوار بنی۔ سموم۔ لو۔ خرم۔ مبارک۔ بادِ دم سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ دم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لئے اس کو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اس کو قہر بنا دیتا ہے۔

[2] مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہو گی اور اس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

[3] انتقاد۔ یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں۔ کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا۔ یعنی غلہ کی کھتیاں

همچنیں در طلق[1] آں بادِ ولاد — گر نیابد بانگِ درد آید کہ داد
اسی طرح درد زہ میں وہ پیدائش کی ہوا — اگر نہ آئے درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے
گر نمی دانند کش راننده اُوست — باد در اپس کردنِ زاری چہ خُوست
اگر لوگ نہیں جانتے کہ کوئی اس کا چلانے والا ہے — تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب
اہلِ کشتی همچناں جُویائے باد — جُملہ خواہانش ازاں ربّ العباد
اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں — اس رب العباد سے اس کے خواہاں ہیں
همچنیں بر دَردِ دندانہا زباد — دفع میخوا ہی بسوز و اعتقاد
اسی طرح دانتوں کی چیس میں دم کے ذریعہ — سوز اور اعتقاد کے ساتھ مدافعت چاہتا ہے
از خدا لابہ کناں آں جُندیاں — کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں — کہ اے کارساز کامیابی کی ہوا چلا دے
رُقعہء تعویذ می خواہند نیز — در شکنجہ طلقِ زن از ہر عزیز
نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں — عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز ہے
پس[2] ہمہ دانستہ اند ایں را یقیں — کہ فرستد باد ربُّ العالمیں
تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں — کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے
پس یقیں در عقل ہر داننده ہست — اینکہ با جُنبنده جُنباننده ہست
پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے — کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے
گر تو اُو را می نہ بینی در نظر — فہم کن آں را باظہارِ اثر
اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے — اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے
تن بجاں جُنبد نمی بینی تو جاں — لیکن از جُنبیدنِ تن جاں بداں
جسم روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے — لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے
گفت[3] او گر ابلہم من در ادب — زیرکم اندر وفا و در طلب
اس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں — تو جستجو اور وفا داری میں عقلمند ہوں
گفت ادب ایں بُود کہ خود دیدہ شُد — آں دگر را خود ہمیدانی تولُد
اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا — دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

[1] طلق۔ درد زہ۔ ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ پر رحم اور کوہ سے پھلا دیتا ہے تب بآسانی ولادت ہوتی ہے۔ گر نمی دانند۔ جب کہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اس کے سامنے گریہ وزاری کی جاتی ہے ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ زاری کرے۔ اہل کشتی۔ کشتی والے بھی باد موافق کے لئے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ دردِ دنداں۔ دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں۔ جُندیاں۔ فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

[2] پس ہمہ۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس۔ یقیں سب عقلمندوں کا یقین ہے کہ حرکت والے کرنے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

[3] گفت او۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے خلاف ہوئی ہے تو اس سے درگزر کیجئے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجئے۔ ادب ایں بود۔ محبوبہ نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ بھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لد۔ لد کی جمع ہے، جھگڑالو۔

خود ادب ایں بُود و آں دیگر دفیں
خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ باتیں

زیں بتر باشد کہ دیدیمش یقیں
اس سے بہتر ہوں گی کیونکہ ہم نے یقین کے ساتھ اس کو دیکھا لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ ترادِ بعد ازیں
اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد

یک نمط خواہد بُدن جُملہ چنیں
سب اسی طرح کا ہو گا

قصہ ۱ صُوفی کہ بخانہ آمد وزن را با بیگانہ دید
اس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز
دن میں ایک صوفی گھر میں آیا

خانہ یک در بود وزن با کفش دوز
گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کے ساتھ تھی

ہفت گشتہ با حریفِ خویش زن
بیوی اپنے یار کے ساتھ ہم بستر تھی

اندراں یک حجرہ از وسواسِ تن
اس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجدّ در چاشتگاہ
جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے سختی سے دروازہ پیٹا

ہر دو در ماندند نے حیلت نہ راہ
دونوں عاجز ہو گئے نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بُد کوآں زماں
اس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت

سُوئے خانہ باز گردد از دُکاں
دکان سے گھر کر لوٹ آئے

قاصد ۲ آں روز بیوقت آں مروع
اس روز اس خوفزدہ نے قصداً بے وقت

از خیالے کرد باخانہ رُجوع
کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار
بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی

ایں زماں تاخانہ نامد اُوز کار
اس وقت کام سے فارغ ہو کر گھر نہیں آیا ہے

آں قیاسش راست ناماز قضا
تقدیر سے اس کا وہ قیاس درست نہ ہوا

گرچہ ستّارست ہم بد ہد سزا
اگرچہ وہ خدا پردہ پوش ہے سزا بھی دے دیتا ہے

چونکہ بد کری بترس ایمن مباش
جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو

زانکہ تخم ست و بردیاند خُداش
کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اس کو اگا دیتا ہے

چند گاہے او بپو شاند کہ تا
بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ

آمد آخر زاں پشیمانی حیا
بالآخر اس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیلِ تمثیل
مثلاً حکایت

۱ قصہ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ۔ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ دوست دشمن۔ وسواس تن۔ یعنی جسمانی شہوت۔ معہود۔ یعنی صوفی کا اس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

۲ قاصداً۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ یعنی اس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرت حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔

۳ چند گاہے۔ خدا کی ستاری اس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود برائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عموماً چہل مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں
جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے

داد دزدے را بجلّاد[1] و عَواں
ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دُزد کاے میرِ دیار
وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم!

اوّلیں بارست جُرمم زینہار
میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا
اس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا

بارِ اوّل قہر راند در جزا
پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پے اِظہارِ فضل
وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے

باز گیرد از پئے اظہارِ عدل
پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تا کہ[2] ایں ہر دو صفت ظاہر شود
تاکہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں

آں مُبشّر گردد ایں مُنذِر شود
وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانے والی بن جائے

بارہا ران نیز آں بد کردہ بُود
صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی

سہل بگذشت آں و سہلش می نمود
جو آسانی سے گزر گئی اور اس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پاکِ سُست
وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی

کہ سبودائم ز جُو ناید دُرست
کہ ٹھلیا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانش[3] تنگ آورد آں قضا
اس کو قضا نے ایسا تنگ کیا

کہ منافق را کُند مرگِ فجا
جس طرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے لماں
نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ لمان

دَست کردہ آں فرشتہ سُوئے جاں
فرشتہ نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حجرہ خفا
جیسا کہ عورت اس خلوت کے حجرے میں

خُشک شُد اُو و حریفش زابتلا
وہ اور اس یار مصیبت میں مبتلا ہونے سے خشک ہو گئے

گفت صوفی با دلِ خود کاے دو گبر
صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو!

از شما کینہ کشم لیکن بصبر
میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس
لیکن اس وقت ناواقف بن جاؤں گا

تا نگردد مُطّلع زیں حال کس
تاکہ اس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں محق
حقدار تم سے خفیہ بدلہ لے گا

اندک اندک ہمچو بیماری دِق
آہستہ آہستہ جیسا کہ دق بیماری

---

[1] جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سنا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اولیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہار عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

[2] تا کہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اس کا عدل مجرم کو خوف دلانے والا ہے۔ بارہا۔ بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

[3] آنچنانش۔ اس بیوی کو قضاء خداوندی نے اس طرح لاچار کر دیا جس طرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اس کو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجا (ق) اچانک۔ نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنے کا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جس میں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ لوں گا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اس فعل کو ان دیکھا بتاؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔

مردِ دق باشد چو یخ[1] ہر لحظہ کم
مدقوق برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے

لیک پندارد بہر دم بہترم
لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش او
بجو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں وہ

غرّہ آں گفت کایں کفتار کو
وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجو کہاں ہے؟

نیست در سوراخ کفتار اے عمو
اے چچا! جھٹ میں بجو نہیں ہے

گشتہ او مغرور تر زیں گفتگو
وہ اس گفتگو سے اور زیادہ دھوکہ میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند
وہ یہ کہتے ہیں اور اس کو پکڑ لیتے ہیں

او خوش و آسودہ کز من غافل اند
وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ پنہاں خانہ آں زن را نبود
اس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی

سمج[2] و دہلیز و رہِ بالا نبود
نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ درد پنہاں شود
نہ کوئی تنور کہ اس میں چھپ جائے

نے جوالے کہ حجابِ آں شود
نہ کوئی بورا کہ اس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصہ پہن روزِ رستخیز
حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ

نے گود نے پشتہ نے جائے گریز
نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

گفت یزدل صفِ آں جائے حرج[3]
اس تنگی کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا

بہرِ محشر لا تری فیہا عوج
محشر کے لئے تو اس میں کبھی نہ دیکھے گا

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہتِ تلبیس و بہانہ

تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لئے معشوق کو چادر کے

وکرکہ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ

نیچے چھپانا کیونکہ بیشک تمہارا مکر بڑا ہے

چادرِ خود را برو افگند زود
اس نے جلدی سے اس پر چادر ڈال دی

مرد را بر کشود زن کرد و در
مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا

زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں
چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا

سخت پیدا چوں شتر بر نردباں
بڑا ظاہر جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں
صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟

ہرگز ایں را من ندیدم کیست ایں
میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

[1] یخ۔ برف آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہو جاتی ہے کفتارے بجو کے شکاری بجو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے۔ بجو ان کی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ سمج۔ اس گھر میں بیوی کے چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔

[2] سمج۔ پہاڑ کی کھنہ خانہ۔ رہ بالا۔ زینہ۔ جوالے۔ بورا گود۔ گڑھا۔ پشتہ۔ یعنی دیوار۔ گریز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُھَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُھَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْھَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو میرا پروردگار ان کو اڑا دے گا اور زمین کو ہموار میدان کر دے گا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

[3] حرج۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر۔ یعنی بیوی نے اس موچی کو چادر اڑھا دی تا کہ صوفی اس کو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھول کر اس کو نکال دیا۔ زیر چادر۔ چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اس طرح اس کا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب۔ چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا مانا دے گا تو تعجب ہے بیوی سے دریافت کیا یہ کون عورت تھی۔

گفت خاتونیست از اَعیانِ[1] شہر
اس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے

مُرْدرا از مال و اقبال ست بہر
جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

دَر بہ بستم تا کسے بیگانہ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر

در نیاید زود نا دانا نہ
ناواقفیت میں جلدی سے اندر نہ آ جائے

گفت صوفی چیستش ہیں خدمتے
صوفی نے کہا ہاں اس کا کام کیا ہے؟

تا بر آرم بے سپاس و مِنّتے
تاکہ میں بغیر شکر گزاری اور احسان کے کر دوں

گفت میلش[2] خویش و پیوستگی ست
اس نے کہا اس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے

نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
بھلی بی بی ہے خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست
اس کے ایک لڑکا ہے جو شہر میں نہیں ہے

خوب وزیرک چابک و مَکسب کنیست
خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را بہ بیند زیر دست
اس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے

اتفاقاً دختر اندر مَکتب ست
اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

باز گفت ار آرد باشد یا سبوس
پھر اس نے کہا وہ آٹا ہے یا بھوسی

می کنم اورا بجان و دل عروس
میں اس کو جان و دل سے دلہن بنا لوں گی

گفت صوفی مافقیر و زاد کم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں اور مال کم ہے

قوم خاتوں مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بُوَد ایں کفوِ ایشاں در زِواج
یہ لڑکی نکاح میں ان کا جوڑ کہاں ہے؟

یک دَر از چوب و درِ دیگر زعاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

گفو باید ہر دو جُفت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیے

ورنہ[3] ننگ آید نماند ارِ تیاح
ورنہ شرم آئے گی آسودگی ہو گی

کے بُوَد ہمرنگ فقر و اِحتشام
دولتمندی اور فقر ہمرنگ کب ہوتے ہیں؟

چوں شود ہم جنس یاقوت دُر خام
یاقوت اور سنگ مرمر ہم جنس کہاں ہیں؟

جامہ نیمے اطلس وی نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ

عجیب باشد نزدِ اصحاب شناس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شُد ہم نفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟

کے شود ہم از عَنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

---

[1] اَعیانِ شہر۔ شہر کے بڑے لوگ۔ مُردُرا۔ یعنی سہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ دَر۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آ جائے اور اس کی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔ گفت۔ صوفی نے کہا وہ کیسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی۔ مجھے بتا تاکہ جلد اس کا کام کر دوں۔

[2] میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لے کر آئی تھی۔ خواست۔ اس کے آنے کا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت۔ چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کسی ہی ہو میں تو اس کو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے اور لڑکا رئیس گھرانے کا ہے یہ بے جوڑ بات ہے یہ ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑ کا ہو اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

[3] ورنہ۔ اگر میاں بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بُوَد۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقیر اور دولت مندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگ مرمر کا جوڑ۔ جامہ الخ۔ میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک برا ہے۔ با کبوتر۔ کبوتر اور باز کا عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

گفتنِ زن کہ اُو در بندِ جہاز نیست مُرادِ اُو سَتر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

وجواب گفتنِ صُوفی آں سِرِّ پوشیدہ را

اندر صوفی کا اس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے واُو — گفت نے من نیستم اَسباب جُو

اس بیوی نے کہا میں نے اس طرح کا عذر کیا اور اس نے کہا، نہیں میں سامان کی جستجو میں نہیں ہوں

ماملولیم از قماش و زَر رَوسیم — فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم

ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اکتا گئے ہیں ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ماز مال و زَر ملول و تخمہ ایم — ما بحرص و جمع نے چوں عامہ ایم

ہم مال اور سونے سے اکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ ۲ ما سِتر ست و پاکی و صَلاح — در دو عالم خود بداں باشد فلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے دونوں جہان میں اسی سے نجات ہے

باز صُوفی عذرِ درویشی بگفت — وآں مُکرّر کردنانہ بُود نہفت

صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا اور اس کو دہرایا تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مُکرّر کردہ ام — بے جہازی را مُقرّر کردہ ام

بیوی نے کہا میں بھی دہرا چکی ہوں بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اِعتمادِ اُوست راسخ تَرز کوہ — کہ زصد فقرش نمی آید شکوہ

اس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے سو افلاس سے بھی اس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مُرادم عِفّت است — از شما مقصود صدق و ہمّت است

وہ یہی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے تم سے میرا مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت ۳ صوفی خود جہاز و مالِ ما — دید و می بیند ہویدا بے خِفا

صوفی نے کہا اس نے ہمارا سامان اور مال دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانہ تنگے مقام یک تنے — کہ دُر و پنہاں نماند سوزنے

تنگ گھر، ایک شخص اس جگہ کہ جس میں ایک سوئیں بھی نہ چھپ سکے

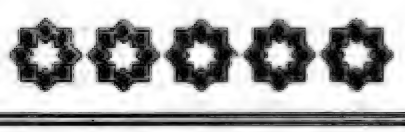

۱ گفتن زن۔ عورت نے کہا کہ وہ لوگ جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں اور صوفی نے اس کو طنزاً جواب دیا۔ باملولیم۔ بیوی نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آ گئے ہیں، ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی بھاری پڑ رہی ہے۔ مازمال۔ بیوی نے کہا وہ عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔

۲ قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر جمی ہوئی ہے اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ لو ہی گوید۔ وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیش نظر رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔

۳ گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرز کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب آئندہ گفتگو میں اس نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خانہ۔ یعنی اس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

باز از سِترو پاکی و زُہد و صَلاح — اُو زما بہ داند اندر انتصاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی — نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ زما می داند اُو اَحوالِ سِتر — وز پس و پیش و سَر و دُنبالِ ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے — اور پردہ پوشی کا آگاہ پیچھا اور سر اور پیر

بے جَہازی خود عَیاں ہمچوں خورست — وز صلاح و سِتر اُو واقف تَرست
بے سروسامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے — نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہراً اُو بے جہاز و خام ست — وز صَلاح و سِتر اُو خود عالِم ست
ظاہر ہے کہ وہ لڑکی' بغیر جہیز اور خام کے ہے — اور اس کی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ بی بی خود جانتی ہے

شرح ۲ مستوری زبابا شرط نیست — چوں بر اُو پیدا چو روزِ روشنست
اس لڑکی کی پردہ پوشی کی تشریح باپ کی جانب ضروری نہیں ہے — چونکہ اس بی بی پر روز روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا — لاف کم بافی چو رُسوا شُد خطا
یہ قصہ میں نے اس لئے کہہ دیا ہے تاکہ — جب غلط کاری رسوا ہوگئی ہے تو شیخی نہ بگھارے

مَر تُرا ہم اے بدعویٰ مُستزاد — ایں بُدستت اِجتہاد و اعتقاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرے بھی — یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودۂ — دام مَکر اندر دَغا بگشودۂ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے — تو نے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ زہر ناشُستہ روئی گپ زنی — شرم داری وز خدائے خویش نی
کہ ہر برائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے — تو شرح کرتا ہے اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیان ۳ آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن حق را چیست
اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پَے آں گفت حق خود را بصیر — کہ بُوَد دید وَیت ہر دم نذیر
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہے — تاکہ اس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر ہے

از پَے آں گفت حق خود را سمیع — تا بہ بَندی لَب ز گفتارِ شنیع
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو سننے والا اس لئے فرمایا ہے — تاکہ تو بری گفتگو سے ہونٹ بند کر لے

۱ باز اب ستر پوشی اور پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ می داند۔ اس کو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ بے جہازی۔ ہماری بے سروسامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہے ظاہرا لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادمہ کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہو گئی ہے۔

۲ شرح مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اس سے وہ خود واقف ہو چکی ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح اس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت۔ باغ والی معشوقہ نے عاشق کو یہ قصہ بنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اس لئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مرترا۔ اس معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال بچھا رہا ہے اور ہر عیب سے اپنے آپکو بری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔

۳ بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا ڈیوریا اور اس کو یہ محسوس نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اس کے احاطہ علمی سے کوئی واقعہ باہر نہیں رہ سکتا وہ بصیر ہے اس کی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کی بحث شروع کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن صفات سے بنے ہیں وہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں

بدجا تم موجود ہے۔ سمیع۔ اللہ کا نام سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے تو اس کا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بری بات نہ نکالے اور یہ سمجھے کہ جو وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سنتا ہے۔

از پئے آں گفت حق خود را علیم
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا ہے

تا نیندیشی فسادے توز بیم
تاکہ ڈر کر تو کوئی بری بات نہ سوچے

نیست اینہا بر خدا اسم اعلم [1]
یہ نام خدائی محض شناخت کے لئے نہیں ہیں

کہ سیہ کافور دارد نام ہم
کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

اسم مشتق ست زا وصافِ قدیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں

نے مثالِ علتِ اولیٰ سقیم
اللہ تعالیٰ علت اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ [2] تسخر باشد و طنز و دہا
ورنہ مذاق اور طنز اور شکر ہو گا

کرّ را سامع ضریراں را ضیا
بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی والا کہنا

یا علم باشد حیی نام وقیح
یا کسی بے شرم کا نام حیادار ہو

یا سیاہ و زشت را نام صبیح
یا کالے اور بد صورت کا نام حسین ہو

طفلکِ نوزادہ را حاجی لقب
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب

یا لقب غازی نہی بہرِ نسب
یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھدے مناسب ہے

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح
لیکن اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کریں

چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
جبکہ اس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا

پاک حق عمّا یقولُ الظّالمون
اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی

کہ نکو روئی و لیکن بد خصال
کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بدعادت ہے

من [3] ہمی دانستمت پیش از لقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی

کز ستیزہ را سخی اندر شقا
کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سُرخ باشد در عمش
جب آنکھیں دکھنے میں میری آنکھیں سرخ ہوں

دانمش زاں درد گر کم بینمش
میں اس کو اس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اس کو نہیں دیکھی ہوں

---

[1] اسم علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مسمّی کی شناخت کے لئے رکھدیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس مسمّی میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ جیسے۔ جس کے رہنے والے کا نام کافور رکھدیا جاتا ہے حالانکہ اس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسم مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں ان صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفت سمع سے بنا ہے اور اس میں قوت سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفت علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفت علم سے متصف ہے نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہ کو علت اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اس سے صرف معلول اول کا ثبوت بطریق وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت حق علت اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اس سے صرف معلول اولیٰ کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیل وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اس کی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہو گا بہرے کو سمیع کہنا اندھے کو ضیاء کہنا مذاق ہے۔ حیی۔ حیادار۔ وقیح۔ بے حیا۔ صبیح۔ حسین۔ طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اس بچہ

کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہو گا۔

[3] من ہمی۔ معشوقہ نے اس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بدبختی ہے۔ چونکہ۔ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہوتا ہے آنکھیں دکھنے میں جب سرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سرخ ہیں۔

تو مرا چوں برّہ دیدی بے شُباں
تو گماں بُردی ندارم پاسباں

تو مجھے بلا گذرنے والی بکری کا بچہ سمجھا
تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اَند
کہ نظر تا جانگہ مالیدہ اَند

عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں
کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شُبان دانستہ اند آں ظبی را
رائگاں دانستہ اند آں سبی را

انہوں نے اس ہرنی کو بے محافظ سمجھا
انہوں نے اس قیدی کو مفت جانا

تاز غیرت تیر آمد بر جگر
کہ منم حارِس گزافہ کم نگر

یہاں تک کہ غیرت خداوندی سے جگر پر تیر لگا
کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از برّہ کم از بُز غالہ ام
کہ نباشد حارِس از دُنبالہ ام

میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں
کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہو گا

حارِسے۲ دارم کہ مُلکش می سزد
داند آں بادے کہ بر من می وزد

میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزا وار
وہ اس ہوا کو بھی جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سَرد بُود آں بادیا گرم آں علیم
نیست غافل نیست غائب اے سقیم

وہ جانتا ہے کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم
اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفس شہوانی ندارد نُورِ جاں
من بدل کوریت می دیدم عیاں

شہوت والا نفس روح کا نور نہیں رکھتا ہے
میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی تھی

نفسِ شہوانی زحق کرّست و کور
من بدل کوریت می دیدم ز دُور

شہوت والا نفس اللہ تعالیٰ سے بہرا اور اندھا ہے
میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت۳ سالت زاں نپرسیدم بہیچ
کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ

اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا
کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور پیچ پیچ سے پر دیکھ لیا تھا

خود چہ پُرسم زانکہ اُو باشد تبوں
کہ تو چُونی چُوں بُود اُو سرنگوں

جو بھٹی میں ہو اس کے بارے میں کیا پوچھوں
کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقویٰ حمام و تو انگراں سرگیں گشانند

اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اپلے ڈالنے والے ہیں

۱ تو مرا۔ معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تو نے مجھے بے رکھوالا۔ بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا۔ کہ نظر۔ نظر بازوں کا کارنامہ اندھا ان کے گناہ کی سزا ہے۔ ظبی۔ یعنی معشوقہ۔ سبی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرت خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ بز غالہ۔ پہاڑی کی بکری

۲ حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم وخبیر ہے وہ اس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گزرتی ہے۔ نفس شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔

۳ ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہو اس کے احوال معلوم کرنا بے قوفی ہے۔ تون۔ بھٹی کا دھندا کا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمت گار اس بھٹی میں گوبر وغیرہ لا کر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن کا میل چیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیا دار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست — کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست
دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے — جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیک اقسمِ متقی زیں توں صفاست — زانکہ در گرما بہ است و در تُقاست
لیکن اس بھٹی سے متقی کا حصہ صفائی ہے — کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اغنیاء مانندۂ سرگیں کشاں — بہرِ آتش کردنِ گرما بہ داں
مالداروں کو اپنے لانے والوں کی طرح — حمام کو گرمانے کے لئے سمجھ

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا — تا بُود گرما بہ گرم و بانوا
اللہ تعالیٰ نے ان میں حرص رکھ دی ہے — تاکہ حمام گرم اور پر رونق ہو

ترکِ ایں توں گیر و در گرما بہ راں — ترکِ توں راعینِ آں گرما بہ داں
اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا — بھٹی کو چھوڑنا بعینہ حمام سمجھ

ہر کہ[۲] در توں ست اُو چوں خام ست — مر ورا کہ صابر ست و حازم ست
جو بھٹی میں ہے وہ خام جیسا ہے — اس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمام شد سیمائے اُو — ہست پیدا بر رُخِ زیبائے اُو
جو شخص حمام میں چلا گیا اس کی علامت — اس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

توںیاں را نیز سیما آشکار — از لباس واز دُخان واز غبار
بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے — کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ورنہ بینی رُوش بُویش را بگیر — بُوعصا آمد برائے ہر ضریر
اگر تو اس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اس کی بو لے لے — بو ' ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گر نداری[۳] بُو در آرش در سخن — از حدیثِ نو بداں رازِ کہن
اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا اس سے بات کرا — نئی بات سے پرانا راز سمجھ لے

پس بگویدت توںیِ صاحب ذہب — بست سلّہ چرک بُردم تا بشب
سونے کا مالک ' بھٹی والا کہتا ہے — میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے گھر لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں — باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں
دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے — ہر شعلہ نے سو منہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست — گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست
عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح برا ہے — اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

۱ نیک۔ متقی اس دنیا کے حمام سے پاک وصاف بن کر نکلتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔ اندر ایشاں۔ دنیا داروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

۲ ہر کہ۔ دنیا داروں نے اہل تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کر دیا ہے ورنہ ان کو خود معروف ہونا پڑتا تو گویا دنیا دار متقیوں کے خدمت گزار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ توںیاں۔ دنیا داروں کے احوال ان کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ورنہ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیا داروں کے چہرے سے ان کے احوال پڑھ لو۔ جویش۔ یعنی ان کی عادتوں سے ان کے احوال سمجھلو۔

۳ بُو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے

۳ گر نداری بُو۔ اگر تم ان کی عادتوں سے ان کے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو ان کی گفتگو سے ان کے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار دنیا دار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرص تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اپلوں سے۔ پیشِ عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتش حرص کو اس طرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا ہے اور اس کا آتش حرص کو فروغ دینا دنیا داروں کی کشش کا سبب ہے۔

آفتابے کہ دَم از آتش زَنَد — چرکِ تَر را لائق آتش کُنَد
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب[1] آں سنگ را ہم کرد زر — تا بتونِ حرص اُفتد صد شرر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گردد آوردہ ام — چیست یعنی چرک چندیں بردہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ کہ رُسوائی فزاست — درمیانِ تونیاں زیں فخر ہاست
یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سَلّہ کشیدی تا بشب — مَن کشیدم بست سَلّہ بے کَرَب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[2] دتوں زاد و پاکی را ندید — بُوئے مُشک آرد برو رنجے پدید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی — مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتوں اباز خواہی بود تُو — زیں زیاں ہرگز نہ بینی سُود تُو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کرے گا

قصۂ[3] آں دباغ کہ در بازارِ عطّاراں از بُوئے عطر بیہوش شُد

اس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دَبّاغ در بازار شُد — تا خرد آنچہ ورا درکار بُد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

ناگہاں اُفتاد بیہوش و خمید — چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا — جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا

بُوئے عطرش زود عطّاراں راد — تا بگرد یدش سَرو برجا فتاد
نجی عطاروں کی طرف سے اس کو عطر کی خشبو لگی — یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مُردار اُوفتاد و بے خبر — نیم روز اندر میانِ رہگذر
مردے کی طرح گر گیا اور بیہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

---

[1] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تو گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے۔ سورج ہی پتھر کا ٹکڑا کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے۔ تاکہ وہ سونا حرص کی۔ بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیادار یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتش حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخر یہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں۔ یہی دنیاداروں کی حالت ہے۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کا نشوونما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کے لئے گوبر کی بدبو خوش کن ہوگی اگر تم اس کو مشک سنگھاؤ گے تو اس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ گمراہوں۔ اگر تم بھی اس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے۔ دنیا داروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان دنیا داروں کی ہے۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دباغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم۔ نجی۔ عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

جمع آمد خلق بروے آں زماں
اس وقت لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے

جملگاں لاحول خواں درماں[1] کناں
سب لاحول پڑھتے ہوئے علاج کرتے ہوئے

زں یکے کف بر دلِ اُو می براند
ایک اس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا

وز گلاب آں دیگرے بروے فشاند
دوسرا اس پر گلاب چھڑکتا تھا

اُو نمی دانست کاندر مرتعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں

از گلاب آمد وُرا آں واقعہ
یہ حادثہ اس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سَر
ایک اس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا

واں دگر کہگل ہمی آورد تَر
دوسرا مٹ تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عُود و شکّر زد بہم
ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا

واں دگر از پوششش می کرد کم
دوسرا اس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می گشد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے

واں دِگر بُو از دہانش می شمَد
دوسرا اس کے منہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں [2] دگر نبضش گرفتہ از خرد
دوسرا عقلمندی سے اس کی نبض پکڑے ہوئے

منتظر تا نبضِ اُو چوں می جہد
منتظر تھا کہ اس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش
تاکہ معلوم کرے اس نے شراب پی ہے یا بھنگ و حشیش

خَلق درماندند اندر بیہشیش
لوگ اس کی بیہوشی کے سبب میں عاجز آ گئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب
تو انہوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی

کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب
کہ فلانہ اس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع گشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے کہ کیوں بیہوش ہوا ہے

یا چہ شُد گورا فتاد از بام طشت
یا کیا ہوا ہے کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک بردار داشت آں دباغ زفت
اس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا

گرُ پزد دانا بیامد زو تفت
چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سر گرمی سے آیا

اندکے سرگینِ [3] سگ در آستیں
تھوڑا سا کتے کا پاخانہ آستین میں

خَلق را بشگافت و آمد با حنیں
لوگوں کو چیرا پھاڑتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمیدانم زچیست
بولا میں اس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟

چوں سبب دانی دوا کردن جلی ست
جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

---

[1] درماں۔ علاج۔ مرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گل سے مرکب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی سونگھانے سے بیہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور۔ دھونی پوشش۔ کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آ جاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ منہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

[2] واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس۔ بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔ مصروع۔ مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

[3] سرگین سگ۔ کتے کا پاخانہ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو مشکل ہے

داروی رنج ودر وصد محمل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب را سہل شد
جب تو نے سب جان لیا آسان ہو گیا

دانش اسباب دفع جہل شد
اسباب کا جاننا ' ناواقفیت کا دفعیہ ہوگیا

گفت ایا خود ہستش اندر مغز ورگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توئے بر تو بوی آں سرگین سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث اُو تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرق دباغی ست او روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے' روزی کمانے والا

باحدث کردست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لاجرم ساز و تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لا محالہ تباہ کر دے گی

پس چنیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لئے جالینوس اعظم نے کہا ہے

انچہ عادت دانشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز ۲ خلاف عادتست آں رنج اُو
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از مُعتا وجُو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں سے کر

چوں جُعل گشت است از سرگیں کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبروندے کی طرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبروندے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی

ہم ازاں سرگینِ سگ داروی اوست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں اُورا ہمی مُعتاد وخُوست
کہ اس ہی کی اس کو عادت اور خو ہے

اَلْخَبِیثَاتُ ۳ لِلْخَبِیثِیْنَ را بخواں
اَلْخَبِیثَاتُ اور لِلْخَبِیثِیْنَ کو پڑھ

زوو پُشتِ ایں سخن را باز داں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحان اُورا بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہر فتح باب
علاج کرتے ہیں ہدایت کے دروازے کی کشادگی کیلئے

۱ گفت۔ اس کہ باغ کے بھائی نے سوچا کہ۔ اصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ باحدث۔ جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کرے گی۔ جالنیوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

۲ کز۔ عموماً خلاف عادت حادثہ سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دینے سے زائل ہو جائے گا۔ مُعتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبروندا گبروندے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بیہوش ہو جائے گا۔ داری اُوست۔ گبروندے کا علاج گوبر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

۳ اَلْخَبِیثَاتُ۔ قرآن میں ہے۔ اَلْخَبِیثَاتُ لِلْخَبِیثِیْنَ وَالْخَبِیثُوْنَ لِلْخَبِیثَاتِ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ عام طور مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے اَلْخَبِیثَاتُ سے بری عادتیں اور اَلطَّیِّبَاتُ سے پاکیزہ اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھی باتیں سناتے ہیں جو ان کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا ان کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے

مَر خبیثاں[1] را نسازد طیبات
بھی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں
در خور و لائق نباشد اے ثقات
اے معتمدو! یہ باتیں ان کے مناسب و لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں ز عطر وحی کز گشتند وگم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہو گئے
بُد فغاں شاں کہ تَطَیَّرْنَا بِکُمْ
ان کا نعرہ تھا ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں

رنج و بیماریست مارا ایں مَقال
ہمارے لئے یہ گفتگو مرض اور بیماری ہے
نیست نیکو وعظ تاں مارا بفال
تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر یکا غازید نصحے آشکار
اگر تم نے علی الاعلان نصیحت شروع کی
ما کنیم آں دم شمارا سنگسار
تب ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے

ما بر[2] لہو و لَعب فربہ گشتہ ایم
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں
در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ
ہماری غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے
شورشِ معدہ ست مارا زیں بَلاغ
ہمیں اس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج را صَد تو وَا فزوں می کنند
مرض سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں
عقل را دار و بافیوں می کنند
عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گندِ کفر و شرکِ ایشاں بیحدست
ان کے شرک اور کفر کی گندگی بیحد ہے
ہیں کہ دبّاغ اُو فتادہ بیخودست
خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردنِ برادرِ دبّاغ دبّاغ را بخُفیہ بوئے سرگیں
کتے کے پاخانہ کی بو سے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق[3] را می راند از وے آنجواں
اس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا
تا علاجش را نبیند آں گساں
تاکہ وہ لوگ اس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سَر بگوشش بُرد ہمچوں را زگو
اس نے رقہ کہنے والے کی طرح سر اس کے کان کے قریب کیا
پس نہاد آں چیز بر بینیِ اُو
پھر اس نے وہی چیز اس کی ناک پر رکھ دی

کُو بکف سرگین سگ سائیدہ بُود
اس لئے کہ اس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا
دار وی مغزِ پلیداں دیدہ بُود
ناپاک دماغ کا علاج اس کو سمجھا تھا

چونکہ بُوی آں حَدَث را وَا کشید
جب اس نے اس ناپاکی کی بو سونگھی
مغزِ زشتش بُوی ناخوش را سزید
اس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

[1] مرخبیثاں۔ عمدہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چوں۔ جبکہ۔ وحی کا عطر ان کے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ اس سے گھبراتے ہیں اور ان کو وہ وعظ و نصیحت گراں گزرتی ہے۔ گر یکا غازید۔ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔

[2] تا۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہمارا پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ بلاغ۔ جسکی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔ رنج۔ ان کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اور اضافے کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ان کفار کی حالت کو چھوڑو دباغ بیہوش پڑا ہے اس کے قصہ کی تکمیل کرو۔

[3] خلق را۔ دباغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اس کے معالجہ سے واقف نہ ہو سکے۔ بر بگوشش۔ اس نے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اس کی ناک پر کتے کا پاخانہ رکھ دیا۔

ساعتے اشدُ مُردہ جُنبیدن گرفت
تھوڑی دیر گزری کہ مردے نے حرکت کرنی شروع کردی

خلق گفتند ایں فسونے بُد شگفت
لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید
کہ اس نے منتر پڑھا اور اس کے کان میں پھونکا

مُردہ بود افسوں بفریادش رسید
وہ مردہ تھا منتر اس کی مدد کو آ گیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سُو بُود
مفسدوں کی حرکت اس جانب کو ہوتی ہے

کہ زنا و غمزہ و اَبرو بُود
جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو کا اشارہ ہو

ہر کرا مُشکِ نصیحت سُود نیست
جس کو نصیحت کے مشک سے فائدہ نہیں ہے

لاجرم بالُوی بَد خُو کرد نیست
لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں۲ را زاں نجس خواندست حق
کاندرونِ پُشک زادند از سَبق
اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے
کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوئے ہیں

کرم گوز ادست از سرگیں اَبد
می نگرداند بغیر خُوئے خود
وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی
اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بروے نثارِ رَشِ تور
اُو ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور
کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے
وہ چھلکوں کی طرح مجسم جسم ہے نہ کہ دل

ور زرَشِ نورِ حق قسمش داد
ہمچو رسمِ ۳ مصر سرگیں مُرغ زاد
اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا
تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ حسیں خانگی
بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی
لیکن گھریلو کمینہ مرغ نہیں
بلکہ عقل و دانش کا مرغ

تو بداں مانی کزاں نُورِ تہی
زانکہ بینی بَر پلیدی می نہی
تو بھی اس دباغ کی طرح ہے کہ اس نور سے خالی ہے
کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زَر و شد رُخسار و رُو
بَرگِ زردی میوۂ ناپختہ تُو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہو گیا ہے
تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

۱ ساعتے۔ جب اس دباغ نے بدبو سونگھی تو اس کو ہوش آنا شروع ہو گیا لوگ حیران ہو گئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اس کو ہوش آنے لگا۔ جنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصے سناؤ تو ان کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اس نے بری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

۲ مشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ مشرک نجس میں چونکہ ان لوگوں کی نشوونما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لئے قرآن نے ان کو نجس کہا ہے۔ کرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سنگھانے سے اس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ فَقَدْ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَ فَقَدْ غَوٰی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر ان پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

۳ رسمِ مصر۔ مصری لوگ انڈے کو گوبر میں دبا کر اس سے بچہ نکال لیتے تھے یہ ان کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ لعل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوقہ نے عاشق سے کہا تو بھی اس دباغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے۔ از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

دیگ ز آتش شدُ سیاہ و دُود فام — گوشت از سختی چنیں ماندست خام
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہو گئی — گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم دَر فراق — کم نشدُ یک ذرّہ خامیت از نفاق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا — نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہر گز نخواہی پُخت تُو — گر ہزاراں بار جوشی اے عَتُو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا — اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورُہَ تو سَنگ بَستہ از سَقام — غورہا اکنوں مویزند و تو خام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھر اگیا ہے — خوشے منقی بن گئے اور تو کچا ہے

عذر ۲ خواستنِ عاشق گناہِ خودرا بتلبیس و رُوپوش و فہم کردنِ معشوق آں رانیز

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوق کا اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحان کردم مگیر — تا بہ بینم ت حریفی یا سَتیر
عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا — تاکہ سمجھ لوں کہ تو یار مجلس ہے یا پردہ نشین

من ۳ ہمی دانستمت بے امتحاں — لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا — لیکن خبر مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے

آفتابی نام تو مشہور و فاش — چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
تو سورج ہے تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے — کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں — می کُنم ہر روز در سُود و زیاں
تو میں ہوں، میں اپنا امتحاں — نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیاء را امتحاں کردہ عُدات — تا شدُہ ظاہر از ایشاں معجزات
دشمنو نے انبیاء کا امتحان لیا ہے — حتی کہ ان سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور — ایکہ چشمِ بَدز چشمانِ تو دُور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا — اے وہ محبوبہ! کہ تیری آنکھوں سے چشم بد دور رہے

۱ دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کچا رہا۔ ہشت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک آتش فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی پختگی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ مویز۔ انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقی بنتا ہے۔

۲ عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہہ شروع کر دی۔ گفت۔ عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر۔ مستور، پردہ نشین۔

۳ من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء۔ دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کئے تو ان کی نبوت اور پختہ ہو گئی۔ تو منی۔ تجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی کا موقع ہے۔

ایں جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے

گر تفحص کردم از گنجت مرنج
اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کر لی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں جُتاں بے خردگی کردم گزاف
میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی

تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے

چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دید
آنکھ اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر شدم ۲ در راہِ حرمت راہزن
اگر میں تیری رحمت کا ڈاکو بنا ہوں

آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آ گیا ہوں

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر

بیش ازیں از دوری ایم ماہم مکش
اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

جز بدست خود مبرم پا و سر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ سے کاٹنا

کہ ازیں دستم نہ از دستِ دگر
کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے

ہر چہ خواہ کن و لیکن ایں مکن
تو اور جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن آبادم ایندم راہ شد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا

گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
لیکن بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بے وقت ہو گیا ہے

پوستہا ۳ بگذشتیم و مغز آمد دفیں
ہم نے چھلکے بیان کر دیئے اور مغز چھپا رہ گیا

گر بمانیم ایں بماند بچنیں
اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائے گا

گر خطائے آمد از ما در وجود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے

چشم می داریم در عفوائے وَدود
اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ

چوں ز نعل خویش گشتم شرمسار
جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

رَد کردنِ معشوق عُذرِ عاشق را و تلبیس اُورا

معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش برکشاد آں ماہ لب
اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی

کہ سُوئے ما روز و سُوئے تست شب
کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

۱ ایں جہاں۔ اس عالم خراب میں تو خزانہ اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ زاں۔ یہ میری بیہودگی اس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کر سکوں۔ تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

۲ گر شدم۔ اگر میں نے آپ کی آہ و زاری کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔ در سخن۔ یعنی میں اپنے اور عذر بھی بیان کر سکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔

۳ پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں۔ لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اس کو معاف کر دے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے کہ سوئے۔ یعنی سچائی میرے ساتھ ہے اور تو جھوٹا ہے۔

حیلہ[1] ہائے تیرہ اندر داوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر

پیشِ بیناياں چرا می آوری
عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے

پیشِ ما رُسوا و پیدا ہمچو روز
ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بہ پوشیمش زبندہ پروری
اگر ہم اس کو بندہ پروری کی وجہ سے چھپا رہے ہیں

تو چرا بے رُوئی از حد می بری
تو کیوں حد سے زیادہ بے حیائی کر رہا ہے؟

از پدر آموز کآدمؑ در گناہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ حضرت آدم گناہ کے بارے میں

خوش فرود آمد بسُوئے پائگاہ
خوشی سے جنتوں کی جگہ اتر آئے

چوں[2] بدید آں عالمِ لاسرار را
جب انہوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا

بر دوپا اِستاد اِستغفار را
تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکسترِ لدُہ نشست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے

وز بہانہ شاخ تاشاخے نجست
اور بہانے کے لئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت وبس
بس انہوں نے اے خدا ہم نے ظلم کیا، کہا

چونکہ جانداروں بدید از پیش وپس
جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جانداران پنہاں ہمچو جاں
انہوں نے روح کی طرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا

دُور باشِ ہر یکے تا آسماں
ہر ایک کا دو شاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ ہلا[3] پیشِ سلیماں مُور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا

تانہ بشگافد ترا ایں دُور باش
تاکہ تجھے یہ دو شاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جُز مقامِ راستی یکدم مایست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر

ہیچ لالا مَرد را چوں چشم نیست
انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور اگر از پند پالودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک وصاف بن جائے

ہر دَمے اُو باز آلودہ شود
وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کو راز نظر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو

لیک اِذا جاءَ القضا عَمِیَ البَصَر
لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہے

عُمر ہا باید بنادر گاہ گاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے اور کبھی کبھی

تا کہ بینا از قضا اُفتد بچاہ
کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

---

[1] حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر حیلہ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیے۔ از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدم سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیے۔

[2] چوں۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ، بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانہ سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔ جاندارا۔ یعنی ملائک۔ دور باش۔ دو شاخہ نیزا جو چاوش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے چلتا تھا۔

[3] کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا غلام۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لئے آمادہ کر دے۔ کور۔ یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدم کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمر ہا چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

کورا را خود ایں قضا ہمراہ اوست
اندھے کی یہ قضا خود اس کے ساتھ ہے

کہ مر اُورا افتادن طبع و خُوست
کیونکہ گرنا اس کا مزاج اور عادت ہے

دَر حدَث افتدنداند بُوئے چیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے

ازمن ست ایں بُودنی یاز آلود گیست
یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا شئے کی وجہ سے ہے

وَر کسے بروَے کند مُشکے نثار
اگر کوئی اس پر مشک چھڑکے

ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار
وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پس ۲ دو چشمِ روشن اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں

بہتر از صَد ما درست و صَد پدر
سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشمِ دل کہ آں ہفتاد پُوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں

ویں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اُوست
اور جس کی یہ دونوں آنکھیں اس کی خوشہ چین ہیں

اے دریغا ہزناں بنشستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں

صَد گرہ زیر زبانم بَستہ اند
جنہوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہ لگادی ہیں

پای بَستہ چوں رَود خوش را ہوار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟

بَس گراں بَند یست ایں معذور دار
معذور رکھ یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دِلا
اے دل یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے

کایں سخن دُرّست و غیرت آسیا
کیونکہ یہ بات ہوتی ہے اور اللہ کی غیرت چکی ہے

دُر ۳ اگرچہ خُرد و اِشکستہ شود
موتی خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو

توتیاِ دیدۂ خستہ شود
بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اشکستِ خود برسَر مزن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ

کز شکستن روشنی خواہی شدن
اس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا ' جوڑ کر کہنا ہے

حق کُند آخر دُرستش کو غنی ست
بالآخر اللہ تعالیٰ اس کو درست کردے گا وہ بے نیاز ہے

۱ کہا اگر چشم بصیرت نہیں ہے تو پھر اس کا اندھا پن ہر وقت اس کو مصیبت میں مبتلا کرتا رہتا ہے درحدث۔ پھر اس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا برونی۔ ور کسے اندھے پر مشک نچھاور کرو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوبشو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

۲ پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرمادے تو وہ اس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر مضر اور برائی سے اس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اسے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لئے بہت سے موانع پیش آ گئے ہیں۔ پائے بستہ۔ نیز رہ گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اس کی خوش رفتاری ختم ہو جاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت ان کے لئے بمنزلہ چکی کے ہے۔ غیرت خداوندی ان کو پیس ڈالتی ہے۔

۳ دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اس کا سرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہو سکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر۔ موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابل افسوس نہیں ہے کیونکہ بہرحال وہ مفید رہتے ہیں۔ ہمچنیں۔ رکھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا ان کو صحیح حالت میں کردے گا۔

گندم از بشکست وز ہم دشکست
گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہو گیا

بر دُکاں آمد کہ نک نانِ دُرست
دکان پر آیا کہ یہ اب تم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جُرمت گشت فاش
اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہو گئی

آب و روغن ترک کن اِشکستہ باش
چکنی چپڑی بات چھوڑ شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند
جو حضرت آدم کی مخصوص اولاد ہیں

نحنُ اِنّا ظَلَمْنَا می دمند
وہ بیشک ہم نے ظلم کیا کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عُرضہ کن حُجت مجو
اپنی ضرورت پیش کر دلیل نہ تلاش کر

ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رُو
ڈھیٹ ملعون شیطان کی طرح

سخت روئی گرو راشدؔ عیب پوش
اگر بنائی اس کی عیب پوش بنی ہے

در ستیز و سخت رُوئی تو بکوش
تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں ۳ ابوجہل از پیغمبرِ معجزے
اس ابوجہل نے پیغمبرؐ سے معجزہ

خواست ہمچوں کینہ ور تُرکِ غزے
کینہ ور ترک غز کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بُوجہلِ لعیں
ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہے

مُعجزات از مصطفیٰ شاہِ مہیں
معجزے شہ اعظم مصطفیٰ سے

مُعجزہ جُست از نبیؐ بُوجہل سگ
ابوجہل کتے نے نبی سے معجزہ طلب کیا

دید و نفزودش ازاں لاّ بہ شک
اس نے دیکھا اور اس نے اس میں بجز شک کے کچھ اضافہ کیا

لیک آں صدیقؓ خود مُعجز نخواست
لیکن صدیقؓ نے کوئی معجزہ نہ مانگا

گفت ایں رُو خود نہ گوید جُز کہ راست
اس نے کہا یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے رسد ۳ ہمچو توئی را کز منی
تجھ جیسے کہ کب حق پہنچتا ہے

امتحاں ہمچو من یارے کنی
کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علیؓ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ
ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ

داری از سرِ ایں کوشک خود را بینداز و جوابِ آں حضرت علی رضی اللہ عنہ اُورا
ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

۱ گندم۔ یہ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آجاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی خطا پر ربّنا ظلمنا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدم کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خلقتنی من نارٍ و خلقتہ من طین۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھا لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کا ہوا ہے۔

۲ آں ابوجہل۔ ابوجہل نے آنحضورؐ سے معجزہ طلب کیا تھا اس پر آنحضورؐ طلب کیا تھا اس پر آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کو ایک خون ریز قوم ہے۔ دید۔ ابوجہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔ لیک۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

۳ کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشاء بھی یہی تھا کہ حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ کو آزمائیں تو انہوں نے ہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عَنود[1] — کوز تعظیم خُدا آگہ نبُود
ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰ سے کہا — جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بُلند — حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند
بالاخانہ اور بہت بلند قلعہ پر — اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے اُو حفیظ ست و غنی — ہستیِ مارا زطفلی و منی
فرمایا ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے — بچپن اور نطفہ کی حالت سے ہمارے وجود کا

گفت خود راہیں در افگن تو زبام — اِعتمادے کُن بحفظِ حق تمام
اس نے کہا' ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرا دیجئے — اللہ تعالیٰ کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو — و اِعتقادِ خوب با بُرہانِ تو
تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے — اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس[2] امیرش گفت خامش کُن برو — تانگردد و جانت زیں جرأت گرو
تو امیر نے اس سے کہا خاموش ہو جا چلا جا — تاکہ تیری جان اس جرأت سے پھس نہ جائے

کے رسد مر بندہ را گو با خدا — آزمایش پیش آرد ز ابتلا
بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی — امتحان کے ذریعہ آزمائش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول — اِمتحانِ حق کُند اے گیج گول
بندہ کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے — اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں[3] خدا را می رسد کو امتحاں — پیش آرد ہر دَمے بابندگاں
یہ خدا کا حق ہے کہ وہ آزمائے — ہر وقت بندوں کو

تا بما مارا نماید آشکار — کہ چہ داریم از عقید در سرار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کر کے دکھا دے — کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے رہیں

ہیچ آدم گفت حق را کہ تُرا — اِمتحاں کردم دریں جُرم و خطا
حضرت آدم نے کبھی اللہ تعالیٰ سے کہا کہ تیرا — اس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حِلمت شہا — وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
اے شاہا تاکہ میں تیری بردباری کی انتہا دیکھ لوں — ہاں ' یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ سَر — ہست عذرت از گناہِ تُو بتر
چونکہ تیری عقل گستاخ ہے — تیرا عذر گناہ سے بھی بدتر ہے

[1] عنود۔ سرکش۔ بر سر بامے۔ یعنی حضرت علیؓ سے کہا کہ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمہاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ منی۔ یعنی نطفہ۔ خودرا۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گرو تاکہ مجھے بھی اس کا یقین آجائے کہ تمہیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

[2] پس۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کور مغز۔ گول احمق۔

[3] آں خدارا۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھا دے کہ تمہارا عقیدہ دراصل کیا ہے حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے علم کو آزمانے کے لئے غلطی کی ہے۔ تابہ۔ تابم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کر کے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اس لئے کی ہے کہ تیری بردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔

آنکہ[1] اُو افراشت سَقفِ آسماں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے

توچہ دانی کردن اُورا اِمتحاں
تو اس کا امتحان لینا کیا جانے؟

اے ندانستہ تو شرّ و خیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے

اِمتحاں خود را کُن آنکہ غیر را
پہلے اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا کر

اِمتحانِ خود چو کردی اے فلاں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا

فارِغ آئی ز امتحانِ دیگراں
تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائے گا

چوں[2] بدانستی کہ شکّر دانہء
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے

پس بدانی کابلِ شکّر خانہء
تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ جنت کا اہل ہے

پس بداں بے اِمتحانے کہ آلہ
پس جان لے کر امتحان لئے بغیر خدا

شکّرے نفرستدت نا جائگاہ
بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں از عِلم شاہ
یہ جان لے کر بغیر امتحان کے جبکہ تو اللہ کے علم میں

چوں سَری نفرستدت در پائگاہ
سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ[3] عاقل افگند دُرِّ ثمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے

درمیانِ مُستراحِ پُر چمیں
نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلا میں

زانکہ گندم را حکیمے آگہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو

ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا ور ہبرست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے

گر مُریدے اِمتحان کرد اُو خرست
اگر مرید اس کو آزمائے تو وہ مرید گدھا ہے

اِمتحانش گر کُنی در راہِ دیں
اگر تو دین کے راستہ میں اس کا امتحان کرے گا

ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جُرأت جہلت شود عُریان و فاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائے گی

اُو برہنہ کے شود زیں افتتاش
وہ اس تفتیش سے ننگا کب ہو گا؟

گر بیاید ذرّہ سنجدہ کوہ را
اگر ذرہ، پہاڑ کو تولے

بر دَرَد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اے نوجوان! اس پہاڑ سے اس کی ترازو ٹوٹ جائے گی

کز قیاسے خود ترازو می تنَد
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے

مردِ حق را دَر ترازو می کُند
اللہ تعالیٰ کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

[1] آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اس کو اپنا امتحان لینا چاہیے۔ امتحان خود جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[2] چوں بدانستی۔ جب تو جان لے گا کہ تو جنت کے قابل ہے تو سمجھ جائے گا کہ تو جتنی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی باعزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

[3] ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکیوں کو دوزخ میں کیسے بھیج دے گا۔ مستراح۔ بیت الخلا۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بڑی بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لے گا تو مرید خود ذلیل ہو جائے گا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ کز قیاسے۔ مرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائے گی۔

چوں نگنجد اُو بمیزانِ خرد
جب کہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے

پس ترازوئے خرد را بر درد
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاں[1] ہمچوں تصرّف داں درو
امتحان لینا' اس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ

رَو تصرّف بر چناں شاہے مجو
جا ' ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرّف کرد خواہد نقشہا
نقوش ' کیا تصرف کر سکیں گے

بر چُناں نقّاش بہرِ ابتلا
ایسے نقاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید
اگر ان نقوش نے امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے

نے کہ ہم نقّاش آں بروے کشید
کیا نقاش ہی ان کو اس پر نقش نہیں کیا ہے؟

چہ[2] قدر باشد خود ایں صورت کہ بست
یہ صورت جو اس نے قائم کی ہے خود کیسی ہو گی

پیشِ صورتہا کہ در عِلم ویست
ان صورتوں کے بالمقابل جو اس کے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا

بخت بَدواں کامد و گردن زدت
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اس نے تیری گردن ماردی ہے

چوں چُنیں وسواس دیدی زود زود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد

با خُدا گردو درآ اندر سجود
خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کُن از اشکِ رواں
سجدوں کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے

کہ خدایا وارہانم زیں گماں
کہ اے خدا مجھے اس گمان سے نجات دیدے

آں[3] زماں کِت امتحاں مطلوب شُد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا

مسجدِ دینِ تو پر خُروب شُد
تیرے دین کی مسجد خروب گھاس سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں

باز گردد رو بحق آر آں زماں
پلٹ جا اور فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کر لے

تا نگہ دارد ترا آں ممتحِن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے

از گمان و امتحانِ اِنس و جن
انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حُسام الدّین بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین آ جا

قصّۂ داؤد برگو و بنا
حضرت داؤد اور تعمیر کا قصہ سنا

---

[1] امتحان۔ شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے شیخ نے ہی اس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اس میں قوت تصرف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں نقوش نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ امتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

[2] چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مرید کے دل میں پیدا ہوں قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیے۔

[3] آں زماں۔ جب مرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ خروب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔ اے ضیاء الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خروب گھاس اگ آئی ہے تو اب مولانا کا ذہن مسجد اقصیٰ کی طرف منتقل ہو گیا جس میں خروب گھاس اگ آئی تھی۔ بنا۔ یعنی حضرت داؤد کا مسجد اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔

قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خُروب رُستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السّلام

مسجد اقصیٰ اور خروب اگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شدنِ آں

سے پہلے اس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اس کا رک جانا

چوں[1] در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ — کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ

جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا — کہ مسجد اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترک ایں بخواں — کہ زدستت بر نیاید ای مکاں

اللہ نے ان کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ — کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہو گا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں — مسجدِ اقصیٰ برآری اے گزیں

ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس — مسجد اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت[2] جُرمم چیست اے دانایِ راز — کہ مرا گوئی کہ مسجد را مَساز

انہوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے میری کیا خطا ہے — کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جُرمے تو خونہا کردۂ — خونِ مظلوماں بگردن بُردۂ

فرمایا تو نے بغیر کسی کی سی جرم کے بہت خون کئے ہیں — مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار — جاں بدادند و شُدند آنرا شِکار

کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے — جان دیدی اور وہ اس کے شکار بن گئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو — بر صَدائے خوب جاں پردازِ تو

تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں — تیری حسین جان کو مشغول کرنے والی آواز کی وجہ سے

گفت[3] مغلوبِ تو بُودم مَستِ تو — دستِ من بَر بستہ بُود از دستِ تو

انہوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا — میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بُود — نے کہ اَلْمَغْلُوبُ کَالْمَعْلُومِ بُود

کیا ایسا نہیں کہ شاہ کا مغلوب قابل رحم ہوتا ہے؟ — کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کی طرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوب معدومیت کو — جُز بہ نسبت نیست معدوم انصِعُوا

اللہ نے فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ — معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

آنچنیں معدوم کو از خویش رفت — بہترینِ ہستیہا افتاد و زَفت

ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جداہو گیا ہو — وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

---

[1] چوں۔ حضرت سلیمانؑ سے پہلے حضرت داؤدؑ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے روک دیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔

[2] گفت۔ حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔ بے جرمے۔ حضرت داؤد جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔

[3] گفت مغلوب۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشق خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں۔ اور دست قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابل رحم اور فانی ہوتا ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تو بلکیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ انصِعُوا ۔ یہ سن لے آنچنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔

اُو اِبہ نسبت با صفاتِ حق فناست — در حقیقت در فنا اُورا بقاست

اس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے — حقیقتاً فنا میں اس کی بقا ہے

جملہ ارواح در تدبیرِ اُوست — جملہ اشباح ہم در تیرِ اُوست

تمام روحیں اس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوب اندر لُطفِ ماست — نیست مُضطر بلکہ مُختارِ وِلاست

جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے با اختیار ہے

مُنتہائے ۲ اختیار آنست خود — کاختیارش گردد اینجا مُفتقد

خود اختیار کا اخیر یہ ہے — کہ اس کا اختیار اس جگہ گم ہو جائے

اختیارش گر نبودے چاشنی — کے بگشتے آخر اُو محو از منی

اگر اس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

در جہاں گر لُقمہ و گر شربت است — لذّتِ اُو فرعِ محوِ لذّت است

دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے — اس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذّات بے تاثیر شُد — لذّتے بُود اُو و لذّت گیر شُد

اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے — وہ بھی ایک لذت تھی جس لذت کو اس نے حاصل کر لیا

ہر ۳ کہ اُو مغلوب شُد مرحوم گشت — در بحارِ رحمتش معدوم گشت

جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا — وہ اس کی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چُناں معدوم کز اہلِ وجود — ہیچ بروے چیرہ اندر گاہِ جُود

ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے — کوئی سخاوت کے وقت اس پر غالب آ سکے

بلکہ والی گشت موجودات را — بے گمان و بے نفاق و بے ریا

بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے — بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں — بے زمان و بے چنین و بے چناں

بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے — بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے شکال و بے سوال و بے جواب — دم مزن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے — دم نہ مار اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

۱ اُو۔ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اس کے زیر تصرف ہیں اور تمام اجسام اس کے زیر نگیں ہیں۔ اشباح۔ یعنی اجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہو گیا وہ مضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے با اختیار رہے۔ ولا۔ دوستی۔

۲ مُنتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اختیارش۔ اس کو اگر اس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا۔ منی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اس پر ہی مبنی ہیں کہ اس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیاوی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترک لذت اس کے لئے لذت بن جاتی ہے۔

۳ ہر کہ او۔ جو صفات باری سے مغلوب ہو گیا اور وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔ نے چناں معدوم لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اس پر غالب آ سکے۔ بلکہ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمران بن جاتا ہے۔ بے مثال۔ اب نہ اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کا مکاں ہے اور نہ شان وہ لازمانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے اس معاملہ میں نہ کوئی اشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرلے۔

شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْعُلَمَاءُ كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ خَاصَّة

اسی کی شرح کہ مومنین ' بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السّلام کہ اگر یکے

خصوصاً حضرت داؤد اور سلیمانؑ اور بقیہ انبیاء کا اتحاد ان پر سلام ہو کہ اگر تو ان میں سے ایک کا منکر ہو

ازیشاں را منکر شوی ایمانِ تو ہیچ نبی درست نباشد و

تو تیرا کسی نبی پر ایمان درست نہ ہو گا ' اور یہ اتحاد کی علامت کی

ایں علامتِ اتحادست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویراں کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود و یک دیوار قائم نماند کہ لانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہے گی کیونکہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں

مِنْ رُّسُلِہٖ وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَة و ایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤد از خدا کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لِقا

تو خدا کی جانب سے حضرت داؤد کو خطاب ہوا کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت

دل مدار اندر تفکر زیں ۲ خبر رہ مدہ درخود ملال و غم مخور

اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ برناید بجہد وز درِ تو لیک مسجد را بر آرد پُورِ تو

اگرچہ وہ مسجد تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی لیکن تیرا لڑکا اس کو بنائے گا

رگچہ برناید بجہدت ایں مقام لیک پورِ تو کند آں را تمام

اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی لیکن تیرا لڑکا اس کو مکمل کرے گا

کردۂ اُو کردہ تُست اے حکیم مُومناں را اِتّصاے داں قدیم

اے دانا! اس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مُومناں معدود لیک ایماں یکے جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے

مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے ان کے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ ۳ فہم و جاں کہ درگاو و خرست آدمی را عقل و جانِ دیگرست

عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اس کے علاوہ انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

---

۱ اِنّما۔ قرآن پاک میں ہے اِنّما الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ یعنی علماء ایک جان ہیں یہ اخوۃ اور اتحاد و ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں اس بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیا کا کفر ہے۔

۲ زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہ کر سکو گے۔ پھر۔ حضرت سلیمان مومنان۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن ان میں وحدت ایمانی ہے۔ جان یکے۔ روح انسانی جو ایک لطیفہ ربانی ہے اور وہ روح حیوانی کے علاوہ ہے۔

۳ غیر فہم۔ حیوانات میں صرف روح حیوانی ہے جو اطبا کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذا کے اس سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لئے مولانا نے اس کو روح باد کہا ہے۔

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی — ہست جانے در ولی و در نبی ۱
پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ — ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی ندارد اتحاد — تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد
حیوانی جان اتحاد نہیں رکھتی ہے — تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں نانِ نگردد سیر آں — ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ روٹی کھانے میں دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا — اگر یہ بوجھ اٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ اُو — از حسد میرد چو بیند برگِ اُو
بلکہ یہ اس کے مرنے سے خوشی منائی ہے — اگر اس کا ساز وسامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جداست — متحدِ جانہائے شیرانِ خداست
بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے — خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

جمع ۲ گفتم جانہا شاں من باسم — کاں یکے جاں صد بُود نسبت بجسم
میں نے ان کی جانوں کے لئے اسم جمع کا لفظ بولا — کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

ہمچوں آں یک نورِ خورشید سما — صد بُود نسبت بصحنِ خانہا
جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور — گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں — چونکہ بر گیری تو دیوار از میاں
لیکن ان سب کا نور ایک بن جاتا ہے — جبکہ تو درمیان سے دیوار اٹھا دے

چوں نماند جانہا را قاعدہ — مومناں باشند نفسِ واحدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی — مومن ایک جان بن جائے گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال — زانکہ نبود مثل ۳ باشد ایں مثال
اس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں — کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا بیحد بُود از شخصِ شیر — تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں — بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقت مثال اے خوش نظر — اتحاد از رہِ جانبازی نگر
لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت — بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

۱ ولی اور نبی۔ انبیاء اور اولیاء کی روح انسانی ایک قوی تر لطیفہ آبائی ہے۔ جان حیوانی۔ روح حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روح حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے ان میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک روح حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

۲ جمع گفتم۔ ہم نے انبیاء اور اولیاء کی روح کے لئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ ہمچو۔ سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال۔ یعنی روح انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائے گے۔

۳ مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثل شی وہ کہلاتی ہے جو اس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اس کو اس شی کی مثال کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے

نیست[1] مثلِ شیر در جملہ حدود
تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

مُتحِد نقشے ندارد ایں سَرا
یہ دنیا کوئی چیز روح کے ساتھ متحد نہیں رکھتی ہے

تا کہ مثلے وا نمائم مر تُرا
تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دَست آدرم
نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں

تاز حیرانی خِرد را وا خرم
تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں

تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
تاکہ اس کی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کرلیں

آں چراغ ایں تن بُود نورش چو جاں
وہ چراغ یہ جسم ہے اس کی روشنی جان کی طرح ہے

نیست محتاجِ فتیل و ایں و آں
جو بتی اور اس اور اس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دار داز حواس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے

جملگی بر خواب و خورد ارد اساس
ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے[2] خورو بے خواب نزید نیم دَم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا

با خورد با خواب نزید نیز ہم
کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل در و غنش نبُود بقا
اس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہے

با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا
بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علّتی اش مرگ جوست
کیونکہ اس کی بیمار روشنی موت کی مقتضی ہے

چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ اوست
کیسے جنے کیونکہ روشن دن اس کی موت ہے

جُملہ[3] حسہائے بشر ہم بے بقاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں

زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لاست
کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہے

نورِ حس و جانِ ناپایانِ ما
ہمارے فانی حس اور جان کا نور

نیست کُلّی فانی ولا چوں گیا
گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح

جُملہ محواند از شعاعِ آفتاب
سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

[1] نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے متحد۔ اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہو تاکہ اس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اس کی روشنی جیسا سمجھو روشنی جب ہو سکے گی۔ جبکہ چراغ میں بتی ہو تیل ہو اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس۔ یعنی حواس خمسہ اساس۔ بنیاد۔ یعنی حواس خمسہ۔ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کر دیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روح حیوانی اور حواس معدوم ہو جاتے ہیں ان کے لئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

[3] جملہ حسہائے۔ جس طرح روح حیوانی کا بقا نہیں ہے اسی طرح روح انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہے گا۔ لا۔ یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اس روح انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روح انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

آنچنانکہ[1] اِسوز و دردِ زخمِ کیک — محو گردد چوں در آید مارا لِیک
جیسا کہ پسو کے زخم کی سوزش اور درد — محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جان آ جائے

آنچنانکہ عُور اندر آبِ جَست — تادر آب از زخمِ زنبوراں برست
جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے — تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات ملے

میکُند ز نبور بَر بالا طواف — چوں بر آرد سَر ندارندش معاف
شہد کی مکھیاں اور چکر کاٹتی ہیں — وہ جب سر ابھارتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی ہیں

آب[2] ذکرِ حق و زنبور ایں زماں — ہَست یادِ ایں فلان و آں فلاں
اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت — اس فلاں اور اس فلاں کی یاد ہے

دَم بخور در آبِ ذکر و صبر کُن — تار ہی از فکرو وسواسِ کُہن
ذکر حق کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر — تاکہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پا لے

بعدازاں تو طبعِ آں آبِ صفا — خود بگیری جُملگی سَر تا بپا
اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت — سر سے پاؤں تک خود اختیار کر لے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شَر — میگریزد از توہم گیرد حذر
جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے — بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش — کہ بسرِ ہم طبع آبی خواجہ تاش
اس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا — کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہو گیا ہے

بَس[3] کسانے کز جہاں بگذشتہ اند — لانیندو دَر صِفات آغشتہ اند
بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں — معدوم نہیں ہیں اور وہ اللہ کی صفات میں غرق ہیں

دَر صفاتِ حق صِفاتِ جملہ شاں — ہمچو اختر پیشِ آں خور بے نشاں
ان سب کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات میں — ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حَروں — خواں جَمِیعٌ هُمْ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ
اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے — پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

مُحْضَرُوْن معدوم نبُود نیک بیں — تابقائے روحہا دانی یقیں
اچھی طرح سمجھ لے حاضر کئے ہوئے معدوم نہیں ہوتے — تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

---

[1] آنچنانکہ۔ روح انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پسو کے کاٹے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ عور۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روح انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ میکند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگا لیا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

[2] آب۔ اب مولانا ارشادی بات کی طرف متقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور ان سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے بعدازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اس کی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دور کرنے لگتی ہے اور اس کو جس دم بعد ذکر خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو ذاکر میں تھے۔

[3] بس کسانے۔ جس طرح روح انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فناء محض نہیں ہے بلکہ ان کے لئے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفات باری میں مستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ بس ایک زور کی آواز ہو گی تو ایکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں لا حاضر کئے جائیں گے محضرون۔ حاضر کئے جائیں گے کا لفظ اس بات کو بتاتا ہے کہ روحیں موجود تھیں معدوم نہ تھیں۔

رُوحِ محجُوب[1] از بقایش دَر عذاب
اس کی بقا سے رکی ہوئی روح عذاب میں ہے

رُوحِ واصل دَر بقا پاک از حجاب
جو روح بقا باللہ میں واصل بحق ہو وہ پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حِسِّ حیواں المُراد
خلاصہ یہ ہے کہ اس حیوانی حس کے چراغ سے

گفتمت ہاں تا نجوئی اِتّحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را متّصل کُن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے

زود با اِرواحِ قُدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صَد چراغت ار مُرندار بیستند
تیرے سو چراغ خواہ وہ مریں یا قائم رہیں

بس جُدا یندو یگانہ نیستند
آپس میں بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں[2] ہمہ جنگند ایں اصحابِ ما
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں

جنگ کس نشنید اندر انبیا
کسی نے انبیاء میں لڑائی کی بات نہیں سنی ہے

زانکہ نورِ انبیاء خورشید بُود
کیونکہ انبیاء کا نور سورج سے تھا

نور حسِّ ما چراغ و شمع و دُود
ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز
ایک بجھ جاتا ہے ایک دن تک رہتا ہے

یک بُود پژمُردہ دیگر با فروز
ایک مُرجھاتا ہے دوسرا روشن ہے

جانِ[3] حیوانی بُود حی از غذے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے

ہم بمیرد اُو بہر نیک و بدے
وہ اچھائی اور برائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ وطی شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے

خانہ ہمسایہ مُظلم کے شود
پڑوسی کا گھر تاریک کب ہو گا

نورِ آں خانہ چو بے[4] اینہم بپاست
جب اس گھر کی روشنی اس کے بغیر بھی قائم ہے

پس چراغِ حِسِّ ہر خانہ جُداست
تو حس کا چراغ ہر گھر کا جدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بُود
یہ روح حیوانی کی مثال ہے

نے مثالِ جانِ ربّانی بُود
نہ کہ ربانی روح کی مثال

بازاز ہندوی شب چوں ماہ زاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا

در سَرِ ہر روزنے نورے فتاد
ہر سوراخ پر روشنی پڑی

[1] روح محجوب۔ روح حیوانی کو بقاباللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی جو روح انسانی بقاباللہ حاصل کرے گی اس کو دیدار باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغ حس۔ روح حیوانی سے اتصال اور اتحاد عذاب کا سبب ہے۔ روح خود۔ اپنی روح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کرلو تو دیدار رب حاصل ہوگا صد چراغت۔ ارواح حیوانی سے قطع نظر کر دو ان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔

[2] زاں۔ چونکہ عوام روح انسانی سے محروم ہیں ان میں صرف روح حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ وجدل میں رہتے ہیں انبیاء کی روح روح انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشید وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نور حس ما۔ روح حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[3] جانِ حیوانی۔ روح حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روح حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نور آں خانہ۔ جب ایک گھر کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جداگانہ ہیں۔ ایں یعنی چراغ کی مثال۔ باز۔ روح انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے گھروں میں نور پڑتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو ان سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر — کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر
ان سو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ — کیونکہ اس کا نور اس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تلوُد[1] خورشیدِ تاباں بر اُفق — ہست در ہر خانہ نورِ اُو قنق
جب تک سورج افق پر روشن ہے — ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشید جاں اسفل شود — نُورِ جملہ جانہا زایل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے — تمام جانوں کا نور زائل ہو جاتا ہے

ایں مثالِ نور آمد مثل نے — ہر ترا ہادی عدُو را رہزنے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے — تیرے لئے ہادی ہے دشمن کے لئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خو — پرد ہائے گندہ رابر بافد اُو
وہ بدخو مکڑی کی طرح — گندے پردے بنتا ہے

از لعابِ[2] خویش پردہ نور کرد — دیدۂ ادراکِ خودرا کور کرد
اپنے لعاب سے اس نے نور پر پردہ ڈال دیا — اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا لیا

گردن اسپ ار بگیرد بر خورد — ور بگیرد پاش بستاند لگد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لے گا فائدہ اٹھائے گا — اور اگر اس کے پاؤں پکڑے گا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ[3] توسنِ بے لگام — عقل و دیں را پیشوا کُن والسلام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ — عقل اور دین کو پیشرو بنا لے والسلام

اندریں آہنگ منکر سُست و پست — کاندریں رہ صبرِ شقِ انفُس ست
اس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ — کیونکہ اس راستہ میں صبر کرنا جانوں کے لئے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو — با سلیمانِ نبیِ نیک خو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ — نیک خصلت نبی کے ساتھ جو ہوا

بقیہ قصۂ بنائے مسجد اقصیٰ از دست سلیمانِ علیہ السلام
حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سُلیمانؑ کرد آغازِ بنا — پاک چُوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جب حضرت سلیمان نے تعمیر ابتدا کی — جو کعبہ کی طرح پاک اور منی کی طرح بابرکت ہے

۱ تلوُد۔ روح انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے تو مریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ ایں مثال۔ میں نے ذات مقدس اور اس کے نور کی مثال سورج اور اس کی روشنی سے دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل لہ کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کرے گی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرار معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اس کو مزید گمراہ کردے گی۔ عنکبوت۔ فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کر لیتا ہے۔

۲ از لعاب۔ مکڑی اپنے لعاب سے اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسی طرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے ادراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔ گردن اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اٹھائے گا اور اگر اس کے پاؤں پکڑنے کی کوشش کرے گا تو لات کھائے گا یہی مثال کلام حق اور اسرار معرفت کی ہے کہ اس پر صحیح طریقہ سے غور کرو گے تو فائدہ اٹھاؤ گے اور مقررضانہ نگاہ ڈالو گے تو تباہی ہی ہوگی۔

۳ اسپ توسن۔ سرکش گھوڑا یعنی نفس۔ آہنگ۔ راہ حق، راہ سلوک کو آسان اور حقیر نہ سمجھ اس راستہ میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے۔ جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔ بنا۔ یعنی مسجد اقصیٰ کی تعمیر۔ منیٰ۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمی جمار کرتے ہیں۔

در بنایش دیدہ می شُد کرّ و فر
اس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی

نے فسُردہ چوں بناہائے دگر
دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

درِ بنا ہر سنگ کز کُہ می شکست
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا

فاش سِیرُوا بِی[1] اہمی گفت از نخست
وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدمؑ کدہ
آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح

نور زاں کُہ پارہا تاباں شُدہ
پہاڑ کے ان ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ[2] بے حمّال آیندہ شُدہ
پتھر اٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے

واں درو دیوارہا زندہ شُدہ
وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں

نیست چوں دیوارہا بیجان وزشت
اور دیواروں کی طرح بے جان اور مجھے ہی نہیں ہیں

چوں درو دیوارِ تن با آگہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں

زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم[3] درخت و میوہ ہم آبِ زُلال
درخت ہی اور پھل بھی، صاف پانی بھی

با بہشتی در حدیث و در مقال
بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہوں گے

زانکہ جنّت را نہ ز آلت بستہ اند
کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے

بلکہ از اعمال دینت بستہ اند
بلکہ تیرے لئے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بِنا ز آب و گل مُردہ بُدست
یہ عمارت مردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے

آں بِنا از طاعتِ زندہ شُدست
وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں باصلِ خویش ماند پُر خلل
یہ اپنی اصل کی طرح پر خلل ہے

وآں باصلِ خود کہ عِلم ست و عمل
وہ اپنی اصل کے ساتھ مشابہ ہے جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی

با بہشتی در سوال و در جواب
بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہوں گے

فرش بے فرّاش پیچیدہ شُدہ
فرش بغیر فراش کے لپٹا ہوا ہو گا

خانہ بے کنّاس رو بیدہ شُدہ
گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہو گا

[1] سِیرُوا بِی۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگاؤ۔ ہمچو۔ جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پر نور تھا اسی طرح اس مسجد اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پر نور تھے۔

[2] سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہو گئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہو گی قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے۔ چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اس میں زندگی ہے تو جنت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہو گی۔

[3] ہم درخت۔ جنت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہو گی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زالت۔ جنت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہو گی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مردہ ہوتے ہیں۔ جنت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہو گی تو اس میں زندگی ہو گی۔ ہم سریر۔ جنت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے۔ فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہو گی لہٰذا وہ خود پوچھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہو گی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کر لے گا۔

تخت[1] اُو سیّار بے حمّال شُد — حلقہ و در مُطرب و قوّال شُد
اس کا تخت بغیر کسی اٹھانے والے کے چلنے والا ہو گیا — حلقہ اور در مطرب اور قوال ہو گیا

خانہ دل بیں زغم ژولیدہ شُد — بے کناس از توبہ روبیدہ شُد
دل کے گھر کو دیکھ جو گناہوں کے غم سے الجھا ہوا ہے — بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دارالخلود — در زبانم چوں نمی آید چہ سُود
دل میں جنت کی زندگی ہے — جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجد اقصیٰ تمام — ز اہتمامات سلیمانؑ والسلام
جب مسجد اقصیٰ مکمل ہو گئی — حضرت سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں[2] سلیمانؑ درشدے ہر بامداد — مسجد اندر بہر ارشادِ عباد
جب حضرت سلیمانؑ ہر صبح کو آتے — مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز — گہ بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز
کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے — کبھی فعل یعنی پر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذاب تر — کہ رسد در جانِ ہر باگوش وکر
عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے — کیونکہ وہ کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

واندراں[3] وہم امیری کم بُود — در شم تاثیر آں محکم بُود
اور اس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے — ماتحتوں میں اس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصہ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبہ وے دربیان آنکہ ناصح
حضرت سلیمانؑ کی خلافت کی ابتداء کا قصہ اور ان کا خطبہ اس بات میں کے عامل اپنے

فعّال بفعل بہ از ناصح قوّال بقول
عمل سے نصیحت کرنے والا "زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنے والے سے بہتر ہے"

قصہ عثمانؓ کہ بر منبر برفت — چوں خلافت یافت بشتابید تفت
حضرت عثمانؓ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے — جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست — رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست
سردار کا منبر جو تین درجوں کا تھا — ابوبکرؓ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

برسوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش — از برائے حرمتِ اسلام و کیش
حضرت عمرؓ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر — اسلام اور مذہب کی حرمت کے لئے بیٹھے

[1] تخت۔ جنت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنتی۔ کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مطرب اور قوال کا کام کرنے لگیں گے۔ خانہ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ ھذا باہم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔

[2] چوں سلیمانؑ۔ مسجد اقصیٰ کے مکمل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہ حق کی ہدایت کرتے۔ پند دادے۔ حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پند فعلی۔ عمل نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

[3] واندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ ناصح فعال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ مہتر۔ آنحضرت ﷺ کے منبر کے تین درجے تھے۔ ابوبکرؓ خطبہ کے درمیان میں آنحضور ﷺ سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ برسوم۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اس منبر کے تیسرے آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔

دُورِ[1] عثمانؓ آمد و بالائے تخت — برشد و بنشست آں محمود بخت

حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر — چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سُوالش کرد شخصے بُو الفضول — کاں دو ننشستند بر جایِ رسولؐ

ان سے ایک سادہ لوح شخص نے دریافت کیا — کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جُستی ازیشاں برتری — چوں بُرتبت تو ازیشاں کمتری

تو آپ نے ان سے برتری کیوں چاہی؟ — جبکہ آپ رتبے میں ان سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سُوم را بسپرم — وہم آید کہ مثالِ عُمرؓم

انہوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھیروں — شبہ ہو گا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

وَر دُوَم پایہ شوم من جائے جُو — گوئیم مِثلِ ابوبکرؓ ست اُو

اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں — لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

ہَست[2] ایں بالا مقامِ مُصطفےٰؐ — وہم مثلی نیست با آں شہ مرا

یہ اونچا درجہ مصطفےٰ کی جگہ ہے — میرے متعلق ان شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہو سکتا

بَعد ازاں بر جائے خطبہ آن وُدود — تاقُربِ عصر لَب خاموش بُود

اس کے بعد وہ مہربان خطبہ پڑھنے کی جگہ — عصر کے قریب تک خاموش تھے

زَہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں — یا بُروں آید ز مسجد آں زماں

کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے — یا اس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

ہمچنیں[3] بنشستہ بُد بر خاص و عام — پُر شُد از نُورِ خدا آں صحن و بام

ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی — اللہ تعالیٰ کے نور سے صحن اور بالا خانہ پر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بُدے — کورزاں خورشید ہم گرم آمدے

جو بینا تھا وہ اس کے نور کو دیکھنے والا تھا — اندھا بھی اس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور — کہ برآمد آفتابے بے فتور

گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا — کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی گشاید دیدہ را — تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را

لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے — تاکہ آنکھ، ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے وحالتے — زاں تپش دل را کشادے فسحتے

اس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے — اس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

---

[1] دورِ عثمانؓ۔ حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور ﷺ والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ کمتری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمانؓ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ دردوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

[2] ہست۔ اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھ ان جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ دو دو۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔ خاموش۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوال ہو۔

[3] ہمچنیں۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان سے خطبہ دینے کو کہے یا اٹھ کر چلا جائے اور اس وقت وہ مظہر نور خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جن میں اس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اس کے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس۔ اندھا، سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک۔ لیکن اس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اس نور کی گرمی سے اگرچہ ایک بے چینی محسوس ہوتی ہے لیکن دل میں اس سے کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

کورِ[1] چوں شُد گرم از نورِ قَدم — از فَرَح گوید کہ من بینا شُدم
جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے — وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوشی مستی ولے اے بُوالحسن — پارۂ راہ است تا بینا شدُن
تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس — بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب — صد چنیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب
سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے — اس سے سوگنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وانکہ[2] اُو آں نُور را بینا بُود — شرحِ اُو کے کارِ بوسینا بُود
وہ شخص جو اس نور کو دیکھنے والا ہے — اس کی تشریح کرنا شیخ بوعلی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شوَد صد تو کہ باشد ایں زباں — کہ بجنباند بکف پَردہ عیاں
اگر زبان سوگنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟ — کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بروَے گر بساید پَردہ را — تیغِ الٰہی کُند دستش جُدا
اس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے — خدائی تلوار اس کے ہاتھ کو جدا کر دے گی

دَست چہ بُوَد خود سَرش را برکند — آں سَرے کز جہل شرہا می کُند
ہاتھ کیا ہوتا ہے' خود اس کے سر کو کاٹ دے گی — اس سر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم تُرا — ورنہ خود دستش کجا و آں کجا
یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی — ورنہ اس کا ہاتھ کہاں اور وہ پردہ کہاں

خالہ[3] را خایہ بُدے خالو بُدے — ایں بتقدیرست یعنی گر بُدے
خالہ کے اگر خصیہ ہوتا ' وہ خالو ہوتی — یہ فرضی بات ہے یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کو پاک از شک ست — صد ہزاراں سال گویم اندک ست
زبان کے ذکر سے آنکھ کے مشاہدہ تک کہ شک سے پاک ہے — اگر میں لاکھوں سال کی مسافت کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں — حق چو خواہدی رسد در یک زماں
خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور — جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں — می رساند قُدرتش در ہر زماں
ستاروں کے سینکڑوں اثرات ' کانوں میں — اس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

---

[1] کور۔ جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت۔ جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشیمیں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا اس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سی اور محنت کر لے تب اس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب۔ یہ تو اس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں' جس کو حاصل ہوتا ہے اس کی حالت اس سے سوگنی ہوگی۔

[2] وانکہ۔ اس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوگی اس کی تشریح شیخ بوعلی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقام مشاہدہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اس کے لئے ہلاکت ہے ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی شخص عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کرے گا تو خدائی تلوار اس کا ہاتھ کاٹ دے گی یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہے ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔

[3] خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بن جاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دیر سے گھبرا کر اس کی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو فوراً کم ہو جائے گا' چاند ستاروں زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت ان کی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات ان سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

اخترِ ۱ گردوں ظلمَ را ناسخ ست — اخترِ حق در صفاتش راسخ ست
آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دور کرتا ہے — اللہ تعالیٰ کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مستعین — در اثر نزدیک آمد باز میں
اے مدد کے طالب! آسمان پانچ سو سال کی مسافت پر — اثر کرنے میں زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل — دمبدم خاصیتش آرد عمل
زحل ستارے تک ساڑھے تین ہزار سال کا راستہ ہے — اس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

در ہمش آرد چو سایہ در لیاب — طول سایہ چیست پیشِ آفتاب
آنے میں اس کو سایہ کی طرح درہم برہم کر دے — سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

وز ۲ نفوسِ پاک اخترواش مدد — سوئے اخترہائے گردوں می رسد
پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح — آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہراً آں اختراں قوامِ ما — باطنِ ماگشتہ قوامِ سما
بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں — ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانے والا ہے

در بیان آنکہ حکمائے طبیعی گویند آدمی عالم صغیرست و حکمائے الٰہی گویند آدمی عالم کبیرست زیرا کہ علمِ آں حکماء بر صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول

اس بیان میں کہ حکماء فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالم صغیر ہے اور خدائی حکماء کہتے ہیں کہ بڑی عالم کبیر ہے کیونکہ ان حکماء کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور ان کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

پس ۳ صورت عالمِ صغری توئی — پس معنیٰ عالمِ کبریٰ توئی
صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے — باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ است — باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست
بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے — حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمّیدِ ثمر — کے نشاندے باغباں بیخِ شجر
اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی — تو باغبان درخت کے جڑ کب بٹھاتا

۱ اخترِ گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں ان سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سہ ہزاروں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اس میں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار کا سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ درہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کر دے۔ آفتاب حق کے سامنے ان اثرات کی جو سایہ کی طرح ہیں کیا حقیقت ہے۔

۲ وز نفوس پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔ قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ در بیان۔ حکماء فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیا انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔

۳ پس بصورت۔ یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالم کبریٰ۔ چونکہ حقیقت اسماء الٰہی اور حقائق کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ۔ یعنی عالم۔ ثمر۔ یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

پس بمعنیٰ آں [1] شجر از میوہ زاد — گر بصورت از شجر بودش ولاد

پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے — اگرچہ بظاہر درخت سے اس کی پیدائش ہے

مصطفیٰ زیں گفت کادمؑ و انبیاء — خلفِ من باشند در زیرِ لوا

مصطفیٰ ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ اور انبیاء — میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہر [2] ایں فرمودہ است آں ذوفنون — رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن

اسی لئے ان جامع کمالات نے فرمایا ہے — "ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ ام — من بمعنیٰ جدِّ جد افتادہ ام

اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں — میں حقیقتاً پر دادا واقع ہوا ہوں

کز برائے من بُدش سجدہ مَلک — وز پے من رفت بر ہفتم فلک

کیونکہ فرشتوں کا آپ کو سجدہ میرے لئے ہی تھا — اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس زمن زائید در معنیٰ پدر — پس زمیوہ زاد در معنیٰ شجر

پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا — اور لفظاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّل [3] فکر آخر آمد در عمل — خاصہ فکرے کو بُوَد وصفِ ازل

ابتدائی فکر عمل وجود میں آخر میں آتا ہے — خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل اندر یک زماں از آسماں — میر دو می آید ایدر کارواں

خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں — اب قافلہ آتا جاتا ہے

نیست برایں کارواں ایں رہ دراز — کے مفازہ زفت آید با مفاز

اس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے — کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں — جسم طبع دل بگیرد ز اِمتناں

ہر وقفہ میں دل کعبہ کو جاتا ہے — جسم احسان خداوندی سے دل کی طبیعت اختیار کر لیتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست — چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست

یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے — جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

---

[1] آں شجر۔ تو گویا عالم انسان سے پیدا ہوا ہے۔ مصطفیٰ زحدیث شریف وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یوم وَاَنَا اَلْقَیِّمَۃُ تَحْتَ آدَمَ وَمَنْ دُوْنَہٗ وَلَا فخر یعنی میں قیامت کے دن لوائے حمد اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ تمام انبیاء ہوں گے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور ان کی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضور ﷺ کی ذات ہے۔ لوا۔ جھنڈا۔

[2] بہر ایں۔ چونکہ مقصود آنحضور ﷺ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں۔ لیکن چونکہ مقصود اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں کسی چیز کی علت غائی وجود خارج میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجود ذہنی میں وہ اس چیز سے پہلے وجود ہوتی ہے۔ جد جد۔ چونکہ حقیقت آدمؑ کا ظہور حقیقت محمد ﷺ سے ہوا ہے۔ کر برائے۔ حضرت آدمؑ مسجود ملائکہ اسی لئے بنے کہ ان کی پشت میں نور محمدی تھا۔ رفت۔ ان کو معراج اسی لئے کرائی گئی تا کہ وہ نور محمدی سے فیض حاصل کر سکیں۔ پدر۔ حضرت آدمؑ

[3] اوّل فکر۔ ہونے والی ہر چیز کا فکر اور تصور اس کے وجود خارجی سے پہلے ہوتا ہے گھر رہنے کے لئے اور درخت پھل کے لئے وجود میں آتا ہے تو ان کے تصورات ان کے وجود خارجی سے پہلے ہوتے ہیں۔ حاصل۔ یہاں سے مولانا نے پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلہ سے ملک کو گھبرانا نہ چاہیے قدرت ان فاصلوں کو کم کر دیتی ہے ایدر۔ اب کے مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور جنگل معدوم ہو جاتی ہے

دل۔ انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کر لیتا ہے اور بزرگوں سے طَیُّ الْاَرْض کی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہیں ہے۔

چوں[1] خدا مر جسم را تبدیل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا

رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
اس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امیدست ایں زماں بردار گام
اب سو امیدیں ہیں قدم بڑھا

عاشقانہ اے فتیٰ خلِّ الکلام
عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم برہم می زنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے

در سفینہ خفتہ رہ میکنی
تو کشتی میں سویا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیرِ ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ
اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو

تَمَسَّکَ بِھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ
اس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہر ایں[2] فرمود پیغمبر کہ من
اسی لئے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ میں

ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن
زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابیم چوں کشتیِ نوحؑ
ہم اور ہمارے ساتھی حضرت نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں

ہر کہ دست اندر زند یا بد فتوح
جو سہارا پکڑ لے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دُور از زشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے برائی سے دور ہے

روز و شب سیاری و در کشتی
تو دن رات چل رہا ہے اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے

کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو کشتی میں سویا ہوا ہے راستہ طے کر رہا ہے

مُنسلِ[3] از پیغمبر ایام خویش
اپنے زمانے کے پیغمبر سے جدا نہ ہو

تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش
اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ شیری چوں روی رہ بے دلیل
اگرچہ تو شیر ہے جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کرے گا

ہمچو رَو بہ در ضلالی و ذلیل
لومڑی کی طرح گمراہی میں ہیں؟ اور ذلیل ہے

ہیں مپر لا کہ بایرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر

تا بہ بینی عونِ لشکر ہائے شیخ
تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بانِ تست
ایک وقت اس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے

آتشِ قہرش دمی حمالِ تست
کسی وقت اس کے قہر کی آگ تیری بار بردار ہے

[1] چوں خدا۔ معراج میں انبیاء کے لئے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ۔ تین میل کا فاصلہ۔ صد را میدست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل و قال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیے خدا سے امید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دے گا۔ گرچہ۔ سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ سفینہ۔ کشتی انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائے گا۔

[2] بہر ایں۔ آنحضورؐ اور اصحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کے لئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ سیار۔ چلنے والا۔ جان بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اس زمانہ کا شیخ۔

[3] گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو مسلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ برہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ عون۔ شیخ کی توجہات سے منزل طے ہو گی۔ یک زمانے۔ شیخ کبھی اپنی صفت جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفت جلال کے ساتھ تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

قہر[1] اُو را ضدِّ لطفش کم شمر
اس کے قہر کو اس کی مہر کی ضد نہ سمجھ

اِتحادِ ہر دو بیں اندر اثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کی طرح سرسبز کر دیتا ہے

یک زماں پُر بادو گبزت می کند
ایک وقت میں پُر شوکت اور عالی قدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے

تا برو روید گل و نسرینِ شاد
تاکہ اس پر پھول اور عمدہ گل سیوتی اگے

لیک اُو بیند نہ بیند غیرِ اُو
لیکن وہی اس کو دیکھتا ہے اس کا غیر نہیں دیکھتا ہے

جُز بمغزِ پاک ندہد خُلد بُو
بہشت پاک مغز والے کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از اِنکارِ یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے

تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بُوی خُلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کر لے

چوں[2] محمدؐ بُوئے رحماں از یمن
جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی

در صفِ معراجیاں گر نیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا

چوں بُراقت پَر گشاید نیستی
فنا تیرے لئے براق کی طرح پر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں

بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ نطفے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراجِ بُخارے تا سما
دھوئیں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں

بل چو معراجِ جنینے تا نہا
بلکہ پیٹ کے بچہ کی عقل تک معراج کی طرح

خوش[3] بُراقے گشت خنگِ نیستی
فنا کا گھوڑا بہت اچھا براق بنا

سُوئے ہستی آردت گر نیستی
اگر تو فانی ہے تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریا ہا سمش مَس می کُند
اس کے سم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں

تا جہانِ حسِّ را پس می کُند
یہاں تک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

یا بکش در کشتی و می رَو رواں
کشتی میں قدم رکھ اور چلا چل

چوں سُوئے معشوق جانِ جانِ رواں
جیسا کہ جان معشوق کی طرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

---

[1] قہر الخ۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہے۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مرید کو متواضع بناتا ہے اور اس میں اخلاق حسنہ کا سبزہ اگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ مولد فرہنگ۔ وصف جماد۔ یعنی خاکساری لیک مرید کی اس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ مغز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی فیض سے مانع ہے۔

[2] چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت اویس یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشق رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورﷺ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقام فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہو گی وہ ایسی معراج نہ ہو گی جیسی کہ دھوئیں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنی معراج ہو گی جیسی کرنے کو معراج حاصل ہو کر اس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

[3] خوش۔ یعنی یہ فنا کا براق ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا۔ یعنی سیر عروجی کے بعد سیر نزولی ہو گی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پا بکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کی طرف کھنچتی ہے۔

دست[1] انے وپائے نے رَو تا قِدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل

آنچناں کہ تاخت جانہا از عَدم
جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَر دریدے در سخن پردہ قیاس
یہ تقریر بات میں قیاس کا پردہ پاک کر دیتی

گر نبودے سمعِ سامع را نُعاس
اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک بر گفت اُو گوہر ببار
اے آسمان! اس کی گفتگو پر موتی برسا

از جہانِ اُو جہانا شرم دار
اے دنیا! تو اس کے جہان سے شرم کر

گر بباری[2] گوہرت شش تا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گنا ہو جائے گے

جامدت گویندۂ و بینا شود
تیرا بے جان' بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائے گا

پس نثارے کن بہ باش اہبہرِ خود
تو تیرا نچھاور پر خود تیرے لئے ہو گا

چونکہ ہر سرمایہ تو صد شود
بلکہ تیرا ہر سرمایہ سو گنا ہو جائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا
اس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے

بر سلیماںؑ می فرستاد اے کیا
حضرت سلیمان کے پاس بھیجا اے عقلمند

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس[3] از شہرِ سبا بسوئے سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمان کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ
ان پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چل اُشتر بُدست
بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے

بارِ آنہا جملہ خشت زر بُدست
جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرائے سلیمانی رسید
جب وہ قافلہ حضرت سلیمان کے علاقہ میں پہنچا

فرشِ آں را جملۂ زر پختہ دید
اس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زَر تا چہل منزل براند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا

تا کہ زَر را در نظر آبے نماند
یہاں تک کہ اس کی نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زَر را وا بریم
انہوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لے جائیں

سُوئے مخزن' ماچہ بیکار اندریم
خزانے میں' ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عَرصۂ کش خاک زَرّہ وہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے

زَر بہدیہ بُردن آنجا ابلہی ست
وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

---

[1] دست نے۔ اس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بردریدے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج ونزول اور فنا و بقا کی تقریر اس درجہ کی ہے کہ اس کے بعد کسی عقل دلیل کی ضرورت نہ ہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اس کو سن لے۔ نُعاس۔ اونگھ۔ اے فلک۔ یہ اس قدر پر حقائق تقریر ہے کہ اس پر آسمان کو موتی برسانے چاہیں اور عالم ظاہر کو اس عالم معنی سے شرم آنی چاہیے۔

[2] گر بباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اس کے موتی چھ گنا ہو جائے گا اور اس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائے گی۔ پس۔ مرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اس میں خود اس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا و بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔

[3] بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمان کو انہوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ چل۔ چالیس۔ خشت زَر۔ سونے کی اینٹیں۔ زر پختہ۔ خالص سونا۔ بر سرِ زَر۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند۔ یعنی ہدیہ لانے والوں نے کہا۔ مخزن۔ یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زردہ۔ وہی۔ خالص سونا۔ ابلہی۔ بیوقوفی۔

اے بُردہ عَقل[1] ہدیہ تا اِلٰہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لے جانے والے

عَقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
وہاں عقل راستہ کی مٹی سے بھی کم ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شُد پدید
جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھل گیا

شرمساری شاں ہمی واپس کشید
شرمندگی نے ان کو واپس لوٹایا

باز گفتند از کساد و از رَوا
پھر انہوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے

چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے

اَمرِ فرماندہ بجا آوردنیست
حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفر مایند کیں واپس بُرید
اگر وہ حکم دیں کہ اس کو واپس لے جاؤ

ہم بفر ماں تحفہ را بار آورید
حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

اَمر و فرماں را ہمی باید شُنید
حکم اور فرمان کو سننا چاہیے

تا بد انجا ہدیہ را باید کشید
وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیے

خوش رَواں گشتند با ہدیہ رَواں
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہو گئے

تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
اس شاہ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ[2] اش آمد چوں سلیماں آں بدید
جب حضرت سلیمانؑ نے وہ دیکھا ان کو ہنسی آئی

کز شما من کے طلب کردم مزید
میں نے تم سے مزید ایمان کے علاوہ کب طلب کیا تھا؟

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو

بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادِر ہدیہاست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیے ہیں

کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کہ انسان کی ان کی تمنا بھی نہیں کر سکتا

می[3] پرستید اَخترے کو زَر کند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے

رُو باُو آرید کو اَختر کند
تم اس کی طرف رخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

می پرستید آفتابِ چرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو

خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کر دیا

---

[1] عقل ہدیہ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقلی باتیں اپنی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انہوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انہوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور برے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیے ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ فرماندہ۔ حاکم۔ گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رواں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمان جہاں۔ یعنی شاہ جہاں

[2] خندہ۔ حضرت سلیمانؑ اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال۔ من نمی گویم۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اَتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاؤ گے تو ہدیہ یعنی مسلمان ہو جاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کر دی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار ان کی آرزو بھی نہیں کر سکتا۔

[3] می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اس لئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو۔ تمہیں تو اس خدا کو پوجنا چاہیے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

آفتاب از امرِ حق طبّاخِ[1] ماست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے

ابلہی باشد کہ گویم اُو خداست
میں اس کو خدا کہوں تو حماقت ہو گی

آفتابت گر بگیرد چوں کنی
تیرا سورج گہن میں آ گیا تو تو کیا کرے گا؟

آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی
تو اس کالک کو اس سے کیسے ہٹائے گا؟

نے بدرگاہِ خدا آری صُداع
کیا خدا کے دربار میں اس دردِ سر کو پیش نہ کرے گا؟

ایں سیاہی را بَبَر وَا دہِ شُعاع
کہ اس کالک کو دور کر دے شعاع واپس کر دے

گر گشندت[2] نیم شب خورشید کو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں سورج کہاں ہے؟

تا بنالی یا اماں خواہی ازُو
تاکہ تو اس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اَغلب بشَب واقع شود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں

واں زماں مَعبودِ تو غائب بُود
اس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سُوئے حق گر راستانہ خم شوی
گو اگر سچائی سے اللہ تعالیٰ کی جانب جھکے

وارہی از اختراں محرم شوی
تو ستاروں سے نجات پا جائے' محرم راز بن جائے

چوں شوی محرم کشایم باتولب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کروں گا

تا بہ بینی آفتابے نیم شب
تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

جُز رَوانِ پاک اُورا شرق نے
پاک روح کے سوا اس کا مشرق نہیں ہے

در طُلوعش روز و شب را فرق نے
اس کے طلوع کے لئے دن رات کا فرق نہیں ہے

روز[3] آں باشد کہ او شارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے

شب نماند شب چو اُو بارق شود
جب وہ چمکتا ہے رات' رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرّہ پیشِ آفتاب
جس طرح ذرہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے

خور چُناں باشد دراں انوارِ پاک
ان پاک تجلیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے را کہ رَخشاں می شوَد
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے

دیدہ پیشش کند و حیراں می شوَد
آنکھیں اس کے سامنے خیرہ اور حیران ہو جاتی ہیں

ہمچو ذرّہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اس کو ذرہ جیسا دیکھے گا

پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

[1] طباخ۔ پکانے والا سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گر بگیرد۔ سورج گرہن میں آتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کے لئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[2] گر گشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا۔ رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سوئے حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہو گا تو مصائب سے نجات پالے گا اور کائنات کا محرم راز بن جائے گا۔ چوں شوی۔ جب تو محرم راز بن جائے گا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے' اس سورج کا مشاہدہ ہو گا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔ جز۔ اس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔

[3] روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں دن تو وہ ہے جب وہ آفتاب حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات' رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتاب حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔ آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نور عرش کے مقابلہ میں ذرہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔

خوار و مسکیں بینی اُورا بے قرار
تو اس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا

دیدہ ۱ را قوت شُدہ از کردگار
آنکھ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قوت حاصل ہوگئی ہے

کیمیائے کہ از ویک ماثرے
وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ

برُ خاں افتاد و گشت آں اخترے
دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادرا کسیرے کہ از وَے نیم تاب
وہ عجیب اکسیر کہ اس کی آدھی چمک

بر ظلامے زد بگردش آفتاب
تاریکی پر پڑی اس کو سورج بنا دیا

بُوالعجب مینا گرے کز یک عَمل
وہ کیمیا گر عجیب ہے کہ ایک عمل سے

بَست چندیں خاصیت را بر زُحَل
زحل ستارے میں اس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

باقی ۲ اختر ہائے و گوہر ہائے جاں
بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو

ہم بریں مقیاس اے طالب بداں
اے طالب! اسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حِسّی زبونِ آفتاب
حسی آنکھ سورج سے مغلوب ہے

دیدۂ ربّانی جُوی و بیاب
خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کر لے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر
تاکہ اس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں

شعشعاتِ آفتابِ با شرر
چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری وایں ناری بُوَد
کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے

نار پیشِ نور بس تاری بُوَد
آگ نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

کرامات ۳ و نُورِ شیخ عبداللہ مغربی قُدِّسَ سِرُّہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخِ مغربی
شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا

شصت سال از شب ندیدم من شبی
ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال
میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی

نے بروز و نے بہ شب از اعتدال
اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو
صوفیوں نے کہا ہے کہ ان کی بات کی تصدیق کے لئے

شب ہمی رفتیم در دُنبالِ اُو
ہم رات کو ان کے پیچھے چلے

۱ دیدہ۔ اس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اس کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کیمیائے۔ وہ آفتاب حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھویں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیا گری ہے کہ اس نے دھویں سے سورج بنا دیا۔ مینا گر۔ کچ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اس لئے یہاں لفظ مینا گر سے اللہ تعالیٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

۲ باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حسی۔ جسمانی آنکھ تو اس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے۔ مشاہدہ حق کے لئے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہو جاتا ہے۔ شعشعات۔ شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے نار نور کے بالمقابل تاریک ہو جاتی ہے۔

۳ کرامات شیخ عبداللہ مغربیؒ کی اس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اعتدال۔ یعنی روحانی اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ ان کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں ان کے پیچھے چل پڑے۔ دنبال۔ پیچھے۔

دَر بیا بانہائے پُر از خار و گوا اُوچو ماہِ بدر مارا پیش رَو

گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوی پس ناکردہ میگفتے بشب ہیں گو آمد مَیل کُن در سُوی چپ

رات میں منہ موڑے بغیر کہتے تھے خبردار! گڑھ آ گیا بائیں جانب مڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سُوی است مَیل کُن زیرا کہ خلے پیش پاست

پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب مڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پایِ بوسش گشتہ ما زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دوپا

دن نکلے ہم ان کے پاؤں چومنے والے ہو گئے؟ کیونکہ ان کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را پائے بوس گشتہ پاہایش چو پاہائے عُروس

دن نکلے ان کے پاؤں چومنے کی وجہ سے ان کے پاؤں دلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے زخاک[۲] اندے زگل بروے اثر نزِ خراشِ خار و آسیبِ حجر

ان پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای کردہ مغرب را چو مشرق نورِ زا

اللہ تعالیٰ نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنے والا بنایا تھا

نورِ ایں شمسِ شموس فارِس ست روزِ خاص و عام را اُو حارِس ست

ستاروں کے اس سورج کا نور تیز رو ہے عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارِس آں نورِ مجید کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

وہ نور اعظم کیوں نگہبان نہ ہو گا؟ جو ہزاروں سورج پیدا کر دے

تو بنورِ اُو ہمی رَو دَر اماں درمیانِ اژدہا و کژدُماں

تو اطمینان سے اس کے نور کے ساتھ چلا جا اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیشِ[۳] پیشت می رَود آں نورِ پاک می کُند ہر رہزنے را چاک چاک

وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

یَوْمَ لَایُخْزِی النَّبِی را راست دال نُوْرُہُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ بخواں

یَوْمَ لَایُخْزِی النَّبِی کو سچ سمجھ نُوْرُہُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ پڑھ لے

ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا ان کے ایمان کی روشنی ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب چل رہی ہوگی وہ دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ۔

---

۱ گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھوی کا چاند۔ روی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے اور بغیر منہ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے یعنی ان کو نیچے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آ رہی تھیں۔ روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے ان کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ ان کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے از راہ عقیدت اس کے پاؤں چومے۔

۲ نے زخاک۔ ان کے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔ مغربی۔ یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے۔ مشرقی۔ یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ مغرب۔ غروب آفتاب کے صدا اندھیرا ہو جاتا ہے۔ مشرق۔ طلوع آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس۔ یعنی ستارے۔ فارس۔ تیز و حارس۔ نگہبان۔ نور مجید۔ ذات حق۔ بنور او۔ یعنی نور حق

۳ پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔ یوم۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ لَایُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور

گر چہ[1] اگردد در قیامت آں فزوں — از خدا اینجا بخواہید آز موں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا — آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو
کو بہ بخشد ہم بمیغ وہم بماغ — نورِ جاں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْبَلَاغ
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کبر کو بھی بخشتا ہے — جان کا نور' اور خدا پہچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردا نیدنِ سلیمان علیہ السّلام رسولانِ بلقیس را با آں
حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع ان ہدیوں کے جو وہ
ہدیہا کہ آوردہ بُودند سُوئے بلقیس و دعوت سلیمان بلقیس
لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے
را بایمان وترک آفتاب پرستی
اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گر دید اے رسولانِ خجل — زر شمارا ' دل بما آرید دل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ — سونا تمہارا ہے' ہمارے لئے دل لاؤ دل
ایں[3] زرِ من برسرِ آں زر نہید — کورِ تن فرجِ استرا دہید
میرے اس سونے کو اس سونے پر رکھدو — جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالے کردو
فرجِ استر لائقِ حلقہ زر ست — زرِّ عاشق رُوئے زرد و اصفرست
خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے — عاشق کا سونا ' زرد اور پیلا چہرہ ہے
کہ نظر گاہِ خداوندست آں — کہ نظر اندازِ خورشیدست کاں
کیونکہ وہ خدا کی نظر گاہ ہے — کان ' سورج کی نظر گاہ ہے
کُو نظر گاہِ شعاعِ آفتاب — کُو نظر گاہِ خداوندِ لُباب
کجا سورج کی شعاع کی نظر گاہ؟ — کجا علقوں کے آقا کی نظر گاہ؟
از گرفتِ[3] من زجاں اسپر کنید — گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو — اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو
مُرغِ فتنہ دانہ بربام ست اُو — پَر گشادہ بستۂ دام ست اُو
دانہ کا عاشق پرند بالاخانہ پر ہے — پر کھلے ہوئے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

[1] گرچہ۔ اگرچہ اس نور میں قیامت میں اضافہ ہو گا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر جان دار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کرے گا۔ خجل۔ شرمندہ' ہدیہ لانے والے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھ کر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

[2] ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تا کہ تمہاری حرص کی تسکین ہو۔ کوری تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرج استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تا کہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی اس کی زینت ہے۔ کو۔ عاشق کے چہرے کی زردی خدا کی نظر گاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظر گاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدر جہا افضل ہے۔

[3] گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی' جہاد کا حملہ ان دونوں معنی کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنہ دانہ' دانہ کا دیوانہ یعنی وہ پرند جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالا خانہ پر پر کھلا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں
چونکہ اس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے

ناگرفتہ مَر وُرا بگرفتہ داں
بغیر گفتاری اس کو گرفتار سمجھ

آں[1] نظر کہ سُوئے دانہ می کُند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے

آں گرہ داں کو بپا بَر میزند
اس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نظر
دانہ کہتا ہے کہ اگرچہ تو نظریں چراتا ہے

من ہمی دُزدم ز تو صبر و مقر
میں تجھ سے صبر و قرار چرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سُو ترا
جب تجھے اس نظر کے اس جانب کھینچ لیا

پس مداں از خویشتن غافل مرا
تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر پیم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا دی ہے

پس بدانی کز تو من غافل نیم
تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصۂ[2] عطّارے کہ سنگِ ترازوئے اُو از گِل سرشوی بُود و دُز دیدنِ مشتری گِل خوارازاں گِل ہنگام سنجیدنِ شکر و دیدنِ عطّار آں را و نادیدہ کردن

اس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اس مٹی میں سے چوری کرنا اور عطار کا اس کو دیکھنا اور ان دیکھا کر دینا

پیشِ عطّارے یکے گِل خوار رفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا

تا خرد اَبلوج و قندِ خاص وزفت
تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس بر عطّار طرّار[3] دو دل
اس منافق چالاک عطار کے پاس

موضعِ سنگِ ترازو بُود گِل
باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عطّار اے جواں اَبلوجِ من
عطار نے کہا اے جوان! میری شکر

ہست نیکو بے تکلّف بے سخن
بلا مبالغہ لاکلام عمدہ ہے

لیک گِل سنگِ ترازوئے منست
لیکن میری ترازو باٹ مٹی کے ہیں

گر تُرا میلِ شکر بخریدن مست
اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مُہِمّے قند جُو
اس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں

سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گُو
ترازو کے باٹ جو بھی ہو

[1] آں نظر۔ اس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چنانچہ۔ جب لالچی نظر پرندکو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرندکو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اس سے غافل نہیں ہے وہ اس کو پھانس لے گا۔

[2] قصہ۔ پرندجس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دکاندار کی غفلت سے فائدہ اٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گِل سرشوی۔ وہ مٹی جسے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گِل خوار وہ مٹی کھانے والا۔ اَبلوج۔ سفید شکر

[3] طرّار۔ زبان دراز جیب تراش، ٹھگ۔ دو دل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت۔ عطار نے کہا ترازو کے بٹے پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ دو منہ۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے سنوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

گفت با خود پیش آنکہ گل اخورست
پھر اس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانے والے کے آگے

سنگ چہ بود گل ز شکّر بہترست
پتھر کیا ہوتا ہے مٹی شکر سے بھی بہتر ہے

ہمچو آں دلالہ کو گفت اے پسر
اس دلالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!

نو عروسے یافتم بس خوب فر
میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈ لی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات یہ بھی ہے

کاں ستیرہ دخترِ حلوا گرست
کہ وہ پردہ نشین، حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر آنچنیں خود گر بود
اس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے

دخترِ او چرب و شیریں تر بود
اس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہو گی

گر نداری سنگ و سنگت از گل ست
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے وہ تیرا باٹ مٹی کا ہے

ایں بہ و بہ گل مرا میوہ دل ست
یہ بہتر اور خوب مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفّہ ۲ ترازو ز اعتداد
ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ

او بجائے سنگ آں گل را نہاد
اس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفّہ دیگر بدست
پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے

ہم بقدرِ آں شکر را می شکست
اس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشہ او دیر ماند
چونکہ اس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا

مشتری را منتظر آنجا نشاند
اس نے خریدار کو اس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رویش آں سو بود گل خور ناشگفت
اس کا رخ اس طرف تھا بے صبر مٹی خور نے

گل ازو پوشیدہ دز دیدن گرفت
اس سے چھپا کر مٹی چرانی شروع کر دی

ترس ۳ ترساں کہ نیاید ناگہاں
ڈرتے ڈرتے کہ وہ اچانک نہ آ جائے

چشمِ او بر من فتد از امتحاں
اور اس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

دید عطّار آن و خود مشغول کرد
عطار نے اس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر دیا

کہ فزوں تر دز دہیں اے روی زرد
کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرا لے

گر بدزدی از گل من می بری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے

رو کہ ہم از پہلوی خود می خوری
جا کہ تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے

من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

۱ گل۔ مٹی کھانے والے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہمچو۔ عطار کا بتوں کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اس نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے۔ میوہ۔ مٹی کھانے والے کے لئے مٹی دل پسند چیز ہے۔

۲ کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد تیاری کرنا۔ بقدرِ آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہو گی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رویش۔ یعنی دکاندار کا رخ۔

۳ ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دکاندار سے ڈرتا ہوا۔ مٹی چرا رہا تھا۔ دید۔ دکان دار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کر دیا تا کہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرا لے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کر رہا ہے اس کو شکر کم ملے گی۔

گرچہ[1] مشغولم چناں احمق نیم
اگرچہ میں مصروف ہوں' ایسا بیوقوف نہیں ہوں

کہ شکر افزوں کشی تو از پیم
کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر راز آز مود
جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا

پس بدانی احمق و غافل کہ بود
تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مُرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند
پرند اس دانہ سے نظر کو خوش کر رہا ہے

دانہ ہم از دور را ہش می زند
دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

گرزنی چشم کظے می بری
اگرچہ تو آنکھ کے گلے سے مزا اٹھا رہا ہے

نے کباب از پہلوی خود میخوری
کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں[2] نظر از دور چوں تیرست وسم
یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے

عشقت افزوں می شود صبر تو کم
تیرا عشق بڑھتا ہے' صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مُرغانِ ضعیف
دنیا کا مال کمزور پرندوں کا جال ہے

مُلکِ عُقبیٰ دامِ مُرغانِ شریف
آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تابدیں مُلکے کہ او دامے ست ژرف
یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے

در شکار آیند مُرغانِ شگرف
عجیب پرند شکاری میں آتے ہیں

من[3] سلیمانم می نخواہم مُلکِ تاں
میں سلیمان' تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں

بلکہ من برہانم از ہر ہُلک تاں
بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ مُلک
کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو

مالک المُلک آنکہ او بجہد ز ہُلک
ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باز گونہ اے اسیرِ ایں جہاں
اے اس دنیا کے قیدی! الٹا

نام خود کردی امیرِ ایں جہاں
تو نے اپنا نام شاہ جہاں رکھدیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوسِ جاں
اے تو اس جہان کا غلام جان کا قیدی ہے

چند گوئی خویش را خواجہ جہاں
تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہے گا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عذر قبول ناکردنِ ہدیہ و شرح کردن بایشاں
حضرت سلیمانؑ کا ان قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور ان کے دل سے تکلیف اور وحشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اس کی ان سے تشریح کرنا

[1] گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پت چلے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مُرغ۔ پرندوانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔ نامی۔ گلا۔ چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لئے اس مصرع میں آنکھ کے لئے گلے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر۔ لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

[2] ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیر ستم ہے اور وہ بھی زہریلا حدیث ہے۔ اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِیْس۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ مالِ دُنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مُرغانِ شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

[3] من سلیمانؑ۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہُلک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیادار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے' شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باز گونہ۔ دنیادار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اے رسولاں می فرستم تاں ارسول
اے قاصدو! میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں

ردِّ من بہتر شمارا از قبول
میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی

باز گویید از بیابانِ ذہب
سونے کے جنگل کی بات کہو

کہ چل منزل بروی زر بدید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے

وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید
اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تابداند کہ بزر طامع نہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں

مازر از زر آفریں آوردہ ایم
ہم سونا پیدا کرنے والے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی

سر بسر زر گردد دُرِّ ثمیں
پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق[۲] برائے آں کند اے زرگزیں
اے سونا کو پسند کرنے والے اللہ تعالیٰ اسی لئے کردے گا

روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی

فارغیم از زر کہ مائس پُر فنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیوں کہ ہم ماہر فن ہیں

خاکیاں را سر بسر زریں کنیم
ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے گدیہ زر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟

ما شمارا کیمیا گری کنیم
ہم تمہیں کیمیا گر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر ملک سباست
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو

کہ برونِ آب و گل بس ملکہاست
کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ[۳] بندست آنکہ تختش خواندۂ
جس کو تو نے تخت کہا ہے اور وہ کاٹھ ہے

صدر پنداری و بر در ماندۂ
تو نے صدر مقام سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریش خود
تیری اپنی "داڑھی" پر بھی حکومت نہیں ہے

پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
ہر اچھے اور برے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟

بے مرادِ تو شود ریشت سفید
تیری رضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے

شرم دار از ریش خود اے کژ امید
اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالکُ المُلک ست ہر کش سر نہد
جو اس خدا کے سامنے سر رکھدے وہ بادشاہ ہے

بے جہانِ خاک صد مُلکش دہد
خدا کی دنیا کے علاوہ اس کو سینکڑوں سلطنتیں عطا کردیتا ہے

---

۱ تاں رسول۔ یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بن کر جاؤ۔ ردِّ من۔ یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے۔ پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جا کر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوئی تھی۔ تابداند۔ تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اس کی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

۲ حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کردی جائے گی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادے گے کہ ان کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسان کو ایمان عطا کر کے زریں بنا دیتے ہیں۔ کیمیا گر۔ مومن مخلص بن جاؤ گے تو کیمیا گر بن جاؤ گے شعر

کیمیا و سیمیا و ریمیا
کس نداند جز بذاتِ اولیا

ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیر باد کہدو۔

۳ تختہ بند۔ قید خانہ لکڑی کا وہ کندا جس میں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر۔ جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ ریش۔ ترا حکم تو خود تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے وہ تیری منشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک۔ اصل بادشاہت اس کی ہے جو اللہ کے دربار میں سر نیاز جھکا دے وہ اس کو اس دنیا کی حکومت کے علاوہ اور حکومتیں عطا فرمادیتا ہے۔

لیک ۱ ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا — خوشتر آید از دو صد دولت ترا
لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق — تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہو گا

پس بنالی کہ نخواہم مُلکہا — مُلکِ آں سجدہ مسلّم کُن مرا
پھر تو رونے لگا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں — اس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرما دے

باد شاہانِ جہاں از بدرگی — بُو نبُردند از شرابِ بندگی
دنیا کے بادشاہوں نے بدطینتی کی وجہ سے — بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہم وار سَر گردان و دَنگ — مُلک را برہم زدندے بے درنگ
ورنہ حضرت ابراہیم کی طرح حیران اور پریشان ہو کر — فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثُبات ایں جہاں — مُہر شاں بنہاد برچشم و دہاں
لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جہان کے بقا کے لئے — ان کی آنکھ اور منہ پر مہر لگا دی ہے

تا شوَد شیریں برایشاں تخت و تاج — کہ ستانیم از جہاں داراں خراج
تاکہ ان کے لئے تخت و تاج شیریں بن جائے — کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زَر چو ریگ — آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کرے گا — بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہ ۲ جانت نگردد مُلک و زَر — زَر بدہ سُرمہ ستاں بہرِ نظر
سلطنت اور سونا تیری روح کا ساتھی نہ بنے گا — سونا دیدے' نگاہ کے لئے سرمہ لے لے

تا بہ بینی کایں جہاں چاہیست تنگ — یُوسفانہ آں رسن آری بچنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنویں ہے — یوسف وار وہ رسی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید ۳ چوں ز چاہ آئی بہ بام — جان کہ یَبشُرای لِیٰ ھٰذَا غُلام
تاکہ جب تو کنویں سے بالاخانہ پر آئے کہے — روح' میرے لئے بشارت ہے' یہ لڑکا ہے

ہست درچہ اِنعکاساتِ نظر — کمترین آنکہ نماید سنگ زَر
کنویں میں نظر کے عکس ہیں — سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را از اختلال — می نماید آں خزفہا زَر و مال
خلل دماغی سے کھیل کود کے وقت بچوں کو — وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

۱ لیک' لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہو جائے گا تو سلطنتوں سے بیزار ہو جائے گا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔ بادشاہاں۔ دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائے تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات مار دیں لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے ان کو اس لذت سے محروم کر دیا ہے اور وہ ممکن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں۔ خراج۔ ٹیکس۔ مردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔

۲ ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کر جاتی ہے۔ سرمہ۔ وہ سرمہ حاصل کر لے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسفؑ رسی کے ذریعے کنویں سے باہر آئے تھے تو بھی عبادت کی رسی کے ذریعہ سے دنیا کے اس کنویں سے باہر نکل آ۔

۳ تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسفؑ کنویں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والے نے چیخ اٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنویں میں سے نکل آنے پر خوش خبری دے گی۔

۴ چہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھاوتی ہے۔ وقت بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کر لیتے ہیں۔

عاز فانش[1] کیمیا گر گشتہ اند — تا کہ شُد کانہا بر ایشاں تؤند
اس خدا کو پہچان جانے والے کیمیا گر بن گئے ہیں — حتی کہ ان کے لئے کانیں حقیر ہو گئی ہیں

دیدنِ درویشے جماعتِ مشائخ را در خواب و درخواست کردنِ روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت می مانم وارشاد کردنِ ایشاں اورا بمیوہائے تلخ و ترشِ کوہی و بروے شیریں شدنِ آں میوہا بدلالتِ آں مشائخ

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے بغیر کمائی کی مشغولیت کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور ان کی اس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور ان بزرگوں کی رہنمائی سے اس کے لئے ان پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سَمَر — خضریاں را من بدیدم خواب در
ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبُود آں وبال
میں نے ان سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مَر مرا[2] سُوئے کہستاں را ندند — میوہازاں بیشہ می افشاندند
وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اس جنگل سے انہوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہمتہائے ما
کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیئے ہیں — تیرے منہ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک وحلال و بے حسیب — بے صُداع ونقلِ بالا و نشیب
ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرازاں رزق نطقے رُو نمود — ذوقِ گفتِ من خردہا می رَبُود
پھر اس رزق سے مجھ میں ایسی قوت گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[3] ایں فتناست اے ربِ جہل — بخشے وہ از ہمہ خلقاں نہاں
میں نے کہا، اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شُد سخن از من دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم
میری قوت گویائی جاتی رہی میں نے مطمئن دل پالیا — ذوق لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیا گر ہیں ان کی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند
دیدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور ان کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ سمر۔ قصہ۔ خضریاں۔ وہ ابدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے ان ابدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وہاں ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

[2] مَر مرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لے گئے اور انہوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کیکے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صداع۔ درد سر یس۔ ان پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شُد سخن۔ یعنی وہ لطف کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبہ مسرت پیدا ہو گیا۔

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت[1]
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہو گی

غیرِ ایں شادی کہ دارم در سرشت
اس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں گھٹی ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دگر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہو گی

زیں نپردازم بجوز و نیشکر
اس کو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کی طرف توجہ نہ کروں گا

ماندہ بُود از کسب یک دو حبہ اَم
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی

دوخت در آستینِ جُبہ اَم
جس کو میں نے جبہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردنِ اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کشِ دہم چوں من
اس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی

روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ در نجیدنِ آں ولی
کرامات سے حلال روزی پائی ہے اور اس لکڑہارے ولی کا اس

ہیزم کشِ از ضمیر و نیّت اُو
کے دل کی بات اور نیت سے نجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم[2] می کشید
ایک مرد درویش لکڑیاں لا رہا تھا

خستہ و ماندہ ز بیشہ در رسید
تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من زر دزی فارغم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں

زیں سپس از بہرِ رزقم نیست غم
اس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوۂ مکروہ بر من خوش شدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہو گئے ہیں

رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
خاص رزق جسم کو حاصل ہو گیا ہے

چونکہ من فارغ شُدستم از گلو
چونکہ میں حلق کے معاملہ سے فارغ ہو گیا ہوں

حبہ چندست ایں بدہم بدُو
چند رتیاں ہیں یہ میں اس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش
اس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں

تا دو سہ روزک شود از قوت خوش
تاکہ دو تین دن کے لئے وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے

خود ضمیرم را ہمی دانست اُو
اس نے خود میرے دل کی بات جان لی

زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ ہُو
کیونکہ اس کی شمع میں اللہ تعالیٰ کی شمع کا نور تھا

بُود[3] پیشش سِرِّ ہر اندیشہ
اس کے لئے ہر خیال کا راز

چوں چراغے در درونِ شیشہ
آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

[1] در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اس قدر پر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ دو آستین۔ جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ۔ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گزارہ کر لیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزق خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک۔ چونکہ اب مجھے اپنے خلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبہ۔ ایک رتی کا وزن تکلیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اس عطیہ سے اپنا کام چلا لے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ زانکہ۔ اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ بود۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اس پر اس طرح ظاہر ہو جاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آ جاتا ہے۔

پیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر
دل کی کوئی بات اس سے نہ چھپتی تھی

بُود بر مضمونِ دِلہا اُو خبیر
وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پس ہمی منکید[1] باخود زیر لب
تو وہ خود بخود آہستہ بڑ بڑایا

در جواب فکر تم آں بُوالعجب
وہ عجب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چُتیں اندیشی از بہرِ مُلوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے

کَیْفَ تَلْقَی الرِّزْقَ اِنْ لَّمْ یَرْزُقُوک
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے

من نمی کردم سخن را نہم لیک
میں نے بات اچھی طرح نہ سمجھا

بر دِلم میز و عتابش نیک نیک
لیکن اس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

سُوئے[2] من آمد بہیبت ہمچو شیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا

تنگِ ہیزُم را نہاد از پشتِ زیر
ایندھن کا گٹھر کمر سے نیچے رکھ دیا

پر توِ حالے کہ اُو ہیزم نہاد
اس حالت کے اثر سے کہ اس نے ایندھن کا گٹھر رکھا

لرزہ بَر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہو گیا

گفت یارب گر تُرا خاصاں حَی اند
اس نے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں

کہ مبارک دعوت و فَرُّخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لُطفِ تو خواہم کہ مینا گر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیا گر بن جائے

ایں زماں ایں تنگ ہیزم زَر شود
اسی وقت یہ ایندھن کا گٹھر سونا بن جائے

در[3] زماں دیدم کہ زر شُد ہیزُمش
میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہو گیا

ہمچو آتش بَر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دَراں بیخود شُدم تا دیر گہ
میں اس اثناء میں دیر تو بیہوش رہا

چونکہ با خویش آمدم من از وَلَہ
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار
اس کے بعد اس نے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ

بَس غیورند و گریزاں ز اشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں راندِ ہیزم ساز زُود
اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھر بنا دے

بے توقف ہم براں حالے کہ بُود
بلا تاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

دَر زماں ہیزُم شُد آں اغصانِ زر
اسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھر بن گئیں

مَست شد در کارِ اُو عقل و نظر
اس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہو گئی

[1] منکید۔ وہ بڑ بڑایا۔ بوالعجب۔ چونکہ اس سے کرامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ مُلوک۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام ابدال کے سپرد ہوتا ہے۔ من۔ میں ان کی بات تو نہ سمجھا لیکن ان کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ ہفت عضو۔ ہفت اندام۔ دونوں ہاتھ دونوں پاؤں۔ سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربان بارگہا زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] در زماں۔ اس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہو گئیں۔ وَلہ۔ حیران۔ بعد ازاں لکڑیاں کا سونا بن جانے کے بعد اس نے دعا شروع کر دی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بن جائے گی لہٰذا تو ان لکڑیوں کو اصل حالت پر کر دے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہو گئیں۔ در زماں۔ اس کی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آ گئیں۔ غصان۔ غصن کی جمع۔ شاخ۔

بَعد ازاں[1] ایرداشت ہیزُم را درفت
اس کے بعد اس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چلدیا

سُوئے شہر از پیشِ من اُو تیز و تفت
شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا درپے آں شہ رَوم
میں نے چہا کہ اس شاہ کے پیچھے جاؤں

پُرسم ازوَئے مشکلات و بشنوم
اس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بَستہ کرد آں ہیبتِ اُو مَرمرا
اس کی اس ہیبت نے مجھے باندھ دیا

پیشِ خاصاں رہ نباشد عامہ را
عوام کے لئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

وَر کسے را رہ شود گو سَر فشاں
اور اگر کسی کے لئے راستہ ہو کہہ وہ سر قربان کرے

کاں بُوَد از رحمت واز جذب شاں
کیونکہ وہ ان کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

بس غنیمت دار آں توفیق را
اس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ

چوں بیابی صحبتِ صِدّیق را
جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کر لے

نے چوآں ابلہ کہ یابد قُربِ شاہ
نہ کہ اس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو

سہل و آساں درفتد آں دَم زراہ
اسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے ہٹ جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر
جب وہ اس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں

پس[2] بگوید رانِ گاؤست ایں مگر
تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از رانِ گاؤ اے مُفتری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے

رانِ گاوت می نماید از خَری
تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہان ست ایں بے رشوتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے

بخششِ محض ست ایں از رحمتے
یہ شفقت سے خالص بخشش

تحریص[3] کردنِ سلیمانؑ رسولاں را بر تعجیل کردن
حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ دَر نبرد
جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں

جذبِ خیل و لشکر و بلقیس کرد
بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیایید اے عزیزاں زود زود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آ جاؤ

کہ برآمد موجہا از بحرِ جُود
کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہو گئیں تو وہ ان کو لے کر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ میں اس قدر مرغوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اٹھے جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہے تو یہ ان بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اس پر قربان ہو جانا چاہیے۔ صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ نے۔ نہ ہونا چاہیے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کر لے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجہ کے دنبوں کی قربانی کی اور فقراء میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اس نے دنبہ کی ران اس قدر قریب کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اس نے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی۔ نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دنبہ کی تھی یعنی اس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیے اور اس کی ناقدری نہ کرنی چاہیے۔ خری۔ گدھا پن۔

[3] تحریص۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت ان کی کشش سے حاصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اس کی قوم کا حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا یہ حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب۔ کشش۔ کہ برآمد۔ اس وقت رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں ہے جلد آ کر فیضیاب ہو جاؤ۔

سُوئے ساحل می فشاند بے خطر — جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے — ہر وقت اس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

اَلصَّلا گفتیم اَے اہلِ رشاد — کایں زماں رِضواں دَرِ جنت کشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی — کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید — سُوئے بلقیس و بدیں دیں بگروید
پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ — بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہو جاؤ

پس ۲ بگوئیدش بیا اینجا تمام — زود کَانَّ اللّٰہُ یَدعُوا بالسَّلام
پھر اس سے کہو مکمل طور پر یہاں آ جائے — جلد، کیونکہ اللہ تعالیٰ سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب — کہ فتوحست ایں زماں وفتحِ باب
ہاں اے دولت کے طالب جلد آ جا — کیونکہ اس وقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نہ تو ہم بیا — تا طلب یابی ازاں یارِ وفا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آ جا — تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کر لے

مُلک برہم زن تو ادہمؒ وار زود — تا بیابی ہمچو اُو مُلک خُلود
تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیر باد کہہ دے — تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و تَرک کردنِ مُلک خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خُفتہ بُود آں شہ شبانہ بَر سریر ۳ — حارساں بربام اندر دار وگیر
وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے — محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آنہم نبود — کہ کند زاں دفعِ دُزداں و رُنود
شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا — کہ ان کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

اُو ہمی دانست کاں کو عادلست — فارغ ست از واقعہ ایمن دل ست
وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے — حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کامہا — نے بشب چوبک زناں بربامہا
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے — نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب — ہمچو مُشتاقاں خیالِ آں خطاب
لیکن رباب کی آواز سے ان کا مقصد وہ تھا — جو اس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے

۱ سُوئے ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آ کر ان کو حاصل کر لو۔ الصلا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوت عام ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔ دیں بگروید۔ یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کر لو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

۲ پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جا کر کہو کہ سب یہاں آ جائیں اور سلامتی اختیار کر لیں۔ دولت۔ یعنی آخرت۔ فتوح۔ غیبی انعامات۔ فتح باب۔ یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جواب طالب بھی نہیں وہ بھی آ جائے یہاں آ کر طالب صادق پیدا ہو جائے گی۔ ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔

۳ سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دار و گیر۔ یعنی فراش۔ رنود۔ رند کی جمع ہے، مفسد، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کامہا۔ یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ بچو۔ صوفیاء کو رباب کی آواز اس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدم سے لیا گیا تھا جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔

نالہ [1] سرناد تہدید دُہل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک

چیز کے ماند بداں ناقورِ کل
اس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اندایں لحنہا
حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ

از دُوارِ چرخ بگرفتیم ما
ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز جس کو لوگ

می سَرایندش بطنبور و بحلق
طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مُومناں گویند کا ثارِ بہشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے

نغز گردانید ہر آوازِ زِشت
ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ماہمہ اَجزائے آدمؑ بودہ ایم
ہم سب حضرت آدمؑ کے اجزا تھے

در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

گرچہ [2] بر ماریخت آب و گل شکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے

یادِ ماں آید از آنہا اَندکے
ان سے ہمیں ان کی کچھ یاد آ جاتی ہے

لیک چوں آمیخت باخاکِ کُرب
لیکن چونکہ وہ نغمے مصیبتوں کی مٹی میں مل گئے ہیں

کے دہد ایں زیر و ایں بم آنطرَب
تو یہ نیچے اونچے سر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟

آں چوں آمیخت بابول و گمیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا

گشت زامیرش مزاجش تلخ و تیز
ملاوٹ سے اس کا مزاج تلخ و تیز ہو گیا

چیز [3] کے از آب ہستش در جَسد
اس کے وجود میں کچھ پانی ہے

بول ازاں رُو آتشے را می کُشد
پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شُد آب ایں طبعَش بماند
پانی اگرچہ ناپاک ہو گیا اس کا مزاج باقی رہ گیا

کاتشِ غم را بطبعِ خود نشاند
کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع
سماع عاشقوں کی غذا بن گئی

کہ در و باشد خیالِ اجتماع
کیونکہ اس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

[1] نالہ۔ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سرنا۔ نفیری۔ دہل۔ ڈھول۔ ناقور کل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائے گا۔ حکیماں۔ حکیم فیثا غورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے سات آوازیں سات سیاروں سے چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکماء کے نزدیک آسمانوں کے درمیان ہوا ہے اور اس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مومناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حوران بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ ماہمہ۔ ہم اگرچہ براہ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے ان کو سنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدم وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزاء ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سنے تھے۔

[2] گرچہ۔ اس آب وگل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلا دی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے۔ لیک۔ چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہو رہے ہیں جو آب وگل سے بنا ہے اس لئے اب اس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کرب۔ کربتہ مجمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آب۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو ان کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہو جائے گی۔ گمیز۔ پیشاب۔

[3] چیز کے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا اسی طرح ان لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتش غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ ان نغموں کا سماع چونکہ وصل محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

قُوّتے [1] گیرد خیالاتِ ضمیر — بلکہ صورت گردد از بانگ وصفیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں — بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نوہا گشت تیز — آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے — جس طرح سے اس اخروٹ گرانے والے کی آگ

حکایت [2] آں مردِ تشنہ کہ از سَرِ جوز بُن جوز در آب می ریخت کہ
اس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

درگو بُود و در آب نمی رسید تا بافتادنِ جوز بانگِ آب شنود و
گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تاکہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سن لے

اُو را چوں سماع بانگِ آب در طرب می آورد
اور اس کو پانی کی آواز کا سننا مستی میں لاتا تھا

در نغو لے بُود آب تشنہ راند — در درختِ جوز جوزے می فشاند
پانی گہرے گڑھے میں تھا وہ تشنہ چڑھ گیا — اخروٹ کے درخت پر اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جُوز بن جوز اندر آب — بانگ می آمد ہمی دید اُو حُباب
اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گرتا تھا — آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا — جوزہا خود تشنگی آرد ترا
ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے — خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر [3] — آب در پستی ست از تو دُور تر
اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں — پانی گہرائی میں تجھ سے دور ہے

بیشتر در آب می اُفتد ببیں — می بَرَد آبش تُرا چہ سُود زیں
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں — ان کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اس سے کیا فائدہ؟

تا تواز بالا فرود آئی بزیر — آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر
جب تک تو اوپر سے نیچے اترے گا — اے بہادر! پانی سے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست — تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
اس نے کہا اس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے — غور سے دیکھو، اس ظاہر پر نہ ٹھہر

[1] قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو ان میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیال جسم اختیار کر لیتا ہے آتش عشق۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے۔ جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس ان اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اس کی تفصیل کرتے ہیں۔

[2] حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی یہ اس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ نغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حباب بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اس پیاسے کا مشاغل سمجھا اور اس نے دیکھا کہ اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو بڑھا دے گا۔

[3] ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ می برد۔ پانی ان اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے اس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

قصدِ من آنست کاید بانگِ آب
میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے

ہم بہ بینم بر سرِ آب ایں جناب
میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ را خود شغل چہ بُود در جہاں
دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے؟

گردِ پائے حوض گشتن جاداواں
ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جُوی و گردِ آب و بانگِ آب
نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد

ہمچو حاجی طائف کعبہ صواب
اس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنے والا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی
اسی طرح اس مثنوی سے میرا مقصود

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے

مثنوی ۲ اندر اُصول و ابتدا
مثنوی بنیادوں اور ابتداء میں

جُملہ بہرِ تست و بر تُست انتہا
سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی اس کی انتہا ہے

اِلتجا بر تُست و بر اِمدادِ تو
تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے

تکیہ بر اشفاق و بر اِسعادِ تو
تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اُصول و در فُروع
مثنوی اصول اور فروع میں

میکُند زیرِ لوِی تو رُجوع
تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در اِستواؤ در اُفُول
مثنوی عروج اور غروب میں

جُملہ آنِ تُست و کردستی قبُول
پوری تیری ملکیت میں ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تُست عزّ و مُقبلی
تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیب وری ہے

زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی
کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک وبد
بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں

چوں قبول آرند نبُود ہیچ رَد
جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں ۳ نہالے کاشتی آبش بدہ
جب تو نے پودا لگایا ہے اس کو پانی دے

چوں گشادش دادہ بگشا گرہ
جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظِ اُو رازِ تواست
میرا مقصد اس کے الفاظ سے تیرا راز ہے

قصدم از انشاش آوازِ تواست
میرا مقصد اس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

۱ قصد من۔ اخروٹ توڑ کر اس لئے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سن سکوں اور پانی کے بلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سنے اور یہ اس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں۔ جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حسام الدین تم ہو۔

۲ مثنوی۔ میری اس مثنوی کی ابتداء اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ التجا۔ اس میں تمہاری مدد شامل حال ہے اور مجھے اس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لِواء۔ جھنڈا، استوار۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب۔ ان۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

۳ چوں۔ اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہے اور اس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔

پیشِ[1] من آوازت آوازِ خداست
میرے نزدیک تیری آواز خدا کی آواز ہے

عاشق از معشوق حاشا کے جداست
توبہ توبہ' عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اتصالے بے تکیّف بے قیاس
ناقابلِ بیان عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے

ہست ربُّ الناس را با جانِ ناس
لوگوں کے رب کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نَسناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے' بن مانس نہیں کہا؟

ناس نے انسان شناس نے
انسان خان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس[2] مُردم باشد و گو مردمے
انسان' انسان ہوتا ہے' لیکن انسان کہاں ہے؟

تو سرِّ مردم ندیدستی دمے
تو نے تھوڑی دیر کے لئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مارمیتَ اِذ رَمیتَ خواندہ
تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا تو نے پڑھا ہے

لیک جسمی در تحرّی ماندہ
لیکن تو ایک مجسمہ ہے اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

مُلکِ جسمت را چو بلقیس ای نبی
اے نبی تو اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح

ترک کن بہرِ سلیمانِ نبی
سلیمان نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفت خویش
میں لاحول پڑھتا ہوں لیکن اپنی گفتگو پر نہیں

بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش
بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

گو خیالے می کند در گفتِ من
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے

در دل از وسواس و اِنکارات وظن
دل میں وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

می کنم لاحول یعنی چارہ[3] نیست
میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے

چوں ترا در دل بِصِدّم گفتنی ست
جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفت من گرفتست در گلو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے

من خموش کردم تو آں را خود بگو
میں چپ ہو گیا تو اس کو خود کہہ

در بیان نائی کہ از مقعدش بادے بجست نے را بر زمیں نہاد

اس نے نواز کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر

پر رکھدی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

اس پر ایک قصہ سناتے ہیں کہ نے نواز کا نے بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اس نے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کر دی اور کہا کہ اگر تو اچھا بجانا جانتی ہے تو ہی بجا لے۔

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔ اتصالے اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔

[2] ناس۔ بہت سے انسان بشکل انسان ہیں لیکن ان میں انسانیت نہیں ہے۔ مارمیتَ۔ جنگ بدر میں آنحضور نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآن پاک نے اس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہے۔ لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبہ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ ملک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمان کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں آکر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آ گیا فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ ان لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور اس کے متعلق بد گمانیاں ہیں۔

[3] چارہ نیست۔ جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔ چونکہ۔ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اترتی ہے تو پھر اس جیسی مثنوی کہہ دو

آں یکے نائی[1] کہ خوش نے میزدست
ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا

ناگہاں از مقعدش بادے بجست
اچانک اس کی مقعد سے گھر خارج ہو گیا

نائے را بر گون نہاد اُو کہ زمن
اس نے بانسری مقعد پر رکھ دی کہ مجھ سے

گر تو بہتر می زنی بستاں بزن
اگر تو بہتر بجائی ہے لے لے اور بجا

در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبے و طریقِ رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب
اے مسلمان! راہ طلب میں خود ادب

نیست اِلّا تحمل از ہر بے ادب
نہیں ہے ہر بے ادب کو برداشت کرنے کے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کند
تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے

کاں فلاں کس را ست طبع و خُوئے بد
کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بری ہے

ایں شکایت گوید آں کہ بدخویست
یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بدعادت ہے

کہ مر آں بدخوی را اُو بدگویست
کیونکہ وہ اس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بُود کو در خمول[2]
کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشہ تنہائی میں

باشد از بدخوئی و بد طبعاں حمول
بدعادت اور بدطبیعت والوں کی برداشت کرنے والا ہے

لیک در شیخ آں گلہ زامرِ خداست
لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے

نے پے خشم و مُمارات و ہَواست
نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہش نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ست اصلاحِ جلی
یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے

چوں شکایت کردنِ پیغمبراں
جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[3] انبیاء از امر داں
نبیوں کی عدم برداشت حکم سے سمجھ

ورنہ حمال ست بدرا حلم شاں
ورنہ ان کی بردباری برے کو برداشت کرنے والی ہے

طبع را گشتند در حملِ بدی
انہوں نے برائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو ماؤف کیا ہے

ناحمولی گر بُود ہست ایزدی
اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیمانؑ درمیانِ زاغ و باز
اے سلیمان! کوے اور باز میں

حلمِ حق شو با ہمہ مُرغاں بساز
اللہ تعالیٰ کا حلم بن جا تمام پرندوں سے نبھا

بلبلِ بسیار گورا پر مکن
بہت بولنے والی بلبل کے پر نہ نوچ

باز را و کبک را بر ہم مزن
باز اور چکور کو نہ نوچ

---

[1] نائی۔ بانسری بجانے والا۔ باد۔ یعنی گوز۔ گون۔ مبرز۔ تحمل۔ برداشت۔ مدارات۔ خاطر تواضع۔ اے مسلمان۔ چونکہ مثنوی کے معترضین نے راہ بے ادبی اختیار کی اس پر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب۔ یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے۔ ہر کرا۔ جس کو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی برائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بدعادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ خوشخو۔ اچھی عادت تو اس شخص کی ہے جو بروں کو برداشت کر لے

[2] خمول۔ گمنامی۔ حمول۔ برداشت کرنے والا۔ لیک۔ شیخ بھی مرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کے بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مرید کی اصلاح کے لئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

[3] ناحمولی۔ انبیاء کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ طبع را۔ وہ تو نفس امارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا ان کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکم ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیمان۔ یعنی شیخ۔ حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اس لئے اس مناسبت سے اچھے اور برے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز۔ یعنی اچھے اور برے انسان۔ بلبل۔ پر گو انسان کو بھی معاف کر۔

اے دو صد[1] بلقیس حلمت راز بوں
اے وہ کہ دو سو بلقیس تیری بردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں

کَلْهُدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتی ہے

تہدید فرستادن سلیمانؑ پیش بلقیس کہ اصرارِ میندیش بر شرک و
حضرت سلیمان کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان
تاخیر مکن در ہجرت بہرِ ایمان
لانے کے لئے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیاد بلقیس ورنہ بد شود
خبردار! بلقیس آ جا ورنہ برا ہو گا

لشکرت خصمت شود مُرتد شود
تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائے گا' باغی ہو جائے گا

پردہ دارِ تو درت را بر کند
تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اکھاڑ دے گا

جانِ تو با تو بجاں خصمی کند
تیری جان' جان (دل) سے تجھ سے دشمنی کرے گی

جملہ ذرّاتِ زمین و آسمان
زمین اور آسمان کے سارے ذرے

لشکر حق اندگاہِ امتحاں
آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں

باد[2] را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد
تو نے ہوا کو دیکھا اس نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟

آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد
تو نے پانی کو دیکھا اس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فعون زد آں بحرِ کیں
جو اس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا

وانچہ با قاروں نمود ست ایں زمیں
اور وہ اس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد
اور وہ جو ابابیل نے اس ہاتھی کے ساتھ کیا

وانچہ پشہ کلمۂ نمرود خورد
اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤد ے بدست
اور وہ کہ حضرت داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا

گشت سیہ صد پارہ و لشکر شکست
تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگ[3] می بارید بر اعدائے لوطؑ
حضرت لوط کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے

تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوط
حتی کہ انہوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگوئیم از جماداتِ جہاں
اگر میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں

عاقلانہ یاریِ پیغمبراں
سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

[1] دو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔

[2] باد۔ جس وقت جنگ احد میں آنحضور کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپ نے یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آ کر مسلمان ہو جاو ورنہ خرابی پیدا ہو جائے گی۔ لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائے گا۔ مرتد۔ یعنی اطاعت سے پھر جائے گا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالے گا۔ جان تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائے گی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

[2] باد۔ قرآن میں ہے۔ فَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ۔ قوم عاد آندھی سے ہلاک کر دی گئی۔ آب۔ قرآن میں ہے۔ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ۔ بس ان کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ۔ ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ ہابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کا کھایا ہوا۔ داؤد حضرت داؤدؑ نے تین پتھر دشمنوں کی طرف پھینکے تو ان کے صد ہا ٹکڑے ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

[3] سنگ۔ قوم لوط سنگسار کے لئے قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ۔ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔ ما بگوئیم۔ اگر تشریح کی جائے کہ جمادات کے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہے تو مثنوی کی ضخامت چالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہو جائے گی۔

مثنوی چنداں شود کہ چل شُتر — گر کشد عاجز شود از بار پُر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ — اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آ جائیں گے

دَست [1] بر کافر گواہی می دہد — لشکرِ حق می شود سَرمی نہد
ہاتھ کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے — اللہ کا لشکر بن جاتا ہے اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِّ حق در فعل و درس — درمیانِ لشکرِ اُوئی بترس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے — تو اس کے لشکر کے درمیان ہے خوف کھا

جُزو [2] جُزوت لشکرِ حق در وفاق — مر ترا اکنوں مطیع انداز نفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے — اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را گو را فشار — دردِ چشم از تو برآرد صد دِمار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اس کو تنگ کر — آنکھ کا درد تیری سو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

ور بدنداں گوید اُو بنما و بال — پس بہ بینی توز دنداں گوشمال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ — تو تو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کُن طب را بخواں بابُ العلل — تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے — تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے ویست — دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے — جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کُن لشکرِ دیو و پری — کز میانِ جاں کُنندم صَفدری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے — کیونکہ جان کے اندر سے میری جانب سے صف شکنی کر رہے ہیں

مُلک [3] را بگذار بلقیس از نخست — چوں مرا یابی ہمہ مُلک آنِ تُست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے — جب تو مجھے حاصل کر لے گی سب ملک تیری ملکیت ہیں

خود بَدانی چوں برمن آمدی — کہ تو بے من نقشِ گرما بہ بُدی
جب تو میرے پاس آ جائے گی خود جان لے گی — کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقش سلطاں یا غنی ست — صورتست از جانِ خود بے چاشنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی — تصویر ہے اپنی جان سے بے لذت ہے

زینت اُواز بَرائے دیگراں — باز کردہ بیہُدہ چشم و دہاں
اس کی رونق دوسروں کے لئے ہے — خواہ مخواہ اس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

[1] دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۔ انہوں کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو انہوں نے کئے۔ اے نمودہ۔ اللہ تعالیٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیے وہ اس کی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس۔ یعنی قول۔

[2] جُزو۔ انسان کا ہر ہر جز و اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔ دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ باب العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے بدن میں کس قدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمن۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑ و خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[3] مُلک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آ جا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقش گرما۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی۔ بہر حال بے جان چیز ہے۔

اے ا تو در پیکار خودرا باختہ — دیگراں راتوز خود نشناختہ
خبردار تو نے اپنے آپ کو جنگ وجدل میں مصروف کر رکھا ہے — تو نے دوسروں کو اپنے آپ سے جدا کر کے نہیں پہچانا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی — کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی
تو جس صورت میں ہوتا ہے جم جاتا ہے — کہ میں یہ ہوں' خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی توز خلق — در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
اگر تو وہ مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے — غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی — کہ خوش و زیبا و سرمستِ خودی
تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ مظہر وحدت ہے — جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے

مرغِ ۲ خویشی صید خویشی دام خویش — صدرِ خویشی فرشِ خویشی بام خویش
تو اپنا پرندہ ہے تو اپنا شکار ہے تو اپنا جال ہے — تو اپنا صدر ہے تو اپنا فرش ہے تو اپنا بالاخانہ ہے

جوہر آں باشد کہ قائم باخودست — واں عَرَض باشد کہ فرعِ اُوشدست
جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو — جو اس کی فرع ہے وہ عرض ہوتا ہے

گرتو آدمؑ زادۂ چوں اُو نشیں — جملۂ ذرّات را در خود ببیں
اگر تو آدم کی اولاد ہے اس کی طرح بیٹھ — تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ

چیست ۲ اندر خم کہ اندر نہر نیست — چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست
مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟ — گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

۴ اینجہاں خم ست ودل چوں جُوئ آب — ۴ اینجہاں حجرہ است ودل شہر عُجاب
یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے — یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردنِ سلیمانؑ بلقیس را کہ خلصاً لِاَمرِ اللہ ست جہد در
حضرت سلیمانؑ کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصتاً اللہ کے

ایمانِ تو یکذرّہ غرضے نیست مرانہ در نقش توو نہ در حُسنِ توو نہ در
حکم سے ہے میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش و نگار میں نہ تیری

مُلک تو خود بینی چوں چشمِ جانت باز شود بنور اللہ تعالیٰ کہ بے غرضی ست
سلطنت میں جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ سب بے غرضی سے ہے

۱ اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق سے دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کے لئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اس کو معلوم ہو جائے گا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔ ایں تو۔ یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جداگانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذات باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنے وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

۲ مرغِ خویشی۔ خود کردہ را خود کردہ گر دخود گل کردہ خود برسر آں کردہ خریدار برآمد جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہ ہے وہی میں موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تمام ذرات عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائق الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

۳ چیست۔ اس شعر میں عالم کو خم۔ اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلب انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو کچھ عالم میں ہے وہ قلب انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بوجہ اولیٰ ہے انسان عالم کبیر ہے اور دنیا عالم صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

هیں بیا کہ من رسولم دعوتی [1]
خبردار! آ جا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں

چوں اجل شہوت کشم نے شہوتی
موت کی طرح میں شہوت کو مٹاتا ہوں شہوت والا نہیں ہوں

ور بُود شہوت امیرِ شہوتم
اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں

نے اسیرِ شہوت و رُوی بتم
نہ کہ شہوت اور بت کے چہرے کا قیدی

بُت شکن بُودست اصلِ اصلِ ما
ہماری اصل کی اصل بت شکن تھی

چوں خلیلِ حق و جُملہ انبیا
مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بتکدہ
اگر میں کسی راستہ سے بت خانہ میں جاؤں

بُت سجود آرد بمن در معبدہ
عبادت خانہ میں بت مجھے سجدہ کریں

احمدؐ و بُوجہل در بُتخا خانہ رفت
محمدؐ اور ابوجہل بت خانہ میں گئے

زیں شدن تا آں شدن فرقیست رفت
اس جانے میں اور اس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں در آمد سَر نہند اُورا بُتاں
یہ اندر آئے بتوں نے ان کے سامنے رکھ دیا

آں در آید سَر نہد چوں اُمّتاں
وہ آتا ہے تو امتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں [2] جہانِ شہوتی بُت خانہ ایست
یہ شہوت کی دنیا ایک بت خانہ ہے

انبیا و کافراں رالا نہ ایست
نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بُود
لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے

زَر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بُود
سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قُلب اندو پاکاں ہمچو زر
کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں

اندریں بُوتہ درند ایں دو نفر
دونوں شخص اس بھٹی میں ہیں

قُلب [3] چوں آمد بہ شد در زماں
کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہو گیا

زرد آمد شد زری اُو عیاں
سونا داخل ہوا اس کا سونا پن واضح ہو گیا

دَست و پا انداخت اندر بُوتہ زَر
سونے نے ہاتھ پاؤں کو ٹھلای میں ڈالے

در رُخِ آتش ہمی خندد چو خور
وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ مار و پوش باشد در جہاں
دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے

ماچو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں
ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منکر اے نادان بطیں
اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ

کیں نظر کردہ است اِبلیسِ لعیں
کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔

اجل۔ موت۔ قاطع شہوت ہے۔

نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ در بود۔ رسول میں اگرچہ عورتوں کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا بلکہ شہوب پر غالب رہتا ہے۔ روی تم۔ یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔ بت شکن۔ حضرت خلیل اللہ اور دوسرے نبیوں کا کام بت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بت کدہ میں جاتا ہے تو بت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضور خانہ کعبہ میں گئے تو بت سرنگوں ہوئے گئے ابوجہل جاتا تھا تو خود ان کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اس میں مقیم ہیں۔ لیک۔ شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے ان کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر اور کھرا بن جاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور سوا ہو جاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بن جاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ بوتہ سنار کی گٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم نبیوں کا عادی جسم ان کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو دیکھنا ہے شیطان نے حضرت آدمؑ کے مٹی کے جسم کو دیکھا تو ان کا منکر بن گیا۔

کے[1] تواں اندودِ ایں خورشید را — باکفے گِل تُو بگو آخر مَرا
اس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟ — ایک مٹھی مٹی سے آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک وصد خاکسترش — برسَرِ نور[2] اُو برآید سَرش
اگر تو اس پر مٹی اور سو راکھیں ڈالے — اس کے نور پر وہ نور اس خاک کے اوپر آ جائے گا

کہ کہ باشد کُو بپوشد رُوئے آب — طِین کہ باشد کُو بپوشد آفتاب
تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟ — مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسیا چو اَدہمؒ شاہ وار — دُود ازیں مُلکِ دوسہ روزہ برآر
اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اٹھ کھڑی ہو — اس دو تین روز کی حکومت میں سے دھواں اٹھا دے

باز گو اَحوالِ ابراہیمؒ زُود — تَرکِ مُلکش را بگو مُوجب چہ بُود
ابراہیمؒ کے احوال پھر جلد کہہ — بتا ان کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیہ قصہ سُلطان ابراہیم اَدہم رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ

حضرت شاہ ابراہیم ادہمؒ کے قصہ کا بقیہ خدا ان کی روح کو تازہ کرے

برسَرِ[2] تختے شُنید آں نیک نام — طَقطَقے و ہای و ہُوئی شب ز بام
اس نیک نام نے تخت پر سے سنا — رات کو بالاخانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہائے شُند بر بامِ سَرا — گفت با خود آنچنیں زَہرہ کرا
محل کی چھت پر بھاری قدم — دل میں کہا ایسا پتہ کس کا ہے

بانگ زد بر روزنِ قصر اُو کہ کیست — ایں نباشد آدمی مانا پَریست
انہوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟ — یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

سَر[3] فرو کردند قومے بُو العجب — ماہمی گردیم شب بہرِ طلب
کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے کہا — ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جُوئید؟ گفتند اشتراں — گفت اُشتر بام بر کہ جُست ہاں
ہیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا اونٹ — ان (ابراہیم ادہمؒ) نے کہا کہ اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا ہے

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ — چوں ہمی جوئی ملاقاتِ اِلٰہ
پھر انہوں نے ان سے کہا آپ تخت اور رتبہ میں — اللہ تعالیٰ کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

خود ہُماں بُد دیگر اُورا کس ندید — چوں پَری از آدمی شد ناپدید
یہ واقعہ ہوا پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا — پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

[1] کے تواں۔ انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خدا کی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔ گربریزی۔ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا۔ کہ دریا کہ سطح پر اگر گھاس آجائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسیا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہمؒ کی طرح تو بھی ملک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دود۔ یعنی اس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

[2] برسر۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ رات کے وقت اپنے تخت شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ بام سرا۔ قلعہ کا بالاخانہ۔ زہرہ۔ پتہ' ہمت۔ روزن قصر۔ کھڑکی۔ مانا پریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالاخانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

[3] سرفرو۔ یہ پریشان لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کیا ڈھونڈتے ہو انہوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست۔ یعنی اونٹ کو بالاخانہ پر آج تک کسی نے نہیں تلاش کیا۔ پس۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اس واقعہ کے بعد ان کے حالات بدل گئے اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

معنیش اپنہاں و اُو در پیشِ خلق — خلق کے بینند غیرِ ریش و دلق
ان کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے — لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں ز چشمِ خویش و خلقاں دُور شُد — ہمچو عنقا در جہاں مشہور شُد
جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دور ہو گئے — عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سُوئے قاف — جُملۂ عالم از اولا فندلاف
سیمرغ کی جان جو (کوہ) قاف کی طرف چلی آئی — تمام لوگ لاف شناف اس کی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق — غُلغلے افتاد در بلقیس و خلق
یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی — لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

رُو جہائے مُردہ جُملہ پر زدند — مُردگاں از گورِ تن سر بر زدند
سب مردہ روحیں اڑنے لگیں — مردوں نے جسم کی قبر سے سر ابھارا

یکدِگر را مژدہ می دادند ہاں — نِک ندائے می رسد از آسماں
ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں — یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے

زاں نِداد دینہا ہمی گردند گبز — شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز
اس آواز سے سب دین قوی ہوتے ہیں — دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیماں آں نفس چوں نفخِ صور — مُردگاں را وارہانید از قبُور
حضرت سلیمانؑ کے اس سانس نے صور پھونکنے کی طرح — مردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر تُرا باداَ سعادت بعد ازیں — ایں گذشت وَاللّٰہُ اَعلَم بالیقیں
اس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو — یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیہ ۳ قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السّلام مر
سبا والوں کے قصہ کا بقیہ اور حضرت سلیمان کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آلِ بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مُشکلاتِ دین و دل اُو
ہر ایک کو اس کے اور اس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

وصید کردنِ ہر جنسِ مُرغ ضمیرے بصفیرانِ آں جنسِ مُرغ و طُعمہ اُو
دل کے پرند کی جنس کو اس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

---

۱ معنیش۔ حضرت ابراہیمؑ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ ان کے اوصاف باطنی اور مدارج کو لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ ان کے سامنے تھے اس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں ز چشم۔ اپنی آنکھوں سے اشراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے دور ہو گئے تو عنقا کی طرح ان کی شہرت ہو گئی۔ سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں نگاہوں سے دور ہے لہٰذا اس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نور شرق۔ یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ خلق یعنی بلقیس کی رعایا۔ روحہائے۔ مردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی روح نے سر ابھارا۔

۲ یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ نفس۔ یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ مردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور۔ یعنی دنیا وی زندگی۔ ایں گزشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس کی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہر حال اس قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۳ بقیہ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اس کے مناسب اور اس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اسی قسم کی سیٹی بجا کر ان کو جمع کرتا ہے اور ان کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

قِصّہ گویم از سبا مُشتاق وار
میں مشتاقانہ سبا کا قصہ سناتا ہوں

چوں صبا۱ آمد بسُوئے لالہ زار
جب لالہ زار کی جانب (باد) صبا پہنچی

لاقتِ الاَشباحُ یَوْمَ وَصلِھَا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہو گئے

عَادَتِ الاَوْلادُ صَوْبَ اَصْلِھَا
اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّۃُ العِشقِ خَفِیٌّ فِی الاُمَمْ
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے

مِثلَ جُودٍ حَولَہٗ یَومُ السَّقَمْ
اس سخاوت کی طرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّۃ۲ الاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِھَا
روحوں کی ذلت ان کے جسموں سے ہے

عَزَّۃُ الاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِھَا
جسموں کی عزت ان کی روحوں سے ہے

اَیُّھَا العُشَّاقُ اَلسُّقیَا لَکُمْ
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے

اَنْتُمُ البَاقُونَ وَالبُقیَا لَکُمْ
تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

اَیُّھَا السَّالُونَ قُومُوا وَاعْشَقُوا
اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو

ذَاکَ رِیحُ یُوسُفَ فَاسْتَنْشِقُوا
یہ حضرت یوسفؑ کی خوشبو ہے سونگھ لو

مَنطِقُ الطَّیرِ سلیمانی بیا
اے سلیمانی منطق الطیر آ جا

بانگِ ہر مُرغے کہ می آید سَرا
جو مرغ آئے اس کی بولی بول

چوں بُمر غانت فرستادست حق
جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی جانب بھیجا ہے

لحنِ ہر مُرغے بدادستت سَبق
تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مُرغِ جبری را زیانِ جبر گو
جبری پند کو جبر کا نقصان سمجھا

مُرغِ پر۳ شکستہ را از صبر گو
پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مُرغِ صابر را تو خوش دار و معاف
صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر

مُرغِ عنقا را بخواں اوصافِ قاف
عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مَر کبوتر را حذر فرما زباز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے

باز را از حِلم گوی و احتراز
باز کو بردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند اُو بینوا
اس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے

می کُنش بانور جُفت و آشنا
اس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبکِ جنگی را بیا موزاں تو صُلح
لڑکا چکور کو تو صلح سکھا

مَر خروساں را نُما اَشراطِ صبح
مرغوں کو صبح کی علامات بتا

۱ صبا۔ یعنی دعوت سلیمانی۔ لالہ زار۔ ملک سبا۔ لاقت۔ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ ان سے مل گئے۔ عادت۔ یعنی اجسام روحانیت کے غلبہ سے ارواح بن گئے۔ اُمت۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اس کی سخاوت سے اس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح ان کی نظروں سے اس کی سخاوت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ السقم۔ یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

۲ ذلّۃ۔ جب تک روح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب روح کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔ العشاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ السالون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذک۔ پیغام سلیمانی۔ منطق الطیر۔ حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ۔ یعنی ہر ایک کو ان کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔ مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ ترک عمل کر بیٹھے ہیں ان کو اس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

۳ پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں ان کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ مصیبت سے بچے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقا۔ جو لوگ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں ان کو عالم غیب کی باتیں بتا۔ کبوتر۔ یعنی مظلوم۔ باز۔ یعنی ظالم۔ واں خفاشے۔ جو لوگ نور سے محجوب ہیں ان کو نور عطا کر۔ کبک۔ لڑنے والوں کو صلح پر آمادہ کر۔ خروساں۔ یعنی اہل حق اگر غلط بحثوں میں ہیں ان کو راہ حق کی علامات دکھا دے۔

همچنیں[1] امیر و زہد ہُد تا عُقاب — رَہ نما وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ

اسی طرح چلا چل ہدہد سے عقاب تک — راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدنِ بلقیس از مُلک و مَست شدنِ اُو از شوقِ ایمان و التفات

بلقیس کا ملک سے آزاد ہو جانا اور ایمان کے شوق سے اس کا مست ہو جانا اور

ہمّتِ اُو از ہمہ مُلک منقطع شدن بوقتِ ہجرت لَا از تخت

ہجرت کے وقت تمام ملک سے بجز تخت کے اس کی باطنی توجہ کا منقطع ہو جانا

چوں سلیمانؑ سُوی مُرغانِ سبا — یک صفیرے کرد و بَست آں جُملہ را

جب سلیمانؑ نے سبا کے پرندوں کے لئے — ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جُو مگر مرغے کہ بُد بے جان و پَر — یا چو ماہی گنگ بُود از اصل و کَر

سوائے اس پرندکے جو بے جان اور بے پر تھا — یا جو مچھلی کی طرح پیدائش گونگا اور بہرا تھا

نے[2] غلط گفتم کہ کر گر سَر نہد — پیشِ وحیِ کبریا سَمعش دہد

نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرہ سر رکھ دے — خدا کی وحی کے سامنے اور اس کو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد — بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد

چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا — گزشتہ دنوں پر بھی اس نے افسوس کیا

ترکِ سال و مُلک کرد اُو آنچناں — کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں

اس نے مال اور ملک کو اس طرح چھوڑ دیا — جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں[3] غلامان و کنیزانِ بناز — پیشِ چشمش ہمچو بوسیدہ پیاز

وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں — اس کی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رُود — پیشِ چشم از عشقِ کلخن می نمود

باغات اور قلعے اور نہر کا پانی — عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم — زشت گردد اندر لطیفاں را بچشم

عشق اور غصہ غلبہ کے وقت — عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے برا بنا دیتا ہے

مَر زُمرّد را نماید گندنا — غیرتِ عشق ایں بُود معنیِ لَا

زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے — عشق کی غیرت یہی لا کے معنی ہیں

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوا نیست اے پناہ — کہ نماید مہ ترا دیگ سیاہ

اے پناہ (کے طالب) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ — کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

---

[1] ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر آدمی کی اس کے مناسب حال اصلاح کردے۔ لا از تخت۔ یعنی دعوت سلیمانی پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہو گئی اور اپنے ملک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکال دی البتہ اس کو اپنے تخت شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلق خاطر رہا۔ صفیر۔ یعنی پیغام حق۔ جز۔ یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جن میں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

[2] نے غلط۔ یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ وحی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بدفطرت کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرلے تو خدا اس کی مدد کر دیتا ہے اور اس میں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ ہر زمان رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جس طرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[3] آں غلاماں۔ جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اس کے لئے سڑی ہوئی پیاز بن گئی۔ باغہا۔ یعنی تفریح کے اسباب اس کے لئے باعث تکلیف بن گئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں وہ مردود بن جاتی ہیں۔ معنی لا۔ یعنی جب انسان لا الہ کا قائل ہو جاتا ہے تو اس کے لئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا الہ۔ کلمہ طیبہ کا حقیقی اثر یہی ہے کہ ماسوی اللہ نظروں میں بے وقعت ہو جاتا ہے۔

هیچ[1] مال و هیچ مخزن هیچ رخت — می دریغش نامد الّا جُز که تخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر — بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاه شد — کز دلِ اُو تا دلِ اُو راه بُد
سلیمانؑ اس کے دل کے خیال سے واقف ہو گئے — کیونکہ ان کے دل سے اس کے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود — هم زدوراں سرِّ دوراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سن لے — دور سے دور رہنے والوں کا راز سن لے

آنکه گوید رازِ قَالَتْ نَمْلَةٌ — هم بداند رازِ ایں طاقِ کُہن
جو "چیونٹی نے کہا" کہ راز بتا دے — یہ پرانی محرب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش که آں تسلیم[2] کیش — تلخش آمد فرقت آں تختِ خویش
اس نے دور سے دیکھا لیا کہ اس سلیم اور رضا والی کو — اپنے تخت کی جدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز — که چرا بُودش بتخت آں عشق و ناز
اگر میں اس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا — کہ اس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی

گرچه ایں کلک و قلم خود بیحسے است — نیست جنس کاتب اُو را مُونسے است
اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حس ہے — وہ کاتب کا ہم جنس نہیں ہے اس کے لئے مونس ہے

همچنیں[3] هر آلتِ پیشه وَرے — هست بیجاں مُونس هر جانورے
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار — بے جان ہے اور جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ هر پیشه کارے همچناں — هست بیجاں لیک مُونس شد بُجاں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار — بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے — گر نبُودے چشمِ فهمت را نمے
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی — اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حَدّ می فزود — نقل کردن هیچ نوع امکاں نبُود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی — اس کا منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خُرده کاری بُود تفریقش خطر — هیچو اوصالِ بدن باهمه گر
باریک کام تھا، اس ٹکڑے کرنا خطرناک تھا — جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

---

[1] هیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے پر افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا۔ پس۔ حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قَالَتْ۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔ طاقِ کہن۔ آسمان

[2] تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ۔ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اس کے لئے باعثِ محبت ہوتا ہے۔

[3] همچنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ نمے۔ یعنی آنکھیں دیکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضا تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے کر آتی لیکن چونکہ اس کی لمبائی چوڑائی بہت تھی اس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خردہ کاری۔ اس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اس پر بہت باریک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع۔ جوڑ۔

پس سلیماں گفت گرچہ فی الاخیر
حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں

سَرد خواہد شد برو تاج و سریر
اس کے لئے تاج و تخت بے وقت ہو جائے گا

چوں ز وحدت جاں بروں آرد سرے
جب وحدت سے جان برآمد ہو گی

جسم را با فرِّ او نبود فرے
اس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہے گی

چوں برآید گوہر از قعرِ بحار
جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئے گا

ننگری اندر خس و خاشاک و خار
تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کرے گا

سَر بر آرد آفتاب با شرر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے

دُمِ عقرب را کہ سازد مُستقر
دم عقرب ستارے کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ در نقدِ حال
لیکن با ایں ہمہ اس وقت

جُست باید تخت اُورا انتقال
اس کے تخت کو منتقل کرنا چاہیے

تانگردد خستہ ہنگام لقا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ دل نہ ہو

کودکانہ [۲] حاجتش گردد روا
اس کی بچگانہ خواہش پوری ہو جائے

ہست برما سہل و اُورا بس عزیز
ہمارے لئے آسان اور اس کو بہت پیارا ہے

تا بُود بر خوانِ حُوراں دیو نیز
تاکہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز
پھر وہ تخت اس کی جان کے لئے باعث عبرت بنے

ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز
جیسا کہ ایاز کے لئے گدڑی اور چپل

تابداند درچہ بُودآں مُبتلا
تاکہ اسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی

از کجا ہادر رسید اُو تا کجا
وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک [۳] را و نُطفہ را و مُضغہ را
خاک اور نطفہ کو اور مضغہ کو

پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیت
کہ بدنیت میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟

کہ ازاں آید ہمی خضر یقیت
کہ اس سے تجھے شرم آتی ہے

توبداں عاشق بُدی در دورِ آں
تو اس کے زمانہ میں اس کا عاشق تھا

منکرِ ایں فضل بُودی آں زماں
اس وقت اس فضیلت کا منکر تھا

ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں پہنچادیا اس کی ابتدا ان چیزوں سے ہے جن کے ذکر سے بھی اس کو شرم آتی ہے قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو منی سے بنایا پھر اس کو نطفہ کیا پھر ہمنے نطفہ سے علقہ پھر مضغہ سے مضغہ بنایا پھر ہمنے اس کو ایک نئی صورت عطا کردی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ توبداں۔ انسان زبان حال سے اپنی ابتدائی حالت سے ترقی کرنے کا منکر تھا۔

۱ پس سلیمانؑ۔ جب حضرت سلیمانؑ پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہوگئی تو انہوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائے گی لیکن فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اس کو منگوانا چاہیے۔ چوں ز وحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ چوں۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان اس کے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر برآمد۔ جب سورج طلوع کرآتا ہے تو وہ ستارے جو برج عقرب میں دم عقرب کی طرح جمع ہو جاتے ہیں ان کی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مُستقر۔ ٹھکانا انتقال۔ یعنی اپنے یہاں اس کو منتقل کرالینا چاہیے۔

۲ کودکانہ۔ بلقیس کی تخت سے محبت بچگانہ فعل تھا۔ سہل۔ جن کے ذریعہ اس کو بآسانی منتقل کیا جا سکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تابُود۔ اخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود رہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور ان کو جا کر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تخت بلقیس کے لئے باعث عبرت ہوگا کہ اس کی پہلی حالت کس قدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ از کجا۔ پہلے دنیا کی مزخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہ

۳ خاک را۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ

ایں اِکرم چوں دفعِ آں انکارِ تُست
یہ کرم گویا اس انکار کا رد ہے
کہ میانِ خاک می کردی نخُست
جو تو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجّتِ اِنکار شُد اِنشارِ تو
تیری پیدائش تیرے انکار کے خلاف دلیل ہو گئی
از دَوا بَد تَر شُد ایں بیمارِ تو
تیرا یہ بیمار دوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویر ایں کار از کجُا
مٹی سے اس کام کا تصور کہاں؟
نطفہ را خصمی و اِنکار از کجُا
نطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

چوں دَراں دَم بیدل و بے سَر بُدی
چونکہ تو اس وقت بغیر دل اور سر کے تھا
فکرت و اِنکار را مُنکر بُدی
تو فکر اور انکار کا منکر تھا

از۲ جمادی چونکہ اِنکارت بُرست
مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا
ہم ازیں اِنکار حَشرت شد درست
تیرے اسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہو گیا

پس مثالِ تو چو آں حلق زنے ست
پس تیری مثال اس زنجیر پہننے والے کی سی ہے
کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
کہ اس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست
زنجیر پہننے والا اس انکار سے سمجھ لے گا کہ وہ ہے
پس ز حلقہ بر نَدارد ہیچ دَست
تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہو گا

پس ہم اِنکارت مُبیّن می کُند
تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے
کز جماد اُو حشرِ صَدفن می کُند
کہ وہ مٹی سے سو طرح حشر کر دے گا

چند۳ صنعت رفت اے اِنکارتا
چند کاریگریاں ہو چکیں اے! کب تک انکار؟
آب و گِل اِنکار زا دَر ھَل اَتیٰ
مٹی اور پانی سے "ھل اتیٰ" کا انکار سرزد ہوا

آب و گِل می گفت خود اِنکار نیست
پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے
بانگ می زد بے خبر کا خبار نیست
بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم شرحِ ایں از صد طریق
میں اس کی سو طرح سے تشریح کر دیتا
لیک خاطر لَغزد از گفتِ دقیق
لیکن باریک بات سے طبیعت تغزش کھا جاتی ہے

---

۱ ایں کرم۔ انسان کو اس قدر فضیلت دنیا اس انکار کا دفعیہ ہے جو اس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجت انکار۔ یعنی انکار کے خلاف دلیل۔ انشار۔ نشر کرنا' پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے مدعی کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعی کی تردید بن گیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد صرف اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نطفہ۔ یہ انسان نطفہ تھا آج وہ اس حالت میں ہے کہ حشر و نشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اس کا حشر و نشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ دران دم۔ یعنی نطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اس انکار کی صلاحیت نہ تھی۔

۲ از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ تو جمادیت سے اس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اس بات کی دلیل ہو گئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے۔ حلقہ زن۔ تیرا یہ انکار خود حشر کا اقرار اسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اس کا یہ اپنے ہونے کا انکار خود ہونے کا اقرار ہے۔ پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کر کے اس مرتبہ تک پہنچنا کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو سو دلائل سے ثابت کر رہا ہے

۳ چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کس قدر کاریگریاں ہیں ان کے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہو سکے گا' مٹی اور پانی میں یہ استعداد آ گئی کہ اس نے سورہ ھل آتی کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گل کا مرتبہ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہے' بلکہ اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے۔ عن بگویم۔ میں اس مضمون کو کے انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقو سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھنا بعض کم فہموں کے لئے لغزش کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔

شرحِ آں رالب بہ بستم اے کیا
اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کرلی

بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا
سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے قصہ کیلئے

چارہ کردنِ سلیمان در احضارِ تختِ بلقیس از سبا پیش از قدوم بلقیس

حضرت سلیمان کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کے لئے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکر عیاں
پھر حضرت سلیمانؑ نے صاف طور پر لشکر سے کہا

تخت اُورا حاضر آرید ایں زماں
اس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عِفریتے[1] کہ تختش را بفن
ایک جن نے کہا کہ اس کے تخت کو ہنر سے

حاضر آرم تا تو زیں مجلس شُدن
آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے حاضر کردوں گا

گفت آصف من باسم اعظمش
آصف نے کہا میں اس کو اسم اعظم کے ذریعہ

حاضر آرم پیشِ تو در یک دَمش
اس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کردوں گا

گرچہ عِفریت اُستادِ سحر بود
اگرچہ وہ جن جادو کا استاد تھا

لیک آں از نفخ آصف رُو نمود
لیکن وہ آصف کے دم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں
بلقیس کا تخت فوراً آ گیا

لیک آصف نز فنِ عفریتیاں
لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ برین وصد چنیں
حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس پر اور اس طرح کی بیشمار نعمتوں پر اللہ کی تعریف ہے

کہ بدیدستم ز ربُّ العالمیں
جو میں نے رب العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمان سُوئے تخت
پھر حضرت سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا

گفت آرے گول گیری اے درخت
فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگِ نقس کند
لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے

اے بسا گولاں کہ سر ہا می نہند
بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر
سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں

دیدہ از جاں جنبشے و اندک اثر
اس سے جان کی تھوڑی سے حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شُد حیران و دنگ
جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اس نے دیکھا

کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ
کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بنا موضوع بباخت
چونکہ اس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی

شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت
پتھر کے شیر کو بدبخت شیر سمجھا

[1] عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا۔ آصف۔ ایں برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انہوں نے کہا میں اسم اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردوں گا۔ اگرچہ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا استاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمانؑ نے اس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اس کو درخت کے لفظ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیش چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

[3] ساجد۔ یہ بت کے پجاری اور بت دونوں روح سے بے خبر ہیں ان بتوں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی ان سے حرکت یا بات کا صدور ہو جاتا ہے۔ نرد خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

از ۱ کرم شیرِ حقیقی کرد جُود — اُستخوانے سُوی سگ انداخت زُود
حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی — فوراً کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی
گفت گرچہ نیست آں سگ برقوام — لیک مارا اُستخواں لُطفے ست عام
کہا اگرچہ وہ کتا راہ راست پر نہیں ہے — لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قِصّہ یاری خواستنِ ۲ حلیمہ رضی اللہ عنہا از بُتاں چوں عقیبِ فِطامِ
حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد
مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدہ بُتاں
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا
و گواہی دادنِ ایشاں بر عظمتِ کارِ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصّہ رازِ حلیمہؓ گوئمت — تا زداید داستانِ اُو غمت
میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں — تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے
مُصطفٰیؐ را چوں زشیر اُو باز کرد — بر گفش برداشت چوں ریحان وورد
حضرت مصطفٰی کا جب انہوں نے دودھ چھڑایا — ان کو ریحان اور گلاب کی طرح تھیلی پر رکھا
می ۳ گریزانیدش از ہر نیک وبد — تا سُپرد آں شہنشہ را بجدّ
وہ ان کو ہر اچھے برے سے بچاتی تھی — تاکہ ان شہنشاہ کو دادا کے سپرد کر دے
چوں ہمی آورد اَمانت راز بیم — شدُ بکعبہ و آمد اُو اندر حطیم
جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی — کعبہ میں پہنچی اور وہ حطیم میں آئی
از ہَوا بشنید بانگے کاے حطیم — تافت بَر تو آفتابے بس عظیم
ہوا کی جانب سے آواز سنی کہ اے حطیم! — تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے
اے حطیم امروز آید بر تو زُود — صَد ہزاراں نور از خورشیدِ جُود
اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئے گے — لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے
اے حطیم امروز آرد دَر تو رخت — خشتم شاہے کہ پیکِ اُوست بخت
اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے — وہ باحشمت شاہ نصیبہ جس کا قاصد ہے
اے حطیم امروز بیشک از نوی — منزلِ جانہائے بالائی شوی
اے حطیم! بے شک آج از سر نو — تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

۱ از کرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے استدراج کے لئے بتوں سے اس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے لہٰذا کتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اس لئے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فطام۔ دودھ چھڑانا۔

۲ حلیمہ۔ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سننا۔ برگفش۔ چونکہ اس سے پہلے شق صدر کا واقعہ ہو چکا تھا اس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

۳ می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت پر ان کے دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ از ہوا۔ حضرت حلیمہؓ نے غیب سے یہ آواز سنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرائیل وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اب از سر نو شروع ہوگا۔

جانِ پاکاں طُلب اطلب وُجُق وُجُق
پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ

آیدت از ہر نواحی مَستِ شوق
شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر آئے گی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صَدا
حلیمہ اس آواز سے حیران ہو گئی

نے کسے در پیش نے سوئے قفا
نہ کوئی سامنے تھا نہ گدی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت ویں نِدا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز

شُد پیاپے آں ندا را جاں فِدا
پے در پے آئی ' اس آواز پر جان قربان ہے

مُصطفیٰؐ را بر زمیں بنہادِ اُو
اس نے حضرت مصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا

تا کُند آں بانگِ خوش را جستجُو
تاکہ وہ اس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دَم سُو بسُو
وہ اس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی

کہ کجُا است آں شہِ اَسرار گوُ
کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کانچنیں بانگِ بُلند از چپ وراست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے

می رسَد یارب[2] رساننده کجُاست
آ رہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید اُو خیرہ و نومید شُد
جب انہوں نے نہ دیکھا حیران اور ناامید ہو گئیں

جسمِ لرزاں ہمچو شاخِ بید شُد
بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سُوئے آں طفلِ رشید
وہ اس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں

مُصطفیٰؐ را بَر مکانِ خود نہ دید
مصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بَر دلش
اس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی

گشت بس تاریک از غم منزلش
غم سے اس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سُوئے منزلہا[3] دوید و بانگ داشت
مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی

کہ کہ بَر دُردانہ ام غارت گماشت
کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مَکّیاں گفتند مارا عِلم نیست
مکہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے

ماندا نِستیم کانجا کوُدکے ست
ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد اُو بس فغاں
اس نے اس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی

کہ از و گریاں شدند آں دیگراں
کہ اس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی

کاخر آں گریاں شدند از گریہ اش
کہ اس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

---

[1] طلب۔ طلب' جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا۔ یعنی غیبی آواز۔ مصطفیٰؐ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضور کو گود سے اتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ۔ جس کی آواز آ رہی ہے جس سے آنحضور کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔

[2] رساننده۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ۔ حیران۔ شاخ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفل رشید۔ یعنی آنحضور از غم۔ یعنی آنحضور کے گم کرنے سے۔

[3] منزلہا۔ یعنی مکہ کے مکانات دُردانہ۔ موتی۔ گفتند۔ ہمیں تو اس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہ اس رنج میں اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رلا دیا۔

حکایتِ آں پیر عرب کہ دلالت کرد حلیمہؓ را با ستعانت[1] از بُتاں

اس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیر مَردے پیشش آمد با عصا — کاے حلیمہؓ چہ فتاد آخر ترا

ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا — کہ اے حلیمہؓ آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چُنیں آتش ز دل افروختی — ویں جگرہا را زماتم سوختی

کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے — اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمدؐ را رَضیعم مُعتمد[2] — پس بیاوردم کہ بسپارم بجد

اس نے کہا میں احمدؐ کی معتمد دایہ ہوں — میں ان کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا — می رسیدومی شُنیدم از ہَوا

جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں — آئیں اور میں نے ہوا میں سے سنیں

من چو آں الحاں شُنیدم از ہَوا — طِفل را بنہادم آنجا زاں صَدا

جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سنیں — اس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو زمین پر بٹھا دیا

تا بہ بینم ایں ندا آوازِ کیست — کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست

تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟ — کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز[3] کسے دیدم بگردِ خود نشاں — نہ ندا منقطع شد یک زماں

نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا — نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ وا گشتم زحیرتہائے دل — طِفل را آنجا ندیدم وائے دل

جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی — میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا ' ہائے دل

گفتش اے فرزند تو لَدہ مدار — کہ نمایم مر ترا یک شہر یار

اس نے اس سے کہا اے بیٹا! غم نہ کر — میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طِفل — او بداند منزل و تر حالِ طفل

اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا — کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فِدا — مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا

تو حلیمہ نے کہا میری جان قربان ہو — تجھ پر ' اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمای آں شاہِ نظر — کش بود از حالِ طفلِ من خبر

ہاں ' اس شاہ نظر کو مجھے دکھلا دے — جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو

---

[1] استعانت۔ مدد۔ با عصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔ رضیع۔ یعنی مرضعہ ' دودھ پلانے والی انا۔

[2] معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ الحان۔ نغمہ۔ طفل۔ یعنی آنحضورؐ آنجا۔ یعنی حطیم کہ ندا۔ کیونکہ وہ پر لطف اور دلکش آواز تھی۔

[3] نیز کسے۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہٰذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔ گفتش۔ اس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا۔ شہریار۔ شاہ۔ حرالحال۔ سفر

بُرد اُورا پیشِ عُزّیٰ[1] کایں صنم
وہ اسکو عزیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بت

ماہزاراں گم شدہ زو یا فتیم
ہم نے ہزاروں گمشدہ اس کی وجہ سے پائے ہیں

پیر کرد اُورا سجُود و گفت زُود
بوڑھے نے اس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا

گفت اے عُزّیٰ تو بس اکرامہا
اس نے کہا اے عزیٰ! تو نے بہت سے کرم

بَر عرب حق ست ازا کرامِ تو
تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے

ایں حلیمہؓ سعدی از اُمیدِ تو
یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر

کہ اُزُو فرزند طفلے گم شدہ ست
کہ اس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے

چوں[2] محمد گفت آں جُملہ بُتاں
جب اس نے محمد ﷺ کہا وہ سب بت

کہ برَو اے پیر ایں چہ جستجُو ست
کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟

مانگون و سنگسار اینم اُزُو
ہم اس کی وجہ سے اندھے اور سنگسار ہیں

آں[3] خیالاتے کہ دیدیندے زما
وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں

گم شوَد چوں بارگاہِ اُو رسید
گم ہو جائیں گی کیونکہ ان کا دربار کا وقت آ گیا ہے

دور شو اے پیر، فتنہ گم فروز
او بوڑھے! دور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا

ہست در اَخبارِ غیبی مُغتنم
غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

چوں بخدمت سُوئے اُو بشتا فتیم
جب ہم عقیدت سے اس کی طرف دوڑے ہیں

اے خداوندِ عرب وے بحرِ جُود
اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

کردۂ تا رستہ ایم از دا مہا
کئے ہیں حتی کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

فَرض گشتہ تا عَرب شد رام تو
جو فرض بن گیا ہے حتی کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

آمد اندر ظِلِّ شاخِ بید تو
ترے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست
اس بچے کا نام محمدؐ ہے

سَرنگوں گشتند و ساجد آں زماں
فوراً اوندھے منہ اور سجدہ کرنے والے ہو گئے

آں محمدؐ را کہ عزلِ ما از وُست
اس محمدؐ کی کہ اس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

ما گسا دوبے عیاراَ نیم اُزُو
ہم اس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا
اہل ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

آب آمد مَر تیمّم را درید
پانی آ گیا، اس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

ہیں زر شکِ اَحمدیؐ مارا مَسوز
خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں نہ جلا

---

[1] عُزّیٰ۔ مکہ کا مشہور بت تھا۔
اخبار۔ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ماہزاراں۔ ہم نے اس کے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پائی ہیں۔ اے یعنی عُزّیٰ۔ تارستہ۔ تیرے بتانے سے بہت سی بلاکتوں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مطیع ہے۔

[2] چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمد آیا۔ جملہ بتاں۔ عزیٰ اور اس کے ماحول میں جو بت تھے کہ برو۔ ان بتوں نے کہا کہ اس بچہ کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ مانگوں اس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔

[3] آں خیالاتے۔ بت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے۔ فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔ دور شو۔ اس عزیٰ بت نے بوڑھے سے کہلا۔ رشک۔ آنحضورؐ کی بعثت سے ان کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

دُور شَو بہرِ خدا اے پیر تُو
تا نسوزی[1] از آتشِ تقدیر تُو
تو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو
تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِ اژدہا افشردن است
ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
یہ کیا اژدہے کی دم دبانا ہے؟
تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر خوں شدؔ دل دریا و کلاں
زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے
اس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں[2] شنید از سنگہار پیر ایں سخن
پس عَصا انداخت آں پیر کہن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سنیں
اس پرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس زلرز و خوف و بیم آں ندے
پیر دندانہا بہم برمی زدے
اس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر رز مستاں مردِ عُور
اُو ہمی لرزید و می گفت اے ثُبور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت

چوں درآں حالت بدیدآں پیررا
زاں عجب گم کردزن تدبیر را
جب اس حلیمہ نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا
اس عجب بات سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیر اگرچہ من در خستم
حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں
لیکن حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے بادم خطیبی می کُند
ساعتے سنگم ادبی می کُند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد
سنگ و کوہم فہمِ اَشیا می دہد
ہوا حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے
مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ[3] طفلم را ربودہ غیبیاں
غیبیان سبز پوشِ آسماں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں
آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ
من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟
میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

غیرتش از شرح غیبم لب بہ بست
ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
اس کی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیئے ہیں
بس اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

[1] تانسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔ دم اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔ دریادکاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے ان کی آب و تاب ماند پڑ جائے گی۔ ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑ جائیں گے۔

[2] چوں شنید۔ بوڑھے نے بت کی یہ باتیں سن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ بدا ہے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عُور۔ ننگا۔ زاں عجب۔ یعنی عزیٰ کی باتیں۔ گفت۔ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملہ میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔ بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سنی تھیں۔

[3] گاہ۔ بچپن میں شق صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اٹھا کر لے گئے تھے۔ صدلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

گر بگویم ۱ چیز دیگر من کنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں

خلق بندندم بزنجیرِ جنوں
لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دے گے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش
بوڑھے نے ان سے کہا اے حلیمہ! خوش ہو جا

سجدۂ شکر آر و رُو را کم خراش
شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یا وہ اُو
تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہو گا

بلکہ عالم یا وہ گردد اندرُو
بلکہ عالم اس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس
ہر وقت رشک و غیرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے

صد ۲ ہزاراں پاسبانست و حرس
لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بُتانِ ذوفنون
تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہنر مند بت

چوں شدند از نام طفلت سرنگوں
تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہو گئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں
یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے

پیر گشتم من نہ دیدم جنسِ ایں
میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں نالہ داشت
اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے

تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت
گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی؟

سنگ ۲ بے جُرم ست در معبودیش
اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں

تو نہ مُضطر کہ بندہ بُودیش
تو مجبور نہیں ہے کہ اس کا بندہ ہے

آنکہ مُضطر اینچنیں ترساں شدست
جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے

تا کہ بر مُجرم چہا خواہند بست
تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہوں گی؟

خبر یافتنِ جدِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب از گم
آنحضورؐ کے دادا عبدالمطلب کو حلیمہ سعدیہ کے آنحضورؐ کو گم کر دینے کی

کردنِ حلیمہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ اُو گرد
خبر ملنا اور ان کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے

شہر و نالیدنِ اُو بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از
دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر

درونِ کعبہ شنودن ویا فتنِ اُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم را
سے آواز کا سننا اور ان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لینا

۱ اگر بگویم۔ اگر وہ غیبی باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ روم میں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔ تو مخور۔ آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کرو گم نہ ہوں گے بلکہ عالم ان کی عظمت میں گم ہو جائے گا۔

۲ صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ عزیٰ بت سرنگوں ہو گیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام برا ہو گا۔

۳ سنگ۔ بت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو ان کے پجاری جو بااختیار ہیں اور پوجنے میں مضطر نہیں ان کا انجام تو بہت ہی برا ہو گا۔ مضطر۔ یعنی بت۔ جد مصطفیٰ۔ جناب عبدالمطلب

چوں خبر یابید جدِّ مُصطفیٰ — از حلیمہؓ وز فُغانش بر مَلا
جب مصطفیٰ کے دادا نے خبر پائی — حلیمہؓ اور ان کے برملا رونے کی

وز اِ چُناں بانگِ بُلند و نعرہا — کہ بہ میلے می رسید از وے صَدا
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے — کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبدالمُطّلب دانست چیست — دَست بر سینہ ہمی زد می گریست
فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے — سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بردرِ کعبہ بسوز — کاے خبیر از سِرِّ شب وز رازِ روز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کے ساتھ آئے — کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جانکار

خویشتن را من نمی بینم فنے — تا بُوَد ہمرازِ تو ہمچوں منے
میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں — کہ جس میں مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہُنر — تا شوم مَقبولِ ایں مَسعود دَر
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں — کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سَر و سجدہ مرا قُدرے بُوَد — یا باشکم دولتے خنداں شَوَد
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو — یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اٹھے

لیک ۲ دَر سیمائے آں دُرِّ یتیم — دیدہ اَم آثارِ لُطفت اے کریم
لیکن اس در یکتا کی پیشانی میں — اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمی ماند بما گرچہ زماست — ہامہ مسیم و احمدؐ کیمیاست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے اگرچہ ہم میں سے ہے — ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم دَرُو — من ندیدم بَرولی و بَر عَدُو
وہ عجائب جو میں نے اس میں دیکھے ہیں — میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

انچہ ۳ فضلِ تو دریں طفلیش داد — کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
تیری مہربانی نے جو اس کو بچپن میں عطا کیا ہے — کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اس مثال پیش نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو — بروَے اُو دُریست از دریائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں — اس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمُورا می شفیع آرم بتو — حالِ اُو اے حال داں باما بگوُ
میں اسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں — اے حال کے جاننے والے اسکا حال میں بتا دے

۱ وز چناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جارہی تھی۔ زود۔ عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کردیا ہے۔ خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در۔ یعنی در کعبہ۔

۲ لیکن۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ کمی ماند۔ اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

۳ انچہ۔ ان کے بچپن میں جو فضیلت تو نے ان کو عطا کردی ہے سو سال کے مجاہدہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہمورا۔ میں ان کو سفارشی بناتا ہوں ان کے طفیل ان کا حال ہمیں بتادے۔ وہ کہاں ہیں۔

از درونِ[1] کعبہ آمد بانگ زود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی

کہ ہم اکنوں رُخ بتو خواہد نمود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دے گا

بادو صد اقبال اُو محظوظِ ماست
وہ سو اقبالمندیوں کے ساتھ ہماری جانب سے نصیب ہے

بادو صد طُلبِ مَلک محفوظِ ماست
وہ فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کُنیم
ہم اس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے

باطنش را از ہمہ پنہاں کُنیم
اس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرّ[2] کاں بُود آب و گل مازر گریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زر گر ہیں

گہ گہش خلخاں و گہ خاتم بُریم
ہم کبھی اس کو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کُنیم
کبھی ہم اس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں

گاہ بندِ گردنِ شیرش کُنیم
کبھی اس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گہ تُرنجِ تخت برسازیم اَزو
ہم کبھی اس سے تخت کے پھول بناتے ہیں

گاہ تاجِ فرقہائے مُلک جُو
کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عِشقہا داریم باایں خاک ما
ہم اس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں

زانکہ اُفتادست دَر قعدہ رِضا
کیونکہ وہ تسلیم و رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گہ چنیں شاہے اَزو پیدا کُنیم
کبھی ہم اس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں

گہ ہم اُورا پیشِ شہ شیدا کُنیم
کبھی ہم اس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صَد[3] ہزاراں عاشق و معشوق اَزو
اس سے لاکھوں عاشق اور معشوق

دَر فُغان و در نفیر و جُستجُو
نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریِ آں
ہمارا یہ کام ہے اس شخص کے اندھے پن کے خلاف

کُو بکارِ ما ندارد مَیلِ جاں
جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رُود ہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اس لئے دیتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اَنبری
کیونکہ مٹی عنبر آلود شکل رکھتی ہے

ظاہرش بابا طنش گشتہ بجنگ
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے

وز دروں دارد صِفاتِ انوری
اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اس کا باطن موتی کی طرح ہے اور ظاہر پتھر کی طرح ہے

[1] از درون۔ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب ان کا چہرہ دیکھ لو گے۔ محظوظ۔ نصیب۔ طلب۔ جماعت۔ ظاہرش حضور کے ظاہری احوال عالم پر کھلے۔ باطنی احوال کو اللہ سے ان کو کونسا قرب حاصل ہے اس تک رسائی نہیں ہو سکی۔ گیہاں۔ جہاں۔

[2] زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اس کے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں' مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھیں۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ گہ ہم۔ یعنی کبھی اس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ اسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق وی جہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اس سے اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلودہ ہے لیکن اس کا باطن پر انوار ہے جسے لالہ و گل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

ظاہرش[1] گوید کہ ما اینیم و بس
اس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں

باطنش گوید بنکوبیں پیش و پس
اس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

ظاہرش منکر کہ باطن ہیچ نیست
اس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے

باطنش گوید کہ بنمایم بایست
اس کا باطن کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں ٹھہر

ظاہرش بابا طنش در چالش اند
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے

لا جرم زیں صبر نصرت می کنند
لا محالہ اس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں تُرشر و خاک صورتہا کنیم
اس تر شر و خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں

خندۂ پنہانش را پیدا کنیم
ہم اس کی چھپی مسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ[2] ظاہر خاک اندوہ و بُکاست
کیونکہ مٹی کا ظاہ غم اور رونا ہے

در درونش صد ہزاراں خندہاست
اس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السرّیم و کارِ ما ہمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے

کایں نہا نہارا برآریم از کمیں
کہ ان رازوں کو پوشیدگی سے باہر لے آئیں

گرچہ دُزد از منکری تن میزند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہے

شحنہ آں از عصر پیدا می کند
کوتوال دبا کر ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا
ان مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں

ما مُقرِ آریم شاں از ابتلا
ہم آزمائش کے ذریعہ ان کو اقرار کرنے والا کر دیتے ہیں

بس[3] عجب فرزند کورا بُودہ است
اس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں

لیک احمدؐ بر ہمہ افزُودہ است
لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شُد زمین وم آسماں خندان و شاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے

کاچنیں شاہے زمادو جفت زاد
کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شُد زمیں چوں آسماں از شادیش
ان کی خوشی سے زمین آسمان کی طرح ہوگئی

خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
ان کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت بابا طنت اے خاکِ خوش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر باطن کے ساتھ

چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ باخود بہرِ حق باشد بجنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو

تا شود معنیش خصم بُو و رنگ
حتی کہ اس کا باطن بو اور رنگ کا مخالف ہو

[1] ظاہرش۔ اس کی ظاہری صورت کمالات باطن کو چھپائے ہوئے اور منکر ہے باطن پر کمالات ہے ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں تر شرد۔ بدصورت مٹی حسین و جمیل مخلوق کا پیدا کرنا اس کے باطنی حسن کا اظہار ہے

[2] زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف السریم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور کر چرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے

[3] بس عجب۔ زمین نے بہت سے باکمال فرزند جنے لیکن سید الانبیاء جیسا کوئی نہ جنا۔ شد زمین و ہم آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شد زمین۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح سوزبان بن کر اظہار مسرت کیا۔ آزادیش۔ یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظہرت۔ جس کا ظاہر اور باطن خدا کے لئے ہی جنگ میں ہو اس کی روح پرنور ہوتی ہے اور اس کا نور ناقابل زوال ہوتا ہے۔

ظلمتش بانورِ اُو شد در قتال — آفتابِ جانش را نبود زوال
اس کی تاریکی اس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی — اس کے جان کے سورج کے لئے زوال نہیں ہے

ہر کرا کو شد بہرِ مادر امتحاں — پُشت زیرِ پاش آرد آسماں
جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے — آسمان کمر اس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کناں — باطنِ تو گلستاں در گلستاں
تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے — تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصداً ۲ چوں صوفیانِ رُو ترش — تانیا میزند باہر نور کش
وہ صوفیوں کی طرح بالا ارادہ تر شرو ہے — تاکہ وہ کسی نور بجھانے والے سے میل جول نہ کریں

عارفانِ رُو ترش چوں خار پُشت — عیش پنہاں کردہ در خارِ دُرشت
تو شرو عارف سہی کی طرح ہیں — سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں کرد وَرد آں خارفاش — کاے عدوِ دُز دازیں در دُور باش
باغ نے پھول کو چھپا لیا ہے کانٹا کھلا ہوا ہے — کہ اے چھ دشمن! اس دروازہ سے دور رہ

خار پُشتا خار حارِس کردۂ — سَر چو صُوفی در گریباں بُردۂ
اے سی! تو نے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے — صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو — گم شود زیں گلر خانِ خار خُو
تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں — داخل نہ ہو ان پھول سے چہرے والے کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

طفلِ ۳ تو گرچہ کودک خُوبُدست — ہر دو عالم خود طفیلِ اُو بُدست
تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے — دو جہان اس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدُو زندہ کُنیم — چرخ را در خدمتش بندہ کُنیم
ہم دنیا کو اس کے ذریعہ حیات بخشیں گے — آسمان کو اس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

نشان خواستنِ عبدالمُطّلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
خواجہ عبدالمطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن
کہ ان کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبدالمُطّلب کایندم کجاست — اے علیمِ السِّر نشاں دہ راہِ راست
خواجہ عبدالمطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟ — اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتا دے

۱ ہر کہ۔ جو شخص بارگاہ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہے لیکن باطن باغ باغ ہے۔

۲ قاصداً۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیادار اس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔ باغ۔ ان کی مثال اس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپا لیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تاکہ پھول دشمن کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ گلر خان۔ یعنی دنیا دار۔

۳ طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق عالم ہیں۔ زندہ کنیم۔ یعنی ہم روحانی زندگی عطا کرے گے۔ کجاست۔ یعنی آنحضورؐ اس وقت کہاں ہیں ان کا سیدھا راستہ بتا دے۔

از دورانِ کعبہ آوازش[1] رسید
کعبہ کے اندر سے ان کو آواز آئی

گفت اے جوینده طفلِ رشید
اس نے کہا اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنے والے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں
غیبی آواز نے ان سے کہا غم نہ کر ابھی

باتو زاں شاہِ جہاں بد ہم نشاں
میں تجھے اس شاہجہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت
فلاں میدان میں درخت کے نیچے ہے

پس رواں شُد زود پیر نیکبخت
تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہو گئے

در رکابِ اُو امیرانِ قریش
قریش کے سردار ان کی ہمراہی میں تھے

زانکہ جَدّش بود ز اَعیانِ قریش
کیونکہ ان کے دادا قریش کے سرداروں میں سے تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اَسلافش ہمہ
ان کے تمام بزرگ حضرت آدمؑ کی پشت تک

مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ
رزم و بزم اور میدان جنگ کے سردار ہوئے ہیں

ایں[2] نسب خود پوست اورا بودہ است
یہ نسب بھی ان کے لئے چھلکا ہے

کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است
کیونکہ وہ عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ اُو خود از نسب دور ست و پاک
ان کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے

نیست جنبش از سمک کس تا سماک
سمک سے سماک تک کوئی ان جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بُود
اللہ کے نور کے لئے کوئی پیدائش اور وجود نہیں ڈھونڈتا ہے

خلعتِ حق راچہ حاجت تار و پُود
اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمترینِ[3] خلعت کہ بدہد در ثواب
وہ جو اونی وجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے

بر فزاید بر طراز آفتاب
وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیہ قصہ دعوتِ سلیمانؑ و بلقیس را بایمان

حضرت سلیمان کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز و بلقیسا بیا و مُلک بیں
اے بلقیس! اٹھ، آ جا سلطنت کو دیکھ

بر لبِ دریائے یزداں دُر بچیں
اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی
تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں

تو بمُردارے چہ سُلطانی کُنی
تو مردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

خیز بلقیسا بیا دولت نگر
اے بلقیس! اٹھ، آ اس بادشاہی کو دیکھ

جاوداں از دولتِ مابَر بخور
ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

[1] آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیر نیکبخت۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضور کو تلاش کرنے چلے۔ اعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم۔ میدان۔ جنگ۔ بزم۔ محل نشاط۔ ملحمہ۔ میدان قتال۔

[2] ایں نسب۔ آنحضور کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ مغز۔ آنحضور کا اعلیٰ جوہر نسب سے بے نیاز ہے آنحضور خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی، سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد۔ یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا۔ بانا۔

[3] کمترین۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑا ہوا ہوتا ہے۔ طراز۔ نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرانت۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیا فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سنی۔ بلند۔ مردار۔ حدیث میں ہے الدُّنیا جیفۃ۔ دنیا مردار ہے؟

خواہرانت راز بخششہائے راد — ہیچ میدانی کہ آں سُلطان چہ داد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے — تو کچھ جانتی ہے کہ اس شاہ نے ان کو کیا دیا ہے؟

خیز بلقیسا بیادر بحر جُود — ہر دَمے بَر دار بے سَرمایہ سُود
اے بلقیس! اٹھ سخاوت کے سمندر میں آ جا — ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جُملہ در عیش و طرَب — برتو چوں خوش گشت ایں اِرنج و تعب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں — یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بن گئی

خیز و بلقیسا سَعادت یا رشو — وز ہمہ مُلکِ سبا بیزار شو
اے بلقیس! اٹھ نیک بختی کی یار بن جا — اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہو جا

توز شادی چوں گدائے طبل زن — کہ منم شاہ و رئیسِ گولخن
تو خوشی میں اس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے — کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثلِ قانع شدنِ آدمی بدنیا و حرصِ اُو دَر طلبِ دنیا و
انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اس کی حرص اور روحانیوں
غفلتِ اُو از دولتِ رُوحانیاں کہ اَبنائے جنسِ وے اند
کی دولت سے اس کی غفلت کی مثال جو روحانی اسی جنس سے ہیں اور

ونعرہ زناں کہ یَالَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ
نعرہ لگا رہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں[۲] سگے در کو گدائے کوردید — حملہ می آورد و دَلقش می درید
ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا — اس پر حملہ کر دیا اور اس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم ایں را وَلے بارِ دگر — شُد مکرّر بہرِ تاکیدِ خبر
ہم یہ قصہ کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ — بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

کور[۳] گفتش آخر آں یارانِ تو — بَرکہ اندر ایندم شکار و صَید جُو
اندھے نے اس سے کہا آخر تیرے دوست — اس وقت صید شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قوم تو دَر کوہ می گیرند گور — درمیان کوی می گیر تو گور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے — تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

تَرکِ ایں تزویر کن شیخِ نفور — آبِ شوری جمع کردہ چند گور
اے متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے — تو کھاری پانی ہے تو نے چند اندھے جمع کر لئے ہیں

[۱] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی۔ چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہٰذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس و خاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یالَیْتَ قَوْمِیْ۔ جنتی خوش ہو کر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

[۲] آں سگے۔ دنیادار کی مثال کل کے اس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچہ کے کتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کے لئے مکرر کہہ رہے ہیں۔

[۳] کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں۔ تو اندھے کو چمٹ رہا ہے۔ ترک۔ کتے کے قصہ سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو غیرت دلائی ہے۔ آب شوری۔ تو کھاڑی پانی ہے تو نے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔

کایں مریدانِ من و من آبِ شور
کہ یہ میرے مرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں
می خورند از من ہمی گردند کور
وہ مجھ سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ خود شیریں کُن از بحرِ لدُن
لدن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنا لے
آبِ بدرا دام ایں گوراں مکُن
برے پانی کو ان اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز شیرانِ خدا بیں گورگیر
اٹھ خدا کے شیروں کو گورخر پکڑنے والا دیکھ
تو چو سگ چونی بزرقی کورگیر
تو کتے کی طرح مکاری سے اندھے کو پکڑنے والے کیوں ہے

گورچہ از صیدِ غیرِ دوست دُور
گورخر کیا ہوتا ہے دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں
جُملہ شیر و شیر گیر و مست نُور
مجسم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور سے مست ہیں

در نظارہ صَید و صَیادیِ شہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں
کردہ ترکِ صید و مُردہ دَرولہ
شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو۲ مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار
ان کو دوست نے مردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے
تا کُند اُو جنسِ ایشاں راشکار
تاکہ وہ دوست ان کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مُضطر اندر وصل وبین
مردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے
خواندہَ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاِصْبَعَیْنَ
تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان میں ہے

مُرغِ مُردہ اَش راہر آں کو شد شکار
اس کے مردہ پرند کو جو شکار ہوا
چوں بہ بیند شُد شکارِ شہر یار
جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ اوزیں مُرغِ مُردہ سَر بتافت
جس نے اس مردہ پرندہ سے روگردانی کی
دَستِ آں صیاد راہر گز نیافت
اس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید۳ اُو منکر بمُردارئ من
وہ کہتا ہے میری مردہ پر نظر نہ کر
عشقِ شہ بیں در نگہدارئ من
میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

من نہ مُردارم مراشہ کُشتہ است
میں مردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے
صورتِ من شبہ مُردہ گشتہ است
میری صورت مردے کے مشابہ ہو گئی ہے

جنبشم زیں پیش بود از بال و پَر
اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی
جنبشم اُکنوں زدستِ داوگر
اب میری حرکت منصف کے ہاتھ سے ہے

۱ آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اس کے بذریعہ مریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدن۔ یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مریدوں کو لوٹنے پر لگا ہے۔ گورچہ۔ مردانِ حق کو گورگر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالب خدا ہیں وہ مجسم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ وہ نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور ان کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

۲ ہمچو مُرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اس قسم کے مردہ جانور کو بھس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ اس کے ہم جنسوں کا شکار کریں اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ان کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مرغ مردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبور محض ہوتا ہے یہی حال ان بزرگوں کا ہوتا ہے یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اس کو پلٹ دیتا ہے۔ مُرغِ مُردہ۔ اس مردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ دراصل شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ او۔ اس مردہ جانور سے کنارہ کشی کرے گا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہے گا۔

۳ گوید او۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مردار ہونے کو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے نجس ہونے سے بچائے ہوئے ہے۔ صورت من۔ فقر و فنا کی وجہ سے میں مردے کی صورت میں ہوں۔ جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ سے تھی۔ اب دستِ قدرت کے ذریعہ ہے۔

جُنبشِ[1] افنا نیم بیروں شُد زپوست
میری فنا ہونے والی حرکت کھال سے باہر ہو گئی ہے

جُنبشِ باقیست اکنوں چوں تو دست
لیکن باقی ہے ابھی حرکت ہے کیونکہ اس کی جانب سے ہے

ہر کہ کج جُنبد بہ پیشِ جنبشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے

گرچہ سیمرغ است زارش می کشم
خواہ وہ سیمرغ ہو میں اس کو بری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندۂ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مردہ نہ سمجھ

در کفِ شاہم نگر گر بندۂ
اگر تو بندۂ خدا ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰ از کرم
حضرت عیسیٰ نے کرم سے مردہ کو زندہ کر دیا

من بکفِ خالقِ عیسیٰ دَرم
میں حضرت عیسیٰؑ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے[2] بمانم مُردہ دَر قبضہ خدا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مردہ کب رہ سکتا ہوں

برکفِ عیسیٰ مدارایں ہم رَوا
حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی

از دَمِ من اُو بماند جاوداں
میرے دم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شدز عیسیٰ زندہ لیکن باز مُرد
حضرت عیسیٰ سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا

شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سُپرد
وہ قابل مبارکباد ہے جس نے اس عیسیٰ کو جان سپرد کر دی

من[3] عصایم در کفِ موسیِ خویش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں

موسیم پنہاں و من پیدا بہ پیش
میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مُسلماناں پُلِ دَریا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پل ہو جاتا ہوں

باز برفرعون اژدرہا شوم
پھر فرعون پر اژدہا بن جاتا ہوں

ایں عَصا را اے پسر تنہا مبیں
اے بیٹا اس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ

کہ عَصا بے کفِ حق نبُود چُنیں
کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد گوز دَرد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے حد کے ساتھ

طَمطَمۂ جادو پرستاں را بخورد
جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عَصا بُد باد بر اَعدائے ہُودؑ
حضرت ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی

کہ بر آورد از بقیہ عاد دُود
جس نے عاد کے بقیہ لوگوں کے دھویں اڑا دیئے

ہم عَصائے بُود پشہ دَر نَبرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا

کو برآورد از سَرِ نمرود گرد
جس نے نمرود کے سر سے دھول اڑا دی

[1] جُنبشِ فانیم۔ جب انسان اپنے فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کے تمام صفوں اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ ہر کہ۔ فقراء کا انتقام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ ہیں۔ فانی فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ دست قدرت اس سے افعال کا صدور کرتا ہے۔ مردہ۔ حضرت عیسیٰ مردے کو زندہ کر دیتے تھے تو حضرت عیسیٰ کا خالق مردے کو کیسے زندہ نہ کرے گا۔

[2] کے بمانم۔ حضرت عیسیٰ کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شدز عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ کے جس معجزے کا ذکر ہے اس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔ بدیں عیسیٰ۔ اگر اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مراد ہے تو مراد یہ ہے کہ ان کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی اعطا کرتے تھے اس کا ذکر نہیں ہے۔

[3] من عصایم۔ یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ مسلماناں۔ یعنی میں اہل حق کے لئے باعث نجات اور کفار کے لئے باعث عذاب ہوں۔ دریا۔ یعنی مصر کا دریائے نیل۔ موج۔ حضرت نوحؑ کی بددعا سے ان کی قوم پانی کے طوفان سے ہلاک ہوئی۔ جادو پرستاں۔ یعنی فرعون کی قوم۔ عاد۔ یہ حضرت ہودؑ کی قوم تھی۔

گر عصاہائے[1] خدا را بشمرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں

زُرقِ ایں فرعونیاں را بر دَرم
ان فرعونیوں کی مکاری کا پردہ چاک کر دوں

لیک زیں شیریں گیاہے زہر مند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو

ترک کُن تا چند روزے می چرند
رہنے دے ' تاکہ چند روز چر لیں

گر نبا شد جاہِ فرعون و سَرے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو

از کجا یابد جہنم پَروَرے
تو جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کُن آنگہش کُش اے قصاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر

زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
کیونکہ دوزخ میں کتے بے سرو سامان ہیں

گر نبُودے خصم و دشمن در جہاں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے

پس بمُردے خشم اندر مَرد ماں
تو انسانوں میں غصہ مردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست اے خصم اے فلاں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے

کے زید ' میرد زنورِ مُومناں
کب زندہ رہے' مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اس کو مخالف چاہیے

تا زید ورنہ رحیمی بکُشدش
تاکہ زندہ رہے ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لُطف بے قہر و بدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی

پس کمالِ بادشاہی کے شدُے
تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

ریشخندے کردہ اند آں منکراں
ان منکروں نے مذاق اڑائی ہے

بر مَثَلہا و بیانِ ذاکراں
اہل ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکُن ہم ریشخند
اگر چاہے تو بھی مذاق اڑا

چند خواہی زیست اے مُردار چند
اے مردار! تو کب زندہ رہے گا؟

شاد[3] باشید اے محبّاں در نیاز
اے دوستو نیاز مندی میں خوش رہو

بر ہمیں دَر کہ شود اِمروز باز
اس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کردے دِگر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے

درمیانِ باغ از سیر و گبر
باغ میں کہن اور گبر کی

---

[1] غصہ ہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کر دوں۔ لیک۔ ان فرعونیوں کو دنیاوی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں' مبتلا رہنے دو۔ گر نباشد۔ نظام قدرت کی بقا کے لئے گنہا گار کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اس کی پرورش ہوتی ہے فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اے نبیان کو چھوڑ دے رکھو وہ کھاتے اور نفع اٹھاتے ہیں اور ان کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لے گے۔ کلاب۔ دوزخ کے کتے ان کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقا کے لئے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مر جائے۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اس کے لیئے ان دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحمی۔ اگر صفت غضب نہ رہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفت رحمت ہو اور صفت غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کے لئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے۔ منکر اہل ذکر کا مذاق اڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اڑا لے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیات الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں اور اس در کی نیاز مندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابل مبارکباد ہیں۔ حویجی۔ مولانا نے اس لفظ کو ضروریات زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کردِ۔ کاف کے ضمہ سے کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ گبر۔ ایک پھل کا نام ہے۔ جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اس کا چار ڈلا جاتا ہے' مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جداگانہ کر کے سمجھا رہے ہیں۔

هر یکے[1] با جنسِ خود در کردِ خود
ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں

از برائے پختگی نُم می خورد
پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو که کردِ زعفرانی زعفراں
تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران

باش و آمیزش مکُن با دیگراں
رہ اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی
اے زعفران! سیرابی حاصل کرتا کہ تو پک جائے

زعفرانی اندریں حلوا رسی
تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکُن در کردِ شلغم پوزِ خویش
تو شلجم کی کیاری میں اپنا منہ نہ ڈال

که نگردد با تو اُو هم طبع و کیش
تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکردے اُو بکردے مُودَعه
تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے

زانکه ارض الله آمد واسعه
کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصه آں ارضے که از پهنا وری
خصوصاً وہ زمین جس میں وسعت کی وجہ سے

در سفر گم می شود دیو و پری
دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں[2] بحر و بیابان و جبال
ان سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑیوں میں

منقطع می گردد اوہام و خیال
اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں دَر بیا با نہائے اُو
یہ جنگل اس کے جنگلوں میں

ہمچو اندر بحر و بَر یک تارِ مُو
اس طرح ہیں، جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استاده[3] که سیر ستش نہاں
پانی ٹھہر ہوا ہے کیونکہ اس کی رفتار پوشیدہ ہے

تازه تَر، خوشتر زجو ہائے رَواں
جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

کو دورانِ خویش چوں جان و رواں
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح

سیرِ پنہاں دارد و پائے رَواں
پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مُستمع[4] خفته است کوته کُن خطاب
سننے والے سو گیا ہے تقریر مختصر کر

اے خطیبا ایں نقش دا کم زن بَر آب
اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیه دعوتِ سلیمان بلقیس را که فرصت غنیمت است

حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کی فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا که بازاریست تیز
اے بلقیس! اٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے

زیں خسیسانِ گساد افگن گریز
ان ٹوٹے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

[1] ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے۔ تو کہ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیے آپ ہی خورد۔ اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کر تاکہ اعلیٰ مقام شامل ہو جائے۔ تو مکُن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیے شلغم کی کیاری کا رخ کرے گا تو اس میں اس کی خاصیت آ جائے گی۔ تو بکردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بتلایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالم غیب کی سرزمین تو اس قدر وسیع ہے کہ اس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر بیٹھتے ہیں۔

[2] اندراں۔ عالم غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے۔ جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔ آبِ استادہ۔ سالک کے باطن کا رکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے۔

[3] کو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے۔

[4] مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش پر آب ہوں گی۔ خیز۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو عمل کی دعوت دی اور فرمایا بد کرداروں کی صحبت سے بچ۔

خیز بلقیسا کنونِ بااختیار [1] — پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار
اے بلقیس! اب اٹھ جبکہ بااختیار ہے — اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیاپیش از اجل — در نگر شاہی و مُلکِ بے دغل
اے بلقیس! اٹھ، موت سے پہلے آ جا — بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز — اندریں در گہ نیاز آورنہ ناز
اے بلقیس! اٹھ اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر — اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مَستہ باقضا — ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا
اے بلقیس! اٹھ اور قضا خداوندی سے نہ بھڑ — ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعدازاں گوشت گشد مرگ آنچناں — کہ چو دُزد آئی بشحنہ جاں گناں
اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی — کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جان کی بات میں آئے گی

زیں خراں تاچند باشی نعل دُزد — گر ہمی دُزدی بیا و لعل دُزد
تو ان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟ — اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ مُلکِ خلود — تو گرفتہ مُلکتِ کور و کبود
تیری بہنوں نے ہمیشہ گی کی سلطنت حاصل کر لی — تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے رہا تک آنجاں کزیں مُلکِ بجست — کہ اجل ایں مُلک راویراں گرست
وہ جان قابل مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا — کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کر دینے والی ہے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں — مُلکتِ شاہان و سلطانانِ دیں
اے بلقیس! اٹھ آ جا اب دیکھ — دین کے امراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں — ظاہراً خارے میانِ دوستاں
وہ حقیقتاً باغ میں بیٹھا ہوا ہے — بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں [3] با اُو رواں ہر جا رود — لیک آں از خلق پنہاں می شود
جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے — لیکن وہ باغ مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بچر — آبِ حیواں آمدہ کز من بخور
پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا — آب حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف می کن بر فلک بے پر و بال — ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال
بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر — سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

[1] بااختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے بااختیار ہے۔ درنگر۔ یعنی عالم آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ۔ یعنی درگاہ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مستہ۔ مستیز کا مخفف ہے، جھگڑا نہ کر۔ بعدازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لئے دنیاداروں کی پابوسی نہ کر۔ نعل۔ حکمت کے لعل و گوہر۔ خواہرانت۔ یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔

[2] اے رہا تک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہو کر ابدی سلطنت حاصل کر لے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اخروی سلطنت حاصل کر لی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آ رہا ہے۔

[3] بوستاں۔ اس کے کمالات کا باغ اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اس باغ کی نہروں سے آب حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالم ملکوت کی سیر کر۔

چوں[1] رَواں باشی رَوان و پائے نہ
تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے

می خوری صد لُوت و لُقمہ خائے نہ
تو سو غذائیں کھائی گی اور لقمہ چبانے والی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا

نے پدید آید ز مُردن زشتیت
نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بد نمائی آئے گی

ہم[2] تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت
تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی تخت ہوگی

ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیبہ ہوگی

گر تو نیکو بختی و سُلطانِ زفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطان اعظم

بَخت غیرِ تُست روزے بَخت رفت
نصیبہ تیرا غیر ہے ایک دن نصیبہ روانہ ہو جائے گا

تو بماندی چوں گدایاں بے نَوا
تو فقیر دن کی طرح بے سرو سامان رہ جائے گی

دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ
بے برگزیدۂ خود تو دولت بن جا

چوں تو باشی بَختِ خود اے معنوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیبہ ہوگی

پس تو کہ بَختی ز خود کے گم شوی
تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے اپنے آپ سے کب گم ہوگی

تو ز خود کے گم شوی اے خوشخصال
اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟

چونکہ عینِ تو تُرا شد مُلک و مال
جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک و مال بن گیا

بقیہ[3] قصۂ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجد اقصیٰ را بہ تعلیم و
حضرت سلیمان کا مسجد اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدا کی تعلیم اور وحی کے ذریعہ

وَحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پَری
تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت
اس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی

بر سلیمانؑ آں نبیِ نیک بخت
ان نیک بخت نبی سلیمان کے پاس

اے سلیمانؑ مسجد اقصیٰ بساز
اے سلیمان! مسجد اقصیٰ بنا

لشکرِ بلقیس آمد در نماز
بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہو گیا ہے

چونکہ اُو بنیادِ آں مسجد نہاد
جب انہوں نے اس مسجد کی نیو رکھی

جن و انس آمد بدن در کار داد
جن و انس آ گئے اور کام میں لگ گئے

[1] چوں۔ یہ سیر روحانی ہوگی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارف خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمے چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

[2] ہم تو شاہ۔ عالم ملکوت میں تو خود ملکہ ہوگی تو خود نصیبہ ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیبہ در بھی ہے تو بخت اور چیز ہے اور تو اور چیز مغائرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہو جائے گا اور تو فقیر بن جائے گی۔ چون تو باشی۔ جب مجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہو جائے گا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

[3] بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمان کا ذکر چل رہا تھا درمیان بلقیس کا قصہ آ گیا تھا بہر حال وہ حضرت سلیمان کے پاس آ کر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمان کے قصہ کا پورا کرتے ہیں اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمان کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں۔ یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہو گئی۔ تخت۔ یعنی تخت سلیمان کے سامنے سے ہاتف غیبی کی آواز آئی۔ لشکر۔ بلقیس یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔ چونکہ او۔ یعنی حضرت سلیمان۔ آں مسجد یعنی اقصیٰ۔ جن و انس۔ حضرت سلیمان کی حکومت پر جن اور انس تھی۔

یک[1] اگر وہ از عشق و قومے بے مُراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بامل ناخواستہ

ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہ عبادت میں

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہش نفسانی زنجیر ہے

می کشد شاں سوئے دُکان و غلہ
وہ ان کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و وَلَہ
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے

تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ
تو ان لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند ان کا وہ خوف ہے

نیستند ایں خلق بے بند نہاں
یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کشاند شاں سُوئے کسب و شکار
وہ ان کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے

می کشاند شاں سُوئے کان و بحار
وہ ان کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می[2] کشاند شاں بسُوئے نیک و بد
وہ ان کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے

گفت حق فی جیدِھا حَبْلٌ مَّسَد
اللہ نے فرمایا اس کے گلے میں موج کی رسی ہے

قَدْ جَعَلْنَا الْحَبْلَ فِیْ اَعْنَاقِھِمْ
بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں رسی ڈال دی ہے

وَاتَّخَذْنَا الْحَبْلَ مِنْ اَخْلَاقِھِمْ
اور ہم نے رسی ان کے اخلاق سے بنائی ہے

لَیْسَ مِنْ مُّسْتَقْذِرٍ مُّسْتَقِہ
نہیں کوئی بھی گنہگار (یا) پاک

قَطُّ اِلَّا طَائِرُہٗ فِیْ عُنُقِہ
ہرگز، مگر اس کا اعمالنامہ اس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست
برے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے

اَخگر از رنگ خوشِ آتش خوش ست
انگار آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں[3] سیاہی مخم در آتش نہاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے

چونکہ آتش شُد سیاہی شد عیاں
جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اخگر از حرصِ تو شُد مخمِ سیاہ
کالا کوئلہ تیری حرص ہی کی وجہ سے انگارا تھا

حرصِ چوں شُد ماند آں مخمِ تباہ
حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں مخم اخگر می نمود
اس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا

آں ز حُسنِ کارِ نارِ حرص بُود
وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حسن کی وجہ سے تھا

حرصِ کارت رابیا راینده بُود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا

حرص رَفت و ماند کارِ تو کبُود
حرص ختم ہو گئی وہ تیرا کام بد نما ہو گیا

---

[1] یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور ان کا قلبی رجحان ان کے لئے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اس زنجیر کے ذریعہ اپنے مرشب کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ۔ آمدنی پیداوار۔ خوف و وَلَہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی ایک عشق اور محبت کی۔ بے سلسلہ۔ قرآن پاک میں ہے مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے۔

[2] می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اس کو مختلف کاموں کی طرف کھینچتی ہے۔ فی جیدہا۔ قرآن میں ابولہب کیبیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اس کے گلے میں موج کی رسی ہے۔ مولانا نے یہاں رسی سے وہی خواہش نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کر رہے ہیں مراد لی ہے۔ مستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مستقہ۔ اصل میں مستنقی تھا، پاک و صاف۔ طائرہ۔ پرند یعنی اعمال نامہ حرص۔ انسان کی حرص اس کے برے عمل کو خوشنما کر کے پیش کر دیتی ہے۔ جس طرح آگ کالے کوئلے کو خوشنما انگارا بنا دیتی ہے۔

[3] آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اس کو سرخ بنا دیتی ہے جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن نمودار ہو جاتا ہے۔ فخر۔ برا عمل حرص کی وجہ سے حسین بنا ہے جب حرص جاتی رہتی ہے اس عمل کی برائی نظر آنے لگتی ہے۔ مخم۔ کوئلہ۔

غُورہ[1] را کہ بیا را یند غُول
جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے

پُختہ پندارد کسے کُو ہست گول
وہ شخص کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ اُو
جس اس کی جان آزمائش کرتی ہے

کُند گردد ز آزموں دندانِ اُو
آزمائش سے اس کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود
ہوس کی وجہ سے اس جال کو دانہ دکھا دیا

عکسِ غُول حرص وآں خود دام بُود
حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تو

حرص اندر کارِ دین و خیر جُو
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ

چوں نماند حرص ماند نغز اُو
جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغزند نہ از عکسِ غیر
نیک کام خود خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے

تاب[2] حرص از کارِ دنیا چوں برفت
دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے

تاب حرص ار رفت ماند تابِ خیر
حرص کی چمک اگر چلی جائے نیکی کی چمک رہتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے

فحم باشد ماندہ از اخگر بہ تفت
ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

چوں زکودک رفت آں حرصِ بدش
جب بچہ میں اس کی وہ بری حرص جاتی رہی

تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
یہاں تک کہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں
کہ میں نے کیا کیا تھا اس میں کیا سمجھا تھا؟

بر دِگر اطفال خندہ آیدش
دوسرے بچوں پر اس کو ہنسی آتی ہے

آں بنائے انبیا بے حرص بُود
انبیاء کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی

خَل[3] ز عکسِ حرص بنمود انبیں
حرص کے پرتو سے سر کہ شہد نظر آیا تھا

اے بسا مسجد برآدر دہ کرام
شرفاء نے بہت سی مسجدیں بنائیں

زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
اسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

کعبہ را کش ہر دمے عزّے فزود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے

لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
لیکن ان کا مسجد اقصیٰ نام نہ ہوا

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست
اس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے

آں ز اخلاصاتِ ابراہیم بُود
یہ حضرت ابراہیم کے خلوص کی وجہ سے ہے

لیک در بنّاس حرص و جنگ نیست
لیکن اس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

---

[1] غورہ۔ کچا خوشہ غول۔ چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھاؤ گے تو پتہ چلے گا اور دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔ حرص۔ کار خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دے گا۔ تاب۔ چمک

[2] تاب حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد ان کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔ کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچہ دوسرے بچوں کی اس حرکت پر ہنستا ہے۔

[3] خل۔ غرضکہ انسان کی حرص اور لالچ برے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیاء کرتے ہیں اس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا ان کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن ان کو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجد اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضل آں مسجد۔ یعنی مسجد حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اخلاص سے مسجد حرام کی تعمیر کی تھی کسی کی حرص اور مقابلہ میں تعمیر نہ کی تھی۔

نے اُکتب شاں چوں کتابِ دیگراں
نہ ان کی کتابیں، دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں

نے مَساجد شاں نہ کسب و خانماں
نہ ان کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر

نے لب شاں نے غضب شاں نے نکال
نہ ان کا لالچ نہ ان کا غصہ نہ عذاب

نے نُعاس و نے قیاس و نے مَقال
نہ اونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت
ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں رتبہ میں

صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

ہر یکے شاں را یکے فرِّ دگر
ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک دوسری شان ہے

مُرغ جاں شاں طائر از پرّ دگر
ان کی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد زذکرِ حالِ شاں
ان کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے

قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں
ان کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مُرغِ شاں را بیضہا زرّیں بُدست
ان کے مرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں

نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شُدست
ان کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم
میں دل و جان سے اس قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کرتا ہوں

نقص گفتم گشتہ ناقص گوئے قوم
گویا اس قوم کا ناقص گو بن کر ان کی برائی بیان کرتا ہوں

مسجدِ اقصیٰ ۲ بسازید اے کرام
اے شریفو! مسجد اقصیٰ بناؤ

کہ سلیمانؑ باز آمد والسّلام
کیونکہ سلیمانؑ آ گیا ہے والسلام

ور ازیں دیوان و پَریاں سَر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے

جُملہ را اَملاک در چنبر کشند
فرشتے سب کو شکنجے میں کس دے گے

دیو یک دَم کژ رَود از مکر و زُرق
اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے

تازیانہ آیدش بر سَر چو بَرق
اس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو
تو سلیمان بن جا تاکہ تیرے دیو

سَنگ بَرّند از پے ایوانِ تو
تیرے محل کے پتھر ڈھو کر لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے دَسواس دریو
تو بے شک و شبہ سلیمان کی طرح بن جا

تا تُرا فرماں بَرد جنّی ودیو
تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

خاتمِ ۳ تو ایں دِلست و ہوش دار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ

تا نگردد دیو خاتم شکار
تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

۱ نے اُکتب۔ انبیاء کی ہر چیز انوکھی ہوتی ہے۔ ہر ایک رل ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرد گر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل ان کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا۔ یعنی اچھے نتیجے۔ نیم شب۔ یعنی چشم باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔

۲ مسجد اقصیٰ۔ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہو گئی تھیں اب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمان کا ذکر شروع کر دیا۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروف کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے ان کو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اس پر برق کا تازیانہ آ لگتا ہے۔ چوں سلیمان۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمان کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمت گار بن جائیں گے۔

۳ خاتم تو۔ حضرت سلیمان جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرا لی تھی اور اسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اس کی حفاظت کر شیطان اس کو نہ چرا لے اور وہ تجھ پر حکومت نہ کرنے لگے۔

پس سُلیمانی کند بر تو مُدام — دیو با خاتم حذر کن و السّلام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے — دیو انگوٹھی کے ذریعہ بچ والسلام

آں سُلیمانی دِلا منسوخ نیست — در سَر و سِرّت سُلیمانی اِ کُنی ست
اے دل وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے — تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنے والا ہے

دیو ہم وقتے سُلیمانی کُند — لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے — لیکن ہر جولاہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دَست ۲ جُنباند چو دستِ اُو ولیک — درمیانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک
وہ اس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن — ان دونوں میں بہت فرق ہے

دَر بیانِ ایں حدیثِ مَعنوی — یک حکایت بشنو اندر مَثنوی
اس باطنی بات کے بیان میں — مثنوی میں ایک حکایت سن لے

قصۂ شاعر وِصلہ دادن شاہ و مَضاعف کردن آں صلہ را وزیرِ حَسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اس کو عطیہ دینا اور وزیر' حسن نامی کا اس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شِعرے پیشِ شاہ — بر اُمید خِلعَت و اِکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے — خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مُکرِم بُود فرمودش ہزار — از زَرِ سُرخ و کرامات و نُثار
شاہ صاحب کرم تھا اس کے لئے حکم دیا ایک ہزار — اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بُوَد — دَہ ہزارش ہَدیہ دہ تا وا رَوَد
وزیر نے اس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے — دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

از ۲ چو اُو شاعر و از تو بحر دست — دہ ہزارے کہ بلفتم اندک ست
اس سے شاعر کے لئے آپ جیسے سخی سے — میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصّہ گفت آں شاہ را و فلسفہ — تابر آمد عشرِ خرمن از کفہ
اس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سنایا — یہاں تک کہ پچھے کھچے مال میں سے خرمن کا دسواں حصہ نکال دیا

دَہ ہزارش داد و خلعت در خورش — خانۂ شُکر و ثنا گشت آں سَرش
اس کو دس ہزار اور اس کے مناسب خلعت دی — اس کا دماغ شکر و ثناء کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بُود — شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
پس اس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی — بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

۱ سُلیمانی کند۔ یعنی تیری روح تیرے اندر ہے اگر تو اس کی اصلاح کرلے گا وہ سلیمانی کرے گی۔ دیو مزور شیخ کی مثال اس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمان کی انگوٹھی چرا کر اس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔

۲ دست جُنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے یہی حال صحیح شیخ اور مزور شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ شاعر نے جب قصیدہ سنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اس کے حسن نامی وزیر کے سفارش کرکے دس ہزار اشرفیاں دلائیں مکرم۔ بخشش کرنے والا۔

۳ از چو اور۔ ایسے عمدہ اشعار اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ۔ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ۔ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تابر آمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے میں اس قدر تھے کہ یہ دس ہزار اس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحص۔ تجسّس یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اس بڑے عطیہ پر کس نے آمادہ کیا ہے۔

پس ا بگفتندش فلان الدیں وزیر
لوگوں نے اس سے کہا فلان الدین وزیر نے

آں حَسَن نام و حَسَن خُلق و ضمیر
جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

دَر ثنائے اُو یکے شِعرِ دَراز
اس نے اس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ

بَر نوشت و سُوئے خانہ رَفت باز
لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لَب ہُماں نعمائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے

مَدح شہ می کرد خَلعتہائے شاہ
بادشاہ اور اس کی خلعت کی تعریف کر رہی تھیں

باز آمدنِ شاعر بعد چند سال بامید ہماں صِلہ و ہزار دنیار
چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اسی عطیہ کی امید پر اور بادشاہ کا

فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش و گفتنِ وزیر دیگر کہ بَعد از وفات
اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا

وزیرے نَصب کردہ بُودند ہم حَسَن نام شاہ را کہ ایقدر صلہ
بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اس کا نام بھی حسن

سَخت بسیارست وما را خرجہاست و خزینہ خالیست
تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت سے خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور

ومن اُورا بدہ۲ یک ایں راضی کُنم
میں اس کو دسویں حصہ پر راضی کرلوں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق وگشت
چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے

شاعر از فقر و عِوَز مُحتاج گشت
شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگیِ دو دَست
اس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت

جُستجوئے آزمودہ بہترست
آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

دَر گہے را کاز مودم از کرم
جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں

حاجتِ نَو را ہُماں جانب بَرم
نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ ۳ اللہ گفت آں سیبویہ
سیبویہ نے اللہ کی معنی بتائے ہیں

یُوْلِهُوْنَ فِی الْحَوَائِجُ هُمْ لَدَیْهِ
وہ ضرورتوں میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت اَلْهَنَا فِیْ حَوَائِجَنَا اِلَیْکَ
اس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے

وَالْتَمَسْنَاهَا و جَدْنَا هَالَدَیْکَ
ان کو ہم نے تلاش کیا ان کو تیرے پاس پایا

۱ پس بگفتند۔ لوگوں نے اس شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر جس کا نام بھی حسن ہے اور وہ دل کا حسن ہے اس نے یہ عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز۔ یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطایا زبان حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ بر قاعدۂ خویش۔ اس مرتبہ بھی شاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔

۲ بدہ یک۔ یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اس شعر کے مصرع اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی شد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہے وہاں ہی چلنا چاہیے۔

۳ معنیِ اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور لَہ سے بنا ہے جو دراصل وَلِہ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک الٰہ تھا پہلی ہا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یا کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اس کے سامنے تضرع زاری کرتی ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے اس میں اللہ کی وجہ تسمیہ ظاہر کی ہے۔ گفت۔ سیبویہ نے کہا کہ ہم نے ضروریات میں اللہ سے تضرع وزاری کی اور ہماری ضرورتیں پوری ہوئی ہیں۔

صد[1] ہزاراں عاقل اندر وقتِ دَرد
لاکھوں عقلمند درد کے وقت

جُملہ نالاں پیشِ آں دیّانِ فرد
سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کُند
کوئی احمق ' دیوانہ یہ کرتا ہے

بَر بخیلے عاجزے گدیہ تَند
کہ عاجز ' بخیل سے بھیک مانگے

گر ندیدندے ہزاراں بار پیش
اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے

عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش
عقلمند کب اس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جُملہ ماہیاں در مَوجہا
بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں

جُملہ پرّندگاں بَر اَو جہا
بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جُملہ[2] موجہا بازی کُناں
بلکہ کھیتی ہوئی تمام موجیں

ذوق و شوقش راعیاں اندر عَیاں
اس کے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و خیدر و اِشکار نیز
ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی

اژدہائے زَفت مور و مارنیز
موٹا اژدہا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار
بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں بھی

مایہ زُو یابند ہم دے ہم بَہار
اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دَمش لابہ کُنداں آسماں
یہ آسمان ہر وقت اس کی خوشامد کرتا ہے

کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں
کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تواست
میرا ستون تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے

جُملہ مَطوی یمین آں دو دست
سب چیزیں ان دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

ویں[3] زمیں گوید کہ دارم برقرار
یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے بہ قرار رکھ

اے کہ برآبم تو کردستی سَوار
اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جُملگاں کیسہ از و بَر دو ختند
سب نے تھیلی اسی سے سی ہے

دا دنِ حاجت ازُو آموختند
ضرورت پوری کرنا اس سے سیکھا ہے

ہر نبی ازوَئے بر آوردہ بَرات
ہر نبی نے اسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے

اِستَعِینُوا مِنهُ صَبرًا وَّ الصَّلٰوۃ
کہ اس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیان۔ بدلہ دینے والا۔ فلیوے۔ احمق۔ گدیہ۔ بھیک۔ گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوئی ہوتی تو کیوں اس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[2] جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایا حاصل کرتی ہے۔ حیدر۔ شیر۔ مایہ زدیابند۔ غرضیکہ جملہ کائنات اسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سما جلالیہ اور جمالیہ جو کہ ان آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے۔ کُلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے۔

[3] ویں زمیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جُملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے برات۔ شاہی حکمنامہ دستاویز۔ اِستَعِینُوا ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو دعا پورا ہو جائے گا۔

هیں از و خواهید نے از غیر اُو
خبردار! اسی سے چاہو نہ کہ اس کے غیر سے

آب[1] اَدریم جُو مجو دَر خُشک جُو
پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

وَز بخواہی از دِگر ہم اُو دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا

بر کفِ میلش سَخا ہم اُو نہد
اس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ مُعرِض رازَ زَر قاروں کُند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے

رُوبد و آری بطاعت چوں کُند
اسی کی طرف رخ کرو فرمانبرداری کے ساتھ کیا کرے گا؟

بارِ دیگر شاعر از سودی داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے

رُو بسُوئے آں شہِ محسن نہاد
اس محسن بادشاہ کی جانب رخ کیا

ہدیہ شاعر چہ باشد شعرِ نَو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر

پیش محسن آردو بنہد گرو
محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

محسناں بالصد عطا و جُود و بر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان ہے

زَر نہادہ شاعراں را منتظر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ[2] اِشاں شعرے بہ از صد تنگِ شعر
ان کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں تھانوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بُود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے

زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بُود
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سُوئے مَکسب صد حیل
کمائی کی جانب بھیجتے اور سینکڑوں تدبیروں کی جانب

جاں نہادہ بر کف از حرص و امل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنادر گشت مستغنی زناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا

عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام آدمی اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

تا کہ[3] اصل و نسل اُورا بَر دہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں

دَر بیانِ فضلِ اُو منبر نہند
اس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تا کہ کرّو فرو زَر بخشی اُو
تاکہ اس کی شان و شوکت اور سخاوت

ہمچو عنبر بُود ہد دَر گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خَلقِ ما بر صُورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہے

وصفِ ما از وصفِ اُو گیر و سبق
ہمارے اوصاف اس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

[1] آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔ وز بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لئے کہ ان میں سخاوت کا مادہ اسی نے رکھا ہے۔ مُعرِض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادت گزاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ بنہد گرو۔ شاعر شعر پیش کر کے انعام چاہتا ہے۔ محسناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپیہ لئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو ان کو انعام دیں۔

[2] پیش شاں۔ جو لوگ ان کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں تھانوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوی۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سو جندے کرتا ہے۔

[3] تا کہ۔ اب اس کی خواہش ہے کہ شعراء اس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اس کی شان و شوکت کی خوشبو میں پھل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر و حمد کا طالب ہے لہٰذا انسان میں بھی یہ صفت ہے۔

چونکہ آں خلّاق شکر و حمد جُست
چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے

آدمی را مدح جُوئی نیز خُوست
تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ اَمرِ حق کہ فضل ست و چُست
خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے

پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست
صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پر ہو جاتا ہے

وَر نباشد اہل زاں بادِ دروغ
اور اگر اہل نہ ہو اس جھوٹی ہوا سے

خیک بد ریدست کے گیرد فروغ
پھٹا ہوا مشکیزہ ہے وہ کب ابھار حاصل کرے گا؟

ایں مثل از خود نگفتم اَے رفیق
اے دوست! یہ مثل میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے

سَرسَری مَشنو چو اہلی و مُفیق
اگر تو ہوشمند اور اہل ہے اس کی سرسری نہ سن

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح
یہ بات پیغمبرؐ نے فرمائی جبکہ انہوں نے اعتراض سنا

کہ چرا فربہ شود احمدؐ بمدح
کہ احمد تعریف سے موٹے کیوں ہوئے ہیں؟

رَفت شاعر سُوئے آں شاہ و ببُرد
شاعر اس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا

شِعر اندر شُکرِ احساں کاں نمُرد
احسان کے شکر میں شعر کیونکہ وہ احسان نہ مرا تھا

مُحسناں ۲ مُردند و احسانہا بماند
احسان کرنے والے مر جاتے ہیں لیکن احسان زندہ رہتے ہیں

اے خُنک آنرا کہ ایں مَرکب براند
قابل مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مُردند و ماند آں ظُلمہا
ظالم مر گئے اور وہ مظلوم باقی رہ گئے

وائے جانے گو کُند مکرو دَغا
اس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خُنک آں را کہ اُو
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے

شُد ز دنیا ماندا زُو فعلِ نِکُو
جو دنیا سے گیا اور اس کا نیک کام باقی رہا

مُرد محسن لیک احسانش نمُرد
احسان کرنے والا مرا لیکن اس کا احسان نہ مرا

نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد
اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نام ۳ نیکِ اُوز فعلِ نیک داں
اس کی نیکنامی نیک کام سے سمجھ

پس نمُرد ست اُو یقیں بنگر میاں
وہ یقیناً نہیں مرا ہے اچھی طرح غور کر لے

وائے آنکو مُرد و عصیانش نمُرد
اس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اس کا گناہ نہ مرا

تا نہ پنداری بمرگ اُو جاں ببُرد
تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کُن زانکہ شاعر برگذرد
اس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر

وام دارست و قوی محتاجِ زر
مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

۱ خاصہ۔ یعنی اہل اللہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ ان کے مداح بن کر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو ان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیک دُرست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائی گی۔ بادِ دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ ایں پیغمبر گفت۔ اس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ نمُرد۔ احسان اور عمل خیر مرتا نہیں ہوتا ہے۔

۲ مُحسناں۔ محسن مر جاتا ہے لیکن اس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مر جاتا ہے۔ گفت۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث کتب حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے۔ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں صدقہ جاریہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جس کو اس کے لئے دعا کرے۔

۳ نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بد عمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اس شخص کے مرنے سے اس کی جان نہ چھوٹے گی بلکہ اس بد عمل کی وجہ سے اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ایں رہا کن۔ اب اس ذکر کو ختم کر کے شاعر کی بات کی تکمیل کرو۔

بُرد شاعر شِعر سُوئے شہر یار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا

بر اُمید بخشش و اِحسان پار[1]
گزشتہ سال کی بخشش اور احسان کی امید پر

نازنیں شعرے پر از دُرِ دُرست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پر

بر اُمید و بُوئے اِکرام نخست
پہلے جیسے اکرام کی امید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خویِ خود گفتش ہزار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اس کے لئے ایک ہزار کا حکم دیا

چوں چُنیں بُد عادتِ آں شہر یار
کیونکہ اس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُرز جُود
لیکن اس بار وہ سخاوت سے پر وزیر

بر بُراق عزّ دُنیا رفتہ بُود
عزت کے براق پر دنیا سے روانہ ہو چکا تھا

بر مقام اُو وزیرِ نو رئیس
اس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم

گشتہ لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں

شاعرے را نبُود ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

مَن[2] بربعِ عُشر ایں مُغتنم
اے مغتنم! میں اس کے چالیسویں حصہ پر

مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کر لوں گا

خلق گفتندش کہ اُو از پیش دست
لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ پہلے

وہ ہزارے زیں دلاور بُردہ است
اس دلاور بادشاہ سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکّر کلاک خائی چوں کُند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے گوارا کرے گا

بعدِ سُلطانی گدائی چوں کُند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم اُورا اندر فشار
اس نے کہا میں اس کو تنگی میں دباؤں گا

تا شود زار و نِزار از اِنتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہو جائے

آنکہ[3] ار خاکش وہم از راہ من
تب اگر میں اس کو راستہ کی خاک بھی دوں گا

دَر رُباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائے گا

ایں بمن بگذار کاُستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں استاد ہوں

گر تقاضا گرُود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثُریّا گر پرَدّ تا ثَریٰ
اگر وہ ثریا سے ثری تک پرواز کرے

نَرم گردو چوں بہ بیند اُو مَرا
جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑ جائے گا

---

[1] پار۔ گذشتہ نازنین۔ یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اس کے موتی جیسے الفاظ تھے۔ ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دیا تھا۔ ایں بار۔ اس بار جب شاعر آیا تو پرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہو چکا تھا۔ بر مقام اُو۔ اس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

[2] مَن بربعِ عشر۔ اس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کر لوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اس وزیر سے کہا۔ بعد شکر۔ یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہو جائے گا۔

[3] آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہو گا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔ ایں من۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں استاد ہوں تقاضہ کرنے والا خواہ گرم مزاج ہو میں اس کو ٹھنڈا کر لیتا ہوں۔ از ثریا۔ خواہ اس کی دوڑ ثریا سے ثری تک ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائے گا اور راضی ہو جائے گا۔

گفت سلطانش برفرماں تُراست
بادشاہ نے اس سے کہا جا تجھے اختیار ہے

لیک شادش کُن کہ نیکوگیِ ماست
لیکن اس کو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

گفت اُورا و دو صد چوں اُو گدا
اس نے کہا اسکو اور اس جیسے دو سو فقیروں کو

تو بمن بگذار و فارغ شوشہا
تو اے شاہا میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

پس فگندش صاحب اندر انتظار
پھر اس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا

شد زمستان و دے وآمد بہار
جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آ گیا

شاعرش چند انکہ حاجت می نمود
شاعر جتنی بھی اس کے سامنے ضرورت پیش کرتا

صاحبش در و عدہ حیلہ می فزود
وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

شاعر۲ اندر انتظارش پیر شد
اس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہوگیا

بس زبونِ ایں غم و تدبیر شد
اس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آ گیا

گفت اگر زر نہ کہ دُشنامم دہی
اس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دیدے

تا رہد جانم ' تُرا باشم رہی
تاکہ میری جان چھوٹے ' میں تیرا غلام بن جاؤں گا

انتظارم کشت بارے گوبرو
مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا

تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو
تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پا لے

بعد ازانش داد رُبعِ عُشرِ آں
اس کے بعد اس نے اس کا چالیسواں حصہ دیا

ماند شاعر اندر اندیشہ گراں
شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

کانچناں۳ نقد و چُناں بسیار بُود
کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا

ایں کہ دیر اشگفت دستہ خار بُود
یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا مٹھا تھا

پس بگفتندش کہ آں دستورِ راد
لوگوں نے اس سے کہا وہ عقلمند وزیر

رفت از دُنیا خدا مُزدش دہاد
دنیا سے چلا گیا خدا اس کو اجر دے

کہ مُضاعف زو ہمی شد آں عطا
کہ اس کی وجہ سے عطا دوگنی ہو جاتی تھی

کم ہمی اُفتاد در بخشش خطا
عطا کے معاملہ میں اس سے غلطی نہ ہوتی تھی

ایں زماں اُو رفت و احساں رابرُد
اب وہ چلا گیا اور احسان کو بھی لے گیا

اُو بمرد الحق ولے احساں نمُرد
وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا

رفت از ما صاحبِ را دو رشید
ہم سے دانا اور نکو کار وزیر رخصت ہو گیا

صاحبِ سلّاخ در ویشاں رسید
فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آ گیا

۱ گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اس کو خوش کر دینا۔ گفت اورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور موسم پر موسم گزرنے لگے۔ شاعر جس قدر بھی اپنی ضروریات ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کر دیتا۔

۲ شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاشر سے عاجز آ گیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دے دیتا تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گزار ہوں گا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ زبع عشر۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

۳ کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستۂ خار۔ کانٹوں کا مٹھا۔ آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مُضاعف۔ دُوگنا۔ ایں زماں۔ یعنی پہلا وزیر حسن اگرچہ مر گیا لیکن اس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔

رَو بگیر ایں را وز ینجا شب گریز
جلیہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا

تا نگیرد[1] باتو ایں صاحب سَتیز
تاکہ یہ جھگڑا تجھے گرفت میں نہ لے لے

بامصد حیلت ازواں ہدیہ را
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش

بستدیم اے بے خبر از جہدہا
حاصل کی ہے اے کوششوں سے بے خبر

رُو بدیشاں کرد و گفت اے مُشفقاں
اس نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا اے مشفقو!

از کجا آمد بگوئید ایں عَواں
بتاؤ یہ سیاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نام ایں وزیرِ جامہ کُن
اس کپڑے اتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟

قوم گفتندش کہ نامش ہم حَسَن
لوگوں نے کہا اس کا نام بھی حسن ہے

گفت یارب نام آن و نام ایں
اس نے کہا اے خدا! اس کا نام اور اس کا نام

چوں یکے آمد دریغ اے ربِّ دیں
ایک کیسے ہوا؟ اے دین کے رب افسوس ہے

آں[2] حَسَن نامی کہ از یک کلکِ اُو
وہ حسن نام والا کہ اس کے ایک قلم کی جنبش سے

صد وزیر و صاحب آمد جُود جُو
سو وزیر اور صاحب طالب بخشش تھے

ایں حَسَن کز ریشِ زشتِ ایں حَسَن
یہ حسن کہ اس حسن کی بدنما داڑھی سے

می تواں بافید اے جا صدرَسَن
اے جان! سو رسیاں بنی جائیں

برچنیں صاحب چوشہ اِصغا کند
ایسے وزیر کی بات پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے

شاہ و مُلکش را اَبد رُسوا کند
وہ ہمیشہ شاہ اور اس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

ماستنِ بدرای ایں وزیرِ دُون در افسادِ مُرَوتِ شاہ بو زیرِ فرعون یعنی ہامان در افسادِ قابلیت فرعون پندِ موسیٰ را علیہ السلام

اس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی ہامان کے ساتھ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے افساد میں مشابہت

چند آں[3] فرعون می شُد نرم ورام
بہت سی مرتبہ فرعون نرم اور مطیع بنا

چو شُنیدے اُوز موسیٰ آں کلام
جب وہ موسیٰ سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سَنگ شیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا

از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
اس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بُود اُو
جب ہامان سے جو کہ اس کا وزیر تھا

مَشورت کردے کہ کینش بُود خُو
وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کمینہ پن تھی

[1] تا نگیرد۔ یعنی یہ عطا لے کر چلا جا ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لے گا۔ ما۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رُو۔ یعنی شاعر نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سیاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سنا کہ اس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے برے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[2] آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اس قابل ہے کہ اس کی داڑھی سے رسیاں بنائی جائیں۔ برچنیں۔ لیا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کے لئے رسوائی کا باعث ہے۔ ماستن۔ شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

[3] چند۔ فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اس کا وزیر پھر اس کو حضرت موسیٰ کے مدمقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر۔ یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پُرتاثیر تھا کہ اس کو سن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کمینہ جو تھی۔

چوں[1] باہاماں مشورت کردے دران
جب وہ اس میں ہامان سے مشورہ کرتا

مانعش گشتے مُدام آں سخت جاں
وہ سخت جان ہمیشہ اس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تا کنوں بُودی خدیو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہ مصر تھے

بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
مگر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آتی

آں سخن بر شیشہ خانہ او زدے
یہ بات، اور اس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیمِ خوش خطاب
وہ خوش کلام کلیم اللہ جو سو دن میں

ساختے در یک دم اُو کردے خراب
بناتے وہ ایک دم میں اس کو برباد کر دیتا

عقل[2] تو مغلوب دستورِ ہَواست
تیری عقل خواش نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے

در وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیرے وجود میں راہ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربّانیے پندت دہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرتا ہے

آں سخن را اُو بفن طرحے نہد
وہ اس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ رجایست ہیں از جا مشو
کہ یہ بات با موقع نہیں ہے خبردار جگہ سے نہ ہل

نیست چنداں باخود آشید امشو
یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ دیوانہ نہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بُود
اس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو

جائے ہر دو دوزخ پُر کیں بُود
دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ اُورا دستگیر
وہ بادشاہ قابل مبارکباد ہے کہ اس کا ایسا وزیر ہو

باشد اندر کار چوں آصف وزیر
دونوں مقام غضبناک دوزخ ہے

شاہِ[3] عادل چوں قرینِ اُو شود
منصف بادشاہ جب اس کا ساتھی ہو

نام اُو نور علیٰ نور ایں بُود
تو اس کا نام نور علی نور ہو

چوں سلیماں شاہ و چوں آصف وزیر
سلیمان جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر

نور بر نورست عنبر بر عبیر
نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر
شاہ فرعون ہو اور ہامان جیسا اس کا وزیر

ہر دورا نہ بُود زبد بختی گزیر
تو دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بُود ظلمات بعضے فوق بعض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ

نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض
قیامت کے روز نہ عقل یار ہو گی نہ دولت

[1] چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کے لئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہ مصر ہیں حضرت موسیٰ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائے گے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰ۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ۔

[2] عقل تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ اُو۔ فن۔ یعنی خواہش نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ ہوائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بالکل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو ان دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

[3] شاہ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیماں۔ حضرت سلیمان۔ اور ان کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کے لئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہو گی نہ وہاں عقل کام آئے گی نہ دولت۔

من ندیدم جُز شقاوت در لئام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا

گر تو دیدستی رساں از من سلام
اگر تو نے دیکھا ہے تو ان کو میرا سلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے

عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
خراب عقل روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شُد
عقل کا فرشتہ جب ہادت بن جاتا ہے

سحر آموزِ دو صد طاغوت شُد
دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جُزوی را وزیرِ خود مگیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا

عقلِ کل را سازِ اے سُلطاں وزیر
اے شاہا! عقل کل کو اپنا وزیر بنا

مر ہَوا را تو وزیرِ خود مساز
تو ہوا (وہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا

کہ برآید جانِ پاکت از نماز
کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائے گی

کایں ہَوا پُر حرص و حالی بیں بُوَد
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے

عقل را اندیشہ یُوم لدّیں بُوَد
عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل ۲ را دو دیدہ در پایانِ کار
عقل کی دونوں آنکھیں انجام کار پر ہوتی ہے

بہرِ آں گُل می کشد اُو رنجِ خار
وہ اس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے

باد ہر خوطومِ اخشم دور ازاں
خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اس سے دور ہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر
اگرچہ تیری بھی عقل ہے لیکن دوسری عقل کا

یار باش و مشورت کُن اے پدر
دوست بن جا، اے بابا! مشورہ کر لے

باد و عقلِ از بس بلا ہا وا رہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پالے گا

پائے خود بر اُوجِ گرد و نہا نہی
اپنا پاؤں آسمانوں کی بلند پر رکھے گا

۱ گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اس سے میرا سلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح جانی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہادتی فطرت اختیار کر لے تو اس کے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جُزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقل کل۔ وہ عقل جو ہوا وہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ انسان کی خواہش نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

۲ عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گل۔ یعنی آخرت۔ خار۔ یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ور چہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقل کامل کو ضرور شریک مشورہ کرے۔ باد و عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقل کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائے گی۔

۳ نشستن۔ یہ قصہ کہ ضحر نامی دیو نے حضرت سلیمان کی انگشتری چرالی تھی اور خود حضرت سلیمان کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک یہ محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اس کو بیان فرمادیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمان کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اس کی حفاظت ضروری ہے۔

نشستنِ ۳ دیو بر مقام سلیمان و شبہ کردنِ او بکارہائے سلیمان و فرق ظاہر
حضرت سلیمان کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اس کا حضرت سلیمان کے کاموں کی نقل اتارنا

شدن میلِ دیو و سلیمان و دیو خود را سلیمان بن داؤد نام کردن
اور دیو اور حضرت سلیمان میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد مقرر کرنا

دیو[1] اگر خود را سُلیماں نام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمان رکھ لیا

مُلک بُرد و مملکت را رام کرد
ملک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سُلیماں دیدہ بُود
اس نے حضرت سلیمان کے کام کا ظاہر دیکھا تھا

صورت اندر سرِّ دیوی می نمود
شیطانی باطن میں صورت رضا تھی

خَلق گفتندایں سُلیماں بےصفاست
لوگوں نے کہا یہ سلیمان بے نور ہے

از سُلیماں تا سُلیماں فَرقہاست
سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

اُو چو بیداریست ایں ہمچو وَسَن
وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے

ہمچناں کہ آں حَسَن تاایں حَسَن
جیسا کہ اس حسن اور اس حسن میں

دیو[2] میگفتے کہ حق بر شکلِ من
دیو کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری صورت پر

صُورتے کردست خوش بَرا ہرمن
شیطان کی خوبصورت صورت بنا دی ہے

دیورا حق صورتے من دادہ است
اللہ تعالیٰ نے دیو کو میری صورت دیدی ہے

تابیند از دشمارا اُو بشست
تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسا لے

گر پدید آید بدعوئی زینہار
اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز

صورتِ اُورا مدارید اِعتبار
اس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیو شاں از مکر می گفتے ولیک
دیو مکاری سے ان سے کہتا تھا، لیکن

می نمودآں عکس بر دلہائے نیک
اس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با مُمیّز خاصہ اُو
دھوکا تمیز کر لینے والے کے ساتھ ممکن نہیں ہے خصوصاً وہ

کہ بُود تمییز و عقلش غیب گو
کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتا دے

ہیچ سِحر و ہیچ تلبیس و دَغَل
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب

می نہ بَندد پَردہ بَرِ اہلِ دُوَل
پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پس[3] ہمی گفتند با خورد دَر جواب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے

باژ گونہ می رَوی اے کج خطاب
اے ٹیڑھی بات کرنے والے تو الٹی چال چل رہا ہے

باز گونہ رَفت خواہی ہمچنیں
تو اسی طرح الٹا جائے گا

سُوئے دوزخ اَسفل اندر سافلین
دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

اُو اگر مَعزول گشتہ است و فقیر
وہ سلیمان اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں

ہَست دَر پیشانیش بدرِ مُنیر
ان کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

---

[1] دیو۔ صخر۔ رام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمان کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اس نے ظاہری کار کی نقل اتارنی شروع کر دی لیکن ان کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ خلق۔ جب صخر نے سلیمان ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اس سلیمان اور ان دونوں بہت فرق ہے اور ان دونوں میں ایسا ہی فرق بتایا جیسا کہ پہلے وزیر حسن اور دوسرے وزیر حسن میں فرق تھا۔

[2] دیو میگفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمان کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو ان کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آ کر کچھ کام کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔ دیو۔ وہ صخر اس نے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اس کی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست نیک لوگوں کے ساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں ان کے علاقوں پر کوئی جادو مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

[3] پس۔ اس صخر کی تقریر پر توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال الٹی ہے۔ باژ گونہ۔ تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں الٹا گرے گا۔ او۔ حضرت سلیمان اگرچہ اس وقت سلطنت سے معزول ہیں اور گدا ہیں لیکن ان کی پیشانی میں نور نبوت ہے۔

تو اگر[1] اَنگشتری را بُردۂ
تو نے اگر انگوٹھی اڑالی ہے

دوزخی چوں زمہریر افسُردۂ
تو دوزخ ہے، زمہریر کی طرح ٹھٹھرا ہوا ہے

مابوش و عارِض و طاق و طرب
ہم کرو فر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے

سَر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سُنب
سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

وَر بغفلت مانہیم اُورا جبیں
اگر ہم غفلت سے اس کے سامنے پیشانی رکھ دیں

پنجۂ مانع بَرآید از زمیں
روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہو گا

کہ مَنہ آں سَر مَرایں سَر زیر را
کہ اس اندھے کے لئے سر نہ جھکا

ہیں مکُن سجدہ مَرایں اَدبیر را
خبردار! اس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرح[2] ایں بَس جانفزا
میں اس کی پرلطف تشریح کرتا

گر نبُودے غیرت ورَشکِ خدا
اگر خدا کی غیرت اور رشک مانع نہ ہوتی

ہم قناعت کُن تو پذیر ایں قدر
تو بھی قناعت کر اور اس مقدار کو قبول کر لے

تا بگویم شرحِ ایں وقتِ دگر
جب تک کہ میں اس کی دوسرے وقت شرح کروں

نامِ خود کردہ سُلیمانے نبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر

رُوی پوشی می کُند بر ہر صبی
ہر بچہ کے لئے اپنی روپوشی کر لیتا ہے

دَر گذر از صورت و از نام خیز
صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے تدبیر دار ہو جا

از لقب وز نام در معنیٰ گریز
لقب اور نام کی بجائے باطن کی طرف جا

پس[3] بپُرس از خُلق وَز اَفعال اُو
اس کے اخلاق اور افعال دریافت کر

درمیانِ خُلق و فعل اُو را بجُو
اخلاق اور افعال کے درمیان اس کو تلاش کر

کار ہر کس نیست ہیں درکش زمام
خبردار! یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے

مسجدِ اقصیٰ بسازو کُن تمام
مسجد اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شُد تمام القصہ مسجد بے فتور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہو گئی

بُد سُلیماں زائر و مسجد مَزور
حضرت سلیمان زیارت کرنے والے اور مسجد زیارت گاہ تھی

دَر آمدنِ ہر روز سلیمان علیہ السّلام در مسجد اقصیٰ بعد از تمام شُدن بجہت عبادت و
مکمل ہو جانے کے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کے لئے اور عبادت گزاروں اور اعتکاف کرنے والوں
اِرشادِ عابداں و مُعتکفاں وزُستنِ عقاقیر در مسجد و با آنحضرت علیہ السّلام بسخن در آمدن
کی رہنمائی کے لئے اور بوٹیوں کا مسجد میں اگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

[1] تو اگر۔ ان لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگر چہ تو نے انگوٹھی چرا کر حضرت سلیمان کے تخت پر قبضہ کر لیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بُوش۔ کروفر۔ عارض۔ لشکر، رخسار۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے شان و شوکت۔ سُنب۔ سم۔ پاؤں۔ در بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ ادبیر۔ ادبار۔ کالا ہے۔

[2] شرح ایں۔ یعنی اس کی تشریح کہ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور ان کو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں، غیرت خداوندی اس تشریح کے لئے مانع ہے۔ نام خود۔ شیطان اپنا چھانا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ در گزر۔ انسان کو چاہیے کہ مقطع صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

[3] پس۔ انسان کو اس کے اخلاق اور اس کے کاموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کار ہر کس نیست۔ اس طرح مردم شناسی ہر پدی کا کام نہیں ہے۔ درکش زمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مَزور۔ جس کی زیارت کی جائے۔ عقاقیر۔ عقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

چوں سُلیمانِ نبی شاہِ اَنام[1] ساخت مسجد را و فارِغ شُد تمام
جب شاہ عالم سلیمان نبی نے مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صَباح اُورا وظیفہ ایں بُدے کامدے در مسجدِ اقصیٰ شدُے
ہر صبح کو ان کا یہ معمول تھا کہ آتے، مسجد اقصیٰ میں جاتے

نو گیا ہے رُستہ دیدے اندرُو پَس بگفتے نام و نفعِ خود بگُو
اس میں نیا بوٹا اگا ہوا دیکھتے تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروئ چہ نامت چہ است تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است
تو کس مرض کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟ تو کس کے لئے مضر اور کس کے لئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیا ہے فعل و نام کہ من آنرا جانم وایں را حِمام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی کہ میں اس کے لئے جان اور اس کے لئے موت ہوں

من مَرایں راز ہرم وآں را شکَر نامِ من اِنیست بر لوحِ قدَر
میں اس کے لئے ہر اور اس کے لئے شکر ہوں لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سُلیماں باحکیماں زاں گیا شرح کردے نفع وضرّش اے کیا
پھر حضرت سلیمان طبیبوں سے اس بوٹی کے نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پس[2] طبیباں از سلیماں زاں گیا عالِم و دانا شدُند و مُقتدا
تو طبیب حضرت سلیمان کی بجہ سے اس بوٹی کے بارے میں عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کُتبہائے طبیی ساختند جِسم را از رنج می پرَد اختند
یہاں تک کہ انہوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طبّ وحیِ اَنبیاست عقل وحس راسُوئے بے سُورہ کجاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے عقل وحس کے لئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عَقلِ[3] جُزوی عَقلِ استخراج نیست جُز پذیرائے فن ومحتاج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنے والی عقل نہیں ہے ضرورت مند اور فن کو قبول کر لینے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خِرد لیک صاحب وحیِ تعلیمش دہد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے لیکن اس کو صاحب وحی تعلیم دیتا ہے

جُملہ حِرفتہا یقیں ازوحی بُود اوّلِ اُو لیک عقل آں را فزود
ان کی ابتداء لیکن عقل نے ان کو بڑھایا ہے یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں

[1] اَنام۔ مخلوق۔ وظیف۔ معمول۔ نو گیا ہے یعنی حضرت سلیمان کوئی نئی بوٹی اگی ہوئی دیکھتے تو اس سے اس کا نام اور نفع ونقصان دریافت کرتے۔ پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال وخواص حضرت سلیمان کو بتا دیتی۔ نوح۔ تخت۔ قدر قضا وقدر گیا۔ بوٹی۔

[2] پس۔ طبیب حضرت سلیمان سے اس بوٹی کے افعال وخواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کُتبہائے۔ اس کے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ جسم را جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے۔ حدیث شریف ہے۔ اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَافَقَ خَطَّ خَطَّهٗ صَلَحَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے بس جس رمال اور جفار اور منجم کی لکیر ان کی لکیر کے مطابق ہوئی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوئی ہے وہ غلط ہے۔

[3] عُقلِ جُزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم۔ یعنی عام عقل انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحب وحی اس کو سکھا دیتا ہے۔ لیک عقل۔ حکماء اور فلاسفہ نے ان علوم پر اضافے کئے ہیں۔

هیچ ۱ حرفت را ببیں کایں عقلِ ما — تاند اُو آموختن بے اُستا
دیکھ! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ — کیا وہ بغیر استاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر مُوی اِشگاف بُد — ہیچ پیشہ رام بے اُستاد شد
اگرچہ وہ عقل تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی — کوئی پیشہ استاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازیں عقل ار بُدے — پیشہ بے اُستا حاصل شدُے
پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا ہے — تو پیشہ بغیر استاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن ۲ پیشۂ گور کنی قابیل از زاغ پیش ازانکہ در عالم
قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھنا ' اس سے پہلے کہ دنیا میں
عِلمِ گور کنی بُود
قبر کھودنے کا علم ہوا

گندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بُود — کے زفکر وحیلہ و اَندیشہ بُود
قبر کھودنا ' جو معمولی پیشہ ہے — کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بُدے ایں فہم مر قابیل را — کے نہادے بر سر اُو ہابیل را
اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی — تو وہ ہابیل کی نعش کو سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کشتہ را — ایں بخون و خاک در آغشتہ را
کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ — اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید ۳ زاغے زاغِ مُردہ دَرد ہاں — گرگرفتہ تیز می آمد پراں
اس نے دیکھا کہ ایک کوا مردہ کوے کو منہ میں — لئے تیزی سے اڑا آ رہا ہے

از ہَوا زیر آمد و شد اُو بفن — دَرپے تعلیم اُورا گورَ کن
وہ ہوا سے نیچے اترا اور ہنرمندی سے بنا — قبر کھودنے والا اس کو سکھانے کے لئے

پس بچنگال از زمیں نکیخت گرد — زُود زاغِ مُردہ را درگور کرد
پھر اس نے زمین سے پنجہ کے ذریعہ مٹی کھودی — جلدی سے مرے ہوئے کوے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک — زاغ از اِلہام حق بُد علمناک
اس کو دفن کر دیا پھر اس کو مٹی سے چھپا دیا — کوا اللہ تعالیٰ کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شہ بر عقلِ من — کو بُود زاغے زمن افزوں بفن
قابیل نے کہا آہ ' میری عقل پر افسوس ہے — کہ کاہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے

۱ هیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر استاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر استاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانش پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر استاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

۲ آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھا۔ گور کنی۔ قبر کھودنا۔ کے زفکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اس کو حاصل نہ ہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدم کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ ایں کشتہ۔ یعنی ہابیل۔

۳ دید۔ اس قابیل نے دیکھا کوا کہ ایک مردہ کوے کو لایا اور اس نے زمین کھود کر اس کو دفن کیا تو اس کوے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔ علمناک۔ علم والا۔ عالم۔ ش۔ تف۔

عقلِ کُل را گفت مازاغ البَصَر
عقل کل کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نگاہ بھٹکی نہیں"

عقلِ جُزوی می کُند ہر سُو نظر
جزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ ما زاغ ست نُورِ خاصگاں
"مازاغ" والی عقل خاصان خدا کا نور ہے

عقلِ زاغ اُستاد گورِ مُردگاں
کوے کی عقل مردوں کی قبر کی استاد ہے

جاں کہ اُو دُنبالۂ زاغاں پَرد
وہ جان جو کوؤں کے پیچھے اڑے

زاغ اُورا سُوئے گورستاں بَرد
کوا اس کو قبرستان کی جانب لے جائے گا

ہیں ۳ مَرو ندر پئے نفسِ چوزاغ
خبردار! کوے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ

کُو بگورستاں بَرد نے سُوئے باغ
جو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے نہ کہ باغ کی جانب

گر رَوی رَو در پے عَنقائے دل
اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ

سُوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل
دل کی مسجد اقصیٰ اور کوہ قاف کی جانب جا

نو گیا ہے ہر دم از سودائے تُو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت

می دَمد در مسجدِ اقصائے تُو
تیری مسجد اقصیٰ میں اگتی ہے

تو سُلیماں وار دادِ اُو بدہ
تو حضرت سلیمان کی طرح اس کی قدر کر

پے بَراز وَے پائے رَدے برو مَنہ
اس سے پتہ لگا انکار کا قاؤں اس پر نہ رکھ

زانکہ حالِ ایں زمینِ باثبات
کیونکہ اس پائیدار زمین کی مٹی کا حال

باز گوید باتو انواعِ نَبات
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہہ دیں گی

دَر زمیں ۳ گر نے شکر دَر خود نیست
زمین میں خواہ گنا ہو خواہ نرکل

ترجمانِ ہر زمیں نَبتِ وے ست
ہر زمین کی پیداوار اس کی ترجمان ہے

پَس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیالات تھا

فِکرہا اسرارِ دلہا را نمُود
خیالات نے دل کے راز ظاہر کر دیئے

گر سخن گَش بینم اندر انجمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں

صَد ہزاراں گل برویم در چمن
چمن میں لاکھوں پھول اگا دوں

در سخن گَش یابم آں دَم زَن بمُرد
اگر میں اس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں

میگریزد نکتہا از دل چو دُزد
تو چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

۱ عقلِ کُل۔ آنحضور کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضور کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اس نے سرکشی کی۔ عقلِ جُزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ مازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصان خدا کا نور ہے جو ان کو عطا کر دیا گیا ہے۔ عقل زاغ۔ کوے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گور کنی سکھا سکی۔ زاغاں۔ شیاطین، نفسانی شیوخ۔

۲ ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوا ہے اس کے پیچھے نہ لگ ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دے گا۔ عنقائے دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقاء کا مقام مانا گیا ہے۔ نو گیا ہے۔ تیرا دل مسجد اقصیٰ ہے اس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجد اقصیٰ میں اگی تھیں۔ تو سلیمان وار۔ جس طرح حضرت سلیمان ان بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔ زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہوں گے اس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگا لے۔

۳ در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور برائی کا معیار اس کی پیداوار ہے جو زمین گنا اگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اگائے وہ خراب ہے۔ زمین دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں ان سے دل کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی۔ گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ در سخن کش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔

مستمع[1] چوں نیست خاموشی بہ است
نکتہ از نااہل گر پوشی بہ است

جب سننے والا نہیں ہے' چپ رہنا بہتر ہے
اگر نکتہ کو تو نااہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جنبش ہر کس بسوئے جاذب ست
جذب صادق نے چو جذب کاذب ست

ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می روی گہ گمرہ و گہ در رشد
رشتہ پیدانے و آں کت می کشد

تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہ راست پر
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اشترے گوری مہارِ تور ہیں
تو کہ می بیں مہارت را مبیں

تو اندھا اونٹ ہے' تیری مہار گردی ہے
تو کشش کو دیکھ' اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر[2] شدے محسوس جذّابِ مہار
پس نماندے ایں جہاں دارالغرار

اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے گو پے سگ می رود
کرۂ دیوِ سیہ رو می شود

کافر دیکھ لیتا کہ وہ کتے کے پیچھے جا رہا ہے
سیاہ رو شیطان کافر نہردار بن رہا ہے

در پے او کے شدے ہمچوں اسیر
پائے خود را وا کشیدے طفل پیر

قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

در پے او کے شدے مانندِ حیز
پائے خود را وا کشیدے گبر نیز

ہیجڑے کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاؤ[3] اگر واقف ز قصاباں بدے
کے پئے ایشاں بداں کاں شدے

اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی
تو کب ان کے پیچھے اس دکان تک جاتی

یا بخور دے از کفِ ایشاں سبوس
یا بدادے شیر شاں از چا پلوس

یا کب ان کے ہاتھ سے بھوسی کھائی؟
یا پیار سے کب ان کو دودھ دیتی؟

در بخوردے کے علف ہضمش شدے
گر ز مقصودے علف واقف بدے

اور اگر کھاتی تو چارہ اس کو کب ہضم ہوتا؟
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت ست
چیست دولت کایں دواں در آلت ست

تو اس دنیا کا ستون خود غفلت ہے
دولت کیا ہے؟ یہ بھاگ دوڑ ہے مار پیٹ کے ساتھ

اولش دو دو بآخر لت بخور
جز دریں ویرانہ نبود مرگِ خر

اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے
اس ویرانہ گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

---

[1] مستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حکم نا اہلوں کو نہ سنانے چاہئیں۔
جنبش۔ سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے۔ اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می روی۔ جس طرح ظاہری کشش ہے اسی طرح پوشیدہ کشش ہے۔ جو کبھی سیدھا چلاتی ہو کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے۔ جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیے۔

[2] گر شدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذاب۔ کھینچنے والا۔ دارالغرار۔ دار غرور دھوکے کا گھر۔ گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رو سیاہ کتا شیطان ہے۔ در پے۔ پھر وہ کافر بھی اس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز۔ نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔

[3] گاؤ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اس کے پیچھے اس کی دکان تک نہ جائے نہ اس کے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اس کو دودھ پلائے۔ در بخوردے۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ دو۔ دو بھاگ دوڑ۔ لت مار۔ خر۔ یعنی دنیادار۔

تو بجدّ[1] اکارے کہ بگرفتی بدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے

عیبش ایں دم برتو پوشیدہ شد ست
اس وقت تجھ پر اس کا عیب پوشید ہے

زاں ہمی تانی بداں تن بکار
اسی وجہ سے تو اس میں مصروف ہو سکا ہے

کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے اس کا عیب پوشیدہ رکھا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے

عیب آں فکرت شد ست از تو نہاں
تیرے اس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

برتو گر پیدا شدے زاں عیب و شین
اگر اس کا عجیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا

زور میدے جانت بُعد المشرقین
تیری جان اس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

حال[2] کا خرزو پشیماں می شوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے

گر شود ایں حالت اوّل کے دَوی
اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

پس بپوشید اوّل آں بر جانِ ما
تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
اللہ نے شروع میں اس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے
تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چوں قضا آورد حکم خود پدید
چشم وا گشت و پشیمانی رسید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا
آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی قضائے دیگرست
ایں پشیمانی بہلِ حق را پرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے
اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

وَر کنی عادت پشیماں خود شوی
زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خود بن جائے گا
اس شرمندگی سے اور زیادہ شرمندہ ہو گا

نیم[3] عمرت در پریشانی شود
نیم دیگر در پشیمانی رود
تری آدھی عمر پریشانی میں صرف ہو جائے گی
باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو
حال دیار و کارِ نیکو تر بجو
اس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ
اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

ورنہ داری کارِ نیکو تر بدست
پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے
تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

[1] تو بجدّ۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اس کام کے عیب اس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ تجھیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے۔ برتو۔ اگر اس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اس سے کوسوں بھاگے۔ بُعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

[2] حال۔ جس حال اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہو گا اگر ابتدا اس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاء خداوندی کا تقاضہ یہی ہے کہ کام اور خیال کی برائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام مقدر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاء خداوندی ہے۔ ایں پشیمانی۔ گنا پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمال صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ وَر کنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اس شرمندگی سے اس کو اور شرمندگی ہو گی۔

[3] نیم عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنا لے گا نتیجہ یہ ہو گا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گزری اور آدھی شرمندگی میں گزری کوئی نیک عمل اس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترکِ۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر انسان کو اچھے عمل اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ ورنہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اس لئے تو برے کام کی شرمندگی میں وقت گزار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

گر ہمی دانی رہِ نیکو پرست
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر

وَرندانی چوں بدانی کایں بَدست
اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ برا ہے؟

بَدندانی چوں ندانی نیک را
جب تک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا بدی کو نہ سمجھے گا

ضد را از ضد تواں دید اے فتیٰ
اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جا سکتا ہے

چوں ز ترکِ فکر ایں عاجز شُدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہو گیا ہے

از گنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی
اس وقت گناہ چھوڑنے سے عاجز تھا

چوں بُدی عاجز پشیمانی زچیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے

عاجزی را باز جُو کز جذبِ کیست
عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں
بےعاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں

کس ندیدست و نباشد ایں بداں
یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہو گی

مچنیں ۲ ہر آرزو کہ می بَری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے

تو ز عَیب آں حجابے اندری
تو اس کے عیب سے پردہ میں ہے

وَر نمودے علّتِ آں آرزو
اگر اللہ تعالیٰ اس آرزو کا عجیب نمودار کر دیتا

خود رمیدے جانِ تو از جُستجُو
تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عَیبِ آں کار اُو ترا
اگر اس کام کا عیب وہ خدا ظاہر کر دیتا

کس نبردے کش کشاں آنسُو ترا
کوئی کھینچ تان سے تجھے ادھر نے لے جا سکتا

واں دِگر کارے کزاں ہستی نفُور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے

زاں بُود کہ عیبش آمد در ظہُور
اس وجہ سے ہے کہ اس کا عیب ظاہر ہو گیا ہے

اے ۳ خدائے راز دانِ خوش سخن
اے رازداں شیریں کلام خدا!

عیبِ کارِ بد زما پنہاں مکُن
برے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را مَنما بما
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا

تا نگردیم از روش سَرد و ہبا
تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم برآں عادت سُلیمانِ سَنی
بزرگ سلیمان اسی عادت کے مطابق

رَفت در مَسجد میانِ رَوشنی
صبح کی روشنی میں مسجد میں گئے

۱ گر ہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بَدبَدانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکے گا اس لئے کہ ایک چیز کو اس کی ضد سے جانا جا سکتا ہے۔ چوں ز ترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا اور اضطراری فعل پر شرمندگی لغو بات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عاجز قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

۲ مچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اس بنا پر ہے کہ اس کا عیب اس سے پوشیدہ ہے۔ علّت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اس آرزو کا عیب واضح ہو جائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی ادھر نہ جائے۔ واں دگر۔ جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا عیب انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

۳ اے خدا مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کر دی ہے کہ اے اللہ برے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔ ہبا۔ ذرہ۔ یعنی ناچیز۔ ہم برآں۔ حضرت سلیمان اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجد اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے تاکہ اس سے اس کے فوائد اور مضرات معلوم کر لیں۔

قاعدہ ہر روز رامی جُست شاہ
روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے

کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیا
تاکہ مسجد میں کوئی نئی بوٹی دیکھیں

دل ۱؎ بہ بیند سرِّ بداں چشمِ صفی
مصطفیٰ آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز

آں حشایش کہ شُد از عامہ خفی
ان بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصہ صُوفی کہ درمیانِ گلستاں سَر بزانو نہادہ مُراقب بُود یا رانش

اس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا' اس کے دوستوں

گفتند سَر برآر و تفرُّج کُن گلستاں و رَیاحین و مُرغان رَا کہ

نے کہا کہ سر اٹھا باغ، پھلوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ حکم ہے اللہ کی

فَانْظُرُوْا اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ و جواب گفتنِ صُوفی یاراں رَا

رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیے دَر باغ از بہرِ کشاد
ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے

صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد
صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

پس فرورفت اُو بخود اندر نُغُول
وہ گہرائی میں غرق ہو گیا

شد مَلول از صُورتِ خوابش فُضُول
ایک لغو انسان اس کی نیند کی سی صورت سے پریشان ہو گیا

کہ چہ ۲؎ خُسپی آخر اندر رَز نِگر
کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ

ایں درختاں بین و آثارِ خضر
ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

اَمرِ حق بشنو کہ گفت ست اُنظُر اُو
اللہ تعالیٰ کا حکم سن اس نے فرمایا ہے اس کو دیکھ

سُوئِ ایں آثارِ رحمت آر رُو
رحمت کے ان آثار کی جانب رخ کر

گفت آثارش دلست اے بُوالہوس
اس نے کہا اے بوالہوس اس کے آثار دل ہے

آں بُروں آثارِ آثارست و بَس
وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں بس

باغہا و سَبز ہا دَر عینِ جاں
باغات اور سبزے جان میں ہیں

بر بُروں عکسش چو دَر آبِ رواں
باہر اس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں ۳؎ خیالِ باغ باشد اندر آب
پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے

کہ کُند از لُطفِ آب آں اضطراب
جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست
باغات اور پھل دل کے اندر ہیں

عکسِ لُطفِ اُو بریں آب و گل ست
اس کی لطافت کا عکس اس پانی اور مٹی پر ہے

۱؎ دل بہ بیند۔ جس طرح حضرت سلیمان بوٹیوں سے ان کے حالات معلوم کر لیتے تھے اسی طرح صوفی اپنے دل کی مصفی آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشایش۔ حشیش کی جمع ہے' گھاس۔ تفرج۔ تفرتیح۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے۔ ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی' تفرتیح طبع۔ غلول۔ گہرائی۔

۲؎ چہ خسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔ امرِ حق۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَانْظُرُوْا اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ پس تم دیکھو اللہ کی رحمت بارش کے آثار نباتات کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ اس کے مردہ ہو جانے کے بعد۔ گفت۔ ان صوفی نے کہا کہ اصل رحمت کے آثار وہ کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اس باغ و بہار کا عکس اس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اسی طرح یہ باغ و بہاروں کے آثار کا عکس ہیں۔

۳؎ آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفت خداوندی کا مظہر ہے اور قلب انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا حاصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اس سے درجہ دوم کی چیز ہے لہٰذا اس کا عکس ہے جیسا کہ اس کا عکس پانی میں پڑتا ہے۔

گر نبودے عکسِ آں سَردِ سرور — پس نخواندے ایزدش دارالغُرور[1]
اگر یہ اس سرور کے سرد کا عکس نہ ہوتا — تو اس کو اللہ تعالیٰ دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غُرور آنست یعنی آں خیال — ہَست از عکسِ دل و جانِ رجال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس — انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جُملہ مغروراں بریں عکس آمدہ — بر گمانے کایں بُود جنّت کدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اس عکس پر جمع ہیں — اس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہو گا

می گریزیند از اصولِ باغہا — بَر خیالے می کنند ایں لاغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں — یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آید شاں بسَر — راست بینندو چہ سُود ست آں نظر
جب ان کی غفلت کی نیند ختم ہو گی — ٹھیک دیکھ لیں گے لیکن وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پَس بگورستاں غریو افتاد وآہ — تاقیامت زیں غلط وا حَسرتاہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے — قیامت تک اس غلطی سے افسوس

اے[2] خنک آنکس کہ پیشِ مَرگ مُرد — یعنی اُو از اصلِ ایں رَز بوئے بُرد
وہ شخص قابل مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مر گیا — یعنی اس کو اس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصۂ رُستنِ خَروب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شدنِ سُلیمان علیہ السّلام ازاں چوں بہ سخن در آمد و نام و خاصیّتِ خود گفت

کا رنجیدہ ہونا جبکہ اس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سُلیماں از قضا — شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ
تقدیر سے ایک روز حضرت سلیمان — اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیا ہے دید اندر گوشۂ — رُستہ بَروے دانہ ہمچوں خوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی — خوشہ کی طرح اس پر دانے لگے ہوئے تھے

دید[3] بَس نادر گیا ہے سبز و تَر — می رَبود آں سبزیش نُور از بَصر
انہوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی — اس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اچک رہی تھی

پس سَلامش کرد و رحماں آں حشیش — اُو جوابش گفت و شگفت از خوشیش
اس بوٹی نے فوراً ان کو سلام کیا — انہوں نے جواب دیا اور اس کی خوشنمائی سے کھل گئے

[1] دارالغرور۔ دھوکے کا گھر۔ ایں غرور۔ اس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔ مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اسی کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ می گریزند۔ جو ان باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اس سے بھاگتے ہیں اس عکس کے حصول پر جی بھارتے ہیں۔ چونکہ۔ جب اس خواب غفلت سے بیدار ہوں گے اصل حقیقت نظر آئے گی لیکن اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہوں گے۔ اور دار العمل سے جا چکے ہوں گے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

[2] اے خنک۔ اس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کر لی اور اصل باغوں کا راز پالیا وہ قابل مبارکباد ہے۔ قصہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمان کا بوٹیوں سے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے۔ خروب۔ برباد کرنے والا۔ ایک گھاس کا نام ہے جس کا اگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔ مسجد۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ خوش۔ یعنی اس کے اوپر خوشہ کی طرح پھلنے تھے۔

[3] دید۔ حضرت سلیمان نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی۔ کرد۔ یعنی بوٹی نے حضرت سلیمان کو سلام کیا۔ بشگفت۔ یعنی اس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمان کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔

گفت نامے چیست بر گویید ہاں
انہوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟

گفت خَرّوب ست اے شاہِ جہاں
اس نے کہا اے شاہ جہاں! میرا نام خروب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بُوَد
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے

گفت من اِرْ[1] ستم مکاں ویراں شود
اس نے کہا میں اگوں تو مکان ویران ہو جائے

من کہ خَرّوبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خروب ہوں مکان کی خرابی ہوں

ہادم بُنیادِ ایں آب وگلم
میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سُلیماں آں زماں دانست زود
تو سلیمان اس وقت جلد سمجھ گئے

کہ اَجل آمد سَفر خواہد نمُوْد
کہ موت قریب آ گئی وہ سفر آخرت کریں گے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
انہوں نے دل میں کہا جب تک میں زندہ ہوں یہ مسجد یقیناً

دَر خَلَل نایدز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ مَن بُوَد
جب تک میں ہوں اور میرا وجود ہے

مسجدِ اقصیٰ مُخلّل کے شوَد
مسجد اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

پس خرابی مسجدِ ما بے گماں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی

نَبُود الّا بعدِ مَرگ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہو گی، سمجھ لے

مَسجدست[2] آں دل کہ جسمش ساجدست
وہ دل مسجد ہے جس کا جسم نمازی ہے

یارِ بد خَرّوب ہَر جا مسجدست
جس جگہ مسجد ہے برا دوست خروب ہے

یارِ بد چوں رُست دَر تو مہرِ اُو
تیرے اندر جب برے دوست کی محبت آ گئی

ہیں ازُو بگریز و کم کُن گفتگُو
خبردار! اس سے بھاگ، بات نہ کر

بَرکَن از بیخش کہ گر سَر بر زَند
اس کو جڑ سے اکھاڑ دے اس لئے کہ اگر ابھرے گی

مر ترا و مسجدت را بَر کَنَد
تجھے اور تیری مسجد کو اکھاڑ دے گی

عاشقا خَرّوبِ تو آمد کژی
اے عاشق! کجی تیری خروب ہے

ہمچو طفلاں سُوئے کژ چوں می غوی
تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کی طرح کیوں جا رہا ہے؟

خویش[3] را دانا دان و مجرم گو بترس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ ڈر

تا نہ دزد داز تو آں اُستادِ درس
تاکہ درس کا استاد تجھ سے آنکھ نہ چرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھلا دے

اینچنیں اِنصاف از ناموس بہ
ایسا انصاف بڑائی سے بہتر ہے

[1] مَن اِرْستم۔ اس بوٹی نے کہا جہاں میں اگتی ہوں وہ جگہ ویران ہو جاتی ہے۔ خرُوب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے۔ لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آب وگل۔ یعنی مکان۔ پس سلیمان۔ مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ ان کی وفات کا وقت آ گیا ہے کیونکہ ان کی زندگی میں اس مسجد کی بربادی نہ ہو سکتی تھی۔ مخلل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہو سکے گی۔

[2] مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بری صحبت اس کے لئے خروب بوٹی ہے۔ یاربد۔ جب برے دوست کی محبت دل میں اگے گی تو مسجد دل برباد ہو جائے گی اور تو مسجد دل برباد ہو جائے گی اور تو تباہ ہو جائے گا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خروب اس کے دل کی کجی ہے جو اس کو مرشد سے دور کر دیتی ہے۔ غوی۔ غویدن گھٹنوں کے بل چلنا۔

[3] خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے۔ چوں بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کرے گا تو شیخ تجھے تعلیم دے گا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

از پدر[1] آموز اے روشن جبیں — رَبَّنَا گفت و ظَلَمْنَا پیش ازیں

اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے — اس نے اس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت — نے لواءِ مکر و حیلت بر فراخت

نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا — نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد — کہ بُدم من سُرخرو کردیم زرد

پھر اس شیطان نے بحث شروع کر دی — کہ میں سرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رَنگ رَنگِ تست صبّاغم توئی — اصلِ جُرم و آفت و داغم توئی

رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہے — میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی — تانگردی جبری و کژ کم تنی

خبردار! رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی کو پڑھ لے — تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

بر درختِ[2] جبر تا کے بر جہی — اختیارِ خویش رایک سُو نہی

جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟ — اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچوں آں ابلیس و ذرّیات اُو — با خدا در جنگ و اندر گفتگو

شیطان اور اس کی اولاد کی طرح — اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

چوں بُود اکراہ با چندیں خوشی — کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی

اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟ — کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش دَوَد در مُکرہی — کس چُناں رَقصاں رَود در گمرہی

جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟ — کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مُردہ جنگ می کردی دراں — کت ہمی دادند پند آں دیگراں

تو نے اس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی — وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ[3] صواب اینست و راہ اینست و بس — کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس

کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے — مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

کے چُنیں گوید کسے کو مُکرہ ست — چوں چُنیں جنگد کسے کو بے رہ ست

جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے؟ — ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ جبراً بے راہ ہے

ہر چہ نفست خواست داری اختیار — ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار

جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اس میں اختیار رکھتا ہے — جو تیری عقل چاہتی ہے اس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

---

[1] از پدر۔ حضرت آدمؑ نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لوا۔ جھنڈا۔ باز شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کردی ام۔ رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری۔ یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبور محض بن کر پیش کیا تھا۔

[2] بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔ چوں بود۔ انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟

[3] کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہے تو مجبوراً ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔ ہر چہ نفست۔ غرضیکہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو با اختیار بنتا ہے ہاں بتقاضائے عقل نیک کام کرنے میں اپنی مجبوری ظاہر کرتا ہے

داند آں[1] کو نیک بخت و محرم ست
جو نیک بخت اور مولانائے راز ہے وہ جانتا ہے

زیرکی زابلیس و عشق از آدم ست
چالاکی شیطان کا اور عشق حضرت آدم کا کام ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار
چالاکی سمندروں میں تیرنا ہے

کم رہد غرق ست او پایانِ کار
وہ تجارت نہیں پاتا آخرکار ڈوبتا ہے

ہل[2] سباحت رارہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کردے

نیست جیحوں نیست ہُود ریاست ایں
جیحوں نہی ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر

در رُباید ہفت دریا را چُو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہالے جائے

عشق چوں کشتی بُود ببرِ خواص
خاصان (خدا) کے لئے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے

کم بُود آفت بُود اغلب خلاص
(جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے

زیرکی ظن و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفی
عقل کو حضرت مصطفیٰ پر قربان کر دے

حسبی اللہ گو کہ اللہ اَم کفی
حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

ہمچو[3] کنعاں سر ز کشتی وا مکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر

کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

کہ برآیم بر سرِ کوہِ مشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

منتِ نوحم چرا باید کشید
میں حضرت نوح کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

چوں رہی از منتش اے بے رشد
اے گمراہ تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ اللہ تعالیٰ ان کا شکریہ اور احسان مانتا ہے

چوں نباشد منتش بر جانِ ما
ان کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟

چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ خدا بھی اس کی ناز برداری کرتا ہے

توچہ دانی اے غرارہ پُر حسد
اے حاسد مغرور! تو کیا جانتا ہے؟

منتِ اورا خدا ہم می کشد
اس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

---

[1] داند۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدمؑ کا کام ہے۔ زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

[2] ہل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اس ناپیدار کنار دریا کو عبور کرنے کے لئے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنے چاہیے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ عقل قربان کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

[3] ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ برآیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے۔ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ میں عنقریب پہاڑ پر چڑھ کر بچا لوں گا جو مجھے بچا دے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔ کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیے۔ غرارہ۔ دھوکہ میں مبتلا۔

کاشکے ۱؎ او آشنا ناموختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا

تا طمع در نوح و کشتی دوختے
تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حیل جاہل بُدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا

تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے
تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے ملی
یا وہ رسمی علم سے پر نہ ہوتا

علمِ وحیِ دل ربودے از ولی
کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

باچنیں نورے چو پیش آری کتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائے گا

جانِ وحی آسایِ تو آرد عتاب
تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہو گی

چوں ۲؎ تیمّم باوجودِ آب داں
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ

علمِ نقلی بادمِ قُطبِ زماں
قطب زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش ابلہ کُن تبع میر و سپش
اپنے آپکو نادان بنالے تابع بن کر اس کے پیچھے چل

رستگی زیں ابلہی یابی و بس
اس حماقت سے بس نجات پا لے گا

اکثر اہلُ الجنّۃ البُلہ اے پدر
اے باوا! جنتی اکثر بھولے ہوں گے

بہرِ ایں گفت ست سُلطان بشرؐ
سرور عالمؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبر باد انگیز تُست
چالاکی تکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنے والی ہے

ابلہی شوتا بماند دیں درست
نادان بن تاکہ ایمان سلامت رہے

ابلہی ۳؎ نے کو بمسخرگی دو توست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے

ابلہی نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

ابلہی کو والہ و حیرانِ ہُوست
ایسا نادان جو اس کا عاشق اور حیران ہے

باشد اندر گردنِ اُو طوقِ دوست
اس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

ابلہا نند آں زنانِ دست بُر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں

از کف ابلہ وز رُخِ یوسف نذر
جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسف کی رخ کی خبر نہ رکھتی تھیں

عقل را قربان کُن اندر عشقِ دوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کر دے

عقلہا بارے ازاں سُو یست کُو ست
بہرحال عقلیں بھی اسی جانب کی ہیں جہاں کا وہ ہے

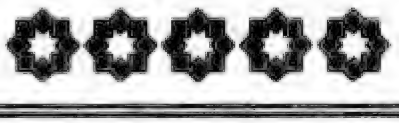

۱؎ کاشکے۔ کاش اس بدبخت کنعان کو تیرنا آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی باخدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ باچنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔

۲؎ چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں وضو برا گر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَفضل الجنۃ بُلہ۔ جنتی بھولے بھالے ہیں۔ ابلہی شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشق خداوندی میں غافل اور دنیا سے بے خبر ہو۔

۳؎ ابلہی۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جس میں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ ابلہی کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشق خداوندی میں مقام حیرت میں ہو اور خدا کے عشق ان کا اس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہا نند۔ ابلہ سے وہ مراد ہے جو عشق خداوندی میں اس طرح مدہوش ہو جس طرح کہ مصری عورتیں حضرت یوسف کے عشق میں محو ہو گئی تھیں اور انہوں نے اس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور ان کو بری رخ یوسف کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے خبر دہندہ۔ ازاں سو۔ عقلیں اللہ کا عطیہ ہیں تو اس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

عقلہا [1] آنسو فرستادہ عقول — ماندہ ایں سو آنکہ گولست وفضول

بڑے عقلمند نے عقلیں اس جانب روانہ کر دیں — اس جانب اس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سر از حیرت گرایں عقلت رود — ہر سرِ مویت سر و عقلے شود

اگر تیری عقل اس جانب سے حیرت کی وجہ سے جاتی ہے — تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سو رنج فکرے بر دماغ — کز دماغ و عقل رویید دشت و باغ

اس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے — کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اگتے ہیں

سوئے دشت از دشت نکتہ بشنوی — سوی باغ آئی شود نخلت روی

تو جنگل کی جانب آئے کو جنگل سے نکتہ سنے — باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

اندریں [2] رہ ترک کن طاق وطرب — تا قلا و وزت نجنبد تو مجنب

اس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے — جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے، حرکت نہ کر

ہر کہ او بے سر بجنبد دم بود — جنبشش چوں جنبش کژدم بود

جو بے سر کے حرکت کرے وہ دم ہے — اس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ رود وگور وزشت وزہرناک — پیشہ او خستنِ اجسامِ پاک

ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور برا اور زہریلا ہے — اس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آنرا کہ سرش ایں بود — خلق و خوی مستمرش ایں بود

جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے — جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود اصلاحِ اوست ایں سر کوفتن — تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن

یہ سر کچلنا اس کی بھلائی ہے — تاکہ اس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

وا ستاں [3] از دستِ دیوانہ سلاح — تا ز تو راضی شود عدل و صلاح

دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے — تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند — دستِ اورا ورنہ آرد صد گزند

جبکہ اس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہیں باندھے — اس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مرید گمرہ را نصیحتِ اوست و

اس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا حاصل ہو جانا اس کی رسوائی ہے

چوں شمشیر ست فتادہ بدستِ راہزناں

اور اس تلوار کی ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آگئی ہو

---

[1] عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات وصفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر محویت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بن جاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے۔ سوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رخ کرو گے تو اس جنگل سے دین کے نکتے سنو گے اور تمہاری عقل تر و تازہ ہوگی۔

[2] اندریں۔ اس راہ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کر کے شیخ کے تابع بن جاؤ۔ سر۔ یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دم میں ہوتا ہے۔ کژرو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کرے گا اس میں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کرے گا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

[3] واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے۔ چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہے گی تو بہت نقصان پہنچا دے گا۔ بیان۔ نااہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

بدگہر[1] را علم و فن آموختن — دادنِ تیغے بدستِ راہزن
بداصل کو علم و فن سکھانا — ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست — بہ کہ آید علمِ ناکس را بدست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا — اس سے بہتر ہے کہ علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قراں — فتنہ آمد در کفِ بد گوہراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور ان سے وہ بستگی — بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں — تا ستانند از کفِ مجنوں سناں
مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے — تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ او مجنوں تنش شمشیرِ او — واستاں شمشیر را زیں زشت خو
اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اس کی تلوار ہے — اس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں — از فضیحت کے کند صد ارسلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے — رسوائی میں سو شیر نہیں کرتا ہیں

عیب[2] او مخفی ست چوں آلت بیافت — مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اس نے ذریعہ حاصل کرلیا — اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پر شود — چونکہ جاہل شاہِ حکم مر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے — جب جاہل کردے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے کارد بدست — طالبِ رسوائیِ خویش او شد ست
نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے — وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کند[3] بخل و عطاہا کم دہد — یا سخا آرد بنا موضع نہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دے گا — یا سخاوت کرے گا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانہ بیذق نہد — آنچنیں باشد عطا کا حمق دہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھ دے گا — احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دست گمرا ہے فتاد — جاہ می پنداشت در چاہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آ گئی — اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلا و وزی کند — جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
راستہ نہیں جانتا ' رہنمائی کرتا ہے — اس کی بری جان دنیا کو پھونکتی ہے

[1] بدگہر۔ بدباطن۔ زنگی۔ حبشی عمومات کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کرے گا۔ علم و مال۔ بداصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کرے گا۔ قرآن۔ قرآن السعدین خوش نصیبی۔ پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ ان دنیا کے دیوانوں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں۔ سنان۔ بھالا۔ جان۔ جان اور تن کو جدا کرنا گویا ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے۔ منصب۔ عہدہ۔ ارسلاں۔ شیر۔

[2] عیب او۔ جب تک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اس کے عیوب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجانا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اس کے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔ مال و منصب۔ خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔

[3] یا کند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کرے گا اور کسی کو کچھ نہ دے گا اگر دے گا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دے گا۔ شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائے گا اور عزت والوں کو ذلیل کرے گا۔ جاہ۔ وہ اس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کے لئے کنواں ہے۔ اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندارید پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا تم سمجھو کہ مرتبہ ہیں میں گر گیا رہ نمیداند۔ اس کو خو سلیقہ نہیں تو دوسروں کو کیا سلیقہ سکھائے گا۔

طِفلِ[1] راہِ فقر چوں پیری گرفت — پیرواں را غُولِ اَدبیری گرفت
راہ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کر لی — پیر و کاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم تُرا — ماہ را ہر گز ندید آں بے ضیا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں — خود اس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعُمر — عکسِ مہ در آب ہم اے خام عُمر
تو کیسے دکھائے گا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے؟ — اے کچے نادان! پانی میں بھی چاند کا عکس

اَحمقاں سر در شدُ ستند وز بیم — عاقلاں سَرہا کشیدہ در گلیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے — عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپا لیا ہے

بیان تفسیر آیہ شریفہ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

یاایہاالمزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند[2] مُزّمّل نبیؐ را ایں سبب — کہ بروں آ از گلیم اے بُو الہرب
اسی سبب سے نبی کو کملی اوڑھنے والا کہہ کر پکارا — کہ اے صاحب فرار! کملی سے نکل

سَر مکن اندر گلیم و رُو مپوش — کہ جہاں جسمے ست سَرگرداں تو ہوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا — کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے اور تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں زننگ مُدّعی — کہ تو داری شمع وحیِ شعشعی
مدعی کی عار سے نہ چھپ — کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قُمِ اللّیلَ کہ شمعی اے ہُمام — شمع دایم شب بُود اندر قیام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے — شمع، رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے[3] فروغت روز روشن ہم شب ست — بے پناہست شیر اَسیر اَرنب ست
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے — تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش کشتباں دریں بحرِ صفا — کہ تو نوحِ ثانیِ اے مُصطفیٰ
اس بحر صفا میں ملاح بن — اے مصطفیٰ! کیونکہ تو دوسرا نوح ہے

رہ شناسے می بباید بالُباب — ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب
عقلمند راہ شناس درکار ہے — ہر راستہ کے لئے خصوصاً پانی کے راستہ کے لئے

---

[1] طِفل۔ جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہ طریقت سے ناواقف ہے تو اس کے مرید بربادی ہوں گے کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدہ حق کرادوں حالانکہ اس نے خود بھی مشاہدہ تو در کنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ عُمر۔ ناتجربہ کار نادان۔ احمقاں۔ سعدیؒ نے فرمایا
نابسزائے را چو بینی بختیار
عاقلاں تسلیم کروند اختیار

[2] خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں اس کو جب آنحضور پر غار حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضور نے چونکہ نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کر لی تھی اسی لئے آپ کو مزمل کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے۔ بُو الہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضور کو بوالہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنے والا کہا ہے۔ رُو مپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کرو گے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا کر دے گی تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہے گی۔ قُمِ اللّیلَ۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو، خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام رات کا کھڑا رہنا ہے۔

[3] بے فروغت۔ آپ ہی کے نور ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش سے مغلوب رہے گی۔ باش۔ آپ امت کے لئے بمنزلہ کشتی بان کے ہیں۔ روشناسے۔ راہنمائی وہ کر سکتا ہے جو صاحب عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔

خیز[1] و بنگر کاروانِ رہ زدہ
اٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ

ہر طرف غُول ست رہشتباں شدہ
ہر سمت شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوثِ ہر کشتی توئی
تو خضر زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے

ہمچو رُوح اللہ مکُن تنہا رَوی
حضرت عیسیٰ کی طرح تنہا روی اختیار نہ کر

پیشِ ایں جمعے چو شمعِ آسماں
اِنقطاع و خلوت آری را بماں

اس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے
انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی
اے ہُدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہُمامی

خلوت کا وقت نہیں ہے مجمع میں آ
اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شدُ شب رَواں
سَیر را نگذار داز بانگِ سگاں

چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے
کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعِناں[2] ہمچوں سگاں بر بدرِ تو
بانگ می دارند سُوئے صدر تو

تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتے کی طرح ہیں
جو تیرے رتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرّ نذر اَمرِ اَنصِتُوا
از سَفہ وَ عوعُ کناں بر بدرِ تو

یہ کتے خاموش رہو کے حکم سے بہرے ہیں
تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھول بھول کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شِفا رنجور را
توز خشم کر عَصائے کُور را

خبردار! اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ
بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی نہ چھوڑ

نے[3] تو گفتی قائدِ اعمیٰ بَراہ
صَد ثواب و اجریا بداز اِلٰہ

کیا تو نے خود نہیں کہا ہے اندھے کو راستہ پر لے جانے کا؟
اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کُورے را کشد
گشت آمرزیدہ ویا بدرَہ شد

جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے
وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش توزیں جہانِ بے قرار
جوقِ کوراں را قطار اندر قطار

پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا
اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بُود تو ہادئی
ماتمِ آخر زماں را شادئی

ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے
تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

[1] خیز۔ آپ اٹھیے ہر طرف شیطانی دور دورہ ہے خضر وقتی عین اس وقت علوم لدنیہ کا فیضان پہنچانے والے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ قوم سے روپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیشِ ایں جمعے۔ مخلوق خدا کے لئے آپ آفتاب ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

[2] طاعِناں۔ آپ کے مخالف کتے ہیں ان کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔ اَنصِتُوا۔ تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کتے اس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اس کی شفا ہی مخلوق اندھی ہے آپ اس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیئے۔

[3] نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے مَنْ قَادَ مَکْفُوْفًا اَرْبَعِیْنَ خُطْوَۃً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اس اندھی مخلوق کی قیادت کیجئے ان کو قطار در قطار کھینچ کر لے جایئے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں ان کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔

ہیں رواں کُن اے امامُ المتقیں
ہاں اے متقیوں کے امام! پہنچا دے

ایں[1] خیال اندیشگاں را تا یقیں
ان شک کرنے والوں کو یقین تک

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے

گردنش را من زنم تو شاد رو
میں اس کی گردن مار دوں گا' تو خوشی سے چل

برسرِ کوریش کوریہا نہم
میں اس کے اندھے پن پر بہت سا اندھا پن رکھوں گا

اُو شکر پندارد زہرش دِہم
وہ شکر سمجھے گا میں اس کو زہر دوں گا

عَقلہا[2] از نورِ من افروختند
انہوں نے عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں

مکرہا از مکرِ من آموختند
انہوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود الّا چُقِ آں تُرکماں
اس صحرا نشین کی حیثیت ہی کیا ہے؟

پیش پائے نَرّہ پیلانِ جہاں
دنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ اُو بہ پیشِ صَرصَرم
میری آندھی کے سامنے اس کا چراغ

خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

خیز دردَم تو بصورِ سہمناک
اٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے

تا ہزاراں مُردہ بر رُویدز خاک
تاکہ ہزاروں مردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اِسرافیلِ وقتی راست خیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے' اٹھ کھڑا ہو

رستخیزی ساز پیش از رَستخیز[3]
قیامت سے پہلے قیامت برپا کر دے

ہر کو گوید کُو قیامت اے صنم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے اے محبوب وا

خویش بنما کہ قیامت نِک منم
اپنے آپ کو دکھا دے' کہ یہ قیامت میں ہوں

دَر نگر اے سائلِ محنت زدہ
اے مصیبت اٹھانے والے سائل! دیکھ لے

زیں قیامت صَد جَہاں قایم شدہ
اس قیام سے سینکڑوں جہان برپا ہو گئے

ورنَبا شد اہلِ ایں ذکر و قبُول
اور اگر وہ اس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو

پَس جوابِ لاحمق اے سلطاں سُکوت
تو اے سلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

ز آسمانِ حق سُکوت آمد جواب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے

چوں بُوَد جاناں دُعا نا مُستجاب
اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

---

[1] ایں خیال۔ یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں ان کو اس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے۔ ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں ان کو میں ہلاک کر دوں گا۔ کوریش۔ جو اندھے ہیں ان کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[2] عقلہا۔ ان مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری تھی اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ الاّ چُق۔ کمبل کا خیمہ۔ تُرکمان۔ صحرائی رزن قوم تھی۔ پیش۔ یعنی ان کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمل کا جھونپڑا۔ صَرصَر۔ آندھی۔ مہین۔ بزرگ۔ صور۔ قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے تم یہاں اپنا صور پھونکو اور اعلان نبوت کو مردہ دل حیات ابدی حاصل کر لیں گے۔

[3] رستخیز۔ قیامت۔ منم۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں۔ زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مردے زندہ ہوں گے اسی طرح آنحضورؐ کی بعثت سے مردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ورنباشد۔ اگر ان معارف کے سامنے کی اہلیت نہیں ہے تو پھر ان کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جواب الاحمق۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ ز آسماں۔ اگر کوئی نادانی سے دعا کرتا ہے اور اس کی دعا ناقابل قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیتا ہے۔

اے دریغا[1] وقتِ خرمن گاہ شُد — لیک روز از بختِ ما بیگاہ شُد
ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آ گیا — لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگ ست و فضلی ایں کلام — تنگ می آید برو عُمرِ دَوام
وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائیگی کے لئے — ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہی تنگ — نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ ننگ
ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی — نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام — تنگ ترصد رہ زوقت ست اے غلام
وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ — اے لڑکے! وقت سے سو گنا تنگ ہے

چوں[2] جوابِ احمق آمد خامشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی
جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے — بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت و موجِ کرم — میدہد ہر شورہ را باران و نم
رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے — ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

در بیان آنکہ ترک الجوابِ جوابِ مقرِّ رایں سخن کہ جوابُ الاحمق
اس کا بیان کو جواب نہ دینا جواب ہے' اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا
سکوت و شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ اَست کہ گفتہ می آید
جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جا رہا ہے

بادشاہ[3] ہے بُود اورا بندۂ — مُردہ عقلے بُود و شہوت زندۂ
ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا — جس کی عقل مردہ اور شہوت زندہ تھی

خُرد ہائے خدمتش نکذاشتے — بدسگا لیدے نکو پنداشتے
اس کی چھوٹی خدمت بھی نہ کرتا — بد خواہ کرتا اس کو اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جزاءش کم کنید — ور بجنگد نامش از خط بر زنید
بادشاہ نے کہا اس کی تنخواہ کم کر دو — اگر لڑے تو اس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرصِ اُو فزوں — چوں جَوا کم دید شُد تُند و حُروں
اس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا — جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف — تابدیدے جُرم خود گشتے معاف
اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا — تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا اور وہ معاف ہو جاتا

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اٹھ کر آپ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے ان کارناموں کی تفصیل کرنے کے لئے تو عمر جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی۔ بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہو جائے گا اور صحیح بازی نہ کر سکیگا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہو رہی ہیں تو اس کا جواب دی ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اس کی رحمت عام اس کی موج کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کی پہنچتی ہے۔

[3] بادشاہ ہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا۔ خُرد ہائے۔ آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بد خواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا۔ جزاء۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حروں۔ سرکش۔ عقل۔ یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہو جاتی۔

چوں[1] اخرے پابستہ تند داز خری
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے

ہر دو پایش بستہ گردد بر سری
تو پھر اس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بند ہی کافی ہے

خود بداں کاں دو رفعلِ آں خس ست
تو سمجھ لے کہ وہ دو بند اسی کمینہ کے کام کی وجہ ہیں

گر بدیدے سرِ بند آں[2] چشم گور
اگر وہ اندھا باند کا راز دیکھ لیتا

بند بر دستش نہ بستندے بزور
تو جبراً اس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جرمِ بندِ پا آگہ بدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا

خود ز بندِ دست و پا ایمن شدے
تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ورنہ تندیدے ز بند آں بوالفضول
اگر وہ بیہودہ بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا

اُو نہ خر بودے شدے شیرِ فحول
تو وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیرِ ایں حدیث[3] نبویؐ کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلٰئِکَۃَ
اس حدیث نبوی کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَھَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَخَلَقَ
اور ان میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور انہیں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَالشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ
بنی آدم کو پیدا فرمایا اور ان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلَائِکَۃِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی
شہوت پر غالب آ گئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
غالب آ گئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے

خلقِ عالم راسہ گونہ آفرید
عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گروہ را جملہ علم و عقل و جود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے

آں فرشتہ است وندانند جز سجود
وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا
اس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے

نورِ مطلق زندہ از عشقِ خدا
وہ نور مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

[1] چوں۔ اس غلام کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ برسری۔ مزید برآں۔ پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

[2] سرِ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

[3] حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا مقتضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے۔ جبھی ہو یا کھانے پینے کی انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشق خداوندی ہے۔

یک گروہے دیگر از دانش تہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے

ہمچو حیواں از علف[1] در فربہی
مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

اُو نہ بیند جز کہ اصطبل و علف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

آں سوم ہمست آدمی زادہ و بشر
تیسرا آدم کی اولاد اور انسان ہے

از فرشتہ نیمے و نیمش ز خر
اس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیمِ خر خود مائلِ سفلی بُود
گدھے والا آدھا (عالم) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے

نیمِ دیگر مائلِ علوی بُود
دوسرا آدھا (عالم) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کدامیں غالب آید در نبرد
دیکھو معرکہ میں کونسا غالب ہوتا ہے؟

زیں دوگانہ تا کدامیں بُرد گرد
ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے

عقل گر غالب شود پس شد فزوں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا

از ملائک ایں بشر در آزموں
امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

شہوت[2] ار غالب شود ایں کمترست
اگر شہوت غالب ہو گئی، تو کم تر ہے

از بہائیم ایں بشر زاں کابترست
یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بری حالت میں ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں

ویں دو از مخالف در عذاب
اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

ویں بشر ہم ز امتحان قسمت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے

آدمی شکل اندوسہ اُمت شدند
آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یک گروہ مستغرقِ مطلق شدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا

ہمچو عیسیٰ بملک ملحق شدہ
حضرت عیسیٰ کی طرح فرشتوں سے جاملا

نقشِ آدم لیک معنی جبرائیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرائیل کا ہے

رستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

از ریاضت رستہ در زہد و جہاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا

گویا از آدمی اُو خود نزاد
گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قسمِ دیگر باخراں ملحق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی

خشمِ محض و شہوت مطلق شدند
خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

[1] علف۔ چارہ۔ لو۔ حیوانات کو صرف خواب و خور کی فکر ہے وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔

نیمے و نیمش۔ انسان روح انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالم سفلی ناموت سے ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالم بالا کی طرف ہے۔ تاکدامیں۔ انسان کی ان دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

[2] شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں ان متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسانی ان کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خاص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں بہ تقاضائے جسم ہوتی ہے۔

[3] از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاف زمیمہ کو ختم کرنے کے لئے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہی۔ قسم دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں ان میں ملکیت تھیں لیکن وہ کم ظرف تھے ان میں سے ملکیت بالکل ختم ہوگئی ہے۔

وَصفِ جبرئیلی دَر اشاں بُود رفت
جبرئیل والی صفت ان میں تھی، چلی گئی

تنگ بود آنخانہ وآں وَصفِ زَفت
وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت ہوتی تھی

مُردہ ۱ گردد شخص کو بیجاں شود
جو شخص بے جان ہوتا ہے مردہ ہو جاتا ہے

خَر شود چوں جانِ اُو بے آں شود
جب اس کی جان اس جبرائیلی صفت کے بغیر ہو جاتی ہو گدھا ہو جاتا ہے

زاغ گردد چوں پَے زاغاں رَوَد
انسان کوا بن جاتا ہے جب کوؤں کا اتباع کرتا ہے

جسم گردد جاں چوں اُو بے جاں شود
جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جانے کاں ندارد ہست پست
چونکہ وہ جان جو وہ صفت نہیں رکھتی پست ہے

ایں سخن حق ست وصُوفی گفتہ است
یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

اُوز حیوانہا فزوں تر جاں کَند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے

دَر جہاں باریک کاریہا کُند
دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکرد ۲ تلبیے کہ اُوتاند تنید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے

آں ز حیوانے دِگر ناید پدید
وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زرکشی رَا بافتن
زر دوزی کے کپڑے بننا

دُرّہا از قعرِ دَریا یافتن
موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خُردہ کاریہائے عِلمِ ہندسہ
علم ہندسہ کی باریک صنعتیں

یا نجوم و عِلمِ طبّ و فلسفہ
یا نجوم اور علم طب اور فلسفہ

کہ تعلّق باہمیں دنیتش
کیونکہ ان کا تعلق اسی دنیا سے ہے

رُو بہفتم آسماں برنیستش
ان کا رخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں ۳ ہمہ عِلمِ نبایِ آخرست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے

کہ عمادِ بودِ گاؤ و اُشترست
جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقایِ حیواں چند روز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے

نامِ آں کردند ایں گیجاں رموز
ان احمقوں نے ان کا نام رموز رکھ لیا

عِلمِ راہِ حق و عِلمِ منزلش
راہ حق کا علم اور اس کی منازل کا علم

صاحب دل داند آنرا یادش
اس کو صاحب دل یا اس کا دل جانتا ہے

۱ مُردہ۔ گردد۔ جس طرح روح نکل جانے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مردہ ہو جاتی ہے یعنی جب روح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو روح مردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں انہوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کر دی تو یہ کوے کی طرح مکر حرص مردار خوری کے عادی ہو گئے۔ جسم گردد۔ جب روح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ زانکہ۔ جس روح میں روح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے صوفیا بھی اسی کے قائل ہیں۔ اُوز حیوانہا۔ عالم ناسوت میں اس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالم ناسوت کے مشاغل می حیوانوں سے زیادہ مشقت اٹھاتا ہے۔

۲ مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصور نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالم ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ ان تمام دستکاریوں کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اس کا رخ ملا اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

۳ ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالم ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لئے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لئے ہیں ان کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ عالم راہ حق۔ طریقت اور اس کے منازل دل اور صاحب دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

پس دریں ترکیب[1] اجیوانِ لطیف — آفرید و کرد باداُنش اَلیف
پس اس سببی اور بہیمی ترکیب سے پاکیزہ حیوان — پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالا نعام کرد آں قوم را — زانکہ نسبت کُو بیقظہ نوم را
اس روح سے محروم قوم کا نام جانوروں جیسے کر دیا — کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے

رُوحِ حیوانی ندارد غیر نوم — حِسّہائے مُنعکِس دارند قوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے — یہ لوگ الٹے حواس رکھتے ہیں

یَقظہ آمد نومِ حیوانی نماند — اِنعکاسِ حسِّ خود از لَوح خواند
بیداری آئی تو حیوانی نیند نہ رہی — تو اس نے تختی سے اپنے حس کا الٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حسِّ آنکہ خواب آں را رَبود — چوں شد اُو بیدار عکسش رُو نمود
اس کی حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا — جب وہ بیدار ہوا اس کو اس کا الٹا پن واضح ہو گیا

لا جرم اَسفل بُود از سَافلین — ترک اُو کُن لَا اُحِبُّ الآفِلین
لا محالہ وہ نچلوں میں نچلا ہو گا — اس کو چھوڑ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

زانکہ اِستعدادِ تبدیل و نَبرد — بُودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت — پستی سے اس کو تھی اور اس نے اس کو ختم کر دیا

باز حیواں را چو اِستعداد نیست — عذرِ اُو اندر بہیمی رُو شنیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے — حیوانیت میں رہنے کا اس کا عذر واضح ہے

زو[3] چو اِستعداد شد کاں رہبرست — ہر غذائے کو خورد مَغزِ خَرست
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے — جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلا دَر خورد اُو افیوں شَوَد — سَکتہ و بے عقلیَش اَفزوں شَوَد
اگر بھلاوں کھائے گا وہ افیون بن جائے گا — اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قِسم دگر اندر جہاد — نیم حیواں نیم حَیِ بارشاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں — جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

[1] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوان لطیف۔ یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روح حیوانی کھوم بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ وہ چوپاؤں کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روح انسانی بیدار ہے اور ان کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روح حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب ان میں بیداری آئے گی تو ان کو حواس کے الٹا ہو جانے کا احساس ہوگا۔

[2] ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۔ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اس کو کم تر سے کم تر مخلوق میں لوٹا لائے۔ ترک اُو۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابراہیم نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین مخلوق ہے اس لئے کہ اس میں بھلائی کی استعداد تھی اس نے اس کو تباہ کیا۔ دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔

[3] زو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کرے گا مزید ساقت کا سبب بنے گی۔ گر بلا در بھلا نواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ الٹا اثر کرے گا۔

ماند یک قسم۔ یہ عام مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفس لوامہ ہے ان انسانوں کی عقل و نفس روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جس کا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا ان کا نفس نفس مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جس کا بیان قسم دیگر باخراں ملحق شدند میں تھا اس کا نفس نفس امارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اس کی اونٹنی کے قصہ سے واضح کیا ہے۔

روز و شب در جنگ اندر کشمکش — کردہ چالش اولش با آخرش
وہ دن رات جنگ اور کشمکش میں ہے — اس کا ایک اس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنوں با ناقہ و میلِ مجنوں
عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا

سوئے حُرّہ [1] و میلِ ناقہ سوئے کُرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ہوئی
میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہاں میری

ناقتی خلفی وقدامی الھوی وانی وایاھا لمختلفان
اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے ہیں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچوں مجنوں در تنازع با شتر — گہ شتر چیرہ بیدو گہ مجنونِ حُر
جیسا مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا — کبھی اونٹنی غالب آ گئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچوں مجنوں اندرو چوں ناقہ اش یقیں — می کشد آں پیش ویں واپس بکیں
وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کی طرح ہیں — وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ [2] مجنوں پیش آں لیلیٰ رواں — میلِ ناقہ پس بے کُرّہ اش دواں
مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب روانہ ہے — اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لئے دوڑاتی ہے

یک دَم ار مجنوں ز خود غافل بُدے — ناقہ گردیدے و واپس آمدے
اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہو جاتا — اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آ جاتی

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن — می نبودش چارہ از بیخود شدن
چونکہ اس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پر تھا — اس کے لئے بے ہوش ہو جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مُراقِب عقل بُود — عقل را سودائے لیلیٰ در ربُود
جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی — جو عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اڑا تھا

لیک ناقہ بس مُراقِب بُود و چست — چوں بدید اُو مہارِ خویش سُست
لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی — جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زُو کہ غافل گشت و دنگ — رُو سپیش کردے بگُرّہ بے درنگ
وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہو گیا ہے — بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رخ کر دیتی

چوں بخود باز آمدے دیدے زجا — کو سپیش رفتہ است بس فرسنگہا
جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے — وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

[1] حُرہ۔ شریف عورت یعنی۔ لیلیٰ۔ کرہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مراد لیا ہے۔ ہمچو مجنوں۔ مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آ رہی ہے تو وہ اس کے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حر۔ آزاد

[2] میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میل ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچہ کے پاس پہنچے۔ یک دم۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔ عشق۔ چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پر تھا اس لئے وہ اونٹنی کی اس حرکت سے بیہوش ہوا جاتا تھا۔ مراقب۔ انسان کی عقل اس کے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

[3] ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ اس کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا تو وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہو گئی ہے۔

درسہ روزہ رہ بدیں اَحوالہا
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں

ماند مجنوں در تردّد[1] سالہا
مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم
بولا اے ناقہ! جبکہ ہم دونوں عاشق ہیں

ما دو ضد بَس ہمرہ نالائقیم
ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بروفقِ من مہر و مہار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے

کرد باید از تو دُوری اِختیار
تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیے

ایں دو ہمرہ یکدِ گررا را ہزن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں

گمرہ آں جاں کُو فرو ناید زتن
وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں[2] زہجرِ عرش اندر فاقہ
جان عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے

تن زعشقِ خار بُن چوں ناقہ
جسم جھاڑ کے عشق میں ناقہ کی طرح ہے

جاں کُشاید سُوی بالا بالہا
جان اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے

در زدہ تَن درز میں چنگا لہا
جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تاتو باشی بامن اے مُردہ وطن
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہے گی

پس زلیلیٰ دُور ماند جانِ من
تو میری جان لیلیٰ سے دور رہے گی

روز[3] گارم رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گزر گئی

ہمچوتیہ و قوم موسیٰ سالہا
جیسا کہ برسوں تک تیہ اور حضرت موسیٰ کی قوم کا معاملہ

خطوتینے بُود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا

ماندہ ام در رہ شستت تیصت سال
میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہوگئی

سَیر گشتم زیں سواری سَیر سَیر
اس سواری سے میں بھر پایا، بھر پایا

سَرنگوں خود راز اُشتر در فگند
اس نے اپنے آپ کو اونٹنی سے گرا دیا

گفت سوزیدم زغم تا چند چند
کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بروے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا

خویشتن اَفگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں اَفگند خود راسُوی پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا

از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

---

[1] سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفتِ۔ پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد سمتوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ ایں دو ہمرہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے، بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمرہ۔ مولانا فرماتے نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خار بن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالم بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تاتو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہے گی مقصد حاصل نہ ہو گا۔ مُردہ وطن۔ عاشق وطن۔

[3] روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم۔ شست۔ مکر و حیلہ۔ سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

پائے را بر بست و گفتا گو اِ شوم
اس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بن جاؤں گا

در خمِ چوگانش غلطاں میروم
اس کے بل کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کند نفریں حکیمِ خوش دہن
خوش کلام حکیم اس لئے نفرت بھیجتا ہے

بر سوارے کو فرو ناید ز تن
اس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بُوَد
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟

گوئی گشتن بہرِ اُو اولیٰ بُوَد
اس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوئی شو می گرد بر پہلوئی صدق
گیند بن جا ' سچائی کے پہلو پر لڑھک

غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بلے کے موڑ میں

کایں[۲] سفر زیں پس بُوَد جذبِ خدا
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہوگا

واں سفر بر ناقہ باشد سیر ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہوگی

اِیں چنیں سیر یست مستثنیٰ از جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جداگانہ ہے

کاں فزود از اجتہاد جن و انس
کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اِیں چنیں جذبے ست بر جذبِ عام
عام کشش اس طرح کی کشش نہیں ہے

کہ نہادش فضل احمدؐ والسلام
جس کو احمدؐ کے فضل سے قائم کیا ہے والسلام

قصہ کوتہ کُن برائے آں غلام
اس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کر دے

کہ سُوئے شہ بر بنشہ است اُو پیام
جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتن[۳] آں غلام قصہ شکایتِ نقصانِ اُجرے سُوئے بادشاہ

تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اس غلام کی شکایت لکھنے کا قصہ

رُقعہ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا

می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں
نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر
جسم رقعہ ہے اس کو دیکھ لے

ہست لایق شاہ را آنگہ ببر
کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لیجا

گوشہ رَو نامہ را بکشا ' بخواں
گوشہ میں جا خط کو کھول ' پڑھ

بیں کہ خرش ہست در خورِ شہاں
دیکھ لے کہ اس کی عبادت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد در خور آں را پارہ کُن
اگر مناسب نہ ہو اس کو پھاڑ دے

نامہ دیگر نویس و چارہ کُن
دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

---

۱ گو۔ گیند۔ حکیم۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشق مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہیے۔ گوئی شوم۔ اللہ کے راستہ میں گیند بن جاؤں اور لڑھکتا ہوا اس کے در بار تک پہنچ جاؤں۔

۲ کایں سفر۔ اس سفر میں ابتداءً کوشش کرے گا۔ پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اِیں چنیں۔ جذب خداوندی سے جو رفتار ہوگی وہ محض عطاء خداوندی ہے۔ اِیں چنیں۔ یہ خدائی جذب عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہو جائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضورؐ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور ان کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

۳ نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اس نے غصہ سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو۔ پرستی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اس غلام کے خط کے ہے اس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

لیک فتحِ نامہ[1] ای زیبِ مُداں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ

ورنہ ہر کس سِرِّ دل دیدے عَیاں
ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوار ست وصَعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے

کارِ مَردان ست نے طِفلانِ لَعب
بہادروں کا کام ہے نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جُملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں

زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے

تاچناں دانند متنِ نامہ را
حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز[2] کُن سَر نامہ را گردان مَتاب
خط کے عنوان کو کھول منہ کو نہ موڑ

زں سخن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بالصَّلواب
اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عُنواں چو اقرارِ زباں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے

متن نامہ سینہ را کُن اِمتحاں
سینہ کے خط کے مضمون کو آزما لے

کہ موافق ہست با اِقرارِ تُو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے

تا مُنافق وار نبود کارِ تُو
تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جُوالے بس گرانے می بری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے

زاں نیاید کم دروے بنگری
کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جُوال از تلخ وخوش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے

گر ہمی اَرزد کشیدن را بکش
اگر لے جانے کے قابل ہے' لے جا

ورنہ[3] خالی کُن جُوالت راز سَنگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کر لے

باز خَر خود را ازیں پیکار و ننگ
اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچا لے

در جُوال آں کُن کہ می باید کشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیے

سُوئے سلطاناں و شاہانِ رَشید
بھلے طوک اور شاہوں کی جانب

زِشت نبُود کایں جُوال پُرز ریگ
کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا

می کشی و باشد آں ہم مردہ ریگ
تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پر لَعلش کُنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے

ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
خالی رہنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

[1] نامہ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زیب۔ آسان۔ کارِ مرداں۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جملہ۔ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

[2] باز کُن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہے تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کر لے اور اس میں وہ بھر لے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔ زشت۔ یہ بری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاق حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاق رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

حکایتِ آں فقیہ باد٘ستار بزرگ و آنکہ د٘ستارش بَر بود و بانگ ونعرہ

اس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اس کی جو پگڑی اچک لے گیا اور

فقیہ کہ بازش گُن و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ بَر

فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اس کو کھول اور دیکھ کہ کیا لے جا رہا ہے' تب لے جا

یک فقیہے ژندہا[2] بَر چیدہ بُود — در عمامہ خویش در پیچیدہ بُود

ایک فقیہ نے چیتھڑے چنے تھے — اور اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

تاشود زَفت و نماید آں عظیم — چوں دَرآید سُوئِ محفل در حطیم

تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے — جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہا پیراستہ — ظاہرِ د٘ستار ازاں آراستہ

مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے — ان سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حُلّہ بہشت — چوں مُنافق اندروں رُسوا وزِشت

پگڑی کا ظاہر بہشت کے جوڑے کی طرح تھا — باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدا

پارہ پارہ دَلق[3] و پُنبہ و پوستیں — در درونِ آں عمامہ بُد دَفیں

ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین — اس پگڑی کے اندر دفن تھے

رُوئِ سُوئِ مدرسہ کردہ صبوح — تابدیں ناموس یابد اُو فتوح

اس نے صبح صبح مدرسہ کا رخ کیا — تاکہ اس شان و شوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مَردے جامہ گُن — مُنتظِر اِستادہ بُد از بہرِ فن

اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اتارنے والا شخص — فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

دَر رَبود اُو از سَرش دَستار را — پس دواں شد تا بساز دکار را

وہ اس کے سر سے پگڑی لے اڑا — پھر بھاگا' تاکہ اپنا کام بنالے

پس فقیہش بانگ برزد کاے پسر — باز گُن دستار را آنگہ بَبَر

فقیہ نے اس کو آواز دی اے بیٹا! — پگڑی کو کھول' پھر لے جا

اِچنیں کہ چارہ پرّہ می پَری — باز گُن آں ہدیہ را کہ می بَری

تو جو اس طرح چار پروں سے اڑا رہا ہے — اس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

باز گُن آں را بدستِ خود بمال — آنگہاں خواہی ببَر کردم حَلال

اس کو کھول اپنے ہاتھ سے مَلْ — پھر چاہے لے جانا' میں نے معاف کر دیا

---

۱ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس فقیہ کا دستار کو غلط چیزوں سے بھرنا کس قدر برا تھا۔ بازش گن۔ یعنی اس پگڑی کو کھول کر دیکھ اس میں کیا ہے۔

۲ ژندہا۔ پرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔

۳ دَلق۔ گدڑی۔ دفیں۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ گن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہر فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لئے۔ کاررا۔ یعنی اپنی ضرورت پوری کرے۔ چار پرّہ۔ چار پروں سے اڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال۔ یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخش دی۔

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت
صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بریخت

ج بھاگ رہا تھا جب اس نے اس کو کھولا
لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفت نابایستِ[1] او
ماند یک گز کہنہ در دستِ او

اس کی اس سوئی ناہموار پگڑی سے
ایک گز پرانا کپڑا اس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کاے بے عیار
زیں دغل مارا بر آوردی زکار

چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق!
اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا

ایں چہ مکر ست و چہ تزویر ست و شید
کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید

یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟
کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسا دیا

شرم ناید مر ترا زیں ژندہا
از دغل بفگندیم اے پُر دغا

ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی
فریب سے تو نے مجھے پھنسا دیا اے دغا باز

گفت بنمودم دغل لیکن ترا
از[2] نصیحت باز گفتم ما جرا

اس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے
خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائی خود را

زبان حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت
عیبِ خود را با نگ زد با جملہ گفت

اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفت ہے
بلند آواز سے اس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اُستاد
آں دغل کون و نصیحت داں فساد

اے استاد! اس بناؤ اور بگاڑ میں
بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون[3] می گوید بیا من خوش پیم
واں فسادش گفت رو من لاشیم

بناؤ کہتا ہے آ جا میں مبارک قدم ہوں
اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے زخوبی بہاراں لب گزاں
بنگر آں سردی و زردیِ خزاں

اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے!
خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب
مرگ او را یاد کن وقتِ غروب

تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا
غروب کے وقت اس کی موت کو یاد کر لے

[1] نابایست۔ یعنی بیکار۔ ماند۔ یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ برز میں۔ اس چور نے اس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور فقیر پر ناراض ہوا۔ زکار۔ یعنی اگر میں اس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مفید چوری کر لیتا۔ قید صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم۔ افگندی۔ مرا۔

[2] از نصیحت۔ یعنی تجھے ابتداء دھوکا دیا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا۔ نصیحت۔ دنیا بھی ابتداء مکر کرتی ہے لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالم کون و فساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

[3] کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسم بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے اس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ روز۔ دن کی سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اس کے چہرے پر مردنی چھا جاتی ہے۔

بدر را دیدی بریں خوش چار اطاق
تو نے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا

حسرتش را ہم ببیں اندر محاق
گھٹاؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

لود کے از حُسن شد مولائے خلق
ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا

بعدِ پیری شد خرف رسوائے خلق
بڑھاپے کے بعد بڈھا بے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں بتاں کردت شکار
اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے

بعد پیری بین تنے چوں پنبہ زار
بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے[۲] بدیدہ لوتہائے چرب خیز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے اٹھ

فضلہء آں را ببیں در آبریز
پاخانہ میں ان کا فضلہ دیکھ لے

مرغبات را گو کہ آں خوبیت گو
نجات سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟

آں فریب و حُسن و مرغوبیت گو
وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر طبق گو عشوہ و نرمی و خوت
طشت پر تیرا ناز و انداز اور نرمی اور عادت کہاں ہے؟

بر سبد گو جلوہ و نغزی و لوت
چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بدمن دام آں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں

چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
جب تو شکار بن گیا دانہ چھپ گیا

بس انامل رشکِ اُستاداں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کے لئے باعث رشک ہوتی ہیں

در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
دستکاری میں لیکن انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگس[۲] چشمِ خماری ہمچو جاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس

آخر اَمش بین و آب از وے چکاں
بالآخر چند ہی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر وصفِ شیراں رود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے

آخر او مغلوبِ موشے می شود
آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیزِ دُور بینِ محترف
پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو

چوں خرِ پیرش ببیں آخر خرف
بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زُلف وَجعدِ مُشکبارِ عقل بر
مشکبار زلف اور ہوش ربا گھونگر والے بال

آخرِ او دُمِ زشتِ پیرِ خر
انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دم ہیں

خوش ببیں کونش زاوّل تا کشاد
اس کے بناؤ کو شروع میں پر لطف حسین دیکھ لے

وآخر آں رسوائیش بین و فساد
اور اس کے آخر میں اس کی رسوائی اور فساد کو دیکھ لے

---

۱ چار طاق۔ چوگوشہ خیمہ، روئی یہاں آسماں مراد ہے۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ کود کے۔ وہی لڑکا جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڈھا بے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آ جاتے ہیں۔

۲ اے بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بن کر بیت الخلا پہنچتی ہیں تو ناقابل دید ہوتی ہیں۔ خبث۔ یعنی فضلہ۔ سبد۔ ٹوکری۔ نغز۔ ناز۔ گوید۔ وہ فضلہ زبان حال سے کہتا ہے وہ میری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے استادوں کے لئے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

۳ نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہے جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محرف پیشہ ور۔ خرف۔ بڈھا بے عقل۔ جعد۔ گھونگر والے بال خوش غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

زانکہ اُو بنمود پیدا دام[1] را
کیونکہ اس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا

پیشِ تو برکند سبلت خام را
تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دینا بتز ویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا

ورنہ عقلِ من زدامش می شگیفت
ورنہ میری عقل اس کے جال سے آرام پاتی؟

طوقِ زرّیں و حمائل بین بلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ

غُل و زنجیرے شد ست و سلسلہ
طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں[2] ہر جزوِ عالم می شمر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے

اوّل و آخر در آرش در نظر
اس کے اول اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر اُو مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے وہ زیادہ نیک بخت ہے

ہر کہ آخر بیں تر اُو مطرود تر
جو چز کو زیادہ دیکھنے والا ہے زیادہ مردود ہے

رُوئے ہریک چوں مہِ فاخر ببیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہرایک کا چہرہ دیکھ لے

چونکہ اوّل دیدہ شد آخر ببیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے' انجام بھی دیکھ لے

تانباشی[2] ہمچو ابلیسِ اعورے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے

نیم بیند نیم نے چوں ابترے
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید
اسنے آدم کو مٹی کو دیکھا ان کے دین کو نہ دیکھا

اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اس جہان کو دیکھا ان کو اس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ سہ[3] مرداں برزناں اے شجاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

نیست بہرِ قوت و کسبُ و ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائیداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر

فضل بُودے بہرِ قوت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مرداں برزناں حالی پرست
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

زاں بُود کہ مرد پایاں بیں تر است
اس لئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے

اُو ز اہلِ عاقبت چوں زن کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بگوش
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں

تا کدامیں را تو باشی مستعد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لئے مستعد ہوتا ہے

---

[1] دام۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دیتا ہے کہ اس کا بناؤ انسان کے لئے جال ہے۔ خام یعنی ناتجربہ کار۔ پس مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ یہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں ان کا انجام تباہی ہے۔

[2] ہمچنیں۔ تمام اجزاء عالم کا یہی حال ہے۔ ان کی ابتداء بناؤ سے اور انجام بگاڑ پر ہے۔ ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چرہ جس میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روی۔ ابتداء پر رونق ہوتی ہے۔

[2] تانباشی۔ یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدم کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

[3] فضلِ مرداں۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت مردوں کی عاقبت۔ بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔ حالی پرست۔ یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا۔ خم۔ ٹیڑھا۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد۔ یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

آں ۱ یکے بانگش نشورِ آتقیا
اس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے

واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن

بعد ازاں شو بانگ خارش را گرو
اس کے بعد اس کے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں

گل بریز دمن بمانم شاخِ خار
پھول جھڑ جاتا ہے میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

بانگِ ۲ اشگوش کہ اینک گلفروش
اس کے غنچہ کی آواز ہے' کہ یہ گلفروش ہے

بانگِ خارِ اُو کہ سُوئے ما مکوش
اس کے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب آنے کی کوشش نکر

ایں پذیرفتی بمانی زاں دگر
تو نے اس کو قبول کر لیا دوسری سے رہ گیا

کہ مُحب از ضدِ محبوب ست کر
کیونکہ عاشق معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے

بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
دوسری آواز ہے میرے انجام کو دیکھ

حاضری ۳ امِ ہست ہمچوں مکروکیں
میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے

نقشِ آخرز آئینہ اوّل بہ بیں
آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی
جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا

آں دگر را ضدّ و نادر خور شدی
دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خنک آں گوز اوّل آں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی

کِش عقول و مسمعِ مرداں شنید
جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جارا اُو گرفت
اس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا

غیرِ آنش کژ نماید یا شگفت
اس کے علاوہ اس کو ٹیڑھی نظر آئی گی یا عجیب

گوزۂ نو گو بہ خود بولے کشید
وہ کہا پیالہ میں نے پیشاب جذب کر لیا

آں نجَست را آب نتواند برُید
اس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں ہر چیز چیزے می کشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے

کفر کافر را و مُرشد را رَشد
کفر' کافر کو ہدایت' ہدایت یافتہ کو

۱ آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

۲ بانگِ شگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آں۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرِ م۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے۔

۳ حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ انجام دیکھ لے جواں میں شدن کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادر خور۔ نالائق' ناقابل اے خنک۔ وہ شخص قابل مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کر لے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ گوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کوزہ برتن اگر پیشاب کو جذب کر لے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔ در جہان نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کفر۔ کفر کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ معنوی کشش ہے۔

کہربا[1] ہم ہست و مقناطیس ہست — تا تو آہن یا کہی آئی بدست

کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی — تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جاں میں آجائے

بُرد مقناطیس ار تو آہنی — ور کہی بر کہربا برمی تنی

اگر تو لوہے تو مقناطیس لے گیا — اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چکر کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار — لا جرم شُد پہلوئ فجار جار

جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے — لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار — لاجرم شد پہلوئ ہر خار خوار

ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلوں میں ذلیل ہوا

ہست[2] موسیٰ پیشِ قبطی بس ذمیم — ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم

حضرت موسیٰ قبطی کے نزدیک برے ہیں — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبط شُدہ — جانِ موسیٰ جاذبِ سبطی شُدہ

ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — حضرت موسیٰ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب

گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ کیوں پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر اُو را کوش سازید ست امام

اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں[3] کہ ہر کرّہ پے مادر رود — تابداں جنسیتش پیدا شود

کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خر از نیم زیرینہ رسد

آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارفِ را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ اِنِّیْ اَظَلُّ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِ وَبِہٖ یُحْیِیْنِیْ

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ حدیث ہے میں اپنے خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضورﷺ کا قول ہے

اَبْدَانُ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

---

[1] کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ برد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بدوں کی طرف کشش ہوگی۔ خار۔ یعنی برائی۔

[2] ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہے وہ اس کو برے معلوم ہوتے ہیں سبطی اسرائیلی حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اس کو برا معلوم ہوتا ہے۔ معدۂ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کے لئے ان کی کشش کو دیکھ لو کہ کس طرف ہے اگر ان کی کشش کا تمہیں پتہ نہ چلے تو ان کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی برائی کا فیصلہ کرلو۔

[3] زاں۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز آدمی۔ انسان چونکہ اشرف و المخلوقات ہے اس کی غذا بدن کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف باللہ اشرف المخلوقات میں فرد اعلیٰ ہے اس کو غذا اللہ کی جانب سے ملتی ہے حضور ﷺ اور صدیقین کو اللہ سے غذا حاصل ہوتی ہے۔

عَدل[1] اقسام ست و قسمت کردنیست
تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اس کی تقسیم ہے

ایں عجب کہ جبر نے وظلم نیست
یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بُدے
جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟

ظلم بودے کے نگہبانی بُدے
ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی؟

روز آخر شد سبق فردا بود
شام ہو گئی ' سبق کل ہو گا

رازِ ما را روز کے گنجا بود
ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دخول و درایاب
خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں

در نگر وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
غور کر لے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطاب ۲ با مغروران دنیا و گرفتارانِ نفس
دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے
اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے

بر دَم و بر چاپلوسِ فاسقے
ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قُبّہ بر سا ختی از حباب
تو نے بلبلے کا قبر بنایا ہے

آخر آں خیما ست بس واہی طناب
یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زرق چوں برق ست اندر نورِ آں
مکر برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں

راہ نتواند دیدن رہر واں
راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان واہلِ اُو بیحاصل اند
یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں

ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند
بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زاوۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست
دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے

گر چہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست
اگرچہ وہ تیری طرف رخ کرے وہ چہرہ گدی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زبر[2]
اس جہان والے اس جہان کی طرح نیکی کی وجہ سے

تا اَبد در عہد و پیماں مُستمِر[4]
ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے صد شدند
دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟

معجزات از ہمدگر کے بستدند
آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پُر مُردہ میوہ آنجہاں
اس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟

شادیِ عقبیٰ نگردد اندہاں
آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

[1] عدل۔ شعر۔ قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے جو خاص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا۔ ایں عجب۔ اس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور کسی پر ظلم نہ ہوا۔ پشیمانی۔ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان برا کام کرتا ہے تو اس کو شرمندگی ہوتی ہے۔ اگر جبر ہو تو پھر کام پر شرمندگی نہ ہونی چاہیے۔ نگہبانی۔ ظالم ' مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز۔ اب اس مضمون کو ختم کر دینا چاہیے بہت وقت گزر گیا اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب دربار خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالت کو مدنظر رکھو۔

[2] خطاب۔ جن لوگوں کو من جانب اللہ غذا حاصل ہوتی ہے ان کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتماد و واثقے۔ مضبوط بھروسہ۔ فاسقے۔ یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رسہ۔ زرق۔ مکاری۔ یعنی مکار شیخ کی مکاری بجلی کی کوند ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں کیا جا سکتا۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ بیکار

[3] زاوۂ دنیا۔ یعنی دنیا دار۔ رُو۔ اس کا رخ بھی گدھی کی طرح ہے۔ بر۔ نیکی۔ مستمر۔ دائم۔ دو پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت کی نعمتیں ناقابل زوال ہیں اور اس کی خوشی کبھی غم سے تبدیل نہیں ہوتی ہے۔

نفس اے بے عہد ست زاں رُو کشتنی ست
نفس بے وفا ہے اس لئے گردن زدنی ہے

اُو دَنی و قبلہ گاہِ اُو دَنی ست
وہ کمینہ ہے اور اس کا قبلہ گاہ بھی کمینہ ہے

نفسہا را الائق ست ایں انجمن
نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے

مُردہ را در خور بُوَد گور و کفن
گور و کفن مردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خُردہ داں
نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے

قبلہ اَش دنیاست اُورا مُردہ داں
اس کا قبلہ دنیا ہے اس کو مردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید
اللہ کے الہام کا پانی اس مردے کو پہنچا

شُدز خاک مُردہ زندہ پدید
مردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تانیاید ۲ وحی زُو غرّہ مَباش
جب تک اللہ تعالیٰ کا الہام نہ آئے اس سے دھوکہ نہ کھا

تو بداں گلگو نہ طال بقاش
اس کی عمردراز ہو کے فارے سے

با نگ وصیتے جُو کہ آں زائل نشد
وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو

تاب خورشیدے کہ آں آخل نشد
اس سورج کی جمع چاہ جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنرہائے دقیق و قال و قیل
نازک ہنر اور قیل و قال

قوم فرعوں اندر اَجَل چوں آبِ نیل
فرعون کی قوم میں موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرب و سحرِ شاں
ان کی رونق اور شان و شوکت اور جادو

گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں
اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحر ہائے ساحراں داں جُملہ را
سب کو جادوگروں کے جادو سمجھ

مرگ چو بے داں کہ آں شد اژدہا
موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدہا بنا

جادو ۳ یہارا ہمہ یک لُقمہ کرد
اس نے ان سب جادوں کو ایک لقمہ بنا لیا

یک جہاں پُر شب بُد آں را صبح خورد
ایک دنیا رات سے بھری تھی جس کو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشد اَفزون و بیش
اس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا

بل ہماں سان ست کو بودہ است پیش
بلکہ اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

در اثر افزوں شدہ در ذات نے
اثر میں اضافہ ہوا ذات میں نہیں

ذات را اَفزونی و آفات نے
ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

۱ نفس۔ دنیادار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیادار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ نسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیادار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیادار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہے۔ تو یہ سمجھو کہ مردہ زندہ ہو گیا ہے۔

۲ تانیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اڑا لو۔ گلگو۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے غروب ہو جانا نہیں ہے اور وہ اہل حق کے پاس ہے۔ آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور ان کے لئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت ان کے لئے حضرت موسیٰ کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

۳ جادو یہا۔ اسی طرح موت ان تمام ہنرمندیوں کو نگل جائے گی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ کے اس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نور خداوندی اس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ نور۔ خدا کے اس نور مطلق میں اس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا' تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

حق زایجادِ جہاں افزوں نشُد — انچہ اوّل آں نبُود اکنوں نشُد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ میں اضافہ نہیں ہوا — جو کچھ پہلے نہ تھا اب بھی نہ ہوا

لیک از افزوں شُد اثر زایجادِ خلق — درمیانِ ایں دو افزونیست فرق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا — ان دونوں اضافوں میں فرق ہے

شُد فزونی اثر اظہار اُو — تا پدید آید صفات و کار اُو
نشان کی زیادتی اس ذات کا اظہار ہوئی — تاکہ اس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست افزونی ہر ذاتے دلیل — گو بُود حادث بعلّتہا علیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے — کہ وہ حادث ہے اور علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شُد باریک اینجا اے رفیق — لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
اے دوست اس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا — لیکن تو باریک باتیں سنتا رہ

تفسیر ۲ آیہ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ
پس موسیٰ اپنے دل میں ڈرے ہم نے کہا تو نہ ڈر

اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی
یقیناً تو اعلیٰ ہے آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کُنے ست — چہ کُنم کایں خلق را تمییز نیست
حضرت موسیٰ نے کہا جادو بھی حیران کن ہے — میں کیا کروں ان میں تمیز نہیں ہے

گفت حق تمییز را پیدا کُنم — عقلِ بے تمییز را بینا کُنم
اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمیز پیدا کر دوں گا — بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ معجزہات را ظاہر کُنم — عقلِ را در دیدنش فاخر کُنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کر دوں گا — عقل کو ان کے دیکھنے میں قابل فخر بنا دوں گا

دیدہ ۳ بخشم عقلِ بے تمییز را — کور سازم جاہلِ ناچیز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دوں گا — ناچیز جاہل کو اندھا بنا دوں گا

گرچہ چوں دریا برآرد دند کف — موسیا تو غالب آئی لا تخف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں — اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

بُود اندر عہدِ خود سحر افتخار — چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جادو اپنے زمانہ میں باعث فخر تھا — جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

۱ ایک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے میں نشانیوں میں اضافہ ہو جائے۔ کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی۔ شائین دو۔ ذات اور نشانیوں کے اضافہ میں فرق ہے۔ ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذات قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ یہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دے گا۔

۲ تفسیر۔ اس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کر سکیں گے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرما دی اسی طرح اللہ تعالیٰ عارف سمجھ کی مشکلات کو حل فرما دیتا ہے۔ معجزات۔ عصا اور ید بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھا دوں گا۔

۳ دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کر دوں گا اشقیا ایمان سے محروم رہے گے۔ گرچہ ان ساحروں کا جوش و خروش سب کا نور ہو جائے گا اور غلبہ تمہارا ہو گا۔ بُود۔ مولانا فرماتے ہیں اس دور میں جادوگری بہت زیادہ باعث فخر تھی۔ لیکن عصا کے معجزے کے بعد وہ حقیر اور ذلیل ہو گئی۔

ہر[1] کسے را دعویِ حُسن و نمک
ہر شخص کو حسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے

سنگِ مرگ آمد نمکہا را محک
موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سحر رفت و مُعجز موسیٰ گذشت
جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰ کا معجزہ بھی گذر گیا

ہر دو را از بامِ بُود افتاد طشت
دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جُز لعنت نماند
جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی

بانگِ طشتِ دیں بجُز رفعت نماند
دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شُد است از مرد و زن
جب مردوں زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے

در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن
اے کھوٹے! میدان میں آ جا اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب است
تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت جبکہ کسوٹی غائب ہے

می برندت از عزیزی دست دست
تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

ہر[2] دَمت عزّے و نازے در فزود
ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا

چوں محک آمد چرا کشتی کبود
جب کسوٹی آ گئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

قلب می گوید زنخوت ہر دَمم
کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے

اے زرِ خالص من از تو کے کمم
اے خالص سونے میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش
سونا کہتا ہے ہاں ' اے دوست!

لیک می آید محک آمادہ باش
لیکن کسوٹی آ رہی ہے تیار ہو جا

مرگِ[3] تن ہدیہ است بر اصحابِ راز
جسم کی موت راز دانوں کا تحفہ ہے

زرِّ خالص را چہ نقصان سل گاز
خالص سونے کا گانتی سے کیا نقصان

قلب اگر در خویش آخر بیں بُدے
کھوٹا ' اگر اپنا انجام میں ہوتا

آں سیہ کا خر شُد او اوّل شُدے
جو سیاہ روئی آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

چوں شُدے اوّل سیہ اندر لِقا
اگر شروع میں سیاہ رو ہو جاتا ' ملاقات کے وقت

دُور بُودے از نفاق و از شِقا
نفاق اور بدبختی سے دور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بُدے
بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا

عقل او بر زرقِ او غالب بُدے
اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوتی

---

[1] ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعث فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیح کے دور میں طب جو ان کے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی حضورؐ کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بود۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام افتادن مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادوگری کی شہرت بصورت لعنت اور معجزے کی شہرت بصورت رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب کھوٹا۔

[2] ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں ان ہنر مندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

[3] مرگ تن۔ انبیاء اور اولیاء کے موت ان کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ گاز۔ گانتی' سنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اٹھائے گا اگر وہ عاقبت میں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیتا۔ چوں شُدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کر کے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا۔

چوں اِشکستہ دل شدُ ے از حالِ خویش
جب وہ اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا

جبرِ اِشکستگاں دیدے بہ پیش
دل ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید اُو اِشکستہ شدُ
اس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ دل ہوا

از شکستہ بَند دَردَم بَستہ شدُ
ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جڑ گیا

فضلِ مسہا را سُوئے اِکسیر راند
اللہ کے فضل نے تانبے کو کیمیا کی جانب روانہ کر دیا

آں زَر اَندو داز کرم محروم ماند
وہ طمع شدہ کرم سے محروم ہو گیا

اے ۲ زَر اندو دہ مکُن دعویٰ بہیں
اے طمع شدہ! دعویٰ نہ کر، دیکھ

کہ نماند مُشتریت اعمیٰ چنیں
کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کُند
قیامت کا نور ان کی آنکھوں کو بینا کر دے گا

چشم بَندیِ تُرا رُسوا کُند
تیری نظر بندی کو رسوا کر دے گا

بنگر آنہارا کہ آخر دیدہ اند
ان کو دیکھ لے جنہوں نے آخرت کو مدنظر رکھا ہے

حسرتِ جانہا وَ رشکِ دیدہ اند
جانوں کے لئے باعث حسرت آنکھوں کے لئے باعث رشک ہیں

مَنگر آنہا را کہ حالی دیدہ اَند
ان کو دیکھ کہ جنہوں نے موجود کو دیکھا ہے

سِرِ فاسد ز اصلِ سِرّ بَریدہ اند
فاسد از، اصل راز سے کتر لیا ہے

پیشِ ۳ حالی بیں کہ در جہل ست و شک
موجود کو دیکھنے والے کے لئے جو نادانی اور شک میں ہے

صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک
صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صَد ہزاراں کارواں
صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو

داد بربادِ ہلاکت اے جواں
اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طالب گُن اے عزیز
اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر

تاز صدقِ اُو شوَی صاحب تمیز
تاکہ تو اس کی سچائی کے ذریعہ تمیز دار بن جائے

نیست نقدے کش غلط اَنداز نیست
کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کے لئے غلطی میں مبتلا کرنے والا سکہ نہ ہو

وائے آں جاں کش محک و گاز نیست
اس جان پر مصیبت ہے جس کے پاس کسوٹی اور گاز نہیں ہے

باز رَو سُوئے غلام و کتبتش
غلام اور اس کے رقعہ لکھنے کی طرف واپس چل

کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زَجر کردن مُدّعی را از دعویٰ و امر کردن اُو را بمتابعتِ انبیاء و اولیاء
جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

۱ چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمت خداوندی اس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمت خداوندی اس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہا۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر۔ یعنی مغفرت۔ زراندود۔ منافق بناوٹی شیخ

۲ اے زراندود۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہے گے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو ان لوگوں کے رتبہ جنہوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعث رشک ہیں۔ منگر۔ ان بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ انہوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

۳ پیش حالی ہیں۔ دنیا دار کو چھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے۔ صبح کاذب۔ قافلہ اگر صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے صبح صادق۔ سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔ نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جس میں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اس کی تباہی ہے۔ زَجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کے لئے تنبیہ کہ وہ انبیاء اور اولیا کی پیروی کریں۔

بُو مُسیلم ۱ گفت من خود احمدم
مسیلمہ کذاب بولا میں خود پیغمبر ہوں

دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم
میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بو مُسیلم را بگو کم کُن بطر
مسیلمہ کذاب اسے کہہ دے کہ اکڑ نہیں

غرّۂ اوّل مشو آخر نگر
ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلا و وزی مکُن از حرصِ جمع
دولت جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر

پس روی کُن تا روی در پیشِ شمع
اتباع کر تاکہ تو شمع کے آگے چلے

شمع ۲ مقصد را نماید ہمچو ماہ
شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے

کایں طرف دانہ است یا خود وامگاہ
کہ اس جانب نہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے

دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ
باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آ جاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند
اگرچہ ان کوؤں نے مکر کا چراغ روشن کیا ہے

بانگِ بازانِ سفید آموختند
سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہُدہُد گر یکا موزد قطا
کوئی اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے

رازِ ہُدہُد کُو و پیغامِ سبا
ہدہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے؟

بانگِ ۳ پر رستہ زپر بستہ بداں
کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے پہچان لے

تاجِ شاہاں راز تاجِ ہُدہُداں
شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے ممتاز کر لے

حرفِ درویشاں و نکتہ عارفاں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے

بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں
ان بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ اُمّتِ پیشیں کہ بُود
پہلی امتوں کی جو تباہی ہوئی

زانکہ جندل را گماں بُردند عُود
اس لئے ہوئی کہ جندل پتھر کو انہوں نے اگر سمجھا

بُود شاں تمییز کاں مظہر کُند
ان میں قوت تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے

لیک حرص و آز کور و کر کُند
لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں زرحمت دور نیست
اندھوں کو اندھا پن رحمت خداوندی سے دور نہیں ہے

کوریِ حرص ست کاں معذور نیست
لالچ کا اندھا پن ہے جو باعث عذر نہیں ہے

---

۱ بو مسیلم۔ یعنی مسیلمہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

اول۔ یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہو جانا۔ آخر۔ ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اس شمع کو پیشرو بنا لے۔ حرص جمع۔ یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

۲ شمع۔ وہ سچا آدمی راہنمائی کرے گا اور تجھے بتائے گا کہ اس طرف تباہی ہے اور اس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی۔ بھلوں کی صحبت لا محالہ مفید ہے اور بھلے برے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ گرچہ۔ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کوئی ہدہد کی بولی سیکھ بھی لے تو اس کے پاس وہ ناز سلیمانی کہاں سے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہدہد نے بلقیس کو سبا میں جا کر دیا تھا۔ قطا۔ ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اس لئے اس کو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔

۳ بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنے والے اور فرضی پر لگانے والے میں امتیاز کرنا چاہیے شاہی تاج اور ہدہد کے تاج میں فرق ضروری ہے۔ بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جن کے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاکت پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انہوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بود۔ اللہ نے ان کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن ان کی حرص اور طمع نے ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اس کی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اس کی معذوری ناقابل معافی ہے۔

چار میخ[1] اِشہ زرحمت دور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دور نہیں ہے

چار میخِ حاسدی مغفور نے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نِکو بنگر بہ شست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے

بَد گلوئی چشم آخر بینت بَست
حلق کی برائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کردی ہے

بادو دیدہ اوّل و آخر ببیں
دونوں آنکھوں سے اول اور آخر کو دیکھ لے

ہیں مباش اَعور چو ابلیسِ لعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اَعور آں باشد کہ حالی دید و بس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے

چوں بہائم بیخبر از پیش وپس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں[2] دو چشمِ گاو دَر جُرم تلف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں

ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
انسان کی ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ ان میں شرافت نہیں ہے

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ اُو
اس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں

کہ دو چشمش راست مَسند چشمِ تو
کیونکہ اس کی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

دَر کنی[3] یک چشمِ آدم زادۂ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے

نصف قیمت لازم ست از جادۂ
مذہب کی رو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخُود
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود

بے دو چشمِ یار کارے می کُند
یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اوبلش بے آخر ست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام کے دیکھنے کے ہے

گرد و چشمش ہست حُکمش اَعور ست
اگرچہ اس کی دونوں آنکھیں ہیں لیکن کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ بے عقل

می نویسد رُقعہ دَر طمع رَغیف
روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتنِ غلام رُقعہ را بطلب اَجرے
روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رَفت پیش از نامہ پیش مطبخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغہ مطبخ کے پاس گیا

کاے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
کہ اے بخیل بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنیوالے!

[1] چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سزا اور تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بدگلوئی۔ یعنی حلق کی بری عادتیں بادو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

[2] چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کی ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اس جانو کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اسکو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اس کی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اس کی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

[3] در کنی۔ انسان دو آنکھوں سے پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی ایک آنکھ پھوڑنا گویا آنکھ کا نصف دیت ضائع کرتا ہے لہٰذا اس کو نصف پیسہ دینا ہوگا۔ جادہ۔ یعنی راہ شریعت۔ چشم خر۔ گدھا چونکہ انجام بیں نہیں ہے لہٰذا اس کی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف یعنی خفیف العقل۔ رغیف۔ روٹی۔ مطبخی۔ داروغہ مطبخ۔

دُور از و وز ہمت اُو کایں اِقدر
اس کی اور اس کی شان سے دور ہے کہ اس قدر

از جَری اَم آیدش اندر نظر
میری روزی پر اس کو دھیان ہو

گفت بہر مصلحت فرمودہ است
اس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہے

نے برائے بُخل و نے تنگیِ دست
نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دہلیزیست واللہ ایں سخن
اس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے

پیشِ شہ خاک بہت ہم زرِّ کہن
بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

مطبخی دہ گونہ حُجت بر فراشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اٹھائیں

اُو ہمہ رَد کرد از حرصے کہ داشت
اس نے اس حرص کی وجہ سے جو اس میں تھی سب کو رد کر دیا

چوں جَری کم آمدش در وقتِ چاشت
ناشتہ کے وقت جب اس کو کم خوراک ملی

زَد بسے تشنیع و اُو سُودے نداشت
اس نے بہت لعن طعن کی کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد۲ می کُنید ایں جملہ شما
اس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو

گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر
یہ شاخ کی جانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ

بر کماں کم زن کہ از بازُو ست تیر
کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ابتلاست
جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا آزمائش ہے

بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
نبی پر الزام نہ لگا وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے

پیشتر بنگر یکے بکشایِ چشم
آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شُد۳ ز خشم و غم درونِ بُقعہ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا

سُوئے شہ نبوشت خشمیں رُقعہ
غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رُقعہ ثنایِ شاہ گفت
اس نے اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی

گوہر جود و سخائے شاہ سُفت
بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کف تو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑی ہوگی ہے

در قضائے حاجت حاجات جُو
ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنیوالا ہے

زانکہ ابر انچہ دہد گریاں دہد
اس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہے

گف تو خنداں پیاپے خواں نہد
تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

---

۱ کایں قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اس کو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی بات باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے زرِ کہن۔ پرانا سونا بہت خالص ہو جاتا ہے۔ دہ گونہ۔ یعنی داروغہ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔

۲ قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عمل۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ برکماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔ مارمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہو گئے قرآن پاک نے اس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی بھی کر دی اس لئے کہ اس وقت آنحضورؐ کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قرب فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت و مجاز کی بحث شروع کر دیتے ہیں۔ سر۔ یعنی چشمہ۔

۳ شد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پر عتاب خط لکھا۔ رقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے۔ کر دے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ان کی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر بادل ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

ظاہرِ رُقعہ اگرچہ مَدح بُود — بُوئِ اِ خشم از مَدح اشرہا می نمود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا — غصہ کی بو تعریف میں سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نورست وزشت — کہ تو دُوری دُور از نوورِ سَرشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں — کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

رونقِ کارِ خَساں کاسِد شود — ہمچو میوہ تازہ زُو فاسِد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے — جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا بر آرد زُو کساد — زانکہ ہَست از عالَمِ و فَساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے — کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش ۲ نگردد از مَدیحی سینہا — چونکہ دَر مدّاح باشد کینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں — جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہَت پاک شو — وانگہاں اُلحمد خواں چالاک شو
اے دل کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا — پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بَر زباں اُلحمد و اَکرِاہِ دروں — از رِیاں تلبیس باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت — زبان کا فریب ہو گا ' یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم — من بظاہر من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں — ظاہر کو ' میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایت ۳ آں مَدّاح کہ از جہتِ ناموس شکرِ ممدوح می کردو
اس تعریف کرنے والے کی حکایت جو اپنی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس

بُوئے اند وہ وغمِ اندرون اُو از خَلافتِ دلِ اُو ظاہر می
کے باطنی رنج وغم کی بو اس کی گدڑی کے پرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکہ ہا ہمہ لافست ودروغ
کہ وہ تمام شکریے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عِراق — باز پُرسیدند یاراں از فِراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا — دوستوں نے جدائی کے دور کا حال دریافت کیا

گفت آرے بُد فراق لاَ سفر — بود برمن بس مبارک مژدہ وَر
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی ' لیکن سفر — میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

۱ بُوئی خشم۔ یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن ان میں سے غصہ کی بو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسن نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت۔ طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کر دیتی ہیں۔ زود۔ زود کا مخفف ہے۔

۲ خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل فریب دھوکا دینا

برزباں تسبیح و دل گاؤ خر
اس چنیں تسبیح کے دارد اثر
گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

۳ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنے والے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکر گزاری سے خالی تھا۔ خلافت۔ کہنگی عراق۔ اس زمانہ میں دارالخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوشخبری دینے والا۔

که خلیفه داده ده خلعت مرا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے

که قرینش[1] باد صد مدح و ثنا
خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اس کی ساتھی بنیں

شکر ہا حمد ہا بر می شمرد
شکریئے اور تعریفیں شمار کرتا تھا

تا که شکر از حدّ و اندازه ببرد
حتی کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

پس بگفتندش که احوالِ نژند
تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرے خراب احوال

بر دروغ تو گواہی می دہند
تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

تن برہنه سر برہنه سوخته
بدن ننگا ' سر ننگا ' جلا ہوا

شکر را دُز دیده یا آموخته
تو نے شکر کو چرایا ہے ' یا سیکھا ہے

گو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟

بر سر و بر پائی بے توقیرِ تو
تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

گر زبانت[2] مدحِ آں شه می تند
اگر تیری زبان اس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے

ہفت اندامت شکایت میکنند
تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

در سخائی آں شه و سلطانِ جود
اس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں

مر ترا کفشے و شلوارے نبود
تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

گفت من ایثار کردم انچه داد
اس نے کہا جو کچھ اس نے دیا میں نے خیرات کر دیا

میر تقصیرے مکرد از اعتقاد
بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بستدم جمله عطایا از امیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے

بخشش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیئے

مال دادم بستدم عمرِ دراز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی

در جزا زیرا که بودم پاکباز
بدلے میں کیونکہ میں پاکباز ہوں

پس[3] بگفتندش مبارک مال رفت
تو انہوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا

چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
یہ دھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

صد کراہت در درونِ تو چو خار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کی طرح ہیں

کے بود لذّه نشانِ ابتشار
غم بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

کو نشانِ عشق و ایثار رضا
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟

گر درست است آنچه گفتی ماهئی
اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سنایا ہے

[1] که قرینش۔ خلیفہ کے لئے دعا ہے شکر ہا۔ اس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔ گفتندش۔ لوگوں نے اس سے کہا تیری خراب حالت اس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ۔ یعنی دھوپ سے۔ میر۔ یعنی خلیفہ بے توقیر۔ بے عزت۔

[2] گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مراد۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اس عطا میں جوتہ اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ اعتقاد۔ دلجوئی۔ عمر دراز۔ فقرا عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

[3] پس۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمر دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشان عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضا مندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہیے۔

خود گرفتم ماں گم شد میل[1] کو
میں نے مانا مال چلا گیا خیرات کرنے کا میلان کہاں ہے؟

سَیل اگر بگذشت جایِ سَیل کو
سیلاب اگر گذر گیا ہے سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشم تو گر بُد سیاہ و جاں فزا
اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی

گر نماند اُو جانفزا اَرزق چرا
اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

گو نشانِ پاکبازی اے تُرش
اے ترشرو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟

بُویِ لافِ کژ ہمی آید خُمُش
بیہودہ شیخی کی بو آ رہی ہے چپ رہ

صَد نشاں باشد دروں ایثار را
باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں

صَد علامت ہست نیکو کاررا
نیکو کار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال وَر ایثار اگر گردد تلف
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے

وَر دروں صد زندگی آید خَلَف
بدلہ میں باطن میں سیکڑوں زندگیاں آ جاتی ہیں

وَر زمینِ حق زراعت کردنی
اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھیتی کرنا

تخمہائے پاک وانگہ دَخل نی
بیج پاک اور پھر پیداوار نہ ہو

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صَد
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سو نہ بنیں

صحنِ اَرض اللہ واسع کے بُوَد
تو اللہ تعالیٰ کی زمین کی فضا وسیع کب ہے؟

اصلِ اَرض اللہ قلبِ عارفست
اللہ تعالیٰ کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے

لامکان ست وندار فوق و پست
جو لامکان ہے اور بلندی پستی نہیں رکھتا ہے

گر نہ رُوید خوشہ از روضاتِ ہُو
اگر اللہ تعالیٰ کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو

پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگوُ
تو بتا اللہ تعالیٰ کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے

چوں بُوَد ارض اللہ آں مُستوسعے ست
تو اللہ تعالیٰ کی زمین کا کیا حال ہوگا وہ بہت وسیع ہے

ریع[3] آں رانے حدونے عد بُوَد
اس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے

کمتریں دانہ دہد ہفصد بُوَد
معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی گو نشانِ حامدوں
تو نے تعریف کی تعریف کرنے والے کی علامت کہاں ہے

نے بروں ہست اثر نے اندروں
نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حَمدِ عارف مَر خدا را راست است
عارف کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے درست ہے

کہ گواہِ حمدِ اُو شد پا و دست
کیونکہ ہاتھ پاؤں اس کی تعریف کے گواہ بن گئے ہیں

---

[1] میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنے کا رجحان اور خواہش۔ سیل۔ پانی بہہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشانات چھوڑ جاتا ہے۔ چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سرمگیں اور بہت حسین تھیں تو اس کی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہ ہونی چاہیے۔ کونشاں۔ چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاکبازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہوں گے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔

[2] گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سو نہ اگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے۔ قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔ ہو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین میں کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہوں گے۔

[3] ریع۔ پیداوار قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی خیرات کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو دانے۔ حمد عارف۔ عارف باللہ جب اللہ کی تعریف کرتا ہے تو اس کے اعضاء اس کی گواہی دیتے ہیں۔

ازچہ[1] تاریک جسمش بر کشید — وز تگِ زندانِ دنیا اش خرید
اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا — اور دنیا کے قید خانہ کی گہرائی سے اس کو نجات دیدی

اطلس تقویٰ و نورِ مُو تلف — آیتِ حمد است اُو را بر کتف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور — اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وار ہیدہ ار جہانِ عاریہ — ساکنِ گلزار وعینِ جاریہ
چند روز دنیا سے وہ نجات پا گیا — وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

بر سریر سرِّ[2] عالی ہمتش — مجلس و جاہ و مقام دُر تبتش
اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے — وہ اس کی مجلس اور وجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مقعد صدقیلہ صدّیقاں دَرُو — جُملہ سر سبزند وشاد و تازہ رُو
وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں — سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گلشن از بہار — صد نشانے دار و صد گیر ودار
رونق کی وجہ سے ان کی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے — سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ — واں گلستاں و نگارستاں گواہ
اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس — اور وہ باغ اور نگار خانہ گاہ ہے

شاہد[3] شاہد ہزاراں ہر طرف — در گواہی ہمچو گوہر در صدف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں — گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بُوی سیرِ بد بیاید از دمت — وز سر و رُو تا بد اے لافی غمت
تیرے سانس میں سے بہسن کی بدبو آتی ہے — اے شیخی خورے اسر اور چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے

بُوشنا سانند حاذق در مصاف — تو بجلدی ہائے وہُو کم کُن گزاف
میدان جنگ میں ماہر بو سونگھنے والے ہیں — تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو مَلاف از مُشک کاں بُوی پیاز — از دمِ تو می کند مکشوف راز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو — تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گلشکر خوردم ہمی گوئی و بُوی — می زند از سیر کہ یا وہ مگوی
تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو — بہسن کی پھیلی ہے بکواس نہ کر

ہست دل مانندۂ خانہ کلاں — خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں
دل بڑے گھر کے مشابہ ہے — دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

[1] ازچہ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اس کے اعضا پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وار ہیدہ۔ یہ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے عین جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

[2] بر سریر۔ قرآن پاک میں ہے۔ انّ المتقین فی جنت ونھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی عزت کی جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمد گلشن۔ باغ کی حمد اس کی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

[3] شاہد۔ پہلا شاہد بمعنی گواہ اور دوسرا شاہد بمعنی حاضر ہے۔ بوی سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدان جنگ۔ جلدی۔ بہادری۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔ تو ملاف۔ جب منہ سے پیاز کی بو آ رہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیے۔ مکشوف کھلا ہوا۔ گلشکر۔ گلقند۔ سیر بہسن۔

از اِ شِگافِ روزن و دیوارہا
روشنی دان اور دیواروں کے شگاف سے

مُطّلع گردند بر اَسرار ہا
رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شِگافے کہ نداند ہیچ وَہم
اس شگاف سے جس کو کوئی وہم بھی نہیں جانتا ہے

صاحبِ خانہ ندارد ہیچ سہم
جس سے گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نَبے بر خواں کہ دیو و قومِ اُو
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اس کی ذریت

می برَند از حالِ اِنسے خُفیہ بُو
انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رَہے کہ اِنس ازاں آگاہ نیست
اس راستے سے جس سے انسان واقف نہیں ہے

زانکہ زیں محسوس وزیں اَشباہ نیست
کیونکہ ان محسوسات اور ان صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زَرقے متن
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر

بامحک اے قُلبِ دُوں لافے مزن
اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مر محک ۲ را رَہ بُود در نقد و قُلب
کہ خدایش کرد اَمیرِ جسم و قلب
کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے
کیونکہ خدا نے اس کو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں باغلیظیہاے خویش
واقف انداز سِرِّ ما و فکر و کیش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود
ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مَسلکے دارند دُز دیدہ دروں
ماز دُز دیہاے ایشاں سَرنگوں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں
ہم ان کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دَمبدم خَبط وزیاں شاں میرسد
رَنج میں بیند ازاں جان و جسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے
اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دَمبدم خَبط وزیانے می کنند
صاحبِ نَقب و شگافِ روز نند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں
وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پس ۳ چراجانہائے روشن دَر جہاں
بے خبر باشند از حالِ نہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں
پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

دَر سَرایت کم تَراز دیواں شدند
رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند
کیا سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہوگئیں
وہ روحیں جنہوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دز دانہ سُوی گردوں رَود
از شہابِ محرق اُو مَطعوں شود
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے
جلانے والے شہاب سے اس پر نیزہ لگتا ہے۔

۱ از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از نبے۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ بیشک وہ شیطان اور اس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو ان کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ ہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے۔ اشباہ۔ امثال۔ دوں۔ کمینہ

۲ مُر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں۔ چوں شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے۔ کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ

۳ پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ رہا۔ یعنی اولیاء کی روحیں شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرق۔ جلانے والا۔ مَطعُوں۔ نیزہ زدہ۔

سرنگوں از چرخ زیر اُفتد چناں — کہ شقی در جنگ از زخمِ سناں
آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے — جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں زرَشکِ رُوحہائے دل پسند — از فلک شاں سرنگوں میں افگنند
محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے — ان کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر اِ شلّی ولنگی کور و کر — ایں گماں بَر رُوحہائے مہ مبر
اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اوندھا اور بہرا ہے — تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زَن جاں مکن — کہ بسے جاسوس ہست آں سُوئے تن
شرم کر اور شیخی ہلاک نہ ہو — کیونکہ جسم کے ادھر بہت سے جاسوس ہیں

دَریافتن طبیبانِ الٰہی اَمراض دل و دین را در سیمائے مُرید و بیگانہ
خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحنِ گفتارِ تُو و رَنگ چشم تُو و بے اینہمہ نیز از راہ دل کہ لِمَّہ
اس کے بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور اس کے بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل

جَوَاسِیسُ الْقُلُوبِ فَجَالِسُوهُمْ بِالصِّدْقِ
کے جاسوس ہیں ان کے ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بَدن دانشور اند — بر سِقام ۳ توز تو واقف تر اند
یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں — تیری بیمار پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تاز قارورہ ہمی بینند حال — کہ ندانی تو ازاں رُو اِعتدال
حتی کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں — کہ تو اس طریقے سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم زنبض وہم زرنگ وہم زدم — بُو برند از تو بہر گونہ سَقَم
نبض سے بھی اور رنگت سے بھی اور سانس سے بھی — تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں — چوں ندانند از تو بے گفتِ وہاں
تو دنیا میں خدائی طبیب — منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جان جائے گے؟

ہم ۳ زنبضت ہم زچشمت ہم زرنگ — صد سَقَم بینند در تو بید رنگ
وہ تیری نبض سے بھی تیری آنکھوں سے بھی رنگ سے بھی — بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ تو آموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بُود
یہ طبیب خود تو آموز ہیں — کیونکہ ان کو ان علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

۱ تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیا کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن جبکہ بدنی اطباء علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ ان کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

۲ سقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطبا پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم زنبض۔ اطباء نبض رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر ستائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

۳ ہم زنبضت۔ یہ بدنی اطبا تو آموز ہیں اس لئے ان کو ان علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطباء دور سے ہی نام سنکر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاملاں از دُور نامت بشنوند — تا لقعرِ تار و پُودت در روند
کامل لوگ دور سے تیرا نام سنتے ہیں — تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت تُرا بالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے — تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو — زانکہ پُر بُودند از اَسرارِ ہُو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں — کیونکہ ذات حق کے رازوں سے پر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قُدِّس سِرّہ از زادنِ ابوالحسنِ خرقانیؒ
حضرت بایزید قدس سرہ کا حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ او یک بیک
میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور ان کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دیدینا

وانشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ اُو
اوران کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اس کو لکھ لینا

آں شُنیدی داستانِ بایزید[2] — کُوز حالِ بُوالحسن پیشیں چہ دید
تو نے حضرت بایزیدؒ کا وہ قصہ سنا ہے — کہ انہوں نے حضرت ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

روزے آں سُلطانِ تقویٰ می گذشت — با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہ تقویٰ جا رہے تھے — جنگل اور بیابانی طرف مریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مر اُورا ناگہاں — در سوادِ[3] رَے زسُوئے خارقاں
اچانک ان کو ایک خوشبو آئی — رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مُشتاق کرد — بُوی را از باد اِستنشاق کرد
اسی جگہ انہوں نے مشتاقانہ نالہ کیا — ہوا سے خوشبو کو سونگھنا

بُوئے خوش را عاشقانہ می کشید — جانِ اُو از باد بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سونگھتے تھے — ان کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزۂ کُو از یخ آبہ پُر بُود — چوں عَرق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو — جب بوندیں اس کے باہر نظر آتی ہیں

آں ز سَردی باد آبے گشتہ اَست — از درونِ کوزہ نم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

---

۱ بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اس کی اندرونی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ ہُو۔ ذات حق۔ مژدہ۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانی کہ پیدائش سے قبل ہی ان کے احوال معلوم کر لیتے تھے اور لوگوں کو بتا دیتے تھے۔

۲ بایزیدؒ۔ نام طیفور ہے اسی لئے ان کے سلسلہ کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزیدؒ کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرائیل کو فرشتوں میں۔ بہتر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۳۴ھ وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمد غزنوی کے دور کے بزرگ ہیں روحانیت اور ولایت کے طور پر ان کو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۴ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

۳ سواد۔ اطراف شہر۔ رے ایک علاقہ کا نام ہے۔ علاقہ رازی اسی رے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ۔ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بن جاتا ہے لہٰذا ان کا ہوا سے شراب پینا درست ہے۔ آں۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں وہ اندر کا پانی نہیں بلکہ سردی سے ہوا پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

بادِ ۱ بُوی اور مَر اُورا آب گشت
خوشبو لانے والی ہوا ان کے لئے پانی بن گئی

آب ہم اُورا شرابِ ناب گشت
پانی ان کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں در و آثارِ مستی شُد پدید
جب ان میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے

یک مُرید اُورا ازاں دم بَررسید
ان کا ایک مرید اسی وقت پہنچا

پس پرسیدش کہ ایں اَحوالِ خوش
تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین حوال

کہ بُرُونست از حسابِ پنج و شش
جو پانچ حواس اور چھ جہات کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید
کبھی سرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید

می شود رُویت چہ حالست و نوید
آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے

بیشک از غیب مست و از گلزارِ کُل
بیشک وہ غیب سے اور ذات کل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامہ
اے وہ کہ آپ ہر حاجت مندی کی جان کا مقصود ہیں

ہَر دم از غیبت پیام و نامہ
آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے ۲ یعقوب واراز یوسفے
حضرت یعقوب کی طرح ہر وقت ایک یوسف سے

می رَسد اندر مَشامِ توشفے
آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ بر ریز بر مازاں سبُو
اس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے

شمّہ زاں گُلستاں باما بگوُ
اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُونداریم اے جمالِ مہتری
اے بزرگی کے حسن! ہماری عادت نہیں ہے

کہ لَبِ ما خُشک و تو تنہا خوری
کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمائے چُست چُست خیز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور سبک پرواز!

زاں چہ خوردی جُرعہ بَرما بریز
جو آپ نے پیا ہے اس کا ایک گھونٹ ہمیں دیجئے

میرِ ۳ مجلس نیست دَر دَوراں دِگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدر محفل نہیں ہے

جز تو اے شہ در حریفاں در نگر
اے شاہا! آپ کے سوا دوستوں میں نظر فرمایئے

کے تواں نوشید ایں مے زیردست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟

مے یقیں مَر مَر درا رُسوا گرست
شراب یقیناً انسان کو رسوا کرنے والی ہے

بُوئے را پوشیدہ و مکنوں کُند
اپنی بو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے

چشمِ مستِ خویشتن را چوں کُند
اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

۱ باد۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اس مرید نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب وغریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہے۔ پنج۔ حواس خمسہ۔ شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذات حق۔ کام۔ مقصود۔ خودکامہ۔ ضرورتمند۔

۲ ہر دمے۔ حضرت یعقوب نے دور سے ہی حضرت یوسف کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں ان کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم ہیں۔

۳ میر مجلس۔ صدر مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے حریفان یعنی مجلس کے شریک کے تواں۔ حضرت بایزیدؒ سے ان کے مرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جا سکتی اس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر منہ کی بو بھی چھپا لے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

خود نہ آں بُویست ایں کندر جہاں
صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں

یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں
لاکھوں پردے اس کو چھپا سکیں

پُر شدُ از تیزیِ اُو صحرا و دشت
دشت چہ کزنہ خلک ہم در گذشت

اس کی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں
جنگل کیا، اور تو تو آسمانوں سے گزر گئی ہے

ایں سرِ خم را بہ کہگل در مگیر
کایں برہنہ نیست خود پوشش پذیر

اس مٹکے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے
یہ ننگا ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لُطف کُن اے راز دارِ راز گو
آنچہ بازت صید کردش باز گو

اے راز کو جاننے والے راز کو بتانے والے مہربانی کیجئے
جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت ۲ بُویِ بُوالعجب آمد بمن
ہمچناں کہ مر نبی را از یمن

انہوں نے فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے
جیسے کہ نبی کو یمن سے محسوس ہوئی تھی

کہ محمد گفت بر دستِ صبا
از یمن می آیدم بُویِ خدا

کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ
مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آ رہی ہے

بُویِ رامیں می رسد از جانِ ویس
بُوئے رحمٰن می رسد ہم از اویسؓ

اویس کی جان سے رامین کی خوشبو آ رہی ہے
اویسؓ سے میں بھی خدا کی خوشبو آ رہی ہے

از اویس واز قرن بُویِ عجب
آں نبی رامست کرد و پُر طرب

اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے
نبی کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی ۲ گشتہ بُود
آں زمینے آسمانے گشتہ بُود

چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے
وہ زمین تا آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پر و ریدہ در شکر
چاشنیِ تلخیش نبود دگر

ہڑ شکر میں مربی بنائی ہوئی
اس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رستہ از ما و منی
نقش دارد از ہلیلہ طعم نے

کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہے
صورت ہڑ کی، مزا ہرگا نہیں ہے

آں کسے کز خود بکلی ۳ در گذشت
ایں منی و مائی خود در نوشت

وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گزر گیا
اس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
تا چہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ
بتا اس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا؟

۱ خود۔ شراب معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ پُر شد۔ اس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اس کی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گزر گئی ہے۔ ایں سرِ خم۔ شراب معرفت کے مٹکے کے منہ کو مٹی سے بند نہیں کیا جا سکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لطف۔ آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

۲ گفت۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا۔ محمد گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ۔ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔ رامیں۔ ایران کا مشہور عاشق اور ویسہ اس کی معشوقہ تھی اس کے بعد ویسہ پر عشق کا غلبہ اس قدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بن گئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے تو اس میں سو معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویسؓ قرنی میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن۔ حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔

۳ فانی گشتہ بُود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اطلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بن جاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربی بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ مائی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے۔ جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی خودی اور انانیت ختم ہو جاتی ہے۔ وحی غیب۔ یعنی بایزیدؒ کو جو غیبی الہام ہوا تھا۔

جوابِ سُلطانِ بایزید قُدِّسَ سِرُّہ در معنیٔ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ

شاہ بایزید قدس سرہ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنی کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت ذیں سُوی بُوی یارے می رَسد — کاندریں اِ وہ شہر یارے می رَسد

فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے — کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں سال می زاید شہے — می زند بر آسمانہا خَرگہے

کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہو گا — جو آسمانوں پر خیمہ زن ہو گا

رُویش از گلزارِ حق گُلگوں بُوَد — از مَن اُو اندر مقام افزوں بُوَد

اس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہو گا — وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو گا

چیست نامش گفت نامش بُوالحَسَن — حُلیہ اَش وَا گفت زابَر و تا ذَقَن

اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اس کا نام ابوالحسن ہے — ان کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا

خَدِّ اُو و رنگِ اُو و شکلِ اُو — یک بیک وَا گفت از گیسو دُرُو

ان کا رخسار اور رنگ اور شکل — ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتایا

حِلیہائے ۲ رُوحِ اُو را ہم نمُود — از صِفات و از طریق و جاہ بُود

انہوں نے روح کے حالات بھی بتا دیئے — صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حُلیۂ تَن ہمچو تَن عاریت اَست — دل بر اُں کم نہ کہ آں یک ساعت است

جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے — اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حُلیۂ رُوحِ طبعی ہم فناست — حُلیۂ آں جاں طلب کاں برسماست

طبعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے — اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسمِ ۳ اُو ہمچوں چراغے بر زمیں — نورِ اُو بالائے سَقفِ ہفتمیں

اس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے — اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق — قُرصِ اُو اندر جہانِ چار طاق

سورج کی شعاع گھر میں ہے — اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گُل در زیرِ بینی بہرِ لاغ — بُوئے گل برسَقف و ایوانِ دماغ

پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے — پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

---

۱ ہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔ بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہو گا جس کا مرتبہ بہت بلند ہو گا۔ از من۔ حضرت بایزیدؒ نے بطور انکساری کے فرمایا کہ اس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہو گا۔ گفت۔ بایزیدؒ نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔ خد۔ رخسار۔ بعض نسخوں میں بلفظ قد ہے۔

۲ حلیہائے۔ یعنی روح کی صفات اور اس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم، روح حیوانی، روح انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور ان کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا ان سے دل نہ لگانا چاہیے۔ روح انسانی جس کا تعلق ملاء اعلیٰ سے ہے اس سے وابستگی ہونی چاہیے۔

۳ جسم او۔ بایزیدؒ نے فرمایا اس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہو گا لیکن اس کا نور آسمانوں تک ہو گا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اس شاہ کا جسم زمین پر ہو گا اور نور آسمان تک ہو گا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقش گل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔

مردِ اُخفتہ دَر عدن دیدہ فَرق
گھر میں سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے

عکسِ آں بر جسم اُفتادہ عَرَق
اس خوف کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص
لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے

پُر شدہ کنعاں زبُوئِ آں قمیص
اس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را
اس وقت انہوں نے تاریخ لکھ لی

از کباب آرا ستند آں شیخ را
اس شیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت آں تاریخ راست
جب ٹھیک وہ بات اور تاریخ آئی

زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست
اس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قُدِّس سِرُّہٗ خرقانی بَعد از وفاتِ شیخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو

بایزید رَوَّح اللّٰہُ رُوحَہ بہماں تاریخ

پیدا ہونا اللہ تعالیٰ ان کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شُد آں شاہ و نردِ مُلک باخت
وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی

از عَدم پیدا شد و مَرکب بتاخت
عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید
اس کے سالوں بعد پیدا ہوئے

بُوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید
ابوالحسنؒ بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جُملہ خُوہائِ اُو زا مساک وجُود
ان کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں

آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بُود
اسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ ان شاہ نے فرمایا تھا

لَوحِ ۳ محفوظ ست اُورا پیشوا
لوح محفوظ ان کی پیشوا ہے

از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا
کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نے رمل ست و نہ خواب
نہ نجوم ہے نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے

وحیِ حق وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُو پوش عامہ دَر بیاں
عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں

وحیِ دل گویند آں را صوفیاں
اس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

وحیِ دلگیرش کہ منظر گاہِ اُوست
اس کول کی وحی تسلیم کر لے کیونکہ وہ اس خدا کی نظر گاہ ہے

چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اُوست
غلطی کیسے ہو گی کیونکہ دل اس سے باخبر ہے

۱ مردِ اُخفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اس کی روح عدن میں کسی خوفناک منہر کو دیکھتی ہے اس سے جسم پر پسینہ آ جاتا ہے۔
پیرہن۔ حضرت یوسف کی قمیص مصر میں تھی اور اس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ برنبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق ان کی پیدائش ہوئی۔

۲ نردِ ملک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری از پس۔ حضرت بازیدیؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے۔ جملہ خُوہائے۔ حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

۳ لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے انہوں نے لوح محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اس لوح کو لوح محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو ان احوال کی جو وحی الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اس کو وحی دل کہتے ہیں۔ وحیِ دلگیر۔ ہم اس کو وحی دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

مُؤمنا اینظُر بنُورِ اللّٰہ شُدی — از خطا و سَہو ایمن آمدی
اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بن گیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہو گیا ہے

رجوع بحکایت کمی اجرائے آں غلام و در بیان اجرائے دل وجانِ صوفی از طعام اللہ تعالیٰ

اس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں دَرغم شود — عین فقرش دایہ و مُطعِم بُود
کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اس کے لئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانے والا بن جاتا ہے

زانکہ جنّت از مَکارہ رُستہ است — رحم قسمِ عاجز و اشکستہ است
کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ دل کا حصہ ہے

آنکہ سَرہا بشکند اُو از عُلُو — رحمِ حق و خلق ناید سُوئے اُو
وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد وآں جواں — از کمِ اجرائے ناں شُد ناتواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہو جانے سے کمزور ہو گیا ہے

شاد آں ۲ صوفی کہ رِزقش کم شوَد — آں شبہ در گردد و اُویم شوَد
وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہو جائے — وہ پوٹھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہو جائے

زاں جریِ خاص ہر کہ آگاہ شدُ — او سزیِ قُرب و اَجرے گاہ شدُ
جو شخص اس خاص روزی سے واقف ہو گیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرای روح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ اُو لرزاں شود
جب روح کی روزی میں کمی آئے — اس کی کمی سے اس کی جان لرزنے لگے

پس ۳ بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سمن زارِ رضا نشگفتہ است
وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رُقعہ سُوئے صاحب خرمن نوشت
جیسے کہ اس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رقعہ لکھا

رُقعہ اَش بردند پیشِ میرِ راد — خواند اُو رقعہ جوابے وَ انداد
دانا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

۱ مومنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہو جائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔ صوفی جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکست دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔ انکہ۔ متکبر اور مغرور پر خدا اور خلق خدا رحم نہیں کرتی ہے۔

۲ شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابل مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوٹھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائے گا جس میں سے موتی نکلیں گے۔ زاں جرای۔ فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اس کی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اس کو قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے۔ نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر لرزنے لگتا ہے۔

۳ پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رزق خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے سمن زار۔ گلستان۔ ہمچناں۔ وہ اس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔ رقعہ اش۔ اس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اس بیوقوف کو صرف روزی گھٹنے کا درد ہے اور جس بنیاد پر روزی گھٹی اس کا کوئی خیال نہیں ہے اس کو میرے وصل اور فراق کا کوئی درد نہیں ہے لہٰذا ایسے احمق کا جواب خاموشی ہے۔

گفت اُورا نیست اِلّا دَردِ قوت
کہا اس کو محض روزی کا رنج ہے

پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت
تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ
اس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے

بندِ فرع ست اُو نجوید اصل ہیچ
وہ شاخ کا پابند ہے جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

احمق ست و مُردۂ مَاو مَنی
بیوقوف ہے اور خودی اور عنانیت کا مردہ ہے

کز غمِ فرعش فراغ اصل نے
کہ اس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمین یک سیب داں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ

کز درختِ قدرتِ حق شُد عیاں
جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے

وز درخت و باغبانے بے خبر
درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے

لیک جانش از بُروں صاحب علَم
لیکن اس کی جان باہر کی علم بردار ہے

جُنبش ۲ اُو وا شگافد سیب را
اس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے

برنتابد سیب آں آسیب را
سیب اس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بر دریدہ جُنبش اُو پردہا
اس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا

صورتش کرم ست و معنی اژدہا
اس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے ۳ کا وّل زآہن می جہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے

اُو قدم بس سُست بیروں می نہد
وہ باہر کو بہت سست قدم رکھتی ہے

دایہ اش پُنبہ است اوّل لیک اخیر
اس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں

می رساند شعلہا راتا اثیر
وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مَرد اوّل بستۂ خواب و خُورست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے

آخر لامر از ملائک برترست
آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پُنبہ و کبریتہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں

شُعلہ و نورش برآید تا سہا
اس کا شعلہ اور نور سہا تک پہنچتا ہے

عالمِ تاریک روشن می کُند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے

کُندۂ آہن بسُوزن می کَند
لوہے کے گاذر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

---

۱ بندِ فرع۔ یعنی روزی کے بارے میں لکھا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ماومنی۔ یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہے روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا۔ پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اس کے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

۲ جنبش اُو۔ اس کیڑے میں اس قدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اس کی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم باخدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گزر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

۳ آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اس انسان میں ابتداء یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ مشائخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداء کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد۔ انسان بھی ابتداء دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے ملائکہ سے برتر ہو جاتا ہے۔ عالم اب۔ اس انسان میں اتنا نور اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور لوہے کے شہتیر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے۔

گرچہ[1] آتش نیز ہم جسمانی ست — نے ز رُوح ست و نہ از روحانی ست
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے — وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عزّ بہرۂ — جسم پیشِ بحرِ جاں چوں قطرۂ
جسم کے لئے اس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے — جسم روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود — چوں رَوَد جاں جسم بیں چوں می شود
جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے — جب جان نکل جاتی ہے دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے

حدِّ جسمت[2] یک دو گز خود بیش نیست — جانِ تو تا آسماں جولاں گنیست
تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے — تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہُمام — رُوح را اندر تصوّر نیم گام
اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک — روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم سنگ ست پیہ چشمِ تاں — نُورِ رُوحش تا عنانِ آسماں
تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے — اس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب — چشم بے ایں نور چہ بود جُز خراب
نور اس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے — آنکھ اس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں ز ریش و سبلتِ تن فارغ ست — لیک تن بے جاں بود مُردار و پست
جان جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے — لیکن جسم جان کے بغیر مردار اور ذلیل ہوتا ہے

با[3] زنامہ رُوحِ حیوانی ست ایں — پیشتر رَو رُوحِ انسانی ببیں
یہ روح حیوانی کی شان و شوکت ہے — آگے بڑھ، روح انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل — تالبِ دریائے جانِ جبرئیل
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ — جبرئیل کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد از انت جانِ احمد لب گزد — جبرئیل از بیم تو واپس خزد
اس کے بعد احمد کی روح تجھ پر تعجب کرے گی — جبرئیل تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں — من بسُوئی تو بسوزم در زماں
جبرائیل کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں — تیری جانب تو فوراً جل جاؤں

[1] گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچتے ہیں روح ہے نہ روحانی پھر بھی اس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگا لو۔ جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شی ہے کہ اس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

[2] حدِّ جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کے لئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔ دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشے سے زیادہ نہیں لیکن اس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور چشم کا محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔

[3] با زنامہ۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روح حیوانی کی دکھائی، روح انسانی جو اس سے زیادہ قوی ہے اس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اس روح حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گزر کر روح کے طالب بنو اور اس روح تک پہنچو جو جبرئیل کی جان ہے جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا تو آنحضور اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیل تمہارے مقام سے فروتر ہوں گے۔ گوید۔ حضرت جبرئیل یہ کہیں گے۔

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

ایں[1] بیاباں خود اندر دپا و سَر — بے جوابِ نامہ خستہ است آں پسر
اس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے — وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتنِ آں غلام از نا رسیدنِ جوابِ نامہ از قِبَلِ شاہ
بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اس غلام کا پریشان ہونا

چوں جوابِ نامہ نامد خیرہ گشت — وز غمِ اُو آبِ صافی تیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا — غم سے اس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں — روز و شب بُد در تفکر سرنگوں
پاگل پن سے نہ اس کے لئے سکون رہا اور نہ نیند — دن رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب — یا خیانت کرد رُقعہ بَرز تاب
کہ تعجب ہے شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا — یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لے جانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہ[2] پنہاں کرد و نمود اُو بشاہ — گو منافق بُود و آبے زیرِ کاہ
اس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا — کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعۂ دیگر نویسم ز آزموں — دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں — دوسرا ہنر مند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر اَمیر و مَطبَخی و نامہ بر — عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغہ مطبخ پر اور رقعہ لے جانے والے پر — اس جاہل نے نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من — کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
اپنے کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے — ٹیڑھی چال چلی ہے جیسے کہ بت پرست نے دین میں

کژ رو زیدنِ باد بر تختِ سلیمان علیہ السّلام بسببِ زلّتِ اُو
حضرت سلیمان کے تخت پر ان کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باز بَر تختِ سُلیمان رَفت کژ — پس سلیمان گفت بادا کژ مَرو
حضرت سلیمان کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی — حضرت سلیمان نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیماں کژ مَرو — ور رَوی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمان آپ ٹیڑھا نہ چلیں — اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق — تا رَوَد انصاف ما را در سبق
اللہ تعالیٰ نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے — تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

[1] ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرار معرفت کو بیان غیر محدود ہے۔ قِبَل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیراں۔ تیرہ۔ سیاہ نمکدر۔ رُقعہ بر۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصہ

[2] رقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آب زیر کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اس سے دھوکا لگتا ہے۔ ذوفنون۔ ماہر۔ ہیچ گرد خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

[3] کژ رو زیدن۔ حضرت سلیمان کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمان نے کیا۔ زلّت۔ ان کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جس کو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ مغز۔ غزیدن۔ سر کے بل چلنا۔ ایں ترازو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

از[1] ترازو کم کُنی من کم کُنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں بھی کم کروں گا

تا تو با من روشنی من روشنم
جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں بھی روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیماں میل کرد
اسی طرح حضرت سلیمان کا تاج ٹیڑھا ہو گیا

روزِ روشن را بُرو چوں لیل کرد
اس نے روشن دن کو ان پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مشو بر فرقِ من
انہوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو

آفتابا گم مشو از شرقِ من
اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد اُو بدست آں تاج را
وہ ہاتھ سے اس تاج کو سیدھا کرتے تھے

باز کج می شد بر و تاج اے فتی
اے نوجوان! تاج ان پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ
انہوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا

گفت تاجا چیست آخر کژ مرو
انہوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے کجروی نہ کر

گفت[2] اگر صد رہ کُنی تو راست من
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریں گے

کژ شوم چوں کژ روی اے مُؤتمن
میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا اے امانتدار! جب آپ کے کجروی کرینگے

پس سلیماں اندرونہ راست کرد
تو حضرت سلیمان نے باطن کو ٹھیک کر لیا

دل براں شہوت کہ بودش گشت سرد
دل میں جو خواہش تھی دل اس سے سرد پڑ گیا

بعد ازاں تا حشمُ ہماں دم راست شد
اس کے بعد ان کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا

آنچناں کہ تاج را می خواست شد
وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

بعد[3] از آں کژ ہمی کرد اُو بقصد
اس کے بعد انہوں نے اس کو قصداً ٹیڑھا کیا

تاجِ اُو می گشت تارک جُو بقصد
ان کا تاج قصداً سر کو تلاش کر لینے والا بن گیا

ہشت گرّت کژ نہاد آں مہترش
ان سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا

راست می شد تاج بر فرقِ سرش
ان کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

شاہ گفتا اے تاج چونستایں زماں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اس وقت کیا بات ہے؟

کژ کُنم تو راست گردی ز امتحاں
میں آزمائش کے لئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

تاج ناطق گشت اے شہ ناز کن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجئے

چوں فشاندی پَرز گل پرواز کن
جبکہ آپ نے پروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہے پرواز کیجئے

نیست دستوری کزیں من بگذرم
اجازت نہیں ہے میں اس سے آگے بڑھوں

پردہائے غیب ایں برہم درم
اس کے غیب کے پردوں کو چاک کروں

---

[1] از ترازو۔ قرآن پاک میں ہے۔ جزاءُ السیئۃ سیئۃ مثلھا۔ برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ہمچنیں۔ یعنی جس طرح ہوا نے کجری اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمان رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا۔ یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت۔ تاج نے حضرت سلیمان سے کہا اے امانت دار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی امید نہ کیجئے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اس کی اصلاح کر لی۔ شہوت۔ یعنی جو نامناسب خیال ان کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد از آں۔ یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ ز امتحاں۔ یعنی میں آزمائش کے لئے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی۔ یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔ نیست۔ مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزاء کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

بَرد ہانم[1] نہ تو دستِ خود بہ بند
میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے' بند کر دیجئے

مَرد ہانم راز گفتِ ناپسند
میرے منہ کو ناپسندیدہ بات سے

پس تُرا ہر غم کہ پیش آید ز درد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے

بَر کسے تُہمت مَنہ بر خویش گرد
کسی پر تہمت نہ رکھ' اپنی پڑتال کر

ظَن مَبر بر دیگرے اے دوست کام
اے دوستوں کے ہمنوا دوسرے پر بدگمانی نہ کر

آں مکُن کہ می سگالید آں غلام
وہ بدگمانی نہ کر جو اس غلام نے کی

گاہ جَنگش بارسول و مطبخی
کبھی اس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی ہوتی

گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی
کبھی سخی بادشاہ پر اس کا غصہ ہوتا

ہمچو[2] فرعونے کہ موسیٰ ہشتہ بُود
فرعون کی طرح کہ حضرت موسیٰ کو چھوڑ رکھا تھا

طِفلگانِ خلق را سَر می رَبُود
اور لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عَدُو در خانۂ آں کور دل
دشمن اس دل کے اندھے کے گھر میں ہے

اُو شُدہ اَطفال را گردن گُسِل
وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بَدی با دیگراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بدبنا ہوا ہے

واندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں
اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عَدُوّت اُوست قندش می دہی
تیرا دشمن وہی ہے تو اس کو شکر کھلا رہا ہے

وز بُروں تُہمت بہر کس می نہی
اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے نے تو کورو و کور دل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے

بالعَدُو خوش بیگنا ہاں را مُذِل
دشمن سے خوش بے قصوروں کو ذلیل کرنے والا ہے

چند[3] فرعونا کُشی کُہے جُرم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کرے گا؟

می نوازی مَرتنِ پُر غُرم را
تاوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عَقلِ اُو بر عَقلِ شاہان می فزُود
اس کی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی

حُکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بُود
خدا کے حکم نے اسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد
اللہ تعالیٰ کی مہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر

گر فلاطون ست حیوانش کُند
خواہ افلاطون ہو اس کو جانور بنا دیتی ہے

[1] بردہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منہ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منہ بند کر دے۔ پس تُرا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے دراصل وہ اس کے کسی عمل کی سزا دہی ہوتی ہے لہٰذا وہ دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیے اور اس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیے۔ گاہ جنگش۔ اس غلام کی بیوقوفی تھی خود اس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

[2] ہمچو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰ تھے جو اس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا نقش گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

[3] چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور وہ دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غرم۔ تاوان قرآن پاک میں ہے۔ مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقل او۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضا، خداوندی نے اس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مہر بڑے سے بڑے متعلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

حُکمِ[1] حق بر لوح می آید پدید — آنچناں کہ حُکمِ غیب از بایزیدؒ

اللہ تعالیٰ کا حکم لوح پر ظاہر ہو جاتا ہے — جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر ظاہر ہوا

شُنیدنِ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی خبردادنِ بایزیدؒ را از

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے پیدا ہونے کی اور احوال

بُودنِ اُوو اَحوالِ اُو پیش از زادنِ اُو

کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سننا

ہمچناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود — بُوالحسنؒ از مردماں آں را شنُود

ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا — ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سنا

کہ حَسَن باشد مُرید و اُمتم — درس گیرد ہر صَباح از تُربتم

کہ ابوالحسنؒ میرا مرید و میرا امتی ہو گا — ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کرے گا

ہر صَباحے آید و خواند سَبَق — بر سَرِ خاکم شود پیرے بحق

وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کرے گا — میری قبر پر باخدا شیخ بن جائے گا

گفت[2] من ہم نیز خوابے دیدہ ام — وز رَوانِ شیخ ایں بشنیدہ ام

انہوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے — اور شیخ کی روح سے یہ سنا ہے

ہر صَباحے تیز رفتے بے فتور — بر سَرِ گورش نشستے با حضور

بلاناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے — دل جمعی کے ساتھ ان کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صَباحے رُونہادے سُوئے گور — ایستادے تا ضحیٰ اندر حُضور

ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے — حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے — یا کہ بے گفتے شکالش حل شدے

حتی کہ شیخ کی مثالی صورت ان کے سامنے آ جاتی — یا بغیر بات کئے ان کا اشکال حل ہو جاتا

تا یکے[3] روزے بیامد با سُعُود — گورہا را برفِ نو پوشیدہ بود

یہاں تک کہ ایک روز وہ سعادت مندی سے آئے — قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توئے بر تو بَرفہا ہمچوں علَم — قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم

تو دے دیکھے اور غم سے ان کی جان غمگین ہو گئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حَی — ھَا اَنَا اَدعُوکَ کَی تَسعٰی اِلَی

ان کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی — ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تا کہ دوڑ کر میرے پاس آئے

---

[1] حُکمِ حق۔ اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا غیبی حکم ظاہر ہو کر رہا۔ شنیدن۔ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے پیدائش کے بعد حضرت بازید کی پیش گوئی سنی۔ کہ حسن۔ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور میرا مرید ہو گا میرے حلقہ میں داخل ہو گا۔ ہر صباحے۔ انہوں نے یہ بھی سنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آ کر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

[2] گفت۔ جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی روح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ ہر صباحے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے۔ حضور۔ یعنی حضور قلب در ماہ تا مثال۔ کبھی حضرت بایزیدؒ صورت مثال میں سامنے آ کر ان کے اشکالات حل کراتے اور کبھی صورت مثال کے واسطہ کے بغیر فیض حاصل ہو جاتا۔

[3] تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی اس پر تہ بتہ برف کے ٹیلے جمع شدہ نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے ان کی آواز آئی کہ برف سے نہ گھبرا میری طرف آ جا دنیا تو سارے ہی برف کی طرح ناپائیدار ہے۔

هیں بیا ایں سُو بر آوازم شِتاب
ہاں میری آواز پر جلد ادھر آ جا

عالم ار برفست رُوی از من متاب
دنیا اگرچہ برف ہے مجھ سے منہ نہ موڑ

حالِ[1] اُوزاں روز شدُ خوب دبدید
اس روز سان کی حالت خوب ہوگئی اور انہوں نے دیکھے

آں عجائب را کہ اوّل می شُنید
وہ عجائب، جو پہلے سنے تھے

باز باید گشت سُوئے آں غلام
اس غلام کی طرف لوٹنا چاہیے

کرد باید آں حکایت را تمام
اس حکایت کو پورا کرنا چاہیے

رُقعہ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں جوابِ رُقعۂ اوّل نیامد

جبکہ پہلے رقعہ کا جواب نہ آیا اس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بد گُماں[2] پُرز تشنیع و نفیر و پُر فُغاں
اس بدگمان نے دوسرا رقعہ لکھا ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ اے عجب آنجا رسید دیافت راہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رقعہ لکھا تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دِگر را خواند ہم آں خواب خَد ہم نداد اُورا جواب و تن بزَد
اس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا اس کا بھی جواب نہ دیا اور چھپ رہا

خُشک می آورد اُورا شہریار اُو مُکرّر کرد رُقعہ پنج بار
اس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی اس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرر کئے

گفت[3] حاجب آخر اُو بندہ شماست گر جوابش بر نویسی ہم رَواست
حاجب نے کہا کہ آخر وہ آپ کا غلام ہے اگر اس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہی توچہ کم گردد اگر بر غلام و بندہ اندازی نظر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آ جائے گی اگر غلام اور بندہ پر آپ نظر کرم کریں

گفت ایں سہل ست لیکن احمق ست مَرد احمق زِشت و مَردودِ حق ست
اس نے کہا یہ آسان ہے لیکن وہ احمق ہے احمق انسان برا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زلّتش ہم کُند در من سَرایت عِلّتش
اگر میں اس کی خطا اور لغزش معاف کروں گا مجھ میں بھی اس کی بیماری سرایت کر جائے گی

[1] حال۔ اب حضرت ابوالحسنؒ خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور ان پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

[2] بد گماں۔ یعنی دین غلام تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔ خُوب خَد۔ حسین رخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خُشک۔ یعنی شاہ نے اس سے خشکی برتی۔

[3] گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اس کو جواب لکھیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان۔ پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظر کرم کر کے جواب لکھا دیں۔ ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق۔ بیوقوف انسان مردود بارگاہ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کر کے پھر قریب کروں گا۔ علتش۔ یعنی اس کی حماقت کی بیماری۔

صد کس از گرگیں[1] ہمہ گرگیں شوند
خارش سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں

خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند
خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گرِ کم عقلی مباد اگبر رہا
بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ ہو

شو میش بے آب دارد ابر را
اس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ او
اس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے

شہر شد ویرانہ از بومیِ او
اس کے الو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گرآں احمقاں طوفانِ نوح
ان احمقوں کی خارش کی وجہ سے حضرت نوح کے طوفان نے

کرد ویراں عالمے را در فضوح
رسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکو ہیدن احمق را
پیغمبر علیہ السلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبر کہ احمق ہر کہ ہست
پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے

او عدوِ ماو غولِ رہزن ست
وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا چھلاوا ہے

ہر کہ او عاقل بود او جانِ ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے

روح او وریحِ او ریحانِ ماست
اس کی روح اور اس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل[2] دشنام دہد من راضیم
عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں

زانکہ فیضے زار دار فیاضیم
کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبود آں دشنام او بے فائدہ
اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہو گی

نبود آں مہمانیش بے مائدہ
اس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہو گی

احمق ار حلوا نہد اندر لہم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے

من ازاں حلویِ او اندر بتم
میں اس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی
اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر

نیست[3] بوسِ کونِ خررا چاشنی
گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت گندہ کند بے فائدہ
بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کردے گا

جامہ از دیکش سیہ بے مائدہ
بغیر دسترخوان کے اس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائیں گے

مائدہ عقلست نے نان و کباب
دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب

نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب
اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

[1] گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ اگر ناف فارسی کے فتح کے ساتھ خارش کی بیماری۔ گر۔ بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے۔ شومیش۔ بدعقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومی او۔ مشہور ہے کہ جہاں الو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوح کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت۔ پیغمبر۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنام۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر برا بھی کہتا ہے تو اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی برائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔ سبلت۔ اس بوسہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدۂ عقلست۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مضرت رسان ہے اس کا نان نمک بے عقل بنا دے گا۔

نیست[1] غیرِ نور آدم را خورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے

از جُوِ آں جاں نیابد پرورش
اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر
ان کھانوں سے آہستہ آہستہ جدا ہو جا

کایں غذائے خر بود نے آنِ حُر
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تاغذائے اصل را قابل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے

لقمہائے نور را آکل شوی
نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نورست کایں ناں ناں شدہ است
اسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے

فیضِ آں جانست کایں جاں جاں شدہ است
اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان جان بنی ہے

چوں[2] خوری یکبار از ماکولِ نور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھا لے گا

خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
تنور کی روٹی پر خاک ڈال دے گا

عقل شیدا شد چہ خوانی ترّہات
تو کہے گا عقل عاشق ہوگئی ہے تو کیا بکواس کرتا ہے

راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
راستہ پیدا ہو گیا، تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دو عقل است اوّل مکسبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی

کہ در آموزی چو در مکتب صبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اُو ستاد فکر و ذکر
کتاب اور استاد اور غور اور یاد سے

از معانی وز علومِ خوب وبکر
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے

لیک تو باشی ز حفظ آں گراں
لیکن تو ان کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور وگشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنے والی تختی ہوگا

لوحِ محفوظ اُوست کوزیں درگزشت
لوح محفوظ وہ ہے جو اس سے گزر گیا

عقلِ[3] دیگر بخششِ یزداں بُود
دوسری عقل اللہ تعالیٰ کی بخشش ہوتی ہے

چشمہ آں درمیانِ جاں بُود
اس کا سر چشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں زسینہ آب دانش جوش کرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے

نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
نہ گندہ ہوتا ہے نہ پرانا نہ زرد

در رہِ بنعش بُود بستہ چہ غم
اگر اس کے ابلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟

گو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
کیونکہ وہ گھر دل میں سے ہر وقت جوش مار رہا ہے

[1] نیست۔ اگر احمق کے دسترخوان پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہے شراب تو نور عقل ہے روح کی پرورش اسی سے ہوتی ہے۔ خُورشہا۔ کسی غذائیں۔ حُر۔ یعنی شریف انسان۔ تاغذای اصل شعر۔
اندروں از طعام خالی دار
تا دراں نور معرفت بینی
عکس۔ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو ہے جو ان میں لذت آئی ہے۔ یہ حیوانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہے۔

[2] چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھالو گے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہو جائے گی۔ عقل شیدا شد۔ جب تو وہ غذا کھالو گے تو جسمانی غذا کو کہو گے کہ مجھ پر عاشق ہوگئی ہے اب تو چکنی چپڑی باتیں کیوں کرتی ہے مجھے استیل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ عقل۔ تعقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوح محفوظ جس کی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اس کے علاوہ چیز ہے۔

[3] عقل دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اس کا سرچشمہ درسگاہ اور استاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اس کا چشمہ ہے اس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اس کا رنگ بدلتا ہے دیر۔ اگر کسبی عقل کی راہیں بند ہو جائیں تو اس عقل والے کو کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خانہ دل سے موجزن ہوتی ہے۔

عُقلِ [۱] تحصیلی مثالِ جُویہا — کاں رَوَد در خانہ از گویہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے — جو گھر دل میں نالا یوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بَستہ شُد شُد بینوا — از درونِ چشمہ کے بند دُورا
اگر اس کے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بن جاتا ہے — چشمہ کے اندر سے اس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را — تا رَہی از منّتِ ہر نا سَزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر — تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پالے

قصۂ شخصیکہ باشخصے مَشورت می کرد اُو گفت مَشورت
اس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

با دیگرے کُن کہ مَن عَدُوِّ توام
مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مَشورت می کرد شخصے باکسے — کز [۲] تردُّد وا رَہد وز بندِ حبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا — تاکہ تردد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجُو — ماجرائے مَشورت با اُو بگو
اس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر — مشورے کا معاملہ اس سے کہہ

من عَدُوم مر تُرا با من مپیچ — نَبُوَد از رائے عَدُو پیرو زہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ الجھ — دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا ہے

رَو [۳] کسے جُو کہ تُرا اُو ہست دوست — دوست بہرِ دوست لاشک خیر جُوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو — بے شبہ دوست دوست کا خیر خواہ ہے

من عدُوم چارہ نَبُوَد کز منی — کز رَوم باتو نُمایم دُشمنی
میں دشمن ہوں لاعلاج میں خودی کی وجہ سے — نبڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

حارسی از گرگ جُستن شرط نیست — جُستن از غیر محل نا جُستنی ست
بھیڑئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے — بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من تُرا بے ہیچ شکّے دُشمنم — من ترا کے رہ نُمایم رہزنم
میں بلاشبہ تیرا دشمن ہوں — میں کب تیری راہنمائی کروں گا میں رہزن ہوں؟

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں — ہست در گلخن میانِ بُوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو — بھٹی میں بھی باغ میں ہے

۱ عقل تحصیلی۔ یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کی جاتی ہے۔ گویہا۔ گڑھے۔ راہ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہ جاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اس آفت سے محفوظ ہے۔ از درون۔ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔ قصہ۔ اس قصہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

۲ کز تردد۔ انسانی تردد میں کسی طرف پیش قدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کر لے۔ من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔

۳ رو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اس سے مشورہ کرنا چاہیے دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ منی۔ خودی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑیوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جُستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ۔ دوستوں کی صحبت میں بھٹی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹی بنا دیتی ہے۔

هر که بادشمن نشیند در زمن — هست او در بوستان در گولخن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو — وہ باغ میں بھی بھٹی میں ہے

دوست[1] را ما زار از ما و منت — تانگردد دوست خصم و دشمنت
دوست کو تو تو میں میں سے نہ ستا — تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن باخلق از بهر ایزدت — یابرائے راحت جان خودت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر — یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تاهمه را دوست بینی در نظر — در دلت ناید زکین ناخوش صور
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے — تاکہ تیرے دل میں کینہ سے برے خیالات نہ آئیں

چونکه کردی دشمنی پرهیز کن — مشورت بایار مهر انگیز کن
جب تو نے دشمنی کی تو احتیاط برت — مشورہ محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بوالحسن — که توئی دیرینه دشمن دار من
اس نے کہا اے ابوالحسن میں تجھے جانتا ہوں — کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مرد عاقلی و معنوی — عقل تو نگذاردت که کجروی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور با معنی ہے — تیری عقل تجھے اجازت نہ دے گی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبع[2] خواهد تا کشد از خصم کین — عقل بر نفس ست بند آهنین
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلہ لے — لیکن عقل نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا دارد ش — عقل چون شحنه است در نیک و بدش
وہ عقل آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے اس کو روکتی ہے — عقل اس کے لئے اچھے اور برے میں کوتوال کی طرح ہے

عقل[3] ایمانی چو شحنه عادل ست — پاسبان و حاکم شهر دل ست
ایمانی عقل منصف کوتوال کی طرح ہے — دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

همچو گربه باشد رو بیدار هوش — دزد در سوراخ ماند همچو موش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے — چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در هر آنجا که برآرد موش دست — نیست گربه ور بود او مرده است
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے — وہاں بلی نہیں ہے اگر ہو تو وہ مردہ ہے

گربه چه شیر و شیر افگن بود — عقل ایمانی که اندر تن بود
بلی کیسی شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے — وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

[1] دوست۔ خود غرضی کر کے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیے خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کرو اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کیساتھ بھلائی کرو۔ تاہمہ۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو گے تو وہ تمہارے دوست بن جائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے۔ چونکہ۔ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی خاص دوست سے کر۔ گفت۔ مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور نامعمل نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دے گی۔

[2] طبع خواہد۔ عقلمند کا طبعی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اس کی عقل اس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل۔ عقل۔ عقلمند کی ہر اچھے برے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

[3] عقل۔ عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم۔ ہمچو گربہ۔ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مردہ ہے۔ گربہ۔ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

غُرّہ اُو حاکمِ درّندگاں [1] نَعرہ اُو مانعِ چَرندگاں

اس کی غراہٹ درندوں کی حاکم ہے اس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کَنے خواہ شحنہ باش گو و خواہ نَے

شہر چوروں اور کپڑے اتارنے والوں سے بھرا ہے کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عَقل دَرتن حاکمِ ایماں بُوَد کہ زبیمش نَفس دَر زنداں بُوَد

عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عَقلِ [2] عَقل وجانِ جاں اے جانِ تُوئی عَقل و جانِ خَلق راسُلطاں توئی

اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عَقلِ کُل سَرگشتہ و حیرانِ تُست کُلِّ موجودات در فرمانِ تُست

عقل کل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گرد انیدن رسول علیہ السلام جوان ہذیلی را بر سَریّہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اس لشکر کا سردار بنانا

کہ دَراں پیر او جنگ آموزدگان بُودند

جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سَریّہ می فرستادے رَسُولؐ بہرِ جنگ کافر و دفعِ فضول

آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے کافر لوگوں سے جنگ اور فضول لوگوں کو دفع کرنے کیلئے

یک [3] جوانے را گزید اُو از ہذیل میر لشکر کردش و سالارِ خیل

آپ نے بنی ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا اس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اَصل لشکر بیگماں سَرور بُوَد قوم بے سَرور تنِ بے سَر بُوَد

یقیناً سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے بغیر سردار کی قوم' بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژ مُردہ زاں بُوَد کہ تَرکِ سَرور کردہ

یہ جو تو بالکل مردہ اور پژ مردہ ہے اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل وز بخل وزما و منی می کشی سَر خویش را سَر میکنی

سستی اور بخل اور خودی و انانیت کی وجہ سے تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اُستورے کہ بگریزد زبار اُو سَرِ خود گیرد اندر کوہسار

اس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے اور پہاڑ کا راستہ لے لے

[1] درندگان۔ یعنی انسان کی قوت غضبیہ۔ چرندگان۔ یعنی انسان کی قوت شہویہ۔ شہر پُر دُزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر ان سے غفلت نہ برتنی چاہیے بس اس قدرے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[2] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کل۔ جبرئیل۔ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ بزرگی نہ بہ عقلست نہ بسال بہ سیم بہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضور خود شریک نہ ہوں۔

[3] یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ اس ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ یعنی انسان کی اعمال خیر میں پژمردگی اسی لئے ہوتی ہے کہ ان سے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ از کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور خدمت میں بخل اور خودی مانع بنتی ہے۔ ہمچو۔ شیخ سے گریز کرنے والے کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ سے گھبرا کر پہاڑی کی طرف بھاگ پڑے۔

صاحبش اندر پئے دواں کائے خیرہ سر
اس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش!

ہر طرف گُرگے ست اندر قصدِ خر
ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیئے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہو گا

پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئے گا

استخوانت را بخاید چوں شکر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبالے گا

کہ نہ بینی زندگانی را دگر
حتی ک تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکُن آخر بمانی از علَف
وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے محروم رہ جائے گا

آتش از بے ہیزمی گردد تلَف
بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہو جاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرّف کردنم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے نہ بھاگ

وز گراں باری کہ جانِ تو منم
اور بوجھ لادنے سے کیونکہ میں تیری جان ہوں

تو ستوری[۲] ہم کہ نفست غالب ست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے

حُکم غالب را بُود اے خود پرست
اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

خرنخواندت اسپ خواندت ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے گدھا نہیں کہا

اسپ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میرِ[۳] آخر بُود حق را مصطفی
آنحضورؐ اللہ تعالیٰ کے میر اصطبل ہیں

بہرِ استورانِ نفس پُر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لئے

قُل تعالَوا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہہ دے کہ آؤ

تا ریاضت تاں دہم من رائضم
تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانے والا ہوں

نفسہا راتا مُرَوَّض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے

زیں ستوراں بس لکدہا خوردہ ام
ان گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے

از لکدہایش نباشد چارہ
اس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اغلب بلا بر انبیاست
لا محالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے

کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دُم یرغا روید
تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو

تا یواش مرکبِ سُلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار اور شاہ کی سواری بن جاؤ

---

۱ صاحبش۔ اس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سینکڑوں بھیڑیئے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چبا ڈالے گے۔ آں مکن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیے بلکہ کاملیت فی ید الغسال نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ بن جانا چاہیے۔

۲ تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائے گا۔ خرنخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے عرب جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضور کو کہا ہے کہ ان لوگوں کو "تعالوا" کہو۔

۳ میرِ آخر۔ داروغہ اصطبل۔ پُر جفا۔ ظالم۔ را معنی۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لکدہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام یرغا۔ تیز رو گھوڑا۔ یواش۔ ترکی لفظ ہے نرم رفتار گھوڑا۔

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہہ دے آ جاؤ کہہ دے آ جاؤ

اے سُتُورانِ مَلول اندر سَبَق [1]
اے گھڑ دوڑ میں عاجز گھوڑو!

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت ربّ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہہ دے آ جاؤ کہہ دے آ جاؤ

اے سُتُورانِ رَمیدہ از اَدب
اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت ـے

اے سُتُورانِ فسردہ رگ و پے
اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو
اے نبی! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو

زاں دو بے تمکیں تو پُراز کیں مشو
ان دو چارہ بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں نہ بھر

گوشِ بعضے زیں تَعالَوا ہا کرست
بعض لوگ ان آ جاؤ کی آوازوں سے بہرے ہیں

ہر ستورے را صَطبلے دیگرست
ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

مُنہزِم [2] گردند بعضے زیں ندا
بعض لوگ اس آواز سے پیچھے ہٹ گئے

ہست ہر اَسپے طویلہ اُو جُدا
ہر گھوڑے کا اصطبل جدا ہے

مُنقبِض گردند بَعضے زیں قَصَص
بعض لوگ ان قصوں سے سکڑ گئے

زانکہ ہر مُرغے جُدا دارد قفص
کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

خود ملائک نیز نا ہمتا بُدند
ملائک بھی رتبہ میں یکساں نہیں تھے

زیں سبب بر آسماں صف صف شُدند
اسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہو گئے

کودکاں گرچہ بیک مکتب در اَند
بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں

دَر سَبَق ہر یک زیک بالا تر اَند
مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

مشرقی [3] و مغربی راحتہاست
مشرق اور مغرب والوں کی مختلف حسیں ہیں

مَنصَبِ دیدار حسِ چشم راست
دیکھنے کی حس کا مقام آنکھ کا ہے

صَد ہزاراں گوشہا گر صَف زَنند
اگر لاکھوں کان صف باندھیں

جُملہ محتاجانِ چشمِ روشن اَند
سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

باز صَفِ گو شہارا مَنصبے
پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے

دَر سماعِ جاں و اِخبار نُبے
قرآن کی روح اور قصوں کے سننے کے لئے

صَد ہزاراں چشم را آں راہ نیست
لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ حاصل نہیں ہے

ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
کوئی آنکھ سننے سے واقف نہیں ہے

---

[1] سبق۔ گھڑ دوڑ۔ قُلْ تَعَالَوْا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے کہہ دے کہ آ جاؤ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ۔ گر نیایند۔ قرآن پاک میں ہے وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ اور جو شخص کفر کرے تو اس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔ گوش۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جو اہل شقاوت ہیں ان کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

[2] مُنہزِم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ قفص۔ قفس۔ خود ملائک۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی اسی لئے ان کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

[3] مشرق و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے کان میں سننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سن سکتیں۔

همچنیں[1] ہر حسِ یک یک می شمر — ہر یکے معزول ازاں کارِ دگر
اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے — ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے

پنج حسِ ظاہر و پنج اندرون — در صف اند اندر مقام الصّافّون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی — صف باندھے ہوئے فرشتوں کے قیام میں صف وار ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سر کش ست — میرود سوئے صفے کاں ناخوش ست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے — وہ بری صف کی جانب چلا جاتا ہے

توز[2] گفتارِ تعالَوْا کم مکُن — کیمیای بس شگرف ست ایں سخن
آپ "آؤ جاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں — یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد زگفتارت نفیر — کیمیا را ہیچ ازوے وا مگیر
اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو — کیمیا کو اس سے نہ ہٹایئے

ایں زماں گرست نفس ساحرش — گفتِ تو سودش کند در آخرش
اس وقت اس کا جادو گر نفس بہرا ہے — اس کے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دے گی

قُلْ تَعالَوْا قُلْ تعالَوْا اے غلام — ہیں کہ اِنَّ اللّٰہِ یَدْعُوْا بالسَّلام
آپ آ جاؤ ' آ جاؤ کہیے ' اے لڑکے! — آگاہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ سلامتی کی طرف بلاتا ہے

خواجہ[3] باز آ از منی و از سری — سروَرے جو کم طلب کن سروری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آ جا — کوئی سردار تلاش کر لے' سرداری کا طالب نہ بن

اعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر
ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہذلی کو لشکر کا سردار
گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریہ
بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیغمبر سروَرے کرد از ہُذیل — از برائے لشکرِ منصورِ خیل
جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا — فتحمند گروہ کے لشکر کے لئے

بُوالفضولے از حسد طاقت نداشت — اعتراض ولا نسلّم بر فراشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت نہ کر سکا — اعتراض اور ہم نہیں مانتے کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند — در متاعِ فانیے چوں فانی اند
لوگوں کو دیکھ کس قدر اندھیرے میں ہیں — فانی اسباب پر کس قدر مر مٹنے والے ہیں

[1] ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حس۔ حواس ظاہری اور حواس باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں۔ جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ الصافون۔ یعنی صف بہ صف۔ ملائکہ ہر کسی اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بدینوں کی صف میں شامل ہو گا۔

[2] توز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہو کر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ گر مسے۔ اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرتے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کر لے۔ اِنَّ اللّٰہ۔ قرآن پاک میں ہے واللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی رہنمائی کر دیتا ہے۔

[3] خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیے۔ سروَر۔ سردار۔ خیل۔ جماعت' گروہ' لا نسلم۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔ ظلمانی۔ تاریک۔ باطن' چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اس لئے اعتراض کی نوبت آئی۔

از [1] تکبر جملہ اندر تفرقہ
تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں

مُردہ از جاں زندہ اندر محرقہ
روح کے فقدان سے مردہ ہیں جلانے والی چیز کے باعث میں زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندرست
یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے

وانگہے مفتاح زندانش بدست
جبکہ قید خانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے

پاک تا سر غرقِ سرگیں آنجواں
وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے

می زند بردا منش جوئے رواں
حالانکہ جاری نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

دائماً پہلو بہ پہلو بے قرار
ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے

پہلوئے آرام گاہ و پشت دار
حالانکہ آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نور [2] پنہان ست و جُست و جُو گواہ
نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے

کز گزافہ دل نمی جوید پناہ
کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص
اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا

نے بدے وحشت ندل جستے خلاص
نہ دنیا سے وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشت ہمچوں مُوکل می کشد
وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے

کہ بجُوائے ضال منہاج رشد
کہ اے گمراہ ہدایت کا راستہ تلاش کر لے

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست
راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے

یافتش رہن گزافہ جُستن ست
اس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ [3] جوئے جمع اندر کمیں
پھوٹ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے

تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں
تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ برجستہ زبن
باغ کے مردہ بیج جڑ سے اگ پڑتے ہیں

کاں دہندہ زندگی را فہم کن
کہ اس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر
ان قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر

کے بدے گر نیستے کس مُژدہ وَر
کیوں ہوتی ' اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

[1] از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اس کے ہاتھ میں ہے مجاہدہ کر کے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کو قید خانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پاک تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہے حالانکہ روحانیت کی نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اس سے آلودگی کو دور کر سکتا ہے۔ دائماً۔ روحانیت کی آرام گاہ اس کے پہلو میں ہے اس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔

[2] نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اس کے وجود کی گواہ ہے (شعر)
دل گواہست کہ پردہ دل دانائے ہست
ہستی قطرہ دلیل ست کہ دریائے ہست
مناص۔ بچاؤ کی جگہ نے بدے دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشت۔ دنیا۔ وحشت انسان کو راہ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے مُوکل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ ہست منہاج۔ شعر
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف داری باید دوید

[3] تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کر۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ مردگان۔ فَانْظُرْ اِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔زمین کی مردنی کے بعد اس کی تر و تازگی وجود باری کی دلیل ہے۔ چشم ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوش خبری دینے والے کی آمد کی امید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اس کے وجود کی دلیل ہے۔

صد[1] ہزار آلودگانِ آب جُو
لاکھوں آلودہ ' پانی تلاش کرنے والے

کے بُدندے گر نبُودے آبِ جُو
کب ہوتے ' اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

برِ زمیں پہلوت را آرام نیست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے

زانکہ دَرخانہ لحاف وبستریست
کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار
سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے

بے خُمار اِشکن نباشد ایں خُمار
یہ خمار بغیر خمار اتارنے والی چیز وں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے نے یا رسول اللہ مکُن
اس نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے

سَرورِ لشکر مگر شیخِ کہن
لشکر کا سردار سوائے پرانے بوڑھے کے

یا رسولَ اللہ جواں اَر شیر زاد
اے رسول اللہ ' جوان خواہ شیر کا بچہ ہو

غیر مردِ پیر سَر لشکر مَباد
بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیے

ہم[2] تو گفتستی و گفتِ تو گر
آپ نے یہ کہا اور آپ کا فرمانا گواہ ہے

پیر باید پیر باید پیشوا
کہ پیشوا ' بوڑھا چاہیے ' بوڑھا

یا رسولَ اللہ دریں لشکر نگر
اے رسول اللہ! اس لشکر کو دیکھئے

ہست چندیں پیر وازوے پیشتر
بہت سے بوڑھے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہیں

زیں درخت آں برگِ زردش را مبیں
اس درخت کو اس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے

سیبہائے پختہ اُورا بچیں
اس کے پختہ سیب چن لیجئے

برگہائی[3] زرد اُو خود کے تہی ست
اس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں

ایں نشانِ پختگی و کاملی ست
یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زر دریش وآں مُوئے سپید
ڈاڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال

بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید
عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نور سیدہ سبز فام
نئے اگے ہوئے سبز پتے

شدُ نشانِ آنکہ آں میوہ است خام
اس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست
بے سرو سامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہے

زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست
سونے کی زردی صراف کی سرخروئی ہے

[1] صد ہزار الخ۔ لاکھوں گنہگار آب رحمت کی جستو میں ہیں جو آب رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ برزمیں۔ راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آجائے روح کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ بیمقر گاہے۔ بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرام گاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اس کی طلب میں اعضا شکنی نہیں ہو سکتی۔ گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اس معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] ہم تو گفتستی۔ معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیے۔ الشیخ فی اھلہ کالنبی۔ فی اھلہ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں یہ آنحضور کا فرمان ہے یا رسول اللہ۔ اس اعتراض کرنے والے نے آنحضور سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ زیں درخت۔ ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے ان کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔

[3] برگہائی۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگھا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں۔ برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی ان کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی اعتراف کی سرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

آنکہ اُو گل عارض ست ذو خط ست
وہ شخص جو پھول کے سے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے

اُو بمکتب گاہ مخبر نوخط ست
وہ درسگاہ میں نو آموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہای خطِ اُو کژ مژ بُود
اس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے ہوں گے

مُزمنِ عقل ست اگر تن می دوَد
عقل کا اپاہج اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پایِ پیر از سُرعت اَرچہ باز ماند
بوڑھے کے پاؤں اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں

یافت عقلِ اُو دو پر براوج راند
اسکو عقل کے دو پر حاصل ہو گئے ہیں بلندی پر اڑتا ہے

گر ۲ مثل خواہی بجعفرؓ در نگر
اگر تو مثال چاہتا ہے جعفرؓ کو دیکھ لے

داد حق برجایِ دست و پاش پر
اللہ تعالیٰ نے ان کو ہاتھ پاؤں کی بجائے پر دیئے ہیں

گر ز اَسرارِ سخن بُوئے بَری
اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے

من سخن گویم چو زرِّ جعفری
تو میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد محتجب
سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی

ہمچو سیماب ایں دلم شُد مضطرب
میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا

زاند رونم صد خموشی خوش نفس
میرے اندر سے سو خاموشیاں خوشبو دار

دست برلب می زند یعنی کہ بس
ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں یعنی کہ بس

خامشی ۳ بحرست و گفتن ہمچو جُو
خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے

بحرمی جُوید تُرا جُو را مجُو
تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے تو نہر کی تلاش نہ کر

از اِشارتہای دریا سَر متاب
دریا کے اشاروں سے منہ نہ موڑ

ختم کُن وَاللّٰہُ اعلَم بالصَّواب
ختم کر دے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب
اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا

پیشِ پیغمبرؐ سخن زاں سَرد لب
بات پیغمبرؐ کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دَست می دادش سخن اُو بے خبر
باتیں اس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا

کہ خبر ہر رہ بُود پیشِ نظر
کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظر ہا نائب ست
یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں

بہرِ حاضر نیست بہرِ غائب ست
یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں، غائب کے لئے ہیں

۱ آنکہ۔ جو نوجوان ہے اس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزہ خط نو رستہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نو آموز ہے اور اس کے حروف قاعدہ کے مطابق نہ ہوں گے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگر وہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے پای پیر۔ بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سست پڑ جاتے ہیں لیکن اس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

۲ گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہو جانے پر پر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہیے تو وہ حضرت جعفر طیارؓ ہیں غزوہ موتہ میں جبان کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے ان کو جنت میں پر عنایت فرما دیئے ہیں۔ زر جعفری۔ جعفری برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے۔ زر۔ دنیاوی سونے کی بات سے اور پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا۔ دست ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

۳ خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اس کو نہر کی تلاش نہ کرنی چاہیے۔ از اشارتہا۔ خاموشی اشارے کر رہی ہے کہ اب ان اسرار کی گفتگو ختم کرو۔ ہمچنیں۔ پھر مولانا نے معترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنے والوں کو اس چیز کی خبریں دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اس شخص سے ہے جو اس چیز سے غائب ہو۔

ہر کہ او اندر نظر موصول شد
جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا

ایں خبرہا پیش او معزول شد
یہ خبریں اس کے لئے بیکار ہو گئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں
جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا

دفع کن دلّالگاں را بعدا زیں
اس کے بعد دلالہ (عورتوں) کو دفع کر

ہر کہ از طفلی گزشت و مرد شد
جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا

نامہ و دلّالہ بر وے سرد شد
خط اور دلالہ اس کے لئے بے ضرورت بن گئے

نامہ ۲ خواند از پے تعلیم را
خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لئے

حرف گوید از پے تفہیم را
بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے

پیش بیناياں خبر گفتن خطاست
دیکھنے والوں کو خبر سنانا غلطی ہے

کاں دلیل غفلت و نقصانِ ماست
کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیش بینا شد خموشی نفع تو
صاحب بصیرت کے سامنے چپ رہنا تیرے لئے مفید ہے

بہر ایں آمد خطاب انصتوا
اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفر ماید بگو بر گوئی خوش
اگر وہ حکم دے کہ بول (تو) اچھی بات کر

لیک اندک گو در از اندر مکش
لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفر ماید کہ اندر گش دراز
اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر

ہمچناں شیریں بگو با امر ساز
اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

ہمچناں ۳ کہ من دریں زیبا فسوں
جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں

با ضیاء الحق حسام الدّیں کنوں
اب ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کنم من از رشد
جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں

او بصد نوعم بگفتن می کشد
وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حسام الدّین ضیاءِ ذوالجلال
اے حسام الدین آپ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں

چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال
جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

ایں مگر باشد ز حبِّ مشتہی
یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے

اسقنی خمرا و قل لی انّہا
مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

ہے کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہے تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہے۔ اسقنی۔ مست چاہتا ہے کہ ساقی کی شراب سے صرف ذہن کی لذت حاصل نہ کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔

۱ ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اس کو خبر دینا سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلالگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوقہ کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جب تک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کر لیتا تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۲ نامہ خواند۔ کاملین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔ پیش بیناياں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے ان کو خبریں دینا ان کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا وَاَنْصِتُوْا۔ جب قرآن پڑھا جاتے تو اس کی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔ گر بفرماید۔ اگر صاحب مشاہدہ تم سے اس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ مختصر بات کہہ دو، ہاں اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کر دو۔

۳ ہمچناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اس صاحب مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن اس کی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چونکہ حسام الدین کا شوق سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے حسام الدین۔ آپ کو جب مشاہدہ حاصل ہو تو محبوب کی باتیں سننے کا اسقدر شوق کیوں ہے۔ ایں مگر۔ یہ جواب ہے عشق کا تقاضہ

بردہانِ[1] اُست ایں دم جامِ اُو — گوش می گوید کہ قسمِ گوش کو
اس وقت آپ کے منہ سے اس کا جام لگا ہے — کان کہتا ہے کہ کان کا حصہ کہاں ہے؟

قسمِ تو گرمی ست نک گرمیت ہست — گفت حرصِ من ازیں افزوں ترست
تیرا حصہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے — اس نے کہا میری حرص اس سے بڑھی ہوئی ہے

جواب گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را
اس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضورِ مصطفیٰ قند خو — چوں زحد بُرد آں عرب آں گفتگو
شیریں مزاج ' مصطفیٰ کے دربار میں — جب اس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھا دی

آں شہِ وَ النجم و سُلطانِ عبس — لب گزید آں سرد دم را گفت بس
والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے — ہونٹ دبایا ' اس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ منعش بردہاں — چند گوئی پیشِ دانائے نہاں
اس کو روکنے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھا — واقف اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ[2] بینا بُردۂ سرگینِ خشک — کہ بخر ایں را بجایِ نافِ مُشک
تو خشک گوبر صاحب بصیرت کے سامنے لے جاتے ہیں — کہ اس کو مشک کے ناف کی جگہ خرید لے

بعر را اے گندہ مغزِ گندہ مخ — زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اُخ
اے بد دماغ گندہ مغز ' مینگنی کو — ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخاخا

اَخ اَخے بُرداشتی اے گیج و کاج — تا کہ کالایِ بدت یا بد رواج
اے احمق بھینگے تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تیرا خراب مال چالو ہو جائے

اَخ اَخے برداشتی اے خشک مغز — تا نمائی پشک دوں را مشکِ نغز
اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مشک ظاہر کرے

تا[3] فریبی آں مشامِ پاک را — آں چرندہ گلشنِ افلاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دے گا؟ — آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ اُو خود را اگرچہ گول ساخت — خویشتن را اند کے باید شناخت
اس کی بردباری نے اگرچہ اپنے آپ کو بھولا بنا لیا ہے — مگر تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیے

دیگ را گر باز ماند امشب دہن — گربہ را ہم شرم باید داشتن
اگر آج کی رات دیگ کا منہ کھلا رہ گیا ہے — بلی کو بھی شرم کرنی چاہیے

---

[1] بردہان۔ منہ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصہ مانگتا ہے۔ قسم تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصہ وہ حرارت عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کر رہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اس سے زیادہ لذت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہو گی۔ در حضور اس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضور نے اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ والنجم۔ اس سورہ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورہ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورت حال کے مناسب تھیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانای نہاں۔ آنحضور ذات گرامی۔

[2] پیش بینا۔ معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اس لئے مولانا نے اس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آخاخا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مشک سمجھ لیں۔ بخ۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا کانا۔ سامان۔ پشک۔ مینگنی۔

[3] تا فریبی۔ تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ حلم۔ بڑوں کی بردباری ان کو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر ہنڈیا رہ جائے تو بلی کو تو کچھ شرم کرنی چاہیے اور اس میں منہ نہ ڈالنا چاہیے۔

خویشتن[1] اگر خفتہ کرد آں خوب فر
مگر اس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے

سخت بیدار ست دستارش مبر
وہ خوب بیدار ہے اس کی پگڑی نہ اتار

چند گوئی اے لجوجِ بے صفا
اے بدباطن جھگڑالو تو کب تک پڑھے گا؟

ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ
یہ شیطانی منتر مصطفیٰ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ
یہ لوگ لاکھوں بردباریاں رکھتے ہیں

ہر یکے حلمے از انہا صد چو کوہ
ان میں سے ہر بردباری سو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند
ان کی بردباری بیدار مغز کو بیوقوف بنا دیتی ہے

زیرکِ صد چشم را اکمہ کند
سو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز
ان کی بردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے

نغز نغزک بر رود بالائے مغز
جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] ارا بیں زاں شرابِ پُر شگفت
اس عجیب شراب سے مست کو دیکھ

ہمچوں فرزیں مست و کژ رفتن گرفت
فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برناز اں شرابِ زود گیر
اس زود اثر شراب سے جوان انسان

درمیانِ راہ می افتد چو پیر
بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خلصہ ایں بادہ کہ از خمِ نبی ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبی کے مٹکے کی ہے

نے مئے کہ مستیِ او یک شبی ست
نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ کہف از نقل و نقل
وہ شراب کہ اصحاب کہف نقل اور سفر سے

سہ صد و نہ سال گم کردند عقل
تین سو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[3] زنانِ مصر جامے خوردہ اند
اسی شراب سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے

دستہارا شرحہ شرحہ کردہ اند
انہوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سکرِ موسیٰ داشتند
جادوگر بھی حضرت موسیٰ کا نشہ رکھتے تھے

دار را دلدار می پنداشتند
انہوں نے سولی کو پیارا سمجھا

جعفرِ طیار[ؓ] زاں مے بود مست
حضرت جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے

زاں گرو می کرد بیخود پاو دست
اسی لئے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

[1] خویشتن۔ بڑے لوگ محرم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ بے صفا۔ بدباطن۔ فنون دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیاء کی بردباری کا معمولی حصہ سو پہاڑوں سے زیادہ متحمل ہوتا ہے۔ حلم ذاں۔ ان میں اس قدر بردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا تا ہے۔ حلم شاں۔ ان کی بردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

[2] مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مرد برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشہ سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشق الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ اصحاب۔ اصحاب کہف عشق الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ شاہ کو چھپنا یا روپوش سفر کرنا اور ایک غار میں تین سو نو سال سوتے رہے۔

[3] زاں۔ حضرت یوسف کو دیکھ کر مصری عورتیں عشق الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ ہیں شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا ان کو پیارا لگا۔ جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوہ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی ان کو کوئی پروا نہ ہوئی۔

قصہ[1] سُبحانی مَا اَعظم شانی گفتنِ بایزید قُدِّس سِرّہ و اِعتراضِ مُریدان و جوابِ اُو مرایشاں را نہ بطریقِ گفت زباں بلکہ از راہِ عِیاں

حضرت بایزید قدس سرہ کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مریدوں کا اعتراض اور ان کو ان کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مُریداں آں فقیرِ خُستَشم — بایزیدؒ آمد کہ نِک یزداں منم

وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے — بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مَستانہ عَیاں آں ذوفنوں — لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اَنَـا هَـا فَاعْبُدُوْنَ

اس صاحب کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا — کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو

چوں[2] گزشت آنحال گفتندش صَباح — تو چُنیں گفتی وایں نبُود صَلاح

جب وہ حالت گزر گئی، صبح کو انہوں نے ان سے کہا — آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت ایں بار اَر کُنم ایں مُشغلہ — کاردہا دَر من زنند آں دَم بَلہ

فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں — خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا

حق منزّہ از تن و من بَا تنم — چوں چُنیں گویم بباید کُشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں — جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیے

چوں وصیّت کرد آں آزاد مَرد — ہر مُریدے کاردے آمادہ کرد

جب اس آزاد مرد نے یہ وصیت کی — ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی

مَست گشت اُو باز زِ اِستغراق زفت — آں وصیّتہاش از خاطر بَرفت

وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہو گئے — وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں

عِشق آمد عَقلِ اُو آوارہ شُد — صبح آمد شمعِ اُو بیچارہ شُد

عشق آیا تو ان کی عقل بھاگ گئی — صبح ہو گئی تو ان کی شمع بے کار ہو گئی

عَقل چوں شحنہ است چوں سُلطاں رسید — شحنۂ بے چارہ دَر کُنجے خزید

عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا — بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

عَقل[3] سایہ حق بُود حق آفتاب — سایہ را بآفتابِ اُوچہ تاب

عقل اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے اللہ سورج ہے — سایہ کی اس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے

---

[1] قصہ۔ حضرت بایزیدؒ کے اس قصہ سے بھی شراب معرفت کے نشہ اور سکر کی کیفیت کا ظاہر کرنا ہے۔ سبحانی ما اعظم شانی۔ میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ با مریدان۔ استغراق وحدت اور کمال مستی میں بایزیدؒ نے اپنے آپ کو خدا کہہ دیا۔ ذوفنون۔ بایزید۔ گفتندش۔ جب سکر ختم ہوا اور ان کی صحو کی حالت ہوئی تو مریدوں نے ان سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔ گفت۔ بایزیدؒ نے مردوں سے کہا کہ اگر اس طرح کی کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں مجسم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔

[2] چوں۔ مریدوں نے ان کی وصیت پر چھریاں تیار کر لیں۔ مست گشت۔ پھر ایک بار ان پر سکر کی کیفیت طاری ہو گئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق بایزیدؒ کے کلمات عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطاں۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال۔

[3] عقل سایہ۔ عقل کا بقا اللہ کے حجاب نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے۔

چوں [1] پَری غالب شود بَر آدمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے

گم شود از مَرد وصفِ مَردمی
آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پَری گفتہ بُود
وہ جو کچھ کہتا ہے' جن کی گفتگو ہوتی ہے

زیں سَری ورزاں سَری گفتہ بُود
اس جانب کی' اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پَری را ایں دَم و قانوں بُود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے

کردگارِ آں پَری خود چوں بُود
تو اس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

اَوی [2] اُو رفتہ پَری خود اُو شُدہ
اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا

تُرک بے اِلہام تازی گو شُدہ
ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لُغت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا

چوں پَری راہست ایں ذات صفت
جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

پس خداوندِ پَری و آدمی
تو جن و انس کا خدا

از پَری کے باشدش آخر کمی
آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیر گیر از شیر کے ترسَد بگو
بتا نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟

شرحِ راہ از کور کے پُرسد بگو
بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر [3] گیر اَر خونِ نرِ شیر خورد
یا نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے

تو بگوئی اُو نکرد آں بادہ کرد
تو کہے گا یہ کام اس نے نہیں کیا شراب نے کیا ہے

وَر سخن پرداز د از رازِ کُہن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے

تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ را می بُود گر ایں شرّ و شور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے

نورِ حق را نیست آں فرہنگ وزور
تو کیا اللہ تعالیٰ کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہوگی

کہ تُرا از تو بکُل خالی کُند
کہ وہ تجھے' تجھ سے بالکل خالی کر دے

تو شوی پَست اُو سخن عالی کُند
تو مغلوب ہو جائے اور وہ بلند بات کرے

شراب نے پیدا کیا ہے۔ وَر سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے' شراب بول رہی ہے' جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اس کی بات اس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے۔

[1] چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزید کے اس کلام پر زور پیش کیے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل ان کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذات حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اس سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں۔ جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے لامحالہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

[2] اوی۔ یعنی اس کی ہستی ترک۔ جن کے غالب آجانے پر اوی۔ یعنی اس کی ہستی جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اس ترک پر سے جن اتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اس کی جزا مگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیر گیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرح راہ۔ اندھے سے کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ افعال کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفت انسانیت ختم ہو جائے تو کام محض ذات کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

[3] شیر گیر۔ نیم مست جب شیر کو بے خطر مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اس اثر کی طرف منسوب ہے جو

گرچہ قرآں از لبِ پیغمبر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے

ہر کہ گوید حق نگفت اُو کافر ست
لیکن جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہُمائے بے خودی پرواز کرد
جب بیخودی کے ہما نے پرواز کی

آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سَیلِ تحیُّر دَدد رُبود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہا لے گیا

زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بُود
اس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جُبّہ ام اِلّا خدا
کہا میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے

چند جوئی بَر زمین و بَر سَما
تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کرے گا؟

آں ۲ مُریداں جُملہ دیوانہ شُدند
وہ سب مرید پاگل بن گئے

کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
ان کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں مُلحدانِ گرد کوہ
گرد کوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک

کارد می زد پیرِ خود را بے سُتوہ
اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھساتا تھا

باز گونہ از تنِ خود می دَرید
وہ الٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے برتنِ آں ذوفنوں
اس ہنر مند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا

واں مُریداں خستہ وغرقابِ خوں
اور وہ مرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر ۳ کہ اُو سُوئے گلویش زخم بُرد
جس نے ان کے گلے پر زخم لگایا

خلقِ خود ببریدہ دید و زار مُرد
اس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بری طرح مرا

وانکہ اُورا زخم اندر سینہ زد
اور جس نے ان کے سینہ پر زخم لگایا

سینہ اَش بشگافت وشُد مُردہ اَبد
اس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مردہ ہو گیا

وانکہ آگہ بُود زاں صاحبقراں
اور جو شخص اس اقبال مند سے واقف تھا

دِل ندادش کہ زند زخمِ گراں
اس کے دل نے اس کو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دستِ اُورا بَستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے

جاں ببُرد اِلّا کہ خود را خستہ کرد
اس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کر لیا

۱ گرچہ قرآں۔ کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہن مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزیدؒ کے منہ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اس بار انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اس کو میرے جبہ میں تلاش کر لو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو

۲ آں مُریداں۔ اس جملہ پر تمام مرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور ان کے پاک جسم پر چھریاں چلا دیں۔ ہر یکے۔ گرد کوہ رے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ ستوہ۔ بضمین۔ تندگ ہونا۔ ہر کہ۔ جو مرید شیخ کے چھری مارتا تھا اس کا زخم خود اسکے لگتا تھا۔ یک اثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم خود اس کے لگتا تھا۔ یک اثر نے۔ نہ لگا اور مرید خون میں نہا گئے۔

۳ ہر کہ۔ جس مرید نے ان کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اس کا خود گلا کٹ گیا اور مر گیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اس کا خود سینہ چاک ہو گیا اور ابدی نیند سو گیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگا یا پھر بھی وہ زخم خود اس کے لگا۔

روز[1] گشت و آں مریداں کاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مردہ مرید

نوجہا از جانِ شاں برخاستہ
ان کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ او آمد ہزاراں مردوزن
ہزاروں مردوزن ان شیخ کے پاس آئے

کاے دو عالم درج در یک پیرہن
کہ اے وہ شیخ کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا

چوں تنِ مردم ز خنجر گم شدے
انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] با بے خودے دو چار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا

باخود اندر دیدۂ خود خار زد
تو اس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی

برتنِ خود می زنی آں ہوشدار
سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے

تا ابد در ایمنی او ساکن ست
وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ او فانی و او شد آئینہ
اس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے

غیر نقشِ روئے غیر آنجا نہ
سوائے غیر کی صورت کے اس میں کچھ نہیں ہے

گر کنی تف سوئے روئے خود کنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے منہ پر تھوکے گا

ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کرے گا

ور بہ[3] بینی روی زشت آنہم توئی
اگر تو نے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے

ور بہ بینی عیسیٰ مریم توئی
اگر تو عیسیٰ ابن مریمؑ کو دیکھے گا تو ہی ہے

او نہ انیست و نہ آں او سادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے

نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
اس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید اینجا سخن لب در بہ بست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر دیا

چوں رسید اینجا قلم در ہم شکست
جب قلم یہاں پہنچا ٹوٹ گیا

لب بہ بند ار چہ فصاحت دست داد
ہونٹ بند کر لے اگرچہ فصاحت حاصل ہو

دم مزن واللہ اعلم بالرشاد
دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] روز گشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مردہ مریدوں پر حقیقت کھل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان میں اگر اس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے ذبح ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیا دار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار۔ آنحضور کی تلوار کا نام ہے جو آنحضورؐ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس رہی تھی اس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ زانکہ مقام فنا پر پہنچنے کے بعد اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ او۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بن جاتا ہے اب اس میں خود اس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر یا مقابل ہوتا ہے اس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر کنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے منہ پر تھوکنا ہے۔

[3] ور بہ بینی۔ اس میں جو کچھ اچھائی یا برائی تجھے نظر آ رہی ہے وہ خود تیری اچھائی برائی ہے چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب برائیاں اس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آ گیا۔ لب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو ان رازوں کو سر بستہ رکھنا چاہیے۔

بر کنارِ [1] بامی اے مستِ مُدام — پست بنشیں یا فرود آ والسلام
اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے — نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اتر آ والسلام

ہر زمانیکہ شُدی تو کامراں — آں دَم خوش را کنارِ بام داں
جس وقت تو کامیاب ہو — اس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہر اساں باش تو — ہمچو گنجش خفیہ کُن نے فاش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ — اس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر دِلا ناگہ بلا — تَرس تَرساں رَو دراں مَکمَن بلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے — خبردار! اس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

تَرسِ [2] جاں دَر وقتِ شادی از زوال — زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف — اس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جاتا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز — رُوح می بیند کہ ہستش اہتزاز
اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھ رہا ہے — روح دیکھتی ہے، کیونکہ اسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست — بر کنارِ گنگرہ شادی بُدست
جو عذاب اچانک آیا ہے — وہ خوشی کے گنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جُز کنارِ بامِ خود نبود سُقوط — اِعتبار از قومِ نوح و قومِ لُوط
گرنا بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے — قوم نوحؑ اور قوم لوطؑ سے عبرت حاصل کر لے

اِعتبار گیر تا یابی صَفا — از درونِ انبیاؤ الیا
تاکہ تجھے باطن کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر لے — انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

سَبب فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

پَر [3] تو مستیِ بیحدِ نبیؐ — چوں بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی
نبیؐ کی لامحدود مستی کا عکس — جب پڑا وہ غبی بھی مست اور خوش گفتار بن گیا

لا جرم بسیار گوشُد از نشاط — مست ادب بگذاشت و آمد در خباط
لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا — مست نے ادب کا دامن چھوڑ دیوانگی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جا بے خودی شَرمی کُند — بے اَدب را بے اَدب تَرمی کُند
مستی ہر جگہ شرم پیدا نہیں کرتی ہے — بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

[1] بر کنار۔ بس اس قدر اور بتائے دیتا ہوں کہ عشق الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اتر کر بیٹھے یا بالاخانہ سے ہی اتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔ بر زمان خوش۔ قرب الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیے۔ کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اس خزانہ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ دلا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

[2] ترس۔ مقام قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اس کی روح اس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوام سابقہ قوم نوح اور قوم لوط پر جو عذاب آیا وہ ان کے نقطہ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصور ہوتا ہے۔ اعتبار۔ انبیاء کے نقش قدم پر چلو گے تو ان کی طرح آئینہ بن جاؤ گے۔

[3] پر تو۔ آنحضورؐ کو جو قرب الٰہی کا نشاط اور مستی حاصل تھی اس معترض پر اس کا پرتو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہو گیا اور غلط اعتراضات شروع کر دیئے۔ نہ ہمہ جا۔ اس شخص پر مستی نے جو برا اثر کیا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مستی ہر جگہ برا اثر دکھاتی ہے۔

گر بُوَد[1] عاقل نِکو فَر می شود
اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان و شوکت والا بن جاتا ہے

وَر بُوَد بَد خوی بَد تَر می شود
اگر وہ بد عادت ہوتا ہے تو اور زیادہ برا بن جاتا ہے

بر لَبیب آید لُبابِ کاسِ اُو
اس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہے

وَز غبی کم گردد اِستیناسِ اُو
اگر غبی ہے تو اس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے با اَدب گردد تمام
فانی شراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے

باخود از مے بے اَدب گردد مُدام
خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک[2] اَغلب چوں بَدند و ناپَسند
لیکن اکثر لوگ بڑے اور ناپسند ہیں

بَر ہمہ مے را مُحَرَّم کردہ اَند
اس لئے سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے

حُکم غالب راست چوں اَغلب بَدند
حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں

تیغ را از دستِ رہزن بَستدند
انہوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لے لی ہے

بیان کردنِ رسول علیہ السّلام سَبب تفضیل و اختیار کردنِ اُو آں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چن لینے کے سبب کا بیان کرنا

ہُذَیلی رابا میری و سَر لشکری بر پیرانِ کار دیدہ و کار آزمُودہ

گفت[3] پیغمبر کہ اے ظاہر نگر
پیغمبرؐ نے فرمایا اے ظاہر بین

تو مبیں اُورا جوان و بے ہُنَر
تو اس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مَرد پیر
بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں

وَے بسا رِیشِ سفید و دل چو قیر
بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عَقلِ اُورا آموزدم بارہا
میں نے بارہا اس کی عقل آزمائی ہے

کرد پیری آں جواں در کارہا
کاموں میں اس جوان نے بوڑھا پن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے

نے سُفیدی مُوی اندر ریش و سَر
نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بَلیس اُو پیر تَر خود کے بُوَد
وہ نوجوان شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا؟

چونکہ عقلش نیست او لاشَی بُوَد
چونکہ اس میں عقل نہیں ہے وہ لاشئ ہے

طِفل گیرش چوں بُوَد صاحب کمال
اس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحب کمال ہو

پیر باشد دَر ہُنر آں خوشخصال
وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہو گا

[1] اگر بُود۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی ان کو ابھار دیتی ہے۔ بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مرید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس۔ مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اس میں عالی جذبات ہیں۔ مُدام۔ تو وہ جذبات اور ابھر جاتے ہے۔ ہمیشہ۔

[2] لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کر دی گئی۔ تیغ۔ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

[3] گفت پیغمبر۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اس کا جواب دیا۔ اے بسا۔ یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادہ ہے۔ از بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا۔ وہ عقلمند کہلاتا۔ طفل بچہ اگر صاحب کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

طِفل گیرش چوں بُود عیسیٰ نفَس — پاک باشد از غرُور و از ہوَس
اس کو بچہ سمجھ جب وہ حضرت عیسیٰ والی باتوں والا ہو — تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہو گا

آں اِسُفیدی مُو دلیل پختگی ست . — پیشِ چشمِ بَستہ کشِ کوتہ تگی ست
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے — بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مُقلِّد چوں ندِاند جُز دلیل — دَر علامت جوید اُو دائم سَبیل
وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا — تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہرِ اُو گفتیم کایں تدبیر را — چونکہ خواہی کرد بگزیں پیررا
اس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو — جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک پیرِ عقل نے پیرِ مُسِن — می نداند ممتحَن از ممتحِن
لیکن عقل کا بوڑھا نہ کہ عمر کا بوڑھا — جو امتحان دینے والے امتحان لینے والے میں تمیز نہ کر سکے

آنکہ۲ اُو از پردۂ تقلید جَست — اُو بنُورِ حق بہ بیند ہرچہ ہَست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا — وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نُورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں — پُوست بشگافد دَر آید درمیاں
اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے — کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قُلب و چہ سَرہ — اُوچہ داند چیست اندر قوصَرہ
ظاہر بین کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا — وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زَرِّ سیہ کردہ بَدُود — تا رہد از دستِ ہر دُزدِ حُسود
بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے — تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مِسہائے۳ اندودہ بزر — تا فرو شد آں بعقلِ مختصر
بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں — تاکہ ان کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کر دے

ما کہ باطِن بینِ جُملہ کشوریم — دِل بہ بینیم و بظاہر ننگریم
ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں — ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنَند — حکم بَر اَشکالِ ظاہر می کُنند
وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں — وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبُود — حکمِ اُو مُومن کُنند ایں قوم زُود
جب کلمہ شہادت پڑھ لیا اور اس میں ایمان نہ تھا — یہ لوگ بہت جلد اس پر مومن ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں

---

۱ آں سفیدی۔ بالوں کی۔ سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بین۔ لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلد۔ جس کو نور بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہر اُو۔ مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے۔ لیک۔ لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحب بصیرت مراد ہے۔

۲ آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو، اس کی نگاہ کھال سے گزر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔

۳ مسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ تاکہ حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر بدنظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

بُس اِ منافق کاندریں ظاہر گریخت — خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت
بہت سے منافق ہیں جنہوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑلی — در پردہ انہوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کُن تا پیر عَقل و دیں شوی — تا چو عَقلِ کُل تو باطن بیں شوی
کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے — تاکہ تو عقل کل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عَقلِ زیبا رُو گشاد — خلعتش داد و ہزاراں نام داد
جب حسین عقل ' عدم سے روشنا ہوئی — قدرت نے اس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمترین زاں نامہائے خوش نفس — اینکہ نبود ہیچ اُو محتاجِ کس
ان بہترین ناموں میں سے کمترین نام — یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہو گی

گر بصورت ۲ وَانماید عَقل رُو — تیرہ باشد روز پیشِ نُورِ اُو
اگر عقل مجسم ہو کر روشنا ہو جائے — دن اس کے سامنے کالا پڑ جائے

وَر مثالِ اَحمقی پیدا شَوَد — ظلمتِ شب پیشِ اُو رُوشن بُوَد
اگر حماقت کی تصویر پیدا ہو جائے — رات کی تاریکی اس کے مقابلہ میں روشن ہو گی

گوز شب مُظلم تر و تاری ترست — لیک خُفاشِ شقی ظلمت خورست
کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے — لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اَندک ۳ اَندک خُوی کُن با نورِ روز — وَرنہ خُفّا شے بمانی بے فروز
دن کی نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال — ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مُشکلے ست — دشمنِ ہر جا چراغِ مُقبلے ست
وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے — اس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختور کا چراغ ہے

ظُلمتِ اِشکال ازاں جُوید دلش — تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
اس کا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اس لئے ہے — تاکہ اس کی آمدنی زیادہ روشنا ہو

تا ترا مشغول آں مُشکل کُند — وَر نہادِ زشتِ خود غافل کُند
تاکہ تجھے اس مشکل میں مشغول کر دے — اور اپنی بری فطرت سے غافل کر دے

علامتِ عاقلِ تمام و نیم عاقل و مَردِ تمام و نیم مَرد و علامتِ
مکمل عاقل اور آدھے عقلمند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت

شقی مَغرُور و رِلاشیی
اور بے وجود مغرور بد بخت کی علامت

۱ بُس منافق۔ بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کر کے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خون ریزی کی ہے۔ عقلِ کل۔ عقل کامل جبریل۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بہت عزت افزائی فرمائی۔ کمترین۔ اس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے۔

۲ گر بصورت۔ اگر عقل مجسم ہو کر دنیا میں روشنا ہو تو سورج کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ جائے۔ وَر۔ اگر حماقت مجسم ہو کر روشنا ہو تو رات کی تاریکی اس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خود چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

۳ اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیے ورنہ بری حالت میں موت آ جائے گی۔ عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اس لئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تا ترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کر لے۔ لاشیئ۔ حقیر، فحش۔

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلے[1] است
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے

اُو دلیل و پیشوائے قافلہ است
وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیر و نُورِ خودست آں پیش رَو
وہ پیشوا اپنے نور کا پیرو ہے

تابعِ خویش ست آں بیخویش رو
وہ بے شمار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مُومنِ خویش ست و ایماں آورید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے

ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
اس نور پر جس سے اس کی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے[2] کہ نیم عاقل آمد اُو
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے

عاقلے را دیدۂ خود داند اُو
اور کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست دروے زَد چو کور اندر دلیل
اس نے اس پر اس طرح ہاتھ رکھا ہے جیسا کہ اندھا رہبر پر رکھتا ہے

تابد و بینا شُد و چُست و جَلیل
حتیٰ کہ وہ اس کے ذریعہ بینا اور چست اور بڑا بن گیا ہے

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت
وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا

خود نبُودش عقل و عاقل را گزاشت
اس میں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت

می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر
نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و دَرقال و قیل
غفلت او بحث و مباحثہ میں فرق ہے

ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
اس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می[3] رَود اندر بیابانِ دَراز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے

گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوائے خود کُند
شمع نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیشوا بنا لے

نیم شمعے نے کہ نورے گد کُند
آدھی شمع بھی نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عَقلش تادم زندہ زند
اس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونے کا دم بھرے

نیم عَقلے نے کہ خود مُردہ کُند
آدھی عقل بھی نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مردہ بنا لے

مُردۂ اں عاقل آید اُو تمام
وہ بالکلیہ اس عقلمند کا مردہ بن جائے

تابر آید از نشیب خود بہ بام
تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عَقلِ کامل نیست خود را مُردہ کُن
پوری عقل نہیں ہے تو اپنے آپ کو مردہ بنائے

دَر پناہِ عاقلِ زندہ سخن
زندہ دم عقلمند کی پناہ میں

[1] مشعلہ۔ یعنی نور کی مشعل اور وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔ مومن خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔

[2] دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحب نور کی اپنی آنکھ بنا لے اور ہر چیز کو اس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اس پر ایسا اعتماد کرلے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو نرا گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر۔ یعنی رہنما۔ غرق۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذلت محسوس کرتا ہے۔

[3] می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اس کو خود تو نور باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کر لے۔ نیست عقلش۔ اس کو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو کلیتہً فنا کر دے۔ مردہ۔ اگر مردہ بن کر اپنے آپ کو کسی عقلمند کے سپرد کر دو گے تو بام عروج پر پہنچ جاؤ گے۔ عقل کامل۔ اگر اپنے اندر کامل عقل نہیں ہے تو اپنے آپ کو کسی عقلمند کے سپرد کر دو۔

زندہ اے نے تا ہمدم عیسیٰ بُود — مُردہ نے تا دَمگہِ عیسیٰ شوَد
نہ وہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ہم مشرب ہو — مردہ بھی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشیٔ بُوَد — غُورہ باشد نے عِنَب نے مے بُوَد
نہ زندہ ہے نہ مردہ وہ کچھ نہیں ہے — کچا انگور ہے نہ انگور ہے نہ شراب

غورۂ کز غُور گی دَر نگذرَد — سَنگ بست و خام و تُرش و رَد بُوَد
کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے — وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ ۲ کورش گام ہر سُومی نہد — عاقبت نجہد و لے برمی جہد
اس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے — عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے

سُودند ہد بر جہیدن آں زماں — زانکہ نازِل شدُ بلا از آسماں
اس وقت اچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے — کیونکہ آسمان سے بلا اتر چکی ہے

قصہ آبگیر و صیّاداں و آں سہ ماہی کہ یکے عاقل و یکے نیم عاقل و
آں دیگر مغرور، اَبلہ، مُغفل، لاشیٔ و عاقبتِ ایشان
تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشیٔ تھی اور ان کا انجام

قصہ ۳ آبگیر ست اے عَنُود — کہ درو سہ ماہیِ اَشگرف بُود
اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے — جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں — قِشرِ اَفسانہ بُوَد ویں مغزِ جاں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہو گا لیکن وہ — قصہ کا چھلکا تھا اور یہ روح کا مغز ہے

چند صیادے سُوئے آں آبگیر — بَر گذشتند و بدیدند آں ضمیر
اس تالاب کی جانب چند شکاری — گزرے اور اس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند — ماہیاں واقف شدُند و ہوشمند
وہ دوڑے تاکہ جال لائیں — مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ عاقِل بُود عزم راہ کرد — عزمِ راہِ مُشکلِ ناخواہ کرد
جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی — ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت — کہ یقیں سستم کُنند از مَقدرت
کہنے لگی میں ان سے مشورہ نہ کروں گی — کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے ست کر دے گی

۱ زندہ۔ احمق انسان نہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اس کی طرح اس کے دم میں اثر ہو اور نہ مردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم سے زندہ ہو جائے۔ غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کرغورگی۔ جو انگور پکا پکائے ٹھہر کر کھٹارہ جاتا ہے اور نا قابل قبول ہوتا ہے۔

۲ جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سُود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آبگیر۔ تالاب جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

۳ قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ۔ مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔ آنکہ۔ ان تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔

مہر[1] ازاد و بُودِ شاں بر جاں زَند — کاہلی و جہلِ شاں بر من زَند
جائے پیدائش اور قیام کی محبت ان کی جان پر اثر کرے گی — ان کی سستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مَشورت بازندۂ باید نِکو — کہ تُرا زندہ کُند آں زندہ گو
مشورے کے لئے نیک اور زندہ دل چاہیے — کہ تجھے زندہ کر دے اور زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن — زانکہ پایت لنگ وارد رائے زن
اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر — عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

ازدم[2] حُبُّ الوطن بگزر مایست — کہ وطن آنسوست جاں ایں سُوی نیست
وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جانہ ٹھہر — اے جان! وطن ادھر ہے ادھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سُوئے شَط — ایں حدیثِ راست را کم خواں غلط
اگر تو وطن چاہتا ہے نہر کے اس کنارے پر چلا جا — اس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سِرِّ حدیث حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ وکثر خواندن شخصے
اس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں

دُعائے اِستنشاق را کہ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ بجائے
پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سنگھا دے

وردِ استنجا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ واجْعَلْنِیْ
استنجے کی دعا جگہ جو کہ اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے

مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ و شنیدنِ عزیزے و طاقت نیا وردن و باز نمودن
والوں میں سے کر دے ہے اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کرسکنا اور بتانا

دَر[3] وضو ہر عضو را وِردے جُدا — آمدہ است اندر خبر بہرِ دُعا
وضو کرنے میں ہر عضو کا جدا وظیفہ — حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ اِستنشاق بنی می کُنی — بُوئے جنت خواہ از ربِّ غنی
جب تو ناک میں پانی دے — بے نیاز رب سے جنت کی خوشبو چاہ

تاتُرا آں بُو کشد سُوئے جناں — بُوئے گل باشد دلیلِ گلستاں
تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے — پھول کی خوشبو چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ اِستنجا کُنی وِرد و سخن — ایں بُود یا رب تو زنیم پاک کُن
جب تو استنجا کرے وظیفہ اور کلام — یہ ہو گا کہ اے خدا تو مجھے اس سے پاک کر

[1] مہر۔ ان دونوں مچھلیوں پر وطن کی محبت غالب آ جائے گی اور وہ میرے ارادے میں مجھے سست کر دیں گی۔ اے مسافر۔ مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیے۔ خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

[2] ازدم۔ اس حدیث میں وطن سے آخرت مراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے اس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا۔ سر۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیے اسی طرح حب الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

[3] در وضو۔ بزرگان دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ۔ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں خدا تجھے جنت کی خوشبو سنگھا دے۔ تاتُرا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے۔ چونکہ استنجا۔ یہ دعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیے۔

دستِ من[1] اینجا رسید ایں را شُست
میرا ہاتھ یہاں پہنچا ' اس کو دھو دیا

دستم اندر شُستنِ جائست سُست
روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے زتو کس گشتہ جانِ ناکساں
اے خدا! تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے

دستِ فضلِ تُست در جانہا رساں
تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِّ من ایں بُود کردم من لئیم
مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی

زاں سُوئے حدر انقی کُن اے کریم
حد کی اس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدَث شُستم خدایا پُوست را
اے خدا میں نے ناپاکی سے کھال کو دھولیا

از حوادث تو بشوُ ایں دُوست را
تو اس دوست کو حوادث زمانہ سے دھو دے

آں[2] یکے در وقتِ اِستنجا بگفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا

کہ مَرا با بُوئے جنّت دار جُفت
مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب وِرد آوردۂ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا

لیک سُوراخِ دُعا گم کردۂ
لیکن تو نے دعا کی سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دُعا چوں وِردِ بینی بُود چوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا ' کیوں

وِردِ بینی را تو آوردی بکوں
تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحہ جنّت ز بینی یافت حُر
آزاد آدمی جنت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے

رائحہ جنّت کے آید از دُبُر
مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے[3] تواضع بُردہ پیشِ ابلہاں
اے بیوقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے

وے تکبّر کردہ تو پیشِ شہاں
اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے

آں تکبّر برخساں خوب ست و چُست
تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے

ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تُست
خبردار! الٹا نہ چل ' اس کا الٹا تیری بیڑی ہے

از پئے سُوراخِ بینی رَست گل
پھول ' ناک کے سوراخ کے لئے اگا ہے

بُو وظیفہ بینی آمد اے عتل
اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بُوئے گل بہرِ مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے

جایِ آں بُو نیست ایں سوراخِ زیر
یہ نچلا سوراخ اس کی خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے ازینجا بُوئے خُلد آید تُرا
تجھے جنت کی خوشبو اس جگہ سے کب آئے گی؟

بُو ز موضع جُو اگر باید تُرا
اگر تجھے خوشبو چاہیے تو اس کو جگہ سے تلاش کر

---

[1] دستِ من۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاست ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے زتو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔ حدِّ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاست ظاہری سے پاکی حاصل کر لے نجاست ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حَدَث۔ وہ چیز جس سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث۔ یعنی دنیوی معاملات۔

[2] آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔ سوراخ۔ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ کون۔ پاخانہ کا سوراخ دبر۔ پاخانہ کا سوراخ۔

[3] اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیا دار۔ شہاں۔ یعنی بزرگان دین۔ بند۔ انسان کی الٹی چالیں اس کی رفعت اور بلندی کے لئے مانع ہیں۔ زست گل۔ پھول سونگھنے کے لئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عتل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔ سوراخ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازینجا۔ یعنی پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو محسوس نہیں ہو سکتی۔

همچنیں حُبُّ الوطن باشد دُرست[1] تو وطن بشناس اے خواجہ نخست

اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے

عقلمند مچھلی کا واقف ہو جانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے

مشورت با دیگراں از حکمت

بغیر روانہ ہو جانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کنم دل زرای و مشورت شاں بر کنم

اس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں ان کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں راہ کن چوں علیؑ تو آہ اندر چاہ کن

خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا حضرت علیؑ کی طرح تو کنویں میں آہ کر

محرمِ[2] آں راہ کمیاب ست و بس شب روی پنہاں روی کن چوں عسس

اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سُوئے دریا عزم کن زیں آب گیر بحر جُو و ترکِ ایں گرداب گیر

اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر سمندر کی تلاش کر اور اس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پاساخت دمی رفت آں حذور از مقامِ باخطر تا بحرِ نُور

وہ مختلط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی بر خطر مقام سے' نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے اُو سگ بُوَد می دَوَد تا در تنش یک رگ بُوَد

اس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو وہ دوڑتا ہے جب تک اس کے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پے خطاست خواب خود در چشمِ ترسندہ کجاست

خرگوش کی نیند اور کتا درپے' غلط ہے ڈرنے والے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے

رفت[3] آں ماہی رہِ دریا گرفت راہِ دُور و پہنہ پہنا گرفت

وہ مچھلی چلی گئی' دریا کی راہ لی دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت رفت آخری سُوئے امن و عافیت

وہ بہت سی تکلیفوں سے دو چار ہوئی انجام کار امن اور عافیت کی جانب چلی گئی

خویشتن افگند در دریائے ژرف کہ نیابد حدِّ آں را ہیچ طرف

اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

[1] درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزو ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اس کو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے۔ ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کروں گی۔ چوں علی۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہو کر آہ کرنا چاہی تو کوئی اس آہ کا محرم نہ پایا اور کنویں میں منہ لٹکا کر آہ کی تھی۔

[2] محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیے سانک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سُوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رخ کرنا چاہیے۔ یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لا محدود تحقیقی اختیار کرنی چاہیے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو۔ وہ اس طرح دوڑ کر پر خطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی غلطی ہے۔

[3] رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہو گئی راس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کر لیا۔ نہاں۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں امن کی جگہ پہنچ گئی۔ خویشتن۔ اس نے اپنے آپ کو دریائے ناپیدا کنار کے حوالے کر دیا۔

پس[1] چو صیاداں بیا وردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے

نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی ' ہائے میں نے وقت گنوا دیا

چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

نا گہاں رفت اُو ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی' لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے

می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھے بھی جلد اس کے پیچھے جانا چاہیے تھا

ایں زماں سُودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے

چوں گنم چوں فوت شد آں فرصتم
کیا کروں ' جب کہ وہ موقع جاتا رہا؟

پرّ گذشتہ حسرت آوردن خطاست
گزشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے

بازناید رفتہ یاداں ہباست
گیا وقت نہیں لوٹتا ہے اس کی یاد بیکار ہے

قصۂ[2] آں مُرغِ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ برگذشتہ پشیمانی مخور

اس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گزشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخنِ مُحال باور مکن و در تدارکِ وقت اندیش و

اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی

وقت ضائع نہ کر

آں یکے مُرغے گرفت از مکر و دام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا

مُرغ اُورا گفت کاے خواجہ ہُمام
اس سے پرند نے کہا کہ اے خواجہ بزرگ!

تو یکے مُرغے ضعیفے ہمچو من
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو

صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن
شکار کر لیا ' فرض کر کھا لیا ' اے نیک گمان

تو بسے[3] گاواں و میشاں خوردۂ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں

تو بسے اُشتر بقرباں کردۂ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن
تو زمانہ میں ان سے پیٹ بھرا نہ بنا

ہم نگردی سیر از اجزاے من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھرے گا

مر مرا آزاد گرداں از کرم
کریم کر کے مجھے آزاد کر دے

اے جواں مردِ کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

[1] پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اس عقلمند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چل دی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اس کے پیچھے چل دینا چاہیے۔ ایں زماں۔ گزشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گزرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اس پر افسوس کرنے کی بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہو سکے

[2] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گزشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اس پرند نے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کر کے کھا بھی لے گا تو بھی کیا فائدہ ہوگا۔

[3] تو بسے۔ پرند نے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور ان سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کر کے آزاد کر دے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

هِل مرا تا کہ سہ پندت بَرد ہم
مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں

تابدانی زِیرَکم یا اَبلہم
حتی کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل اَز آں پندے دہم بردستِ تُو
ان میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر بیٹھے ہوئے

بد ہمت اے جان و دل سَرمست تُو
تجھے کروں گا اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سَرِ دیوار بدہم ثانیش
ان میں سے دوسری دیوار پر بیٹھ کر کروں گا

تا شَوی زاں پند شاد و خوب و کَش
تاکہ تو اس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سُوم پندت دہم من بر درخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر پہنچ کر کروں گا

کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت
تاکہ تو ان تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بن جائے

انچہ بر دست ست اینست آں سخن
جو ہاتھ پر بیٹھے ہوئے کرنی ہے وہ یہ بات ہے

کہ مُحالے رازَ کس باوَر مکن
کہ ناممکن بات پر کسی کا یقین نہ کر

بَر کفش چوں گفت اوّل پند رفت
اس کے ہاتھ پر بیٹھے ہوئے جب پہلی نصیحت کہہ دی گیا

گشت آزاد و برآں دیوار رفت
آزاد ہو گیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت ۲ دیگر بَر گذشتہ غم مخور
دوسری نصیحت کہ گزری ہوئی بات پر غم نہ کر

چوں زتو بگذشت زاں حسرت مبَر
جب تجھ سے گزر گئی اس پر حسرت نہ کر

بَعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم
اس کے بعد اس نے اس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا

وہ درم سَنگ ست یک دُرِّ یتیم
دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تُو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ

بُود آں گوہر بحقِّ جانِ تُو
تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی دُر کہ روزیت نبُود
تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا

کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجُود
کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہو گی

آنچناں ۳ کہ وقتِ زادن حاملہ
جس طرح حاملہ عورت جننے کے وقت

نالہ دار و خوابہ شُد دَر غلغلہ
فریاد کرتی ہے (وہ شکاری) خواہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ
غمگین ہو گیا ہے اور کہتا تھا ' ہائے ہائے

ایں چرا کردم کہ شُد کارم تباہ
یہ میں نے کیوں کیا کہ میرا کام برباد ہو گیا

مَن چرا آزاد کردم مَر تُرا
میں نے تجھے کیوں آزاد کیا

زیں حِیَل از راہ بُردی مَر مرا
تو نے ان چالوں سے مجھے گرا کر دیا

۱ اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کروں گا کہ تو مجھے چھوڑ دے گا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کروں گا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ انچہ بردست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کر دی تو شکاری نے اس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

۲ گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گزشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ در یتیم۔ در یکتا۔ دولت اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق۔ یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کر دی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

۳ آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سن کر وہ شکاری اس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جننے وقت کرتی ہے گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے تباہ و برباد کر دیا ورنہ میں موتی کے ذریعہ بہت دولتمند بن جاتا۔

مُرغِ گفتش نے نصیحت کردمت — کہ مَبادا بَر گذشتہ دی غمت
پرند نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کردی — کہ کل کی گزشتہ بات پر تو غمگین نہ ہو

چوں گزشت ورفت غم چوں میخوری — یانکردی فہم پَندم یا کرَی
جبکہ رفت و گزشت ہوگئی تو کیوں غم کرتا ہے؟ — یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے' یا تو بہرا ہے

واں دُوم پَندت بگفتم کَو ضلال — ہیچ تو باور مکن قولِ مُحال
میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے — تو کبھی ناممکن بات کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سَنگ اے اَسَد — دہ درم سنگ اندرنم چوں بُود
میں خود تین درہم بھر نہیں' ہوں' اے شیر! — دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہو گا؟

خوجہ۲ باز آمد بخود گفتا کہ ہیں — باز گو پندِ سُوم اے نازنیں
خواجہ ہوش میں آیا' بولا کہ ہاں — اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں — تا بگویم پندِ ثالث رائگاں
اس نے کہا ہاں تو نے ان دو پر اچھا عمل کیا — تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت و بَر پرید و شاد رفت — سُوئے صحرا سَر خوش و آزاد رفت
یہ کہا اور اڑ گیا اور خوش ہو کر چل دیا — سیدھا اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پَند۳ گفتن با جَہُولِ خوابناک — تخم افگندن بُود در شورہ خاک
نادان جاہل کو نصیحت کرنا — شوری زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حمق و جہل نہ پذیرد رفو — تخمِ حِکمت کم دہش اے پندگو
حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے — اے نصیحت کرنے والے اس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بُود — چونکہ تو پَندش دہی اُو نشنود
کیونکہ جاہل جہل کا غلام ہوتا ہے — جب تو اسے نصیحت کرے گا وہ نہ سنے گا

چارہ اندیشیدن آں ماہیِ نیم عاقل و خود را مُردہ کردن
اس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مردہ بنا لینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا — چونکہ ماند از سایۂ عاقل جُدا
مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا — چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جدا ہو گئی تھی

کو سُوئے دریا شُد و از غم عتیق — فوت شُد از من چُناں نیکو رفیق
کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہو گئی — مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

۱ مُرغ پرند نے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گزری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اس گزری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔

واں دُوم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کرلیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کل وزن ساڑھے دس ماشے بھی نہ ہو اس کے پوٹے میں تین تولے کا موتی کیسے ہو سکتا ہے۔

۲ خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اس نے کہا تیسری نصیحت بھی سنا دے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سنا کر ضائع کروں اس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اس کو نصیحت نہ کر۔ ایں۔ بگفت۔ اس پرندے نے طنزاً وہ جملے کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

۳ پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شورزمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابل اصلاح ہے۔ نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے نہ سنے گا۔ چارہ اندیشیدن۔ مکمل عقلمندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت دفعیہ کی تدبیر کرے نیم عقلمندی یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ہی نجات کی صحیح تدبیر کرے۔ سایہ عاقل۔ یعنی وہ مچھلی جو چلی گئی تھی۔ عتیق۔ آزاد۔

لیک[1] از زاں نندیشم و بر خود زنم
لیکن میں اس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف برداشت کرتی ہوں

خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم
اس وقت اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں

پس بر آرم اشکمِ خود بر زبر
پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں

پُشت زیر و می رَوم بر آب بر
پشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آ جاتی ہوں

می رَوم بروَے چنانکہ خس رَوَد
اس پر اس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے

نے بسَباحی چنانکہ کس رَوَد
نہ کہ تیراکی ہے جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب
میں اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں

مَرگ پیش از مَرگ امن ست از عذاب
مرنے سے پہلے مر جانا' عذاب سے امن ہے

مَرگ پیش از مَرگ امن ست اے فتےٰ
اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا امن ہے

آنچنیں فرمودہ مارا مصطفیٰ
مصطفیٰ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِن قَبلِ اَن
فرمایا تم سب مر جاؤ اس سے پہلے کہ

یَاتِیَ المَوتُ تَمُوتُوا بِالفِتَن
موت آئے اور فتنوں سے مرد

ہمچناں مُرد و شِکم بالا فگند
اسی طرح مردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا

آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند
پانی کبھی اس کو نیچے لے جاتا' کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غُصّہ خورد
ان ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا

کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد
کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شُد اُوزاں گفتِ دریغ
اس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی

پیش رفت ایں بازیم رُستم زتیغ
میری یہ چال چل گئی' میں تلوار سے بچ گئی

پَس گرفتش یک صیّادِ ارجمند
پھر اس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا

پَس بروتُف کردو بر خاکش فگند
پھر اس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غَلَط[3] غَلطاں رفت پنہاں اندر آب
وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی

ماندآں احمق ہمی کرد اِضطراب
وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ از راست می جَست آں سلیم
وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی

تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم
تاکہ دریا میں کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے

دام اَفگندند و اَندر دام ماند
انہوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی

احمقی اُورا دَراں آتش نشاند
بیوقوفی نے اس کو اس آگ میں بٹھا دیا

[1] لیک۔ اب گزشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مردہ بنالوں گی۔ برآرم۔ مچھلی مر کر الٹی ہو کر سطح آب پر آ جاتی ہے۔ می روم۔ پانی کے ساتھ اس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ سباحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف ہے مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی نجات اسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کر لو۔

[2] مُوتُوا بالفتن۔ مقام فنا کو اختیار کرو گے تو فتنوں میں مبتلا ہو کر مرو گے۔ ہمچناں۔ جیسا اس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت

[3] غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کر لے سلیم۔ سادہ مزاج بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اس کو جال سے پکڑ لیا اور اس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

برسرِ آتش بہ پُشتِ تابہ
آگ پر، توے کی پشت پر

با حماقت گشت اُو ہمخوابہ
وہ حماقت سے ہم خواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تُفِ سَعیر
وہ آگ کی گرمی سے ابل رہی تھی

عَقل اِی گفتش اَلَم یَاتِک نَذِیر
عقل اس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا

اُو ہمی گفتِ از شکنجہ وز بَلا
وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی

ہمچو جانِ کافراں قَالُوا بَلٰی
کافروں کی روح کی طرح "کیوں نہیں"

باز می گفت اُو کہ گر ایں بار من
پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں

وَارہم از محنتِ گردن شِکن
گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جُز بدَ ریائی وطن
میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی

آبگیرے را نسازم من سَکن
میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و ایمن شوم
لامحدود پانی تلاش کروں گی، امن سے ہو جاؤں گی

تا اَبد در اَمن و در صحت رَوم
ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیں ۲ می کرد با خود عہدہا
وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی

کز چُنیں وَرطہ اگر گردم رہا
کہ اگر اس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقِل بگیرم روز و شب
دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی

تا نیُفتم در چُنیں رنج و تعَب
تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیانِ ۳ آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتاری وندم ہیچ سُود
اس کا بیان کی احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید

ندارد کہ وَلَو رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُھُوا عَنہُ وَاِنَّھُم لَکَاذِبُونَ
نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں

ہیچ کاذِب وَفا ندارد
کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے

عَقل می گفتش حماقت باتواست
عقل اس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہے

باحماقت عَہد را آید شکست
حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عَقل را باشد وفائے عہدہا
عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے

تو نداری عقل رَوائے خَربہا
تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

۱ عقل۔ عقل اس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانے والے نہ آئے تھے۔ لانہی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ بازمی گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رخ کروں گی یہی حال ان لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سنیں گے۔

۲ ہمچنیں۔ اب وہ دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

۳ بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے ان عہدوں اور دعووں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔ عَقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خربہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

چونکہ عقلت نیست نسیان[1] میرِ تُست
چونکہ تجھے عقل نہیں ہے بھول تیرے اوپر حکمراں ہے

دشمن و باطل کنِ تدبیرِ تُست
وہ تیری تدبیر کا باطل کرنے والا اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ حَسیس
کمینہ پرواز عقل کی کمی کی وجہ سے

یاد نارد ز آتش و سوز و حَسیس
آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پَرش سوخت توبہ می کُند
جب اس کے پر جلے توبہ کرتا ہے

آز و نسیانش بر آتش می زَند
حرص اور اس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط[2] و دَرک و حافظی و یادداشت
ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یاد داشت

عَقل را باشد کہ عَقل آنرا فراشت
عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے ان کو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بُود
جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟

چوں مُذکِر نے لیابش چوں بُود
جبکہ یاد دلانے والا نہیں ہے اس کی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمنا ہم زبے عقلیِ اُوست
یہ تمنا بھی اس کی بے عقلی سے ہے

کہ نہ بیند کاں حماقت راچہ خُوست
کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بُود
وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی

نے ز عقلِ روشنِ چوں گنج بُود
نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ[3] شد رنج آں ندامت شد عَدم
جب تکلیف ختم ہوئی وہ ندامت ختم ہو گئی

می نیرزد خاک آن توبہ و نَدم
وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں نَدم از ظلمتِ غم بَست بار
اس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے

پس کَلامُ اللَّیلِ یَمحُوہُ النَّھار
تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش
جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا

ہم روداز دل نتیجہ و زادہ اش
دل سے اس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چل جاتی ہے

می کُند اُو توبہ و پیرِ خرد
وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل

بانگ لَو رُدُّوا لَعَادُوا می زند
پکارتی ہے اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہیں کریں گے

دَر بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اُو ست
اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اس کا مخالف ہے

و با اُو ماند و اُو نیست
اور اس کے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

[1] نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ از کمی۔ پروانہ میں عقل کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اس کو جلا دیتی ہے۔

[2] ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر۔ یعنی عقل۔ تابش۔ یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اس کو اس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ لیاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا۔ یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

[3] چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائے گا ندامت بھی ختم ہو جائے گی اسی لئے اس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائے گی ندامت بھی باقی نہ رہے گی نتیجہ یعنی ندامت۔ پیر خرد۔ تجربہ کار عقل۔ دربیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

عَقل ضِدِّ شہوت ست اے پہلواں — آنکہ شہوت می تند عقلش مخواں
اے بہادر! عقل شہوت کی ضد ہے — جو شہوت کا چکر کاٹے' اس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست — وہم قلب و نقد زر عقلہاست
اس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے — وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل — ہر دو را سوئے محک کن زود نقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے — دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیاء — چوں محک مر قلب را گوید بیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے — کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے' آ جا

تا بہ۲ بینی خویش راز آسیب من — کہ نہ اہلِ فراز و شیب من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے — کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گرارّہ سازد وہم — ہمچوں زر باشد در آتش اُو بسیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے — وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہو گی

مُجاوباتِ موسیٰ کہ صاحب عقل بُود با فرعون کہ صاحب وہم بُود
حضرت موسیٰ کے جو عقلمند تھے' فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را — عقل مر موسیٰ جاں افروز را
عالم سوز' فرعون کے لئے وہم ہے — جان کو منور کرنے والے موسیٰ کے لئے عقل ہے

رفت۳ موسیٰ بر طریق نیستی — گفت فرعونش بگو تو کیستی
حضرت موسیٰ فنا کے مقام کے طریقہ پر لانہ ہوئے — فرعون نے ان سے کہا بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذوالجلال — حجتہ اللہ ام امانم از ضلال
انہوں نے کہا میں عقل ہوں ذوالجلال کا رسول ہوں — میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے امن دلانے والا ہوں

گفت نے خامش رہا کن ہائے و ہوی — نسبت و نام قدیمت را بگوی
اس نے کہا چپ' ہائے و ہو ختم کر — اپنا پہلا نام اور نسبت بتا

گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش — نام اصلم کمترین بندگانش
فرمایا میری نسبت اس کے خاکداں سے ہے — میرا اصلی نام اس کا کمترین بندہ ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید — زادہ از پشتِ جواری و عبید
اس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں — لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

۱ عقل۔ شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اس کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔ وہم۔ جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک۔ عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

۲ تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات ان کے مطابق نہیں ہیں۔ عقل۔ عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائے گا اس کا خالص ہونا واضح ہو گا۔ بسیم۔ مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰ صاحب عقل تھے۔

۳ رفت۔ حضرت موسیٰ فرعون کے پاس پہنچے اور اس وقت وہ مقام فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا میں عقل مجسم ہوں۔ خدا رسول اور اللہ کی دلیل' لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسبت بتا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے کہا میرا نسبت تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت بطن سے پیدا ہوا ہوں۔

نسبتِ[1] اصلم ز خاک و آب و گل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے

آب و گل را داد یزداں جان و دل
پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے

مرجعِ ایں جسمِ خاکم ہم بخاک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے

مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک
اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل

ہست از خاکے و آنرا صد نشاں
خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟

از غذائے خاک فربہ گردنت
خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں[2] رود جاں می شود او باز خاک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائے گا

اندراں گورِ مخوّف سہمناک
خوفناک ڈراونی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی

خاک گردند و نماند جاہِ تو
خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیرِ ایں نسب نامیت ہست
اس نے کہا اس نسبت کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے

مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست
وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام

کہ از و پرورد اوّل جسم و جانش
جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش نہ پائی

بندۂ[3] باغی و طاغی و ظلوم
تو ظالم اور سرکش باغی غلام ہے

زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
برے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غدّاری و حق ناشناس
تو خونی اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے

ہمبریں اوصاف خود می کن قیاس
اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور شکستہ حال رہا

کہ ندانستی سپاسِ ماو حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گزاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بُود با آں مُلیک
انہوں نے فرمایا خدا! بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو

در خداوندی کسِ دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر مُلک و او را یار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے

بندگانش را جز او سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

---

[1] نسبت۔ میں آدم کی اولاد ہوں۔ آدم کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا۔ مرجع۔ میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائے گا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ اصل ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔ نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔

[2] چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصہ سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور یہ ہے۔ فرعون کا غلام فرعون کے غلاموں کا غلام کا رد۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔

[3] بندہ۔ تو غلام تو ہے تو باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعل شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم برین۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اور اوصاف سمجھ لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدائے واحد تم جس کو کسی مددگار کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے بندوں کا تنہا خدا ہے۔

نیست خلقش را دگر کس مالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے

شرکتش[1] دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی شرکت کا کون دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

نقش اُو کردہ ست و نقاشِ من اُوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورت گر وہی ہے

غیر اگر دعویٰ کند اُو ظلم جُوست
غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن
تو میری ابرو بھی نہیں بنا سکتا

چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ آں غدّار و آں طاغی توئی
بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے

کہ کُنی باحق تو دعویِ دُوئی
جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکُشتم[2] من عَوانے را بسہو
اگر میں نے ایک خطا کار بھولے سے مار ڈالا

نے برائے نفس کُشتم نے بلہو
تو نفس کے لئے نہیں مارا نہ کھیل سے

مَن زدم مُشتے وناگہ اُو فتاد
میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا

آنکہ جانش خود نہ بُد جانے بداد
جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دیدی

مَن سگے کُشتم تو مُرسل زادگاں
میں نے ایک کتے کو مارا تو نے رسول کی اولاد کے

صَد ہزاراں طفلِ بے جُرم و دیاں
لاکھوں بے خطا اور بے قصور بچے

کُشتہ[3] و خونِ شاں دَر گردنت
قتل کئے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے

تا چہ آید بر توزیں خوں خوردنت
دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

کُشتہ ذُرّیتِ یعقوبؑ را
تو نے حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے

بر اُمید قتلِ من مطلوب را
میرے قتل کی امید پر جو تیرا مقصود تھا

کوریِ تو حق مَرا خود برگزید
تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چن لیا

سرنگوں شد انچہ نفست می پزید
تیرا نفس جو خیال پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک
اس فرعون نے کہا ان باتوں کو چھوڑ بلاشک

ایں بُود حقِ من و نان و نمک
میرا اور نام و نمک کا یہی حق تھا

کہ مَرا پیشِ حَشر خواری کُنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے

روزِ روشن بر دلم تاری کُنی
اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کر دے

گفت خواریِ قیامت صَعب تَر
موسیٰ نے فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے

گر نداری پاسِ من در خیر و شر
اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کرے گا

[1] شرکتش۔ جو اس کی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہو گا۔ نقش۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہی میرا صورت گر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ غدار۔ میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

[2] گر بکُشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا۔ خود نہ بُد۔ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی۔ مُرسَل۔ یعنی حضرت یعقوب۔ کُشتہ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولاد یعقوب کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

[3] کُشتہ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰ کو قتل کرنا تھا۔ کوری تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے برسر مجمع ذلیل کرتا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا لحاظ نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہو گا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

زخمِ[1] یکے رانمی تانی کشید — زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید
جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کر سکتا — سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟
ظاہراً کارِ تو ویراں می کُنم — لیک خارے را گلستاں می کُنم
میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں — لیکن میں کانٹے کو گلستاں بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و دُرستی در شکستگی و مُراد در بے مُرادی و وجود در عدم و علیٰ ہذا

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں

بقیۃ الاضداد والازواج

اور جوڑوں کو قیاس کر

آں[2] یکے آمد زمیں رامی شگافت — اَبلہے فریاد کردو بر نتافت
ایک شخص آیا ' زمین کھودنے لگا — ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کر سکا
کایں زمیں را از چہ ویراں می کُنی — می شگافی و پریشاں می کُنی
کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ — کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے
گفت اے اَبلہ برو بر من مَراں — تو عمارت از خرابی باز داں
اس نے کہا اے احمق! جا مجھ پر حکم نہ چلا — پہلے تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے
کے[3] شود گلزار و گندم زار ایں — تانگردد زِشت و ویراں ایں زمیں
یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ — جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو
کے شود بُستان و کشت و برگ وبَر — تانگردد نظمِ اُو زیر و زبر
باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں — جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو
تانہ بشگافی بہ نشتر ریشِ پغز — کے شود نیکوو کے گردید نغز
جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے — وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے
تانسوزد خلطہایت از دَوا — کے رَود سُودش کُجا یابد شفا
جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں — اس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے
پارہ پارہ کردہ دَرزی جامہ را — کس زندآں دَرزیِ علّامہ را
درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا — اس ماہر درزی کو کون مانتا ہے؟

[1] زخمِ یکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کر سکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیئے گا۔ ظاہراً جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اس میں ہی میری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

[2] آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا۔ کایں۔ اس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اس کی مٹی کو متفرق کر رہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کر سکتا ہے۔

[3] کے شود۔ زمین کو جب تک الٹا پلٹا نہ جائے نہ اس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ پغز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو برا نہیں کہتا ہے۔

کہ چرا ایں اطلس برگزیدہ را
کہ اس منتخب اطلس کو کیوں

بر دریدی چہ کنم بد ریدہ را
تو نے پھاڑا' میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر[1] بنائے کہنہ کاباداں کنند
جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں

نے کہ اوّل کہنہ را ویراں کنند
کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حدّاد و قصاب
اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی

ہست شاں پیش از عمارتہا خراب
تعمیرات سے پہلے ان کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن
ہیڑ اور ہیڑے کا کوٹنا

زاں تلف کردند معمورِ تن
اس بردباری سے لوگوں نے جسم کی تعمیر کی ہے

تانکوبی گندم اندر آسینا
جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا

کے شود آراستہ زاں خوانِ ما
اس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہو گا

جواب دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را در تہدید او
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اس کی دھمکی کے بارے میں

ایں[2] تقاضا کرد آں نان و نمک
اس نان و نمک نے یہ چاہا

کہ ز شستت وارہانم اے سمک
کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں

گر پذیری پندِ موسیٰ وارہی
اگر تو موسیٰ کی نصیحت کو قبول کرلے گا تو نجات پاجائے گا

از چنیں شست بدنا منتہی
ایسے برے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بسکہ خودرا کردۂ بندہ ہوا
تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنا لیا ہے

کرمکے را کردۂ تو اژدہا
کہ تو نے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا[3] را اژدہا' آوردہ ام
میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں

تا باصلاح آورم من دمبدم
تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تادم آں از دمِ ایں بشکند
تاکہ اس کی پھنکار کو اس کی پھنکار دبا دے

مارِ من آں اژدہا را بر کند
میرا سانپ اس اژدہے کو برباد کر دے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار
اگر تو راضی ہو گیا تو دونوں سانپوں سے بچ گیا

ورنہ از جانت برآرد آں دمار
ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السّلام را و تہدیدِ او
فرعون کا حضرت موسیٰ کو جواب دینا اور اس کی دھمکی

[1] ہر بنائے۔ جب پرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو ان بنیادوں کو اکھاڑ دیا جاتا ہے بھچنیں۔ جتنے کاریگر ہیں ان کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ ہیڑہ۔ تلف۔ یعنی ان کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تانکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔

[2] ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلادوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرلے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پاجائے گا۔ کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے۔

[3] اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اس کے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تادم۔ اس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

گفت ۱ الحق سخت اُستا جادوئی — کہ در افگندی بمکرِ اینجا دُوئی
اس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے — کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خَلقِ یک دل را تو کردی دو گرو — جادوئی رخنہ کُند در سنگ و کوہ
تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا — تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السّلام جادوئی و سحر را از خود
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغام خدا — جادوئی کہ دید بانام خدا
انہوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں — خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کُفرست مایہ جادوئی — مشعلہ دینست جانِ موسوی
جادوگری کا مدار اللہ سے غفلت اور کفر پر ہے — موسیٰ کی جان دین، کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے قبیح — کز دَمم پُر رشک می گردد مسیح
اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟ — کہ میرے دم سے مسیح پر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جُنُب — کہ زجانم نُور می گیرد کُتُب ۲
اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث — کز خدا نازِل شوَد بَرمن حدیث
اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چوں تو با پرّ ہوا بَرمی پَری — لا جرم برمن گماں آں می بَری
تو چونکہ ہوس کے پروں سے اڑتا ہے — لا محالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہَر کِرا ۳ افعالِ دام و دَد بُوَد — برکریمانش گمانِ بد بُوَد
جس کے چرندوں اور درندوں کے کام ہوں — اس کا بھلوں کے بارے میں برا گمان ہوتا ہے

چوں تو جُزوِ عالمی پس اے مہیں — کُل را بَر وصفِ خود بینی غَوی
چونکہ تو دنیا کا جزو ہے اس لئے اے ذلیل! — تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردَد سَرت — خانہ را گردندہ بینند منظرت
اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے — تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بریم رواں — ساحلِ یم را ہمی بینی دواں
اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے — دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

۱ گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔ نفی۔ حضرت موسیٰ نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ مسیح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔

۲ کُتُب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔

۳ ہر کِرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں دنیا دار ہے اس لئے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے۔ جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ورتو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

گر تو ۱ باشی تنگدل از ملحمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے

تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
تو پوری دنیا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش باشی بکام دوستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے

اینجہاں بنمایدت چوں گلستاں
یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے

او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
انہوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے

او ندیدہ جز مگر بیع و شرے
انہوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے

او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
انہوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالب ۲ ہر چیز اے یارِ رشید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے

جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مُدرکے جز رنگ و بُو
جبکہ اس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے

جملہ اقلیمہا را گو بجُو
کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمدنا گہاں
بیل اچانک بغداد میں آ گیا

بگذرد اُوزیں سراں تا آں سراں
اس جانب سے اس جانب گزر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں

او نہ بیند جز کہ قشرِ خربزہ
وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ بُود ۳ افتادہ در راہ یا حشیش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس

لائقِ سیرانِ گاوی یا خریش
جو گائے کی رفتار اور اس کی حماقت کے لائق ہے

خشک برمیخ طبیعت چوں قدید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک ہے

بستہ اسباب و جانش لا یزید
وہ اسباب سے وابستہ اس کی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضایِ خرقِ اسباب و علل
اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا

ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل
اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مبدل شود چوں نقشِ جاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے

تو بنو بینند جہانے در عیاں
تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

۱ گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔ ور تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اس کو تمام دنیا پر مسرت معلوم ہو گی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئے گا۔ ہری ملک ہرات۔

۲ طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اس کو نظر آتی ہے۔ مُدرک۔ معلوم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو۔ یعنی جو شخص باطن بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اس کو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئے گا۔ گاؤ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

۳ کہ بُود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بین انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے مزاج کی مثال اس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹ رہا ہے۔ واں فضای۔ اسباب و علل سے گزر کر جب انسان اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں سبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے تو اس کو ایک وسیع میدان ملتا ہے۔ ہر زماں۔ اس مقام پر پہنچ کر تجدد امثال کے طریقہ پر اس کو نئے عالم نظر آتے ہیں۔

گر ابُود فردوس و انہارِ بہشت — چوں فسُردہ یک صفت شد گشت زشت
خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں — جب ٹھہر کر یک صفت بن جائیں تو بری ہیں

اے ز غفلت از مُسبّب بے خبر — بندۂ اَسباب گشتی ہمچو خر
اے کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بے خبر ہو — تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بن گیا ہے

لا جرم اعمٰی دل و سرگشتہ، — مُضطرِب اَحوال و مُضطر گشتہ،
لا محالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہو گیا ہے — پریشان حال اور مجبور ہو گیا ہے

چشم بگشا و مُسبّب رانگر — تا شوی فارغ ز اَسبابِ ہر
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ — تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

بیان ۲ آنکہ ہر حسِ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگرست
اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے ہیں جن

کہ از مُدرِکاتِ آں حسِ دیگر بیخبرست چُنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد
کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور استاد دوسرے استاد کے کام

اعجمی از کارِ اُستادِ دیگرے بے خبرست و بے خبریِ اُو از انکہ
سے بے خبر ہے اور اس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اس کا کام نہیں ہے

وظیفہ اُو نیست دلیل نبُود کہ آں مُدرِکات نیست
اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مدرکات نہیں ہیں

چُنبرہ دید جہاں ادراکِ تُست — پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست
دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے — تیری ناپاک حس پاک لوگوں کا پردہ ہے

مُدّتے ۳ حسِ را بشوز آبِ عیاں — اِنچنیں داں جامہ شوئیِ صُوفیاں
مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھوتا رہا — صوفیوں کی جامہ شوئی اسی طرح کی سمجھ

چوں شدُی تو پاک پردہ برکند — جانِ پاکاں خویش را بر تو زند
جب تو پاک ہو جائے گا پردہ اٹھ جائے گا — پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کر دے گی

جُملہ عالم گر بُود نُور و صُوَر — چشم را باشد ازاں خوبی خبر
تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہو گا — آنکھ کو اس خوبی کی خبر ہو جائے گی

چشم بستی گوش می آری بہ پیش — تا نمائی زلف و رُخسارہ بُتیش
اگر تو آنکھ بند کر لے' کان کو سامنے لائے — تاکہ تو اس کو کسی بت کی زلف اور رخسارہ دکھائے

۱ گر بُود۔ مشہور ہے۔ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے۔ راز اے غفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے مسبب والا اسباب سے غافل ہے۔

۲ بیان۔ انسان کے ہر حس کے مدرکات جداگانہ ہیں یک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔ چنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔

۳ مدتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک و صاف کرنا چاہیے۔ چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہو جائیں گے بزرگوں کی حقیقت کو سمجھ لے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں

صورت اَر بانگے[1] از زند من بشنوم
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں

حسِ چشم ست آں ز دیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالَم من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں لیکن اپنے فن میں

فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن، حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیابینی ببیں ایں خوب را
خبردار! ناک تو آ اس حسین کو دیکھ

نیست بینی درخور ایں مطلوب را
ناک بھی اس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بُود مُشک و گلاب بُو برم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لوں گی

فنِ من اینست و علم و مخبرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم من رُخِ آں سیم ساق
میں اس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟

ہیں مکن تکلیف مالیس یُطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اس کی تکلیف نہ دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیرِ کژ
پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی

خواہ کژ غژ پیشِ اُو یار است غژ
خواہ تو اس کے سامنے ٹیڑھا ہے چلے یا سیدھا چلے

چشم[2] اَحول از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً قاصر ہے

ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ مکر و زرق
تو جو فرعون ہے مجسم مکر اور فریب ہے

مَر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[3] از خود دَر من اے کژ باز تو
اے ٹیڑھے کام والے، مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ

تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو
تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من زمن یک ساعتے
تھوڑی دیر کے لئے مجھ میری ذات سے دیکھ

تا واری کون بینی ساحتے
تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وَا رہی از تنگی و از ننگ و نام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائے گا

عشق اندر عشق بینی والسلام
عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بَدانی چونکہ رَستی از بَدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لے گا

گوش و بینی چشم می تاند شدن
کہ کان اور ناک آنکھ بن سکتے ہیں

---

[1] بانگے۔ سننا کان کا کام ہے۔ عالم۔ کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی۔ ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے۔ کے بہ بینم۔ ناک محبوب کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس۔ اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔

[2] چشم احول۔ بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔ تو کہ۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] منگر۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنے آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالم غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق۔ میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس۔ جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں — چشم گردد مُو بمُوی عارفاں
اس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے — عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبُود اوّل یقیں — در رحم بُود اُو جنینِ گوشتیں
یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی — وہ رحم مادر میں گوشت کا لوتھڑا تھا

عِلّتِ دیدن مداں پیہ اے پسر — ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر
اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ — ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پَری و دیو می بیند شبیہ — نیست اَندر دیدگانِ ہر دو پیہ
پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں — دونوں کی آنکھ میں چربی نہیں ہے

نور را باپیہ خود نسبت نبُود — نسبتش بخشید خلّاقِ وَدُود
روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی — خلاق و ودود نے اس کو نسبت عطا کی ہے

آدم[2] است از خاک کے ماند بخاک — جنّی است از نار بے ہیچ اشتراک
آدم خاک سے بنے ہیں خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟ — بغیر مناسبت کے جن آگ سے پیدا ہوئے ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پَری — گرچہ اصلش اُوست چوں می بنگری
پری آگ کے مشابہ نہیں ہے — اگرچہ اس کی اصل وہ ہے جب تو غور کرے گا

مُرغ از بادست[3] کے ماند بباد — نامناسب را خدا نسبت بداد
پرند ہوا سے پیدا ہوا ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟ — غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اَصلہا — ہست بیچوں اَرچہ دادش وصلہا
ان فروع کی اصول سے نسبت — بے نظیر ہے، اگرچہ خدا نے جوڑ ملا دیئے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہَباست — ایں پسر را باپدر نسبت کجاست
آدمی خاک اور ذروں سے پیدا ہوا ہے — اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد — ہست بیچون و خرد کے پے بَرد
اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے — وہ بے کیفیت ہے اور عقل اس کو کب پا سکتی ہے؟

بادِ[1] را بے چشم اگر بینش نداد — فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد
اگر اس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہے — تو اس نے قوم عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدُو — چوں ہمی دانست مے را از کدُو
اس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر لیا؟ — اس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

[1] شیریں زباں۔ یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علت نہ سمجھنا چاہیے۔ ورنہ۔ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھ دے۔

[2] آدمؑ۔ انسان خاک اور جن ناری ہے لیکن اب ان میں اور ان کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مرغ۔ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ ان اصول اور فروع میں وہ نسبت ہے جس کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔

[3] باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قوم عاد پر جو ہوا مسلط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کرتی تھی۔

آتشش نمرود را گر چشم نیست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے

با خلیلش چوں تجشم کردنی ست
اس کے خلیل کے ساتھ اس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی

ارچہ قبطی راز سبطی می گزید
تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ بادیدار شُد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے

پس چرا داؤد را اُو یار شُد
تو وہ حضرت داؤد کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں را گر نبودے چشمِ جاں
اگر اس زمین کی جان کی آنکھ نہ ہوتی

از چہ قاروں را فرو خورُد آنچناں
تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنانہ را
اگر (اسطوانہ) حنانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی

چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را
تو ان عقلمند کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ ور
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے

چوں گواہی دادے اندر مُشت در
تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد برکش تو پرّو بالہا
اے عقل تو بال و پر کھول لے

سورہ برخواں زُلزلَتْ زِلزَالَھَا
سورۂ زُلزلَتْ زِلزَالَھَا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بر نیک وبد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں

کے ز نادیدہ گواہیہا دہد
بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحدِّثُ حالَھَا وَ اَخبَارَھَا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائے گی

تُظھِرُ الاَرضُ لَنَا اَسرَارَھَا
زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں ۳ فرستادن مرا پیشِ تو میر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا

ہست بُرہانے کہ بُد مرسل خبیر
اس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

کہ چُنیں دارُو چناں ناسُور را
کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا

ہست در خُور از پئے تیسور را
سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بُودی پیش ازیں
تو نے اس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے

کہ خدا خواہد مَرا کردن گزیں
کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عَصا و نُور بگرفتہ بدست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر

شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست
تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

۱ آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لئے وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلا رہی تھی۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤد پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤد کو پہچان گئے تھے اور ان سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کے لئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

۲ زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لئے اس نے قارون کو نگل لیا۔ حنانہ۔ اسطوانہ حنانہ حضورؐ کے فراق پر رویا اس کی وجہ اس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زُلزلَتْ۔ سورۂ زلزال میں اس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کر دے گی۔

۳ ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

واقعاتے[1] سہمگیں از بہر ایں — گونہ گونہ نمودت رَبِّ دیں
اسی لئے خوفناک واقعات — دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

در خورِ سِرِّ بَد و طُغیانِ تو — تابدانی کوست دَر خوردانِ تو
تیرے بڑے عقیدے اور سرکشی کے مناسب — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تابدانی کو حکیم ست و خبیر — مصلحِ اَمراضِ دَرماں ناپذیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے — ناقابل علاج مرضوں کا مصلح ہے

تو بتا ویلات می گشتی اَزاں — کُور و کر کایں ہست از خوابِ گراں
تو تاویلوں کے ذریعہ ان سے بچتا تھا — اندھا اور بہرا کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں[2] طبیب و آں منجم دَر لَمع — دید تعبیرش بپوشید از طَمع
اور اس طبیب اور نجومی نے روشنی میں — اس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ در آید غصّہ در آگاہیت
اس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دور — کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذاے مختلف یا از طعام — طبعِ شوریدہ ہمی بیند مَنام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے — پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید اُو کہ نصیحت جُونہ — تُند و خونخواری و مسکیں خُونہ
کیونکہ اس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے — تو بدمزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کنند از مصلحت — لیک رحمت شاں فزونست از عنَت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں — لیکن ان کی محبت غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ[3] را باید کہ باشد خُوے رَب — رحمتِ اُو سَبق گیرد بر غَضب
بادشاہ کو چاہیے کہ خدائی مزاج کا ہو — اس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بُوَد مانندِ دیو — بے ضرورت خوں کُند از بہرِ ریو
نہ دیو کی طرح اس پر غصہ غالب ہو — اور مکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیِ مُخنّث وار نیز — کہ شود زن رُوپسی زان و کنیز
نہ ہیجڑے کی سی بردباری بھی نہ ہو — کہ اس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

دیو خانہ کردہ بُودی سینہ را — قبلہ سازیدہ بُودی کینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا — تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

[1] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لئے مجھے منتخب کر لیا ہے۔ درخور۔ وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناقابل علاج مرض کا علاج بھی فرما دیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو ان خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

[2] واں طبیب۔ اطبا اور نجومی ان خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو ان کی بات نہ مانے گا اور ان پر عتاب نازل کرے گا اس لئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور ہضم کے خرابی ایسے خوابوں کا سبب ہیں۔ بادشاہیاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رعایا پر ان کی شفقت ان کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ کو اخلاق الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت خدا کا خلق یہ ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اس کی شفقت پر غالب ہے۔ نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہیے۔ جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ رو پسی۔ رنڈی۔ زانیہ۔

شاخِ اتیزت بس جگرہا را کہ خست
تیرے تیر سنگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے

نِک عَصا یم شاخِ شوخت را شکست
اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاخت بُردن براں جہانیاں
اس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارت گری کرنا اس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک

تا سُتُورِ دِژ کہ سَرحدِ غیب ست و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں
جو کہ غیب کی سرحد ہے اور ان کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرَ ود کافر تاخت آرد
جہاد نہیں کرتا' کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بُردند اَسپہ جسمانیاں جانبِ قلعہ و دِژِ رُوحانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا روحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فرو گیرند در بَندانِ غیب تا کسے ناید ازاں سُو پاک جیب
تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کر لیں تاکہ کوئی پاک دل اس جانب سے نہ آئے

غازیاں ۲ حملہ غزا چوں کم بُرند کافراں برعکس حَملہ آورند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حِلمِ خویش حَملہ نا وُردند بر توزِشت کیش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بردباری کی وجہ سے تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بُردی سُوئے دَر بَندانِ غیب تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا تاکہ غیب کے جوانمرد ادھر نہ آئیں

چنگ در صَلت و رَحمہا درز دی تا کہ شارِع را بگیری از بَدی
تو نے پٹھوں اور رحموں پر دست درازی کی تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شَہر ہے کہ ذُوالجلال بر گشادست از برائے اِنتسال
تو اس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جس کو خدا نے نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

سَد شدی ۳ در بَند ہارا اے لَجُوج کوریِ تو کرد سَر ہنگے خُروج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نِک منم سَر ہنگ و ہَنگت بشکنم نِک بنامش نام و ننگت بشکنم
اب میں سپاہی ہوں اور تیری ارادہ کو شکست دوں گا اب اس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دوں گا

۱ شاخ۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔
حملہ آوردن۔ قدر خداوندی کے خلاف فرعون کی تدبیر کا کہ دنیا کا عالم غیب پر حملہ کرنا ہے۔ ستور دژ۔ بضم اول و ثانی ترکی رومی لغت سے وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ اسپہ۔ سپاہ۔ دژ۔ قلعہ۔ دربنداں۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاک دل۔

۲ غازیاں۔ قدرت کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرات ہو جاتی ہے۔ کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہر۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔

۳ سد۔ بند۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰ۔ ہنگت۔ قصد تو۔

تو ہلا در بندہا را سخت بند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے

چند گاہے بر سِبالِ خود بخند
تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سَبلتِ را بر گند یک یک قدر
تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دے گی

تا بدانی کَالْقَدَرُ یُعْمِی الْبَصَر
تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سَبلتِ تو تیز تر یا آنِ عاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا قوم عاد کی

کہ ہمی لرزید از دم شاں بلاد
جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رُو تری یا آں ثمود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود

کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود
کہ ان جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو گری
اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بھڑکے گی

بشنوی و ناشنودہ آوری
تو سنی ہوئی بات کو ان سنی کر دے گا

توبہ کردم از سخن کا ختم
جو باتیں میں نے اٹھائیں ان سے توبہ کرتا ہوں

بے سخن من دارویت آمیختم
بغیر کہے ہوئے میں تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریشِ خامت تا پزد
تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے

با بسوز دریش دریشت تا ابد
تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی [۲] کو خبیرست اے عدُو
اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جان کار ہے

می دہد ہر چیز را در خور اُو
ہر چیز کو اس کے مناسب حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر
تو نے کب کجی برتی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے

کہ ندیدی لائقش در پے اثر
کہ اس کے مناسب اس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دَمے بر آسماں
تھوڑی دیر کے لئے تو نے آسمان پر بھیجی ہے

نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں
نیکی کہ اس کے بعد اس جیسی نہ آئی ہو

گر مُراقِب [۳] باشی و بیدار تو
اگر تو نگران اور بیدار ہو جائے

ہر دَمے بینی جزائے کار تو
ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مُراقِب باشی و گیری رسن
جب تو نگراں ہو گا اور رسی کو پکڑ لے گا

حاجتت ناید قیامت آمدن
تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہے گی

آنکہ رمزے را بداند اُو صحیح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے

حاجتش ناید کہ گویندش صریح
اس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

---

۱ سِبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ تو۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم داڑھی۔

۲ تا بدانی۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کے لئے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

۳ مُراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔ چوں۔ مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا رہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اس کے لئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشارات خداوندی کو سمجھ لے گا اس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ ہے گی۔

ایں[1] بَلا از گُودنی آید ترا
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے

کہ نکردی فہم نکتہ و رَمز را
کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شُد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا

فہم کُن اینجا نشاید خیرہ شُد
سمجھ لے' اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شَوَد آں تیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائی گی

در رَسد در تو جزائے خیرگی
تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

وُر[2] نیاید تیرت از بخشائیش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے' تو یہ بخشش ہے

نے پَے نادیدنِ آلایش ست
نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مُراقب باش گر دل بایدت
اگر تجھے دل کی سلامتی چاہیے تو نگراں بن

کز پَے ہر فعل چیزے زایدت
اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

وَر ازیں افزوں تبرا ہمت بُوَد
اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو

از مراقب کار بالا تر رَوَد
نگرانی کرنے والے سے کام بالا تر ہو جائے گا

بیان آنکہ تنِ خاکی آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہر قابلِ آئینہ شدُن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت و غیرہا

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کر لے

معائنہ بنمایدنہ بطریقِ خیال بَل بعَیاں

محض خیالی طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس[3] چو آہن گرچہ تیری ہیکلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے

صیقلی گُن صیقلی گُن صیقلی
صیقل کر، صیقل کر، صیقل کر

تا دلت آئینہ گردد پُر صُوَر
تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے

اندر و ہر سُو مَلیحے سیم بَر
جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ارچہ تیرہ و بے نُور بُود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا

صَیقلی آں تیرگی ازوے زُدود
صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کر دی

صَیقلی دید آہن و خوش کرد رُو
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کر لیا

تا کہ صورتہا تواں دید اندرُو
یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں

[1] ایں بَلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

[2] وُر۔ اگر انسان کی برائی پر اس کی گرفت نہیں ہوتی ہے تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی برائی کا علم نہیں ہے۔ کز پَے۔ انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقب کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ نادر۔ انسان دل کو مصقلی کر لے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔

[3] پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقل۔ لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کر لیا۔

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے

صیقلش کُن زانکہ صقلی گیرہ است
اس کو صیقل کردہ صیقل کو قبول کر لینے والا ہے

تا دُر و اَشکالِ غیبی رُو دہد
تاکہ اس میں غیبی صورتیں نظر آئیں

عکسِ اِحُورے و مَلَک در رُوے جہد
حور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

صَیقلِ عَقلت بداں داد ست حق
تجھے اللہ تعالیٰ نے عقل کا صیقل اس لئے دیا ہے

کہ بدُو روشن شود دل را وَرق
تاکہ اس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو

صَیقلی را بَستہ اے بے نیاز
اے لاپروا تو نے صیقل کو بند کردیا ہے

واں ہَوا را کردۂ دو دست باز
اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بَند بنہادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے

صَیقلے را دست بکشادہ شَوَد
صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے

آہنے کائینہ غیبی بُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے

جُملہ صُورتہا در و مُرسَل شدُے
تمام صورتیں اس میں بھیج دی جاتی ہیں

تیرہ کردی زَنگ دادی دَر نہاد
تو نے کالم کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا

ایں بُود یَسعَونَ فی الاَرض فَساد
دو زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں کہ یہی معنی ہیں

تا کُنوں[۲] کردی چُنیں اَکنوں مکُن
تو نے اب تک ایسا کیا ' اب نہ کر

تیرہ کردی آب را اَفزوں مکُن
تو نے پانی کو گدلا کر دیا ' زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف
اس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے

واندرو بیں ماہ و اختر دَر طواف
اور اس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہَست ہمچُوں آبجُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے

چوں شود تیرہ نہ بینی قَعرِ اُو
جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہہ نہیں دیکھتا ہے

قَعرِ[۳] جُو پُر گوہرست و پُرز دُر
نہر کی تہہ موتیوں اور گوہر بھری ہے

ہیں مکُن تیرہ کہ ہَست آں صاف دُر
خبردار! اس کو گدلا نہ کردہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہَست مانندِ ہَوا
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے

چوں بگرد آمیخت شُد پَردہ سَما
جب وہ گرد آلود ہو گئی ' آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو زدید آفتاب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے

چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب
جب اس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بن گئی

---

۱ عکس۔ یعنی عالم غیب کی صورتیں ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشات نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کردے تو اس کے دل کی صیقل ہو جائے۔ تیرہ کردی۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَسعَونَ فِی الاَرضِ الفَسَادَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ المُفسِدِینَ وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا مولانا نے اس آیت میں فساد کے معنی قلب کی تیرگی کے کی ہیں۔

۲ تا کُنوں۔ حضرت موسیٰ کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ برمشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اس کو زائل کر اور اس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

۳ قعرِ جُو۔ انسان کی طبیعت میں زر و جوہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو منقی کر لے تو وہ غلط آئیں گے۔ مانند ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرور — صیقلی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصُّدُوْر
اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

بازؔ گفتنِ موسیٰ اَسرارِ فرعون را واقعاتِ اُو بظہر الْغَیب تا بخبیرِی ی حق ایماں آوَرد و قصّہء آں زنگی کہ بَر آئینہ رید

حضرت موسیٰ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تاکہ اللہ کے باخبر ہوتے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

باکمال تیرگی حق واقعات — می نمودت تا رَوی راہِ نجات
باوجود مکمل کالے پن کے اللہ تعالیٰ واقعات — تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے

ز آہمنِ تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ دَر آخر خواست بُود
قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے — وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

تا۲ کُنی کم تَر تو آں ظُلم و بُدی — آں ہمی دیدی و بَدتَر می شُدی
تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے — تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زِشت خوابت می نمد — می رمیدی زاں وآں نقشِ تو بُود
خواب تجھے بری صورتیں دکھاتے تھے — تو ان سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچوآں زَنگی کہ دَر آئینہ دید — رُوی خود رازِشت وبر آئینہ رید
اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا — اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بَس — زشتیم آنِ تواست اے کورخَس
کہ تو کیا بدنما ہے' تو بس اسی کے لائق ہے — اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری ملک ہے

ایں۳ جفا بر رُوی زِشتت می کُنی — نیست بر من زانکہ ہستم رُوشنی
یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے — مجھ پر نہیں' کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ — گہ دہان و چشم تو بَر دوختہ
کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا — کبھی اپنا منہ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شُدہ — گہ سَرِ خود را بدندانِ وَ دَہ
کبھی جانور تیرے خون کے در پے ہوا — کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں دیکھا

گہ نگوں اندر میانِ آب ریز — گہ غریقِ سَیلِ خوں آمیز تیز
کبھی بیت الخلا میں اوندھا — کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

۱ بازؔ گفتن۔ حضرت موسیٰ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ باکمال۔ فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کئے جو ظہر پذیر ہونے والے تھے۔

۲ تا کُنی۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جا رہے تھے کہ تو ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ و استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ نقشہائی۔ یہ بری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا وہ آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ پھر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بد صورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

۳ ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اس پر ظلم نہ تھا۔ گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے کہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا اب کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون کئے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

گہ[1] ازبامے اُو فتادہ گشتہ پست — گاہ در اشکنجہ و بستہ دو دست
کبھی بالاخانہ سے گرا ہوا دبا ہوا — کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل — گاہ مغزت راز دندے چوں دُہل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا — کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ تہی — کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی — کہ تو بدبخت ہے تو بدبخت ہے' تو بدبخت ہے

گہ[2] ندات آمد صریحاً از جبال — کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی — کہ جا تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندامی آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد
کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرود ابد فرعون ومات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم — تانگردد طبعِ معکوس تو گرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں — تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اندک[3] کے گفتم بتواے ناپذیر — زاندکے دانی کہ ہستم من خبیر
اے نہ قبول کرنے والے میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں — تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات — تانیندیشی ز خواب و واقعات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مردہ بنا لیا — تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیشِ تو — کوریِ ادراکِ مکر اندیشِ تُو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی — تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

دربیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار بازست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فراگیر احتراز — کہ زبخشایش درِ توبہ است باز
خبردار! اس کے بعد نہ کر' بچاؤ اختیار کر — کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب دَرے — باز باشد تا قیامت بر وَرے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ — کھلا ہوا ہے' مخلوق پر قیامت تک

[1] گہ ازبامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے۔ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے۔ کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

[2] گہ ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بتر ہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

[3] اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کرے گا۔ دربیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری سے توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ۔ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ دورے۔ مخلوق۔

تاز مغرب بر زند سر آفتاب — باز باشد آں درواز و ے رُو متاب
جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے — وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے رو گردانی نہ کر

ہست[1] اِحّت راز رحمت ہشت در — یک درِ توبہ ست زاں ہشتاے پسر
(خدا کی) رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں — ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز — واں درِ توبہ نباشد جُز کہ باز
وہ سب کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں — اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں غنیمت دار دَر بازست زُود — رَخت آنجا کش بکورئ حُسود
خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد — سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کر

پیش ازاں کز قہر در بستہ شوَد — بعدازاں زاریِ تو کس نشنوَد
اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے در بند ہو جائے — اس کے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سنے گا

باز[2] گرد از کفر و ایں دَر بازیاب — تانگردی از شقاوت رَدِّ باب
کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے — تاکہ تو بدبختی سے مردود بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السّلام مرفرعون را کہ از من یک پند قبول کن و
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور

چہار فضیلت عوض بستان و پُرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام ست
بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کر لے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں زمن بپذیر یک چیز و بیار — پس زمن بستاں عوض آں را چہار
آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا — پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے

گفت[3] اے موسیٰ کدام ست آں یکے — شرح کُن با من ازاں یک اندکے
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟ — اس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار — کہ خدائے نیست جُز کردگار
فرمایا وہ ایک یہ ہے، کہ تو علی الاعلان کہہ دے — کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ اَفلاک و اَنجم بر عُلا — مَردم و دیو و پَری و مُرغ را
جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنے والا ہے — اور انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ — مُلکتِ اُو بے حَدو اُو بے شبیہ
دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنے والا ہے — اس کی سلطنت لا محدود ہے اور وہ بے مثال ہے

[1] ہست۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اس دروازے کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اس کی طرف رجوع کر لینا چاہیے اس کے بند ہو جانے کے بعد آہ وزاری کام نہ آئی گی۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اے فرعون اس دروازے کی طرف جلد رجوع کر لے۔ گفتن۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ایک بات میری مان لے اور اس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کر لے۔

[3] گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اس ایک بات کی تشریح کر دیجئے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خالق۔ آسمی کو آسمانوں ستاروں انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل۔ ملکت۔ مملکت۔ بے شبیہ۔ بے مثال۔

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں — رازقِ ہر جانور اندر جہاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے — دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما — ہم پدید آرندۂ گل از گیا [1]
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے — گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطّلِع اُو بر ضمیرِ بندگاں — حاکمِ و جبّار برگردن کشاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے — وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہ ہے بادشاہ — حکم اورا یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَاء
وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے — اس کا حکم ہے' اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آنچہار — کہ عوض بد ہی مرا برگو بیار
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟ — کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا' لا

تا بُوَد کز لطفِ آں وعدہ حَسَن — سُست گرد و چار میخِ کُفرِ مَن
ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے — میرے کفر کی سزا سست پڑ جائے

بُو کہ زاں خوش وعدہاے مغتنم — بر گشاید قفلِ کُفرِ صَد منم
ہو سکتا ہے کہ اچھے مغتنم وعدوں کی وجہ سے — میرے کفر کا سینکڑوں من کا قفل کھل جائے

بُو کہ از تاثیرِ جُوئِ [2] انگبیں — شہد گردد در تنم ایں زہر گیں
ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے — یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئِ آں پاکیزہ شیر — پرورش یا بد دَمے عقلِ اسیر
یا اس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے — تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پا لے

یا بُوَد کز عکسِ آں جُوہائے خمر — مَست گردم بُو بَرم از ذوقِ اَمر
یا شاید شراب کی ان نہروں کی پرتو سے — میں مست ہو جاؤں حکم خداوندی کا ذوق حاصل کرلوں

یا بُوَد کز لُطفِ آں جُوہائے آب [3] — تازگی یابد تنِ شورہ خراب
یا شاید ان پانی کی نہروں کی لطافت سے — برباد بنجر جسم تازگی حاصل کر لے

شورہ اَم را سبزہ پیدا شود — خار زارم جنّۃُ الْمَاوٰی شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے — میرا کانٹوں کا کھیت جنت الماوی بن جائے

بُو کہ از عکسِ بہشت و چار جُو — جاں شود از یاریِ حق یار جُو
ہوسکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے — جان' اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

[1] گیا۔ گھاس۔ مطلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا۔ برگو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ کفر صد من۔ بھاری کفر

[2] جُوی انگبیں۔ جنت کی نہر کی نہر۔ شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بود۔ جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ امر۔ یعنی امر خداوندی

[3] آب۔ جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ۔ یعنی شوریلی زمین جنّۃُ الْمَاوٰی ایک جنت کا نام ہے۔ بود کہ۔ انسان کے اخلاق حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاق ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جُو۔ جنت کی چار نہریں۔

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ اَم — آتش و در قہرِ حق آغشتہ اَم
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بن گیا ہوں — آگ اور اللہ تعالیٰ کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ[1] از عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار — گشتہ اَم بر اہلِ جنت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح — جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کہ زعکسِ جوششِ آبِ حمیم — آبِ ظلم کرد خلقاں را رَمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے — میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا ہے

من زعکسِ زمہریرم زمہریر — یا زعکسِ آں سعیرم چوں سعیر
میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں — یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلوم کُنوں — وائے آنکہ یابمش ناگہ زبُوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں — اس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیا[2] باشد کہ بکشائیم در — وز فضیلتہات گردم باخبر
اے موسیٰ! ہوسکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازے کھول دے — اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں

موسیا باشد کہ یابم مامَنے — وارہم از کثرتِ ما و مَنے
اے موسیٰ! ہوسکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پاؤں — میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کدامست آں چہار — کہ عِوض خواہیم دادن بر شمار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ — جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰ آں چار فضیلت را جہتِ یافتنِ ایمانِ فرعون
حضرت موسیٰ کا ان چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰ کاوّلینِ آں چہار — صحتے[3] باشد تنت را پائیدار
حضرت موسیٰ نے فرمایا ان چیزوں میں سے پہلی یہ ہے — کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہو گی

ایں علّتہائی کہ در طب گفتہ اند — دور باشد از تنت اے ارجمند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں — اے با اقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً باشد ترا عُمرِ دراز — کہ اَجل دارد ز عُمرت احتراز
دوسرے تیری عمر دراز ہو گی — کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

وین نباشد بعد عُمرِ مُستوی — کہ بنا کام از جہاں بیروں روی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہو گا — کہ تو دنیا سے ناکام ہو جائے

[1] کہ زعکس۔ انسان کا ظلم و جور دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رَمیم۔ پرانا۔ بوسیدہ۔ من بعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وای۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ یا من۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔ ہیں۔ وہ چار چیزیں بتا دے جو توحید کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہوں گی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰ نے ان چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہوں گی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہو گی وہ عمر کی درازی ہے۔ وین نباشد۔ بالآخر موت آئی گی لیکن ایسی حالت میں آئی گی کہ تو دنیا سے بامقصد جائے گا۔

بلکہ اِ خواہانِ اَجل چوں طفلِ شیر — نے زرَنجے کہ تُرا دارد اَسیر

بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ — نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز بجز و رَنج — بلکہ بینی دَر خَرابِ خانہ گنج

تو موت کا جویاں ہوگا لیکن بجز اور تکلیف کے جہ سے نہیں — بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پَس بدستِ خویش گیری تیشہ — می زَنی بر خانہ بے اندیشہ

تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجاب گنج بینی خانہ را — مانعِ صَد خرمن ایں یک دانہ را

کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع سمجھے گا

پس دَر آتش اَفگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشۂ مَردانہ را

تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

بر کَنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تا بُروں آید مَہت از زیرِ میغ

بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے ۲ بیک برگے زباغے ماندۂ — ہمچو کرمے برگش از رَز راندۂ

اے وہ جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا ہے — اس کیڑے کی طرح جس کا ایک پتے نے گھر سے نکال دیا ہے

چوں کَرم ایں کرِم را بیدار کرد — اژدہائے جہل را ایں کرِم خورد

جب اللہ کے اکرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد اُو نیکبخت

کیڑا انگور کی بیل ' میوہ بھرا درخت بن گیا — اس نیک بخت نے اس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر ۳ کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بَرکَن کز عقیقِ ایں یَمَن — صَد ہزاراں خانہ شاید ساختن

گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی ہیں میندیش و مَایست

خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقدِ گنج — می تواں کردن عمارت بے زرنج

ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کئے جا سکتے ہیں

---

۱ بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی یعنی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آ کر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اس لئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کے لئے تو پردہ سمجھے گا۔ تا بروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

۲ اے بیک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں ان کی مثال اس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چمٹا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا پیدا ہو جائے گا۔ تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائے گا۔

۳ تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیق۔ ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آ جائے تو اس ویران شدہ گھر جیسے سینکڑوں اس کے ذریعہ تعمیر کر لئے جائیں گے۔

عاقبت[1] ایں خانہ خود ویراں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا

گنج از زیرش یقیں عُریاں شود
خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہو گا

لیک آنِ تو نباشد زانکہ رُوح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہو گا کیونکہ روح کے لئے

مُزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اس جسم کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد آنکار مُزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا' اس کی مزدوری معدوم ہے

لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی

دَست خائی بعدازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس

ایں چُنیں ماہے بُد اندر زیر میغ
ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من[2] نکردم انچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انہوں نے کہی میں نے نہ کی

گنج رفت و خانہ و دَستم تہی
خزانہ گیا اور گھر بھی اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بُود
سینکڑوں کھلیانوں کے لئے ایک دانہ مانع تھا

حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بُود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے
تو نے گھر اجرت اور کرایہ پر لیا ہے

نیست ملکِ تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعے تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے را مُدّتے اُو تا اَجل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے

تا دریں مُدّت کُنی دروے عمل
تاکہ تو اس مدت میں اس میں کام کر لے

پارہ[3] دوزی میکُنی اندر دُکاں
تو دکان میں چیتھڑے سے رہا ہے

زیرِ ایں دُکّانِ تو مَدفوں دوکاں
اس دوکان کے نیچے دوکانیں مدفون ہیں

ہست ایں دُکّاں کرائی زُود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر

تیشہ بستان و تکش را می تراش
کدال لے اور اس کی تہ کو کھود

تاکہ تیشہ ناگہاں برکاں نہی
تاکہ تو کدال اچانک کان پر رکھ دے

از دُکان و پارہ دوزی وارہی
دکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پا جائے

پارہ دوزی چیست خوردِ آب و ناں
چیتھڑے سینا کیا ہے روٹی پانی کی خوراک

میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می دَرّد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

پارہ بروَے می زنی زیں خوردنت
تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

[1] عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اس لئے کہ انسان کو اس کی محنت اور سعی کا ہی ثمر ملتا ہے۔ دست خائی۔ جب خزانہ نمودار ہو گا اور وہ تیرا نہ ہو گا تو افسوس کرے گا

[2] من نکردم۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بالا خانہ۔ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ ایں کرے۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اس میں عمل کر لے

[3] پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں دوکانیں مدفون ہیں۔ تکش۔ یعنی اس کی گہرائی۔ دلقِ گراں۔ یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اس کی رفو گری ہے

اے ز نسلِ بادشاہِ[1] کام یار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے

با خود آزیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ اس چیتھڑے سینے سے شرم کر

پارۂ برکن ازیں قعر و کاں
اس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا

تا برآرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دوکانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مُہلتِ خانہ کرے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت

آخر آید تو نخوردہ زُو بَرے
ختم ہو (اور) تو نے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[2] تُرا بیروں کُند صاحب دُکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکال دے

ایں دُکاں را برکند از رُوئے کاں
اس دوکان کو کان کے منہ پر سے اکھاڑ دے

توز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا

گاہ ریشِ خام خود بَرمی کنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بُود ایں دُکاں
کہ ہائے افسوس یہ دکان میرے قبضہ میں تھی

کوُر بُودم بَر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا

آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آب حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بُودِ ما را بُرد باد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہو گیا

تا اَبد یا حسرتا شُد لِلعباد
قیامت تک بندوں کے لئے حسرت ہے رہ گیا

غَرّہ[3] شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوّراتِ طبعِ خویش وطلب

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور

ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السّلام

علم غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے

بُودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ اَم در خانہ حیران و نزار
میں گھر کے معاملہ میں حیران اور کمزور بن گیا

لا بُد از معنی شُدم من عُور و زار
لا محالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی

لا جرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

[1] بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کن۔ اس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اس میں سے زر و جواہر کی دوکانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں۔ یہ عارضی جسم ہے اس سے فائدہ اٹھالے اور اس کی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اس کو فنا کر دے۔

[2] پس۔ ایک وقت آجائے گا کہ یہ عارضی جسم تجھ سے لے لیا جائے گا اور تو اس کان سے محروم ہو جائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہو گیا اور میں نے آب حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔ تا ابد۔ پھر تو اس آیت کا مصداق بن جائے گا۔

[3] غرّہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علم نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیدم۔ بالآخر اس کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہو کر اس کے خزانہ سے محروم ہو گیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہو گیا۔

بُودم از گنجِ نہانی بے خبر
میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا

وَرنہ دستنبوئے[1] من بُودے تبر
ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے
افسوس، اگر میں تبر کی قدر کر لیتا

ایں زماں غم را تبرّا دادمے
اس وقت میں غم پر تبرا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم
میں نے نقش و نگار پر آنکھ جمادی

ہمچو طِفلاں عِشقہا می باختم
بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس[2] نکو گفت آں حکیمِ کامیار
اس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے

کہ تو طفلی خانہ پُر نقش و نگار
کہ تو بچہ اور گھر نقش و نگار سے بھرا ہوا ہے

دَر الٰہی نامہ بس اندرز کرد
الٰہی نامہ میں اس کی نصیحت کی ہے

کہ برآر راز دود مانِ خویش گرد
کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامی شرح کردنِ موسیٰ علیہ السّلام با فرعون فضیلتِ چہار گانہ

حضرت موسیٰ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کن اے موسیٰ بگو وعدہ سوم
اے موسیٰ بس کر، تیسرا وعدہ بتا

کہ دلِ من زاضطرابش گشت گم
کیونکہ میرا دل اس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰ آں سوم مُلکِ دو تو
حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ تیسری دو ہری حکومت ہے

دو جہانے خالص از خصم و عدُو
دو جہان کی جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بشتر زاں مُلک کا کنوں داشتی
اس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے

کاں بُد اندر جنگ واِیں در آشتی
کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ دَر[3] جنگ ت چناں مُلکے دہد
وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے

بنگر اندر صُلح خوانت چوں نہد
غور کر صلح میں تیرے سامنے کیسا دسترخوان بچھائے گا؟

آں کرم کاندر جفا آنہات داد
جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا

در وفا بنگر چہ باشد اِعتقاد
غور کر وفا داری میں اس کی دلجوئی کیسی ہو گی؟

گفت اے موسیٰ چہارم چیست زود
اس نے کہا اے موسیٰ! چوتھی کیا ہے، جلد

باز گو صَبرم شد و حِرصم فزود
کہہ دے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا

موئے ہمچوں قیر و رُخ چوں اَرغواں
بال تارکول کی طرح اور چہرہ گل بابونہ کی طرح رہے گا

---

[1] دستنبوی۔ ایک مصنوعی خوشبودار کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبر۔ یعنی میں تبر کے ذریعہ اس خزانہ کو کھود لیتا۔ تبرا۔ کسی چیز سے برآت کا اظہار کرنا۔ چشم را۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش و نگار پر نظر رکھی۔

[2] بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔ ہمہ اندازِ من بتو اینست کہ تو طفلی و خانہ رگینست زود مان۔ خاندان یعنی اعضاء جسمانی۔ بس کن۔ یہاں تک مولانا کی تقریر حضرت موسیٰ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کر اور تیسری بات بتاؤ۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ایمان لے آئے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوسری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

[3] در جنگ۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کر لے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا۔ یعنی کفر۔ وفا۔ یعنی ایمان۔ اِعتقاد۔ دلجوئی۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملے گی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہے گا۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ۔

رَنگ و بُو در پیشِ ما اَلکس کاسِد ست[1] — لیک تو پستی سخن کردیم پست
رنگ و بو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں — لیکن تو گھٹیا ہے اس لئے ہم نے گھٹیا بات کہی

اِفتخار از رَنگ و بُو از مکاں — ہست شادی و فریبِ کودکاں
رنگ و بو اور مکان پر فخر کرنا — بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ
اس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ
لَا عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِكُمْ حَتّٰی لَا یُکَذَّبُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سَرو کارم فتاد — ہم زبانِ کودکاں باید گشاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا — مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے

کہ برو[2] کُتّاب تا مُرغت خرم — یا مویز و جوز و فُستُق آورم
کہ مدرسہ جا تیرے لئے پرند خریدوں گا — یا منقی یا اخروٹ یا پستہ لا دوں گا

جُز شَبابِ تَن نمیدانی بگیر — ایں جوانی را بگیر اے خَرشعیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے لے لے — اس جوانی کو اے گدھے! جو لے لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت — تازہ ماند ایں شبابِ فرُّخت
تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی — یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید بر رُو — نے قدِ چوں سَروِ تو گردد دو تُو
نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی — نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہو گا

نے شود زورِ جوانی از تو کم — نے بدندانہا خللہا یا اَلَم
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا — نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف آئے گی

نہ کمی در شہوت و طَمث[3] و بعال — کہ زناں را آید از ضعفت مَلال
نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی — کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مُویت سفید و پُشت خم — لیک خوشتر لحظ لحظ دَم بدم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی — بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہو گا

آنچناں بکشایدت فرِّ شباب — کہ کشوں آں مژدہ بر عُکاشہؓ باب
تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اس طرح کشادہ ہوگی — جس طرح حضرت عکاشہ پر خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

[1] کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشخبری کی ہیں۔ کَلِّمُوا۔ آنحضور کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو ان کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ ان کی تکذیب کر دینگے۔

[2] کہ برو۔ بچوں سے ایسی بچکانہ باتیں کی جاتی ہیں۔ فستق۔ پستہ۔ خرس۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھری۔ نژند۔ ذلت خواری۔ الم۔ تکلیف۔

[3] طمث۔ حیض و جماع بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر۔ یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔ عکاشہؓ حضرت عکاشہؓ مشہور صحابی سے ایک روز حضورؐ نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا حضور دعا فرما دیجئے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں تو حضور نے ان کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔

معنیِ حدیث مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُہٗ بِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ وَ لَسَقَ عُکَّاشَۃُ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دے گا میں اس کو جنت کی خوشخبری دے دوں گا اور حضرت عکاشہ کی پہل

احمدِ[1] آخر زماں را اِنتقال — در ربیع الاوّل آمد بے جدال

نبی آخر الزماں احمدؐ کا انتقال — بلا اختلاف ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابد دلش زیں وقتِ نقل — عاشقِ آں وقت گردد او بعقل

جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا — آپ دل و جان سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے

چوں صفر آمد شود شاد از صَفَر — کز پسِ ایں ماہ می سازم سَفَر

جب ماہ صفر آیا، آپ صفر سے خوش ہوئے — کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ بُدے — او رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے

راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک — آپ راہ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفت[2] ہر کس کہ مَرا مژدہ دہد — چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد

فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا — جب صفر کا مہینہ دنیا سے باہر پاؤں نکلے گا

کہ صفر بگذشت و شدُ ماہِ ربیع — مژدہ وَر باشم مر اورا و شفیع

کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا — میں اس کو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنے والا بنوں گا

چوں صفر بربَست رَخت و ماہِ نَو — گشت پیدا بر فلک باتاب و ضَو

جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند — رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا

گفت عُکّاشہ صفر بگذشت و رَفت — گفت جنّت مر تُرا اے شیر زَفت

حضرت عکاشہ نے عرض کیا صفر گزر گیا اور چلا گیا — (آنحضورؐ نے) فرمایا اے بہادر شیر تیرے لئے جنت ہے

دیگرے[3] آمد کہ بگذشت آں صفر — گفت عُکّاشہ ببُرد از مژدہ بَر

دوسرے آئے کہ صفر گزر گیا — فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

بَس رجال از نقلِ عالم شادماں — وَز بقایش شاداں ایں کودکاں

بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں — اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آبِ خوش ندید آں مُرغِ کور — پیشِ او کوثر نماید آبِ شور

چونکہ اس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے — اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰ کرامت می شمرد — ہم بدنیساں بے قدم رہ می سپرد

حضرت موسیٰ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے — اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

---

[1] احمدؐ۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق۔ حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقت نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

[2] گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا۔ ماہ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

[3] دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوش خبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ بس رجال۔ جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبع ہیں۔ بقیں۔ ایمان لانے پر۔ جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰ وہ شمار کراتے رہے۔

کہ[1] نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد — ہم نگردد اطلسِ بختِ تو برُد
کہ تیرا صاف اقبال تلچھٹ نہ بنے گا — تیرے نصیب کا اطلس برد نہ بنے گا
ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں — شادماں مانی نگردی ناتواں
قوی نصیبہ سے تو جو چاہے گا' پائے گا — تو خوش رہے گا' کمزور نہ بنے گا
گفت اَحسَنتَ نکو گفتی ولیک — تا کُنم من مشورت با یارِ نیک
فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن — میں اچھے دوست سے مشورہ کر لوں

مَشوَرت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون دَر ایمان آوردن

حضرت موسیٰ پر ایمان لانے میں حضرت سلیمان خاتون سے فرعون کا مشورہ کرنا اور حضرت آسیہ کا اس کو ایمان لانے کو کہنا

بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ اُورا بایمان آوردن

باز گفت اُو ایں سخن با آسیہ — گفت[2] جاں افشاں بریں اے دل سیہ
پھر اس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں — انہوں نے فرمایا سیاہ دل! ان پر جان چھڑک دے
بس عنا بتہاست متنِ ایں مقاں — زُود دَریاب اے شہ نیکو خصال
اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں — اے نیک خصلت شاہا جلد حاصل کر لے
وقتِ کشت آمد زہے پُر سُود کشت — ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
کھیتی کا وقت آ گیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی — یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں
بر جَہید از جا و گفتا بَخ لک — آفتابے تاج گشتت اے کُلک
جگہ سے کودیں اور کہا تجھے مبارک — اے کنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے
عیب[3] کُل را خود بپُوشاند کُلاہ — خاصہ چوں باشد کُلہ خورشید و ماہ
عیب خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے — خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو
ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں — چوں نگفتی آرے و صد آفریں
اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سنا تھا — تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟
ایں سخن در گوشِ خورشید ار شُدے — سَرنگوں بر بوی آں زیر آمدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی — اس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا
ہیچ میدانی چہ وعدہ است اُو چہ داد — می کُند اِبلیس را حق اِنتقاد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کس قدر سخاوت ہے — اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

[1] کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئے گا تو تیرا اقبال بنا رہے گا۔ برد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کر لوں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

[2] گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کی نصیحتوں پر عمل کر لے۔ متن۔ وہ عبادت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشق خداوندی میں گرم ہو گئی۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ گل گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے

[3] عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اڑھا کر اس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ ہیچ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دل جوئی کرے۔

چوں لِدیں لُطف آں کریمت باز خواند
جب اس کریم نے اس مہربانی سے تجھے بلایا ہے

اے عَجب چوں زَہرہ اَت برجائے ماند
تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زَہرہ ات نَدرید تازاں زَہرہ ات
تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اس پتے سے

بُودے اندر ہر دو عالم بہرہ اَت
دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرۂ کز بہرِ حق اُو بر دَرَد
وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے

چوں شہیداں از دو عالم بَر خورد
وہ شہیداں کی طرح دونوں جہان سے فائدہ اٹھاتا ہے

غافلی ہم حکمت ست و ایں عَمٰی
غفلت اور یہ اندھا پن بھی حکمت ہے

تا بماند لیک تا ایں حَد چرا
تاکہ اس کا وجود رہے' لیکن اس حد تک کیوں ہے؟

غافلی[۲] ہم حکمت ست و نعمت ست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے

تا نپَرّد زود سَرمایہ زدست
تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسورے شوَد
لیکن نہ اس قدر کہ ناسور بن جائے

زہرِ جان و عقلِ رنجورے شوَد
ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟

کہ بیک گل می خریؔ گلزار را
کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانۂ را صَد در ختانت عِوَض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں

حَبّۂ را آیدت صَد کاں عِوَض
ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں

کان[۳] لِلّٰہ دادنِ آں حَبّہ است
اس رتی کا دینا ' اللہ کا ہو جانا ہے

تا کہ کان اللہ لہ' آید بدست
تاکہ ' اللہ اس کا ہو گیا ' ہاتھ آ جائے

زانکہ ایں ہَوی ضعیفِ بیقرار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت

ہست شد زاں ہَوی رَبِّ پائدار
اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہو

ہَوی فانی چونکہ خود با اُو سپُرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا

گشت باقی دائم و ہرگز نمُرد
وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مرے گی

ہمچو قطرہ خائف از بادوز خاک
اس قطرے کی طرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے

کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
کہ ان دونوں سے فنا اور ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا

از تَف خورشید و باد و خاک رَست
تو اس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پائی

---

۱ چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا' اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کے لئے پھٹ جائے اس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافلی۔ نظام عالم کی بقا کے لئے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

۲ غافلی۔ اگر انسان ہمہ وقت استغراق میں رہے۔ اور اس کے حواس معطل رہیں تو اس کے علم کا سرمایہ کٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے وجہ کی ہو بری چیز ہے۔ خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰ کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درخشاں۔ باغ

۳ کان للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہ 'جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا۔ ہوی۔ ذات' شخصیت۔ گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحْیَیْتُ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہوں اور میں جس کو قتل کرتا ہوں اس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی ہوا خاک ختم کر دیتی ہے۔

ظاہرش[1] گم گشت در دریا و لیک — ذاتِ اُو معصوم و پا برجا نیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہو گیا لیکن — اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم — تا بیابی در بہائے قطرہ یم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے — تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کرلے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف — در کفِ دریا شوٗا یمن از تلف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش — دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا

خود کرا آید چنیں دولت بدست — قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟ — کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

چوں[2] تقاضا می کند دریا ترا — پس چہ اِستادی و در ماندی بلا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے — تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ اللہ زود بفروش و بخر — قطرۂ دہ بحرِ پُر گوہر ببر
خدا کے لئے جلد بیچ اور خرید — قطرہ دیدہ جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن — کہ ز بحرِ لطف آمد ایں سخن
خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر — کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو — چونکہ بحرِ رحمت ست ایں نیست جو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر — کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوی[3] شو بیدست و پا — تا شود چوگانِ موسیٰ پا ترا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا — تاکہ موسیٰ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر — بر چنیں اِنعامِ عام اے بے خبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر — اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا — تا نگردی در غلط بینی فنا
خدا کے لئے اے نوجوان جلد حاصل کر لے — تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے

اللہ اللہ ترک کن ہستیِ خود — چونکہ خواند ستت برواے معتمد
خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے — جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کن — بر فروز از ایں اشارت بے سخن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر — اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہو جا

[1] ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کر کے ذات باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرد۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[2] چوں۔ جب دریائے وحدت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پر جواہر دریا خرید لے۔

[3] گوی شو۔ جس طرح موسیٰ کہیں وہ کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو موسیٰ کے بلے کی گیند بنا دینا چاہیے۔ ترک کن۔ اپنی ہستی کو ترک کر کے قرب حاصل کرنا چاہیے۔ اشارت۔ موسیٰ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہو جانا چاہیے۔

اللہ اللہ تا کُنوں کُژ باختی — گردن اندر معصیت افراختی
خدا سے ڈر، اب تک تو نے ٹیڑھی بازی چلی — تو نے گردن کو گناہ میں ابھارا

اللہ اللہ چوں عنایت در رسید — بے توقف در وَے آمیز اے عَنید
سبحان اللہ، جب اللہ کی مہربانی ہو گئی — اے سرکش! بغیر تاخیر کے اس سے وابستہ ہو جا

اللہ اللہ چونکہ عصیاناتِ تو — در نمی نالد برویت شُکر گو
خدا کے لئے جب تک تیرے گناہ — تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں، شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں زِ فضلت راہ داد — سَر بخاکِ پائِ اُو باید نہاد
خدا کے لئے جبکہ اس نے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے — اس کی خاک پا پر سر رکھ دینا چاہیے

اللہ اللہ باچُنیں کفرِ ۲ دو تو — چوں قبولت می کُند اِکرامِ او
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے — اس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لُطف اندر لُطف اُو گم می شود — کاسفلے بَر چرخِ ہفتم می شود
مہربانی اس کی مہربانی میں گم ہو رہی ہے — کہ ایک فرد مایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک بازے فتادَت یُوالعجب — ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آ گیا ہے — اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خلعت زود زود — تا بہ بینی در عِوض صد عزّ و سُود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے — تاکہ تو بدلہ میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت ۳ باھاماں بگویم اے سَتیر — شاہ را لازم بُوَد رائِ وزیر
اس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا — کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت باھاماں مگو ایں راز را — کوز کم پیرے چہ داند باز را
اس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا — کبڑی بڑھیا باز کو کیا جانے؟

قصہ باز بادشاہ و کم پیرزن کہ درخانہ اُو بُود
بادشاہ کے باز اور اس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اِسپیدے بکم پیرے دہی — اُو ببُرّد تا خنش بہر بہی
ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے — وہ بھلائی کے لئے اس کے ناخن تراش دے گی

ناخنے کہ اصل کارست و شِکار — کوز کم پیرے ببُرّد کور وار
وہ ناخن جو اصل کام اور ذریعہ شکار ہیں — کبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

۱ اللہ اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سربلندی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ اب تک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

۲ کفر دوتو۔ خود فرعون کا کفر اور اس کی قوم کا کفر۔ اسفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ باز۔ یعنی توفیق خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوت بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائے گی۔

۳ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوز کم پیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپید۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اس کے پنجوں پر ہے۔ کور وار۔ اندھا پن۔

کہ[1] کجا بُودست مادر تا تُرا
کہ تیری ماں کہاں تھی کہ تیرے

ناخُناں زینساں دراز ست اے کیا
ناخن اتنے لمبے ہیں ' اے بھلے مانس!

ناخُن و مِنقار و پَرّش را بُرید
ناخن اور اس کی چونچ اور اس کے پر کاٹ ڈالے

وقتِ مہر ایں می کُند زال پلید
ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تُہماجش دہد اُو کم خورد
جب وہ اس کو دنیا دیتی ہے وہ نہ کھاتا

خشم گیرد و مہر ہارا بر دَرَد
غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چُنیں تُہماج پختم بہرِ تُو
کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا

تو تکبّر می نمائی و عُتو
تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مَر ہُماں اِدبار را
تو اسی بدبختی کے لائق ہے

نعمت و اِقبال کے سازد تُرا
نعمت اور خوشی نصیبی تجھے کب موافق آ سکتی ہے؟

آب[2] تُہماجش دہد کایں را بگیر
اس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے

گر نمی خواہی کہ نوشی زاں فطیر
اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آب تُہماجش نگیر و طبع باز
باز کی طبیعت اس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے

زاں بتر رنجد شود خشمش دراز
اس سے وہ زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اس کا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آشِ سوزاں بر سَرش
غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اس کے سر پر

زان فرو ریز و شود گُل مغفرش
عورت ڈال دیتی ہے اس کی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اَشک ازاں چشمش فرو ریزد ز سوز
سوزش سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں

یاد آرد لُطفِ شاہِ دل فروز
دل کو منور کرنے والے بادشاہ کی مہربانی اس کو یاد آتی ہے

زاں[3] دو چشم نازنینِ باجلال
ان نازنین پُر جلال آنکھوں سے

کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال
جو شاہ کے چہرے کی وجہ سے سینکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ باز اَغش شُدہ پر زخمِ زاغ
اس کی کج نہ ہونے والی آنکھ کھوے کے زخم سے پر ہو گئی

چشمِ نیک از چشمِ بد با دَرد و داغ
اچھی آنکھ بدنظر سے درد اور داغ والی ہو گئی

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ اُو
سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے

ہر دو عالَم می نماید تار مُو
دونوں جہاں ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رَود
اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں

ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شوَد
چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

---

[1] کہ کجا۔ بوڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اس قدر بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ اس بوڑھی نے اس باز کے پر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تہماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے۔ خشم گیرد۔ باز تہماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اسی کی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عتو۔ سرکشی۔ ادبار۔ نحوست۔

[2] آب تہماجش۔ اس کو تہماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھا لے فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ گل۔ گنجا۔ مغفر۔ سر پر اڑھنے کی لوہے کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

[3] زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضور کی نگاہیں صحیح پڑیں اور ان کو دیدار رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

چشم [1] بگذشتہ ازیں محسوسہا — یافتہ از غیب بنی بوسہا
وہ آنکھ جو ان محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے — غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہیں

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من — نکتہ گویم ازاں چشم حسن
میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں — کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل — می ربودے قطرۂ اش را جبرئیل
اس سے وہ قابل تعریف عظیم آنسو ٹپکتے — کہ جبرئیل اس کے قطرے کو لے اڑتے

تا بمالد در بر و منقارِ خویش — گر دہد دستوریش آں خوب کیش
تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں — اگر وہ پاک خصلت ان کو اجازت دے

باز [2] گوید خشم کم پیرا ر فروخت — فرّ و نور و صبر و حلمم را نسوخت
باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اٹھا ہے — میری شان و شوکت، تو اور صبر و علم کو نہیں جلا سکا

بازِ جانم باز صد صورت تند — زخم بر ناقہ نہ بر صالح زند
میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کرلے گا — وہ اونٹنی پر نہ حضرت صالح پر زخم لگاتی ہے

صالح ار یکدم کہ آد با شکوہ — صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ
حضرت صالح اگر ایک پر شوکت پھونک مار دیں — پہاڑ کی چنان ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار — ورنہ درّانید غیرت پود و تار
دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ — ورنہ غیرت خداوندی تانا بانا ادھیڑ دے گی

غیرتش [3] را ہست صد حلمِ نہاں — ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں
اس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں — ورنہ ایک دم سے سینکڑوں جہان پھونک دے

نخوتِ شاہی گرفتش جاے پند — تا دلِ خود را نپند او کرد بند
شاہی تکبر نے اس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کرلیا — حتی کہ اس نے نصیحت کی جانب سے دل کو روک دیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت — کوست پشت ملک و قطب مقدرت
کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا — کیوں کہ وہ سلطان کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفی را رائے زن صدیقِ رب — رائے زن بوجہل راشد بولہب
حضرت مصطفیٰ کے مشیر اللہ کے صدیق ہیں — ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد — کان نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد
ہم جنس ہونے کی رگ نے اس کو ایسا کھینچا — کہ وہ نصیحتیں اس کے لئے ٹھنڈی پڑ گئیں

[1] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف جاہلوں میں پھنس جاتا ہے اپنے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گزر کر مغیبات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اس کو حضرت جبرئیل اٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

[2] باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آ سکتا ہے۔ باز جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہو جائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالحؑ میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔

[3] غیرتش۔ غیرت خداوندی بڑی بردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضبناک ہو جاتی کہ عالم کو تباہ کر دیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا۔ کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰ۔ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضور کے مشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

جنس[1] اسوی جنس صد پرّہ پرَد — بر خیالش پردہ ہا بر درد
جنس، جنس کی جانب سینکڑوں پروں سے اڑتی ہے — اس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصہ آن زن کہ طفلِ اُو بر سرِ ناوداں غوشیدہ بُود و خطرِ اُفتادن داشت
اس عورت کا قصہ جس کا بچہ پنالے سے چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا

واز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جُستن مادر اُو
اور اس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مُرتضیٰ — گفت شُد برنا و داں طفلے مرا
ایک عورت حضرت مرتضیٰ کے پاس آئی — بولی میرا بچہ پنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست — وَر ہلم ترسم کہ اُفتد اُو بہ پست
اگر میں اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے — اگر چھوڑتی ہوں ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[2] عاقل تا کہ دریا بد چوما — گر بگویم کز خطر سُوی من آ
وہ سمجھ دار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے — اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آ جا

ہم اِشارت را نمی داند بدست — وَر بداند نشنود اَنہم بدست
وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے — اگر جانتا بھی ہے، نہیں سنتا ہے یہ بھی برا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدُو — اُو ہمی گرداند از من چشم و رُو
میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی — وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مہاں — دستگیرِ ایں جہان و آں جہاں
اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں — اس جہان اور اس جہان کے دستگیر

زُود درماں کُن کہ می لرزد دلم — کہ بدَر و از میوۂ دل بسگلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے — کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفت[3] طفلے را برآور ہم زبام — تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا — تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سُوی جنس آید سُبک زاں ناوداں — جنس بر جنس ست عاشق جاوداں
وہ فوراً پنالے سے اپنے ہم جنس کی طرف آ جائے گا — ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زَن چُناں کرد و چو دید آں طفلِ اُو — جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رُو
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچے نے اس کو دیکھا — اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رخ کر دیا

[1] جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔ قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پنالے سے اس کے پاس آ جائے گا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پنالہ۔ پست۔ یعنی پنالہ سے زمین پر۔

[2] نیست۔ اس میں اتنی عقل نہیں کہ اس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں، بمعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "برا ہے" ہے۔ کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

[3] گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پنالے سے اس کے پاس آ جاوے گا۔ زن۔ اس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اس پنالے کے پاس آ گیا۔

سُوئے بام[1] آمد ز مَتنِ ناو داں
پنالہ پر سے کوٹھے پر آگیا

جاذبِ ہر جنس را ہم جنس داں
ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ

عو عوان آمد بسُوئے طِفلِ طِفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آگیا

وَارہید از اُو فتادن سُوئے سِفل
نیچے گرنے سے نجات پا گیا

زاں بُود جنسِ بشر پیغمبراں
اسی لئے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں

تا بجنسیّت رَہند از ناو داں
تاکہ جنسیت کی وجہ سے پنالہ سے نجات پا جائیں

پس بشر فرمود خود را مسلکم
پس انہوں نے اپنے آپ کو تم جیسا انسان کہا

تا بجنس آیند و کم گردند گم
تاکہ ہم جنس کی طرف آ جائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیّت عجائب جاذبے ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے

جاذبش جنس ست ہر جا طالبے ست
جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰ[2] و ادریس بر گردوں شدند
حضرت عیسیٰ اور ادریس آسمان پر چلے گئے

با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

بازآں ہاروت و ماروت از بلند
پھر وہ ہاروت اور ماروت بلندی سے

جنسِ تن بودند ازاں زیر آمدند
چونکہ جسم کے ہم جنس تھے نیچے آ گئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں

جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
ان کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خُوئے بد ستے آموختہ
انہوں نے لاکھوں بری عادتیں سیکھ لیں

دیدہائے عقل و دل بر دوختہ
عقل اور دل کی آنکھیں بند کر لیں

کمتریں[3] خُوشاں بد ستے ایں حسد
حسد ان کی کم از کم عادت ہے

آں حسد کہ گردن ابلیس زد
وہ حسد جس نے شیطان کی گردن مار دی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد
انہوں نے ان کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا

کہ نخواہد خلق را مُلکِ ابد
جو مخلوق کے لئے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید اُو کمال از چپ و راست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحب کمال دیکھتا ہے

از حسد قولنجش آمد درد خاست
تو حسد کی وجہ سے اس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبختِ خرمن سوختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو

می نخواہد شمعِ کس افروختہ
وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

[1] سُوئے بام۔ وہ بچہ پنالہ سے چھت پر آ گیا۔ جاذب۔ کھینچنے والا سِفل۔ یعنی زمین زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مِثلکم۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ طالب۔ جو طلب گار ہوتا ہے اس کو اس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔

[2] عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس آسمان پر بلا لئے گئے۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے۔ آسمان سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے ان سے ان کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

[3] کمتری۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اس سے سیکھ لی ہے۔ مُلکِ ابد۔ یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کر چکا ہے اس لئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا۔

هیں[1] اِ کمالے دَست آور تا تو ہم
خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی

از کمالِ دیگراں نفتی بغم
دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حَسَد
اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ

تا خدایت وَا رہا ندزیں حَسَد
تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دیدے

مر تُرا مشغولیئے بخشد دروں
تجھے اپنے باطن کی مصروفیت عطا کر دے

کہ نہ پر دازی زاں سُوئے بُروں
تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جُرعۂ مے را خدا آں می دہد
خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کر دیتا ہے

کہ بدُو مَست از دو عالم می رہد
کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے

خاصیت[2] بنہادہ در کفِ حشیش
ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے

کُو زمانے می رَہاند از خودیش
کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کے لئے خودی سے چھنا دیتی ہے

خواب را یزداں بد انساں میکُند
نیند کو خدا ایسا کر دیتا ہے

کز دو عالم فکر را بَرمی کُند
کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کر دیتا ہے

کرد مجنوں راز عِشقِ پُوستے
مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کر دیا

کُو نہ بشناسد عَدُو از دُوستے
کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کر سکتا

صَد ہزاراں ایں چُنیں می دارد اُو
وہ اس طرح کی لاکھوں بیخودیاں رکھتا ہے

کہ بر اِدراکاتِ تو بگما رد اُو
جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کر دیتا ہے

ہست میہائے شقاوت نفس را
بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں

کہ زرہ بیروں بَرد آں نحس را
جو اس منحوس کو گمراہ کر دیتی ہیں

ہست[3] میہائے سَعادت عَقل را
نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں

کہ بیابد منزلِ بے نَقل را
کہ وہ منتقل نہ ہونے والی منزل کو حاصل کر لیتی ہیں

خیمۂ گردوں ز سَر مستیِ خویش
وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو

برکند زاں سُو بگیرد راہ پیش
اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کر لیتی ہے

ہیں بہر مستی دِلا غرّہ مشو
خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا

ہست عیسیٰ مَستِ حق خرمستِ جو
حضرت عیسیٰ اللہ کے مست اور گدھا جو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بخور زیں خُنبہا
ان مٹکوں سے ایسی شراب پی

مَستیش نبُود زکوتہ دُنبہا
اس کی مستی کوتاہ دم والوں کے لئے نہیں ہے

[1] ہیں۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو دوسروں پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ افتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کر سکتا ہے۔ مشغولیئے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جُرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

[2] خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہو کر دوسروں سے غافل ہو گیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنا دیتی ہیں۔ ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اس کو راہ مستقیم سے غافل بنا دیتی ہیں۔

[3] ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کر لیتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہو جاتی ہے۔ ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیے ہر مستی محمود نہیں ہے حضرت عیسیٰ کی مستی اور خر عیسیٰ کی مستی جداگانہ ہے۔ خُنب۔ خم، شراب کا مٹکا۔ کوتہ دُنب۔ چھوٹی دم والا گدھا۔

زانکہ ہر معشوق چوں خُب ست پُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پر ہے

آں یکے دُردو دگر صافی چو دُر
ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مَے شناساہیں بچش بااحتیاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ

تامئے یابی مُنزّہ ز اختلاط
تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کر لے

مَے شناساہیں بچش ازرُوئے ترش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ

آں مئے صافی کز و گردی خمش
اس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ

مستیت آرد کشاں تا ربِّ دیں
مستی تجھے دین کے رب کی طرف کھینچ کر لاتی ہے

تارَہی ازو مکرو دسواس و حِیَل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پا جائے

بے عِقالِ عَقل در رقص الجمل
وہ عقل کی رسی کے بغیر اچھل کود میں ہے

انبیاء۲ چوں جِنسِ روح اَند و مَلک
انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں

مَر مَلک را جذب کردند از فلک
فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جِنسِ آتش ست و یارِ اُو
ہوا، آگ کی جنس اور اس کی یار ہے

کہ بُود آہنگ ہر دو بر عُلو
کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بَہ بَندی تو سَرِ کوزہ تہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے

درمیانِ وَض یا جُوئے نہی
حوض یا نہر میں اس کو رکھے

تاقیامت اُو فرو ناید بہ پَست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رخ نہ کرے گا

کہ دلش خالی ست دَروے بادہست
کیونکہ اس کا پیٹ خالی ہے اس میں ہوا ہے

مَیلِ بادش چوں سُوئے بالا بُود
چونکہ اس کی ہوا کا میلان اوپر ہے

ظرفِ خود راہم سُوئے بالا کشد
وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

بازآں۳ جانہا کہ جِنسِ اَنبیاست
پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں

سُوئے ایشاں کش کشاں چوں سایہاست
وہ سایوں کی طرح ان کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عَقلش غالب ست و بےشک
کیونکہ اس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے

عَقلِ جِنس آمد بخلقت با مَلک
عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہویِ نَفس غالب بَر عدو
خواہش، نفسانی دشمن پر غالب ہے

نَفس جنسِ اَسفل آمدُ شہ بدو
نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اس پر تف ہے

۱ زانکہ۔ ہر شیخ کی صحبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مے شناسا۔ سالک کو امتیاز کرنا چاہیے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیے جو خالص ہو۔ گردی۔ تمش اس کشش کو اختیار کرنا چاہیے جو ان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد کا مصداق ہو۔ تا رب دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیے۔ رقص الجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔

۲ انبیاء۔ انبیاء کا تعلق ملاء اعلیٰ سے ہوتا ہے اس لئے فرشتے ان تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کر کے پانی میں ڈالو تو چونکہ اس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائے گا۔ میل بارش۔ وہ ہوا اس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دے گی۔

۳ باز۔ جو روحیں انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیاء کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ ان لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ ہوای نفس۔ خواہشات نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ شہ بدو۔ اس پر تف ہے۔

بُود قبطی[1] جنسِ فرعونِ ذمیم — بُود سبطی جنسِ موسیٰ کلیم
قبطی بڑے فرعون کا ہم جنس تھا — سبطی موسیٰ کلیم اللہ کا ہم جنس تھا

بُود ہاماں جنسِ مر فرعون را — بر گزیدش بُرد تا صدرِ سرا
ہامان فرعون کا ہم جنس تھا — اس نے اس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا

لا جرم از صدر در قعرش کشید — کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید
لامحالہ اس نے اس کو بلندی سے گہرائی کی طرف کھینچا — کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سو زندہ چوں دوزخ ضدِ نور — ہر دو چوں دوزخ زنورِ دل نفور
دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں — دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مُومن تو زُود — بر گذر کہ نُورت آتش را رُبود
کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد — گزر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

دَر بیانِ[2] حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُورَکَ اَطْفَاءَ نَارِیْ
آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مُومن کہ نُورت می کُشد — آتشم راچوں کہ دامن می کشد
اے مومن! گزر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے — میری آگ کو جب وہ ناز سے چلتا ہے

می رَمد آں دوزخی از نور ہم — زانکہ طبع دوز خستش اے صنم
وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے — اے پیارے! کیونکہ اس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مُومن گریزد آنچناں — کہ گریزد مُومن از دوزخ بجاں
دوزخ مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح — مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنس نار نبُود نُورِ اُو — ضدِّ نار آمد حقیقت نور جُو
اس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے — نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

دَر حدیث[3] آمد کہ مُومن دَر دُعا — چوں اَماں خواہد ز دوزخ از خُدا
حدیث شریف میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں — خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وَے ہم اماں خواہد بجاں — کہ خدا یا دُور دارم از فلاں
دوزخ اس سے دل جان سے پناہ چاہتی ہے — کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیست ست اکنوں بہ بیں — کہ تو جنسِ کیستی از کُفر و دیں
جنسیت کی کشش ہے' اب تو دیکھ لے — کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

[1] قبطی۔ فرعون کی قوم والا۔ سبطی۔ بنی اسرائیلی۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اس کو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے اور دوزخ نور ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

[2] دربیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھنا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گزرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نُورِ جُو۔ یعنی جنتی

[3] دَر حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہیے کہ اس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

گر بہاماں [1] مائلی با مانی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے

ور بموسیٰ مائلی سُبحانی
اگر تو موسیٰ کی طرف مائل ہے تو للّٰہی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے اکسیلیا ہوا ہے

نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
تجھ میں جنس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہاں وہاں بکوش
دونوں برسر پیکار ہیں ہاں، ہاں کوشش کر

تا شود بر نفسِ غالب عقل و ہوش
تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آ جائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰ بنوش
حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی

تا شود غالب معانی بر نقوش
تاکہ معانی نقوش پر غالب آ جائیں

در جہان [2] جنگ شادی ایں بس ست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے

کہ ببینی بر عدُو ہر دم شکست
کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے

گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود
خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر
یہ بات لمبی ہو گئی مجبوری تھی

باز گو اضلالِ فرعونِ مُشیر
فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردنِ فرعون باوزیرش ہامان در ایمان آوردنِ بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں [3] ستیزہ رو بتختی عاقبت
آخر اس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے

گفت با ہماں برائے مشورت
مشورے کی غرض سے ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہ را
کلیم اللہ کے وعدوں کو

گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
اس گمراہ سے کہا اور اس کو راز دار بنا لیا

گفت باہماں چو تنہایش بدید
جست ہامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اس سے کہا
ہامان اچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں
کوفت دستار و کلہ را بر زمیں
اس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا
ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگو نہ گفت اندر روئے شاہ
آنچنیں گستاخ آں حرفِ تباہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟
وہ بری بات ایسے گستاخ نے

[1] گر بہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ در بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف مائل ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس پر عقل کا غلبہ ہے۔

[2] در جہاں۔ اس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے۔ گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہو گی وہ اس نصیحت کو قبول نہ کرے گا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

[3] آں ستیزہ رو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہہ دیئے۔ بجست۔ ہامان اچھلا اور اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

جُملہ[1] عالم را مسخر کردہ تُو
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے

کار رابا بخت چوں زر کردہ تُو
تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر لیا ہے

از مَشارق وز مَغارب بے لجاج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے

سُوئِ تو آرند سلطاناں خراج
بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لَب ہمی مالند شاد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں

برستانہ خاکِ تو اے کیقباد
اے عالی مقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اَسپ باغی چوں بہ بیند اَسپ ما
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے

رُو بگرداند گریزد بے عَصا
بغیر ڈنڈے کے رخ پھیر لیتا ہے' بھاگ جاتا ہے

تا کُنوں[2] معبود و مسجودِ جہاں
اب تک تو عالم کا معبود اور سجود

بودۂ گردی کمینہ بَندگاں
رہا ہے (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

دَر ہزار آتش شدُن زین خوشرست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے

کہ خداوندے شود بندہ پرست
کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکُش اوّل مرا اے شاہ ہیں
نہیں اے بادشاہا خبردار پہلے مجھے قتل کر دے

تانہ بیند چشمِ من برشاہ ایں
تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسرا اوّل مرا گردن بزن
اے شاہا پہلے مجھے قتل کر دے

تانہ بیند ایں مَذلّت چشمِ من
تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود[3] نبُودست و مبادا ایں چنیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو

کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ما شوند
ہمارے غلام ' ہمارے ہمسر بنیں

بید لاماں دلخراشِ ما شوند
ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمناں و دوست کوُر
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا ہو

گشت مارا پس گُلستاں قعرِ گور
تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییفِ سخنِ ہامان با فرعون علیہ اللّعنۃ
فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت اُو
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا

نَرد راکو رانہ کژمی باخت اُو
اس نے اندھے پن سے بازی الٹی چلی

[1] جُملہ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابع فرمان بنا لیا ہے اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔ بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اَسپ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

[2] تا کُنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگ بہتر ہیں۔ نے بکُش۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

[3] خود۔ یہ اب تک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بنے اور نہ ہو گا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جو اب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریک سلطنت بنیں۔ چشمِ روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہوں گے اور دشمن خوش ہوں گے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائے گا۔ تزییف۔ کھوٹا پن۔ دوست۔ اس ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ الٹی بازی کھیل رہا تھا۔

دُشمنِ[1] تو جُز تُو نبُود اے لَعیں
اے ملعون تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے

بیگناہاں را مگو دُشمن بکیں
کینہ سے، بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بدُ دولت ست
تیرے لئے یہ بری حالت دولت ہے

کہ دَوا دَو اوّل و آخر لَت ست
کہ جس کی ابتداء بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر ازیں دولت نتازی خز خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا

ایں بہارت را ہمی آید خزاں
تیری اس بہار پر خزاں آ جائے گی

مَشرق و مَغرب چو تو بَس دیدہ اَند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں

کہ سَرِ ایشاں زتن ببریدہ اَند
جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مَشرق و مَغرب کہ نبود برقرار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں

چوں کُنند آخر کسے را پائیدار
وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟

تو بداں[2] فخر آوری کز تَرس و بَند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے

چاپلوست گشت مردم روز چَند
چند روز کے لئے انسان تیرے خوشامدی بن گئے ہیں

ہر کِرا مَردم سجودے می کُنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں

زہرِ اندر جانِ اُو می آگنند
اس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ برگردد ازوآں ساجدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے روگردانی کرتا ہے

داند اُو کاں زہر بوذ و موبدش
وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا

اے[3] خُنک آں را کہ ذلّت نفسہٗ
مبارک باد ہے اس کے لئے جس کا نفس خاکسار بنا

ولیِ آں کز سَرکشی شد چوں کہ اُو
اس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بن گیا

ایں تکبّر زہرِ قاتل داں کہ ہست
اس تکبر کو زہر قاتل سمجھ کہ جو ہے

از مئے پُر زہر گشت آں گیج و مَست
زہر بھری شراب کی قسم سے جس سے وہ احمق مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نُوشد مُد برے
جب کوئی بدنصیب زہر ملی ہوئی شراب پیتا ہے

از طَرب یک دم بجُنباند سَرے
تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعدِ یک دَم زہر دَر جانش فتد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اس کی جان اثر کرتا ہے

زہر دَر جانش کُند دادو سِتد
زہر اس کی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہرِیش را اِعتقاد
اگر تو اس کے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے

گرچہ زہر آمد نگر در قوم عاد
اگرچہ وہ زہر ہے، قوم عاد کو دیکھ لے

[1] دشمنِ تُو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔ گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیداری کیا دے سکتی ہے۔

[2] تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کو اس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب ان کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

[3] اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہر ملی ہوئی شراب ہے۔ چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قوم عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

چونکہ[1] اشاہے دَست یابد بر شہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے

بکُشدش یا باز دارد دَر چہے
اس کو قتل کر دیتا ہے یا اس کو کوئیں میں قید کر دیتا ہے

وَر بیابد خستۂ اُفتادہ راہ
اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے

مَر ہمش سَاز دشہ وبد ہد عطا
بادشاہ اس کی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گر نہ زہرست آں تکبّر پس چرا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟

کُشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

ویں دگر را بے خدمت چوں نواخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟

زیں دو جنسِ زہر را باید شناخت
زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیے

را[2] ہزن ہرگز گدائے را نزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا

گرگ، گرگِ مُردہ را ہرگز گزد
بھیڑیئے نے کسی مردہ بھیڑیئے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضر کشتی را برائے آں شکست
حضرت خضرؑ نے کشتی اسی لئے توڑی

تا تو اندر کشتی از فجار رَست
تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

چوں شکستہ می رہد اشکستہ شو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا

اَمن در فقرست اندر فقر رَو
امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کُو داشت از کاں نقد چند
وہ پہاڑ جو فقری کی چند کانیں رکھتا تھا؟

گشت پارہ پارہ از زخمِ کُلند
وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہرِ اُوست گور اگر دنیست
تلوار اس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے

سایہ[3] کا فگندست بروے زخم نیست
وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اس پر ار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے

اے برادر چوں بر آذر می روی
اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہر چہ اُو ہموار باشد باز میں
جو چیز زمین سے ہموار ہو

تیر ہارا کے ہدف گردد ببیں
وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سَر برآرد از زمیں آنگاہ اُو
وہ زمین سے سر ابھارتی ہے تب وہ

چوں ہدَفہا زخم یابد بے رَفُو
نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

نَردبانِ خلق ایں ما و منی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے

عاقبت زیں نردباں اُفتادنی ست
انجام کار اس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

[1] چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ گر نہ زہرست۔ اس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اس کا زہر تکبر ہے۔ ویں دگر۔ اس کی خستہ حالی اس پر رحم کا سبب بنی۔

[2] رَہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ۔ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیئے کو پھاڑتا ہے۔ خضر۔ کشتی کی شکستہ حالی اس کی نجات کا سبب ہے۔ چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہے جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر بلند کی کٹتی ہے۔

[3] سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر برآرد۔ جو چیز زمین سے سر ابھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

ایں افروع ست و اُصولش آں بُود — کہ تَرفُّع شرکت یزداں بُود
یہ فروعی باتیں ہیں اور اس کی اصل یہ ہے — کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مُردی و نہ گشتی زندہ زُو — باغیِ باشی بشرکت مُلک جُو
جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا — تو باغی ہوگا شرکت کے ذریعہ ملک کا جویاں ہوگا

چوں بدُو زندہ شدی آں خود ویست — وحدت محض ست آں شرکت کے ست
جب تو اس کے ذریعہ زندہ ہو گیا وہ خود وہ ہے — خالص وحدت ہے یہ شرکت کب ہے

شرح ۲ ایں در آئینہ اعمال جُو — کہ نیابی فہم ایں از گفتگو
اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم انچہ دارم در دُروں — بس جگرہا گردد اندر حال خوں
اگر میں وہ کہہ دوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست — بانگ دو کردم اگر دردہ کس ست
بس کرتا ہوں، عقلمندوں کے لئے یہ کافی ہے — میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل ۳ آں ہاماں بداں گفتارِ بد — ایں چنیں راہے براں فرعون زد
خلاصہ یہ ہے کہ اس ہامان نے بری گفتگو کے ذریعہ — ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں — از گلوئے اُو بُریدہ ناگہاں
دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا — اچانک اس کے گلے سے جدا کر دیا

خرمنِ فرعون راداد اُو بباد — ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مَباد
اس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا — خدا کرے ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چُنیں ہمراہِ بد دوری گزیں — زینہار اللّٰہُ اَعْلَمْ بِالْیَقِیْن
ایسے برے ساتھی سے دوری اختیار کر — خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ موسیٰ از ایمان آوردنِ فرعون و جایا فتن سخنِ ہامانِ لعین در دلِ فرعون

حضرت موسیٰ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰ لُطف بنمودیم وجُود — خُود خداوندیت را روزی نبُود
حضرت موسیٰ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی — آقائی خود تیرے مقدر میں نہ تھی

۱ ایں۔ تکبر کی یہ مضرتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔ چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقاباللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے۔ چُوں بدو۔ جب تجھے بقاباللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔

۲ شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ یک تفریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کروں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

۳ حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اس نے اس کی راہ ہدایت مسدود کر دی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اس کی بردباری کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی۔

آں [1] خُداوندی کہ نبوَد راستیں — مَر وُرا نے دَست داں نے آستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو — تجھ لے اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستین

آں خُداوندی کی دُز دیدہ بُوَد — بے دل و بے جان و بے دیدہ بُوَد
وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو — وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خُداوندیِ کہ دادندت عوام — باز بستانند از تو ہمچو وام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے — قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لینگے

آں خُداوندیِ تو از بَندگی — کمترست ار باز دانی اندکی
تیری وہ آقائی غلامی سے — کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

وہ خُداوندیِ عاریت بحق — تا خُداوندیت بخشد متّفق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کر دے — تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کر دے

منازعت [2] کردنِ امیرانِ عرَب بارسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ

کہ مُلک را مُقاسمہ کُن تانزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں
لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضورؐ کا ان کو جواب دینا کہ میں اس

را کہ من مامورم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین
حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے ان کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند — نزدِ پیغمبر منازع می شدند
عرب کے سردار جمع ہو گئے — پیغمبر کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے

کہ تو میری ہریک از ماہم امیر — بخش کُن ایں مُلک و بخشِ خود بگیر
کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے — اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہریکے [3] دُر بخشِ خود انصاف جُو — توز بخشِ مادو دستِ خود بشُو
ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے — آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے

گفت میری مَر مرا حق دادہ است — سَروری و اَمر مطلق دادہ است
آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے — میں نے عالم سرداری اور حکم عطا فرما دیا ہے

کایں قرانِ احمدست و دورِ او — ہیں بگیرید امرِ اُورا اِتقُو
کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دور ہے — خبردار! اس کا حکم مانو اور تقوی اختیار کرو

[1] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

[2] منازعت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ ان سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[3] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے۔ کایں۔ اللہ نے فرمادیا ہے کہ یہ احمدؐ کا دور ہے اس کا حکم مانو اور پرہیز گار بنو۔

قوم[1] اِ گفتندش کہ ما ہم زاں قضا — حاکیم و داد امیری ماخُدا
قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے — حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مَر مرا حق مُلک داد — مَر شمارا عاریۃ از بہرِ زاد
آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکومت دی ہے — تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست — میریِ عاریتی خواہد شکست
میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے — عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو — چیست حُجت بر فزوں جوییِ تو
لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ — آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

سیل[2] آمدن و قضیب انداختنِ اُمراء جہتِ دفعِ شدنِ سیل
سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا

وغالب شدن مُصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں
اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

دَر زماں اَبرے بر آمد زہرِ مُر — سَیل آمد گشت آں اَطراف پُر
فوراً سخت حکم سے ایک ابر آیا — سیلاب آیا اور اطراف پانی سے پر ہو گئے

رُو بشہر آورد سَیلے بس مُہیب — اہلِ شہر افغاں کُناں جملہ رعیب
ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رخ کیا — شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفتِ پیغمبرؐ کہ وقتِ امتحاں — آمد اکنوں تانہاں گردد عیاں
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت — اب آ گیا تاکہ پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

ہر[3] اُمیرے نیزۂ خود دَر فگند — تاشود در امتحاں آں سَیل بند
ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا — تاکہ آزمائش کے وقت میں سیلاب رک جائے

نیز ہا را ہمچو خاشاکے رُبود — آب تیزِ سیل پُر جوش و عَنُود
نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا — جو شیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در رَوے مُصطفیٰؐ — آں قضیب معجز فرماں رَوا
پھر مصطفیٰ نے ایک شاخ اس میں ڈال دی — وہ شاخ جو سیلاب کو عاجز کرنے والی اور حاکم تھی

نیز ہا گم گشت جُملہ وآں قضیب — بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب
سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ — نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

[1] قوم گفتندش۔ ان سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری ابدی ہے تمہاری سرداری ابدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی ابدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

[2] سیل آمدن۔ اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مُہیب۔ ہیبت ناک۔ رعیب۔ مرعوب، خوفزدہ، نہاں۔ یعنی اب تک میری ابدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

[3] ہر اُمیرے۔ اس سیلاب کو روکنے کے لئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عَنُود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔ رقیب۔ نگراں

زاہتمام آں قضیب آں سَیل رفت — رُو بہ گردانید و سُوئے بحر رفت
اس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہو گیا — اس نے رخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وَے امرِ[1] عظیم — پس مُقِر گشتند آں میراں زبیم
جب انہوں نے ان سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا — وہ سردار ڈر سے اقرار کرنے والے بن گئے

جُز سہ کس کہ حِقدِ ایشاں چیرہ بُود — ساحرش گفتند و کاہن از جُحُود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا — انہوں نے انکار سے ان کو جادوگر اور کاہن کہا

بُود بُوجہلِ لعین و بُولہَب — واں سُوم ہم بُود بُوسفیانِ حَرب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب — اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بَربَستہ چناں باشد ضعیف — مُلک بَر رَستہ چناں باشد شریف
باندھے ہوئے کی سلطنت ایسی کمزوری ہوتی ہے — آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

نیزہا[2] را گر ندیدی یا قضیب — نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اگر تو نے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے — اے شریف! ان کا نام اور ان کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سَیلِ تیزِ مَرگ بُرد — نامِ اُو و دولتِ تیزش نمُرد
ان کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہا لے گیا — ان کا نام اور ان کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دَوام — ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
ہمیشہ پانچ وقت ان کے نام پر نوبت بجتی ہے — اسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیثِ موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر[3] ترا عقل ست کردم لُطفہا — وَر خَری آوردہ ام خَر را عصا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں — اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخُرت بیروں کُنم — کز عصا گوش و سَرت پُر خوں کُنم
تجھے اصطبل سے اس طرح نکالوں گا — کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کر دوں گا

اندریں آخُر خَران و مَرد ماں — می نیابند از جفائے تو اماں
اس اصطبل میں گدھے اور انسان — تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عَصا آوردہ ام بہرِ اَدب — ہر خَرے را کُو نباشد مُستَجَب
سزا دینے کے لئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں — ہر اس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

[1] امرِ عظیم۔ یعنی آنحضور کی شاخ سے سیلاب کا رک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضور کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے

[2] نیزہا۔ اے مخاطب اگر تو نے وہ نیزوں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اس معاملہ کو سمجھ لے نام شاں۔ ان کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نام نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[3] گر ترا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے

اژدہائے[1] اِمی شود در قہرِ تُو
تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی

کاژدہائے گشتہ دَر فِعل و خُو
جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اَماں
تو بے امان ' پہاڑی سانپ ہے

لیک بنگر اژدہائے آسماں
لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عَصا از دوزخ آمد چاشنی
یہ لاٹھی دوزخ کا مزا ہی ہے

برتو و بر مُومن آمد رُوشنی
تیرے لئے اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی
تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر

کہ ہلا بگریز اندر روشنی
خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ درمانی تو دَر زندانِ من
ورنہ تو میری قید میں رہے گا

مُخلَصَت نبُوَد ز در بَندانِ من
تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز[2] گرَد از کُفر سُوئے دینِ حق
کفر سے دین حق کی طرف آ جا

ورنہ دَر نارِ اَبد مانی خَلَق
ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہو گا

باز گرَد اے گمرہِ بَدبختِ دُوں
اے کمینہ بدبخت گمراہ! باز آ

ورنہ دَر دوزخ در اُفتی سَرنگوں
ورنہ تو اندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بُود ایندم اژدہاست
یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے

تانگوئی دوزخ یزداں کُجاست
تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ تعالیٰ کی دوزخ کہاں ہے؟

دربیان آنکہ شنائے ساقدرتِ حق تعالیٰ تپرُ سد کہ بہشت کُجاست ودوزخ چہ جاست؟
اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست[3] ایں دوزخ لیکن بر دلت
یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر

ہَست پوشیدہ یقیں ز آب وگِلت
یقیناً تیرے آب وگل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کُجا خواہد خُدا دوزخ کُند
خدا جس جگہ چاہے دوزخ پیدا کر دے

اَوج را بَر مُرغ دام و فخ کُند
بلندی کو' پرند کے لئے جال اور پھندا بنا دے

ہم زدانَدت بَرآرد دَردہا
تیرے دانتوں میں درد پیدا کر دے

تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا
حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کُند آب دہانت را عَسَل
یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنا دے

تا بگوئی کہ بہشت است وحُلل
حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

[1] اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی۔ تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا۔ منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نور ہدایت ہے۔ ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دین حق اختیار کر لے ورنہ دوزخ میں بری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہو جائے۔ دربیان۔ جو شخص قدرت الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں مشکوک نہیں ہوتا ہے۔

[3] ظاہرست۔ عالم غیب کی خبروں کے آثار اس عالم شہود میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالم ناسوت میں انہماک ان کے ادراک سے مانع ہے۔ اَوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم زدانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اس کو دوزخ اور اژدہوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کر دیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

از بُنِ دنداں برویاند شکر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرما دے

تا بدانی قوّتِ حُکم و قَدَر
تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پَس [1] بدنداں بیگناہاں را مگزَ
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ

فکر کُن از ضَربتِ نا مُحترَز
ناقابل بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل را بَر قبطیاں حق خوں کُند
(دریا) نیل کو اللہ تعالیٰ قبطیوں کے لئے خون کر دیتا ہے

سِبطیاں را از بلا مَصُوں کُند
سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بَر فرعون دردَم خوں شوَد
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے

بر کلیمے قَندِنا ممنون شوَد
کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بن جاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمییز ہَست
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں امتیاز ہے

درمیانِ ہوشیارِ راہ و مَست
راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل [2] تمییز از خدا آموختہ است
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے

کہ گشادِ آں رااین را سخت بَست
کہ اس نے اس کو کھول دیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لُطفِ اُو عاقِل کُند مَر نیل را
اس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے

قہرِ اُو ابلہ کُند قابیل را
اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

دَر جَمادات از کرَم عقل آفرید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی

عَقل از عاقل بقہرِ خود بُرید
قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

دَر جماد از لُطف عَقلے شُد پدید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی

وَز نکال از عاقِلاں دانش رَمید
عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عَقلِ چوں باراں بامرِ آبخا بریخت
عقل حکم سے اس جگہ بارش کی طرح برسی

عَقل ایں سُو خشمِ حق دید و گریخت
عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

اَبر و خورشید و مَہ و انجم بُلند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر

جُملہ بر ترتیب آیند وَ روند
سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر دَر وقتِ خویش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں

کہ نہ پَس ماند ز ہنگام و نہ پیش
کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را ز انبیا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا

دانش آوردند دَر سنگ و عصا
انہوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

[1] پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اس کو کمزوروں کی ایذا رسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیے۔ نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لئے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لئے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ تابدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جو ذات ان جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔

[2] نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوت تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں۔ یعنی حضرت موسیٰ وایں۔ یعنی فرعون در جمادات۔ اللہ تعالیٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔

[3] ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے مصروف عمل ہیں۔ ہر یکے۔ ہر چیز اس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔

تا جمادات[1] دگر را بے لباس
تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ

چوں عصا و سنگ دانی از قیاس
قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود
پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو

وز جمادات دگر مخبر شود
تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہے

کہ زیزداں آگہیم و طائعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں

ملامہ بے اتفاقی ضائعیم
موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچوں آبِ نیل دانی وقتِ غرق
کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

کہ میانِ ہر دو امت کرد فرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت

چوں زمیں کش دانش آمد وقتِ خسف
قارون کے بارے میں کہ اس کے تکبر نے اس کو ہلاک کردیا

در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی

چوں[2] قمر کہ امر بشنید و شتافت
پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
چاند کی طرح کہ اس نے حکم سنا اور دوڑا

چوں ستوں نالید از ہجرِ نبیؐ
جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام
مصطفیٰؐ کو واضح طور پر سلام کیا

مصطفیٰؐ را گفت ظاہر والسلام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر

بحث کردنِ سنی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکر الوہیت است

سنی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے

وعالم را قدیم داند

اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی[3] یکے می گفت عالم حادث است
کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے

فانی ست ایں چرخ و نقش واہث ست
یہ آسمان فانی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی حدوث
فلسفی نے کہا تو نے اس کے نو پیدا ہونے کو کیسے جانا

حادثی ابر چوں داند غیوث
بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرۂ خود نیستی از انقلاب
تو اس انقلاب کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے

تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب
تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟

[1] تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ عقل عنایت فرما دیتا ہے۔ لباس۔ التباس۔ طاعت لاٹھی نے حضرت موسیٰ کی اور پتھروں نے آنحضورؐ کی اطاعت کی۔ ہر دو امت۔ یعنی حضرت موسیٰ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔

[2] چوں قمر۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ ستوں۔ استوانہ حنانہ آنحضورؐ کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضورؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔

[3] دی۔ سنی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔ فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے۔ پیداوار کو اس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ پیدا ہوئی ہے بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے

کے بداند آخر و بدوز میں
وہ زمین کے انجام اور آغا کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدۂ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے

از حماقت اندریں پیچیدۂ
بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

چیست برہان بر حدوثِ ایں بگو
یہ بتا؟ اس کے نوپیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
ورنہ چپ ہو جا ' زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں

بحث می کردند روزے دو فریق
ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں

گشتہ ہنگامہ براں دو کس گروہ
اور اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں
اس ہنگامہ کی طرف میں بھی روانہ ہو گیا

تا بیابم اطلاع از حال شاں
تاکہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من ۲ بسوئے جمع ہنگامہ شدم
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا

اطلاع از حالِ ایشاں بستدم
اور ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے

بے گمانے ایں بنا رابانی ست
بلاشبہ اس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور کب سے ہے کے بغیر ہے

نیستش بانی و یابانی ویست
اس کو کوئی بنانے والا نہیں اور یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر گشتہ خلاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا

روز و شب آرندہ و رزاق را
دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت ۳ بے برہاں نخواہم من شنید
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

انچہ گوئی بہ تقلیدے گزید
تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیا در حجت و برہاں کہ من
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں

نشنوم بے حجت ایں را در زمن
اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درونِ جانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے

در درونِ جاں نہاں برہانم ست
جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

۱ کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہے اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باوا دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اس کو مانتا چلا آتا ہے چیست فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سنی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ در جدال۔ دونوں میں زور دار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوی۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

۲ من بسوی۔ میں بھی اس مجمع میں پہنچا تاکہ ان کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست۔ یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنے والے رزاق کا منکر ہو گیا۔

۳ گفت بے برہان۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سنی نے کہا حجت ذوقی ہے اور یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجود باری پر استدلال کر سکتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

تُو نمی ا بینی ہلال از ضعفِ چشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے

من ہمی بینم مگن بر من تُو خشم
میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج
بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے

در سَرو پایانِ ایں چرخِ پسیج
اس با ارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت ۲ یارا در دو نم حُجتے ست
اس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے

بر حدُوثِ آسمانم آیتے ست
جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

مَن یقین دانم نِشانش آں بُوَد
مجھے یقین ہے اس کی علامت یہ ہے

مَر یقیں دان را کہ در آتش رَوَد
کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھسے

در زباں می نایدایں حجت بَداں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے

ہمچوں حال و سِرِّ عشقِ عاشقاں
جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سِرِّ گفت و گئی من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے

جُز کہ زَردی و نِزاری رُئی من
سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اَشک ۳ چوں بر رُخ روانہ می رَود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں

حُجتِ حُسن و جمالش می شوُد
اس کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندام حُجتے
اس نے کہا میں اس کو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں

کہ بُوَد درپیشِ علمہ آیتے
جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من گنم آنرا قبُول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا

ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض وطول
ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قُلبے ونقدے دَم زنند
اس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعویٰ کریں

کہ تو قلبی من نِکویم و ارجمند
کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں
تو آخری آزمائش آگ ہے

کاندر آتش در فتند آں دو قریں
کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام وخاص از حالِ شاں عالم شوَند
عوام اور خواص ان کے حال سے باخبر ہو جائیں گے

از گمان و شک سُوئے ایقاں روَند
گمان اور شک سے یقین کی جانب چلے جائیں گے

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں

نقد و قُلبے را کہ آں باشد نہاں
اس کھرے اور کھوٹے کے لئے جو پوشیدہ ہو

ا تو نمی بینی۔ اس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ ان دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہو گئے۔

۲ گفت یارا۔ سنی نے کہا اے دوست وہ ذاتی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ اور اس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

۳ اَشک۔ عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہ بُود۔ فانی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست۔ سنی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہ صورت ہے کہ ان کو آگ میں تپایا جائے اس سے شکوک وشبہات رفع ہو جائیں گے لہٰذا تجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہیے۔ جو سچا ہے وہ بچ گا۔

تا من او تو ہر دو در آتش رویم — حجتِ باقی حیراناں شویم
میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں — باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

یا من و تو ہر دو در بحر او فتیم — کیں درِ دعویٰ من و تو کوفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں — کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند — ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
انہوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے — دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد — متقی را ساخت تازہ تر بکرد
اس نے فلسفی کو جلا دیا راکھ بنا دیا — متقی کو سنوار دیا تروتازہ کر دیا

آں خدا گوینده مردِ مُدّعی — رست وسوزید اندر آتش آں دَعی
وہ مد مدعی خدا کا ماننے والا — بچ گیا اور وہ حرام زادہ آگ میں جل گیا

آز مودہ بشنو ایں اِعلام را — کوریِ افزوں روانِ خام را
اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن — جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہ نسوزید ست[۲] ایں نام از اَجل — کش مسمّی صَدر بودہ است واَجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا — کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صَد ہزاراں رُوح شدُ دلدادۂ — در رہِ او سر بسر او فتادۂ
لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں — اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صَد ہزاراں خَلق را دَرباد یہ — سَر گروہ و بے عَصا را راویہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا — سرگروہ بنا اور بے سہارے کے لئے سیراب کرنے والا بنا

صَد ہزاراں زیں رِہاں اندر قُرآں — بر دریدہ پر دہای منکراں
قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں مذکور ہیں — جنہوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

چوں[۳] گرو بستند غالب شدُ صواب — در دوامِ مُعجزات و در جواب
جب انہوں نے بازی لگائی صحیح بات غالب آئی — معجزوں کے دوام اور جواب کے بارے میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سَبَق — در حدوثِ چرخ پیروز ست وحق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا — آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

حُجتِ منکر ہُمارہ زرد رُو — یک نشاں بر صدقِ ایں اِنکار کو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے — اس کے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

۱ تا من او تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہمچناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے سنی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

۲ کہ نسوزید۔ نیکیوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صد ہزاراں۔ غالباً آنحضور کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی بلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ رہاں۔ باہمی شرط لگانا۔

۳ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پیدا کہنے والا سچا ہے۔

یک منارہ[1] در ثنائے منکراں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ بھی

کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

مخبرے کو کہ در آنجا مخبرے
کوئی مخبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا

یاد آرد روزگارِ منکرے
منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

روئے دینار و رمِ از نامِ شاں
دینار اور درہم کا رخ ان کے نام سے

تا قیامت می دہد از حق نشاں
قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکّہ شاہاں ہمی گردد دگر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے

سکّہ احمد بہ بیں تا مستقر
احمدؐ کے سکہ کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ دیا روئے زرے
چاندی پر یا سونے پر

وانما بر سکّہ نامِ منکرے
سکہ پر کسی منکر کا نام تھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں
دنیا میں چاندی اور سونے پر

سکّہ بنما بنامِ منکراں
منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب
اس سورج جیسے معجزے کو لے

صد زبان و نامِ او اُمّ الکتاب
جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے

زہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف

یا بُد زدد یا فزاید درمیاں
چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو بھی غالب بن جائے

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حُجّتِ منکر ہمی آمد کہ من
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں

غیرِ ایں ظاہر نمی بینم وطن
اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ[3] نندیشد کہ ہر جا ظاہریست
اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے

آں ز حکمتہائے پنہاں مخبریست
وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنے والا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے

ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں
زمانہ میں یہ فرق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے

تا بداند اہلِ عرفاں در جہاں
تاکہ اہل عرفان دنیا میں سمجھ لیں

[1] منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لئے آگ روشن کر دیتے تھے۔ مخبرے۔ خبر دینے والا۔ رُوی۔ سکوں پر انبیاء کا نام ان کی سچائی کا نشان ہے۔ مستقر۔ دائم۔ ہمیشہ۔ منکرے۔ یعنی منکر خدا

[2] خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے معاملہ میں شکوک و شبہات ہیں آنحضورؐ کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔ زہرہ۔ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔ حجت منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

[3] ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر و باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ۔ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

عُمرِ کرگس[1] سہ ہزار و پانصد ست — مَر کبوتر راچہ باشد زاں بدست
گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال ہے — کبوتر کو اس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار — مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار
لاکھوں کبوتر مرتے ہیں — گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جُملہ پندارند کرگس باقیست — نے غلط کردند یک کس باقیست
سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے — نہیں انہوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شد انداز جہلِ خویش — می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش
وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بین بنے — اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می[2] نماند در جہاں یک تارِ مو — کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
دنیا میں ایک بال بھی باقی نہ رہے گا — سوائے اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہرچہ پیدا کرد بہرِ معنی ست — باطنش بنگر بریں ظاہر مایست
اس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے — اس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
تفسیر آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین اور ان دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا

بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ نیا فرید شاں از بہرِ ہمیں کہ شامی بیند
کیا مگر حق کے ساتھ ان کو صرف اسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو

بلکہ بر معنی و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بیند آں را
بلکہ ایک معنی اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جس کو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگار در زین نقش — بے امیدِ نفع بہرِ عین نقش
کوئی مصور عمدہ تصویر بناتا ہے — نفع کی امید کے بغیر محض تصویر کے لئے

بلکہ[3] بہرِ میہمانان وکیاں — کہ بفرجہ وارہند از لدُہاں
بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے — تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان ویادِ دوستاں — دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں
بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے — گزرے ہوئے دوستوں کو ان کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب — بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب
کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے؟

[1] کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اس کو قدیم مان لیتا ہے۔ جملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

[2] می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذات خداوندی ہے۔ ہرچہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے کسی پوشیدہ حکمت وجہ سے کی ہے۔ ہیچ۔ کوئی مصور تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اس کا اس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے۔

[3] بلکہ۔ مصور کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اس لئے بناتا ہے کہ اس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

هیچ کاسہ[1] اگر کند کاسہ تمام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے

بہرِ عینِ کاسہ نے بہرِ طعام
محض پیالہ کی خاطر نہ کہ کھانے کے لئے؟

هیچ خطّاطے نویسد خط بفن
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے

بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن
محض خط کی خاطر نہ کہ پڑھنے کے لئے؟

نقشِ ظاہر بہرِ نقشِ غائب است
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے

واں برائے غائبِ دیگر بہ بَست
وہ کسی دوسرے غالب کے لئے بنا ہے

تا سُوم چارم دہم بر می شمر
تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کر لے

ایں فوائد را بمقدارِ نظر
ان فوائد کو نظر کے انداز کے مطابق

همچو[2] بازیہائے شطرنج اے پسر
فائدہ ہر لعب در ثانی نگر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح ہر چال کا فائدہ دوسری چال میں دیکھ

ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں
واں برائے آں وآں بہرِ فلاں
اس نے اس کے لئے پوشیدہ چال چلی وہ اس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے

همچنیں دیدہ جہات اندر جہات
در پے ہم تا رسی در بُرد و مات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اوّل[3] از بہرِ دُوم باشد چناں
کہ شُدن بر پایہای نَرد باں
پہلی چال دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ سیڑھی کے دو جوتیر چڑھنا

واں دُوم بہرِ سُوم می داں تمام
تا رسی تو پایہ پایہ تا ببام
دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے

شہوتِ خوردن ز بہرِ آں منی
واں منی از بہرِ نسل و رُوشنی
کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

کُند بینش می نہ بیند غیرِ ایں
عقلِ اُو بے سَیر چوں نَبتِ زمیں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہے

بَنت راچہ خواندہ چہ نا خواندہ
ہست پایِ اُو بگِل در ماندہ
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا اس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

[1] کاسہ۔ پیالہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطائی۔ خطاط خطائی کا کمال اس لئے دکھاتا ہے کہ اس کو لوگ شوق سے پڑھیں۔ نقش۔ نقش ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اس سے مقصود یہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیش نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اس سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔

[3] اول۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طرح سے ذریعہ ہے جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈانڈا دوسرے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کے لئے واسطہ ہے۔ شہوت خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے اس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبت زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اور اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

گر سرش جُنبد ببادِ تیز رَو
اگر تیز چلنے والی ہو اسے اس کا سر ہلے

تو بسَر جُنبا نیش غرّہ مشو
تو اس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سرش گوید سَمِعْنَا یَاصَبَا
اس کا سر کہتا ہے ہم نے باد صبا کی اطاعت کی

پائے اُو گوید عَصَیْنَا خَلِّنَا
اس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمان کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سَیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے' عوام کی طرح چلتا ہے

بر توکل می نہد چوں کورگام
اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بر توکل ۲ تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

چوں توکل کردنِ اصحابِ نرد
جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظرہائی کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھہری ہوئی نہیں ہیں

جُز رَوندہ جُز درندہ پردہ نیست
وہی چلنے والی' پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ دردہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آئے گا

ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر
اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق

غیب و مستقبل بہ بیند خیر وشر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سَدِّ پیش و سَدِ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی

شُد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گزر جانے والی آنکھ بن گیا اور اسنے غیب کی تختی پڑھ لی

چوں ۳ نظر پس کرد تا بَدوِ وجود
جب اس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک

آخر و آغازِ ہستی رُو نمود
وجود کا آخر اور آغاز رونما ہو گیا

بحثِ اَملاک و زمیں با کبریا
خدا کے ساتھ ملکتوں اور زمین کی بحث

در خلیفہ کردنِ بابائے ما
ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش اَفگند اُو بدید
اس نے جب نگاہ آگ ڈالی تو دیکھ لیا

انچہ خواہد بود تا محشر پدید
ہر اس چیز کو جو حشر تک رونما ہو گی

پس زپس می بیند اُو تا اصلِ اصل
پس وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے

پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل
سامنے کی جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے

ہر کسے اندازۂ رُوشندلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے

غیب را بیند بقدرِ صیقلی
صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

۱ گر سرش۔ گھاس کے ملنے سے دھوکا نہ کھانا چاہیے وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں سرش۔ باد صبا کی دعوت پر اس کا سر لبیک کہتا ہے اس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔ چوں ندارد۔ اس کو آفاق اور انفس کی سیر حاصل نہیں ہے وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پکڑتا ہے۔

۲ بر توکل۔ اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا غلط ہے میدان جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔ نظر ہائی۔ اولیاء کی نظریں جو ٹھہری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور در انفس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونے والے واقعات کو عالم مثال میں دیکھ لیتی ہیں ان کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور ان کی نظریں لوح غیب سے ہونے والے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

۳ چوں نظر۔ ان بزرگوں کی نظریں ابتداء آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملائک نے جو گفتگو کی اس کو یہ سن لیتے ہیں۔ در پیش۔ ابد تک جو واقعات ہونے والے ہیں ان کو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور ان کا علم اگرچہ علم خداوندی کی طرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرت حق ان کو بہت سی چیزوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ روز فصل۔ روز محشر۔ ہر کسے۔ جو شخص جس قدر دل کو صاف کر کے اس پر صیقل کر لیتا ہے اس قدر اس کو مغیبات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کر لی' اس نے زیادہ دیکھا

بیشتر آمد بر و صورت پدید
اس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو اِ گوئی کاں صَفا فضلِ خداست
اگر تو کہے کہ وہ دل کی صفائی خدا کی دین ہے

نیز ایں توفیقِ صیقل زا عطاست
نیز اس صیقل کی توفیق اس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دُعا
وہ کوشش اور دعا ہمت کے اندازے سے ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہب ۲ ہمت خداوندست و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے

ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز انسان شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ تعالیٰ کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا

مانعِ طوع و مُراد و اختیار
اطاعت اور مقصد کا راستہ اختیار کر لیتا ہے

لیک چوں رنجے دہد بَد بخت را
لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے

اُو بگزیند بکفراں رَخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کر لیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے

رَخت را نزدیک تر وَامے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بَددلاں از بیم جاں درکار زار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے

کردہ اَسبابِ ہزیمت اختیار
پسپائی کے اسباب اختیار کر لئے

پُر دلاں در جنگ ہم از بیمِ جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے

حملہ کردہ سُوی صَفِ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا

رُستماں ۳ را ترس و غم وا پیش بُرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا

ہم ز ترس آں بَد دل اندر خویش مُرد
بزدل خوف سے خود بہ خود مر گیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا

زاں پدید آمد شجاع از ہر حیاں
اس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہو گیا

حاصل آں کز وَسوسہ ہر سُو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو شیطانی وسوسہ سے ہر جانب جدا ہو گیا

از قَضا ہم در قَضا باید گریخت
اس کو قضاء (خداوندی) سے قضاء کی جانب بھاگنا چاہیے

۱ گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیہ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آ کر عطیہ کر دیتا ہے۔

۲ واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفاً کائنات کا ارادہ نہیں کر سکتا۔ نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ و زاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کر لیتا ہے۔ بدلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور اس کے اختیار ہی کی بنیاد پر ہیں۔

۳ رستماں۔ بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مر جاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچ کر قضاء الٰہی سے قضاء الٰہی کی طرف بھاگنا چاہیے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ نَفِرُّ عَنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ قضاء الٰہی سے بھاگتے ہیں تو انہوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ ہاں ہم قضاء الٰہی سے قضاء الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں یعنی مصالح کی بنیاد پر جو روکا بھی جانا کی وہ بھی قضاء الٰہی ہے۔

وحی [1] کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ میں جو کہ پیدا کرنے

کہ خالق اَم تُرا دوست دارم

والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰ را بوحیِ دل خُدا — کاے گزیدہ دوست می دارم تُرا

اللہ تعالیٰ نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰ سے کہا — کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بُود اے ذُوالکرم — موجبِ آں تا من آں افزوں کنم

حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے صاحب کرم انکی علت ہے — اس کا سبب تاکہ میں اس کو بڑھاؤں

گفت چوں طِفلے بہ پیشِ والدہ — وقتِ قہرش دَست ہم بروے زدہ

فرمایا تو ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے — جو اس کے غصہ کے وقت بھی اس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جُز اُو دیّار ہست — ہم از و مخمور و ہم از اُوست مست

وہ بچہ نہیں جانتا کہ گھر میں اس ماں کے سوا کوئی اور ہے — اسی سے وہ مخمور ہے اور اسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بروَے زند — ہم بمادر آید و بروَے تند

اگر اس کی ماں اس کے طمانچہ مارے — ماں کے پاس آتا ہے اس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ اُو — اُوست جُملہ شرِّ اُو و خیرِ اُو

اسکے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا ہے — اس کا اچھا برا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ [2] تو ہم زمادر خیر و شر — اِلتفاتش نیست جاہائے دگر

بھلائی اور برائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے — اس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ ست وکلوخ — گر صبی و گر جوان و گر شیوخ

میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے — خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ ایّاکَ [3] نَعبُدُ در حنیں — دَر بَلا از غیر تو لا نَستَعِین

جس طرح کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں رونے میں ہے — مصیبت میں تیرے غیر سے ہم مدد نہیں چاہتے ہیں ہے

ہست ایں ایّاکَ نَعبُدُ حصر را — دَر لُغت داں از پے نفیِ ریا

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کے لئے ہے — عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست ایّاکَ نَستَعِین ہم بہر حصر — حصر کردہ اِستعانت را و قصر

تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں بھی حصر کے لئے ہے — جس سے مدد مانگنے کو اللہ کی ذات کے ساتھ محصور اور مخصوص کر دیا ہے

---

[1] وحی۔ اس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا میری کونسی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اس میں اور اضافہ کر لوں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیار۔ گھر میں رہنے والا۔

[2] خاطر تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیر من۔ میرے سوا تیرے لئے ناقابل التفات ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔ صبی۔ بچہ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے بوڑھا۔

[3] ایّاکَ نَعبُدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے منحصر کرنے کے لئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ ایّاکَ نَستَعِین۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ بھی حصر کے لئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے کے لئے ہے۔

کہ اِ عبادت مر تُرا آریم و بَس — طمعِ یاری ہم زتو داریم و بَس
کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس — مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردنِ شفیع مَغضوب
بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا
علیہ را و از پادشاہ در خواستین و قبول کردنِ پادشاہ در خواست و
اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے
شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی
رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بَر ندیمے خشم کرد — خواست تا از وَے بَر آرد دُود و گرد
اب بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا — چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے
کرد شہ شمشیر بیروں از غِلاف — تا زند بروَے جزائے آں خلاف
بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی — تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے
ہیچکس ۲ را زَہرہ نے تا دَم زند — یا شفیعے بَر شفاعت برتند
کسی کو مجال نہ تھی کہ دم مارے — یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو
جُز عماد الملک نامی از خواص — در شفاعت مصطفیٰ وارانہ خاص
سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا — اور حضرت مصطفیٰ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا
بر جہید و زود در سجدہ فتاد — ... ماں شہ تیغِ قہر از کف نہاد
وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا — بادشاہ نے فوراً اس کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی
گفت اگر دیوست من بخشیدَش — ور بلیسی کرد من پوشیدمش
اس بادشاہ نے کہا اگر وہ شیطان ہی ہے تو میں نے اس کو معاف کر دیا — اور اگر اس نے شیطنت کی ہے تو میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی
چونکہ ۳ آمد پائے تُو اندر میاں — راضیم گر کرد جرم صد زیاں
چونکہ تیرا قدم بیچ میں آ گیا ہے — میں راضی ہوں اگر مجرم نے سینکڑوں نقصان کئے ہیں
صَد ہزاراں خشم را تانم شکست — کہ تُرا آں فضل وآں مقدار ہست
میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں — کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے
لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست — زانکہ لابہ تو یقیں لابہ منَ ست
تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں — کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

۱ کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ خشم۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گزری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہیے۔ ندیم۔ مصاحب۔ دُود۔ یعنی اس یعنی اس کو قتل کر دے خلاف یعنی کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔

۲ ہیچکس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی سفارش کرے۔ نحو۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضورؐ حشر میں عام شفاعت کے لئے مخصوص ہوں گے۔ درزماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اس کو معاف کر دیا۔

۳ چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سینکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آ گیا ہے میں سینکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا عینہ میرا خوشامد کرنا ہے۔

گر از زمین و آسماں رابر ہم زدے
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے

ز انتقام ایں مرد بیروں نامدے
یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

وَر شدے ذرّہ بذرّہ لابہ گر
اگر ذرہ ذرہ خوشامدی بنتا

اُو نبُردے ایں زماں از تیغ سَر
وہ تلوار سے اس وقت سر نہ بچا سکتا

بَر تو می نہیم مِنّت اے کریم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں

لیک شرحِ عزّتِ تُست اے قدیم
ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں
یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے

اے صفاتت در صفاتِ مادَفیں
اسلئے کہ تیری صفات ہماری صفات میں مدغم ہوگئی ہیں

تو دریں مستعملی نے عاملی
تو اس سفارش میں مستعمل ہوا ہے تو کرنے والا نہیں ہے

زانکہ محمولِ مَنی نے حاملی
کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا رَمَیْتَ ۲ اِذْ رَمَیْتَ گشتہ
تو "تو نے نہیں پھینکا جب پھینکا" بن گیا ہے

خویشتن در موج چوں گف ہشتہ
تو نے اپنے آپ کو جھاگ کی طرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لا شدی، پہلوی اِلّا خانہ گیر
تو لا بن گیا، الا کے پہلو میں مقیم ہو گیا

اے عَجب کہ ہم اَسیری ہم اَمیر
تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

انچہ دادی تو ندادی شاہ داد
جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے

اُوست بَس وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشاد
بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں ۳ ندیمِ رستہ از زخم و بلا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر

زیں شفیع آزُردہ رو بَرگشت از وِلا
اس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف ہو گیا

دوستی ببُرید زاں مخلصِ تمام
اس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی

رُو بحایط کردتا نارَد سَلام
دیوار کی طرف کو منہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شُد
اپنے اس سفارش سے بیگانہ بن گیا

زیں تعجب خلق در افسانہ شُد
اس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

۱ گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے ہیں کبھی معاف نہ کرتا۔ برتو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ ایں۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اس صورت میں تجھ پر احسان جتنے کے لئے کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ ہے کام کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اس پر بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

۲ مَا رَمَیْتَ۔ آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذات باری میں فنا کر دیا تو جنگ بدر میں آنحضور کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضور کی طرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہوگا۔ لاشدی۔ کلمہ طیبہ میں لا الہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور الا اللہ میں ذات باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اُوست بس۔ وجود حقیقی صرف شاہ کا ہے تو ہزار دینا تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کی طرف منسوب ہوگا۔

۳ واں ندیم۔ عماد الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بنی شروع کر دیں کوئی اس کو پاگل کہتا کوئی اس کی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاک پا بننا چاہیے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

گر نہ مجنون ست یاری چوں بُرید
اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اس نے دوستی کیوں توڑی؟

از کسے کہ جانِ اُورا وَا خرید
ایسے شخص سے جس نے اس کی جان دوبارہ خریدی

وَا خریدش آں دَم از گردن زدن
اس وقت اس نے اس کو گردن کٹنے سے بچا لیا

خاک نعلِ پاش بایستے شدُن
اس کو تو اس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیے

باز گونہ رت و بیزاری گرفت
اس نے اپنی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی

باچنیں دلدار کیں داری گرفت
ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بَس [1] ملامت کرد اُورا ناصحے
اس کو ایک نصیحت کرنے والے نے بہت ملامت کی

کیں جَفا چوں میکُنی با مُصلحے
کہ ایسی نیکی کرنے والے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص
اس خاص دوست نے تیری جان خریدی

آں دَم از گردن زدن کردت خلاص
اس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جَفا کردے نبایستے رَمید
اگر وہ ظلم بھی کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیے تھا

خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
خصوصاً جبکہ اس قابل تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مَبذول ست جاں
اس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے

اُو چرا آید شفیع اندر میاں
وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لیِ مَعَ اللّٰہِ وقت بُود آندم مَرا
اس وقت مجھے لی مع اللہ وقت کا مقام حاصل تھا

لا یَسَعُ فِیہِ نَبِیٌّ مُجتَبٰی
جس میں کسی منتخب نبی کی بھی گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جُز رحمِ شاہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ہوں

من نخواہم غیرِ آں شہ را پناہ
میں اس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ شہ [3] را بہرِ آں لا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اسی لئے نفی کی ہے

کہ بسُوئے شہ تولّا کردہ ام
کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر بِبُرّد اُو بقہرِ خود سَرم
اگر وہ شاہ اپنے غصہ سے میرا سر قلم کرے گا

شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کر دے گا

کارِ من سَر بازی و بیخویشی است
میرا کام سر دیدینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے

کارِ شاہنشاہِ ما سَر بخشی است
ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سَر کہ کفِ شاہش بُرد
وہ سر قابل فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے

ننگ آں سَر کہ بغیرے سَر بَرد
وہ سر باعث ذلت ہے جو اس کے غیر کے آگے جھکے

[1] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اس کو برداشت کرنا چاہیے نہ کہ اس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیے۔ گفت۔ اس مصاحب نے کہا کہ مری جان تو شاہ کے لئے تھی یہ بیچ میں آ کر بچانے والا کون تھا۔

[2] لیِ مَعَ اللّٰہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوئی نہ کسی مرسل نبی کی اس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جناب باری سے حاصل ہوتا تھا' لہٰذا عماد الملک کی اس میں گنجائش کہاں تھی۔

[3] غیرِ شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کر لیا ہے اب اس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ نثر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعث فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعث ذلت ہے۔

شب[1] کہ شاہ از قہر در قیرش کشید — ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تاریکی میں ڈالا — عید کے ہزاروں دنوں سے ذلت محسوس کرتی ہے

خد طوافِ آنکہ اُو شہ بیں بُود — فوقِ قہر و لُطف و کفر و دیں بُود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹتا — غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبادت در جہاں — کہ نہانست و نہانست و نہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبادت بیان نہیں کر سکتی ہے — کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے پوشیدہ

زانکہ ایں اَسما و الفاظِ حمید — از گِلابہ[2] آدمی آمد پدید
اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ — انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَاء بُد آدمؑ را اِمام — لیک نے بُد در لباسِ عین ولام
علم الاسماء آدم کا نام تھا — لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گِل بر سر کلاہ — گشت آں اَسمای جانی رُو سیاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی — وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حروف و دَم در خود کشید — تا شود بَر آب و گِل معنی پدید
کیونکہ ان اسماء نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا — تاکہ پانی اور مٹی پر معنی واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کرد اُو خلاص — لیک ہم شہ شُد مرا حقا مَناص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا — لیکن واقعتہً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ مَنطق کاشف ست — لیک از دہ وجہ دیگر مُکنِف ست
گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے حقیقت کو ظاہر کرنے والی ہے — لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ
حضرت جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَکَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰی اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا
تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و اُو جبرئیل — من نخواہم در بلا اُورا دلیل
میں اپنے زمانہ کا خلیل اللہ ہوں وہ (جبرئیل) جبرئیل ہے — میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

طرح خلیل اللہ نے حضرت جبرئیل کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود۔ جس کو مشاہدہ حق حاصل ہے اور وہ ذات حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقام مشاہدہ کو کسی عبادت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے عبادتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گلابہ۔ گل و آب یعنی جسم انسانی مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ علم الاسماء اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسماء اس مادی حروف تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو ان کی روحانیت ختم ہو گئی اور ان میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ کہ نقاب۔ ان اسماء کو مادی لباس اس لئے پہنا دیا گیا تا کہ مادی انسان ان کے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریز گاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنون احسان نہیں ہوں۔ گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اللہ تعالیٰ سے جس

اُو ادب ناموخت از جبرئیل راد
اس نے عقلمند جبرائیل سے ادب نہ سیکھا

کہ پرسید از خلیلِ حق مُراد
کہ اس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مُرادت ہست تایاری کُنم
کہ تیری کوئی مراد ہے تاکہ میں مدد کروں

وَرنہ بگریزم سُبکباری کُنم
ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیم نے رَواز میاں
ابراہیم نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا

واسطہ زحمت بُود بَعد العَیاں
کیونکہ مشاہدہ حق بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیا ست مُرسَل رابطہ
اس جان کے لئے رسول رابطہ ہے

مُومناں را زانکہ ہست اُو واسطہ
مومنوں کے لئے کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بُدے وحیِ نہاں
اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا

حرف وصوتے کے بُدے اندر جہاں
تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے

گرچہ اُو محوِ حق ست و بے سَر است
اگرچہ وہ جبرئیل اللہ تعالیٰ میں فنا اور بیخود ہے

لیک کارِ من ازاں نازَ کتر است
لیکن میرا کام اس سے زیادہ نازک ہے

کردۂ اُو کردۂ شاہ است لیک
اگرچہ اس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن

پیشِ چشمم بدنمایندہ است نیک
لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

انچہ عینِ لُطف باشد بر عَوام
جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے

قہر شُد بر عشق کیشانِ کرام
شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید
بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں

علمہ راتا فرق راتا نندید
عوام کو تاکہ فرق کو دیکھ سکیں

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار
اے یار غار! یہ واسطہ کے حروف

پیشِ واصل خار باشد خار خار
واصل (بحق) کے لئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف
بہت سی بلائیں اور رنج اور (ان میں) ٹکاؤ چاہیے

تا دمد آں روحِ صافی از حروف
تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اٹھے

لیک بعضے زیں بلا کژ تر شُدند
لیکن بعض اس بلا سے اور زیادہ ٹیڑھے ہو گئے

باز بعضے صافی و بر تر شُدند
بعض صاف اور زیادہ بلند ہو گئے

---

۱ لو ادب۔ عماد الملک کو جبرئیل کے اس قصہ سے نصیحت حاصل کر لینی چاہیے تھی کہ مراد حضرت ابراہیم جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیل نے آ کر مدد کرنی چاہی حضرت ابراہیم نے انکار کر دیا اور فرما دیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہر اس دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں ان کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیم خود مشاہدہ میں مستغرق تھے ان کو جبرئیل کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سن سکے اس لئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حروف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

۲ گرچہ۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ جبرئیل کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اس سے بھی نازک ہے اس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبرئیل کا کام مقام فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اس کام میں ماذون ہیں اللہ کی جانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کے لئے آیا ہوں۔

۳ انچہ۔ اس طرح کی مدد عوام کے لئے عین لطف خداوندی ہے لیکن عاشقاں خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور مقولہ ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہے۔ بس بلا۔ بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے ایک۔ مصائب پر سکوہ ہو تو تباہی ہے ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

همچو آبِ[1] نیل آمد ایں بلا — سعد را آبست و خون بر اشقیا

یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے — جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کے لئے خون ہے

هر که پایاں بیں تر اُو مسعود تر — جدّ تر اُو کارد که افزوں دید بر

جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے زیادہ نیک بخت ہے — زیادہ محنت سے وہ بوئے گا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہے

زانکه داند کایں جهانِ کاشتن — هست بهرِ محشر و بَرد اشتن

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا — محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کے لئے ہے

هیچ[2] عَقدے بهرِ عینِ خود نبُود — بلکه از بهرِ مقامِ رِبح و سُود

کوئی معاملہ بعینہٖ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے — بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے

هیچ نبُود مُنکرے گر بنگری — مُنکریش بهرِ عینِ مُنکری

اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے — کہ اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو

بَل برائے قهرِ خصم اندر حَسد — با فزونی جُستن و اِظهارِ خود

بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہوتا ہے — یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کے لئے ہوتا ہے

واں[3] فزونی هم پَے طمعِ دگر — بے معانی چاشنی ندہد صُوَر

وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے — محض صورتیں بلا معانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں همی پُرسی چرا ایں میکنی — که صُوَر زیت است و معنی روشنی

اسی لئے تو دریافت کرتا ہے کہ تو یہ کیوں کرتا ہے؟ — کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنی روشنی ہیں

ورنه ایں گفتن چَرا از بهرِ چیست — چونکه صورت بهرِ عینِ صورتیست

ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے — جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائده ست — جُز برائے ایں چَرا گفتن بَدست

یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہے — اس کے سوا کے لئے "کیوں" کہنا برا ہے

ازچه رُو فائده جوئی اے امیں — چوں بُود فائدهٔ ایں خود همیں

اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟ — جبکہ فعل خود فائدہ ہو

پَس نقوشِ آسماں و اهلِ زمیں — نیست حِکمت کاں بُود بهرِ همیں

تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں — (اس میں) کوئی حکمت نہیں ہے کہ وہ صورتیں محض صورتوں کے لئے ہوں

[1] آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور بنی اسرائیل کی نجات کا سبب بنا۔ ہر کہ۔ جو ان مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام بیں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئے گا وہاں کاٹے گا۔

[2] ہیچ عقدے۔ جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اس کے پیش نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

[3] واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صور۔ یعنی کام کی محض صورت اس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو ان کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صور۔ معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔ ورنہ۔ اگر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھ کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے ان کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست
اگر وہ خالق صاحب حکمت نہیں ہے تو کائنات کی ترتیب کیسی ہے؟

ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے

گس نسازد نقشِ گرما بہ خضاب
کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہے

جز پئے قصدِ صواب و ناصواب
کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو

ہر چہ بینی در جہاں از آیتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا

ہست بہرِ معنیی و حکمتے
وہ کسی معنی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت ۲ کردن موسیٰ از حضرتِ عزت کہ لِمَ خَلَقْتَ خَلْقًا
حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے

فَاَهْلَكْتَهٗ وَاَحْرَقْتَهٗ و جواب آمدن از حضرتِ عزت
پھر تو اس کو اور تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰ اے خداوندِ حساب
حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے محاسبہ کے مالک

نقش کردی باز چوں کردی خراب
تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا؟

تُرّہ مادہ نقش کردی جانفزا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے

وانگہے ویراں کنی ایں را چرا
پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت ۳ حق دانم کہ ایں پرسش ترا
اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال

نیست از انکار و غفلت وز ہوا
انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا

بہرِ ایں پرسش ترا آزردمے
اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خاہی کہ در افعالِ ما
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں

باز جوئی حکمت و سرِّ قضا
حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کنی مر عام را
تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے

پختہ گردانی بدیں ہر خام را
اس سے ہر کچے کا پکا بنائے

قاصداً سائل شدی درکاشفی
وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے

بہرِ عامہ ارچہ توزاں واقفی
عوام کے لئے، اگرچہ تو اس سے واقف ہے

زانکہ نیمِ علمِ آمد ایں سوال
یہ سوال نصف علم ہے

ہر برونے را نباشد ایں مجال
ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

۱ گر حکیمے۔ حکمت دان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنے والا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ ہر چہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔

۲ مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمت الٰہی کا بیان کرنا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوند حساب۔ یعنی یوم حساب کے مالک۔

۳ گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پر مبنی نہیں ہے اس لئے میں درگزر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اس لئے معلوم کر رہا ہے تاکہ عوام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کر دے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ زانکہ۔ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے **اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ** یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اس چیز کا آدھا علم ہے حضرت موسیٰ حکمتوں سے واقف تھے۔

ہم[1] سوال از علمِ خیز و ہم جواب
سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے

ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب
جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہم ضلال از علمِ خیز و ہم ہُدے
گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی

ہمچنانکہ تلخ و شیریخ از ندے
جیسا تری سے تلخ اور شیریں

ز آشنائی خیزد ایں بُغض و وِلا
یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے

وَز غذائے خوش بُود سُقم و شِفا
بیماری اور شفا اچھی غذا سے پیدا ہوتی ہے

مُستفید[2] ا عجمی شُد آں کلیم
وہ کلیم اللہ ناواقف کو فائدہ حاصل کرنے والے بنے

تا عجمیاں را کُند زیں سِرّ علیم
تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں

ما ہم ازوَے اَعجمی سازیم خویش
ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف واقف بناتے ہیں

با سخُش آریم چوں بیگانہ پیش
بیگانوں کی طرح اس کا جواب پیش کرتے ہیں

خَر فروشاں خصمِ یکدیگر شدُند
گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے

تا کلیدِ قفلِ آں عَقد آمدند
یہاں تک کہ اس معاملہ کے قفل کے لئے کنجی بن گئے

پس بفرمودش خدا اے ذُولباب
پھر ان سے خدا نے فرمایا ' اے عقلمند

چوں پُرسیدی بیا بشنو جواب
جبکہ تو نے سوال کیا ہے ' آ جواب سن

موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں
اے موسیٰ! زمین میں بیج بوئے

تا کہ تو خود وَا دہی اِنصافِ ایں
تاکہ تو خود اس کا انصاف کر لے

چونکہ موسیٰ کِشت نہ شد کشتش تمام
جب حضرت موسیٰ نے کھیتی بوئی ان کی کھیتی پوری ہوگئی

خوشہایش یافت خوبی و نظام
اس کے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی

داس بگرفت و مَر آں را می بُرید
انہوں نے داتی لی اور اس کو کاٹ لیا

پس ندا از غیب دَر گوشش رسید
تو ان کے کان میں غیب سے آواز آئی

کہ چرا کِشتے کُنی و پَروری
کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے

چوں کمالے یافت آں را می بُری
جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اس کو کاٹتا ہے

گفت یارب زاں کُنم ویراں و پست
موسیٰ نے عرض کیا خدایا کھیت کو ویران و پست اس لئے کرتا ہوں

کہ در ینجا دانہ ہست و کاہ ہست
کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بوسہ بھی ہے

[1] ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہو جانے کے بعد ہی اس کے بارے میں سوال و جواب ہو سکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ کڑی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی' ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مُستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اس لئے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے آنجان بن کر اس کو جواب دیتے ہیں۔ خَرفروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح ان کی سمجھ میں آجائے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تم کھیتی بوو اور جب کھیتی تیار ہوگئی تو انہوں نے اس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جلا دینا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ — کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ
دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے — بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دورا آمیختن — فرق واجب می کند در بیختن
ان دونوں کو بلائے رکھنا دانائی نہیں ہے — وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بتاتی ہے

گفت ۱ ایں دانش تو از کہ یافتی — کہ بدانش بیدرے بر ساختی
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟ — کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت میبزم تو دادی اے خدا — گفت پس تمییز چوں نبود مرا
حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی — اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہا پاک ہست — روحہا تیرہ و گلناک ہست
مخلوق میں پاک روحیں ہیں — کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں ۲ صد فہا نیست در یک مرتبہ — در یکے دُرّست و در دیگر شبہ
یہ سیپاں ایک طرح کی نہیں ہیں — ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب ست اظہارِ ایں نیک و تباہ — ہمچناں کاظہارِ گندم از کاہ
نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے — جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہرِ اظہارست ایں خلقِ جہاں — تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں
دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے — تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ ۳ کنزًا گفت مخفیًا شنو — جوہرِ خود گم مکن اظہار شو
سن اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا — تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثال دوغند
اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

و روحِ وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغنِ پنہاں
اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ — ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ
تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا — جس طرح گھی کا مزا چھاچھ کے مزے میں

۱ گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں ایک پاک ایک ناپاک۔

۲ ایں صد فہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں کچ کے پوتھ کی طرح ہے۔ واجب۔ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بری روحیں دوزخ میں بہر اظہار۔ پہلی حکمت تو مارنے کی تھی پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

۳ کنت۔ حدیث قدسی ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا مخلوقات مظہر صفات خداوندی ہے۔ جوہر خود۔ انسان کے جسم میں جو موتی ہے اس کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔ بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مکھن چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دوغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

آں دروغت ایں تنِ فانی بُوَد
وہ تیرا جھوٹ یہ فنا ہونے والا جسم ہے

راستت[1] آں جانِ ربانی بُوَد
تیری سچائی ' خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے

روغنِ جاں اندر و فانی ولاش
روح کا روغن اس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد حق رسولِ بندۂ
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے

دُوغ را در خُمرہ جنبا نندۂ
چھاچھ کو مکھی میں بلونے والے کو

تا بجُنباند بہنجا رو بفن
یہاں تک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوئے

تابدانم من کہ پنہاں بُود مَن
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جُزوِ اوست
یا اس بندہ کا کلام جو اس نبی کا جزو ہے

در رود در گوشِ آنکو وحی جُوست
اس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[2] مُومن وحیِ مارا واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنے والا ہے

آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طِفل از گفتِ مام
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے

پُر شود ناطق شود او در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد طِفل را گوشِ رَشد
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو

گفتِ مادر نشنود گُنگے شود
وہ ماں کی بات نہیں سنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً ہر کرا صلے گُنگ بُود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے

ناطق آں کس شد کہ از مادر شنُود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں سے بات سنتا ہے

وانکہ[3] گوشِ کر و گنگ از آفتے ست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کی وجہ سے

زانکہ در گوشش رسیدہ علّتے ست
کیونکہ اس کے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنے والی نہیں ہے

لا جرم مر نُطق را تسلیم نیست
تو لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطقِ خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے

کہ صفاتِ اُوز علّتہا جُداست
کیونکہ اس کی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدم کردہ تلقینش خُدا
یا آدم جیسا جس کو خدا نے پڑھایا

بے حجابِ مادر و دایہ وُ را
اس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

[1] راستت۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گزرتا ہے جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔ لاش۔ لاشی معدوم۔ تافرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مکھن اس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مکھی۔ من۔ اس کا ترجمہ مختلف ..... نے مختلف کیا ہے ہم نے شہید سے کیا ہے اس سے مراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کے لئے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔

[2] اُذن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اور اس وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کر لیتے ہیں۔ داعی۔ یعنی رسول یا وہ شخص جو ان کا جزو ہے۔ مام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد۔ جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائما۔ عموماً بہرا' گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

[3] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سن کر بولنے پر ماں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے' بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذات خداوندی ہے۔ آدم حضرت آدم نے ماں باپ نہ تھے ان کو تعلیم خانے دی۔

یا مسیحے[1] گو بہ تعلیم و دُود
یا مسیح کہ وہ خدا کی تعلیم سے

دَر ولادت ناطق آمد دَر وُجُود
پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برائے دفعِ تہمت دَر وِلاد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے

کہ نہ زادست از زنا و از فساد
کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جُنبشے بایست اندر اجتہاد
کوشش میں حرکت چاہیے

تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
تاکہ چھاچھ مکھن کو اندر سے واپس دیدے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم
مکھا چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے

دوغ در ہستی بر آوردہ علم
چھاچھ وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے

وانکہ فانی می نماید اصل اُوست
جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغِ روغن ناگرفت ست و کُہن
مکھا نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ

تانہ بگزینی بنہ خرجش مکُن
جب تک تو نکال نہ لے اس کو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیں[2] بگردانش بدانش دست دست
خبردار! سمجھداری سے اس کو ہاتھ سے خوب چلا

تانماید انچہ پنہاں کردہ است
تاکہ وہ اس کو نمایاں کر دے جو اس نے چھپایا ہے

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است
کیونکہ یہ فانی ' باقی کی دلیل ہے

لابہ مستاں دلیلِ ساقی ست
مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

روغن[3] اندر دوغ پنہاں میشود
مکھا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے

ہرچہ می سازی تو آش آں میشود
تو جو اس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہمدریں معنیٰ

دوسری مثال اسی معنی میں

ہست بازیہائے آں شیرِ علم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود

مخبرے از بادہائے ملتئم
چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جُنبشِ آں بادہا
اگر ان ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی

شیرِ مُردہ کے بجستے دَر ہوا
بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

[1] یا مسیحے۔ حضرت مسیح بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کے لئے تعلیم خداوندی سے بول پڑے۔ چنانچہ۔ جس طرح چھاچھ سے مکھا نکالنے کے لئے چھاچھ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لئے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ ہونا ضروری ہے۔

روغن۔ مکھا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی وہ بمنزلہ مکھے ہے۔

دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مکھا نہ نکالا گیا ہو اس کو محفوظ رکھنا چاہیے تاکہ مکھا نکالا جا سکے اس کو خرچ نہ کرنا چاہیے۔

[2] ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح ہلونا چاہیے تاکہ وہ روح کو ظاہر کر دے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اس روح باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی لابہ مستاں۔ مست ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے۔

[3] روغن۔ روح' جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائے گی۔ مثال دیگر۔ اس مثال سے بھی یہی سمجھنا ہے کہ ظاہر اور موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے

زاں اِشناسی بادرا کہ آں صباست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پروا ہے

یادَبورست ایں بیانِ آں خفاست
یا پچھوا ہے' یہ اس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بَدن مانندِ آں شیرِ علَم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے

فِکرمی جُنباند اُورا دَمبَدم
فکر اس کو لحہ بہ لحہ حرکت دیتا ہے

فِکرکاں ازمشرق آمدآں صباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پروا ہے

وانکہ از مغرب دَبورِ باد باست
اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکر دیگرست
تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے

مَغربِ ایں بادِفکرت زاں سرست
تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور۲ جمادست و بُوَد شرقش جماد
شورج جماد ہے' اس کی مشرق جماد ہے

جانِ جانِ جاں بُوَد شرقش فُواد
جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شُد باطن فروز
اس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنے والا ہے

قشر وعکسِ آں بُوَد خورشیدِ روز
دن کا سورج اس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بُوَد تن بے لَہَب
اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے

پیشِ اُونے روز بنماید نہ شب
اس کے سامنے نہ دن روشن ہوتا ہے نہ رات

وَرنہ باشدآں چو باشد ایں تمام
اگر وہ نہ رہے' اور یہ مکمل ہو

بےشب و بے روز دارد اِنتظام
تو بغیر شب و روز' وہ منظم رہے گا

ہمچنانکہ۳ چشم می بیند بخواب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے

بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نوم ماچوں شدَ اَخُ الموت اے فلاں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے

زیں برادرآں برادر را بداں
اس بھائی کو اس بھائی سے سمجھ لے

وَربگویندت کہ ہست آں فرع ایں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اس کی فرع ہے

مَشنوآں را اے مقلِّد بے یقیں
اے بے یقین مقلد' اس کو نہ سن

می بَہ بیند خواب جانت صفِ وحال
تیری روح نیند میں اس حالت کے اوصاف دیکھتی ہے

کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

---

۱ زاں۔ شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں ان کو صبا اور جو مغرب سے آئیں ان کو دبور کہنا چاہیے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

۲ خور۔ ہوا کا بے روح چیز ہے اس کا مشرق بھی بے روح ہے روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشید ہے۔ روح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ورنہ سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اس کا کام منظم ہوتا ہے۔

۳ ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے ور بگویندت۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اس کی بات نہ ماننا۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

دَر اِ پَے تعبیرِ آں تو عمرہا
تو اس کی تعبیر کے لئے سالوں

میدوی سُوئے شہانِ بادِہا
عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا پھرتا ہے

کہ بگوآں خواب را تعبیر چیست
کہ بتائے اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟

فَرع گفتن اینچنیں سِرّ راسگی ست
اس طرح کے راز کو فرع کہنا کتا پن ہے

خوابِ عام ست ایں وخود خوابِ خواص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب

باشد اصلِ اجتبا و اِختصاص
برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خُسپد اُو سِتاں
ہاتھی ہونا چاہیے تاکہ جب وہ چت سوئے

خواب بیند خطّہ ہندوستاں
ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خَر نہ۲ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب
گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے

خَرز ہندوستان نکردہ است اِغتراب
گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زَفت
روح ہاتھ جیسی اچھی اور بھاری چاہیے

تا بخواب اُو ہند تاند رَفت تفت
تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جا سکے

ذکرِ ہندُوستاں کُند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے

پس مُصوّر گردو آں ذکرش بشب
تو اس کی یاد شب میں مصور ہو جاتی ہے

اُذکُرُو اللّٰہ کارِ ہر اَو باش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے

اِرجِعی بَر پایِ ہر قلّاش نیست
"تو لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کے لئے نہیں ہے

لیک۳ تو آپس مشو ہم پیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو ہاتھی بن

ورنہ پیلی درپَے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ

بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں
ہر وقت صناعوں کی آواز سن

نقشبند اند در جَوِ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں

کار ساز اند بہرِ لی و لک
وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کر رہے ہیں

گر نہ بینی خَلق مُشکیں جیب را
اگر تو مشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے

بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے اس اثر کو دیکھ لے

آسمان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیمیا۔ اولیا مانند کی صحبت اختیار کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔ نقشبندان۔ اولیاء گر نہ بینی۔ اگر تجھے اولیا نظر نہیں آتے ہیں تو ان کے آثار دیکھ لے

۱ درپے۔ اگر انسان نے وہ واقعات پنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر بھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خواب عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے خواص کا خواب تو ان کو اس سے بھی زیادہ اسرار غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسن مناظر دیکھتا ہے اور مست ہو جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اسرار غیبی بھی اس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالم غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔

۲ خَر نہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہو جائے اس کو یہ رتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں۔ جو روح ہاتھی کی طرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالم غیب کو خواب میں دیکھے گی۔ ذکر۔ ہاتھی ہندوستان کو یاد کرتا ہے تو اس کی یاد اور مناظر خواب میں اس کے لئے مصور ہو جاتے ہیں۔ اُذکُرُوا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ اِرجِعی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاک روح اور نفس مطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرجِعی اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرضِیَّۃً۔ اپنے خدا کی طرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔

۳ لیک۔ اگرچہ ہاتھی کی طرح

هر دم[1] آسیب ست بر ادراکِ تو — نبتِ نو نو رُسته بیں از خاکِ تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے — مٹی میں سے نئی گھاس کو اگا ہوا دیکھ لے

زیں بُد ابراہیم ادھمؒ دید خواب — بسطِ ہندُستانِ دل را بے حجاب
یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادھمؒ نے خواب دیکھا — دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لا جرم زنجیرہا را بر دَرید — مملکت بر ہم زد و شدُ نا پدید
لا محالہ انہوں نے زنجیریں توڑ دیں — سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ دید ہندوستان بُوَد — کہ جہد از خواب و دیوانہ شوَد
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے — کہ وہ نیند سے اٹھے اور دیوانہ بن جائے

می[2] فشاند خاک بر تدبیرہا — می دراند حلقہ و زنجیرہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے — حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد مُلک دنیا سَر بسَر — جُملگی بر ہم زند بے دردِ سَر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے — بغیر درد سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

آنچناں کہ گفت پیغمبرؐ ز نُور — کہ نشانش آں بُوَد اندر صُدور
جیسا کہ پیغمبر نے نور کے بارے میں فرمایا ہے — کہ سینوں میں اس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جُوید از دار الغُرور — ہم اِنابت آرد از دارالسُّرور
کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے — آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہر شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰ — داستانے بشنو اے یارِ صَفا
آنحضورؐ کی اس حدیث کی تشریح میں — اے مخلص یار! ایک قصہ سن لے

حکایت[3] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہیِ حقیقی بوے رو نمود وَیَوْمَ
اس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی اور جس دن

یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ نقدِ وقتِ اُو
انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنے ماں اور اپنے باپ سے اس کے سامنے آ گیا

شُدہ بادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام
اس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعے فتح کرنا کہتے

کنند آں کود کے کہ خیرہ آید بر سَرِ خاکِ تودہ برآید ولافِ زند کہ
ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

---

[1] ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیم کی روح ہاتھی بنی انہوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔ ہندوستان۔ یعنی روح۔ اصلی وطن عالم غیب۔ آں نشاں۔ عالم غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اٹھتا ہے۔

[2] می فشاند۔ جو عالم غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں۔ حضور نے فرمایا دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دارالغرور دھوکے کا گھر دنیا۔ دارالسرور۔ خوشی کا گھر عالم آخرت۔ بہر ایں۔ اس مضمون کی تشریح کے لئے حسب ذیل قصہ سن لو۔

[3] حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

قلعہ مراست کودکان دیگر بروے رشک برند کہ التراب ربیع
قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار

الصبیان آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا برست گفت
ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں

من ایں خاکہائے رنگیں را ہماں تودۂ خاکِ دوں میگویم وزر رو
اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلس[1] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رستم و بیک سُو
اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسوں سے نجات پا گیا اور ایک دم

جستم و اتینٰہُ الحُکمَ صبیًّا ارشادِ حق را مُرورِ سالہا حاجت نیست
کود گیا اور ہم نے اس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں

دَر قدرتِ کُنْ فَیَکُوْنُ کس سخنِ قابلیت نگورید
کی ضرورت نہیں ہے "ہو جا پس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

بادشاہے داشت یک زیبا پسر
ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا

ظاہر و باطن مُزیّن از ہُنر
جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[2] دید اُو کاں پسر ناگاہ بمُرد
اس نے خواب دیکھا کہ اس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے

صافی عالم برآں شہ گشت دُرد
اس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خُشک شدُ از تابِ آتش مَشکِ اُو
آگ کی گرمی سے اس کی مشک آنکھ خشک ہو گئی

کہ نماند از تف آتش اَشکِ اُو
آگ کی سوزش سے اس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شدُ ز دودِ درد شاہ
بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پر ہو گیا

کہ تہی یابید دروے راہ آہ
کہ اس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست[3] مُردن قالبش بیکار شدُ
وہ مرنے لگا اس کا جسم بیکار ہو گیا

عُمرُ ماندہ بُود شہ بیدار شُد
کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے آمدز بیداریش پیش
بیداری سے اس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی

کُو ندیدہ بُود اندر عمرِ خویش
کہ اس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ زشادی خواست ہم فانی شُدن
پس مُطوّق آمد ایشاں بابدن
لیکن

[1] اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسوں۔ کالا دیبا۔ بیک سُو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ بیک وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

[2] خواب۔ اس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کا وہ حسین لڑکا مر گیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مشک تُو۔ یعنی اس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اس میں طاقت نہ رہی۔

[3] خواست۔ اس خواب سے بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔ شادیے۔ بیدار ہو کر اس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ زشادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ پس۔ لیکن جسم روح کے لئے طوق بن گیا اور اس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مُطوق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

از دَمِ غم می بمیرد ایں[1] چراغ
یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے

وَز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ
اور خوشی کی پھونک سے بھی بجھتا ہے یہ کھیل ہے

درمیانِ ایں دو مرگ اُو زندہ است
وہ ان دو موتوں کے درمیان زندہ ہے

ایں مُطوّق شکلِ جایِ خندہ است
یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ با خود گفت شادی را سبب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب

آنچناں غم بُود از تسبیبِ رَب
ایسا غم، اللہ تعالیٰ کے سبب بنانے سے تھا

ایں عَجب یک جُزو از یک رُوی مَرگ
یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے

واں ز یک رُوی دِگر احیا و برگ
وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں[2] یکے نسبت بداں حالت ہلاک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے

باز ہم از سُوی دیگر اِمتساک
پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سُوی دنیاوی کمال
جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے

سُوی روزِ عاقبت نقص و زوال
آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں
خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے

گریہ گوید با دَریغ و لَحد ہاں
افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح
خواب میں رونے کی خوشی اور مسرت

ہست در تعبیر اے صاحب مَرح
تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[3] اندیشید کایں غم خود گزشت
شاہ نے سوچا کہ یہ غم گزر گیا

لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت
لیکن اس جیسی چیز سے جان بدگمان ہو گئی ہے

وَر رسَد خارے چُنیں اندر قدم
اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے

گر رَود گل، یادگارے بایدم
اگر پھول جاتا رہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہیے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود
خدا کرے اس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے

یادگارے بایدم گر اُو رود
اگر وہ مر جائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہیے

چوں فنا راشد سبب بے مُنتہا
جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں

پس کدامیں راہ رابندیم ما
تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

[1] ایں چراغ۔ یہ عجب تماشا ہے کہ چراغ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور وہ خوشی سے بھی۔ درمیان۔ موت کے ان دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو رہا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

[2] آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادی تن۔ جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[3] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہو گئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار۔ یعنی اس کی یاد دلانے والا اس کا لڑکا۔ چشم زخمے۔ خدا کرے لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس کی یادگار کا بندوبست کر لینا چاہیے۔ چوں۔ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں ان پر قابو پانا مشکل ہے۔

صَد دریچہ[1] او دَر سُوئے مرگِ لَدِیغ
ڈسنے والی موت کے لئے سینکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں

می کُند اندر کُشادن ژیغ ژیغ
جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژیغ ژیغِ تلخِ آں دَرہائے مرگ
موت کے دروازوں کی کڑی چوں چوں

نشنود گوشِ حریص از حرصِ بَرگ
سازوسامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از[2] سُوئے تَن دَرد ہا بانگِ دَرست
جسم کی جانب سے درد' دروازے کی آواز ہیں

وز سُوئے خصماں جَفا بانگِ دَرست
مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں برو بَر خواں کتابِ طِبّ را
خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ

تا شمارِ ریگ بینی رنجہا
تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر بر خواں دَمے فہرستِ طب
اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے

نارِ عِلّتہا نظر کُن مُلتہِب
بیماریو کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است
اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے

ہر دو گامے پُر ز کژدُم مہلچہ است
ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تُند ست و چراغم اَبتَرے
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے

زُو بگیرانم چراغِ دیگرے
میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کر لوں

تا بُوَد[3] کز ہر دو یک وافی شود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے

گر بباد آں یک چراغ از جا رَوَد
اگر ہوا سے ' ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارِف کز تَنِ ناقص چراغ
جیسا کہ عارف (باللہ) نے جسم کے ناقص چراغ سے

شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ
فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کر لی ہے

تا کہ روزے کایں بمیرد ناگہاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مر جائے

پیشِ چشمِ خود نہد اُو شمعِ جاں
وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

اُو نکرد ایں فہم پس داد از غرر
وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دیدیا

شمعِ فانی را بفانی دگر
فنا ہونے والی شمع کو دوسری فنا ہونے والی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نَے
اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے

گفتِ با خود نیست بیروں رَفتنے
خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عَروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ اِنقطاعِ نَسل
نسل کی منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کے لئے دلہن کا چاہنا

[1] صَد دَرِیچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو ان کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژیغ۔ ان کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

[2] اَز سُوئے تن۔ جسم کے درد اور دشمنوں کہ ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں۔ تا شمار ریگ۔ یعنی لاتعداد۔ ملتہب۔ شعلہ زن۔ زاں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔

[3] تا بُوَد۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ اُو نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اس کی گفتگو مصیبت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔ عروس۔ دلہن۔

پس عروسے خواست باید بہرِ اُو
اس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہیے

تا بماند زیں تزوّج[1] نسلِ اُو
تاکہ اس نکاح سے اس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں باز باز
اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر

فرخِ اُو گردد زبعدِ باز باز
اس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رود
اس باز کی صورت اگر اس جگہ سے چلی جائے

معنیِ اُو در ولد باقی بود
اس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ
اسی لئے فرمایا ہے اس شریف شاہ

مُصطفیٰؐ کہ الوَلَد سرٌّ لِاَبیہ
مصطفیٰ نے کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنی ہمہ خلق از شغف
اسی لئے تمام لوگ شوق سے

می بیا موزند طفلاں را حِرَف
بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں

چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
جب ان کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں دادست وجد
اللہ تعالیٰ نے دانائی ان کو حرص اور کوشش خطا کردی ہے

بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مُستعِد
ہر صاحب استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[2] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے

جُفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤں گا

دُخترے خواہم زنسلِ صالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا

نے زنسلِ بادشاہے طالحے
نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ اوست
بادشاہ وہ ہے جو نیک اور آزاد ہے

نے اسیرِ حرصِ فرج ست وگلوست
نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[3] را لقب کردند شاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے

عکس چوں کافور نام آں سیاہ
بالعکس جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام
خونخوار جنگل کا نام، مفازہ بنا

نیک بخت آں پیں را گویند عام
کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

[1] تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرند کا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنی۔ او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خوبو ہوتی ہے اسی لئے آنحضور نے فرمایا ہے اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہ۔ بچہ باپ کا راز ہے؟ حرف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اسی لئے رکھا ہے کہ ان کے ہنر ان کے بعد بھی باقی رہیں۔

[2] من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کے لئے اپنے لڑکے کی شادی کردوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیے دنیا دار تو۔ شرمگاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[3] اسیران۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں حبشی کالا ہوتا ہے کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنی ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیں۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

ہر اَسیرِ شہوت و حرص و اَمَل — بر نوشتہ میریا صدرِ اَجل [1]
ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو — میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اَسیرانِ اَجل را عام داد — نامِ میرانِ اَجل اندر بلاد
ان موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے — شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صَفِّ نعال — جانِ اُوستہ است یعنی جاہ و مال
اس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں — جان بندھی ہے، یعنی جاہ و مال میں

[1] اَجل۔ پہلے مصرعے میں موت کے معنی میں ہے دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ فِعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیے۔

[2] شح۔ سخت قسم کا بخل۔ وہابی مکر یعنی تو خرچ سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے۔

[3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اس کو گدا نہیں کہا جاسکتا۔ فرق۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

اِختیار کردنِ پادشاہ دُخترِ زاہد را از جہتِ پسر و اِعتراض کردنِ اہلِ بیت و تنگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں
بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خواست خُفت — بہرِ پورِ خویشتن شاہ از نہُفت
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیوی مانگ لی — بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کے لئے

شاہ چوں باز اہدے خویشی گزید — ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید
بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا — یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل — شرطِ کُفویت بُوَد در عقل و نقل
عقل کی کمی کی وجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا — عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

توز شح [2] و بخل خواہی وزدِہا — تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا
تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے — کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست — کُو غنیُّ القلب از دادِ خداست
اس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے — کیونکہ وہ خدا کی دین سے دل کا مالدار ہے

وَر قناعت [3] میگریزد از تقیٰ — نَز لئیمی و کسل ہمچوں گدا
پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے — نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قِلّتے کاں از قناعت وز تقاست — آں زفقر و قلّتِ دُوناں جُداست
وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے — وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جداگانہ ہے

حبّہ آں گر یابد بد سَر نہد — دیں ز گنجِ زر بہمت مے جہد
وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے — یہ سونے کے خزانے سے ہمت کی وجہ سے بھاگتا ہے

شہ۱ کہ او از حرص قصدِ بر حرام — میکُند اُو را گدا گوید ہُمام
وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ — کرتا ہے، اس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کو شہر و قلاع اُو را جہیز — یا نُثارِ گوہر و دینار ریز
اس نے کہا شہر اور قلعے اس کے پاس جہیز میں دینے کو کہاں؟ — یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کے لئے موتی اور دینار کہاں ہیں؟

گفت رَو ہر کو غمِ دیں بر گزید — باقیِ غمہا خدا از وے بُرید
اس نے کہا جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا — باقی غموں کو خدا نے اس سے جدا کر دیا ہے

غالب۲ آمد شاہ و پسندید دخترے — از نژادِ صالحے خوش جوہرے
بادشاہ غالب آ گیا اور اس نے ایک لڑکی پسند کر لی — عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

دَر مَلاحت خود نظیر خود نداشت — چہرہ اَش تاباں تر از خورشید چاشت
حسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی — چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حُسنِ دختر ایں خِصالش آنچناں — کز نِکوئی می نگنجد در بیاں
لڑکی کا حسن (اور) اس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں — کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صَیدِ دیں کُن تا رسد اندر تبع — حُسن و مال و جاہ و بختِ مُنتفع
دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے — حسن اور مال اور رتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت۳ قطار اُشتر داں عمو — در تبع دنیاش ہمچوں پُشک و مُو
اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ — اس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شتر نبود ترا — ور بود اُشتر چہ قیمت پشم را
اگر تو اون پسند کرے گا اونٹ تیرے نہ ہوں گے — اور اگر اونٹ ہیں تو اون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کمپیر کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں برآمد ایں نکاح آں شاہ را — با نژادِ صالحان و اولیا
جب اس شہزادے کا نکاح ہو گیا — نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بود — عاشقِ شہزادہ باحُسنِ وجود
قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی — حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجوزِ کابلی — کہ بروزاں رشک سحرِ بابلی
اس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا — کہ (چاہ) بابل کا جادو (بھی) اس پر رشک کرے

۱ شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال وحرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکہ نے کہا ان لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دیں گے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زرد جواہر ہیں۔ گفت رَو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہیں اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم وفکر نہیں ہے

۲ غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملکہ کی باتیں نہ سنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حسن بیان سے باہر ہے۔ صید دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیے دوسری چیزیں اس کے تابع ہیں وہ اصلی مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

۳ آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال ان کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تو محض ان کے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئے گی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی کے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اس پر عاشق ہو گئی تھی اور اس کو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ بابلی۔ بابل کے علاقہ کا جادو مشہور تھا۔

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیرِ[1] زشت
شہزادہ بد صورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا

تا عروس و آں عروسی را بہشت
یہاں تک کہ اس نے دلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت

شت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار
اس گلرئی ' خبیث نابکار کی وجہ سے

گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر
اس نوے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے

نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر
اس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی نہ دل

تاسالے[2] بود شہزادہ اسیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا

بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر
بڑھیا کی جوتی کا تلا اس کی بوسہ گاہ تھی

صحبت کمپیر او را می ربود
بڑھیا کی صحبت اس کو تباہ کر رہی تھی

تاز کاہش نیم جانے ماندہ بود
یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر
دوسرے اس کی کمزوری سے دردِ سر میں تھے

اوز سکرِ سحر از خود بے خبر
وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی

ویں پسر بر گریہ شاں خنداں شدہ
یہ لڑکا ان کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ[3] بس بیچارہ شد در بردومات
اس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا

روز و شب می کرد قربان و زکات
دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا

عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر
بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں ریست
تو اس کو یقین ہو گیا کہ (یہ) مطلقاً (اللہ) کی جانب سے ہے

چارہ او را بعد ازیں لابہ گریست
اس کے بعد اس کی تدبیر اللہ کے سامنے خوشامد ہے

سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں تراست
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے

غیرِ حق بر ملکِ حق فرماں کراست
اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے

دست گیرش اے رحیم وائے ودود
اے رحم کرنے والے اے محبوب! اس کی دستگیری کر

[1] کمپیر۔ بڑھیا، بوڑھا۔ کابولی۔ کابلی۔ زاں۔ شہزادہ اس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔ گندہ پیر۔ بہت بوڑھا، بڑھیا۔ ملک۔ یعنی شہزادہ۔ ضمیر۔ دل

[2] تاسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اس کی قید میں رہا اور اس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت۔ یعنی اس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اس کی لاغری کو دیکھ کر دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اس کے رونے پر ہنستا تھا۔

[3] شاہ۔ بادشاہ اس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا۔ پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیے لہٰذا اس نے اللہ کی عبادت اور دعا میں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہے میری دستگیری فرما۔

مُستجاب[1] شدن دعا بادشاہ در خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری ــ بچے کے بارے میں بادشاہ کی دعا قبول ہونا

تاز یارب یارب و اَفغانِ شاہ — ساحرے اُستاد پیش آمدز راہ

یہاں تک کہ بادشاہ کی یارب یارب اور فریاد کی وجہ سے — ایک استاد جادوگر سفر سے سامنے آ گیا

اُو شنیدہ بُود از دور ایں خبر — کہ اسیرِ پیرہ زن شُد آں پسر

اس نے دور سے یہ بات سنی تھی — کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عَجوزہ بُود اندر جادوئی — بے نظیر و اَیمن از مثل و دوئی

کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں — بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دَست[2] بَر بالائے دستست اے فتیٰ — دَر فن و در زور تاذاتِ خدا

اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے — ہنر اور طاقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات تک

مُنتہائے دستہا دستِ خداست — بحر بیشک مُنتہائے جویہاست

تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے — یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم از و گیرند مایہ اَبرہا — ہم بدُو باشد نہایت سَیل را

ابر اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں — اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رَفت — گفت اینک آمدم درمانِ زَفت

بادشاہ نے اس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا — اس نے کہا اب میں زبردست علاج آ گیا ہوں

نیست[3] ہمتازاں را ایں ساحراں — جُز مَنِ واہی رسیدہ زاں کراں

ان جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے — سوائے کمبخت ہوشیار کے جو اس جانب سے آ گیا ہو

چوں کفِ موسیٰ بہ اَمرِ کردگار — نِک برآرم من ز سحرِ اُو دِمار

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی طرح — اب میں اس کے جادو کی تباہی مچادوں گا

کہ مرا ایں عِلم آمد زاں طرَف — نے زشاگردیِ سحرِ مُستخَف

کیونکہ میرا یہ علم اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے — ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر گشایم سحرِ اُو — تا نماند شاہزادہ زرد رُو

میں آیا ہوں تاکہ اس کا جادو کھول دوں — تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سُوئے گورستاں برد وقتِ سَحور — پہلوئے دیوار ہست اِسپید گُور

صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا — ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

[1] مُستجاب۔ قبول شدہ تا یارب۔ بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کر کے آ گیا۔ اُو شنیدہ۔ اس جادوگر نے سن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجوزہ۔ کیونکہ اس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔

[2] دست۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہنرمند ہے تمام ہنرمندیاں خدا پر جا کر ختم ہوتی ہیں۔ بحر۔ تمام دریا سمندر میں جا کر گرتے ہیں ہم از و سمندر کے بخارات بادل بن کر برستے ہیں۔ گفت۔ بادشاہ نے اس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم۔ اس جادوگر نے کہا میں اس کا علاج بن کر آیا ہوں۔

[3] نیست۔ اس جادوگر نے کہا اس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کف موسیٰ جس طرح حضرت موسیٰ کے ید بیضا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اس کا مقابلہ کر کے اس کے جادو کو تباہ کر دوں گا۔ کہ مرا۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مستخف۔ ذلیل۔ سوی۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جایئے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

سُوئے[1] قبلہ باز کاواں جائی را
اس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود

تا بہ بینی قُدرت و صُنعِ خدا
تاکہ تو خدا کی قدرت اور کارگری دیکھے

پس دَراز ست ایں حکایت تو مَلول
یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے

زُبدہ را گویم رہا کردم فُضول
خلاصہ بتاتا ہوں ' زاید کو چھوڑتا ہوں

سُوئے گورستان رفت آں شاہ زُود
وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا

گور را آں شاہ آں دم بر کشود
بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادو یہا دید پنہاں اندرُو
بڑا جادو اس میں دبا ہوا دیکھا

صَد گرہ بر بستہ بر یک تارِ مُو
ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں[2] گرہ ہائے گراں را بر گشاد
اس (جادوگر) نے ان مضبوط گرہوں کو کھولا

پس ز محنت پورِشہ را راہ داد
شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شُد دَواں
وہ شہزادہ ہوش میں آ گیا (اور) دوڑا

سُوئے تختِ شاہ بِصَد اِمتحاں
بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بَرزمیں می زَد ذقن
سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی

دَر بغل کردہ پسر تیغ و کفن
لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے

شاہ آئیں بَست و اہلِ شہر شاد
شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہو گئے

واں عُروسِ نا اُمید و بے مُراد
اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالَم از سَر زندہ گشت و با فروز
دنیا از سر نو زندہ اور پر رونق ہو گئی

اے[3] عَجب آں روز روز امروز روز
تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عُروسی کرد شاہ اُورا چُناں
بادشاہ نے اس کی شادی کی دعوت ایسی کی

کہ جلّاب و قندُ بد پیشِ سَگاں
کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوئے کمپیر از غُصّہ بمُرد
جادوگرنی بڑھیا رنج سے مر گئی

رُوی و خُوی زِشت با مالک سپرد
چہرہ اور بری عادت مالک کے سپرد کر دی

شاہ آئیں بَست و آمد در نیاز
شاہ نے جشن منایا اور نیاز مندی اختیار کی

راز گفتے با خدائے کار سَاز
خدا کے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بُود
شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا

کز من اُو عقل و نظر چوں در رُبُود
کہ وہ بڑھیا میری عقل و نظر کس طرح اچک لے گئی

[1] سُوئے قبلہ۔ اس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائے گی۔ زُبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔ جادو یہاں۔ اس بڑھیا نے ایک بال میں سینکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اس قبر میں سے نکلا۔

[2] واں۔ بادشاہ اس بال کو اس جادوگر کے پاس لے آیا تو اس نے اس کی گرہیں کھولدیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دیدی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ در بغل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئیں بست۔ جشن منایا۔

[3] اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جا رہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عروسی۔ یعنی ولیمہ۔ جُلاب۔ گلاب پیش سگاں۔ یعنی اس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ مالک۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہو گیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

نو اعرُوسے دید ہمچُوں ماہِ حُسن — کہ ہمی زَد بر مَلیحاں راہِ حُسن
اس نے حسن کا چاند جیسی دلہن دیکھی — جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و برُو اَندر فتاد — تا سہ روز از صدرِ اُو گم شدُ قواد
وہ بیہوش ہوگیا اور منہ کے بل گر پڑا — تین دن تک اس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز اُو بیہوش گشت — تا کہ خَلق از غشیِ اُو پُر جوش گشت
تین دن رات وہ بے ہوش رہا — یہاں تک کہ مخلوق اس کی بیہوشی سے مضطرب ہوگئی

از گلاب و از علاج آمد بخُود — اَندک اَندک فہم گشتش نیک وبد
وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا — رفتہ رفتہ وہ اچھے برے کو سمجھنے لگا

بعد۲ سالے شاہ گفتش دَر سُخن — کاے پسر یاد آرازاں یارِ کُہن
ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اس سے کہا — کہ اے بیٹا! پرانے دوست کو (بھی) یاد کرلیا کر

یاد آورزاں ضجیع وزاں فِراش — تابدیں حَد بیوفا و مُر مَباش
اس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر — اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَومن یافتم دارالسُّرور — وَار ہیدم از چہ دارُا لغُرور
اس نے کہا جایئے میں نے خوشی کا گھر پا لیا — میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا

ہمچناں۳ باشد چو مُومن راہ یافت — سُوئے نورِ حق زظلمت رُوئے تافت
ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا — اللہ تعالیٰ کے نور کی جانب اس نے تاریکی سے منہ موڑا

مخلص ایں قصّہ بر گفتم تمام — تابدانی مقصدِ خود والسلام
میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا — تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

دَر بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدم صَفی خلیفہء حق مسجودِ ملائکہ وآں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیب تدارک کنندہ اَند

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مراد) ہے اور اس (شہزادے) کا باپ حضرت آدم برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہو اور نبی اور ولی وہ علاج کرنے والے طبیب ہیں

اے برادرداں کہ شہزادہ توئی — دَر جہانِ کُہنہ زادہ از نوی
اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے — پرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

۱ نو اعرُوسے۔ اب اپنی دلہن کے پاس گیا تو اس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اس کا حسن دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

۲ بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دوران گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کرلیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دارالسُّرور۔ جنت یعنی دلہن۔ دارالغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

۳ ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اس کو نور خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمت کدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر ہم نے اس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اس سے ہر آدم زاد (انسان) مراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مراد دنیا ہے جس نے بنی آدم پر جادو کر رکھا ہے۔

کاہلیِ جادو ایں دنیاست کو
کاہلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے

کردہ مَرداں را اَسیرِ رنگ و بُو
انسانوں کو (اپنے) رنگ و بو کا قیدی بنا لیا ہے

چوں در افگندت دریں آلودہ زوذا[1]
جبکہ اس نے فوراً تجھے اس گندگی میں ڈال دیا ہے

دَمبدم میخواں و میدم قُل اَعُوذ
ہر وقت قل اعوذ پڑھ اور دم کرتا رہ

تا رَہی زیں جادوئی وزیں قلَق
تاکہ اس جادو اور پریشانی سے نجات پا لے

استعانت خواہ از رَبُّ الْفَلَق
صبح کے سفید کے رب سے مدد چاہ

زاں نبی دنیات را سَحّارہ خواند
اسی لئے نبی نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے

گُو با فسوں خَلق را درچہ نشاند
کیونکہ اس نے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنویں میں ڈال دیا ہے

ہیں فسونِ گرم دار دگندہ پیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے

کردہ شاہاں رادمِ گرمش اَسیر
بادشاہوں کو اس کے گرم دم نے قیدی بنا لیا ہے

دَر درونِ سینہ نفّاثات[2] اُوست
وہ سینہ میں منتر پڑھ کر پھونکیں مارنے والی ہے

عُقدہ ہائے سِحر را اِثبات اُوست
وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی داناز نے ست
جادوگرنی دنیا بہت عقلمند عورت ہے

حَلِّ سِحرِ اُو بپائے عامہ نیست
اس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

وَر گشادے عُقدہ اُورا عقلہا
اگر عقلیں اس کی گرہیں کھول سکتیں

اَنبیا را کے فرستادے خدا
اللہ تعالیٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طَلب کُن خوش دَمے عُقدہ کُشا
آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنے والا تلاش کر لے

راز داں یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَا
جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَا کا راز داں ہو

ہمچو[3] ماہی بستہ استت او بہ شَست
اس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے

شاہزادہ ماندہ سالے وَتو شَصَت
شہزادہ ایک سال پھنسا رہا تو ساٹھ سال

شصَت سال از شَستِ اُو در محنتی
تو ساٹھ سال سے اس کے کانٹے میں مصیبت میں ہے

نے خوشی نے برطریقِ سُنّتی
تو نہ خوش ہے، نہ سنت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خُوب
تو بدبخت فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے

نے رَہیدہ از وَبال واز ذُنُوب
نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخِ اُو ایں عُقد ہا را سخت کرد
اس کے پھونکنے نے ان گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے

پَس طلب کُن نفخہ خَلّاقِ فرد
خالق احد کی پھونک کا طلبگار بن

---

[1] زوذ۔ اگر ذال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قُلْ اَعُوْذُ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رَبّ الْفَلَق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ زاں۔ آنحضورؐ نے دنیا کا جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنویں میں بند کر دیتی ہے۔ سحارہ۔ جادوگرنی۔ فسون گرم۔ تیز جادو۔

[2] نفاثات۔ منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ حلِ سحر۔ دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ وَر کشادے۔ دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَاءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقدرات خداوندی۔

[3] ہمچو ماہی۔ شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی۔ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔ نفخ او۔ دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے سے ہی کھل سکے گی۔

تا نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ تُرا
تاکہ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ تجھے

وَار ہاند زین و گوید بر تَرآ
اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

جُز بنفخِ حق نسوزد نفخِ سحر
جادو کی پھونک اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے

نفخِ قہرست این وآں دَمِ نفخِ مہر
یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمتِ اُو سابق ست از قہرِ اُو
اس کی رحمت اس کے قہر سے پہلے ہے

سابقی خواہی برُو سابق بجُو
تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رَسی اندر نفوسِ زُوِّجَتْ
تاکہ تو زُوِّجَتْ والے نفسوں میں داخل ہو جائے

کاے شیِ مسحور اینک مخرجت
کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے

باوجودِ ۲ زاں ناید انحلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہوں کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا

در شبیکہ در برآں پیرِ دَلال
(اور) وہ نازوں بھری جال اور بغل میں نہ آئے گی

نے کہ فرمودآں سراجِ اُمتاں
کیا امتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا

اینجہان و آنجہاں را ضَرّتاں
اس دنیا اور اس جہان کو دو سوتیں

پس وصالِ ایں فراقِ آں بُوَد
تو اس کا وصال اس کا فراق ہے

صحتِ ایں تن سِقامِ جاں بُوَد
اس جسم کی تندستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراقِ ایں مَمَر
اس گذرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے

پس فراقِ آں مقرِ داں سخت تر
تو اس قیام گاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے

چوں ۳ فراقِ نقش سخت آید ترا
جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے

تاچہ سخت آید ز نقاشش جُدا
تو اس کے نقاش کی جدائی کس قدر سخت ہوگی؟

اے کہ صبرت نیست از دنیایِ دوں
اے وہ کہ تجھے اس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں

چونت صبرست از خدا اَیدوست چوں
اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر آ گیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آبِ سیاہ
جبکہ اس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے

چوں صبوری داری از چشمۂ اِلٰہ
خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چونکہ بے ایں شُرب کم داری سکون
جبکہ اس کو پئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے

چوں زاَبراری جدا وز یَشْرَبُوْن
تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جدا ہے

---

۱ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ۔ میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آ جائے۔ جُز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمت او۔ حدیث قدسی ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ زُوِّجَتْ ۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

۲ باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اس کا جادو ٹوٹے گا نہ شہزادے کی طرح دلہن یعنی آخرت اس کے پہلو میں آئے گی۔ ضرتاں۔ حدیث شریف ہے۔ اَلدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیْتَ اِحْدٰهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔ پس۔ اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر قرارگاہ یعنی آخرت

۳ چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اس نقش دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آب سیاہ یعنی دنیا۔ چشمۂ الٰہ۔ یعنی آخرت۔ زابراری۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا ۔ نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔

گر بہ بینی یک نفس حُسنِ وَدُود — اَندر آتش اَفکنی جان و وُجود
اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

حیف بینی بعد ازاں ایں شُرب را — چوں بہ بینی کرّ و فرِ قرب را
اس کے بعد تو اس پینے کو مراد سمجھے گا — جب تو (خدا کی) شان، شوکت اور قرب کو دیکھ لے گا

ہمچو شہزادہ رسی دریار خویش — پس بُروں آری زپا تو خارِ خویش
تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے

جہد کُن دَر بیخودی خود را بیاب — زُود تَروَ اللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زماں چوں خَر دَر آب و گِل مَیُفت — ہر زماں چوں خَر دَر آب و گِل مَیُفت
ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر — ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو

از قُصورِ چشم باشد آں عُثُور — کہ نہ بیند شیب و بالا راز دُور
وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے

بُوئے پیراہانِ یوسف گُن سَنَد — زانکہ بُویش چشم روشن می کُند
حضرت یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہاں وآں نُورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُوربیں
پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نور نے — نبیوں کی آنکھ کو دوربین بنا دیا ہے

نورِ آں رُخسار بِرہاند زنار — ہیں مشو قانع بنورِ مُستعار
اس رخسار کا نور نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشم را ایں نورِ حالی بیں کُند — چشمِ عقل و رُوح را گرگیں کُند
یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

صورتش نورست و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست از وے بدار
اس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر حقیقی روشنی چاہتا ہے اس سے دست بردار ہو جا

دَمبدَم در رُوفتد ہر جا رود — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بُود
جس جگہ جاتی ہے لمحہ بہ لمحہ اودھی کرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُوربینِ بے ہُنَر — ہمچناں کہ دور دیدن خواب دَر
بے ہنر دوربین ایسا ہی دوربین ہے — جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

۱ گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنے جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ حیف۔ مردار۔ قُرب۔ یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینکے۔ جہد کُن۔ اس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کر لے۔

۲ ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کرے گا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائے گا۔ از قصور۔ جب نگاہ بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بُوئی۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہو گئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ منظر روشن ہو جائے گی اور مشاہدہ تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔

۳ نور۔ اس نور کا مشاہدہ نار شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرت عقلی کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دَمبدَم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے دور بین۔ اس نور والے کی دور بینی ایسی ہی ہے جیسے کہ سوئے ہوئے انسان کی دور بینی ہوتی ہے۔

خُفتہ باشی برلبِ جُو خُشک لب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے

می دَوی سُوئے سَراب اندر طلب
جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

دُور می بینی سَراب و می دَوی
تو سراب کو دور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے

عاشقِ آں بینشِ خود می شَوی
اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

میزنی دَر خواب بایاراں تو لاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے

کہ منم بینا دل و پردہ شگاف
کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نِک بداں سُو آب دیدم ہیں شتاب
یہ میں نے اس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو

تا رَویم آنجا وآں باشد سَراب
تاکہ ہم وہاں چلیں اور سراب ہوتا ہے

ہر[۲] قدم زیں آب تازی دُور تر
تو ہر قدم پر اس پانی سے زیادہ دور بھاگتا ہے

دَو دَواں سُوئے سَرابِ با غَرَر
دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں غَرمت حجابِ آں شُدہ
تیرا پختہ ارادہ خود اس کا حجاب بن گیا

کہ بتُو پیوستہ است و آمدہ
جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بَس کسا عَزمے بجائے می کُند
بہت سے لوگ ہیں جن کو ارادہ (دوسری) جگہ لے جاتا ہے

از مقامے کاں غَرض دروَے بُود
اس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لاف خُفتہ می ناید بکار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے

جُز خیالے نیست دستاز وَے بدار
وہ صرف خیال ہے اس سے دستبردار ہو جا

خوابنا کی[۳] لیک ہم بَرراہ خُسپ
تو نیند کا متوالا ہے، پھر بھی راستہ پر سو

اللہ اللہ بررہِ اللہ خُسپ
خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

تا بُود کہ سالکے برتو زند
ہو سکتا ہے کوئی راہ رو تجھ سے بھڑ جائے

از خیالاتِ نعُاست بر کند
نیند کے خیالات سے تجھے جدا کر دے

خُفتہ راگر فکر گردد ہمچو مُوی
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہے

اُوزاں دِقّت نیا بدراہِ کُوی
وہ اس باریکی سے بھی کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا

فکرِ خُفتہ گرد و تا گو گرستہ تاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ دہرا ہو یا تہرا

ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بین وباضیاست
اگرچہ اس کی آنکھ تیز بین در روشن ہو

ہم ہَبا اندر ہَبا اندر ہَباست
خاک در خاک، در خاک رہی ہے

[۱] خُفتہ۔ سوئے ہوئے کی دور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آرہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دور بین ہوں دور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

[۲] ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اسی قدر دور ہو رہا ہے۔ عین۔ سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اس کے قریب تھا۔ بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم ان کو مقصود کی اصل جگہ سے دور کر دیتا ہے۔ خُفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

[۳] خوابنا کی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سر راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دور کر دے۔ خُفتہ۔ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر سے دلعیاب نہ ہوگا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑ لے۔

موج ابروے می زند بے احتراز
بغیر بچاؤ کے موج اس پر پڑ رہی ہے

خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
سویا ہوا دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہاے شدید
سویا ہوا سخت پیاسیں محسوس کرتا ہے

آب اقرب منہ من حبل الورید
پانی اس کی شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مفلسی و
اس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مفلسی اور بہت عیالداری کے
بسیاریِ عیال و خلق می مُردند از گرسنگی با وُ گفتند کہ ہنگام
مسکرانے والا اور خوش تھا جو لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اس سے کہا کہ تعزیت

تعزیت ست نہ شادی گفت مرا با کے نیست
کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[۲] کاں زاہد اندر سالِ قحط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال

بود اُو خنداں و گریاں جملہ رہط
مسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جاے خندہ است
تو لوگوں نے اس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے؟

قحط شیخ مومناں برکندہ است
قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشم خود بر دوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں

ز آفتاب تیز صحرا سوختہ است
تیز سورج سے جنگل جل گیا ہے

کشت و باغ و رز سیہ افتادہ است
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں

در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
زمین میں نمی نہیں ہے نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب
اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں

دہ[۳] دہ و صد صد چو ماہی دور ز آب
دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا

مومناں خویشند یک تن شحم و لحم
حالانکہ مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنج یک جزوے ز تن رنج ہمہ است
جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے

گر دم صلح ست یا خود ملحمہ است
خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشم شما قحط ست ایں
اس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے

پیشِ چشم چوں بہشت ستایں زمیں
میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

۱ موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کے لئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اس کے قریب ہوتا ہے یہی حالاہل دنیا کا ہے کہ ذات حق ان سے دنیا کا ہے کہ ذات حق ان سے قریب تر ہے لیکن وہ اس تک نہیں پہنچ پاتے۔

۲ ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی ان لوگوں کی حالت ہے جو اس درویش پر معترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل

۳ دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں

خوشہا [1] اَندر بہ رسیدہ تامیاں
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا
بالیں پروا ہوا سے لہلہا رہی ہیں

پُر بیاباں سبز تر از گندنا
جنگل بھرا ہوا ہے' گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

زآزموں من دست بروے میزنم
آزمانے کے لئے میں ان کو چھوتا ہوں

دست و چشمِ خویش را چوں برکنم
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تیند اے قوم دُوں
اے کمینہ قوم تم فرعونی جسم کے یار ہو

زاں نماید مرشمارا نیل خوں
اس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیِ خرد گردید زُود
جلد عقل موسوی کے یار بن جاؤ

تانماند خون و بینید آبِ رُود
تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از [2] پدر بر تو جفائے چوں رَوَد
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو

آں پدر در چشمِ تو سگ می شوَد
وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
باپ کتا نہیں ہے' ظلم کی تاثیر ہے

کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست
کہ ایسی رحمت نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دیدند یوسف را بچشم
حضرت یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا

چوں کہ اخواں را حسودی بُود و خشم
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صلح کردی خشم رَفت
جب تو نے باپ سے صلح کر لی غصہ ختم ہوا

آں سگی شُد گشت بابا یارِ زَفت
وہ کتا پن بھی ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

[1] خوشہا۔ میں ہر جگہ اپنی لوٹی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کمر ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ زآزموں۔ آزمانے کے لئے میں اس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلا دوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ خرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰ کے ہے اس کے یار بنو تو حقیقت حال واضح ہوگی۔

[2] از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے' اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اس کو کتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسف اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ باپدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

[3] جُفا۔ تمام عالم حضرت حق کا مظہر اور اس کا پیدا کیا ہوا ہے اس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئیگا۔

دَر بیانِ آنکہ مجموعہ عالم صورتِ عَقلِ کل است چوں با عَقلِ کل بکژ

اس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقل کل کی صورت ہے جب تو عقل کل کے ساتھ ٹیڑھا

رَوی جفا [3] کردی صورتِ عالم تُرا غم فزاید اَنقلب احوال چنانکہ با

چلے گا' تو نے ظلم کیا' عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائے گی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے

پدر بد کردی صورتِ پدر تُرا غم فزاید و نتوانی اُورا دیدن اگرچہ

برائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اس کو دیکھ نہ سکے گا' اگرچہ

پیشِ ازاں نورِ دیدہ بُودہ باشد و راحتِ جاں

اس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

کُلِ عالم صورتِ عقلِ کُل ست — کوست بابیِ ہر آں کاہلِ قُل ست

پورا عالم عقل کل کی صورت ہے — وہ ہر اس شخص کا باپا ہے جو قول ولا ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کُفراں فزود — صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود

جب کوئی عقل کل کی نافرمانی کرے — کل کی صورت اس کو کتا نظر آتی ہے

صُلح کُن باایں پدر عاقی بہل — تا کہ فرشِ رز نماید آب و گِل

اس باپ سے صلح کر لے نافرمانی کو چھوڑ دے — تا کہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُوَد — پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدَل شود

پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو — تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

مُنکہ صُلحم دائماً باایں پدر — ایں جہاں چوں جنتستم در نظر

میری ہمیشہ اس باپ سے صلح ہے — یہ دنیا میری نگاہ میں جنت کی طرح ہے

ہر[۲] زماں نو صُورتے و نو جمال — تازہ نو دیدن فرو میرد مَلال

ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حسن ہے — حتی کہ نئے مشاہدے سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم — آبہا از چشمہا جوشاں مقیم

میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں — چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من — مست می گردد ضمیر و ہوشِ من

پانی کی آواز دھیرے کان میں پہنچی ہے — میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہار قصاں شُدہ چوں تائباں — بر گہا کف زن مثالِ مُطرباں

شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں — پتے گویوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برق آئینہ است لامع از نمد — گر نماید آئینہ تا چوں بُوَد

آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے — اگر آئینہ نظر آ جائے تو کیا ہو گا؟

از[۳] ہزاراں من نمی گویم یکے — زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے

میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں — کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مُژدہ دادنست — عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست

وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے — عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری حالت ہے

[۱] عقلِ کُل۔ مولانا عقل کل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالیٰ مراد ہے۔ اہل قُل۔ یعنی وہ روحیں جنہوں نے ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُم کے جواب میں بلا کا قول کیا تھا۔ چوں کسے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر ہوتا ہے تو اس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورت کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تا کہ۔ تمام زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیئے جائے گے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنت نظر آتا ہے۔

[۲] ہر زماں۔ لحہ بہ لحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ مقیم۔ دائم۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتوں کا بجنا گویوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برق آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔

[۳] از ہزاراں۔ میں ہزاروں حقائق میں سے ایک بات بھی پورے نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سننے والے اہل نہیں ہیں۔ پیش وہم۔ جن کی عقول ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

قصۂ ۱ فرزندانِ عُزیر علیہ السلام کہ از پدر اَحوالِ پدر می پُرسیدند

حضرت عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے ہی باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عَقبَ می آید بعضے کہ شناختندش

باپ نے کہا ہاں میں نے اس کو دیکھا ہے' پیچھے آ رہا ہے جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش

ہو گئے اور جنہوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست وایں حالت

دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پُورانِ ۲ عُزیر اندر گذر — آمدہ پُرساں ز اَحوالِ پدر

حضرت عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں — آکر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و بابا شاں جواں — پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں

وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے والد جوان تھے — تو ان کے والد اچانک سامنے آ گئے

پس پرسیدند از و کاے رہگذر — از عُزیرِ ما عجب داری خبر

تو انہوں نے ان سے دریافت کیا اے مسافر! — ہمارے عجیب عزیر کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سَند — بعدِ نومیدی ز بیروں می رَسد

کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا — مایوسی کے بعد باہر سے آ جائے گا

گفت ۳ آرے بعدِ من خواہد رسید — آں یکے خوش شد چوں ایں مژدہ شنید

ان عزیرؑ نے کہا میرے بعد وہ آئے گا — ان میں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مُبشّر باش شاد — واں دِگر بشناخت بیہوش اُو فتاد

شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ — دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہو کر گر گیا

کہ چہ جاےِ مژدہ است اے خیرہ سَر — کہ در اُفتادیم دَرکان شکر

کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟ — ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وَہم را مُژدہ است پیشِ عقلِ نقد — زانکہ چشمِ وہم شد مجوبِ فقد

وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ — کیونکہ وہم کی آنکھ کمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے

۱ قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں مجوبین کے لئے خوشخبری کا وجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیر ایک سو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو ان کی اولاد نے سنا کہ ہمارے باپ زندہ ہو کر آ رہے ہیں وہ ان کی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیر شہر میں آ رہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد ان کو نہ پہچانی اور اس نے انہی سے ان کی خبریں معلوم کرنی چاہیں انہوں نے فرمادیا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے ان کو پہچان لیا تو ان کے لئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہو گئے۔

۲ پُوراں۔ اولاد۔ پدر۔ یعنی حضرت عزیرؑ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہو گئی تھی حضرت عزیرؑ تغیرات زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے۔ سند۔ یعنی حضرت عزیرؑ

۳ گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انہوں نے ان پر طنز کیا اور فرمادیا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اس نے انہی کو اس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے ان کو پہچان لیا تو فرط مسرت سے بے ہوش ہو گئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی ہے وہ کان شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا وجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کر سکتی ہے عقل کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

کافراں[1] را رادر و مُومن را بَشیر
کافروں کے لئے عقل مومن کے لئے خوشخبری دینے والی ہے

لیک نقدِ حال در چشمِ بَصیر
لیکن بینا کی آنکھ میں نقد حال ہے

زانکہ عاشق دَردمِ نقدست مَست
کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے

لا جرم از کُفر و ایماں بَرتَرست
لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کُفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست
کفر اور ایمان دونوں اس کے دربان ہیں

گوست مغز و کفر و دیں اُو را دو پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اس کے دو چھلکے ہیں

کُفرِ قشرِ خُشک رُو بر تافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے

بازِ ایماں قشرِ لذت یافتہ
پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہائے[2] خشک را جا آتش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے

قشرِ پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مَغز خود از مرتبہ خوش بَرتَرست
مغز اچھے رتبہ کی وجہ سے بالا ہے

بَرتَرست از خوش کہ لذّت گسترست
(بلکہ) اچھے سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گَرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ

تا بَر آرد موسیم از بحر گَرد
تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

دَر خورِ عَقلِ عوام ایں گفتہ شُد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا

از سخن باقی آں بنہفتہ شُد
اس کی بقیہ بات پوشیدہ کر دی گئی ہے

زرِّ[3] عقلت ریزہ است اے متہم
اے تہمت زدہ تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے

بر قُراضہ مُہر سِکّہ چوں نہم
برادے پر سکہ کی مہر کیسے لگاؤں؟

عَقلِ تو قِسمت شدہ بر صَد مہم
تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے

بر ہزاراں آرزوی و طِمّ ورِم
ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اَجزا را بعشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیے

تا شَوی خوش چوں سمرقند و دمشق
تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع کردی زِ اشتباہ
وہم کو اگر جو کر کے تو جمع کر لے

پَس تواں زد سکّہ بر تو بادشاہ
تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

سغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کرلے گا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائے گے۔

---

[1] کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کے لئے وعید ہے مومن کے لئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق۔ مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالا تر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اس عاشق کے در کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اس کے چھلکے ہیں۔ کفر۔ ان دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہیں۔

[2] قشر ہائے خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ مغز۔ عشق الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن۔ یعنی اس نیک شخص کی باتیں۔ سوسیم۔ میرا موسیٰ موسیٰ سے مراد یہاں ذات حق ہے۔ از بحر۔ یعنی بحر معارف معارف کا پورا بیان۔ در خورِ۔ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔

[3] زرِّ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے برادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جا سکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکے گا کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل۔ انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طم ورم۔ عربی کا محاورہ جاء بالطم والرم۔ یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔ بعشق۔ عشق خداوندی عقل انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔ سمرقند۔ سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطہ دمشق اور

در از مثقالے شوی افزوں تو خام
اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا

از تو سازد شہ یکے زرّینہ جام
تو بادشاہ تیرا زریں جام بنا لے گا

پس برو ہم نام و ہم القابِ شاہ
تو اس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی

باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ
ہوگا' اور اس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند

تا کہ معشوقت بُود ہم ناں ہم آب
تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو

ہم چراغ و شاہد و نُقل و شراب
چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی

جمع کُن خود را جماعت رحمت است
اپنے آپ کو جمع کر لے' جماعت رحمت ہے

تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست
تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے وہ کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برائے باوریست
اس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے

جانِ شرک از باوریٔ حق بریست
شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جان [۲] قسمت گشتہ در جوّ فلک
(شرک کی) جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہوگئی ہے

در میانِ شصت سودا مُشترک
بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اُورا ثبوت
خاموشی اس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے

پس جوابِ احمقاں آمد سکوت
احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم و لے مستیِ تن
یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی

می کُشاید بے مُرادِ من دہن
بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ و از خامیاز
جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے

ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز
تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث [۳] اِنّی لَاَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبّی فی کُلِّ یَومٍ سَبعِینَ مَرّۃً
حدیث کی تفسیر کہ میں' اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر ز گفت واز نثار
پیغمبر کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے

توبہ آرم روز من ہفتاد بار
میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بُود توبہ شکن
لیکن وہ مستی توبہ شکن ہوتی ہے

مُنسی ست ایں مستیِ تن جامہ کن
یہ کپڑے چاک کرنے والی جسم کی مستی بھلا دینے والا ہے

حکمتِ اظہارِ تاریخِ دراز
دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت

مستیِ انداخت بر دانایِ راز
ایک رازداں پر مستی طاری کر دیتی ہے

۱ ورز مثقالے۔ اور اگر اس کو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کر لے گا تو پھر اس کا زریں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کر دی جاتی تھی۔ تاکہ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرت حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والوں کو اس کا یقین آجائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

۲ جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذات خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے۔ پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستی تن۔ یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستیِ من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔

۳ اِنّی لَاَستَغفِرُ۔ آنحضور کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہو جائے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرار معرفت کو سنانا۔ آں تستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم آخرت کے راز تاریخ لوگوں کو معلوم ہو اس لئے وہ بعض رازداروں پر مستی طاری کر دیتا ہے تاکہ وہ بیخودی میں اسرار کو ظاہر کر دیں۔

رازِ[1] پنہاں باچُغیں طبل و علَم
پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کے ساتھ

آب جوشاں گشتہ از جَفِّ القلم
جف القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد رَوانہ ہر زماں
لا محدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے

خُفتہ اَید از درکِ آں اے مردماں
اے انسانو! تم اس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامہ خُفتہ خورَد از جُوئِ آب
سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے

خُفتہ اندر آب جویِ سَراب
پانی میں سویا ہوا سراب کا جویاں ہے

میر وَد آنجائی بُوئِ آب ہَست
وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی امید ہے

زیں تفکّر راہ را بر خویش بَست
اس خیال سے اس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دُور شُد
جبکہ اس نے اس جگہ کی سوچی اس جگہ سے دور ہو گیا

بَر خیالے اُو زحق مہجور شُد
ایک خیال کی بنیاد پر وہ صحیح واقعہ سے دور ہو گیا

دور بینانند و بَس خفتہ رَواں
سوئی ہوئی روح والے فقط دور بیں ہیں

رَحمتے آرید شاں اے رہرَواں
اے سالکو! ان پر رحم کرو

مَن ندیم تشنگی خواب آورَد
میں نہیں دیکھا کہ پیاس سلائے

خواب آرد تشنگیِ بے خِرَد
بے عقل کی پیاس سلاتی ہے

خود خِرَد آنست کُو از حق چرید
عقل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے فیضیاب ہو

نے خِردکاں را عُطارِد آورید
نہ وہ عقل جو عطارد ستارے سے تم لائے ہو

بیانِ آنکہ عقلِ[3] جُزوی تا بگور پیش نہ بیند و در باقی مُقلّدِ انبیا و اولیاست
اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خِرَد تا گور بُود
اس عقل کی دور بینی قبر تک ہے

وانِ صاحبدل بصُبحِ صُور بُود
صاحب دل کی ملکیت صور پھونکنے تک ہے

ایں خِرَد از گور و خاکے نگذرد
یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے

ویں قدم عَرصہ عجائب نسپرد
یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عَقل رَو بیزار شو
اس قدم اور اس عقل سے ہٹ جا بیزار ہو جا

چشمِ غیبی جُوی و برخوردار شو
غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اٹھا

---

[1] راز۔ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اس قدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ ابلنے لگا ہے۔ جف القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامہ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اس پر گرتی ہیں اور اس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اس دریا سے اور دور کر دیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے ادھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند۔ جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دور بین ہیں۔ رہروان۔ یعنی سالکین راہ معرفت۔ مَن ندیدم۔ پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اس کو مزید سلا دیتی ہے۔ خرد۔ عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشوونما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

[3] عقلِ جُزوی۔ دنیاوی عقل جو عطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اس کی دوڑ صرف قبر کے کڑھے تک ہے اس کے بعد کے احوال اس کے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتا سکتے ہیں جن کو عقل خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب۔ یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یہ حسی قدم اور عقل ناقص بیکار ہے۔ غیب ہیں عقل و بصر مفید ہے۔

همچو موسیٰ نور کے یابد زجیب — سخرۂ استاد و شاگردِ کتیب

حضرت موسیٰ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟ استاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زیں انظر ویں عقل ناید جز دوار — پس نظر بگذار و بگزیں انتظار

اس غور و فکر اور اس عقل سے دور کے کچھ حاصل نہیں ہے تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع — منتظر را بہ زگفتنِ استماع

باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو منتظر کے لئے کہنے سے، سننا بہتر ہے

منصبِ تعلیم نوعے شہوتست — ہر خیالے شہوتی در رہ بُت است

تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہش نفسانی ہے نفسانی ہر خیال راستہ کا بت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول — کے فرستادے خدا چندیں رسول

اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پا لیتا تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ ۲ جزوی ہمچو برق ست در خش — در درخشی کے تواں شد سوئے وخش

ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے چمک میں وخش تک کہاں جایا جا سکتا ہے

نیست نورِ برق بہرِ رہبری — بلکہ امرست ابر را کہ می گری

بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ ابر کو حکم ہے کہ تو رو

برقِ عقلِ ما برای گریہ است — تا بگرید نیستی در شوق ہست

ہماری عقل کی چمک رونے کے لئے ہے تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ ۳ کودک گفت بر کُتّاب تن — لیک نتواند بخود آموختن

بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا لیکن وہ خود سکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوئے طبیب — لیک نبود در دوا عقلش مصیب

بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے لیکن دوا تجویز کرنے میں اس کی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک شیاطیں سوئے گردوں می شدند — گوش بر اسرارِ بالا می زدند

یہ شیطان آسمان کی جانب گئے (عالم) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند اند کے زاں رازہا — تا شہب می راندشاں زود از سما

ان رازوں میں سے کچھ اچک لے گئے تو شہابوں نے فوراً انہیں آسمان سے بھگا دیا

ازیں انظر۔ اس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کر تاکہ تجھے نور موسوی میسر آ جائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اس کے لئے بولنا مفید نہیں، سننا مفید ہے۔ منصب تعلیم۔ علوم ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رتبہ ہے جو خواہش نفس ہے اور خواہش نفس کو پورا کرنا راہ طریقت میں بت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اسرار معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

۲ عقل جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طی نہیں ہو سکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رو! یعنی آنسو برسا۔ برق عقل۔ عقل انسانی کی کوند بھی اسی لئے ہے کہ انسان عشق الٰہی میں روئے۔ اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

۳ عقل کودک۔ عقل ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقل رنجور۔ بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اس کے لئے دوا تجویز نہیں کر سکتی اسی طرح عوام کی عقل ان کو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نک۔ شیاطین براہ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور ان کو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

کہ روید آنجا رسولے آمدہ است
کہ جاؤ وہاں ایک رسول آ گیا ہے

ہر چہ می خواہید از و آید بدست
تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا

گر ہمی جوئید دُرِّ[1] بے بہا
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو

اُدْخُلُوا الْبُیَانَ مِنْ اَبْوَابِهَا
گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقہ در و بر باب ایست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر

کز سُوی بام فلک تاں راہ نیست
اس لئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لئے راہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راہِ دراز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے

خاکیئے را دادہ ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیئے ہیں

پیشِ او آئید اگر خائن نہ اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اس کے سامنے آؤ

نیشکر گردید از و گرچہ نے اید
اس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزہ[2] رویاند ز خاکت آں دلیل
اور رہنما تیری خاک سے سبزہ اگا دے گا

نیست کم از سُم اسپ جبرئیل
وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے

سبزہ گردی تازہ گردی از نوی
تو از سر تو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائے گا

گر تو خاک اسپ جبرئیلے شوی
اگر تو کسی جبرائیل کے گھوڑے کی خاک بن جائے گا

سبزۂ جاں بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ جس کو سامری نے

کرد در گو سالہ. تا شُد گوہری
بچھڑنے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ او
اس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا

آنچناں بانگے کہ شُد فتنہ عدُو
اس طرح بولنا کہ وہ دشمن کے لئے فتنہ بن گیا

گر امیں[3] آئید سُوی اہلِ راز
اگر تم راز دار کی جانب لاتنظار بن جاؤ گے

وار ہید از سر کلہ مانندِ باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سر کلاہِ چشم بند و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہے

کہ ازو باز ست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کلہ بر چشم باز اوّل شُدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداء اس لئے آتی ہے

کہ ہمہ میلش سُوی جنسِ خودست
کہ اس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس باشہ گشت یار
جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا

بر گشاید چشم اُورا باز وار
تو باز کی طرح اس کی آنکھیں کھول دے گا

[1] دُرِّ بے بہا۔ یعنی اسرار معرفت۔ ابواب ہا۔ اسرار حاصل کرنے کا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے مَن زن۔ دروازہ۔ سے داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جا کر کنڈی بجا اور ٹھہرا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا۔ نیست۔ ان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتا دیئے ہیں اس سے جا کر سیکھو تم نرکل ہو اس کی محبت سے گنا بن جاؤ گے۔

[2] سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اگا دے گا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے، حضرت جبرئیل جب اسرائیلیوں کی مدد کے لئے آئے تو ان کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اس کے قدم کی مٹی اٹھا کر گئوسالے میں ڈالی جس سے اس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔ غدہ۔ اس وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔

[3] گر امیں۔ اگر تم ولیا کی صحبت دیانتداری سے اختیار کرو گے تو وہ پردہ ہٹ جائے گا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سرکلہ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اس کے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اس کی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اس لئے اڑھائی جاتی ہے کہ اس کا میلان مالک کی طرف نہیں ہوتا اور دوسرے بازوں کی طرف سے ہے۔ چوں برید۔ جب انسان کا دنیاوی چیزوں کی طرف میلان ختم ہو جاتا ہے اس کا پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جیسے کہ باز ہم جنس سے کٹ کر مالک کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کے سر کی ٹوپی ہٹا دی جاتی ہے۔

راندہ[1] ادیواں راحق از مرتضاد خویش
عقل جزوی راز استبداد خویش

اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا
ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)

کہ سری کم کن نہ تو مستبد
بلکہ شاگردِ ولی و مستعد

کہ خود سری نہ کر تو مستقل نہیں ہے
بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحب استعداد ہے

زُو بر دل رَو کہ تو جزوِ ولی
ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی

جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو دل کا جز ہے
خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگی[2] اُو بہ از سُلطانی است
کہ اَنَا خَیْرِیْ دم شیطانی است

اس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے
"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرق بین و برگزیں تو اے حسیس
بندگی آدم از کبرِ بلیس

اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر
آدم کی بندگی، شیطان کی تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشید رہ اُو
حرفِ طُوبیٰ ہر کہ ظِلٌّ نَفْسُهٗ

جو راہ کا سورج ہے اس نے کہا ہے
طوبیٰ کا لفظ ہر اس شخص کے لئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایۂ طُوبیٰ ببین و خوش بخسپ
سر بنہ در سایۂ سرکش نخسپ

طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو
سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظِلِّ[3] ذَلَّتْ نَفْسُهٗ خوش مضجعے ست
مُستعدّانِ صفا را منجعے ست

ظِلِّ نَفْسُهٗ کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے
صفائی کی استعداد رکھنے والوں کے لئے خوابگاہ ہے

گر ازیں سایہ روی سوئے منی
زود طاغی گردی و رہ گم کنی

اگر تو اس سایہ سے خودی کی طرف جائے گا
فوراً سرکش بن جائے گا اور راستہ گم کر دے گا

بیانِ آیہ، کریمہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ

آیت کریمہ کا بیان اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو

یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز اُمت باش
چونکہ سلطاں نہ رعیت باش

جب تو نبی نہیں ہے، امتی بن
جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے، رعیت بن

پس رَوِ خامشاں و خامش باش
وز خودی رای زحمتی مَتراش

تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن
اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار کر

---

[1] راندہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کی گھات سے مار کر اس لئے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیے اور خود سری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیے۔ زود۔ زود کا مخفف ہے۔ دل۔ یعنی صاحب دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخ کامل کا غلام بننا چاہیے۔

[2] بندگی۔ اس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ انا خیری۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ان سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین۔ آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر یا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے خوشخبری۔

[3] ظل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ منجع۔ خوابگاہ۔ منی۔ خودی۔ از حکیم۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

پس[1] ا رَوی خامش باش از اِنقیاد — زیرِ ظلِّ ہر شیخ و اُستاد

تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چپ رہ — استاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامت شود خاموش باش — از وجودِ خویش والی کمتراش

تو پیرو ہے، چپ ہو جا اور خاموش رہ — اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ گرچہ مُستعدّی و قابلی — مسخ گردی توز لافِ کاملی

ورنہ اگرچہ تو صاحب استعداد و قابلیت ہے — تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائے گا

ہم ز استعداد و آمانی اگر — سَر کشی ز اُستاد رَادِ باخبر

استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر — تو عقلمند، باخبر استاد سے سرکشی کرے گا

صبر[2] کُن در موزہ دوزی و بسُوز — وَر شوی بے صَبر مانی پارہ دُوز

موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر — اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانے والا رہ جائے گا

کُہنہ دوزاں گربُدے شاں صَبر و حلم — جُملہ نودوزاں شدُندے ہم بعِلم

پرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بردباری حاصل ہوتی — ہنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بن جاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال — خود بخود گوئی کہ العَقلُ عِقال

پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر — خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچوآں مردِ مُفلسِف روزِ مرگ — عَقل رامی دید بس بے بال و برگ

اس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن — عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے[3] غرض می کردند آندم اعتراف — کز ذکاوت راندیم اَسپ از گزاف

اس وقت اس نے اخلاص سے اقرار کیا — کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سَر کشیدم از رِجاں — آشنا کردیم وَر بحرِ خیال

میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سرکشی کی — خیال کے سمندر میں تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح — نیست آنجا چارہ جُز کشتیِ نوحؑ

روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے — وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کُو آشنا ناموختے — تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے

کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا — تاکہ تمنا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر دیتا

آنچنیں فرمودآں شاہِ رُسل — کہ منم کشتی دریں دریائے کُل

رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا ہے — کہ اس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

---

[1] پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے، مرید کام چپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھارے گا تو اگرچہ صاحب استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہو جائے گی۔

[2] صبر کن۔ پورا موچی اس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بن کر رہ جاتا ہے۔ کہنہ دُوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر استاد سے سیکھتے تو ہنرمند بن کر موچی بن جاتے۔ العقل عقال۔ عقل رسی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔ مُفلسِف۔ اس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے۔

[3] بے غرض۔ شیخ بوعلی سینا نے موت کے وقت جب عالم آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقلی گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری، علم کے غرور نے اہل اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا۔ مولانا نے فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقلی گھوڑے دوڑانا نہ جانتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ آنچنیں۔ آنحضور نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دریائے روح کی کشتی ہوں اس کو میرے ذریعہ پار کر سکو گے۔

یا کسے[1] کو در بصیر تہائی من
شد خلیفہ راستیں برجائی من

یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں
میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتیِ نوحیم در دریا کہ تا
رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ

میں دریا میں نوح والی کشتی ہوں، ہرگز
اے نوجوان! تو کشتی سے روگردانی نہ کر

ہمچوں کنعاں سوئے ہر کوہے مرو
از نبے لَا عَاصِمَ الْیَوْم شنو

کنعان کی طرح ہر پہاڑی کی جانب نہ جا
قرآن سے آج کوئی بچانے والا نہیں سن لے

می[2] نماید پست ایں کشتی زبند
می نماید کوہِ فکرت بس بلند

پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے
تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را
بنگر آں فضلِ خدا پیوست را

خبردار خبردار! اس نیچی کشتی کو نیچا نہ سمجھ
خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر
کہ یکے موجش کند زیر و زبر

اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ
کیونکہ اس کو ایک موج تہہ و بالا کر دے گی

گر تو کنعانی نداری با ورم
گر دو صد چندیں نصیحت آورم

اگر تو کنعان صفت ہے میرا یقین نہ کرے گا
خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام
کہ بر و مُہرِ خدایست و ختام

اس بات کو کنعان کب قبول کرتا ہے؟
کیونکہ اس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے

کے گذارد موعظت بر مُہرِ حق
کے بگرداند حَدَث حُکمِ سَبق

نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟
یعنی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

لیک[3] می گویم حدیثِ خوش پئی
بر اُمیدِ آنکہ تو کنعاں نہٴ

لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں
اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں
ہم ز اوّل روزِ آخر را ببیں

خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا
پہلے ہی دن سے انجام میں بن جا

می توانی دید آخر را مکن
چشمِ آخر بینت راکور و کہن

تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا
اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پرانا

ہر کہ آخر بیں بُود مسعود وار
نبودش ہر دم برہ رفتن عثار

جو نیک بخت کی طرح انجام میں ہوتا ہے
اس کو راستہ چلتے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

---

[1] یا کسے۔ یعنی صحابہ کرام جو آنحضور کی بصیرتوں سے فیضیاب تھے۔ کشتی نوحیم۔ آنحضور نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہ اس دریائے معرفت کے لئے بمنزلہ نوح کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوح کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کرلوں گا۔ از نبے۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا۔ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

[2] می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اس لئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے۔ فضل خدا۔ جبکہ فضل خداوندی اس کے شامل حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ۔ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہر خداوندی لگی ہوئی ہے۔ ختام۔ مہر۔ کے گزارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گزر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امر تو پیدا۔ یعنی نصیحت۔ حکم سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مہر لگ جانے کا حکم۔

[3] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے۔ می توانی۔ اگر تو چشم بصیرت سے کام لے گا تو انجام کو دیکھ سکتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص انجام میں ہوتا ہے وہ ٹھوکریں نہیں کھاتا اگر تو بھی یہ چاہتا ہے تو اہل اللہ کے قدم کی خاک کو سرمہ بنالے پھر سر کے بل گرنے سے بچ جائے گا۔

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز — کُن زخاکِ پائی مردے چشم تیز
اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا — کسی مرد خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کر لے

کُحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را — تا نیندازی سَر اُو باش را
اس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنا لے — تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹکرائے

کہ[1] ازیں شاگردی وزیں افتقار — سُوزنے باشی شوی تو ذُوالفقار
کیونکہ اس شاگردی اور اس احتیاج سے — اگر تو سوئی بھی ہے ذوالفقار تلوار بن جائے گا

سُرمہ کُن تو خاکِ ہر برگزیدہ را — ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
ہر برگزیدہ کی خاک کو سرمہ بنا لے — وہ جلاتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی بھی ہے

چشم روشن کُن ز خاکِ اولیا — تا بہ بینی زا بتدا تا انتہا
اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کر لے — تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشم اُشتر زاں بُود بس نُور بار — کُو خورد از بہر نورِ چشم خار
اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے — کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار[2] خور تا گل بروياند ترا — چشم تو روشن شود جاں باصفا
کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اگائے — تیری آنکھ روشن، اور روح صاف ہو جائے گی

خاررا از چشمِ دل گر بر کنی — چشمِ جاں را حق بنخشد روشنی
اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا — اللہ تعالیٰ جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرما دے گا

قصہ[3] شکایتِ اُشتر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُومی اُفتم در راہ رفتن

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو کم می اُفتی چون است و جواب گفتنِ شتر مر اُستر را

اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشتُرے را دید روزے اُستُرے — چونکہ با اُو جمع شُد در آخُرے
ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا — جبکہ وہ ایک اصطبل میں اس کے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم برُو — در گریوہ و راہ و در بازار و کُو
اس نے کہا میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں — ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ در رُومی فتم بسیار من — در رہِ ہموار و ناہموار من
میں منہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟ — ہموار اور ناہموار راستہ میں

[1] کہ از یں۔ اہل اللہ کے اتباع سے تھوڑی سی استعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذوالفقار۔ حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کُو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہو گئیں۔

[2] خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکال دو گے تو نور بصیرت حاصل ہو جائے گا۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے مولانا نے دور بینی کے فوائد اور دور بین کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ استر۔ خچر۔ آخر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

خاصہ[1] از بالائی کہ تا زیر کوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک

در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
ہر وقت خوف سے میں منہ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی افتی تو در رو بہر چیست
کیا سبب ہے؟ تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے

یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
شاید تیری پاک جان غیب سے مالا مال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا

پوز و زانو زاں خطا پُرخوں کنم
اس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کہ شود بالاں و رختم بر سرم
میرا پالان او میرا بوجھ میرے سر پر الٹا ہو جاتا ہے

وز مکاری ہر زماں زخمے خورم
اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو کم عقلے کہ از عقلِ تباہ
اس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے

بشکند توبہ بہر دم از گناہ
گناہ کر کے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سخرہ[2] ابلیس گردد در زمن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتی ہے

از ضعیفی رائے آں توبہ شکن
کمزوری کی وجہ سے اس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اسپ لنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت منہ کے بل گرتا ہے

کہ بود بارش گران و راہ سنگ
جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم لُز
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے

از شکستِ توبہ آں ادبار خو
وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

باز توبہ می کند باری سست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے

دیو یک پُف کرد توبہ را شکست
شیطان نے ایک پھونک ماری توبہ کو توڑ دیا

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں
کمزوری در کمزوری اور اس کا تکبر اس قدر

کہ بخوری بنگرد در اصلاں
کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے[3] شتر کہ تو مثالِ مومنی
اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے

کم فتی در رو وکم بینی زنی
منہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

توچہ داری کہ چنیں بے آفتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے

بے عثاری وکم اندر رُوفتی
بغیر لغزش کے ہے اور منہ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت گرچہ ہر سعادت از خداست
اس نے کہا گرچہ ہر نیک بختی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے

درمیانِ ما و تو بس فرقہاست
ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

[1] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کوشود۔ منہ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آجاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔ ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اسی گدھے کی سی ہے۔

[2] سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔ باز۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعف۔ خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔

[3] اے شتر۔ پھر خچر کی بات شروع کی ہے خچر نے اونٹ سے کہا کہ تیری مثال مومن کی سی ہے جو نہ منہ کے بل گرے اور نہ پٹے۔ گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سر بلند اور میری آنکھیں دور بیں ہیں۔

سَر بُلندم من دو چشم من بُلند
میرا سر بلند ہے' میری دونوں آنکھیں بلند ہیں

بینشِ عالی اَمان ست از گزند
بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن کا سبب ہے

از سَرِ کہ من بہ بینم پایِ کوہ
میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں

ہر گوو[1] ہموارہ رامن توہ توہ
تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دیدآں صَدرِ اجل
جس طرح اس بزرگ نے دیکھ لیا

پیش کارِ خویش تار وزِ اجل
پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بُود بعدِ بست سال
جو بات بیس سال بعد ہو گی

داند اندر حال آں نیکو خِصال
وہ نیک خصلت اس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندیدآں متقی
اس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا

بلکہ حالِ مغربی و مشرقی
بلکہ مغربی اور مشرقی کا بھی دیکھا

نور[2] وَر چشم و دلش ساز وسکن
نور' اس کی آنکھ اور دل کو سکن بناتا ہے

بہرِ چہ سازد' پے حُبُّ الوطن
کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب
جس طرح حضرت یوسف کی انہوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھا تھا

کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب
کہ ان کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر
دس سال کے بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میں

انچہ یوسف دیدہ بُد بر کرد سَر
جو کچھ یوسف نے دیکھا تھا وہ ظاہر ہوا

نیست[3] آں یَنظُرُ بنُورِ اللّٰہ گزاف
وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے لغو نہیں ہے

نورِ رَبانی بُود گروں شگاف
خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نُور رَو
جا' تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے

ہستی اندر حسِ حیوانی گرِد
تو حیوانی حس میں پھنسا ہے

توز ضُعفِ چشم بنی پیشِ پا
تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے صرف پاؤں کے آگے دیکھتا ہے

تو ضعیف وہم ضعیفت پیشوا
تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیوشا چشم ست دست و پایِ را
ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے

گو بہ بیند جایِ رانا جایِ را
کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من رَوشن ترست
علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے

دیگر آنکہ خِلقتِ من اَطہر ست
علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

---

[1] گو۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔ بجناں۔ صدر اجل' بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامیؒ ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مطلق ولی مراد ہے۔ انچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہ بعض مستقبل میں ہونے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں۔

[2] نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالم غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسف۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ ان کے بھائی ان کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔

[3] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نور خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نور خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف۔ عام انسان حسی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور اور اس کا چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اس کا پیشوا یعنی حسی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اس کو صرف سامنے کا اور تھوڑی دور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیری بات۔ یہ کہ میں حلالی اور پاک نسل کا ہوں تو حرامی ہے۔ خچر خچر سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ گدھے اور گھوڑی کے میل سے پیدا ہوتا ہے۔

زانکہ ہستم من ز اَولادِ حَلال — نے ز اَولادِ زنا و اہلِ ضَلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں — نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

توز اَولادِ زنائی بے گماں — تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے — تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ اُستر جوابہای اُشتر را و اقرار آوردن بفضلِ اُو
خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اس کی بڑائی کا اقرار کرنا

بر خود و از و اِستعانت خواستن و بد و پناہ گرفتن بصدق و نواختن
اور اس سے مدد مانگنا اور سچائی س اس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا

شتر اُو را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ
اس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت۲ اُستر راست گفت اے اُشتر — ایں بگفت و کرد چشم از اَشک پُر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا — یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد — گفت اے بگزیدۂ رَبُّ العِباد
تھوڑی دیر رویا، اس کے پاؤں پڑا — کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی — در پذیری تو مرا در بندگی
کیا نقصان ہو گا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے — تو مجھے غلامی میں قبول کر لے؟

فضلِ تو بر من فزونست از شمار — ہم بفضلِ خود مرا معذور دار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے — اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کر لے

گفت۳ چوں اقرار کردی پیشِ من — رَو کہ رَستی توز آفاتِ زمن
اس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کر لیا ہے — جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پا گیا

دادی اِنصاف و رَہیدی از بَلا — تو عَدُو بُودی شُدی زَ اہلِ وِلا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا — تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہو گیا

خوئے بدذر ذاتِ تو اصلی نبُود — کز بَدِ اصلی نیاید جُز جُحود
تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی — کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار سرزد ہوتا ہے

آں بَدِ عاریتی باشد کہ اُو — آرد اقرار و شوَد اُو توبہ جُو
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو — (خطا کا) اقرار کر لے اور توبہ کی جستجو کرے

۱ توز اَولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اڑتا ہے۔

۲ گفت استر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجئے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر لیجئے۔

۳ گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کر لیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے مصائب سے نجات پا گیا ہے۔ خوئے بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصل ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا عارضی بد تو کر لیتا ہے۔

ہمچو[1] آدم زلّتش عاریہ بُود — لا جرم اندر زماں توبہ نمود
جیسے کہ حضرت آدم ان کی لغزش عارضی تھی — لا محالہ انہوں نے فوراً توبہ کر لی

چونکہ اصلی بود جُرم آں بلیس — رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی — اس لئے عمدہ توبہ کی طرف اس کا راستہ نہ تھا

رَو کہ رَستی از خودی واز خوئے بد — وز زبانہ نار وز دندانِ دَد
جا کہ تو خودی اور بدعادت سے نجات پا گیا — آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رَو کہ اکنوں دست دَر دولت زدی — دَر فگندی خود بہ بختِ سَرمدی
جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آ گئی ہے — تو نے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کر دیا ہے

اُدْخُلِی چوں فِی عِبَادِی یافتی — اُدْخُلِی فِی جَنَّتِی دریافتی
جب تو نے میرے بندوں میں داخل ہو جا کو پالیا — تو نے داخل ہو جا میری جنت میں کو حاصل کر لیا ہے

دَر[2] عِبادش راہ کردی خویش را — رَفتی اندر خُلد از راہِ خِفا
جب تو نے اپنا راستہ اس کے بندوں میں بنا لیا ہے — تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِھْدِنَا گفتی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ — دَستِ تو بگرفت بُردت تا نعیم
تو نے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے کہا — اس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بُودی نور گشتی اے عزیز — غُورہ بُودی گشتی انگور و مویز
اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا — تو کچا خوشہ تھا انگور اور منقی بن گیا

اَخترے بودی شُدی تو آفتاب — شاد باش وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ
تو تارا تھا سورج بن گیا — خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے[3] ضیاء الحق حُسام الدّیں بگیر — شہدِ خویش اندر فگن در جُوئے شیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے — اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملا دے

تا ہدآں شیر از تغیرِ طَعم — یابد از بحرِ مزہ تکثیرِ طعم
تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہو جائے — اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

مُتّصل گردد بداں بحرِ اَلَست — چونکہ شُد دریا زہر تغییر رَست
وہ الست کے سمندر سے مل جائے گا — جب وہ دریا بن جائے گا ہر تغیر سے بچ جائے گا

[1] ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی انہوں نے توبہ کر لی شیطان کی خطا فطری تھی اس کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ رومی۔ اونٹ نے کہا اب جبکہ تو نے توبہ کر لی تو خودی اور بدعادت سے نجات پا گیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ مبارک ہو۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تو نے جنت حاصل کر لی ہے۔ اُدْخُلِی۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہو جانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

[2] دَر عِبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اس وقت بنتا ہے جبکہ اس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اِھْدِنَا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

[3] اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد ملا دو تاکہ اس میں تغیر نہ آ سکے اور وہ اور مزیدار ہو جائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجود کامل میں داخل ہو جائے گا تو اس کو بقا اور دوام حاصل ہو جائے گا۔

مُنفذے یابد دراں بحرِ عَسَل[1] آفتے را نَبوَد اندروے عَمَل
اس شہد کے دریا میں راستہ پا لے گا اس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غرّہ کُن شیر وار اے شیرِ حق تا رَوَد آں غرّہ بر ہفتم طَبَق
اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرا تاکہ وہ ڈڈوک ساتویں آسمان پر پہنچے

چہ خبر جانِ مَلُولِ سیر را کے شناسد مُوش غرّہ شیر را
کاہل ست کی جان کو کیا خبر؟ چوہا شیر کی ڈڈوک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بَر نویس اَحوالِ خود با آبِ زَر بہرِ ہر دریادلے نیکو گُہر
اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جانفزا یار بش دَر چشمِ قبطی خود نُما
یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے اے خدا اسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لابہ[2] کردنِ قبطی مَر سبطی را کہ یک طرف بہ نیّتِ خویش از نیل پُر
ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر لے

کُن و بَرلَبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری سُبُو کہ شمار
اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے منہ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کنید از نیل آبِ صاف ست و سُبُو
ٹھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا

کہ ماقبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست
کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے

من شُنیدم کہ دَر آمد قبطیے از عَطش اندر وُثاقِ سبطیے
میں نے سنا ہے کہ ایک قبطی آیا پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویشا وندِ تُو گشتہ اَم امروز حاجتمندِ تُو
کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ[3] موسیٰ جادوئی کرد و فُسوں تا کہ آبِ نیل مارا کرد خوں
کیونکہ موسیٰ نے جادو ٹونا کر دیا ہے یہاں تک کہ اس نے ہمارے لئے دریائے نیل کو خون بنا دیا ہے

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند پیشِ قبطی خوں شُد آب از چشم بند
سبطی اسی سے صاف پیتے ہیں نظر بندی کی وجہ سے قبطی کے لئے خون بن گیا ہے

[1] عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غرّہ کن۔ اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غرائیے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی ڈڈوک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اس کو سمجھتے ہیں۔ برنویس۔ اپنے احوال بشکل مثنوی لکھ ڈالیئے۔ ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے احوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا۔

[2] لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانے کا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی۔ یعنی حضرت موسیٰ کے پیرو۔ عطش۔ پیاس۔ وثاق۔ گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔

[3] زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ کہ حضرت موسیٰ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے

قبطیاں نک می مُرند از تشنگی
لب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں

از پئے[1] ادبارِ خود یا بدرگی
اپنی نحوست یا بد فطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کن
ایک طشلا اپنے لئے پانی سے بھر لے

تا خورد از آبت ایں یارِ کہن
تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پرانا دوست پی لے

چوں برائے خود کنی ایں طاس پُر
جب تو یہ طشلا اپنے لئے بھرے گا

خوں نباشد آب باشد پاک و حُر
وہ خون نہ ہو گا پاک و صاف پانی ہو گا

من طُفیلِ تو بنوشم آب ہم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا

کہ طفیلی در تبع بجہد زغم
کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

گفت[2] اے جانِ جہاں خدمت کنم
اس نے کہا اے جان جہاں! میں خدمت کروں گا

پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی میں لحاظ برتوں گا

بر مُرادِ تو روم شادی کنم
تیری مراد پوری کروں گا ' خوش ہوں گا

بندۂ تو باشم و آزادی کنم
تیرا غلام بنوں گا اور آزادی بخشوں گا

طاس را از نیل اُو پر آب کرد
اس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا

بر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
منہ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کژ کرد سُوئے آب خواہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا

کہ بخور تو ہم شد آں خونِ سیاہ
کہ تو بھی پی لے ' وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شد
پھر اس طرف جھکایا ' خون پانی بن گیا

قبطی اندر خشم و اندر تاب شد
قبطی غصہ اور پیچ و تاب میں پڑ گیا

ساعتے[3] بنشست تا خشمش برفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس کا غصہ جاتا رہا

بعدازاں گفتش کہ اے صمصام زفت
اس کے بعد اس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست
اے بھائی! اس عقدہ کا کیا حل ہے؟

گفت ایں را آں خورد کو متقی ست
اس نے کہا اس کو وہ پیتا ہے جو پرہیز گار ہے

متقی آنست کو بیزار شُد
پرہیزگار وہ ہے جو بیزار ہوا

از رہِ فرعون و موسیٰ وار شُد
فرعون کے راستہ اور موسیٰ جیسا بن گیا

قوم موسیٰ شو بخور ایں آب را
موسیٰ کی قوم بن جا ' یہ پانی پی لے

صُلح کن بامہ ببیں مہتاب را
چاند سے صلح کر لے ' چاندنی دیکھ لے

[1] از پئے۔ یہ خون تمہارے بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰ بدفطرتی ہے۔ بہرِ خود۔ تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھرلے میں بھی اس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھرے گا تو وہ پانی پاک وصاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ من طفیلِ تو۔ میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا۔ طفیلی۔ ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ اس قبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اس قبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر قبطی نے طشلا قبطی کی طرف جھکایا تو اس طشلے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اس قبطی نے اپنی طرف کو جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

[3] ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اس نے قبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت۔ قبطی نے کہا یہ پانی متقی پی سکتا ہے۔ متقی۔ متقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ کی بات مان لے موسیٰ کی امت میں داخل ہو کر متقی بن جائے پانی پی لے گا۔

صد ہزاراں[1] ظلمت ست از خشمِ تو
لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے

بر عِبادِ اللہ اندر چشمِ تو
اللہ تعالیٰ کے بندوں پر تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بگشا شاد شو
غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا

عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو
دوستوں سے عبرت پکڑ، استاد بن جا

کے طفیلی مَن شوی در اعتراف
پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟

چوں ترا کفریست ہمچوں کوہِ قاف
جبکہ تیرا کفر کوہ قاف کی طرح ہے

کوہ[2] در سوراخِ سوزن کے رَوَد
پہاڑ سوئی کے ناکے میں کہاں گھس سکتا ہے؟

جُز مگر آں کوہ برگِ کہ شود
سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کہ کُن باستغفارِ خوش
عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے

جامِ مَغفوراں بگیر و خوش بکش
بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

توبدیں تزویر چوں نوشی ازاں
تو اس دھوکے بازی سے اس کو کیسے پی سکتا ہے؟

چوں حرامش کرد حق بر کافراں
جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ ترا
چالبازی کا خالق تیری چالبازی

کے خرد اے مُفتریِ مُفتریٰ
میں کب آ سکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سُود نیست
موسیٰ کی امت بن کیونکہ چالبازی سے فائدہ نہیں ہے

حیلہ اَت بادِ تہی پیمود نیست
تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہے

زہرہ[3] دارد آب کز امرِ صَمد
پانی کا پتہ، کہ خدا کے حکم سے

گردد وبا کافراں آبی کُند
وبا گردانی کرے اور کافروں کے لئے پانی کا کام کرے؟

یاتو پنداری کہ تو ناں می خوری
یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟

زہر مارو کاہشِ جاں می خوری
سانپ کا زہر اور جان کا گھناؤ کھا رہا ہے

ناں کُجا اِصلاح آں جانے کُند
روٹی اس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟

گو دل از فرمانِ ناں دِہ برکند
جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اکھاڑے

یاتو پنداری کہ حرفِ مثنوی
یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف

چوں بخوانی رائگانش بشنوی
جب تو بیکار کر کے پڑھے گا سمجھ سکے گا؟

یا کلامِ حِکمت و سِرِّ نہاں
یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز

اندر آید سہل درگوشِ کہاں
آسانی سے ناقصوں کے کان میں آ جائے گا

---

[1] صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یا زاں۔ یعنی پہلی قوم۔ اعتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف۔ یعنی عظیم۔

[2] کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے تیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کہ کُن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے۔ پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی۔ چالبازی۔ مُفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مُفتریٰ۔ اسم مفعول ہے جھوٹ۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی موسیٰ کی امت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کہ میں اپنے لئے پانی بھروں اور تو اس میں سے پانی لے۔

[3] زہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہے بلکہ الٹا اثر دکھاتی ہے۔ یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکے گا۔ کلام حکمت۔ کیسی ہی دانائی کی بات ہو وہ ناقص انسان کے کان میں نہیں پہنچتی ہے۔ کہاں۔ کسی جمع۔ کم رتبہ

اندر[1] آید لیک چوں افسانہا
اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح

پوست بنماید نہ مغزو دانہا
چھلکا نظر آتا ہے نہ مغز اور دانے

در سَر و رُو در کشیدہ چادرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے

رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تُو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے

ہمچناں باشد کہ قرآں از عُتُو
ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن سرکشی کی وجہ سے

فرق[2] آنگہ باشد از حق و مجاز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے

کِت کُند کحلِ عنایت چشم باز
کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پُشک و مُشک پیشِ اُخشمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مشک

ہر دو یکسانت چوں نبُود شمے
جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہے دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از مَلال
تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا

باشدش قصد از کلام ذُوالجلال
اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس کا مقصد ہوتا ہے

کاتشِ دسواس را و غصّہ را
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو

زاں سخن بنشاند و سازد دَوا
اس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہرِ[3] ایں مقدارِ آتش شاندن
آگ کی اس مقدار کو بجھانے کے لئے

آبِ پاک و بول یکساں شد بفن
پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے

آتشِ دسواس را ایں بول و آب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی

ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آب پاک
لیکن اگر تو اس پاک پانی سے واقف ہو جائے

کہ کلامِ ایزداست و رُوحناک
کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کُلّی زجاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے

دل بیابد رہ بسُوی گلستاں
اور دل گلستاں کا راستہ پا لے

زانکہ در باغے و در جُوئے پرَد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے

ہر کہ از سِرِّ صُحُف بُوئے بَرد
جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

[1] اندر۔ وہ شخص اس کو افسانہ سمجھے گا اس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اس شخص کے لیئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کوئی معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیتا ہو تو ظاہر میں اس کے حسن کو نہ دیکھ سکے گا شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ ودمنہ۔ عتو۔ منکر اپنے تکبر کی وجہ سے ان سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

[2] فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اس کو بصیرت حاصل ہو۔ اخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ کاش انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

[3] بہر ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آب پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغ جنت کا راستہ مل جائے۔ زانک۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صُحُف۔ صحیفہ کی جمع ہے آسمانی کتاب

یا تو [1] پنداری کہ رُوئے اولیا
یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ

آنچنانکہ ہست می بینیم ما
جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں
پیغمبر اس سے تعجب میں تھے

چوں نمی بینند رُویم مُومناں
کہ ایمان لانے والے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں

چوں نمی بینند نورِ رُوم خَلق
لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

کہ سَبَق بُرد ست بر خورشید شَرق
جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست
اگر دیکھتے ہیں تو یہ حیرت کیوں ہے؟

تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست
یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سُوئے [2] تو ماہ است وسُوئے خَلق ابر
آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کی جانب ابر ہے

تا نہ بیند رائگاں رُوئے تو گیر
تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوئے تو دانہ است وسُوئے خَلق دام
آپ کی جانب دانہ ہے' مخلوق کی جانب جال

تا نوشد زیں شرابِ خاص' عام
تاکہ اس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْن
خدا نے فرمایا کہ تو ان کے بارے میں خیال کرتا ہے کہ یہ دیکھتے ہیں

نقش حمام اند ھُمْ لَایُبْصِرُوْن
وہ تو حمام کی تصویر ہیں وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست
اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے

کاں دو چشمِ مُردۂ اُو ناظر ست
کہ اس کی دو مردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ [3] چشمِ نقش می آری اَدب
تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجا لاتا ہے

کہ چرا پاسم نمی دارد عَجب
تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پاسخست ایں نقش نیک
یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے

کہ نمی گوید سَلامم را عَلَیک
کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند سَر و سَبلت ز جُود
مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے

پاس آنکہ کردمش من صد سجُود
اس لحاظ سے کہ میں نے اس کو سو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سَر بجُنباند بروں
اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے

پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں
اس کے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

[1] یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضور کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اس پر آنحضور کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند ان سے پوشیدہ ہے۔

[2] سُوئے تُو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپ کی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے تو ان کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بت پرست بت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

[3] پیشِ چشم۔ بت پرست اس کی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجا لاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بت میرا کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے۔ لیکن دل میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے یہ فرق ہے۔

کہ دو صد جُنبیدنِ سَر اَر زَدآں
کہ دو سو سر ہلانا اس کی قیمت ہے

سَر چُنیں جُنباند آخر عَقل و جاں
عقل اور جان اس طرح سر ہلاتی ہے

عَقل را خدمت کُنی در اجتہاد
تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے

پاسِ عَقل آنست کافزاید رشاد
عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہے

حق نجُنباند بظاہر سَر تُرا
اللہ تعالیٰ بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے

لیکن سازد بر سَراں سَرور تُرا
لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مَر ترا چیزے دہد یزداں نہاں
خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے

کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں
کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہُنر
جیسا کہ اس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا

تا عزیز خَلق شُد یعنی کہ زَر
کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قَطرۂ ۲ آبے بیابد لُطفِ حَق
پانی کا قطرہ اللہ تعالیٰ کی عنایت پا جاتا ہے

گوہرے گردد بَرد از زر سَبَق
موتی بن جاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاک ست و چو حق تابیش داد
وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اس میں چمک دیدی

دَر جہانگیری چو مہ شُد اُوستاد
دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح استاد ہو گا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مُردہ است
خبردار! یہ طلسم ہے اور مردہ تصویر ہے

اَحمقاں را چشمش از رہ بُردہ است
اس کی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید اُو کہ چشمے می زند
وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے

اَبلہاں سازیدہ اندآں را سَنَد
بیوقوفوں نے اس کو دلیل بنالیا ہے

در ۳ خواستن قبطی دُعایِ خیر و ہدایت از سبطی و دُعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے

قبطی را بخیر و مُستجاب شدنِ آں دعا از اَکرَمُ الاَکرَمِین حق تعالیٰ

دعائے خیر کرنا اور اکرام الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دُعایِ کن کہ من
قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں

از سیاہی دل ندارم آں دہن
دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں

تا بُود کہ قفلِ ایں دل وا شوَد
ہو سکتا ہے کہ اس دل کا قفل کھل جائے

زِشت را در بزم خوباں جا شوَد
بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

۱ مَر تُرا۔ اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ عبادت گزار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

۲ قطرہ۔ اللہ تعالیٰ ماہ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسم خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ پھر بت اور بت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بت کی چشم و ابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۳ درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی۔ چونکہ میرا دل سیاہ ہے۔ تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے قابل نہیں ہے۔ تا بُود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔

از [1] تو مسخے صاحبِ خوبی شود
تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے

یا بلیسے باز کروبی شود
یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بفرِ دستِ مریم بوئے مشک
یا حضرت مریم کے جیسے ہاتھ سے مشک کی خوشبو

یابد و تری و میوہ شاخِ خشک
اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے

سبطی آں دم در سجود افتاد و گفت
سبطی اس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا

کاے خدائے عالم جہر و نہفت
کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا

سبطی و قبطی ہمہ بندہ توائند
سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں

عاجزِ امرِ تو اندو و مستمند
تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

جز تو [2] پیش کہ برآرد بندہ دست
تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟

ہم دعا وہم اجابت از تواست
حاصل بھی تیری جانب سے ہے قبول کرنا بھی تیری جانب سے ہے

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دعا
ابتداء تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے

تو دہی آخر دعا ہارا جزا
بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اوّل و آخر توئی مادر میاں
اول و آخر تو ہی ہے، ہم درمیان میں

ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں
ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا

اِ تچنیں می گفت تا افتاد طشت
وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا

از سرِ بام و دلش بیہوش گشت
بالاخانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہو گیا

باز آمد او بہوش اندر دعا
پھر وہ ہوش میں آ کر دعا میں مصروف ہو گیا

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی
نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہی جس کی اس نے کوشش کی

در [3] دعا بود او و ناگہ نعرہ
وہ دعا میں مصروف تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ

از دلِ قبطی بجست و غرّہ
اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ بلا بشتاب و ایماں عرضہ کن
کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر

تا ببرّم زود زنّارِ کہن
تاکہ پرانا زنار جلد کاٹ دوں

آتشے در جانِ من اندر افتند
انہوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے

مر بلیسے را بجاں بنو اختند
مجھ شیطان کو جان سے نوازا

دوستی توز حُبِّ نا شگفت
تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ غنچہ ہے

حمدُ للّٰہ عاقبت وستم گرفت
الحمدللہ انجام کار میری دستگیری کی

[1] از تو۔ قبطی نے اپنے آپ کو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بفر۔ سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریم کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک گھجور پھلدار ہو گئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو گھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سر بسجود ہو گیا اور دعا میں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورتمند

[2] جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دست دعا دراز کر سکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ کی دیتا ہے
نہ کس می دہاند نہ کس می دہد
خدا می دہاند خدا می دہد

[3] در دعا۔ سبطی تو دعا میں مصروف تھا اس کی قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کرتا کہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنان قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری ابتدائی دوستی نے میری دستگیری کی۔

اُفتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنی میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہو جانے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس۔ یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے سبطی کی دعا قبول ہو گئی۔

کیمیایِ [1] بُود صحبتہایِ تُو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں

کم مباد از خانہ دل پایِ تُو
خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بُدی از نخلِ خُلد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا

چوں گرفتم اُو مرا تا خُلد بُرد
جب میں نے اس کو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی

سَیل بُود آنکہ تنم را دَر رُبود
بہاؤ تھا جو میرے جسم کو بہا لے گیا

بُرد سیلم تالبِ دریایِ جُود
مجھے بہاؤ سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من بجُویِ آب رفتم سُویِ سَیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا

بحر دیدم دَر گرفتم گیل کیل
میں نے سمندر دیکھ لیا' میں نے پیمانے بھر لئے

طاس [2] آوردش کہ اکنواں آ بگیر
وہ سبطی اس کے پاس طشتلا لایا کہ اب پانی لے لے

گفت رَوشُد آبہا پیشم حقیر
اس نے کہا جایئے پانی میرے لئے حقیر ہو گئے ہیں

شربتے خوردم ز اَللّٰہُ اِشتَریٰ
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے

تابہ محشر تشنگی ناید مَرا
قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جُوی و چشمہا را آب داد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے

چشمۂ اندر درونِ من گُشاد
اس نے میرے دل کی اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بُود گرم و آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا

گشت پیشِ ہمتِ اُو آب خوار
اس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہو گیا

کافِ [3] کافی آمدہ بہرِ عِباد
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے

صدقِ وعدہ کھیٰعٓصٓ
کا کھیٰعٓصٓ سچا وعدہ آیا ہے

کافیم بدہم تُرا من جُملہ خیر
میں کافی ہوں میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں

بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر

کافیم بے ناں تُرا سیری دہم
میں کافی ہوں روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں

بے سپاہ و لشکرت میری دہم
بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

کافیم بے دارُویت دَرماں کُنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں

کوہ را و چار را میداں کُنم
پہاڑ کو اور کنویں کو میدان بنا دیتا ہوں

[1] کیمیایِ۔ قبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں لیے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ دریایِ جود۔ دریائے حقیقت' اللہ تعالیٰ۔ کیل کیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

[2] طاس۔ سبطی اس قبطی کے پاس پانی کا طشتلا لایا اور کہا اب پانی پی لے اس نے کہا اب مجھے اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اَللّٰہُ اِشتری۔ قرآن پاک کی آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشتَریٰ مِنَ المُؤمِنِینَ اَنفُسَھُم بِاَنَّ لَھُمُ الجَنَّۃَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اس کے لئے ناچیز ہے۔

[3] کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھیٰعٓصٓ فرمایا ہے جسکے معنی ہیں کَافٍ ھُوَ لَکُم یَا عِبَادَ اللّٰہِ صِدقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً تو جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے۔ جس میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے عطا کر سکتا ہے۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر استاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

بے بہارت نرگس و نسریں دہم
بغیر موسم بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں

بے کتاب و اُستا تلقیں دہم
بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیئے[1] را دل دہم با یک عصا
میں موسیٰ کو دل، مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں

تازند بر عالمے شمیرہا
تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں

دست موسیٰ رادہم یک نور و تاب
میں موسیٰ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں

کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں

کہ نہ زاید مادہ مار اُورا نہ نر
جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آبِ نیل من
میں دریائے نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں

خود کنم خود عینِ آبش را بفن
میں حکمت سے بعینہ اس کے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل
نیل کے پانی کی طرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں

کہ نیابی سوئے شادیہاں سبیل
کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں برتنی
پھر جب تو ایمان از سر نو لے آتا ہے

باز از فرعون بیزاری کنی
پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیے رحمت بہ بینی آمدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰ آ گیا ہے

نیلِ خوں بینی ازو آبے شدہ
خون کا دریائے نیل اس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں
تو جب ہمارے تعلق کا سر رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے

نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں
تیرے ذوق کا دریائے نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[3] گماں بردم کہ ایماں آورم
میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں

تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم
تاکہ خون کے اس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا

در نہادِ من مرا نیلے کند
میرے اندر، مجھے دریائے نیل بنا دے گا

سوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں
اب میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں

بر قرارم پیشِ چشمِ دیگراں
دوسرے کی نگاہ میں پہلی حالت پر برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبی
جس طرح کہ یہ دنیا نبی کے سامنے

غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما ابی
تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

[1] موسیئے۔ حضرت موسیٰ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اس کے ذریعہ عالم کو فتح کر دیا۔ دست۔ حضرت موسیٰ ان کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

[2] خوں۔ دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت۔ اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

[3] من گماں۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے بھی ایسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا۔ ہمچنانکہ۔ ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور بے سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضورؐ ان کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

پیشِ[1] چشمش ایں جہاں پُر عشق و داد
پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد

اس کی نظر میں یہ دنیا عشق و محبت سے بھری ہے
دوسرے کی نگاہ کے سامنے مردہ اور جماد ہے

پَست و بالا پیشِ چشمش تیز رَو
از کُلوخ و سنگ اُو نکتہ شنو

نشیب و فراز اس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے
وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پَست و مُردہ
زیں عجب تَرمن ندیدم پردہ

عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں
میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گورہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما
رَوضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا

ہمارے نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں
اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر ترُش
از چہ گشتہ است و شد سُت اُو ذوق کش

عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ
کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کر دینے والے بن گئے ہیں

خاصہ[2] گفتندے کہ پیشِ چشمِ تاں
می نماید اُو ترُش اے اُمتاں

خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں
اے امت والو! اور رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا
خندہا بینید اندر ھَلْ اَتٰی

تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاتا کہ
ھَلْ اَتٰی کے اندر مسکراہٹیں دیکھو

از سَرِ اَمرود بُن بنماید آں
مُنعکسِ صورت بزیر آ اے جواں

امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے
الٹی صورت اے جوان! نیچے اتر آ

آں درختِ ہستیت اَمرود بُن
تابر[3] آنجائی نمویدنو کہن

تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے
جب تک تو وہاں، نیا پرانا نظر آتا ہے

تابر آنجای بہ بینی خار زار
پُر ز کژدُم مہیِ خشم و پُر زمار

جب تک تو اس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا
غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں
بیعِ جہاں پُر گلہ خان و دایگاں

جب تو نیچے اتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں
ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید تُرا
در دروں اَسرارِ فیضِ کبریا

جب تو نیچے اتر آئے گا، اتر آئیں گے تیرے
اندر اللہ تعالیٰ کے فیض کے اسرار

---

[1] پیش۔ آنحضور کی نظر میں تمام کائنات عشق الٰہی سے پر تھی دوسرے اس کو مردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضور کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضور کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضور کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ۔ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ آنحضور کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضور تُرش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوق خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[2] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے ان کو دیکھو تو ان میں مسکراہٹیں دیکھو گے۔ ھَلْ اَتٰی۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَلْ اَتٰی۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَلْ اَتٰی ہیں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے ان پر آنحضور کی مسکراہٹیں۔ از سر امرود۔ امرود کے درخت سے چیزیں الٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اس کو فنا نہیں کرے گا تجھے نئی چیز پرانی نظر آئے گی۔

[3] تابر آنجائی۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنے والے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خار زار سے مراد دنیاوی اشیا ہیں اور گلر خان اور دایگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں۔

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سَرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

اَمرود بُن می نماید چشمِ آدمی را' از سَرِ امرود بُن فرود آ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اتر آ تاکہ وہ خیالات

بروَد واگر کسے[1] گوید کہ آنچہ مَردمی دید خیال نبُود جواب آنست کہ ایں

دور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مِثال است نہ مَثل دَر مِثال ہمیں قدر بَس بود کہ اگر اُو بر سَرِ امرود بُن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بُود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با موَلِ[2] خود — **برزند در پیشِ شُوی گولِ خود**

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے — ملے ' اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیکبخت — **من برآیم میوہ چیدن بر درخت**

تو بیوی نے شوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! — میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں بَرآمد درخت آں زن گریست — **چوں زبالا سُوئے شوہر بنگریست**

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی — جب اس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابُونِ رَد — **کیست آں لوطی[3] کہ بر تو می فتد**

شوہر سے بولی کہ اے مفعول مردود! — یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ اُو چو زَن بغنُودہَ — **اے بَغا تو خود مُخنّث بُودہَ**

تو اس کے نیچے عورت کی طرح لیٹا رہا ہے — اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گیجی بگشت — **وَرنہ اینجا نیست غیرِ من بَدشت**

شوہر نے کہا نہیں ' گویا تیرا سر چکرا رہا ہے — ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

زن مکرّر کرد کاے با بُرطُلہ — **کیست بَر پُشتت فرو خُفتہ ہلہ**

عورت نے مکرر کہا اے الٹی ٹوپی والے! — خبردار! تیری پشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن بیں فرود آ از درخت — **کہ سَرت گشت و خَرف گشتی تو سخت**

اس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آ جا — کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے

---

[1] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اس میں بہت فرق ہے ' ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعتہً اٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے ' جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[2] مُوَل۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن۔ یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو اپنی کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

[3] لوطی۔ وہ شخص جو قوم لوط والا کام کرے۔ بغا۔ خیز و مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ برطلہ ٹوپی الٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خَرف۔ بے عقل بوڑھا۔

چوں فرود آمد بر آمد شوہرش
جب وہ نیچے آ گئی اس کا شوہر چڑھ گیا

زن کشید آں مُول را اندر برش
عورت نے اس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے رُوپسی[1]
شوہر نے کہا او رنڈی! یہ کون ہے؟

کہ بہ بالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زَن نے نیست اینجا غیرِ من
عورت نے کہا نہیں' یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

ہیں سَرت بَرگشتہ شُد ہر زہ متن
خبردار! تیرا سر چکرا رہا ہے' بکواس نہ کر

اُو مکرّر کرد بر زن آں سخن
اس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی

گفت زن ایں ست از اَمرود بُن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کے اثر سے ہے

از سَرِ اَمرود بُن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی

کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
الٹا دیکھنا جیسا کہ تو نے' اے دیوث!

پس فرود آتا بہ بُنی ہیچ نیست
نیچے اتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے

ایں ہمہ تخییل از اَمرود بُنے ست
یہ سب خیال امرود کے درخت کی وجہ سے ہے

ہزل تعلیم ست آں راجد شنو
تو مشو بر ظاہرِ ہزلش گرو
سکھانے کے لئے مذاق ہے تو اس کو حقیقت سمجھ
تو اس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر[2] جدے ہزلست پیشِ ہازلاں
ہزلہا جدّست پیشِ عاقلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں اَمرود بُن جویند لیک
تابداں اَمرود بُن را ہیست نیک
ست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن
اس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

تَنقل کُن از اَمرود بُن اکنوں برد
گشتہ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

ایں[3] مَنی و ہستیِ اوّل بُود
کہ از و دیدہ کژ و اَحوالِ بُود
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں اَمرود بُن
کژ نماند فکرت و چشم و سخن
جب تو اس امرود کے درخت سے نیچے اتر آئے گا
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درختِ سخت بینی گشتہ ایں
شاخِ اُو بر آسمانِ ہفتمیں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

---

[1] رُوپسی۔ زانیہ عورت' رنڈی۔ کپی۔ بندر۔ ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کیلئے سنا دیا ہے تو اس کے ظاہر کو نہ دیکھو اس سے جو نصیحت مقصود ہے اس پر نظر کرو۔

[2] ہر جدے۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں ان کو تو جد بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔ کاہلاں۔ کاہل لوگ اس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جو ان کو صحیح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔ تنقل کن۔ پہلے اس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہو گا اس ہستی کے ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔

[3] ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اتر آئے گا تو پھر تیرا خیال آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائے گی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اس کا پھیلاؤ بہت تھا۔

چوں فرود آئی ازو گروی جُدا
جب تو نیچے اتر آئے گا اس سے علیحدہ ہو جائے گا

مُبدلش[1] گرداند از رحمت خدا
خدا رحمت سے اس کو بدل دے گا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا
راست بینی بخشدآں چشمِ ترا
اس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اتر آئے گا' خدا
تیری اس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دے گا

راست بینی گر بُدے اسان چُنیں
مُصطفیٰؐ کے خواستے از ربِّ دیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا
تو دین کے رب سے آنحضور کب دعا (مانگتے)

گفت بنما جُو و جُز از فوق و پست
آنچنانکہ پیشِ تو آں جُزو ہست
کہا' اوپر اور نیچے سے جزو جزو کو دکھا
جیسا کہ وہ جز تیرے سامنے ہے

بَعدازاں[2] بر رَو براں اَمرود بُن
کہ مُبدّل گشت و سبز از امرِ کُن
اس کے بعد اس امرود کے درخت پر چڑھ جا
کیونکہ کن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت
چوں سُوئے موسیٰ کشانیدی تو رَخت
جب وہ درخت حضرت موسیٰ والا درخت بن گیا
جب تو نے موسیٰ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُورا سبز و خُرّم می کُند
شاخِ اُو اِنّیِ اَنَا اللّٰہ می زند
آگ' اس کو سبز اور بھلا بنائے گی
اس کی شاخ اِنّیِ اَنَا اللّٰہ کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظلّش جُملہ حاجاتت رَوا
ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
تیری ساری حاجتیں اس کے سایہ کے نیچے پوری ہوں گی
خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں[3] منی و ہستیت باشد حَلال
کہ دُر و بینی صفاتِ ذُوالجلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے
جس میں تو اللہ تعالیٰ کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوّم حق نما
اَصْلُہٗ ثَابِتٌ وَ فَرْعُہٗ فِی السَّمَا
ٹیڑھا درخت' سیدھا حق نما بن گیا
اس کی جڑ زمین میں ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصۂ موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ۔

کامدش پیغام از وحیِ مُہم
کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم
ان موسیٰ کو مہتم بالشان وحی کے ذریعہ پیغام آیا
کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

---

[1] مبدلش۔ خودی چھوڑ دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس درخت کو تبدیل کر دے گا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبطی نے کی تھی۔ راست بینی۔ حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضور اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَاھِی اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جز اسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

[2] بعدازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آ جائے گی اس کو اختیار کر لے۔ چوں۔ اب یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آپ اس پر الٹا اثر دکھائے گی اور اس کی شاخ اِنِّیِ اَنَا اللّٰہ کا نعرہ لگائی ہے حضرت موسیٰ کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیر ظلش۔ اب اس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہوں گی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔

[3] آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اس میں خدائی صفات نظر آئے گی۔ باقی قصہ۔ مولانا ابھی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت موسیٰ کو جو فَاسْتَقِیْم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا اب اس کو جلوے نظر آئے اسی طرح تیرا یہ فانی جسم عصا موسیٰ ہے اس کو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اس کے جلوے دیکھنا۔

ایں درختِ تن عصائے موسیٰ است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی ہے

کارش آمد کہ بیند ازش زدست
اس کا موقع آگیا کہ تو اس کو ہاتھ سے زمین پر ڈال دے

تا بہ بینی خیرِ اُو و شرِ اُو
تاکہ تو اس کی بھلائی اور اس کی برائی دیکھ لے

بعد ازاں برگیر اُورا از امرِ [1] ہُو
پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش زاں فگندن نبُود اُو غیرِ چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی

چوں بامرش بر گرفتی شد جذوب
جب تو نے اس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

اوّل اُو بُد برگ افشاں برّہ را
پہلے وہ بکری کے بچہ کے لئے پتے جھاڑنے والی تھی

گشت معجز آں گروہِ غرّہ را
وہ غافل جماعت کے لئے معجزہ بن گئی

گشت [2] حاکم بر سرِ فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی

آبِ شاں خوں کرد کف بر سر زناں
سر پیٹنے والوں پر اس کا پانی خون بنا دیا

از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ
ان کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہو گئی

از ملخہائی کہ آں خوردند برگ
ان ٹڈیوں کی وجہ سے جنہوں نے پتے کھا لئے

تا برآمد بیخود از موسیٰ دُعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰ سے دعا نکلی

چوں نظر اُفتادش اندر مُنتہا
جبکہ ان کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ اِعجاز کوشیدن چراست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟

چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر [3] آمد کاتباعِ نوح کُن
حکم ہوا کہ حضرت نوح کی پیروی کر

ترک پایاں بینی و مشروح کُن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعی رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اس لئے کہ تم راہ حق کی طرف بلانے والے ہو

امر بلّغ ہست نبُود آں تہی
بلغ کا حکم ہے اور وہ خالی نہیں ہے

کمتریں حکمت کزیں الحاحِ تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اس اصرار سے

جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائے گی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا

فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق
تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اِظہار بُود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا

بایدش از پند و اِغوا آزمود
تو اس کو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہیے

[1] امرِ ہُو۔ امرِ خداوندی۔ پیش۔ حضرت موسیٰ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اس کو پھر اٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا۔ اول۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتے جھاڑنے کے لئے تھی اب وہ کافروں کے لئے معجزہ بن گئی۔

[2] گشت۔ اب جبکہ امرِ خداوندی سے اس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا ان سر پیٹنے والوں کے لئے اس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔ اندر منتہی۔ حضرت موسیٰ نے یہ خیال کیا کہ ان انجام لامحالہ برا ہے لہٰذا ان کو معجزے دکھانے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔

[3] امر آمد۔ حضرت موسیٰ کا حکم ہوا کہ نوح کی طرح ان کے انجام سے قطع نظر کر کے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرمانبردار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہے خواہ وہ ایمان نہ لائیں۔ کمترین۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے ان کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور بہکانے سے جانچا جائے تاکہ اس کے مخفی حالات ظاہر ہو جائیں۔

دیو ۱ الحاحِ غوایت می کند — شیخ الحاحِ ہدایت می کند
شیطان گمراہی پر اصرار کرتا ہے — شیخ ہدایت پر اصرار کرتا ہے

باز گرد و قصۂ قبطی بگو — گردِ کفر از باطنِ خود زُود شو
واپس لوٹ، اور قبطی کا قصہ کہہ — اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شحوں — نیل می آمد سَرا سَر جُملہ خوں
جب قوی حکم پے در پے ہوا — دریائے نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰ
قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰ سے سفارش چاہنا

تا ۱ بنفسِ خویش فرعوں آمدش — لابہ می کردو دو تا گشتہ قدش
یہاں تک کہ فرعون بذات خود ان کے پاس آیا — خوشامد کرتا تھا اور اس کا قد دہرا ہو گیا تھا

انچہ ما کردیم اے سلطاں مگن — نیست مارا رُوئے ایراد سخن
اے شاہ جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے — ہمارا منہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر — من بعزّت خُو گرم سختم مگیر
میں نے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنایا ہے — میں عزت کا عادی ہوں میری سخت پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجُنباں لَب برحمت اے امیں — تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں
آگاہ اے امین! رحمت کی دعا کے لئے ہونٹ ہلائے — تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

گفت ۳ یارب می فریبد اُو مرا — می فریبد اُو فریبندہ تُرا
حضرت موسیٰ نے کہا اے خدا وہ مجھے فریب دے رہا ہے — آپ کے فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم خُدعہ اش — تا بداند اصل را آں فرع کش
میں مان جاؤں، یا میں بھی اس کو دھوکا دیدوں — تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکر و حیلت پیشِ ماست — ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے — جو کچھ زمین پر ہے اس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم بآں — پیش سگ انداز از دُور استخواں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کتا اس کے بھی لائق نہیں ہے — کتے کے سامنے دور سے ہڈی ڈال دے

۱ دیو۔ شیطان گمراہی پر اصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اصرار کرتا ہے۔ الحاح۔ اصرار، مخوں۔ قوی، یعنی جب حضرت موسیٰ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

۲ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذات خود حضرت موسیٰ کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دہرا ہو رہا تھا۔

انچہ۔ ہم نے جو کیا وہ برا تھا آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیجئے۔ نیست۔ ہمارا منہ تو اس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہان۔ یعنی عذاب الٰہی کا دہانہ۔

۳ گفت یارب۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا مجھے آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم۔ اب بتا کہ میں اس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔ کاصل۔ حضرت موسیٰ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی ہیں ان کی اصل وہی خدا ہے۔ گفتِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اس قابل بھی نہیں ہے اس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اس کتے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیداوار اگل دے گی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

ہیں بگفتا آں عصا تا خاکہا — وا دہد ہرچہ ملخ کردش فنا
ہاں وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں — وہ واپس کر دیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

واں [1] ملخہا در زماں گردد تباہ — تا بہ بیند خلق تبدیلِ الٰہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی — تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجب مر مرا — آں سبب بہر حجابست و عطا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے — یہ سب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا طبیبے خویش بردار و زند — تا منجم روبا ستارہ کند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کر دے — تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے

تا منافق از حریفی بامداد — سوئے بازار آید از بیم کساد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح — بازار کی جانب آئے کساد بازاری کے ڈر سے

بندگی [2] ناکرد و ناشستہ رو — لقمۂ دوزخ بکشتہ لقمہ جو
عبادت کئے بغیر اور منہ دھوئے بغیر — لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام — ہمچو آں برہ چرندہ از طعام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا بھی ہے — اس بکری کے بچہ کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برہ و قصاب شاد — کہ برائے ما چرد برگِ مراد
وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے — کہ مقصد کے پتے ہمارے لئے چر رہا ہے

کارِ دوزخ میکنی در خوردنی — بہر او خود را تو فربہ میکنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے — تو اپنے آپ کو اس کے لئے موٹا کر رہا ہے

کار [3] خود کن روزیِ حکمت بچر — تا شود فربہ دلِ با کر و فر
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا — تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانعِ ایں خوردنست — جاں چو بازرگان و تن چوں رہزنست
جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے — جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمع تاجر آنگہ ہست افروختہ — کہ بود رہزن چو ہیزم سوختہ
تاجر کی شمع اس وقت روشن ہے — جب کہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

[1] واں ملخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مر جائی گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو لپٹا ہوا ہے اور منجم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذات خداوندی ہے منافق یعنی دنیا دار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔

[2] بندگی۔ یہ دنیا دار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیا دار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے یہی حال دنیا دار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔

[3] کار خود۔ انسان کی اپنے لئے خوراک تو معارف الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردن تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے روح کو تاجر سمجھو اور جسم کو ڈاکو تاجر کا مال ڈاکو اڑا لیتا ہے۔ شمع تاجر۔ تاجر اس وقت پر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

خویشتن[1] را گم مکن یا وہ مکوش
اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر

کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش
کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمر ست و چو بنگ
سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہے

پردۂ ہوش ست دعاقل زدست دَنگ
ہوش کے لئے پردہ اور عقلمند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سَر مستیِ ہوش
شراب تنہا ہوش کی سر مستی نہیں ہے

ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش
جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

تَرکِ شہوت کُن اگر خواہی تو ہوش
اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کر دے

دانکہ شہوت بنددت ہم چشم و گوش
سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دیگی

آں بَلیس از خمر خوردن دور بُود
وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا

مَست بُود اُو از تکبر وز جحود
وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مَست[2] آں باشد کہ آں بیند کہ نیست
مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے

زَر نماید انچہ مسِ و آہنیست
سونا نظر آئے جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

لَب بجُنباں تا بُروں آید گیا
ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اگ آئے

دُعا کردنِ موسیٰ علیہ السّلام و سَبز شدنِ کشتِ زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سر سبز ہو جانا اور بارش کا آ جانا

ہمچناں[3] کرد و ہم اندر دَم زمیں
انہوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً

سَبز گشت از سُنبل و حَبِّ ثمیں
سنبل اور قیمتی غلہ سے سر سبز ہو گئی

اندر افتادند در لُوت آں نفر
لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ

قحط دیدہ مُردہ از جُوعُ البَقر
جو قحط زدہ جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سَیر خوردند از عَطا
عطا (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا

آں دَمی و آدمی و چار پا
پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پُر گشت و بَر نعمت زدَند
جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی

واں ضرورت رفت پس طاغی شدند
وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر برکش ہو گئے

نَفس فرعونیست ہاں سَیرش مکُن
نفس فرعون ہے، خبردار! اس کا پیٹ نہ بھر

تانیارد یادزاں کُفرِ کہُن
تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

---

[1] خویشتن۔ انسان کی روح اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اس کے ہوش گم کرنے والی ہیں۔ دانکہ۔ یہ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بیہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبیر کے نشہ سے مدہوش تھا۔

[2] مست۔ مست تو اسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ ایں سخن۔ مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ تم دعا کرو تاکہ گھاس وغیرہ اگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

[3] ہمچناں۔ حضرت موسیٰ نے وہی کیا جس کا ان کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔ حَبِّ ثمیں۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اس کا دل نہیں بھرتا۔ دَمی۔ ہوائی یعنی پرند۔ چوں۔ ان فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر برکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اس کا پیٹ بھرا اور وہ سرکش بنا۔

بے تف آتش[1] انگردد نفس خوب
آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے

تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب
خبردار! جب تک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اس کو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کناں
بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے

آہنِ سرد است میکوبی بداں
ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید در بنالد زار زار
اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے

او نخواہد شد مسلماں ہوشدار
وہ مسلمان نہ ہو گا، سمجھ لے

او چو فرعون ست در قحط آنچناں
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے

پیشِ موسیٰ سر نہد لابہ کناں
جو موسیٰ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد او طاغی شود
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے

خر چو بار انداخت اسکیزہ زند
گدھے نے جب بوجھ اتار دیا دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے

کارِ او از آہ و زاریہائے خویش
اس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا[2] مردے کہ در شہرے بود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے

یک زماں کش چشم در خوابے شود
تھوڑی دیر جب اس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند او پُر نیک وبد
وہ دوسرا شہر بھلے اور برے سے بھرا دیکھے گا

ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود
اس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو
میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر

نیست آنِ من درینجا ام گرد
میرا نہیں ہے میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اس سے وابستہ ہے

ہمدریں شہرش بود ابداع و خو
اسی شہر میں اس کی پیدائش اور رہائش کی عادت تھی

چہ[3] عجب گر روح موطنہائے خویش
کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو

کہ بدستش مسکن و میلاد پیش
جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب
یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے

می فرو پوشد چو اختر را سحاب
اس کی ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آز مودی خواب را
تو نے نیند کو کئی بار آزما لیا ہے

خوابِ دنیا را ہماں بیں ز ابتلا
آزمائش سے دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

---

[1] آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گر بگرید۔ نفس کی آہ و زاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔

[2] سالہا۔ نفس کے بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیام گاہ کو بھلا دیتا ہے۔ شہر دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے۔ اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کر لو۔

خلاصہ چندیں شہرہا را کوفتہ — گردہا از در گہ او نا رُوفتہ
خصوصاً جبکہ اس نے بہت سے شہروں کو روندا ہے — اس کے مقام دل سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا — دل شود صافی و بیند ماجرا
سخت کوشش نہ کئے ہوئے ہے کہ — دل صاف ہو جائے اور گزشتہ واقعات دیکھ لے

سَر بروں آرد دلش از بحرِ راز — اوّل و آخر بہ بیند چشم باز
راز کے سمندر سے اس کا دل سر ابھارے — کھلی آنکھ اول اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اَطوار و منازلِ خِلقتِ آدمی از اِبتداءِ خِلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد — وز جمادی در نباتی اُو فتاد
پہلے وہ روح جماد کی قلیم میں آئی — اور جمادی اقلیم سے نباتی قلیم میں آئی

سالہا اندر نباتی عُمر کرد — وز جمادی یاد ناورد از نبرد
سالوں نباتی اقلیم میں عمر بسر کی — اور سرکشی کی وجہ سے اپنی جمادی زندگی کو بھلا دیا

وز ۲ نباتی چوں بحیوانی فتاد — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
اور نباتی اقلیم جب حیوانی اقلیم میں آئی — اس کو نباتی اقلیم کا حال کبھی یاد نہ آیا

جُز ہُماں میلے کہ دارد سُوئے آں — خاصہ در وقتِ بہار و ضمیراں
سوائے اس مسلمان کے جو اس کی جانب ہے — خصوصاً بہار اور ضمیران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں باما دراں — سِرِّ میلِ خود نداند در لباں
جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان — کہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود بھی نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مُفرطِ ہر نو مُرید — سُوئے آں پیرِ جواں بختِ مجید
جیسا کہ ہر نئے مرید کا بڑھا ہوا میلان — بزرگ جواں نصیب والے پیر کی جانب

جُزوِ ۳ عقلِ ایں ازاں عقلِ کُل ست — جُنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گُل ست
اس کی جزوی عقل اسی کلی عقل سے ہے — اس سایہ کی حرکت اسی پھول کی شاخ ہے

سایہ اش فانی شود آخر دُرو — پس بداند سِرِّ میل و جُستجُو
اس کا سایہ بالآخر اس میں فنا ہو جاتا ہے — تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

۱ خاصہ۔ روح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اس کے شہر میں رہے ہیں۔ گردہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو صفا نہیں رکھا اگر اس کو مجاہدات کے ذریعہ مصفی کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمہیں دکھا دیتا۔ سر بروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھیں سے دیکھ لیتا ہے۔

آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونیت کی ہے اب مولانا اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادت کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی۔ سالہا۔ عرصہ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اس کو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

۲ وز نباتی۔ پھر روح نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اس کو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہُماں۔ ہاں صرف اس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور نازبو کے پھولنے کے وقت اس کی طرف میلان کرتی ہے یہ اس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہمچو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میل مفرط نئے مرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے لیکن وہ اس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے۔

۳ جزو۔ اب مرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہے اور شیخ شاخ گل ہو۔ سایہ اش۔ ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ مرید فنائی الشیخ کا مقام حاصل کرے گا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہو گئی ہے۔

سایہ اشاخِ درخت اے نیک بخت — کے بجنبد گر نجنبد ایں درخت

اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ — کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سوئے انسانیش — می کشد آں خالقے کہ دانیش

پھر اس کو حیوان کیا اقلیم سے انسان کی جانب — وہ اللہ تعالیٰ اس کو کھینچتا ہے جس سے تو واقف ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت

وہ اسی طرح ایک اقلیم سے دوسری اقلیم تک چلتی رہی — یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہو گئی

عقلہائے اولینش یاد نیست — ہم ازیں عقلش تحوّل کردنیست

اس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں — اس عقل سے بھی اس کو منتقل ہوتا ہے

تا رہد[۳] زیں عقلِ پُر حرص و طلب — صد ہزاراں عقل بیند بُو العجب

تاکہ میں حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے — وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خُفتہ گشت و شد ناسی زپیش — کے گذارندش دراں نسیانِ خویش

اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے — وہ اس کو اس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند — تا کند بر حالتِ خود ریشخند

اس کو پھر اس کی نیند سے بیدار کریں گے — تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اڑائے

گرچہ غم بُود آنکہ می خوردم بخواب — چوں فراموشم شد احوالِ صواب

اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اٹھایا — مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال — فعلِ خوابست و فریب ست و خیال

میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار ہونا؟ — خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں[۳] دنیا کہ حُلمِ نائمِ ست — خُفتہ پندارد کہ ایں خود دائمِ ست

اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونے والے کا خواب ہے — سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا برآید ناگہاں صبح اجل — وارہد از ظلمتِ ظن و دَغل

یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آ جاتی ہے — اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہائے خویش — چوں بہ بیند مُستقر و جائے خویش

اس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے — جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد — روزِ محشر یک بیک پیدا شود

تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور برا دیکھتا ہے — قیامت کیدن ایک ایک ظاہر ہو جائے گا

۱ سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ بازاز حیواں۔ اللہ تعالیٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کو مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچنیں۔ غرضیکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحب عقل ہو گئی ہے۔ عقلہائے۔ روح اپنی گزشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اس کی اس موجودہ عقل سے بھی تبدیل ہوگی۔

۲ تا رہد۔ روح کو اس دنیاوی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہو جائیں گی۔ گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لاحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اڑاتا ہے۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

۳ ہمچنیں۔ دنیا دار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے۔ تا برآید۔ جب موت آتی ہے تو اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہر چہ۔ دنیا کی زندگی میں جو برائی یا اچھائی کی ہے وہ قیامت میں سامنے آ جائے گی۔

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں
تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے

گرددت ہنگام[1] بیداری عیاں
تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائے گا

تانہ پنداری کہ ایں بد کردنیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری

اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گئی

روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
تعبیر کے دن' اے قیدی پر ظلم کرنے والے

گریہ و درد و غم و زاریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو

شادمانی داں بہ بیداریِ خود
اپنی بیداری کے وقت میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!

گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خُوہائے تُو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر

می درانند از غضب اعضائے تُو
غصہ سے تیرے اعضا کو پھاڑے گی

خوں نخُسپد بعدِ مرگت در قِصاص
قصاص کے معاملہ میں تیرے مرنے کے بعد خون سونہ جائے گا

تو مگو کہ میرم ویابم خلاص
تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قِصاصِ نقد حیلت سازیست
یہ فوری قصاص' ایک تدبیر ہے

پیشِ زخمِ آں قِصاص ایں بازیست
اس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواندست دنیا را خُدا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے

کایں جزا لعب ست پیشِ آں جزا
کیونکہ یہ بدلہ اس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں[3] جزا تسکینِ جنگ و فتنہ است
یہ بدلہ' لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے

آں چو اِخصاء ست ویں چوں ختنہ است
وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ہیں رہا کُن آں خراں را در گیا
ہاں اور گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند
تاکہ سب اس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں

ہیں کہ گرگانند مارا خشم مَنِد
خبردار! ہمارے بھیڑیے غصہ میں ہیں

---

[1] ہنگام بیداری۔ یعنی قیامت کے وقت۔ تانہ پنداری۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اس کی تعبیر قیامت میں سامنے آجائے گی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہو گا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہو گی تو آخرت میں اس کی تعبیر خوشی ہو گی خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائے گا وہ آخرت میں بھیڑیا بن کر اٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بری عادتیں آخرت میں بھیڑیے بنیں گی اور خود اس کے اعضا کو پھاڑیں گی۔ خون اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئے گا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہو گا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی گیا ہو گا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملے گی بلکہ دنیا والا بدلہ اس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔ زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[3] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ وفساد فرو کرنے کے لئے لے لیا گیا ہے۔ اس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونوں کو دنیا کے مزے اڑا لینے دو تاہم۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیے بھول سے غصہ میں ہیں تو ان کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اند و نالاں اندواز حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے

کہ روزیہائے مارا فربہ گرداں و زود بما رساں کہ مارا صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنا دے اور جلد ہمارے پاس پہنچا دے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہو گیا ہے

نالۂ ۳ گرگانِ خود را مُوقنیم — **ایں خراں را طعمۂ ایشاں کنیم**

ہمیں اپنے بھیڑوں کے رونے کا یقین ہے — ہم ان گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں را کیمیائے خوش دمی — **از لبِ تو خواست کردن آدمی**

ان گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے — تیرے ہونٹ سے ' ان کو آدمی بنانا چاہا

لوبسے کردی بدعوت لطف وجود — **آں خراں را طالع و روزی نبود**

تو نے دعوت دینے میں بہت مہربانی اور سخاوت کی — ان گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی — **تا برد شاں زود خوابِ غفلتی**

تو ان کو اپنے انعام کا لحاف اڑوھا دے — تاکہ غفلت کی نیند ان کو جلد سلا دے

تا چو۲ بجہند از چنیں خواب ایں ردہ — **شمع مُردہ باشد و ساقی شُدہ**

تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہوں — شمع گل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت طُغیاں شاں تُرا در حیرتے — **پس بنوشند از جزا ہم حسرتے**

ان کی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کر دیا ہے — تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد — **در جزا ہر زشت را در خوردہد**

تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے — ہر برے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندیدندیش فاش — **بُود باایشاں نہاں اندر معاش**

کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے — وہ زندگی میں ان کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں۳ خرد باتُست مُشرف برتنت — **گرچہ زُو قاصر بُود ایں دیدنت**

جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہو — اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ اُوے افلاں — **از سکون و جُنبشت در امتحاں**

اے فلاں! اس عقل کا دیکھنا قاصر نہیں ہے — تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز — **باتُو باشد در سکون و نقل نیز**

تو تعجب کیا ہے؟ اگر اس عقل کا پیدا کرنے والا بھی — تیرے ساتھ ہو' سکون اور منتقل ہونے میں بھی

---

۱ نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیے بھوک سے فریاد کر رہے ہیں مجھے ان کو ان کی خوراک بنانا ہے۔ ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے ان کو آدمی بنانا چاہا لیکن ان کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ ان پر نعمت کا لحاف اڑھا دو تاکہ یہ غفلت کی نیند سو جائیں۔

۲ تا چو۔ جب اس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہو چکی ہو گی نہ شمع ہو گی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اٹھانے کا وقت نہ رہے گا۔ داشت۔ ان کی سرکشی تمہارے لئے حیران کن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ ہمارے انصاف کا تقاضہ ہو گا کہ ہم ان کو ان کے برے اعمال کی بری سزا دیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا ان کے ساتھ تھا۔

۳ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ہوتی ہیں' انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے۔ چہ عجب۔ جب نظر نہ آنے والی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اس طرح اس کا خالق خدا تیرے ساتھ ہو تو کیا تعجب ہے۔

از ۱ خرد غافل شود بر بد تند
عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے

بعد ازاں عقلش ملامت میکند
اس کے بعد اس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے
تو اپنی عقل سے غافل بنا ' عقل نہ بنی

کز حضور ستش ملامت کردنے
کیونکہ اس کا ملامت کرنا اس کی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بدے
اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی

در ملامت کے ترا سیلی زدے
ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ورا زو غافل نبودے نفس تو
اگر تیرا نفس اس سے غافل نہ ہوتا

کے چناں کردے جنوں و نفس تو
تو تیرا پاگل پن اور گری کب ایسا کرتی؟

پس ۲ ترا عقلت چو اصطرلاب بود
تو تیری عقل اصطرلاب کی طرح ہے

زاں بدانی قرب خورشید و وجود
تو اس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قرب بیچون ست عقلت را بتو
تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے

نیست از پیش و پس و سفل و علو
جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قرب بیچون چوں نباشد شاہ را
تو شاہ کا قرب بے کیف کیوں نہ ہو گا؟

کہ نیابد بحث عقل آں راہ را
کیونکہ عقل کی بحث اس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اصبع تراست
وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے

پیش اصبع یا پش یا چپ و راست
انگلی کے آگے یا اس کے پیچھے یا بائیں اور دائیں سے

وقت ۳ خواب و مرگ از وے میرود
موت اور نیند کے وقت وہ اس میں چلی جاتی ہے

وقت بیداری قرینش می شود
بیداری کے وقت اس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت
وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟

کاصبعت بے او ندارد منفعت
کیونکہ تیری انگلی میں اس کے بغیر نفع نہیں رکھتی ہے

نورِ چشم مردمک در دیدہ ات
آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں

از چہ رہ آمد بغیرِ شش جہت
بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالم خلق ست با سوی وجہات
عالم خلق جانب اور جہتوں والا ہے

بے جہت داں عالم امر و صفات
عالم امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

۱ از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اس کو ملامت کرتی ہے۔ کز حضور۔ عقل کا ملامت کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ در۔ اس غلط کا کرنا اس کی دلیل ہے کہ تو اس وقت عقل سے بیگانہ تھا۔

۲ پس ترا۔ تیری عقل' حضرت حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند' سورج تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشید وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچون۔ یعنی بے کم و کیف عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قرب بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اس کا قرب بھی ان کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں انگلی حرکت کو ان کی۔ سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

۳ وقت خواب۔ انسان کے سونے میں اس کی انگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت آ جاتی ہے۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کونسی طرف سے آتی ہے۔ نورِ چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ۔ عالم خلق۔ وہ عالم ہے جو مادی اور زمانی ہے وہ جانب اور جہت سے متصف ہے عالم امر وہ عالم ہے جس کی پیدائش لفظ کن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالم امر مادہ اور جہت

سے منزہ ہے تو امر یعنی حضرت حق تعالیٰ جسے وہ کلمہ کن فرمایا ہے بدرجہ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

بے جہت داں عالم امر اے صنم
اے صنم! عالم امر کو بے جہت سمجھ

بے جہت بُد عقل او علام البیاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار

بے تعلق نیست مخلوقے بدُو
کوئی مخلوق اس سے بے تعلق نہیں ہے

زانکہ فصل و وصل نبُود در رواں
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے

غیرِ فصل و وصل پے بَراز دلیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا

پے[۲] پیاپے می بَراز دوری ز اصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا

ایں تعلّق را خرد چوں پے بَرد
عقل اس تعلق کو کیسے پتہ لگائے؟

زیں وصیّت کرد ما را مصطفیٰ
اسی وجہ سے مصطفیٰ نے ہمیں وصیت کی ہے

آنکہ در ذاتش تفکّر کرد نیست
جو غور و فکر اس کی ذات میں کرتا ہے

ہست[۳] آں پندارِ او زیر ابراہ
یہ محض اس کا خیال ہے کیونکہ راستہ میں

ہر یکے در پردۂ موصول جُوست
ہر ایک ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم ازُو
تو پیغمبر نے اس سے اس وہم کو دفع کر دیا

بے جہت ہم باشد آمر لا جَرم
لا محالہ امر کرنے والا بھی بے جہت ہو گا

عَقل تَر از عقل و جاں تَر ہم ز جاں
عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

آں تعلّق ہست بیچوں اے عَمُو
اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں
گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

لیک پے بُردن نہ بشناسد علیل
لیکن پتہ لگانا ' بیمار نہیں جانتا

تارگِ مَردیت آرد سُوئے وصل
تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے چلے

بستۂ فصل ست و وصل است ایں خرد
یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

بحث کم جوئید در ذاتِ خدا
کہ ذات خدا میں بحث نہ کرو

در حقیقت آں نظر در ذات نیست
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

صَد ہزاراں پَردہ آمد از الٰہ
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

وہم اُو آں ست کاں عینِ خود اوست
اس کا خیال یہ ہے کہ وہ اس کا عین ہے

تا نباشد در غلط سودا پَز اُو
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانے والا نہ بنے

کرنے والا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا ہے اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ رہا ہے۔

---

۱ عقل۔ عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلق۔ مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل اور فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیر فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ لگائے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں نہ بنشاند علیل۔ ہے اس کے معنی یہ ہوں گے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھتا ہے پیاس جب بجھے گی جبکہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔

۲ پے پیاپے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذات خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اس کو وصل کی طرف لے جائے گی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں بتا سکتی۔ زیں۔ چونکہ عقل اس کو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضور نے فرمایا ہے تَفَکَّرُوْا فِی خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو۔ آنکہ۔ کیونکہ ذات کا تصور ممکن ہے لہٰذا اس میں تفکر بھی ناممکن ہے۔

۳ ہست۔ ذات میں غور و فکر کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں۔ ہر یکے۔ ذات میں غور

وانکہ[1] اندر وہم اُو ترکِ اَدب — بے اَدب را سرنگونی داد رَبّ

کیونکہ اس کے وہم میں پڑنا ادب کو چھوڑنا ہے — اور اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن رہا ہے

سرنگونی آں بُود کو سُوئے زیر — می رود پندارد اُو کو ہست چیر

اوندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو — جا رہا ہے اور وہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِّ مست باشد ایں چنیں — کو نداند آسماں را از زمیں

کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے — کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہے

در عجبہایش بفکر اندر روید — از عظیمی وز مہابت گم شوید

اس کے عجائب میں غور کرو — عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید — حدِّ خود دانید آنگہ تن زنید

جب تم اس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے — اپنا رتبہ جان لو گے اور اس وقت خاموش ہو جاؤ گے

جز کہ لا اُحصی نگوید اُو زجاں — کز شمار و حد بیرون ست آں

صاف سے صاف اس کے کہنہ کر کہے گا میں شمار نہیں کر سکتا — کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

چوں بیانش بجد ست اے بُوالہوس — بحث کم کن پیش ازیں کم زن نفس

اے بوالہوس! چونکہ اس کا بیان لا محدود ہے — بحث نہ کر اس سے پہلے سانس نہ لے

رفتنِ[3] ذوالقرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے

حضرت ذوالقرنین کا کوہ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف

قاف از عظمتِ صفاتِ حق تعالیٰ شمّہء باما بگو و جواب اُو

ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفائی کی عظمت بتا دے اور اس کا جواب

کہ صفت عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر درنیاید ولا بہ کردنِ ذوالقرنین

دینا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آ سکتی اور ذوالقرنین کی

کہ از انچہ تواں گفت و بخاطر داری شمّہء بگو

خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جا سکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتا دے

رفت ذوالقرنین سُوئے کوہِ قاف — دید کہ را کز زمرد بُود صاف

ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے — انہوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے زیادہ صاف تھا

[1] وانکہ۔ ذات خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی۔ اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حد مست۔ مست کی تعریف یہی ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کر سکتا۔ در عجبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیے اور اس کی عظمت و ہیبت میں گم ہو جانا چاہیے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائے گی اور خاموشی اختیار کر لو گے۔

[2] جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کی تعریف کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے لہٰذا اس میں بحث ختم کر دینی چاہیے اور خاموشی اختیار کر لینی چاہیے۔

[3] رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصاف باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گزرا ہے۔ وقاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔

گردِ عالم حلقہ گشتہ آں مُحیط[1] ماند حیراں اندراں خلقِ بَسیط
وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہیں اس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگرہا چیستند کہ بہ پیشِ عظمتم تو باز ایستند
انہوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ کہ تیری بڑائی کے سامنے جمیں میں

گفت رَگہای من اَند آں کوہہا مثلِ من نبُوند در حُسن و بہا
اس نے کہا ' وہ پہاڑ میری رگیں ہیں وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہ شہرے رَگے دارم نہاں بر عُروقم بستہ اَطرافِ جہاں
ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حق[2] چو خواہد زلزلہ شہرے مرا اَمر فرماید کہ جُنباں عِرق را
جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ (ولانا) چاہتا ہے تو مجھے حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجُنبانم من آں رگ را بقہر کہ بداں رگ متّصل گشت ست شہر
میں غصہ سے اس رگ کو ہلا دیتا ہوں جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

چوں بگوید بس شود ساکن رگم ساکنم و زرُوی فِعل اندر تگم
جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارگن چوں خرد ساکن و زُو جُنباں سخن
جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کار گزار ہے جیسے کہ عقل ساکن ہے بات اس کی وجہ سے حرکت میں ہے

نزدِ آں[3] کس کہ نداند عقلش ایں زلزلہ ہست از بُخاراتِ زمیں
جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی ہے اس کے نزدیک زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبُود بداں زامرِ حق ست وازاں کوہِ گراں
سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہیں

بیانِ آنکہ مور کے برکاغذ می رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن
اس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بُود گفت ستائیش انگشتاں
کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اس نے کہا انگلیوں کی

را کن کہ ایں ہُنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمِ اُو
تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر ان کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

[1] مُحیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں ان پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ رگہای۔ کوہ نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اس لئے تم ان کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ من بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

[2] حق۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب مجھے کہنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام میں ہی میری تگ و دو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

[3] نزدِ آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہ قاف ہے۔ بیان۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کم عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

تیز تر بُود گفت من ستایشِ باز و کنم کہ انگشتاں فَرعِ وَے اَند
تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اس کی فرع ہیں

مورِ[1] کے برکاغذے دید اُو قلم — گفت بامورِ دگریں راز ہم
ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا — اس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کِلک کرد — ہمچو ریحان و چو سوسن زار و دَرد
کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں — جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور — ویں قلم در فعل فَرعست و اثر
اس چیونٹی نے کہا ' انگلی کار گذار ہے — یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مور[2] سوم کز بازواست — کاصبعِ لاغر نہ زورش نقش بست
تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے — کیونکہ کمزور انگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے — مہترِ موراں فِطِن بُود اَند کے
بات اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ — چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبنید ایں ہُنر — کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر
اس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو — کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عَصا — جُو بعَقل و جاں نجُنبد نقشہا
جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے — عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بُود اُو کہ آں عَقل و فواد — بے ز تقلیبِ خدا باشد جَماد
وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل — خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک[3] زماں از وَے عنایت برکند — عَقلِ زیرک ابلہیہا می کُند
تھوڑی دیر کے لئے وہ اس پر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے — ذہین عقل بے وقوفیاں کرتی ہے

باز اِلتماس کردنِ ذوالقرنین از کوہِ قاف و بَیان عجائب از ثنای حق
ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہِ قاف دُرِّ نطقِ سُفت — چونش گویا یافت ذُوالقرنین گفت
جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرویا — چونکہ ذوالقرنین نے اس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخنگوی خبیرِ راز داں — از صفاتِ حق بگُن با من بیاں
اے بولنے والے! باخبر ' راز داں — اللہ تعالیٰ کی صفات مجھ سے بیان کر دے

[1] مور کے۔ مور چیونٹی' کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔ کلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو' ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے' ورد۔ گلاب اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔

[2] مورِ سوم۔ تیسری چیونٹ نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فطن۔ سمجھدار۔ کز صورت۔ اس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں' روح ہے۔ صورت۔ جسم' روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

[3] یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقلی کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ۔ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اس کی صفات سے آگاہ کر دے۔

گفت[1] ایں وکاں وصفِ ذاتہا برتر ست
اس نے کہا جا کیونکہ وہ صفت اس سے بالاتر ہے

کہ بیاں بَروَے تواند بُرد دَست
کہ بیان اس پر قابو پا سکے

یا قلم رازَ ہرہ باشد کہ بسَر
یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے

بر نویسد بَر صحائف زاں خبَر
وہ صحیفوں میں اس کی بابت لکھ دے

گفت کمترو استانے باز گو
انہوں نے کہا تھوڑی سی داستان سنا دے

از عجیہائِ حق اے حبرِ نکو
اللہ کی عجائب کی اے اچھے عالم!

گفت اینک دشتِ سیہ صد سالہ راہ
اس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل

کوہہائِ برف پُر کردہ است شاہ
شاہ نے اس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ[2] بَر کہ بے شُمار و بے عَدو
پہاڑ بالائے پہاڑ بے شمار اور ان گنت

میر سد دَر ہر زماں برفش مدَد
ہر وقت ان کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ بَرفے می زَند بر دیگرے
برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے

می رساند برف سَردی تا ثَرے
برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ بَرفے می زَند بر کوہِ برف
دَمبدم ز انبارِ بیحد و شگرف
برف کا پہاڑ برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے
ہر وقت بے حد اور عجیب بوجھ سے

گر نبُودے آنچنیں وادی شہا
تَفِ دوزخ محو کر دے مَر مرا
اے بادشاہ! اگر اس طرح کا جنگل نہ ہوتا
دوزخ کی سوزش مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہائِ بَرف داں
تانسو زَد پردہائِ عاقِلاں
غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ
تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پھٹ جائیں

گر نبُودے عکسِ[3] جہلِ بَرف باف
سُوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف
اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا
تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرہ ایست
بہر تہدید لئیماں دِرّہ ہیست
جہنم کی آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرہ ہے
وہ کمینوں کو ڈرانے کے لئے ذرہ ہے

باچُنیں قہرے کہ زفت و فائق ست
بَردِ لطفش بیں کہ بر وَے سابق ست
ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود
اس کے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اس سے آگے ہے

سَبق بیچون و چوگنہ مَعنوی
سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے
تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونے والا اور پیچھے رہ جانے والا دیکھا

---

[1] گفت۔ کوہ قاف نے کہا اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ نہ قلم میں یہ طاقت ہے کہ ان کو تحریر کر سکے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ گفت۔ کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اس کو خدا نے برف سے بھر کیا ہے اور اب اس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

[2] کوہ۔ اس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کر دیئے ہیں۔ گر نبودے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق ان کو جلا ڈالتا۔

[3] عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہ قاف کے لئے کر رہے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اس قدر بیان ہوا ہے اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ باچنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سَبق۔ رحمت کی غضب پر مستی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ عین ذات باری تعالیٰ ہے لہٰذا یہاں سابق اور مسبوق ہونا ایک چیز کی صفت ہے۔

گر ندیدی[1] آں بُود از فہمِ پست — کہ عُقولِ خلق زاں کان یک دَوست
اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے — کیونکہ مخلوق کی عقلیں اس کان میں ایک جو کی برابر ہیں

عَیب بر خود نہ نہ بَر آیاتِ دیں — کے رَسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں
اپنا عیب سمجھ ' نہ دین کی آیتوں کا — دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے

مُرغِ راجولاں گہِ عالی ہواست — زانکہ نَشو اُوز شہوت وز ہواست
تیرے پرند کی بلند پرواز گاہ فضا ہے — کیونکہ اس کا نشوونما شہوت اور نفسانی خواہش ہے

پَس تو حیراں باش بے لا و بَلے — تاز رحمت پیشت آید مُحملے
بس تو حیران رہ ' بغیر نہیں اور ہاں کے — تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آ جائے

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی — گر بلے گوئی تکلف می کُنی
جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے — اگر تو "ہاں" کہے ' تکلف برتے گا

وَر[2] بگوئی نے زَنَد نے گردنت — قہر بَر بَند دیداں نے روزنت
اگر تو "نہیں" کہے گا "نہیں" تیری گردن کاٹ دیگی — اس "نہیں" سے قہر ' تیرا روزن بند کر دے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بَس — تا در آید نصرِ حق از پیش و پَس
تو اسی طرح سے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس — تاکہ اللہ تعالیٰ کی مدد آگے اور پیچھے سے آ جائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا — با زبانِ حال گفتی اِھدِنَا
جبکہ تو حیران ہو گا اور ناچیز اور فنا — زبان حال سے تو ہمیں ہدایت دے کہے گا

زَفت زَفت ست و چولرزاں میشوی — می شود آں زَفت نرم و مُستوِی
بڑا بڑا ہی ہے اور جب تو لرز گیا — وہ بڑا نام اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ[3] شکلِ زَفت بہرِ مُنکر ست — چونکہ عاجز آمدی لُطف و برست
کیونکہ بری شکل منکر کے لئے ہے — جبکہ تو عاجز ہو گیا تو مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ جبرئیل خود را بمُصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیل کا اپنے آپ کو اپنی اصلی صورت پر

واز ہمقصد پرِ اُو چوں یک پَر ظاہر شدُ اُفق را بگرت و

ظاہر کرنا اور ان کے ساتھ سو پروں میں سے جب ایک پر ظاہر ہو اس نے

آفتاب مَحجوب شُد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

[1] گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو تعقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اس کی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرند کی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔ پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمت خداوندی دستگیری کریگی۔ گر بلی۔ اگر بے سمجھے سمجھنے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

[2] ور بگوئی۔ اگر انکار کریں گا تو تجھ پر قہر خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آجائے گی۔ چونکہ۔ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرما دے۔ زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

[3] زانکہ۔ کسی حقیقت کی بری صورت منکر کے لئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی برف صورت بھلی بن جاتی ہے۔ مؤذن۔ اس قصہ سے یہ بتاتا ہے کہ عاجزی سے ہیبت رحمت بن جاتی ہے۔

مُصطفیٰ می گفت پیشِ جبرئیل — کہ چنانکہ صورت تُست اے خلیل
مصطفیٰ نے جبرئیل سے کہا — اے دوست! جیسی تیری اصلی صورت ہے

مَر مرا ۱ اینیِ محسوس آشکار — تا بہ بینم مَر تُرا نظارہ وار
مجھے واضح اور محسوس کر کے دکھایئے — تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنے والے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبودت — حسِ ضعیف ست و تنگ سخت آیدت
انہوں نے کہا آپ نہ دیکھ سکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی — حسِ جسمانی ضعیف اور کمزور ہے آپ کو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد — تا چہ حدِ حسِ نازک ست و بے مَدد
آپ نے فرمایا کہ دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے — کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی راہست حسِ تن سقیم — لیک در باطن یکے خَلقِ عَظیم
آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے — لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

بر ۲ مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ — لیک ہست اُو در صفت آتش زنہ
یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے — لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار — زاد آتش زیں دو والد قہر بار
پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے — قہر ڈھانے والی آگ ان دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن — ہست قاہر برتنِ اُو شعلہ زن
پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے — وہ شعلہ زنی اس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شُعلہ ابراہیم وار — کہ از و مقہور گردد بُرجِ نار
پھر بدن میں حضرت ابراہیم کی طرح شعلہ ہے — کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر بر آری از درونت آتشے — آتشت گردد مُطیع و دلخوشے
اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے — آگ تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

لا ۳ جرم گفت آں رسولِ ذُوفنوں — رمزِ نَحنُ الآخِرُونَ السَّابِقُون
لا محالہ اس صاحب کمالات رسولؐ نے فرمایا — اشارہ ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہراً ایں دو بسندانے زبوں — در صفت از کانِ آہنہا فزوں
بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں — صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھ کر ہیں

۱ مر مرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیل سے کہا کہ اپنی اصل صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ انہوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اس نظارہ کی تاب نہ لا سکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ ایں جسد۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روح انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

۲ بر مثال۔ انسان کی جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہے جو قہر ڈھا دیتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسم انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اس آگ کے کرے پر غالب آجاتی ہے۔

۳ لا جرم۔ آنحضورؐ نے اپنی امت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑی ہوتی ہے اس لئے اس کو ان سے سابق بتایا۔ ظاہراً۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن ان سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔

پَس[1] بصورت آدمی فرعِ جہاں — دَر صفت اصلِ جہاں ایں را بداں
پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے — صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پشّۂ آرد بچرخ — باطنش باشد مُحیطِ ہفت چرخ
اس کے ظاہر کو ایک مچھر نچا دیتا ہے — اس کا باطن ساتوں آسمان نو کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد اِلحاح بنمود اَند کے — ہیئتے کہ کہ شود زاں مَند کے
جب انہوں نے اصرار کیا انہوں نے دکھادی تھوڑی سی — وہ ہیبت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را — از مَہابت گشتہ بیہش مُصطفیٰ
ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا — مصطفیٰ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں زبیم و ترس بیہوشش بدید — جبرئیل آمد دَر آغوشش کشید
جب انہوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا — جبرائیل آئے ان کو بغل میں لیا

آں[2] مَہابت قِسمتِ بیگانگاں — واں تجمّش دوستاں را رائگاں
وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے — اور وہ محبت صفت دوستوں کے لئے ہے

ہَست شاہاں را زمانے برنشست — ہولِ سَر ہنگاں و صارم مہابدست
جلوس کے وقت بادشاہوں کے لئے ہے — سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دُور باش و نیزہ و شمیرہا — کہ بلرزاند از مَہابت شیرہا
دو شاخہ اور نیزہ اور تلواریں — کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاوشاں وآں چوگان ہا — کہ شود سُست از نہیبش جانہاں
نقیبوں کی آواز اور بلے — کہ ان کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عام رَہگذر — کہ کُند شاں از شہنشاہی خبر
یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے — تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کر دے

از برائے عام باشد ایں شکوہ — تا کُلاہِ کبر بنہند آں گروہ
یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے — تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تا مَن[3] وماہیِ ایشاں بشکنند — نَفسِ خودبیں فتنہ و شر کم کُنند
تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے — متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہرازاں ایمن شودکاں شہر یار — دارد اَندر قہر زخم و گیرو دار
شہر اسی سے پرامن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ — غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

[1] پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔ ظاہرش۔ انسان کو ظاہری جسم مچھر سے عاجز آ جاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضور کے اصرار پر حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے۔ حضرت جبرئیل کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

[2] آں مہابت۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے۔ تجمش۔ اظہار محبت۔ رائگاں۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں۔ خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ وہ تیز دو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے عوام راستہ سے دور ہو جائیں۔ نہیب خوف ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستہ کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

[3] تا من وما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں۔ متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مر جاتی ہیں

ہیبت شہ مانع آید زاں نخوس [1]
اس نخوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوئے بزم خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے

کے بود آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حلم بر حلم ست و رحمتہا بجوش
بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں

نشنوی از غیر جنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنیں گا

طبل و کوس و ہول باشد وقت جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے

وقت عشرت با خواص آواز چنگ
خواص کے ساتھ عیش کے وقت سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوان محاسب عام را
پوچھ گچھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے

واں پریرویاں گرفتہ جام را
اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے

ویں شراب و نقل در بزم صفا
شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں ہوتا ہے

جوشن [2] و آں خود مر چالیش راست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے

ویں حریر و ورد مر تعریش راست
اور نشیمن کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کے لئے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ختم کن واللہ اعلم بالرشاد
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمد آں حسے کاں غارب ست
احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانے والی ہے

خفتہ ایں دم زیر خاک یثرب ست
اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست
وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے

بے تغیر مقعد صدق اندر ست
بغیر تغیر کے سچائی کی جگہ کے اندر ہے

قابل [3] تغییر او صاف تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں

روح باقی آفتاب روشن ست
باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تغییرے کہ لا شرقیہ
روح بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ مشرقی ہے

بے ز تبدیلی کہ لا غربیہ
وہ بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟

شمع از پروانہ کے بیہوش شد
شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

[1] نخوس۔ یعنی تکبر کی نحوست۔ باز۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ علم۔ یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے۔ طبل۔ یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے۔ عیش و عشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ ہست۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے، خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامان جنگ جنگ کے لئے ہوتا ہے۔ عیش و عشرت کی مجلس میں نقل و شراب چلتی ہے۔

[2] جوشن۔ زرہ۔ خود۔ جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔ ایں سخن۔ یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضور کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارب۔ غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق۔ یعنی آنحضور کی روح مبارک۔ صف شکن۔ مقعد صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔

[3] قابل تغییر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لا شرقیہ مشرق و مغرب عالم خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔ آفتاب۔ آنحضور مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیل مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔

جسمِ[1] احمدؐ را تعلق بُد بداں
اس بے ہوشی سے احمدؐ کے تعلق تھا

ایں تغیر آنِ تن باشد بداں
سمجھ لے تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد
جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد

جاں ازیں اوصاف باشد پاک فرد
روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے

خود ستانم ور بگویم وصفِ جاں
میں خود بیان نہیں کر سکتا اور اگر روح کا وصف بیان کروں

زلزلہ اُفتد دریں کون و مکاں
تو کون و مکان میں زلزلہ آ جائے

روبہش گر یک دَمے آشفتہ بُود
ان کی لو مزی اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہو گئی تھی

شیرِ جاں مانا کہ آں دَم خُفتہ بُود
یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خُفتہ بُود آں شیر کز خواست پاک
وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے

اینت شیرِ نرم ساز و سہمناک
عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خُفتہ ساز دشیر خود را آنچناں
شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے

کہ تماش مُردہ دانند ایں سگاں
کہ سب کتے اس کو مردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے
ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی

گور بُودے از ضعیفے تُربُدے
کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقشِ[2] احمد زاں نظر بیہوش گشت
احمدؐ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا

بحرِ اُو از مہر کف پُر جوش گشت
ان کا سمندر روح یداللہ کی محبت میں پرجوش ہو گیا

مہ ہمہ کف ست مُعطی نُور پاش
چاند عطا کرنے والا نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے

ماہ راگر کف نباشد گو مباش
اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشایدآں پرِّ جلیل
احمدؐ اگر وہ عظیم پر کھول دیں

تا اَبد بیہوش ماند جبرئیل
تو جبرئیل ہمیشہ کے لئے بہوش ہو جائیں

چوں[3] گذشت احمد زسدرہ ومَرصدش
جب احمدؐ سدرۃ المنتہیٰ اور اس کی جگہ سے گزرے

از مقامِ جبرئیل و از حدش
جبرئیل کے مقام اور ان کی حد سے گزرے

گفت اُورا کز پئیم آو مَایست
ان (احمدؐ) نے ان (جبرئیل) کو کہا میرے پیچھے آجاؤ اور نہ ٹھہر

گفت روزیں پس مَرا دستور نیست
انہوں نے کہا جائیے اس کے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

---

۱ جسم۔ آنحضورؐ کی یہ جسمانی بیہوشی تھی۔ ہمچو۔ ہماری اور دوسرے کا تعلق بھی جسم سے ہے۔ خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ روبہش۔ یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک۔ شیر جاں۔ یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ خفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے تو روح مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز۔ یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا۔ خفتہ ساز و۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تربد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مراد ہے۔

۲ نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اور روح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ یداللہ کی محبت میں پرجوش تھی۔ ید اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہے کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اس کی ذات کرتی ہے۔ احمد۔ حضرت جبرئیل کے پر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیل آنحضورؐ سے افضل ہیں اس لئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کے لئے بیہوش ہوئے لیکن اگر وہ اپنے روحانی پروں کو پھیلا دیں تو جبرئیل ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں۔

۳ چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی حضرت جبرئیل سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔

گفت اُورا ہیں پرَ اندر پیم
انہوں نے ان سے کہا ہاں میرے پیچھے اڑ آیئے

گفت رَو رَو من حریف تو نَیم
انہوں نے کہا جایئے جایئے میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت اُورا بیا اے پردہ سوز
انہوں نے ان سے پھر کہا' اے پردہ سوز! آ جا

من بأوجِ خود نر فتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت سیر وں زیں حدا اے خوش فرِ من
انہوں نے کہا اے میرے اقبال مند اس حد سے باہر

گر زنم پرّ دے بسوزد پرِّ من
اگر میں پر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرت اا اندر حیرت آمد زیں قصص
ان قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے

بیہشیِ خلصگاں اندر اخص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں

چند جانداری کہ جاں پردازی است
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولت؟

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیل! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے

تو نہ پروانہ وَنے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کُند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بلائے

جانِ پروانہ نہ پرہیز دز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایں ۲ حدیثِ مُنقلب را گور کُن
اس الٹی بات کو دفن کر دیجئے

شیر را برعکس صَید گور کُن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کُن مُشکِ سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مشک پاشی کو بند کر دیجئے

وا مکن انبانِ قُلماشیت را
"تو جو چاہیے کہو" کے تھیلے کو نہ کھولیئے

آنکہ ۳ بر نگذشت اَجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزاء زمین سے نہیں گزرے ہیں

پیشِ اُو معکوس قُلماشیت ایں
"تو جو چاہیے کہو" اس کے لئے الٹا ہے

لا تُخالِفْھُمْ حَبیبی دارِھِم
اے میرے پیارے! مخالفت نہ کر ان کی مدارت کر

یا غریبا نازِ لا فی دارِھِم
اے مسافر! جو ان کے گھر مہمان ہے

اعْطِ ما شاؤا وَ راوِ وارْضِھِم
دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں ان کو راضی رکھ

یا ظعینا ساکِنا فی اَرْضِھِم
اے مسافر! ان کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شتہ در نازِ خُوش
جب تک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے

راز یابا مرغزی می ساز خُوش
اے مرغزار کے رہنے والے اچھی نباہ

۱ حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیل نے آنحضور کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اس پر حیرت ہے۔ خلصگاں۔ یعنی حضرت جبرئیل وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضور۔ جبرئیلا۔ حضرت جبرئیل کو خطاب ہے کہ تم شمع محمدی کے پروانہ نہ تھے ورنہ ان کے بلانے پر پر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیل کی حد پرواز خود ان کی متعین کردہ ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضور کے بلانے پر ان کو آگے جانا چاہیے تھا خواہ ان کے پر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

۲ ایں حدیث۔ اب مولانا حسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں الٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں ان کو الٹی معلوم ہوں گی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپ کو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں گورخر جو عوام ہیں ان کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں ان کے تابع بن جایئے۔ پاشیت۔ یعنی مشک سخن پاشی تو قل ماشیت۔ کہہ تو جو چاہیے۔

۳ آنکہ۔ آپ کے منشا کی باتیں عوام کو الٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لا تُخالِفْھُم۔ آپ ان میں عارضی طور پر ہیں ان کی تمثل کے مطابق باتیں کرتے رہیے۔ ظعینا۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ راز یا۔ علاقہ دے کار رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق مرغزی۔ مرغزکار رہنے والا یعنی عوام ان دونوں ملکوں کے رہنے والوں میں بہت بُعد تھا۔

موسیا ۱ در پیشِ فرعونِ زمن — نرم باید گفت قولاً لیّنا
اے موسیٰ! زمانے کے فرعون کے سامنے — نرم بات نرمی سے کہنی چاہیے

آب اگر در روغنِ جوشاں کنی — دیگدان و دیگ را ویراں کنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا — چولہے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب — وسوسہ مفروش در لینِ الخطاب
نرم بات کے لئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے — خطاب کی نرمی میں دھوکے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سخن کوتاہ کن — آنکہ عصرت عصر را آگاہ کن
عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجئے — اے وہ کہ تیرا کا دور زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گوتو مر گل خوارہ را کہ قند بہ — نرمی باسد مکن طینش مدہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہیے کہ شکر بہتر ہے — غلط نرمی نہ برتئے اس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ ۲ جاں را روضہء جانیستی — کز حروف و صوت مستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں — کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر درمیانِ قند زار — اے بسا کس را کہ بنہا دست خار
اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں — بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھ دیئے ہیں

ظن ببرد از دور کایں آنست وبس — چوں پیِ مغلوب وامی رفت پس
دور سے انہوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا — مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خرداں یقیں — در رزِ معنی و فردوسِ بریں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھئے — معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے ۳ ضیاء الحق حسام لدّیں برآر — ایں سرِ خررا ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے — اس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمرد از مسلحہ — نشو دیگر بخشدش آں مبطحہ
تاکہ جب گدھے کا سر مذبح کی وجہ سے مر جائے گا — وہ فالیز اس کو دوسرا نشوونما بخشدے گا

ہیں زما صور تگری و جاں زتو — نے غلط ہم ایں ز تو ہم آں زتو
خبردار! ہماری جانب سے صورت بنتا ہے اور روح تیری جانب سے ہے — نہیں غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب سے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

۱ موسیا۔ حضرت موسیٰ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ ابل پڑے گا دیگ اور چولہا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کیجئے لیکن صحیح کیجئے ان کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیے۔ وقت عصر عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

۲ نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سر خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کے لئے مردہ گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی ان کے لئے سر خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پ۔ مینڈھا

۳ اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اس میں وہ باتیں نہ کرو جو عوام کے لئے سر خر بنیں۔ تا سر خر۔ یہاں سر خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہو جائیں گے تب یہ فالیز یعنی مثنوی ان کو مفید ہو گی۔ مبطحہ۔ یعنی فالیز۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدین میں تمہیں اس لئے یہ نصیحتیں کر رہا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں ہمارے عطا کردہ ہیں غرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔

مثنوی صورت بُود جانش توئی — ہم جہت ہم نور وار کانش توئی
مثنوی صورت ہے اس کی جان آپ ہیں — اس کی جہت بھی آپ اس کا نور اور اس کے کان بھی آپ ہیں

بر افلک محمودی اے خورشید فاش — بَر زمیں ہم تا اَبد محمود باش
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں — (خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی باسمائی بُلند — یک دل و یک قبلہ و یک خُو شوند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ — ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی — وَحدت است اندر وجودِ معنوی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے — روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں۲ شناسد جانِ من جانِ تُرا — یاد دارند اِتّحاد و ماجرا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے — تو وہ اتحاد اور گزشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہارون شوند اندر زمیں — مختلط خوش ہمچو شِیر و انگبیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰ اور ہارون بن جاتی ہیں — عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود — منکری اَش پردۂ ساتر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہے — اس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رُو — خشم کرد آں مہ ز ناشکریِ اُو
تو پہچاننے والے منہ پھیر لیتا ہے — وہ چاند اس کی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں۳ سبب جانِ نبی را جانِ بُد — ناشناسا گشت و پُشتِ پا زَد
اسی وجہ سے بری روح ' نبی کی روح کو — نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فرو خواں لم یکن — تا بدانی لَج آں گبرِ کہن
یہ تو نے سب پڑھا اب لم یکن پڑھ لے — تاکہ پرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

در بیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرتِ پیغمبر
بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان

علیہ الصّلوٰۃ والسّلام و نام اُورا حرزِ جاں کردن و ظہورش را خولہاں بُودن
اور ان کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور ان کے ظہور کا خولہاں ہونا

پیش۴ ازانکہ نقشِ احمدؐ فرنمود — نَعتِ اُو ہر گبر را تعویذ بُود
اس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت شان دکھائے — ان کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

۱ بر فلک۔ آپ عند اللہ محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔

تا زمینی۔ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔ تفرقہ۔ جب تک ان میں ناسوتیت ہے۔ دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہو جائے گی۔

۲ چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تناقر ہے۔ موسیٰ۔ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اس میں اجنبیت آ جاتی ہے تو وہ اس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ بس شناسا۔ یعنی مربی کی روح' اس کی ناشکری کی وجہ سے اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔

۳ زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی روح نے آنحضور کو نہ پہچانا۔ لَم یَکُن۔ سورۂ لَم یَکُن۔ پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اولاً پہچانتے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

۴ پیش۔ آنحضور کی پیدائش سے قبل آنحضور کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں ضرور آئے گا اور آنحضور کے تصور سے ان کے دل تڑپتے تھے۔

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید
کہ ایسا ایک شخص ہے جو کہ وہ دنیا میں آئے گا

از خیالِ روشِ دل شاں می طپید
ان کے چہرے کے خیال سے ان کا دل تڑپتا تھا

سجدہ ۱ می کردند کاے ربِ بشر
وہ سجدہ کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب!

وَر عیاں آریش ہر چہ زُود تر
جس قدر جلد ہو سکے ان کو ظاہر کر دے

تا بنام احمدؐ از یَستَفتِحُون
حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنے کی وجہ سے

باغیاں شاں می شدندے سرنگوں
ان سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حَربِ مَہُولے آمدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی

عَونِ شاں کرّاریِ احمدؐ بُدے
آنحضورؐ کی حملہ آوری ان کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مُزمِن ۲ بُدے
جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی

یادِ اُو شاں داریِ شافی بُدے
ان کا ان کو یاد کرنا ' شفا رہنے والی دوا ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہِ شاں
ان کی تصویر ان کے راستوں میں گشت کرتی تھی

دَر دل و در گوش و دَر افواہِ شاں
دل اور کان اور ان کے مونہوں میں

نقشِ اُورا کے بیابد ہر شغال
ہر گیدڑ ان کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟

بلکہ فَرعِ نقشِ اُو یعنیٰ خیال
بلکہ ان کی صورت کی فرع یعنی خیال تھا

نقشِ اُو بر رُوی دیوار اَر فتد
ان کا نقش اگر دیوار پر پڑے

از دلِ دیوار خونِ دل چکد
تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فَرُّخ بُوَد نقشش بر و
اس پر ان کا نقش ایسا مبارک ہو گا

کہ رَہد دَر حال دیوار از دو رُو
کہ دیوار فوراً دو رخی سے نجات پا لے گی

گشتہ بایک روئی اہلِ صَفا
اہل باطن کی ایک رخی والی بن جائے گی

آں دو روئی عیب مَر دیوار را
دو رخی دیوار کے لئے بھی عیب ہے

ایں ۳ ہمہ اِنکار و کفراں زاد شاں
ان کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گا

چوں درآمد سیّد آخر زماں
جب سید آخر الزماں تشریف لے آئے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وَداد
سب تعظیم اور اعزاز اور محبت

چوں بدیدندش بصورت بُرد باد
جب انہوں نے ان کی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قُلب ۴ آتش دید دَردَم شُد سیاہ
کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا

قُلب راور قُلب کے بُود ست راہ
کھوٹے کے لئے ' دل میں کب راستہ ہے؟

۱ سجدہ۔ اللہ تعالیٰ سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے۔ یَستَفتِحُون قرآن پاک میں ہے وَکَانُوا مِن قَبلُ یَستَفتِحُونَ عَلَی الَّذِینَ کَفَرُوا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپ کی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مَہُول۔ ہولناک۔ عوں۔ مدد۔ کراری احمد۔ احمد کا حملہ یعنی آپ کے نام کی برکت

۲ مُزمِن۔ دیرینہ کہنہ۔ نقش۔ آنحضورؐ کا تصور ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ کا صحیح نقش اور تصویر ان جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ ان کی۔ آنحضورؐ کی ایک خیالی تصور تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دو رخی اس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دو رخی چھوڑ دے۔

۳ ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا کَفَرُوا بِهِ جب وہ چیز ان کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہو گئی اور اصلی صورت کے ساتھ ان کے سامنے آ گئے۔

۴ قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اہل اللہ کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

قلب[1] می زد لافِ اشواقِ محک
کھوٹ سکہ کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا

تا مُریداں را در اَنداز و بَشک
تاکہ مریدوں کو شک میں ڈال دے

افتد اندر دام فکرش ناکسے
نالائق ہی اس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے

ایں گماں سَر برزند از ہر خَسے
یہ خیال ہر کمینہ سے ابھرتا ہے

کایں اگر نہ نقد پاکیزہ بُدے
تاکہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے

کے بسَنگ امتحاں راغب شدُے
تو کسوٹی کی جانب کب راغب کرتے

ہیچ از لافِ محک دیدن زدے
کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا

یا بسَنگِ امتحاں شوق بُدے
یا اس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

اُو[2] محک می خواہد امّا آنچناں
وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی

کہ نگردد قلبیِ اُوزاں عیاں
کہ اس کا کھوٹ اس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت زیں کلام
اگر میں قیامت تک بھی یہ بات کروں گا

صد قیامت بگذرد ایں نا تمام
سو قیامتیں گزر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں محک کہ اُونہاں دارد صفت
وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے

نے محک باشد نہ نُورِ معرفت
نہ وہ کسوٹی ہو گی ' نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ[3] کو عیبِ رُو دارد نہاں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے

از برائے خاطرِ ہر قلتباں
ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبُود منافق باشد او
وہ آئینہ نہ ہو گا ' منافق ہو گا

ایں چُنیں آئینہ را ہرگز مجُو
ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جُو راست گوئے بے نفاق
سچ کہنے والا ' بے نفاق آئینہ تلاش کر

ختم کُن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالوِفاق
ختم کر دے اور اللہ حسن اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تا کہ عَینِ آئینہ اَت سازد خدا
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہ آئینہ بنا دے

کہ نماید عَرش را ہمچوں سَما
کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھا دے

عَرش چہ و چرخ چہ اے ذُولباب
اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟

فہم کُن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
سمجھ لے ' اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

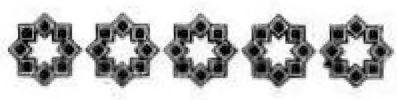

[1] قلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کر دے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نالائل مبتلا ہوتے ہیں۔

[2] او محک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے۔ جس سے اس کا عیب نہ ظاہر ہو سکے۔ گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہو گا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ آں محک۔ بہر حال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اس میں پہچاننے کا نور ہے۔

[3] آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو صحیح دیکھا دے۔ تاکہ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دے گا کہ اس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی سمجھ لے؟